

تجارت السنہ

عربی اردو

2

دورِ حاضر کی ضرورتوں کے مطابق اہم تشریحات
اور قدیم و جدید مباحث کے ہمراہ مستند کتابوں کے
احادیثِ نبویہ کا جامع انتخاب

<http://islamicbookslibrary.wordpress.com/>

تالیف

زبدۃ المحدثین حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجرِ مدنی قدس سرہ
استاذِ احادیث و العلوم دیوبند و رفیقِ ندوۃ المصنفین دہلی

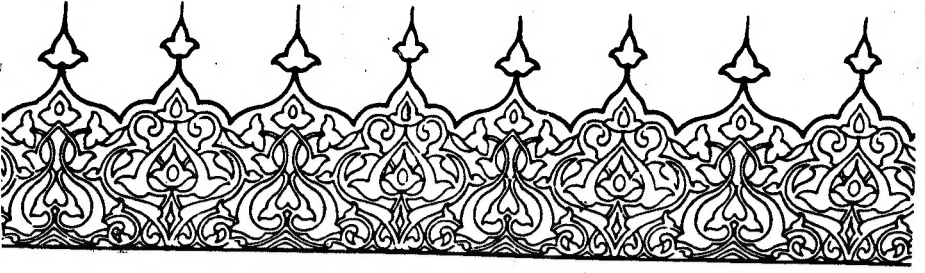


إِذَا رَأَى الْإِسْلَامَ

۱۹۰ انارکلی لاہور

۲۳۳۹۹۱ — ۲۳۳۴۱۲ — ۳۵۳۲۵۵

فیس: ۲۳۳۴۸۵ — ۰۴۲ — ۰۹۲



ترجمانِ اہلسنت

عربی - اردو

جلد دوم

دو حاضر کی ضرورتوں کے مطابق جدید عنوان اور تدریس مباحث کے ہمراہ
احادیث طیبہ کا جامع و مستند عظیم الشان مجموعہ

زبدۃ المشائخ حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مدظلہ فی قدس سرہ
استاذ احمدیہ دارالعلوم دیوبند و رئیس ندوۃ المصنفین دہلی



ادارۃ ایڈیشن، پبلشرز، بک سیلرز، ایکسپورٹرز

☆ ۱۹۰۰ء تا ۱۹۰۱ء پاکستان ☆ ۱۹۰۱ء تا ۱۹۰۲ء پاکستان	☆ ۱۹۰۲ء تا ۱۹۰۳ء پاکستان ☆ ۱۹۰۳ء تا ۱۹۰۴ء پاکستان	☆ ۱۹۰۴ء تا ۱۹۰۵ء پاکستان ☆ ۱۹۰۵ء تا ۱۹۰۶ء پاکستان
--	--	--

اِنْتِسَاب

شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد انور شاہ قدس
سیرۃ کی عشق نبوی اور خدمتِ حدیث میں ڈوبی ہوئی رُوح کے
نام جن کے فیضِ صحبت سے رفقاءِ ندوۃ المصنفین اس محبت
گرامی کے لائق ہوئے۔

ندوۃ المصنفین

فہرست مضامین ترجمان الشہ جلد دوم

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۷۲	رضاء و تسلیم کے مرجع کا دینے کا نام ہے اپنی مرضی کے خلاف فیصلوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی شان رضا کی چند مثالیں	۱	ایمان کا شعلہ غیب کے ساتھ جتنا گہرا ہوتا ہے فیصلت کا موجب ہے۔
۷۳	شہادتین کے معنی یہ ہیں کہ قلب میں اللہ کے سوا رب باور اسلام کے سوا دین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور رسول کی تلاش باقی نہ رہے۔	۲	غیر معمول اور غیر مددک کا فرق
۸۰	خوشی اور غم اور انسان کے دوسرے فطری تاثرات اس کی شان رضا و تسلیم کے معانی نہیں ایمان دراصل قلبی اعتقاد کا نام ہے۔ فرائض و اعمال ایمان کے اجزاء نہیں ہیں	۱۳	یقین اور اعتقاد جازم ایمان کی روح ہے
۹۷	جنت اور دوزخ کی تقسیم شرک و ایمان پر دائر ہے صرف اچھے بُرے اعمال پر نہیں۔	۱۴	میرا یقین کا مرتبہ علم یقین سے اونچا ہے
۹۸	جس کے قلب میں نور ایمان کا ایک ذرہ ہوگا وہ بھی (بالآخر) دوزخ سے نکال لیا جائیگا۔	۲۱	رب العزت کی بے نیازی اور قدرت ملی لا ullaہ کی بنا پر ہم خطر پر وقتی طور پر بڑھا جاتا ہے وہ یقین کے معانی نہیں ہے۔
۱۰۳	جو شخص ایمان کے ساتھ تمام فرائض پھیلاتا ہے وہ بھی (بالآخر) دوزخ سے نکال لیا جائیگا۔	۲۵	مومن کا قلب جب تک نور ایمان و یقین سے سوزا ہوتا ہے اس سے مصیبت کا صدور نہیں ہوتا۔
۱۰۴	جو شخص فرائض و اعمال ادا نہیں کرتا وہ حاکم سے بری نہیں اگرچہ توحید و رسالت کا معترف بھی ہو۔	۲۸	جس کی موت ایمان و یقین پر آجائے وہ یقیناً جنتی ہوتا ہے۔
۱۰۵	جو اسلام کے کسی حصہ کو ترک کرتا جو اس کا اسلام ناقص ہو جاتا ہے۔	۳۰	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے یقین کی چند مثالیں۔
۱۰۷	جنت دین کی وقتی تاخیر یا صرف تلاوت قرآن کرنے سے واجب نہیں ہوتی اس کے لیے تمام احکام اسلامی پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔	۳۳	تمام مسلمان اصل اعتقادات کے لحاظ سے برابر ہیں ان میں جو فرق ہے وہ صرف ان کے مراتب یقین میں تفاوت کی وجہ سے ہے۔
۱۱۰	بل صراط پر لوگوں کی رفتار دنیا میں ان کے اعمال کی شدت و ضعف کے مطابق ہوتی۔	۳۴	مذاہب ان کی توحید و رسولوں کی رسالت ان کی بندگی کا اعتقاد اور دوزخ کے وجود کو تسلیم کرنا جزو ایمان ہے اس کے بغیر جنت میں کوئی داخل نہ ہوگا
۱۱۲	گناہ کرنے سے اسلام اسی طرح پڑنا ہو جاتا ہے جیسے کپڑا آستین سے لٹکنا گناہ کیوں کے اکر ت	۴۱	ایمان دین کی تمام باتوں کی تصدیق کرنے کا نام ہے جس نے شائع اسلام ادا کر لیا اس کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کا عہد ہو گیا۔
۱۱۳		۵۹	اسلام کے کسی ایک قطعی فرض کا منکر اسلام کا ہی منکر شمار ہوتا ہے۔
		۶۱	ایمان قلب کا ایک اختیاری عمل ہے صرف علم کا مرتبہ نہیں۔
		۶۲	ایمان صرف تصدیق و اقرار کا نام نہیں۔ دین اسلام میں داخل ہو جانے اور اس کے تمام احکام کی پکارتی کا نام ہے۔
		۶۵	ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فیصلہ پر

ہونے کی بھی نوبت آجاتی ہے۔
 اگر سبقت سامان سے گھر کفر زبان سے نکل جائے
 تو اس سے کفر حائل نہیں ہوتا
 کسی گناہ کی وجہ سے مسلمان کو کافر نہیں کہنا
 چاہیے۔
 خودکشی کرنے والا کافر نہیں۔
 اللہ تعالیٰ کی صفوں پر اجمالی ایمان کافی ہے
 عقائد کے مسائل میں جب کہیں الجھن پیش
 آجائے تو جو اللہ تعالیٰ کے علم میں صواب ہو اس
 پر اجمالی ایمان لانا کافی ہے۔
 اسلامی احکام ظاہری حالات پر نافذ ہونے اور
 اندونی حالات کا حساب خدائے تعالیٰ کے حوالے
 رہیگا۔
 خیر خواہ غاصد لکھ کر بھی اسلام صحیح ہو سکتا ہے
 مقلد کا ایمان صحیح ہے اور اس پر دلائل سیکھنا واجب
 نہیں۔
 جان بچانے کے خوف سے اسلام لانا بھی مستبر
 ہو جاتا ہے۔
 طبی کو بہت صحبت اسلام کے معنای نہیں بشرطیکہ
 طلب ایسا غیبت سے اسلام کا حلقہ بگوش ہو جائے
 قیدی کا اسلام بھی مستبر ہے اگر اس کو قید سے راد کیا
 جائیگا۔
 خوف کی حالت میں اپنا ایمان پوشیدہ رکھنا درست ہے
 اگر کار کوئی اسلامی شعار راد کر کے اپنا مسلمان ہونا
 ظاہر کر دے تو اس کا اسلام مستبر ہو جائیگا خواہ وہ نابالغ
 سے لے کر بزرگ۔
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو اسلام لانا
 کے لیے مجبور نہیں کیا۔
 ضعیف الایمان شخص کی دجوتی اور مدد کرنی چاہیے
 وہ چیدہ چیدہ اعمال جن کا اسلام سے اس طرح
 چھوٹ چھوٹ کر نکلن ضروری ہوتا ہے جس طرح سبز
 درخت سے شاخوں کا ان میں ایک محل راستہ سے
 کسی تکلیف وہ چیز کا ہوا دینا بھی ہے اور یہ ان میں سب
 سے گھٹیا درجہ کا عمل ہے۔

۱۷۱ کسی مسلمان کو اپنے ہاتھ اور زبان سے ایذا نہ دینا۔
 واقفیت کی قید کے بغیر عام طور پر ایک دوسرے کو
 سلام کرنا اور محتاجوں کو کھانا کھلانا
 شرم و حیا کرنا۔
 ۱۷۲ غیرت
 خدائے تعالیٰ اس کے رسول اور عام مسلمانوں کے حق
 میں مجسم خیر خواہی بن جانا۔
 ۱۷۵ خیر خواہی کرنے میں اپنے اور بیگانے کا احتیاط رکھنا
 دینا۔
 ۱۷۹ محبت کا نہا اور اس کا لحاظ پاس رکھنا
 ۲۰۴ گاہ بگاہ ترک زینت
 ۲۰۵ اچھا طور و طریق، متانت اور میانہ روی۔
 ۲۰۶ علم و بردباری
 ۲۰۷ ایمان اور اسلام کی چند نشانیاں
 اس بات کا یقین ہو جانا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات
 پاک ہر جگہ حاضر و ناظر ہے
 ۲۰۸ تمام اعمال کا رُخ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کی
 طرف پلٹ جانا۔
 ۲۱۷ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کوئی دقیقہ
 فروگذاشت نہ کرنا
 ۲۱۳ جن باتوں کا ٹھیک حکم معلوم نہ ہو ان کو ترک
 کر دینا۔
 ۲۱۶ نیک بات پر دل کا مطمئن ہو جانا اور گناہ میں
 غفلت کا باقی رہنا۔
 ۲۱۹ جس جانب میں تردد ہو اسے چھوڑ دینا اور جس
 میں تردد نہ ہو اسے اختیار کر لینا۔
 ۲۲۲ حرام میں مبتلا ہو جانے کے خوف سے بعض
 حلال کو بھی ترک کر دینا۔
 ۲۲۳ نیکی سے خوش ہونا اور بدی سے شگین ہونا۔
 ۲۲۷ احکام اسلامی کے لیے قلب میں کشادگی پیدا ہونا
 نمازوں کے لیے مسجد کی پابندی۔
 ۲۲۸ طہارت کی نگہداشت
 ۲۲۹ دین کی حفاظت کی خاطر فتنوں سے بچنے پھرنے
 ۲۳۰ مومن کی صفات

۲۲۰	سودمند ہیں؟ غیر اللہ کی عبادت کرنی شرک ہے اگر یہ عقیدہ ہیں نفع و نقصان کا مالک خدا تعالیٰ کی ذات ہی کو تصور کرتا ہوں۔	۲۲۱	اعتقاد اور پوشیداری سادگی اور شرافت دانائی اور مردم شناسی مومن جس میں ہوتا
۲۲۶	اللہ تعالیٰ کی ذات پر چکر کرنے والا کوئی نہیں اور نہ کوئی بڑے سے بڑا کام اس کے نزدیک بڑا ہے۔	۲۲۸	نرم مزاجی اور ہر دلعزیزی صاف سینہ ہونا۔
۲۲۸	اللہ تعالیٰ سے مانگے۔ مسلمانوں کے قلب پر ایک اللہ تعالیٰ کی عظمت کا نقش ہو جانا تو حید کا سب سے بلند مقام ہے کسی مخلوق کے متعلق ظاہری ہیبت سے بڑھ کر حقیقی تاثیر کا اعتقاد رکھنا کفر ہے۔	۲۲۹	مسلمانوں کی تکلیف کا اپنی تکلیف کی برابر احساس کرنا میں ہوں سے ڈرنا۔
۲۲۹	غیر اللہ کے نام کا جانور ذبح کرنا کفر ہے، غیر اللہ کے نام کی قسم کھانی ایک قسم کا شرک ہے مسلمان کو سخت وسعت کتنا حق کی بات ہو اور اس سے جنگ کرنا کفر کی حرکت ہے۔	۲۳۰	اپنی عزت نفس کی حفاظت کرنا۔ ہمیشہ توبہ کرتے رہنا۔
۲۳۶	تصویر کشی اللہ تعالیٰ کی صنعتِ خالقیت کی نقالتی ہے۔	۲۳۵	احکام اسلامی کا اس طرح پابند رہنا جیسے گھوڑا ٹپنے کھونٹے کا۔
۲۳۸	قرآن کی آیتوں میں باہم اختلاف پیدا کرنا کفر کی بات ہے۔	۲۳۶	از سر تا قدم غیر خدای اور نفع نفس پر جانا ۵
۲۵۱	ریا کاری بھی ایک قسم کا خفی شرک ہے غیر اللہ کو سمجھ کرنے کی ممانعت بزرگوں کی قبروں کو سجدہ کرنے اور ان پر چراغ جلانے کی ممانعت	۲۳۸	ہر حالت میں خدا سے کاشمگر گناہ اور ہنا نرم دلی
۲۵۲	گھر سے اور پتھروں کی تعمیر پر چادریں ڈالنے کی مانعت	۲۳۹	پاکیزہ زبان ہونا راست گو، امانت دار اور وفا شعار ہونا
۲۵۳	کفار کی عبادتوں کے اوقات میں نماز پر ممانعت غیر اللہ کی عبادت کے مشابہ ہے ناز کی حالت میں شتر و ٹھیک سنانے رکھنا کی ممانعت	۲۵۰	مجبوری میں توبہ کر لینا جھوٹ سے بچنے کا ایک صحیح طریقہ ہے۔
۲۵۹	گھر سے اور پتھروں کی تعمیر پر چادریں ڈالنے کی مانعت	۲۵۱	اچانک قتل کرنے سے بچنا۔
۲۶۱	کفار کی عبادتوں کے اوقات میں نماز پر ممانعت غیر اللہ کی عبادت کے مشابہ ہے ناز کی حالت میں شتر و ٹھیک سنانے رکھنا کی ممانعت	۲۵۲	مومن مرد کا مومن بی بی سے بغض نہ کرنا
۲۶۵	کفار کی عبادتوں کے اوقات میں نماز پر ممانعت غیر اللہ کی عبادت کے مشابہ ہے ناز کی حالت میں شتر و ٹھیک سنانے رکھنا کی ممانعت	۲۵۳	کسی مسلمان کو ہنسی مذاق میں بھی پریشان نہ کرنا
۲۶۸	کفار کی عبادتوں کے اوقات میں نماز پر ممانعت غیر اللہ کی عبادت کے مشابہ ہے ناز کی حالت میں شتر و ٹھیک سنانے رکھنا کی ممانعت	۲۵۴	مسلمانوں کے حقوق مسلمانوں کا اکرام
۲۶۹	کفار کی عبادتوں کے اوقات میں نماز پر ممانعت غیر اللہ کی عبادت کے مشابہ ہے ناز کی حالت میں شتر و ٹھیک سنانے رکھنا کی ممانعت	۲۵۵	شرک کی حقیقت اور اس کی اقسام شرک انسان کی فطرت نہیں۔
۲۶۹	کفار کی عبادتوں کے اوقات میں نماز پر ممانعت غیر اللہ کی عبادت کے مشابہ ہے ناز کی حالت میں شتر و ٹھیک سنانے رکھنا کی ممانعت	۲۵۶	شرک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بدتر جرم ہے شرک و کفر کی ملاوٹ کے ساتھ ایمان بھی سود مند نہیں
۲۶۹	کفار کی عبادتوں کے اوقات میں نماز پر ممانعت غیر اللہ کی عبادت کے مشابہ ہے ناز کی حالت میں شتر و ٹھیک سنانے رکھنا کی ممانعت	۲۵۷	شرک کی حق میں شفاعت قبول نہیں
۲۶۹	کفار کی عبادتوں کے اوقات میں نماز پر ممانعت غیر اللہ کی عبادت کے مشابہ ہے ناز کی حالت میں شتر و ٹھیک سنانے رکھنا کی ممانعت	۲۵۸	کافروں کی نیکیوں کا بدلہ دینا ہی میں دیدار کا نام
۲۶۹	کفار کی عبادتوں کے اوقات میں نماز پر ممانعت غیر اللہ کی عبادت کے مشابہ ہے ناز کی حالت میں شتر و ٹھیک سنانے رکھنا کی ممانعت	۲۵۹	اسلام قبول کرنے کے بعد کیا زاد کفر کی نیکیاں بھی قبول ہو سکتی ہیں؟
۲۶۹	کفار کی عبادتوں کے اوقات میں نماز پر ممانعت غیر اللہ کی عبادت کے مشابہ ہے ناز کی حالت میں شتر و ٹھیک سنانے رکھنا کی ممانعت	۲۶۰	اگر کافر اسلام دلائے تو کیا اس کی نیکیاں

۳۶۳	ایک قسم کا شرک ہے	۳۶۹	کسی ہذر کے بغیر ناز قضا کر دینا کفر ہے۔
۳۶۸	کافروں کی جھوٹے شیطانی کام ہیں		آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں
۳۶۵	نبی کے علم کو عدلے تعالیٰ کے غیر متناہی علم سے	۳۷۱	ایسی مبالغہ آمیزیاں کرنے کی ممانعت جیسی نصائے
۳۶۷	کوئی نسبت نہیں ہوتی۔		نے حضرت عیسیٰؑ کی شان میں کیوں
۳۶۷	کسی کی طرف غیب دانی کی نسبت نہیں کرنی چاہیے۔		اللہ تعالیٰ کی شیعہ کے سامنے ہندہ کی مشیت
۳۶۷	خلاف شرع اصول میں غیر اللہ کی اطاعت کرنی	۳۷۹	بھی نہیں۔
۳۶۷	بھی شرک کی ایک قسم ہے		خدا اور اس کے رسول کو ایک ضمیر میں جمع کرنا
۳۶۸	استیعالیٰ حرکت کے متعلق معنی کا اہتمام۔	۳۸۶	اسلامی ادب کے خلاف ہے۔
۳۷۰	لفاق اور اس کی قسمیں۔	۳۸۷	آقا کو اپنے غلام کو عبد کہنے کی ممانعت
	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عبد کے مانتوں کا پھر	۳۸۹	شہنشاہ نام رکھنے کی ممانعت
۳۶۳	مذکرہ	۳۹۰	ابوالکرم کنیت رکھنے کی ممانعت
۳۷۲	علی فائق		مومن کو چاہیے کہ وہ زناد کفر کی حادثوں سے دو
۳۷۳	لفاق کے طے	۳۹۱	رہے اگرچہ وہ کفر کی حد تک نہ ہوں۔
۳۷۶	سائق کی ممتیں		اپنے والد کے باپ بولنے سے انکار کرنا اور غلام کا
۳۷۹	لفاق کی نشانیاں	۳۹۷	پنے آقا کے پاس سے بھاگ جانا کفر کے ہم پل ہے۔
۳۸۳	دروغ گوئی		یوں کہنا مومن کی شان کے خلاف ہے کہ اگر غلام
۳۸۹	دعہ ظانی	۳۹۸	کام دکھوں تو میں مسلمان نہیں
۰	دعویٰ مجرور		جو مسلمان بھائی پر ہے بات حق و کفر کی تہمت
۳۹۰	عائدوں میں کاہلی لوشہ سی	۳۹۹	لگاتا ہے وہ لوٹ کر اسی پر آ پڑتی ہے۔
۳۹۲	لفاق کے چند اسباب	۴۰۰	تادیل یا نادان فنی سے کسی کو کافر کہنا کفر نہیں۔
۳۹۳	لفاق سے ملحدہ ہونا	۴۰۱	شراب نوشی کی عادت بہت پرستی کے برابر ہے
۰	ماتنی کی تقسیم کرنا		شرک اور مسلمان کے ناحق قاتل کی مقرریت نہ
۳۹۵	فاق سے پناہ مانگنے کی چند حالتیں۔	۰	ہوگی۔
			مومن کی شان سے یہ بعید ہے کہ وہ مشرکین کی
			جماعت میں شامل رہ کر ان کی کثرت اور تقویت کا
		۴۱۲	باعث بنے۔
			پردہ غالی کا عقیدہ رکھنا اور کاہن کی تصدیق کرنا

اسی حالت میں یہ کہہ کر قارئین کرام کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔

علی آتئی راضی بآنَ أَحْبَلَ لِلْعَوْنِ وَأَخْلَصَ مِنْهُ لَا عَقْلَ وَلَا لَبَإَ

ترجمان السنہ کے عنوانات اور جمع احادیث میں جو اسلوب جدید اختیار کیا گیا ہے چونکہ وہ اس خدمت کا ایک بڑا اہم حصہ ہے اس لیے اس کے متعلق کچھ گزارش کر دینی ضروری ہے۔ عام ناظرین کے پیش نظر جو چیزیں وہ صرف اس کے تشریحی نوٹ یا زیادہ سے زیادہ اس کے تراجم کی سطح ہوں گی لیکن اس کے عنوانات کی گہرائی، ان کا باہم ربط، اس کے تراجم کی خصوصیات اور خالی الذہن انسان کو ان سے جو اسلامی تربیت حاصل ہو سکتی ہے اس کا احساس خال خال ہی کسی کو ہوگا۔ رہی وہ کاوش جو احادیث کی جمع و ترتیب کے سلسلہ میں اٹھائی گئی ہے اس کا اندازہ بجز ان چند علماء کے جو کتب حدیث کے ذخراخانہ میں اپنی راتوں کی غیند تلف کرنے کے عادی بن چکے ہیں اور کس کو ہو سکتا ہے۔ اس حقیقت کے اظہار میں کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ ترجمان السنہ کی کتاب الایمان کی تسوید میں کسی ایک یا چند کتب کی صرف کتاب الایمان کا مطالعہ قطعاً کافی نہیں ہو سکا بلکہ اس کے ایک ایک عنوان کے لیے احادیث کے مختلف ابواب کے دفاتر لٹے گئے ہیں۔ پھر اس وسیع سمندر کی تہ میں جو جو موتی غیر مرتب بکھرے نظر آئے ان کو جن جن بہتر سے بہتر موقع پر رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر حدیث نمبر ۳۲۰۰ دیگر کتب احادیث میں صرف دسویں کے عام عنوان کے نیچے ملتی ہے لیکن ترجمان السنہ جلد اول میں اس کو آپ کی ضرورت ایک اہم عنوان کے تحت رکھ دیا گیا ہے، اسی طرح صفحہ ۳۲۲ تک جنہی حدیثیں ذکر کی گئی ہیں پہلے آپ ان کو ایک بار دیگر کتب حدیث میں دیکھ جائیے کہ کن ابواب اور عنوانات کے تحت ہیں پھر ترجمان السنہ میں ان کے عنوانات ملاحظہ فرمائیے ہولف کی کاوش کا اندازہ ہو جائیگا۔ کتاب التوحید کے بعد رسالت و نبوت کا اہم باب سامنے آتا ہے اس سلسلہ میں حدیث (۹۳) کا مضمون پہلے بغور ملاحظہ کیجیے، آپ کو یقین ہو جائیگا کہ رسولوں کی ذات سے والہانہ عقیدت رکھنے والوں کے لیے مال و دولت میں کوئی حصہ نہیں ہے، یہ تصور حقیقت کے لحاظ سے خواہ کنسا ہی درست ہو لیکن موجودہ مداخلہ کے لیے جتنا دشمنانک ہو سکتا ہے ظاہر ہے۔ مولف نے اس موقع پر سوال کی جوابدہی سے قبل پورا وقت اس پر صرف کیا ہے کہ سب سے پہلے صاحب شریعت کے خشاء کا پتہ لگایا جائے اس کے بعد اصل مسئلہ کی جانب توجہ کی جائے۔ اس مرحلے پر نہ معلوم کتنی درد سہی اور کاوش کے بعد نسیم الرایض میں چند نکات نظر پڑ گئے جن سے حدیث کا اصل مفہوم روشن ہو گیا۔ پھر دیکھا تو شبہ کا کوئی محل ہی باقی نہ رہا تھا۔ اس تمام مضمون کو پہلے ایک مختصر عنوان میں سمیٹ دیا گیا ہے پھر تشریحی نوٹ میں اس کی وضاحت

کردی گئی ہے۔

اسی ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبرانہ تعارف کا ذکر آگیا ہے۔ ہمارے نزدیک اس سلسلہ کا سب سے اہم تعارف آپ کا خاتم النبیین ہونا ہے۔ صرف رسالت و نبوت کا تصور گونا گونا بنیاد پر ایسا لانے کے لیے کافی ہو لیکن آپ کے حق میں یہ تصویر یقیناً ایک ناقص تصور ہے آپ کا کامل تصویر اس وقت تک نہیں چمکتا جب تک رسالت کے ساتھ آپ کے خاتم النبیین ہونے کا تصور بھی نہ کیا جائے۔ اسی لیے قرآن کریم نے سورہ احزاب کی آیۃ وَلَٰكِنْ رَّسُوْلًا اَللّٰهُ وَخَاتَمَ الْمُرْسَلِيْنَ میں حضورؐ کے تعارف کے لیے رسول اللہؐ کے ساتھ خاتم النبیین ہونا بھی نمایاں طور پر ذکر کیا ہے۔ گو یہ دونوں میں سے کسی کا نبی والدہ ہونا اگرچہ عام شان رسالت کے معناتی نہ ہو لیکن خاص آپ کی شان کے معناتی ہو کیونکہ آپ صرف اللہ تعالیٰ کے رسول نہیں بلکہ خاتم النبیین بھی ہیں۔ یہ باب دیگر کتب احادیث میں آپ کو جتنا مختصر لکھا ترجمان السنہ میں وقتی تقاضوں کے لحاظ سے اسی قدر مفصل نظر آئے گا صرف اس ایک باب میں بائیس جلدیں صرف خاتم النبیین کے لیے ہیں پہلے اس مضمون کی جتنی حدیثیں کتب تفاسیر و احادیث میں مختلف مقامات پر پھیلی ہوئی تھیں ان کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے پھر مضامین کے لحاظ سے ان کو جدا جدا عنوانات کے تحت تقسیم کر دیا گیا ہے اور کو شش صرف اس باب کو پھیلانے کی نہیں کی گئی بلکہ ان تمام نقوش و عنوانات کو ابھارنے کی گئی ہے جو گذشتہ دو میں غیر ضروری ہونے کی وجہ سے دبے ہوئے تھے اور درحقیقت اس سلسلہ کے لیے بنیادی حیثیت رکھتے تھے۔ پھر تشریحی نوٹوں میں اس کی ضروری وضاحت بھی کر دی گئی ہے خاتمہ پر جو مقالہ سپرد قلم کیا گیا ہے وہ خواہ اس موضوع کی خوش کن تعبیرات سے لبریز نہ ہو لیکن اس راہ میں شکوک و شبہات کا جو کچھ کسی کے قلب میں چھب سکتا تھا اس کے نکالنے کے لیے ان شاء اللہ تعالیٰ کافی ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے غائبانہ تعارف کے سلسلہ میں ان صفات کا ذکر بھی آگیا ہے جو تورات و انجیل میں مذکور تھیں اور خوش قسمتی سے ان کا تذکرہ حدیثوں میں بھی آگیا تھا۔ چونکہ ترجمان السنہ کا موضوع مستند احادیث کا مجموعہ پیش کرنا ہے اس لیے ان احادیث کا جمع کرنا بھی ناگزیر طور پر اس کے موضوع میں داخل ہو گیا ہے۔ یہاں اصل مقصد یہود و نصاریٰ کو خطاب کرنا نہیں کہ جو رسول پر ایمان ہی سے بے بہرہ ہوں وہ اس کے کلام سے کیا مستفید ہو سکتے ہیں ہمارے مخاطب وہ اصحاب ہیں جو احادیث کے مطالعہ کا شغف تو رکھتے ہیں لیکن سوہ اتفاق سے ان کے پاس ان کے حسب مذاق اردو زبان میں کوئی کتاب نہیں۔ ترجمان السنہ کے صفحہ ۴۰۵ پر اس کے متعلق پوری وضاحت

کردی گئی ہے۔

اسی سلسلہ میں علم النبی کے عنوان کے تحت آپ کو دو حدیثیں ملنی پہلی حدیث "انا اعلمکم باللہ اور دوسری حدیث "انتم اعلمہ باموردیناکہ" آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ کلمات کی روشنی میں عنوان بالا کا فیصلہ پورے اعتدال کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ یہ دو حدیثیں کتب حدیث میں جن عنوانات کے تحت ہیں ان کے بالمقابل ہماری ضرورت کے لحاظ سے عنوان مذکور کہیں زیادہ اہم پرکھ رہے دو حدیثیں دیگر کتب میں سیکڑوں صفحات کے فاصلہ پر رکھی ہوئی ہیں اور ترجمان السنہ میں پہلو بہ پہلو رکھی ہوئی نظر آتی ہیں اس طریق کار کے بموجب اس اول نام بخاری میں ہیں۔ ان کے بعد حدیثی صنائع میں تو ان کی نقالی بجا لکون کر سکتا تھا ہاں ان کی کتاب کے صرف خارجی نقش و نگار کی نقالی کی ہم نے بھی کوشش کی ہر اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے مقبولان بارگاہ کی اس نقالی میں برکت و اخلاص مرحمت فرمائے۔ آمین۔

حق تعالیٰ اور اس کے مقدس رسول کے مختصر تعارف کے بعد ان پر ایمان لانے کے ابواب شروع کیے گئے ہیں۔ ان میں سب سے پہلے فضائل ایمان کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس باب کے اکثر عنوانات گو خدا و خداوند ہی کے مختصر ٹکڑے ہیں مگر ترجمان السنہ میں ان کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ ایک جگہ جمع کر کے بشکل عنوانات روشن کر دیا گیا ہے تاکہ ان کے مطالعہ کرنے والوں میں ایمان کی ایک نئی روش پیدا ہو جائے۔ حدیث نمبر ۲۰ پر جو عنوان قائم کیا گیا ہے وہ علم کا ایک جدید اور مستقل باب ہے یعنی ایک نیکی پر دس گونہ ثواب ملتا تو اسلام میں ایک مشہور ضابطہ ہے لیکن اس کے بعد سات سو گونہ تک ثواب ملنے کا ذکر بھی حدیثوں میں آتا ہے۔ ہمیشہ خیال یہی رہا کہ سات سو گونہ اور اس سے زیادہ ثواب ملنے کا شاید کوئی ضابطہ نہ ہو گا یہ صرف ارم للاحین کی رحمت بے پایاں کے تحت ہے وہ جسے جتنا چاہے عطا فرماوے لیکن جب حافظ ابن رجب حنبلی کی کتاب نظر پڑی تو معلوم ہوا کہ سات سو گونہ اور اس سے زیادہ ... تضاعیف کا ثواب بھی شریعت میں ایک بہت معقول ضابطہ کے تحت ہے۔ ترجمان السنہ میں اس کی طرف پہلے ایک مختصر عنوان میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد نوٹ میں اس کی وضاحت کردی گئی ہے۔ اس کی قدر لے لے ہی بالمشافہ فرما سکتے ہیں جن کے قلوب میں خوش اعتقادی کی دنیا کو نکل کر علی میدان میں قدم رکھنے کا جذبہ ہو یا جن کے دماغ میں علمی لحاظ سے اس بارے میں کبھی کوئی الجھن پیش آتی ہو۔

اسی طرح ارکان اسلام میں باہم ربط کا عنوان بھی ایک اہم عنوان ہے جس پر ترجمان السنہ جلد اول کے آخر میں اور اس جلد میں بھی ایک موقع پر تنبیہ کی گئی ہے۔ مضمون کی اہمیت ان مقامات کے مطالعہ کے

بعد ہی واضح ہوگی۔

ابواب الایمان کی تکمیل کے بعد کتب احادیث کی ترتیب کے بالکل برخلاف اشراک باشند اور
نفاق کے ابواب ذکر کیے گئے ہیں۔ ہمارے زمانہ میں ان ابواب کی پوری وضاحت کیے بغیر کتاب
الایمان کی سبھی تفصیل کی جائے ناقص رہتی ہے۔ اس کے شروع میں بھی ایک متوسط مقالہ لکھ دیا
گیا ہے، اس ترتیب سے مؤلف کا مقصد یہ ہے کہ جب تک پہلے خدائے وحدہ لا شریک نہ اور
اس کے رسول پاک کا اس طرح تعارف اور ایمان کے یہ مراحل طے نہ کر لیے جائیں اور شرک
نفاق کی ہر آلودگی سے اس کو کبیر پاک و صاف نہ کر لیا جائے ایمان کامل نصیب نہیں ہو سکتا۔
دائیں ایمان پر جب کبھی مصیبت کا دلغ لگ جاتا ہے تو دماغی لحاظ سے ایک بڑی کشمکش پیدا
ہو جاتی ہے وہ کبھی تو اس کو اعتزال کی طرف لیجاتی ہے اور کبھی ارجاء کی طرف کھینچتی ہے۔ حدیث
بھی اس بارے میں دونوں طرح کی ملتی ہیں، کہیں ادنیٰ فروگزاشت سے ایمان کی نفی معلوم ہوتی
ہے اور کہیں شراب نوشی جیسی مصیبت کے بعد بھی مغفرت کی بشارت سے محرومی معلوم نہیں ہوتی۔
مؤلف نے ان دونوں قسموں کا توازن قائم رکھنے کے لیے مختلف عنوانات قائم کر دیے ہیں۔ جن
کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان کامل ہے تو مری بلند مقام جو معمولی مصیبت کی ٹھیس بھی برداشت نہیں
کرتا شراب نوشی تو کچھ۔ لیکن اس کے یہ معنی بھی نہیں کہ اسلام میں انسان کی فطری کمزوری کے
لیے کوئی پناہ نہیں ہے۔ وہ ہر وقت اس کو پناہ دینے کے لیے تیار ہے بشرطیکہ اس کا قلب
جذبات و فدا داری اور مصیبت پرندامت سے معمور رہے، اسی کے ساتھ وہ برابر اس کی غریب
دیتا ہے کہ انسان صرف اغماض و تساہل کی زندگی بسر کرنے کا عادی نہ بنے بلکہ اس مقام رفیع
تک رسائی کی سعی کرتا رہے جہاں پہنچ کر ادنیٰ سی فروگزاشت بھی اس کو بصورت نفاق نظر آنے
لگے۔ اس کے بعد تقدیر کا اہم مسئلہ شروع ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ ہر دور میں معرکہ الاما مسائل میں سب سے
زیادہ لاغیل سمجھا گیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے، اس کے باوجود ہر زمانے میں اس پر علماء و فضلاء
نے خام فرسائی کی ہے۔ احقر نے بھی کبھی فرصتوں کے دنوں میں اس پر دو مقالے لکھے تھے اور خیال

۱۔ اکثر برہنہ کے معارف میں ترجمان السنہ پر رد و کرتے ہوئے ایک حدیث کے عنوان پر غفلت کے ساتھ اختلاف
رائے ظاہر کیا گیا ہے۔ اختلاف رائے ہر عالم کا حق ہے، لیکن اس کا بھی تحمل ہونا چاہیے۔ حدیث ۹۴ پر احقر نے
ایک شخص کی شراب نوشی پر مصیبت کا لفظ اطلاق کر دیا ہے۔ فاضل معاصر نے مصیبت کے بجائے اس کو لم میں
داخل فرمایا ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ جس امر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے دو مرتبہ حد شرعی قائم ہو چکی ہو کیا اس کو کبھی
مصیبت کی تشریف سے خارج کیا جاسکتا ہے اور پھر کیا وہ ترجمہ جو اس حد میں امام بخاری کی جانب سے ترجمان السنہ
میں نقل کیا گیا ہے اس کا کتاب لم پر قائم کیا جاسکتا ہے؟

یہ تھا کہ علماء کے گذشتہ مضامین کے ساتھ ان کی حیثیت پر بند کی ضرورت ہوگی مگر افسوس اور صد افسوس کہ اس فتنہ میں وہ بھی ضائع ہو گئے۔ اس متنازع علمی کے ضیل کا جتنا صدمہ ہو سکتا ہے وہ ہوا اور زیادہ افسوس اس کا ہے کہ اب اس مکمل تصویر کا ایک نقش بھی ذہن میں نہیں رہا کہ کسی ناقص صورت ہی میں اس کو ناظرین کے سامنے پیش کر دیا جاتا۔ اب نہ وہ فرصت ہے، نہ وہ طبیعت کی تازگی، نہ وہ علمی ذخائر، نہ وہ بہت شکن در ماندگی محیط ہے جو کسی علمی سرمایہ گم کرنے والے کو ہوا کرتی ہے۔ اب اس ہمہ کتاب کی تکمیل کے تقاضا ہمیز کا کام کرتے رہے اور اس لیے ایک شکستہ طبیعت میں جتنی سکت بانی تھی اس کو پھر اٹھنا پڑا اور بڑی جانفشانی کے بعد اس مضمون کی احادیث جمع کرنے کی جو خدمت رہ گئی تھی اس کو مکمل کر کے وقتی استحصال کے لحاظ سے ایک مقالہ یہاں پھر یہ ناظرین کو دیا گیا ہے۔ اس باب کی حدیثیں بھی احادیث کے تمام متفرق ابواب سے جمع کی گئی ہیں۔ حتیٰ کہ کتاب النکاح اور کتاب العتاق سے۔ آپ کو تعجب ہوگا کہ ان ابواب میں تقدیر کے مسئلہ کی حدیثیں کہاں طے کی گئیں اور بہت بیش بہا طے خوش نصیبی سے اس وقت ہمارے پاس مصطفیٰ صبری کا رسالہ موقف البشر موجود تھا۔ اس باب میں یہ رسالہ جملہ گذشتہ تصانیف سے زیادہ قیمتی ہے۔ اس کو بار بار مطالعہ کر کے خاص طور پر پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ان مباحث کے بعد ارادہ تھا کہ عالم ارواح برزخ اور آخرت پر بحث کی جائے جس کے سمن میں ملاحظہ اور شیاطین اور دونخ و جنت وغیرہ کے مباحث بھی آجاتے ہیں۔ اور اس طرح کتاب الایمان میں امانت باللہ کی مشورہ ترتیب محفوظ رہے لیکن بعض وقتی مسائل کے لحاظ سے شاید یہ ترتیب ترک کرنی پڑے اس لیے ابھی نہیں کہا جاسکتا کہ آئندہ جلد کس ترتیب سے سامنے آئے گی۔

یہ ظاہر کر دینا بھی ضروری ہے کہ تیسری جلد میں تشریحی نوٹوں کا یہ اسلوب غالباً باقی رہے، وقت کی نزاکت کتاب کے جلد از جلد مکمل کر دینے کی متقاضی ہے اور تفصیلات میں جانا فرصت چاہتا ہے اس لیے ہو سکتا ہے کہ پہلے جدید عنوانات کے تحت حدیثوں، ان کے ترجموں اور صرف مختصر نوٹوں پر اکتفا کی جائے۔ اس کے بعد پھر قدرت جس کو منتخب فرمائے وہ اس مواد کو پھیلا کر پوری تفصیلات کے ساتھ پیش کر دے۔ اس کا رد و ملت است۔ کنوں تا کرار سد۔ و اخود عوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بند محمد بکر عالم عفا اللہ عنہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الایمان کلاماً از حدیث علاقۃ بالغیب کا ان افضل ایمان کا تعلق غیب کے ساتھ جتنا گہرا ہوتا ہے فیضیت کا موجب

امام راغب غیب کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں والغیب فی قوله تعالیٰ یؤمنون بالغیب ما لا یتبع تحت المحاسن ولا تقتضی بلاءه العقل وإنما یعلم بخبر الانبیاء علیہم السلام غیب کا لفظ مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ آیتہ یؤمنون بالغیب میں غیب کا اطلاق ان چیزوں پر کیا گیا ہے جو انسانی حواس کے ادراک سے بالاتر ہیں۔ اور عقل بھی بدیہی طور پر ان کا تقاضہ نہیں کرتی وہ صرف انبیاء علیہم السلام کے بتانے سے معلوم ہوئی ہیں۔ ذیل کی آیتوں میں غیب کے یہی معنی مراد ہیں۔

آسمانوں اور زمین کی غیب کی باتوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

(۱) واللہ غیب السموات والارض۔

کیا اسے غیب کی باتوں کی خبر لگ گئی ہے۔

(۲) اطلعم الغیب

اللہ تعالیٰ اپنی غیب کی باتوں پر کسی کو قابو نہیں دیتا۔

(۳) لا ینظر علی غیب احدہا

غیب کی باتوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

(۴) لا یعلم الغیب الا اللہ

بجلا تم اس قابل کب ہو کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی غیب کی

(۵) وما کان اللہ لیطلعکم

باتوں کی بلا واسطہ خبر دے

علی الغیب۔

اللہ تعالیٰ کو غیب کی تمام باتوں کا پورا پورا علم ہے۔

(۶) علام الغیوب

غیب کے خزانوں کی کیمیاں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں

(۷) وعنده مفاتح الغیب لا یعلمہا

اس لئے غیب کا علم بھی صرف اسی کو ہے۔

الاہو۔

(۸) ولو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير
وما مسني السوء۔ اگر میں غیب کی سب باتیں جانتا تو ساری بھلائیاں اپنے
لئے جمع کر لیتا اور کوئی برائی مجھے چھو بھی نہ سکتی۔

(حالانکہ میری زندگی شاہد ہے کہ نہ خیر کے تمام خزانے میرے ہاتھ میں ہیں اور نہ میں حوادث عالم
سے مستثنیٰ ہوں)۔

یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا میں انسانوں کی دو قسمیں ہیں۔ خدا پرست اور مادہ پرست۔ مادہ پرست تمام
عالم کو صرف اپنے دائرہ محسوسات میں محدود تصور کرتا ہے اس کے نزدیک کسی اور عالم بالاکا تصور صرف
ایک وہم پرستی یا مذہبی خوش اعتقادی سے زیادہ نہیں ہوتا اس لئے وہ دعوت انبیاء علیہم السلام میں جب
کسی مادہ محسوسات عالم کا تذکرہ سنتا ہے تو مباحثات کا استخراج لانے کو تیار ہو جاتا ہے اس کے نزدیک
جب عالم غیب کی کوئی حقیقت ہی نہیں تو اس پر ایمان لانا بھی بے معنی ہے وہ اس ایمان کی حقیقت
صرف ایک جہل یا جبری انقیاد سمجھتا ہے۔ اس کے نزدیک ایسے ایمان سے نہ تو نفس انسانی میں کوئی
ارتقائی تحریک ابھر سکتی ہے اور نہ اس میں اعمال صالحہ اور ملکات حسنہ کا کوئی ذوق پیدا ہو سکتا ہے۔

دوسری قسم خدا پرستوں کی ہے ان کے نزدیک موجودات کو دائرہ محسوسات میں محدود سمجھنا ہی ایک بنیادی غلطی
ہے جب عالم محسوسات میں بھی بہت سی چیزوں کا یقین نہیں صرف مؤرخین اور جغرافیہ کے بیانات ہی پر
کرتا پڑتا ہے اور صرف اس بنیاد پر انکار کو دنیا صحیح نہیں ہوتا کہ ہم نے مجسم خود ان کو نہیں دیکھا تو پھر ان
مادہ محسوسات عالم کا انکار کیونکر صحیح ہو سکتا ہے جن کو اگر ہم نے نہیں دیکھا لیکن انبیاء علیہم السلام کی آنکھوں
نے ہم سے زیادہ تحقیق کے ساتھ ان کو دیکھا اور ان کا مشاہدہ کیا ہے۔ اس سے یہ واضح ہو گیا کہ عالم غیب
کے غیر محسوس ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ صرف ہمارے ضعیف حواس کے دسترس سے باہر ہوتا ہے نہ یہ کہ
تحت الحس آنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لئے خدا پرست جماعت انبیاء علیہم السلام کی فہم و فراست
اور ان کی صداقت و امانت کے اعتبار پر عالم غیب پر ایمان لے آنا عین تقاضائے عقل سمجھتی ہے اور
یہی تصدیق طاعان ان کے ایمان کی ساری قیمت ہوتی ہے۔ اگر غیب پر یہ اذعان و اطمینان حاصل نہ ہو
تو ان کا ایمان بے قیمت ہو۔

غیر معقول اور غیر مدبر کا فرق | مادہ پرستوں کو یہاں ایک بڑا مغالطہ یہ لگ گیا ہے کہ وہ غیر معقول اور
غیر مدبر میں فرق نہیں کرتے عالم غیب غیر مدبر کو ہے مگر غیر معقول
نہیں غیر معقول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عقل انسانی اس کو محال سمجھتی ہو یا اس کی تکذیب کرتی ہو۔ اب آپ
غور کیجئے کہ ایمان کے اجزاء کیا ہیں اور ان میں کون سا جزا میل ہے جس کو محال اور خلاف عقل کہا جاسکتا ہے؟

کیا ایک خالق کا وجود، کیا رسول کی رسالت، کیا خدا کی کتابیں، اس کے فرشتے، اس کی تقدیر اور ثواب و عذاب کے لئے دائمی مستقر۔ فرمائے کہ غیب کے اجزاء ان کے سوا اور کیا ہیں۔ پھر ان باتوں میں کون سی بات ایسی ہے جو عقل کے نزدیک محال ہے۔ ہاں یہ حقائق ان حواس خمسہ کے احساس سے بالاتر ضرور ہیں مگر کیا یہ بات کوئی اصول موضوعہ میں داخل ہے کہ جرات ہمارے ادراک یا مشاہدہ سے بالاتر ہو اس کو تسلیم نہ کیا جائے۔ دریاں غالبکہ ہمارے آلات ادراک سے زیادہ قابل وثوق آلات اس کا ادراک کر رہے ہوں۔ حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔ فان الانبياء عليهم السلام يخبرون الناس بما تعصره قلوبهم عن معرفته لا بما يعرفون انه مستنعم فيخبرونهم بمحاورات العقول لا بمحالات العقول۔ (الجواب الصحيح ۱۵ ص ۳۷۷)

اب رہا یہ سوال کہ اس بے دلیل انبیاء کا اثر نفس انسانی پر کچھ ہوتا ہے یا نہیں تو اس کا فیصلہ صحابہ کے وہ انقلابی کارنامے کریں گے جن کو تاریخ نے ارتقا پر انسانی کی اساس و بنیاد قرار دیا ہے۔ ارتقائی زندگی کی جو مسافت مادہ پرستوں نے کبھی سالوں میں طے کی تھی وہ ان خدا پرستوں نے چند لمحات میں طے کر ڈالی ہے اسی لئے قرآن کریم نے صحابہ کرام کا ایمان بالغیب کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی عملی زندگی کا نقشہ بھی کھینچنا ضروری سمجھا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان کا ایمان بالغیب ایسا ایمان نہیں تھا جس کی سطح پر عمل صالح کا کوئی بلبلہ بھی اٹھا نظر نہ آتا۔ بلکہ وہ ایک ایسا طوفان خیر سمندر تھا جس میں اقامت صلوة، ایتاد زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کی موجوں کا ہنگامہ چھا ہوا تھا۔

الذين يؤمنون بالغيب ويقيمون
الصلوة ومما رزقناهم
ينفقون۔
جو لوگ یقین رکھتے ہیں بے دیکھی باتوں پر اور نماز قائم
کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیدیا ہے اس میں سے
کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بھی خرچہ کرتے ہیں۔

اقامت صلوة سے ان کی بنی عبادت کے کمال کی طرف اشارہ تھا اور انفاق فی سبیل اللہ سے ان کی مالی قربانی کی طرف جس ایمان کے نتیجہ میں نفس انسانی میں جانی و مالی قربانی کی پاسبی پید ہو جائے اس کو بے اثر اور خشک ایمان کیسے کہا جاسکتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام جب دنیا میں تشریف لاتے ہیں تو دو قسم کے علوم لیکر تشریف لاتے ہیں ایک وہ جو صرف ان کی ضمانت و صداقت کے اعتماد پر ہے جن کو وہ تسلیم کر لے جائیں وہ سراسر مقول ہی مقول ہوتے ہیں اگرچہ عقل انسانی بدیہی طور پر ان کا ادراک نہ کر سکے دوسرے علوم وہ ہوتے ہیں جو مادے اور مادہ و احاطہ عقل میں بھی داخل ہیں۔ ان میں اجتہاد و استنباط کی بڑی حد تک اجازت دی جاتی ہے بلکہ اس پر زور دیا جاتا ہے کہ وہ کتاب و سنت کی روشنی میں اپنی زندگی کا لائحہ عمل حسب ضرورت خود پھیلائیں۔ قرآن کریم نے

گذشتہ اقوام کے تذکرے اور تاریخ کے عبرت آموز واقعات اسی لئے بار بار دہرائے ہیں تاکہ انھیں پڑھ کر آئندہ زندگی میں پوری بصیرت کے ساتھ چلنے کا سلیقہ آجائے۔ دین کے اس حصہ پر غور و غوص کا ایک اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ اس حصہ کی معقولیت اور گہرائی کا اندازہ لگانے کے بعد اس کے دوسرے حصہ کی معقولیت کا یقین خود بخود حاصل ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم نے محکمات و مشابہات کی تقسیم بھی اسی اصول پر قائم کی ہے اور انھیں فی العلم کی بھی علامت مقرر کی ہے کہ جب وہ آیات مشابہات پر گزریں تو (ان کی مرادیں معلوم کرنے کی بجائے) ان کے سامنے عجز و اعتراف کا سر جھکا دیں اور اس کا نام جہل اور جہود نہیں رکھا بلکہ رسوخ فی العلم رکھا ہے اس کے برخلاف ان کی مرادوں کے رہے ہوئے کا نام علم اور تحقیق نہیں رکھا بلکہ زینج اور فطرت کی کجی قرار دیا ہے۔ اسی اصول کے ماتحت آپ احادیث نبویہ پڑھتے جائیے اور عالم غیب کے مباحث کو انبیا علیہم السلام کے اعتماد و ثوق پر تسلیم کرتے چلے جائیے۔ ہذا صراط مستقیم فاتبعوہ۔

یہ بات قابل یادداشت ہے کہ ایمان کی تمام روح صفت یقین ہے اور یقین اسی وقت قابل تعریف ہو سکتا ہے جبکہ عالم غیب پر ہودہ اپنے شاہدہ یقین کرنا بدیہی بات ہے۔ اسی لئے فرمایا ولعلہم الله من یبصرہ و یوصلہ بالغیب۔ یعنی دیکھنا تو یہ ہے کہ خدا اور رسول کے دین کی تائید میں دیکھے کون کون کتراہ۔ خدا کے مقدس فرشتے عالم غیب کا شاہدہ کرتے ہیں اگر وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے سرتابی نہیں کرتے تو ان کا کمال کیا ہے۔ کمال یہ ہے کہ عالم غیب کا ذرہ ذرہ تحت الحجاب ہو اس پر اس کی تائید و نصرت میں وہ سرگرم ہو جو عین شاہدہ میں ہوتی ہے۔ وہ ایمان جو ملائکہ اللہ کے لئے بھی قابل رشک ہے ان کا ایمان ایمان بالغیب نہیں یہ ایمان ہمارا نصیب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تکلیفات شرعیہ کا بار ڈالنے کے لئے قدرت نے اپنے اور انسان کے درمیان ایک حجاب غیب ڈال دیا ہے جس کے بعد جنت و دوزخ اور خدا کے فرشتے تو درکنار خود خالق کا بدیہی وجود بھی عالم غیب میں شامل ہو کر رہ گیا ہے۔ قیامت میں یہ حجاب غیب اٹھا دیا جائے گا اور اسی لئے تکلیفات شرعیہ کا دائرہ بھی ختم ہو جائے گا نہ عالم کے وجود سے قبل انسان مکلف تھا نہ عالم کی فنا کے بعد مکلف رہے گا۔ دائرہ تکلیف صوف غیب کی تاریکی تک محدود ہے۔ اسی عارضی حجاب نے عالم غیب کو نظری بنا رکھا ہے ورنہ جو آج نظری ہے وہ کل یقینی تھا اور قیامت کے بعد پھر یقینی بن جائے گا موجودہ تردد و انکار جو کچھ بھی ہے وہ صرف اس حجاب غیب کا ثمرہ ہے۔ انبیا علیہم السلام صریحاً اس لئے آتے ہیں کہ جو کچھ اس حجاب غیب کے ماوراء ہے اس کو بتا دیں۔ اسی لئے ان کی حیثیت صرف ایک مبلغ اور تذکر کی ہوتی ہے۔ نہ غیب کے علوم حاصل کرنے میں وہ خود راع سوزی کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو اس کی ترغیب دیتے ہیں پھر جو علوم از خود قدرت ان پر فائض کر دیتی ہے ان کو وہ کسی بخل کے بغیر سب کو

سکھا دیتے ہیں و ماہو علی الغیب بضنین۔ جو دلائل کی پر خارا دای میں گرفتار ہے وہ بحث زیادہ کرتا ہے اور عمل کم کر دیا مشقت سفر زیادہ اٹھاتا ہے اور منزل کم طے کرتا ہے۔ پھر یہ بھی تنبیہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا رُخ صبح مقصد کی طرف بھی ہوتا ہے یا نہیں اسلام نے مختصر عمر میں آخرت کی طویل منزل طے کرنے کے لئے یہ تعلیم دی ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اعتماد پر وقت کی تمام فرصت عمل میں صرف کر ڈالے۔

یہ بھی زیر نظر رہنا چاہئے کہ اس عزوان کے تحت احادیث کا منشا جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے ہوئے بغیر ایمان لانے والوں کی بہت بڑی فضیلت مذکور ہے یہی ہے کہ اس جماعت کے لئے رسول کی ذات اقدس بھی گویا عالم غیب ہی میں شامل ہو گئی ہے۔ اور اس حیثیت سے ان کا ایمان اور غیب و رغیب بن گیا ہے اس کو جزئی فضیلت کا صرف ایک اسلوب بیان سمجھنا چاہئے۔ ورنہ در اہل رسول کی ذات کسی حال میں بھی عالم غیب میں شمار نہیں ہوتی وہ قطعی طور پر عالم معومات میں داخل ہوتی ہے۔ البتہ اس کی رسالت ہر حالت میں عالم غیب کا ایک آبدار گوبر ہوتی ہے جس پر ایمان لانے میں رسول کی شخصیت بلا شبہ بڑی حد تک معین ہوتی ہے چنانکہ اس کی وفات کے بعد یہ مساعدت باقی نہیں رہتی اور صرف عالم غیب کا حصہ یعنی اس کی رسالت باقی رہ جاتی ہے اس لئے اس پر ایمان لانا اس جزئی فضیلت کا موجب بن جاتا ہے اور اسی معنی سے رسول پر ایمان کو ایمان بالغیب کہہ دیا جاتا ہے۔

(۲۵۲) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طُوبَى لِمَنْ

آمَنَ بِي وَطُوبَى لِمَنْ آمَنَ بِي وَلَمْ يَرِنِّي سَنَمَ مَرَاتٍ (رواه احمد و ذکره السيوطي في الجامع الصغير و فضلہ بالصحة ونقل العنيزي عن شيخه تصحيحه - واورد الحافظ السيوطي جميع طرقه في الجامع الصغير و فضلها بالتحسين)

(۲۵۳) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ لَنَا عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدٍ جُلُوسًا فَذَاكَ رَسِ

أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا سَبَقُونَاهُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ إِنَّ أَمْرًا قَدْ صَارَ لِلَّهِ عَلَيْهِ

(۲۵۲) انس بن مالک بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اس کو تو ایک بار مبارکباد اودھیں نے مجھے نہیں دیکھا اور پھر ایمان لایا اس کو بار بار مبارکباد۔ احمد

(۲۵۳) عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن مسعود کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اودھان کے فضائل کا تذکرہ چھڑ گیا اس پر عبداللہ بن مسعود نے فرمایا آنحضرت کی

عمر تیران السنہ : اول ۳۶۲ و ۳۶۳ ہجری میں ان کی خبر لکھا ہوا ہے اس لئے جلد ثانی کے شروع میں حدیثوں کے نمبروں میں آیۃ عدد بڑھا دیا گیا ہے اور بجائے ۲۵۱ کے اس کو ۲۵۲ سے شروع کیا گیا ہے۔

(۲۵۲) مسند ابوداؤد طحاوی میں یہ حدیث حضرت ابن عمر سے بھی منقول ہے اس کی اعتبار میں اتنا قصہ اودھ مذکور ہے کہ ایک شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے بڑی حسرت کے انداز میں عرض کیا کہ آپ لوگوں نے تو اپنی ان آنکھوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے انور کی زیارت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا جی ہاں۔ اس پر اس شخص نے کہا مبارک ہو اس پر حضرت ابن عمر نے فرمایا تو لیجئے آپ بھی مجھ سے ایک ایسی حدیث سن لیجئے جو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خود سنی ہے اس کے بعد حضرت انس کی اسی حدیث کا معنون ذکر کیا صرف اتنا فرق ہے کہ اس کے آخر میں سبع مرات کی بجائے ثلاث مرات کا لفظ ہے۔ (دیکھو رد مؤرخہ ص ۱۴)

(۲۵۰) اس میں کیا شبہ ہے کہ صحابہ کرام اپنی ساقبت، دین کی ہدایت نصرت و مشاہدہ و معافی میں ہر وقت کی وہ مثال دنیا میں قائم کئے گئے ہیں کہ اب ان کے مقابل میں تمام امت میں سے کسی کا کوئی عمل بھی قابل ذکر نہیں ہو سکتا اس لئے ان کے فضائل کا تذکرہ باطل بر محل اور بجا تاہن حضرت ابن مسعود چونکہ اس مقدس جماعت کے خود بھی ایک ممتاز فرد تھے ان کی شان تواضع نے اپنے منہ پر اپنی قرین سستی گوارا نہ کی اور آئندہ امت کے لئے بھی ایک ایسی امتیازی فضیلت ذکر کردی جس سے پیش : منے لگا کہ میدان فضیلت میں اگر وہ صحابہ سے پیش نہیں تو ان سے بہت پیچھے بھی نہیں۔ ایمان بالانبياء کی جو صفت یہاں ذکر کی گئی ہے صحابہ کرام اس میں بھی بغیر امت سے پیچھے تھے لیکن رسول کی ہر اذوق و صفا شخصیت چونکہ ان صفاہ امت کے سامنے نہ ہوگی اس لئے اس بزرگ : میں کو ان کے دل

كَانَ يَتْلُو لَنَا وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ مَا آمَنَ أَحَدٌ قَطُّ بِمَا نَا أَفْضَلُ مِنْ إِيْمَانٍ بِغَيْبٍ ثُمَّ قَرَأَ
 (الرَّحْمَةُ ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُوْفُونَ بِالْغَيْبِ إِلَى قَوْلِ الْمَطْعُونِ)
 هكذا رواه ابن أبي حاتم وابن مردويه والحاكم في مستدرکه من طرق عن الأعمش بهذا التفسير
 وقال مصعب على شرط الشيخين -

(۲۵۴) عَنْ أَبِي تَحْيَى بْنُ زَيْدٍ قَالَ قُلْتُ لَأَبِي جَمْعَةَ رَجُلٍ مِنَ الصَّحَابَةِ حَدَّثَنَا حَدِيثًا
 مَوْعِظَةً مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ أَحَدًا حَدَّثَنَا حَدِيثًا نَعْدُ بَيْنَا مَعَهُ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ أَحَدٌ
 خَيْرٌ مِنَّا؟ أَسْلَمْنَا مَعَكَ وَجَاهَدْنَا مَعَكَ قَالَ نَعَمْ قَوْمٌ يَكُونُونَ مِنْ بَعْدِكُمْ يُؤْمِنُونَ بِي وَلَكُمُ
 بَرَقَاتِي - رواه احمد واخرجه طرقاتها الحفاظ بن كثير واخرجه الحاكم ومحمد بن

صداقت ہر اس شخص کے سامنے جس نے آپ کو دیکھا تھا بالکل صاف اور عیاں تھی۔ اس ذات کی قسم
 جس کے سوا خدا کوئی نہیں۔ کوئی شخص ایمان نہیں لایا جس کا ایمان بن دیکھے ایمان سے افضل ہو،
 پھر اس کے ثبوت میں انھوں نے یہ آیت پڑھی (الہدیہ کتاب ہے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں،
 متقیوں کے لئے ہدایت ہے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں) (حاکم ابن کثیر)
 (۲۵۴) ابو میرزبان بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی ابو حمزہ سے
 کہا آپ ہمیں کوئی ایسی حدیث سنائیے جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنی ہو۔ انھوں نے
 فرمایا بہت اچھا ابو میرزبان تم سے ایک بہت عمدہ حدیث یہ ان کرتا ہوں۔ ایک مرتبہ ہم نے آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کا کھانا کھا یا اس وقت ابو عبیدہ بن الجراح بھی ہمارے ہمراہ تھے۔
 انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم سے بھی کوئی اور قوم بہتر ہو سکتی ہے۔ ہم آپ پر ایمان لائے
 ہم نے آپ کے ساتھ جہاد کئے۔ آپ نے فرمایا ہاں ایک قوم ہوگی جو تمہارے بعد میں آئے گی
 وہ بغیر دیکھے مجھ پر ایمان لے آئے گی۔ احمد۔ حاکم۔ ابن کثیر۔

بڑھانے کا ایک مرفہ ہاتھ اٹھاتا تھا۔

در نمودن بیمنہ یہ مکالمہ عارف بن قیس اور ابن مسعود کے دربان ذکر کیلئے ہے۔ دیکھو ج ۱ ص ۲۶۔

(۲۵۵) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِدْتُ أَنِّي لَخَيْثُ إِخْوَانِي قَالَ فَقَالَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ إِخْوَانُكَ قَالَ أَنَا أَنْتُمْ أَصْحَابِي وَ لَكِنَّ إِخْوَانِي الَّذِينَ آمَنُوا بِي وَلَمْ يَرَوْنِي - (رواه احمد و در منہا السیوطی بالصحة وقال العزیزی فی شرحہ و اسنادہ حسن۔

(۲۵۶) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ مِنْ أَشَدِّ أُمَّتِي لِي حُبًّا تَأْسُ يَكُونُونَ بَعْدِي يَوْمَ أَحَدُهُمْ لَوْ رَأَى بِأَهْلِهِ وَمَالِهِ (رواه مسلم)

(۲۵۷) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۲۵۵) انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تمنا ہے کہ میں اپنے بھائیوں سے ملتا۔ صحابہ نے عرض کیا ہم بھی تو آپ کے (خادم اور) اسلامی بھائی ہیں آپ نے فرمایا تم تو میرے صحابہ ہو اور بھائی وہ لوگ ہیں جو دیکھے بغیر مجھ پر ایمان لائیں گے۔ (احمد)

(۲۵۶) ابوبررہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں مجھ سے زیادہ محبت رکھنے والے افراد تو وہ ہیں جو میرے بعد آئیں گے اور یہ تمنا کریں گے کہ اپنا گھر بار اور مال سب قربان کر کے کسی طرح مجھ کو دیکھ پاتے۔ (مسلم)

(۲۵۷) ابو عبد الرحمن جنہی روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے

(۲۵۵) یعنی نہیں تو اخوت کے ساتھ میری محبت کا شرف بھی حاصل ہے اور اس وقت بھائی سے میری مراد وہ لوگ ہیں جو مجھ پر آئندہ ایمان لائیں گے انہیں رشتہ اہالی کی وجہ سے صرف اخوت تو حاصل ہوگی مگر شرف محبت نصیب نہ ہوگا۔

(۲۵۶) رحمۃ اللعالمین کی یہ صرف ایک قدردانی اور بہت افزائی کی بات تھی کہ آپ نے آنے والی امت کے لئے بھی ایک سامان تسلی چھوڑ دیا ہے اور یہ کہ اگر وہ آپ کے شرف دیدار سے محروم ہو گئی تو غم نہ کھائے اہل شرافت سے وہ بھی محروم نہیں ہے شرافت کا اصل رشتہ محبت و ایمان ہے۔ شرافت دیدار بھی اسی وقت شرافت شمار ہوتی ہے جبکہ اسی رشتہ اہالی کے ساتھ جو اسی رشتہ سے صحابہ نے میدان فضائل جیتے اور اسی رشتہ سے آئندہ امت بھی فضائل و کمالات کے بڑے بڑے میدان جیت سکتی ہے۔ یہ رشتہ صحابہ کو تو دیکھ کر حاصل ہوا اور بیشک ان کا ایک بڑا کمال تھا لیکن ایک حیثیت سے یہ کمال بھی کچھ کم نہیں کہ دیکھے بغیر وہی جذبہ جاں نثاری، اسی نمونہ کے ایثار و قربانی کا ذوق ان کو حاصل ہو چکا جو دیکھنے والوں کو حاصل تھا۔ اگر اس قسم کی بہت افزائی کے کلمات احادیث میں نہ آتے تو آج بھی امت کے لئے یہ بڑے اضطراب و بے چینی کا موجب بن جاتا۔

طَلَعُوا رَاكِبًا فَلَمَّا رَأَوْهُمَا قَالَ لَيْدِيَانُ مَذْجِيَّانِ حَتَّى آتِيَاهُ فَاذْخِرَا جَالٌ مِنْ مَذْجِيحٍ قَالَ
فَدَنَا الْكِبْرَاءُ أَحَدٌ هُمَا لِبَيْعَةٍ قَالَ فَلَمَّا أَخَذَ بِيَدِهِ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ مَنْ رَاكَ قَامَ
بِكَ وَصَدَّقَكَ وَاتَّبَعَكَ مَا ذَاكَ قَالَ طُوبَى لَهُ قَالَ فَسَمِعَ عَلَى يَدِهِ فَأَنْصَرَفَ ثُمَّ أَقْبَلَ
الْآخَرَ حَتَّى أَخَذَ بِيَدِهِ لِبَيْعَةٍ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ مَنْ آتَى بِكَ وَصَدَّقَكَ وَاتَّبَعَكَ
وَلَمْ يَرِكَ قَالَ طُوبَى لَهُ ثُمَّ طُوبَى لَهُ ثُمَّ طُوبَى لَهُ قَالَ فَسَمِعَ عَلَى يَدِهِ فَأَنْصَرَفَ - (رواه احمد
والدولابي والبخارى ورجالهم من رجال الصحيح)

(۲۵۸) عَنْ عُمَرَ بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَيُّ الْمُخْلِئِ أَغْجَبُ إِلَيْكُمْ أَيْمَانًا قَالُوا الْمَلَائِكَةُ قَالَ وَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وَهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالُوا

کہ دوسرا (سامنے سے آتے) نظر آئے۔ جب آپ نے ان کو دیکھا تو فرمایا یہ دونوں کدہ کے باشندے اور مذہج
قبیلہ کے لوگ معلوم ہوتے ہیں جب وہ آگئے تو اس قبیلہ کے کئی آدمی اور تھے۔ راوی کہتا ہے کہ ان میں ایک
شخص بیعت کے لئے آپ کے قریب آیا جب اس نے آپ کا دست مبارک ہاتھ میں لیا تو بولا یا رسول اللہ
جس نے آپ کی زیارت کی آپ پر ایمان لے آیا اور آپ کا اتباع بھی کیا فرمائیے اس کو کیا ملے گا۔ آپ نے
فرمایا اس کے لئے مبارک ہو۔ یہ سن کر تبرکاً اس نے آپ کے دست مبارک ہاتھ پیر اور بیعت کر کے چلا گیا
پھر دوسرا آگے بڑھا اس نے بھی بیعت کے لئے آپ کا ہاتھ میں لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ جس نے
آپ کو نہیں دیکھا اور آپ پر ایمان لے آیا، آپ کی تصدیق کی اور آپ کا اتباع بھی کیا فرمائیے اس کو کیا ملے گا
آپ نے فرمایا اس کو مبارک ہو، مبارک ہو، مبارک ہو (تین بار مبارک باد دی) اس نے بھی آپ کے دست
مبارک پر ہاتھ پیر اور بیعت کر کے چلا گیا۔ (احمد)

(۲۵۸) عمرو بن شعیب اپنے والدہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا تمہارے نزدیک ایمان کے لحاظ سے کس کا ایمان زیادہ قابلِ تعجب ہے انہوں نے عرض کیا فرشتوں
کا آپ نے فرمایا کیوں انہیں کیا ہوا کہ وہ ایمان نہ لائیں جبکہ وہ اپنے پروردگار کے حضور ہی میں ہر وقت

(۲۵۸) یہاں آئندہ امت کے ایمان کو قابلِ تعجب کہا گیا ہے افضل نہیں کہا گیا اور جہاں افضل کہہ دیا گیا ہو
وہاں بھی اسی تعجب کا اظہار منظور ہے۔ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ فرشتے اور تم لوگ اگر ایمان رکھتے ہو تو اس کے
اسباب بھی ان کے اور تمہارے سامنے موجود ہیں فرشتے تو براہِ راست بارگاہِ احدیت کا شاہدہ کرتے ہیں ان کا ایمان تو
ایمان بالغیب ہی نہیں انبیاء علیہم السلام کا ایمان اگرچہ ایمان بالغیب ہے مگر ان کی شغفل و غری خود قدرتِ ہر ہی ہے

قَالَتَيْنِ قَالَ وَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وَالْوَحْيُ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ قَالُوا فَتَحَنَّنْ عَلَيْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِلَٰهَ أَجْعَبَ
 الْخَلْقِ إِلَيَّ إِنَّمَا أَنَا الْغَرَمُ يَكُونُونَ مِنْ بَعْدِي كَمَا يُجِدُونَ صَفْحًا فِيهَا كِتَابٌ يُؤْمِنُونَ بِمَا فِيهَا. قَالَ
 ابوحاتم الرازي في المغيرة بن قيس البصري وهو من كبار الحديث قال كان لفظان كثير ولكن قد روى ابوعلي
 في مسنده وابن مردويه في تفسيره والحاكم في مستدرکه من حديث محمد بن ابي حميد وفيه ضعف عن
 زيد بن اسلم عن ابي عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم وقال الحاكم صحيح الاسناد ولم يخرجاه
 وقد روى نحوه عن انس بن مالك مرفوعا والله تعالى اعلم: "الذمى محمد بن ابي حميد ضفوه۔"

حاضر ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا تو پھر خدا کے نبیوں کا آپ نے فرمایا وہ کیوں ایمان نہ لائیں جبکہ خدا کی
 وحی ان پر اترتی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا اچھا تو پھر ہمارا۔ آپ نے فرمایا تم کیوں ایمان نہ لاؤ جبکہ میرا
 تمہارے درمیان موجود ہوں۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سن لو میرے نزدیک تو سب
 سے زیادہ قابلِ تعجب ایمان ان لوگوں کا ہے جو تمہارے بعد آئیں گے ان کو صرف چند اوراق ملیں گے
 اس میں ایک مقدس کتاب ہوگی وہ جو کچھ اس میں لکھا ہوا پائیں گے اس پر ایمان لے آئیں گے۔ (ابن کثیر)

ان کا تعلق عالم غیب سے اگرچہ ہیں پر وہ جو گمراہ راست ہوتا ہے تبارک و تعالیٰ ہی صاف ہے یعنی عالم غیب اگرچہ ملاو
 تمہاری آنکھوں کے سامنے نہ ہو مگر میں عالم غیب کا بلا واسطہ ترجمان تو تمہاری آنکھوں کے سامنے موجود ہوں۔ مجھے دیکھ کر
 عالم غیب کا یقین اپنے بعضی مشاہدات سے بڑھ کر حاصل کر سکتے ہو لیکن یہ صرف وہ امت جس کو نہ عالم غیب کا مشاہدہ حاصل ہوگا
 اور شان کی آنکھوں کے سامنے میری بصیرت افزا ہوتی ہوگی۔ ایک خدا تبارک و تعالیٰ کی مقدس کتاب ہوگی اور اس کے رسول کے کچھ محفوظ اقوال
 آئندہ ہوں گے وہ ان کی کو دیکھ کر ایمان لے آئیں گے ان کا ایمان اگرچہ نامساعدت اسباب کی وجہ سے اس درجہ پر نہ ہو لیکن قابلِ تعجب ضرور
 ہوگا فضیلت کی گوشتیں حاصل ہو سکتی ہیں۔ کب جہت سے فضیلت جزئیہ کہ خداوند بھی دے گا اور اس پر آپ سے رحمتِ عالمین کی
 ساری کی ساری امت قابلِ غلط بن جائے گی۔ کوئی کسی جہت سے اور کوئی کسی جہت سے اس لئے حدیث میں ارشاد ہے، میری
 امت کی مثال بارش کی سی ہے جس کے متعلق یہ کہنا مشکل ہوتا ہے کہ اس کا پہلا حصہ بہتر تھا یا آخر۔

یہ حدیث طبرانی نے حضرت ابن عباس سے ہی روایت کی ہے اس کے شروع میں یہ قصہ بھی منقول ہے کہ ایک ان آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا پانی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا نہیں پھر آپ نے پوچھا اچھا کوئی شک ہے لوگ منگے آئے اور آپ کے سامنے
 رکھ دی۔ آپ نے اس پر اپنا دست مبارک رکھا اور اپنی انگلیاں پھیلا دیں۔ ان کے درمیان سے پانی اس طرح پھوٹ کر بہنے لگا جیسا حضرت
 موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے ذریعے سے چلے آئے۔ آپ نے فرمایا لیل آما زید وک لوگ وضر کر لی۔ اور لوگ تو ضرور کرنے میں مصروف ہو گئے
 مگر حضرت ابن مسعود تھے کہ ان کو اس پانی سے پینے کی فکر لگ رہی تھی جب سب لوگ وضو سے فارغ ہو گئے تو آپ نے ان کو منع کی
 نماز پڑھائی اور اس کے بعد اپنے صحابہ سے وہ سوال کیا جو یہاں مذکور ہے۔ (در مشد ۱۵ ص ۲۶)

(۲۵۹) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جَبْرِ بْنِ نَفْعٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ جَلَسْنَا إِلَى الْمُقَدَّادِ بْنِ الْأَسْوَدِ
يَوْمًا فَتَرَّ بِهِ رَجُلٌ فَقَالَ طُوبَى لِمَا تَرَيْنَ الْعَيْنَيْنِ اللَّتَانِ رَأَتْكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهُ
كَوْجِدُ مَا أَثَارَ رَأَيْنَا مَا رَأَيْتَ وَتَوَحَّدَ مَا تَوَحَّدْتَ فَاسْتَغْضِبَ فَجَعَلَتْ أَلْجَبَبُ، مَا قَالَ إِلَّا خَيْرًا،
ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ مَا يَحْمِلُ الرَّجُلَ عَلَى أَنْ يَقِفَ مَحْضَرًا غَيْبِ اللَّهِ عَنْهُ لَا يَذَرُنِي لَوْ شِئْتُ هُ
كَيْفَ يَكُونُ فِيهِمَا اللَّهُ لَقَدْ حَضَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْوَامٌ أَكْبَهَهُمُ اللَّهُ عَلَى مَا خَرَجُوا مِنْهُ
فِي جَهَنَّمَ لَمْ يُجِئُوهُ وَلَمْ يَصِدُّ قُوَّةُ وَلَا تَحْمَدُ وَلَا تَعْلَامُ جَعَلُوا لَمْ يَكُنْ مُصْطَفَيْنِ
يَسْلُجَاءُ بِهِمْ نَبِيُّكُمْ قَدْ كُفِّيتُمْ الْبَلَاءَ بِغَيْرِكُمْ وَاللَّهُ لَقَدْ بَعَثَ اللَّهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى
أَشَدِّ حَالٍ بَعَثَ عَلَيْهَا نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فِي قُرْئَةٍ وَجَاهِلِيَّةٍ مَا يَرُونَ أَنَّ دِينَنَا أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ
الْأَوْثَانِ تَجَاءَ بِغَيْرِ قَانٍ قَرَفَ بِهِ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَفَرَّقَ بَيْنَ الْوَالِدِ وَقَوْلِهِمْ حَقٌّ إِنْ كَانَ

(۲۵۹) عبد الرحمن بن جبیر روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے بیان کیا ایک دن ہم مقداد بن الاسود
کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص ان کے پاس سے گذرا اور (انھیں دیکھ کر) بولا یہ دو آنکھیں مبارک پر
جنہوں نے خدا کے رسول کی نیابت کی ہے۔ خدا کی قسم میں تمنا ہوتی ہے کہ جو نظارہ آپ نے دیکھا ہم
بھی اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور جن مقامات میں آپ نے شرکت کی ہم بھی شرکت کرتے رہے سن کر مقداد غصہ
میں بھر گئے مجھے برا تعجب ہوا کہ اس بوجہ سے نے کوئی بری بات تو کہی نہ تھی ابھی ہی بات کہی تھی (پھر انھیں
غصہ کیوں آیا) اس کے بعد اس کی طرف متوجہ ہو کر بولے اس شخص کو کیا داعیہ پیش آیا کہ یہ ایسے زمانہ میں موجود
ہونے کی تمنا کرتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا نہیں کیا۔ کیا خبر اگر وہ اس زمانہ میں ہوتا تو اس کے
صبر و استعجال کا حال کیا ہوتا۔ خدا کی قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جن کو
اللہ تعالیٰ نے منہ کے بل روزخ میں گرا دیا ہے اس لئے کہ انہوں نے آپ کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور آپ کی
نصیحت نہیں کی تم ایسے زمانہ میں اپنے ہونے کی تمنایں تو کرتے ہو اور اس پر خدا کا شکر ادا نہیں کرتے کہ اس نے
تہیں ایسے زمانہ میں پیدا کیا ہے جبکہ ہوش سنبھالتے ہی تم نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا اور جو دین تمہارا
نبی نے کرایا اس کی تصدیق کی (یعنی اسلام پر ہی پیدا ہوئے) اس راہ کی مصیبتیں دوسروں نے اٹھائیں اور تم
ان سے محفوظ رہے۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمانہ فقرت و کفر کے ان سخت سے

(۲۵۹) مہر کا حامل یہ ہے کہ ہر شخص کو صحابیت کی تمنا کرنا آداب دعا سے تھا اور کتاب ہے بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے عہد مبارک میں فضائل و کمالات کے بڑے سے بڑے خزانے لئے جارہے تھے مگر ان کے لئے اتنی ہی بڑی قربانیاں بھی دیکھ کر

الرَّجُلُ لَبْرَىٰ وَالِدَاهُ وَوَلَدَهُ وَآخَاهُ كَأَنَّمَا وَفَدَ فَفَعَّ اللَّهُ فُعْلٌ فَلَيْلَهُ الْإِيمَانُ يَعْلَمُ أَنَّمَا هَلَاكَ
 دَخَلَ النَّارَ فَلَا تَوَقُّعَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّ حَبِيبَهُ فِي النَّارِ وَأَمَّا الْبَنِي قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (الَّذِينَ يَقُولُونَ
 رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا ذُرِّيَّتًا مُّقْرَرَةً أَعْيُنٍ) (رواه احمد ذكره الحافظ ابن كثير في تفسيره وقال اسحاق عجمي
 (۱۶۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَسْتَوِي بَقَرَةً إِذْ أَعْيَىٰ فَرَكِبَهَا فَقَالَتْ لَنَا لَمْ
 تَخْلُقْ لِهَذَا لَمَّْا خُلِقْنَا بِحَرِّ آثِمًا لَارِضٍ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللَّهِ بَقَرَةً تَكَلِّمُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ

سخت حالات میں بھیجا ہے جن میں آپ سے بیشتر اپنے نبیوں میں کسی نبی کو نہیں بھیجا وہ ایسا زمانہ تھا جبکہ
 لوگوں کے نزدیک بت پرستی سے بہتر کوئی دین نہ تھا اس وقت آپ ایک ایسی کتاب لیکر آئے جس نے حق و باطل
 کو بھی جدا کر دیا مگر بیٹا اور اس کے باپ کے درمیان بھی جدائی کا باعث بھی وہی کتاب بنی۔ یہاں تک کہ ایک
 شخص جس کے دل کا فعل اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کے لئے کھول دیا تھا اپنی آنکھوں سے دیکھا کرتا تھا کہ وہ
 خود تو مسلمان ہے اور اس کا باپ بیٹا اور بھائی کا فرہیں۔ اسے یقین تھا کہ اگر وہ اسی حالت پر مر گئے تو دوزخ
 میں جائیں گے پھر اس یقین کے بعد کہ اس کے یہ پیارے پیارے عزیز دوزخ میں جائیں گے اس کی آنکھیں
 بھلا کیسے ٹھنڈی رہ سکتی تھیں۔ یہی بات ہے جو اللہ تعالیٰ نے آیت ذیل میں ارشاد فرمائی ہے۔ (جو لوگ یہ دعا
 مانگتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہماری بیبیوں اور اولاد کی طرف سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی فرما دے) (احمد
 (۲۶۰) ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص بیل لئے جا رہا تھا جب ٹھک گیا تو بیل پر سوار ہو گیا
 (قدرت نے اس بیل کو گوبائی عطا کر دی) اور وہ بولا سواری کے لئے تو ہم پیدا نہیں کئے گئے ہم تو صرف
 زمین میں کھیتی کے کام کے لئے پیدا کئے گئے ہیں لوگوں نے یہ قصہ سن کر ازراہ تعجب کہا سبحان اللہ بیل باتیں کرتا ہے

تھیں۔ العطا یا علیٰ من البلیا۔ اگر وہ فضائل و کمالات ان کے حصہ میں آئے تو وہ ایثار و قربانیاں بھی ان ہی کو دینی پڑیں۔ اب
 بعد کی امت کے دلوں میں ان کمالات کی ہوس تو اٹھتی ہے مگر ان قربانیوں کے لئے آمادگی بھی ہے وہ وہی ایک ایسا
 نازک دور تھا کہ ایک شخص صحابیت کا فخر بھی حاصل کر سکتا تھا اور ذرا سی لغزش سے رسول کے دشمنوں کی فہرست میں بھی
 شمار ہو سکتا تھا۔ قرآن کریم کا دوزنول اپنی آنکھوں سے دیکھنا بیشک بڑی نعمت تھی لیکن دوسری طرف یہ بھی دیکھنا پڑتا
 تھا کہ اس کے نزول کے بعد آپ کے رشتے نالتے ٹوٹ رہے ہیں باپ بیٹے سے خاوند بی بی سے جدا ہو رہا ہے اس نازک دور
 کی بجائے جس کو آسانی کے ساتھ ایمان نصیب ہو گیا اس کو شکر کرنا چاہئے اور اس دور کی تنازع کرنی چاہئے جس میں فضائل
 کے ساتھ ہیبت سے خطرات بھی تھے۔ یہ رضا بقضاکر کی منزل ہے جو پہنچ جائے وہی ان رموز کو جان سکتا ہے۔ ابتداء عشق
 کے سوز و گداز نہ کہنے والے بھلا اسے کب آشنا ہو سکتے ہیں۔

(۲۶۰) حیرانات کا اپنی زبان میں کلام کرنا تو معروف و مشہور بات ہے لیکن ایسی زبان میں کلام کرنا جو انسانوں کے

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِ أَذْمِنُ بِهِ أَنَا وَأَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ وَمَا هُمَا ثَمَرٌ وَقَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ فِي عُمْرٍ
لَهُ فِي عَدَا الدِّثْبِ عَلَى شَاوٍ مِنْهَا فَأَخَذَ مَا قَاذُرَ كَهَا صَاحِبُهَا فَاسْتَنْقَذَهَا فَقَالَ لَهُ
الدِّثْبُ فَمَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبْعِ يَوْمَ لَا رَاجِيَ لَهَا غَيْرِي فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللَّهِ ذِثْبٌ يَتَكَلَّمُ
فَقَالَ أَذْمِنُ بِهِ أَنَا وَأَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ وَمَا هُمَا ثَمَرٌ - (متفق عليه)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھی اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ابوبکر و عمر بھی حالانکہ وہ اس وقت
وہاں موجود بھی نہ تھے اس کے بعد ایک اور شخص کا قصہ بیان کیا جو اپنی بکریوں میں تھا کہ ان میں سے ایک
بکری پر بھڑیے نے حملہ کیا اور اس کو دبایا۔ مالک نے اس کا بیچا کیا اور اپنی بکری کو اس سے بھڑایا۔ بھڑیا
بولا، اچھا دیکھو! گا بھلا اس دن اسے کون چرانے آتا ہے جس دن صرف رندوں ہی کا راج ہو گا اور سولے
میرے کوئی اور اس کا چرانے والا نہ ہو گا (یہ عالم کی ویرانی کے زمانہ کا قصہ ہے) اس پر لوگوں نے ہر تعجب
سے کہا سبحان اللہ! بھڑیا اور باتیں کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس کی تصدیق کرتا ہوں
اور ابوبکر و عمر بھی حالانکہ اس وقت وہ مجلس میں موجود نہ تھے۔ (متفق علیہ)

دریان مستعل ہو۔ سروسٹ ہمارے حراس کے اور اک سے باہر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان خود بھی اس کی تصدیق
فرمائی اور ابوبکر و عمر کی غیبت میں ان کی جانب سے بھی اس کی تصدیق فرمادی۔ گویا آپ کو ان پر اتنا اعتماد تھا کہ جس امر کی
تصدیق آپ فرمائیں پھر وہ غواہ کتنا ہی بھیداز عقل کیوں نہ ہو اس کی تصدیق میں یہ جان شامی کوئی چون و چرا نہیں کریں گے
ایک بل کلام کر لینا عقل کے نزدیک کوئی محال امر نہیں صرف عام عادت کے خلاف بات ضرور ہے۔ قیامت کے قبل
عالم غیب سے پردہ اٹھے گا زمانہ متناقرب آتا جائے گا اسی قسم کی بہت سی اور خلاف عادت باتیں ظاہر ہوتی چلی جائیں گی
حتیٰ کہ حدیثوں میں موجود ہے کہ آدمی کے کوٹے کا پسندنا اس سے باتیں کرے گا اس نطق کی حقیقت کیا ہوگی ابھی اس پر
بحث کرنا قبل از وقت ہے۔ ہو سکتا ہے کہ قدرت ان میں وقتی اور جزئی شعور پیدا کرے اور ہو سکتا ہے کہ کسی شعور کے بغیر
ان میں کوئی طہر پر نطق عطا فرما دے اور یہ بھی ممکن ہے کہ خود انسان اپنی ترقی کر جائے کہ پیام کی جس گفتگو کو آج وہ بے معنی
سمجھتا ہے کل ان کے صافی سمجھنے پر قادر ہو جائے۔ نباتات بہت دنوں تک غیری روح سمجھے گئے لیکن اب ان کا شمار ذی شعور
میں ہو گیا ہے۔ ان کی غذا اور صحت و مرض کے مفصل حالات بھی دریافت ہو چکے ہیں تم اپنی بہت محدود معلومات کی بنا پر حیران
کے کلام سے ابھی سے انکار کرنے میں جلدی نہ کرو، شاید وہ زمانہ آجائے کہ اس کا بھی تم کو اقرار کر لینا پڑے۔

سبحان اللہ! شیخین کا ایمان اور عالم غیب پر ان کا یقین کتنا مستحکم و مضبوط تھا کہ جو بات ہم ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں
خاتم الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ان کی طرف سے اس کے لمنے کی ضمانت کر لیتے ہیں۔ اندازہ کرو کہ جب ان معمولی غریب
ان کا ایمان یہ ہو اور عالم غیب پر ایمان کس درجہ قوی ہو گا۔

ایمان کی حقیقت اور اس کی قیمت یہی ہے کہ نبی کی زبان سے جو کلمہ بھی نکلے ابھی وہ پورا نہ ہو کہ ایک امتی کا قلب
اور اس کی زبان دونوں اس کی تصدیق کرنے کے لئے مضطر ہو جائیں۔

(۲۶۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا أُسْرِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُجْعِدِ الْأَقْصَى أَصْبَحَ يَقْعُدُ النَّاسُ بِذَلِكَ فَارْتَدَّ نَاسٌ مِمَّنْ كَانُوا لَهُمْ وَصَدَّقُوا وَسَعَوْا بِهِ إِلَيْكَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالُوا هَلْ لَكَ إِلَى صَاحِبِكَ يُزْعِمُ أَنَّهُ أُسْرِيَ بِهِ اللَّيْلَةَ إِلَى بَيْتِ الْمُقَدِّسِ قَالَ لَوْ قَالَ ذَلِكَ لَقَدْ صَدَّقَ قَالُوا أَوْ تَصَدَّقَ أَنَّهُ ذَهَبَ اللَّيْلَةَ إِلَى بَيْتِ الْمُقَدِّسِ وَجَاءَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ قَالَ إِنِّي أَصْدَقُ فِيمَا هُوَ أَبْعَدُ مِنْ ذَلِكَ أَصْدَقُ فَمَا فِي خَيْرِ السَّمَاءِ فِي غَدٍّ وَفَوْادٍ وَرَوْحَةٍ فَلَيْلَ لَكَ سُبْحَتِي أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ - (رواه الحاكم)

اليقين الايمان كله

(۲۶۲) عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِينَا عَامَ أَوَّلِ

(۲۶۱) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جب شب میں آپ کے مسجد اقصیٰ تک سفر کا واقعہ پیش آیا (یعنی قصہ معراج) تو اس پر صبح کو لوگوں کے درمیان بڑی چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں اور بعض ایمان کے کمزور لوگ جو پہلے آپ کی تصدیق کر چکے تھے مرتد بھی ہو گئے اور یہ قصہ لیکر حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ آپ نے اپنے نبی کی بات بھی سنی ان کا گمان ہے کہ وہ آج کی شب بیت المقدس کی سیر کر آئے ہیں۔ ابو بکرؓ نے جواب دیا اگر وہ یہ کہتے ہیں تو بلاشبہ شک کرتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کیا ان کی اس بات کی بھی آپ تصدیق کر لیں گے کہ وہ ایک ہی شب میں بیت المقدس جا کر صبح سے پہلے پہلے واپس بھی آ گئے۔ ابو بکرؓ نے فرمایا میں تو اس سے بھی کہیں بڑھ کر عید باتوں میں ان کی تصدیق کر چکا ہوں۔ میں آسمان کی خبروں کی بابت ان کی تصدیق کرتا ہوں کہ وہ صبح و شام ان کے پاس آتی ہیں (حالانکہ آسمانوں کی مسافت تو بیت المقدس کی مسافت سے کہیں زیادہ ہے) اسی بات پر ان کا لقب صدیق پڑ گیا تھا۔ (حاکم)

یقین اور اعتقاد جازم ایمان کی روح ہے۔

(۲۶۲) حضرت ابو بکر صدیقؓ نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک سال بعد ایک تفسیر

(۲۶۱) قرآن کریم میں نعم علیہم کے چار گروہ قرار دیے گئے ہیں سب سے پہلے جنہیں ہر صدیقین اس کے بعد شہداء و صالحین۔ صدیق کی فطرت کو نبی کی فطرت سے اتنی مناسبت ہوتی ہے کہ اس کو نبی کی خبروں کی تصدیق میں ایک لمحہ کے لئے بھی کبھی تردد نہیں گذرتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب نبوت کی چمک اٹھنے کے بعد تو سب ہی نے آپ کی تصدیق کی لیکن ابو بکرؓ وہ تھے جن کو اس کی صداقت میں بوقت طلوع ہی کوئی ادنیٰ تردد نہ تھا۔ حضرت بعد صاحبؓ نے تحریر فرمایا ہے کہ صدیق اکبرؓ کی وجہ فضیلت ان کے کثرت مناقب نہیں بلکہ سبقت ایمان (باقی حاشیہ بر مطبوعہ آمدہ)

عَلَى الْمُنْبَرِ ثُمَّ كَبَّرَ وَقَالَ سَلُّوا الْعَوْدَ وَالْكَافِيَةَ فَإِنَّ أَحَدًا لَمْ يُعْطَ بَعْدَ الْيَقِينِ خَيْرًا مِنَ الْكَافِيَةِ. (رواه احمد والترمذی قال المنذری من رواية عبد الله بن محمد بن عقيل وقال حسن بن زاهد النسائي واحمد من طريق واحد اسانیده صحيح وقد مر السیوطی بحسنه۔)

(۲۶۳) عَنْ ثَمَرٍ وَبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَوَّلُ

فرماتے ہوئے کہا کہ اس سے پہلے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبے کے لئے ہمارے سامنے کھڑے ہوئے تھے یہ کہہ کر ابو بکر زار و قطار رو پڑے (پھر کہا کہ) آپ نے ارشاد فرمایا تھا اللہ تعالیٰ سے اپنی خطاؤں کی معافی اور اپنے لئے عافیت طلب کیا کرو کیونکہ ایمان و یقین کے بعد عافیت سے بڑھ کر کسی کو کوئی نعمت نصیب نہیں ہوئی۔ (احمد۔ نسائی۔ ترمذی)

(۲۶۳) عمرو بن شعيب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور دین کے لئے اقدیمت اتفاق اموال اور اولیت بذل نفس سچے قابلِ تہمت حقیق ہے۔ (مکتوبات جلد سوم مکتوب ۱۷)

(۲۶۲) یقین اور اعتقاد و جازم ایمان کی روح ہے خدا تعالیٰ کی جتنی نعمتیں ہیں وہ سب اس دولت یقین سے کم تر ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت عہد الشریعہ مسودہ کا مقولہ مروی ہے: "الیقین الايمان كذا" یقین ہی ایمان کی روح ہے۔ یہی جتنی نے کتاب الزہد میں ان الفاظ کو مرفوعاً بھی نقل کیا ہے مگر ملاحظہ فرمائیے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ سند امام احمد میں حضرت مسودہ بن مسودہ کی یہ دعا منقول ہے: "اللهم زدنا ایمانا و یقینا و فقها۔" اے اللہ ہمارے دل میں ایمان، یقین اور ہم میں دین کی سمجھ بوجھ دے۔ جامع ترمذی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعائیہ کلمات میں مذکور ہے۔ "واقم لئامن الیقین ما تقوم بہ علینا مصائب الدنیا۔" اے اللہ ہمارے حصہ میں اتنا یقین لگا دے کہ اس کی وجہ سے ہمیں دنیا کی مصیبتیں جیلا آسان ہو جائیں یہاں یقین جیسی نعمت کو کسی مفید کرنے کی حقیقت سفیان ثوری کے اس مقولہ سے ظاہر ہوئی۔ وہ فرماتے ہیں لو ان الیقین وقع فی القلب کما یشی فی لہار اشتیاقاً الی المحبتہ و هو باطن النار (فقہ الباری ۵ ص ۱۱) اگر یقین پوری حقیقت کے ساتھ دل میں سما جائے تو جنت کے اشتیاق اور دوزخ کے خوف کے واسطے دل اڑنے لگے اسی کی طرف حضرت خطبہ کی حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔ مستدرک حاکم میں سورہ المائد کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ خلد بن ابی ادنی نے ایک بار یہ آیت پڑھی فاذا فرغ فی الناس (جب صر سہ نکاحائے گاتوہ دن کا فرائز کے ادھر بڑا سخت ہو گا بھی اور بہوش ہو کر گر گئے اور وفات پا گئے بڑا رتبہ پایا لیکن اگر جینے اور خدا کی عبادت اور کرتے تو اور مراتب ملے کرتے آپ نے دیکھا کہ یقین جب حد سے بڑھنے لگتا ہے تو اس کا نتیجہ اس شکل میں بھی نکل سکتا ہے۔

(۲۶۳) حضرت شاہ ولی اللہ مراتب اسان پر بحث کرتے ہوئے عقل و نفس اور قلب کی فساد کی تحقیق یہ لکھتے ہیں کہ جب انسان کے یہ جواہر لطیفہ اپنے اصل خواص سے محروم ہو کر عالم قیاب کی سر میں مستغرق ہو جاتے ہیں تو یہی ان کی فساد بھی جاتی ہے۔ (پس فساد ہونے والے درحقیقت جواہر خود نہیں ہوتے بلکہ ان کے خصال و رخصائص ہوتے ہیں۔ یہی معنی ان کے

صَلَّاحٌ هَذِهِ وَالْأَمَّةُ الْيَقِينُ وَالْأَوَّلُ فَسَادُهَا الْبُخْلُ وَالْأَمَلُ (رواه البيهقي في شعب الایمان)

فرمایا ہے اس امت کی سب سے پہلی اصلاح دولت یقین کی وجہ سے ہوئی ہے اور اس کی سب سے پہلی بربادی بخل اور دغا ز امیدوں کی بدولت ہوگی۔ (شعب الایمان)

فنا کے سمجھنے چاہئیں اور بس۔ عقل کا اصل خاصہ تصدیق، شک، توہم، اسباب کی تلاش اور طلبِ نافع، دفعِ مضار پر غور و غوض کرنا ہے۔ جب انسانی قلب و جوارح آداب الہیہ کی زیر تربیت ہندوب ہوتے جاتے ہیں تو ان میں آثارِ عربودیت اس طرح پھوٹنے لگتے ہیں جس طرح لوگے مارے درخت میں پتیاں اب اس کا رخ عالمِ مادیت کی بجائے عالمِ قدس کی طرف بدل جاتا ہے، اسبابِ حقیقت بن جاتے ہیں، منفعت و مضرت کا سوال نظروں سے ساقط ہونے لگتا ہے اور حقائق شرعیہ اور عالمِ غیب کا یقین اپنی آنکھوں کے مشاہدات سے بڑھ کر نصیب ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ سے دریافت کیا ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے تم بتاؤ تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا مجھے عرضِ رحمن کا ایسا یقین حاصل ہے جیسا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ (خلاصہ حجۃ اللہ)

امام شمرانی لکھتے ہیں المؤمن الکامل من صداد الغیب عندہ کالثبوت فی عدم الوب (المراقت ج ۲ ص ۲۵۴) مومن کامل وہ ہے جس کے نزدیک عالمِ غیب یقین میں عالمِ شہادت کی برابر ہو جائے۔ یہ دولت یقین جس کے ہاتھ آگئی اس کی عقل کامل ہوگئی اور جس کی عقل کامل ہوگئی اس کے لئے نفس و قلب کے تکمیل کی منزل بھی دور نہیں رہی، اس کے تمام مراتب احسان طے ہونے کا وقت بھی قریب آپہنچا وہ قریب ہے کہ اب انسان کامل کے لقب سے نوازا یا جائے۔ علامہ اقبال مرحوم نے اسی منصب یقین کو ذیل کے شعر میں کیا خوب ادا کیا ہے۔

غلامی میں نہ کام آتی ہیں تدبیریں نہ شمشیریں

جو ہر ذوقِ یقین پیدا تو کرت جاتی ہیں زنجیریں

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ دلائل کی بنیاد یقین کی تعمیر کرنا ایمان کی صفت نہیں۔ ایمان کی صفت یہ ہے کہ یقین کی بنیاد پر دلائل کی تعمیر کی جائے۔ جب کسی حقیقت تک یقین کے ساتھ رسائی ہو جاتی ہے تو ہر دلائل کا راستہ خود بخود مختصر ہو جاتا ہے کیونکہ یہی دلائل کا مقصد تھا اور جب یہ مقصد بلا غیب حاصل ہو گیا تو اب دلائل کا مشغلہ مفت ایک سرگردانی ہے لیکن اگر یقین تک رسائی حاصل نہیں ہے تو اب دلائل کے واسطے سے یقین حاصل کرنا ایک امید مہوم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں نظریات کا کوئی اختلاف نظر نہیں آتا انھیں حقیقت کا پر اعلیٰ ہوتا ہے اور کسی شے کی حقیقت ہمیشہ ایک ہی ہوتی ہے اور اہل نظر کے نظریات میں کہیں اتفاق نظر نہیں آتا۔ منہی کہتا ہے

تخالفت الناس حتی لا اتفاق لہم الاعلیٰ شجب والمخلف فی الشجب

حافظ شیرازی فرماتے ہیں۔

جنگ ہفتاد و دو دولت ہر را باثر بندہ چو نہ دیدند حقیقت روا فساد زدن

شیخ عبد الوہاب شمرانی لکھتے ہیں کہ نور ایمان کی دو قسمیں ہیں۔

القسم الاول من امن من نظر باستدلال و دلیل (پہلی قسم) اس شخص کا ایمان ہے جو دلیل و مدرک کی بنیاد

فہذا الاثرین شہادت ایمانہ لعدنانہ مع الدلیل برعائل ہو۔ ایمان قابلِ مجرورہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ دلیل کے

(پہلی قسم) نور ایمان

عین الیقین امر فوق علم الیقین

(۲۶۴) عَنْ أَنَسٍ مِّنْ رَّبِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ

عین الیقین کا مرتبہ علم الیقین کے مرتبہ کا اونچا ہے

(۲۶۴) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ومثل هذا لا يخالط
بشاشة نور إيمان القلب لانه لا ينظر إلا
من خلف حجاب دليل ولكن دليل من ادلة الحق
النظر الا وهو معرض لمحصل الدخول في
القدوم ولولده حين فلهذا كان لا يمكن حجاب
البرهان ان يخالط الايمان بشاشة قلبه
للحجاب الذي بينه وبينه

ساتھ ساتھ گھومتا رہتا ہے (جس طرف کی دلیل واضح ہو جائے)
اس قسم کے ذہنی تواتر کی دلوں میں اتار نہیں کرتی، کیونکہ
اس کی بصیرت ہمیشہ دلیل ہی کے ہم پہرہ ہوتی ہے اور
دلیل کوئی بھی ہوا یہی نہیں ہو سکتی جس میں شبہ پیدا ہو سکا
خلو نہ ہو خواہ اب یہ بھی کہہ مت کے بعد یہی وجہ ہے
کہ داخل پرست کا ایمان کبھی خطرات سے بے خطر نہیں
ہو سکتا۔

(دوسری قسم) کا ایمان اس شخص کے لیے جو صرف براہت پر
مبنی ہو یہ ایمان ہے جس کی ترقی تازگی دلوں میں سما
جاتی ہے اس شخص کے حق میں شک و شبہ کا تصور ہی
نہیں کیا جا سکتا کیونکہ شک دلیل میں ہوا کرتا ہے جہاں
دلیل ہی نہیں وہاں شک کا وجود ہی نہیں۔

والقسم الثاني) من كان برواهنه حين حصول الايمان
في قلبه لا يمر بغيره ولا يخالط الايمان الذي يخالط
بشاشة القلب لا يتصور في حق صاحب شك لان
الشك لا يجيد بغيره فان محله الدليل وما
ثم دليل فاقم ما يرد عليه الدخول ولا الشك۔

(المواقف والجواهر ۲۵ ص ۲۵۵)

(۲۶۴) بہت دلوں کی داستانوں کو پڑنے اور سننے کے لئے روزِ محبت سے کچھ آشنائی بھی دیکھا ہے لذتِ محبت کو کبیر

بیگانہ نہیں کیا جائے اور کیا سمجھے۔ یہاں کوئی جہنم جیہ رب ارفی کے ایک اندازِ ناز کا سوال منتا ہے تو اس کو اسرارِ غلت کی
روشنی میں سمجھنے کی بجائے عام انسانوں کے سوالات کی سطح پر سمجھتا ہے اور حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف شک و تردید
کی نسبت کرنے کے لئے آمانہ ہو جاتا ہے اگر وہ اس پر غلت کی مدہنی میں غور کرتا تو اس کو معلوم ہو جاتا کہ یہاں شک و تردید کا کوئی موقعہ و
محل ہی نہ تھا بلکہ اذعان و ایتقان کے اس جبلِ عظیم پر جب محبت و غلت کی کیف آدھر ہوتی جتنی شروع ہوتی تو اس فضا
میں ناز و نیاز کا ایک سا خورجود پیدا ہو گیا اور اسی فضا و ناز میں حضرت خلیل کی زبان اسرارِ احیاء کا شاہدہ کرنے کیلئے
بیاضہ متحرک ہو گئی قصہ بہت طویل ہو گیا مگر شاید یہ قصہ کسی خلیل کو اپنی غلت کی گہرائی معلوم کرنے کے سوا اور کچھ منظور
نہ تھا اور حقاہ غلت پہننے والے نے یہ قدر شای فرمائی کہ صرف ان کے اطمینان خاطر کے لئے اپنی صفتِ احیاء کا
مازہ یہاں ان کے سامنے کھول کر رکھ دیا۔ ان ہی نزاکتوں اور کچھ نہیں کے پیشِ نظر قرآن کریم نے از خود اولم تو من کا
سوال اٹھا دیا تھا اور خود حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی زبانی یہ بات صاف کر دی تھی کہ ان کے سوال کا منشا

مِنْ اَبْرَاهِيْمَ اِذْ قَالَ رَبِّ اَرِنِي كَيْفَ تُخْرِى الْمَوْتٰى فَقَالَ اَوَّلَکُمْ يُؤْمِنُ قَالَ بَلٰی وَ لَکِنْ لَّیَظُنُّنَّ قَلِيْلًا الْحَدِيْث (رواہ مسلم)

سے زیادہ شک کرنے کے مستحق ہیں (اگر یہ سوال وہ ازراہ شک کرتے) اسے میرے پروردگار مجھے دکھلا دے کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے ارشاد ہوا اچھا تو کیا تمہیں اس پر یقین نہیں، عرض کیا کیوں نہیں رہ یقین ہوتا تو تجھ سے یہ سوال ہی کیوں کرتا، لیکن مقصد یہ ہے کہ (کیفیات احیاء کا شاہدہ کر کے) میرا دل اور مطمئن ہو جائے۔

صنعت یقین و تھابکہ ربط غفلت تھا جس کے بعد ایسے ایسے نازک سوالات کرنے کی گنجائش بھی نکل آتی ہے۔ خدا کے اس مقدس رسول کے واسطے یقین کو شک و تردید سے پاک و صاف کرنے کا ایک طریقہ تو یہ تھا۔ دوسرے طریقہ وہ ہے جو حدیث بالا میں اختیار کیا گیا ہے یعنی یہ کہ یہ فیصلہ خدا ان صحابہ کی فہم پر چھوڑ دیا جائے جو آپ کی فیضِ صحت پر یقین و ایمان کی موج میں افق ہوئی اسے سینوں میں مشاہدہ کر دے جسے وہ وہیں کہ جب ان کے قلب میں یقین، ایمان کا عالم ہے تو اس شمعِ فروزاں کے قلب میں ایمان و ایمان کا عالم کیا ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خلقت کے رتبہ بلند سے نواز دیا تھا۔ اور اپنے نفس کی کیفیات یقین کے اس معنی مشاہدہ کے بعد ان میں یہ سمجھا جاتا کہ برہی ہو جائے کہ حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوال کو شک و تردید سے دھکا بھی کوئی علاقہ نہیں ہو سکتا۔ یہ دونوں طریقے اپنے اپنے انداز میں ان کی طرف سے صفائی پیش کرنے کے لئے بہت کافی ہیں۔ مگر آپ کی نسبت اہمیت اور شان تو واضح کے مناسب وہی طریقہ تھا جو انصاف و ادب آپ نے یہاں اختیار فرمایا یعنی یہ کہ ہم ان کی ندرت اور ایمان کے قیاس پر ہیں۔ اگر بالفرض ان سے یہ سوال کسی شک کی بنا پر ضرورتاً تو ہم اس شک کے ان سے زیادہ مختار ہوتے لیکن جب ہمیں کوئی شک و تردید نہیں تو بھلا اس کو حدیث کر کیا شک و تردید ہو سکتا ہے۔ علامہ نے لکھا ہے کہ سوال ذکر کو ایمانیات سے کوئی تعلق ہی نہیں خدا تعالیٰ کی صفات و احوال پر ایمان لانا بیشک ضروری ہے مگر اس کی کیفیات پہلے ایمان لانا ہرگز ضروری نہیں۔ قیامت آئے گی اس پر ایمان لانا ہے شک واجب ہے لیکن وہ کیسے آئے گی اس پہلانا کوئی ضروری امر نہیں۔ اس لحاظ سے جو سوال یہاں ذکر ہو رہے وہ جواب و سوال کی دردمندی کا محتاج ہی نہیں ہے۔ حیرت ہے کہ بعض علامہ نے اس اہم واقعہ کو صرف چند طیر کو کافی کوئے اور سخن کو بے پھر ان کو جمع کر لینے کی ایک سادی تشبیل قرار دیا ہے حالانکہ یہ کوئی ایسا عجیب کرشمہ نہیں ہو سکتا جسے دیکھنے کے لئے حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام درخواست کرتے یہ تو دنیا کے ان مذمومہ واقعات میں شامل ہے جنہیں دیکھنے کی ذوقِ قلب میں کوئی حرکت پیدا ہو سکتی ہے اور نہ ان سے صرف ایک طفلِ قلبی کے سوا کیفیات احوال کا کوئی اطمینان غفل مشاہدہ نصیب ہو سکتا ہے اس لئے جمودِ مفسرین کی یہی تفسیر صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ چند مختلف پرزوں سے لیکر پہلے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں پھر ان کو باجمہ آہستہ آہستہ مختلف مقامات پر ڈالیں اس کے بعد ایک مقام پر علیحدہ ٹکڑے ہو کر آزمائشِ قہرہ ان کی آنکھوں کے سامنے اپنی اپنی شکل پر علیحدہ علیحدہ مرتب اور زندہ ہو کر چلے آئیں۔ تخیلی و ترکیبی کا یہی وہ نقشہ ہو سکتا ہے جس کے دیکھنے کی درخواست کی جا سکتی ہے اور یہی وہ جزئیات کا نظارہ ہو سکتا ہے جس کے بعد علم یقین سے عین یقین تک رسائی باسانی ممکن ہے۔

وہابی حاشیہ بر مطبعہ آئندہ

(۲۶۵) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْخَبَرُ كَالْعَمَائَةِ
لَئِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى خَبَرْتُ مَوْسَى بِمَا صَنَعْتُمْ قَوْمُهُ فِي الْجَبَلِ فَلَمْ يَلْقَ إِلَّا كَوَاحِشَ فَلَمَّا تَعَالَيْنَا مَا صَنَعُوا أَلْقَى
الْأَوَّاحَ (رواه احمد كما في المشكوة في باب بدء الخلق واخرجه الحاكم في التفسير ورواه الذهبي (رغم)

(۲۶۵) ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بات کا سنا اورو
آگھوں سے مشاہدہ کرنا برابر نہیں ہوتا (مشہد ہے شہید کے بودمانندیدہ) اللہ تعالیٰ نے جب موسیٰ علیہ السلام
کو ان کے قوم کی گوسالہ پرستی کی اطلاع دی تو انھوں نے تورات کی تختیاں (اپنے ہاتھوں سے) نہیں
ڈالیں لیکن جب ان کی کثرت بچشم خود دیکھی تو زمرہ کر کے (اور غصہ کے مارے) تختیاں (زمین پر) پھینک دیں۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اذعان و یقین کی ساری منزلیں طے کرنے کے
بعد بھی غیب کے برگوشے میں اطمینان و سکون میرا جانا ضروری امر نہیں ہو سکتا ہے کہ پورا پورا یقین حاصل ہونے کے بعد بھی
غائبات کے کچھ گوشے ایسے تشنہ رہائیں جن کے بھانے کی تلاش نفس انسانی میں باق رہ جائے۔ چرکہ پر گوشے ایمانیات
کا جزو ضروری ہوتا ہے اس لئے ان کے مشاہدہ کی تیار نمود نہیں بلکہ مزید تحقیق کی طلب پر مبنی ہوتی ہے۔

بات فراموش نہ کرنی چاہئے کہ غوث کے حوالہ اور فلک کے سوال میں زمین و آسمان کا فرق ہے ذوق و شوق میں تقاضا
یقین ہے اگر خدا تعالیٰ کے احبار بر یقین نہ ہو تو کیفیت احبار کے مشاہدہ کا شوق ہی کیسے پیدا ہو۔ اس کو ایک مثال سے یوں
عمل کر لیجئے گاسر ہو تو ہر شخص کو یقین حاصل ہے کہ بریل ہو کی جو آواز ہم سنتے ہیں یہ آواز ٹیک و دی ہوتی ہے جو اس کے اصل
مرکز پر عمل رہی ہے لیکن اس مکمل یقین کے باوجود اگر ہم یہ سوال کریں کہ یہ آواز ذاتی سرعت کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ
کیونکر منتقل ہو جاتی ہے تو یہ ہرگز اس کی دلیل نہیں ہو سکتی کہ میں ریل کے اصل وجود ہی میں کوئی شبہ لاحق ہے بلکہ ہمارا یہ سوال
ہی اس کی دلیل ہو گا کہ میں اس کے وجود کا یقین حاصل ہے۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ اس کا ہر گوشہ ہاے سلنے ایسا ہی یقینی
ہو جائے جیسا خود بریل کا وجود۔ یہ سوال تو صرف ایک ایسا حوتی کے متعلق تھا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال تو
اس سے کہیں بڑھ کر خود بارگاہ و جمال کے بے حجابانہ دیدار کے لئے تمام ادبی اظہار الیقین کو حق کہہ سکتا ہے کہ محبت و
عشق کے اس مضطربانہ سوال میں شک و تردید کی ہر بھی آگسٹی ہے بلکہ ہر تراسر یقین ہی اس شوق کا محرک بن رہا تھا۔ ان واقعات سے
یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ چنانچہ ایمانیات کی صفوں میں ان ہر تو صرف خدا اور اس کے رسول کے بیان پر یقین لے آنا چاہئے ان جو گوشے
ایمانیات سے متعلق نہیں ان میں اطمینان کیلئے مشاہدہ کے سوال کی گنجائش ہے۔ لیکن اگر آپ کو ایمانیات کا یقین بھی مشاہدہ
کئے بغیر حاصل نہیں ہوتا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو رسول کے بیان پر کوئی اعتماد ہی نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس رنگ کے
یقین کو ایمان کی صفت نہیں کہا جاسکتا۔

(حاشیہ صفحہ ۲۶۵) یہ ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم کے گوسالہ پرستی کا پورا پورا یقین ضروری
کے ذریعہ پہنچا ہی حاصل ہو چکا تھا لیکن وہ خاص تاثرات و کیفیات جو کسی واقعہ کے مشاہدہ سے متعلق ہوتی ہیں ابھی مشاہدہ نے
قبل حاصل نہ تھیں۔ جب وہی خبر مشاہدہ میں آگئی تو آپ کے کیفیات و تاثرات بھی مکثت ابجرائیں موسیٰ علیہ السلام غصہ میں بھر گئے
اور غصہ کی حالت میں جو کچھ وہ کر سکتے تھے کر گزروے۔ (باقی حاشیہ ہر صفحہ آئندہ)

(۲۶۶) عَنْ عَبْدِ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّارَ فَأَخْرَجَ مَنْ وَ
 آشَاعَ ثُمَّ قَالَ ائْتُوا النَّارَ ثُمَّ أَغْرَضَ وَأَشَاعَ حَتَّى ظَلَمْنَا آتَهُ كَأَنَّمَا يَنْظُرُ إِلَيْهَا فِي رَوَايَةٍ
 مَقْعُودٍ مِنْهَا وَأَشَاعَ بِوَجْهِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ ائْتُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ ثَمَرَةٍ وَفِي رَوَايَةٍ مِنْهَا سَطَاعَ
 يَنْكُرُ أَنْ يَسْتَبْرَأَ مِنَ النَّارِ وَلَوْ بِشِقِّ ثَمَرَةٍ فَلْيَفْعَلْ - (رواه مسلم)

(۲۶۷) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَالِحٍ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ عَوْفَ
 بْنَ مَلَّاحٍ فَقَالَ كَيْفَ أَصْبَحْتَ يَا عَوْفُ بْنُ مَلَّاحٍ قَالَ أَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا حَقًّا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ

(۲۶۶) عدی بن حاتم بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کا ذکر کیا اور یہ کہہ کر
 فوراً دوسرے اپنا رب انور پھیر لیا اس کے بعد فرمایا دوزخ سے بچو۔ پھر اپنا چہرہ مبارک اس طرح پھیرا جس سے
 ہیں یہ گمان ہوا کہ گویا آپ اُس وقت اپنی آنکھوں سے دوزخ کو دیکھ رہے ہیں۔ دوسری روایت میں یہ
 مضمون اس طرح مذکور ہے کہ (دوزخ کا ذکر کر کے) آپ نے اس سے پناہ مانگی اور اپنا چہرہ مبارک دوسرے
 پھیر لیا۔ تین مرتبہ ایسا ہی کیا اس کے بعد فرمایا دوزخ سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہو۔ دوسری روایت میں
 یہ مضمون یوں ہے کہ تم میں سے جو شخص بھی کھجور کا ایک ٹکڑا دیکر دوزخ سے بچ سکے وہ ضرور نجات جائے (مسلم)

(۲۶۷) محمد بن صالح انصاری بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عوف بن مالک
 سے ملاقات ہوئی، آپ نے فرمایا عوف بن مالک ابھو کیا حال ہے؟ انھوں نے عرض کیا بفضلہ تعالیٰ سچا اور بچا

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) اسی پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معاملہ کو قیاس کرنا چاہئے۔ انھیں بھی اللہ تعالیٰ کی صفت
 اخیار پر پورے یقین و اذعان کے باوجود اس کی خصوصی کیفیات کے مشابہہ کی استدعا کی بالکل برصحت تھی۔ یہاں شک
 تردد کا دخل سمجھنا روزمرہ کے معمولی حالات سے بھی ناواقف ہے۔ مشاہدہ اور خبر کا فرق فطری ہے اس سے کوئی شخص مستثنیٰ
 نہیں ہو سکتا۔ (دیکھو تاویل مختلف الحدیث لابن قتیبہ ص ۱۱۷)

(حاشیہ صفحہ ۱) (۲۶۶) یہاں تو دوزخ کے ایک خاص نظارہ کا تذکرہ تھا لیکن انبیاء علیہم السلام کے عام حالات
 اعلان کے عام آغاز بیان میں بھی جزم و یقین کی کیفیت اس درجہ نمایاں ہوتی ہے کہ ان کے مخاطبین بھی حسب استعداد اس سے متاثر ہوئے بغیر
 نہیں رہتے۔ وہ عالم غیب کی کسی حقیقت کا جب ذکر کرتے ہیں تو اسی جزم کے ساتھ کرتے ہیں جیسا اپنے مشاہدات کا بلکہ بعض اوقات کسی داعیہ
 کے تحت اس کیفیت میں اس درجہ منجس نظر آتے ہیں گویا وہ عالم شہود کی مخلوق ہو کر خود عالم غیب کا جز بن گئے ہیں اس لئے اس
 جہان کا تذکرہ اس آغاز سے کرتے ہیں گویا وہ اس وقت اس میں خود موجود ہیں پھر ان کی اس سخل میں جو داخل ہو جاتا ہے وہ بھی علی قدر غیب
 اس نعمت سے بہرہ ور ہو جاتا ہے ہم انعم لایشق جلیہم انہوں کے حق میں اس قسم کی کیفیات شاید احسان کی تعریف کے ذیل میں
 آجاتی ہوں اسی لئے ہم نے حدیث جبریل کی ذیل میں عرض کیا تھا کہ جس کو ایمان کا مرتبہ احسان نصیب ہو جائے اس کو حقائق غیبیہ
 کا یقین مثل مشاہدات کے حاصل ہو جاتا ہے۔ (۲۶۷ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِي قَوْلَ حَقِيقَةٍ لَمْ أَحَقِّقْهُ ذَلِكَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَطَلَقْتَ لَيْسِي مِنَ الدُّنْيَا وَاسْتَهْرَمْتُ لَيْلِي وَأَخْطَمْتُ هَوَا جَرِي كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى عَرْشِ رَبِّي وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى أَهْلِ الْجَنَّةِ يَتَرَاوِدُونَ فِيهَا وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى أَهْلِ النَّارِ يَتَصَنَّعُونَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَفْتُ أَوَّلَيْتُ فَالرَّحْمَةُ رَوَاهُ أَبُو بَكْرٍ ابْنُ شَيْبَةَ كَمَا فِي كِتَابِ الْإِيمَانِ مِنَ الرَّجْزَةِ الْمَهْدَةِ وَدَلَّجَهُمْ مَعَهُ فِي السَّنَةِ ٢٢٨

اذا نسا قلب في نفس المؤمن من شعوره بالقدرة الإلهية غلب الرتبة التي كان عليها فانه هو اثر اليقين

(۲۶۸) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَصَفَتِ الرِّيحُ قَالَ اللَّهُمَّ

مومن ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر قول کی کچھ حقیقت ہوا کرتی ہے تم اپنے اس قول کی حقیقت بتاؤ کیلئے؟ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اپنے نفس کو دنیا سے آزاد بنا لیا ہے۔ شب کو بیدار رہتا ہوں اور دوسری گریوں میں پیسا سا بسر کرتا ہوں (یعنی بغض و عداوت ہوتا ہوں) مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں اپنے پروردگار کا عرش اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں (جنت و دوزخ کا اس درجہ یقین ہے) گویا جنت میری آنکھوں کے سامنے ایک دوسرے سے ملاقات کر رہے ہیں اور دوزخی (عذاب میں) جھنجھٹے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم شبک بات پہچان گئے یا یہ فرمایا کہ تم کو صبح بات بتادی گئی تو اسی کیفیت کو قائم رکھنا۔ (ابو بکر بن ابی شیبہ)

رب العزۃ کی بے نیازی اور قدرت علی الاطلاق کی بنا پر جو اضطراب قی طور پیدا ہو جاتا ہے وہ یقین کے منافی نہیں۔

(۲۶۸) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب ہوا تیز چلتی تو آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اے اللہ میں تجھ کو

(۲۶۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمان کی اہل حقیقت صرف جزم و یقین ہے۔ یہی یقین جب تک الفاظ کے قالب میں رہتا ہے ایمان کا وجود عقلی کہلاتا ہے اور جب ترقی کر کے قلب میں داخل ہو جاتا ہے تو اس کا وجود ذہنی کہلاتا ہے اور جب سرور کے بعد اس میں کیفیت شہود پیدا کر لیتا ہے تو اس کا وجود خارجی کہلاتا ہے۔ مرتبہ احسان اسی کا نام ہے۔ ناماقنی اور کم ہمتی کی وجہ سے اس مرتبہ کو صرف صوفیاء کرام کا حصہ سمجھ لیا گیا ہے۔ گویا علما اور عام مومنین کو اس کی طلب کرنا اپنی صدد سے تجاوز کرنا ہے۔ خود باز نہ من ذلک۔ جس کو تم نے صوفیاء کے حصہ میں لگا دیا ہے وہ میں ایمان ہے اور ہر سلطان ہرج ہے کہ اس رنگ کے حامل کرنے میں پوری جدوجہد کرے اگر وہ اس ماہ میں قدم نہیں اٹھاتا تو وہ گویا اپنے ناقص ایمان پر راضی ہے۔

إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَ مَا وَخَيْرَ مَا فِيهَا وَخَيْرَ مَا أَرْسَلْتُ بِهِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا وَ
 شَرِّ مَا أَرْسَلْتُ بِهِ وَإِذَا تَحَيَّيْتُ السَّمَاءَ تَغَيَّرَ لَوْنُهُ وَخَرَجَ وَدَخَلَ وَأَثْبَلَ وَأَذْبَلَ وَأَمْطَرَ
 شَرِي عَنْهُ فَعَرَفْتُ ذَلِكَ عَائِشَةُ فَسَأَلَتْهُ فَقَالَ لَعَلَّ يَاعَائِشَةُ لِمَا قَالَ قَوْمٌ عَادٍ فَلَمَّا
 رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَّتِهِمْ قَالُوا هَذَا عَارِضُ مِصْرَ نَافِي مَرَاتِنَا وَيَقُولُ إِذَا أَمْطَرَ رَمَتْهُ (متفق عليه)
 (۲۶۹) عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ حَفَّيْتُ النَّمْلَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُغَا
 يَنْحُسِرُ أَنْ يَكُونَ السَّاعَةُ فَأَنَّى السَّيِّدُ فَصَلَّى بِأَطْوَلِ قِيَامٍ وَرُكُوعٍ وَبِحُجُودٍ مَا رَأَيْتُهُ قَطُّ
 يَفْعَلُهُ وَقَالَ هَذِهِ الْآيَاتُ الَّتِي يُرْسِلُ اللَّهُ لَا تَكُونُ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنْ

اس ہوا کی بھتری اور جو بھتری اس میں ہوا جس بھتری و برکت کے لئے وہ چلائی گئی ہو ان سب کا سوال
 کرتا ہوں اور اس کے شر سے اور جو شر اس میں ہوا جس کے لئے وہ چلائی گئی ہو ان سب سے تیری پناہ لیتا
 ہوں۔ اور جب آسمان پر بادل نظر آتے تو آپ کا رنگ فاقی پڑ جاتا کبھی باہر تشریف لاتے کبھی امد جاتے کبھی
 اس طرف جاتے کبھی اس طرف جاتے جب بارش ہونے لگتی تب کہیں جا کر آپ سے یہ اضطراب کی کیفیت دور ہوتی
 حضرت عائشہؓ آپ کے اس اضطراب کو پہچان گئیں اور آپ سے اس کا سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا اسے
 عائشہؓ ڈرتا ہوں کہیں یہ بادل ویسے نہ ہوں جیسے قوم عاد نے اپنی وادی کی طرف آتے دیکھے تھے اور کہا تھا
 کہ یہ بادل ہمارے لئے بارش لائے ہیں (پھر اس میں عذاب آیا تھا) دوسری روایت میں ہے کہ جب بارش
 برسنے لگتی تو فرماتے یہ خدا کی رحمت ہے۔ (متفق علیہ)

(۲۶۹) ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سورج گہن پڑا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا کر اٹھ کھڑے
 ہوئے ڈر رہے تھے کہیں قیامت نہ آگئی ہو، مسجد میں تشریف لائے اور اتنے لمبے لمبے قیام، رکوع اور
 سجود کے ساتھ نماز ادا کی کہ میں نے تو اتنے لمبے قیام و رکوع کو نہ کبھی آپ کو نہ دیکھا تھا، نماز سے فراغت
 کے بعد آپ نے فرمایا یہ انقلابات اللہ تعالیٰ کسی کی موت یا حیات کی وجہ پیدا نہیں کرتا بلکہ ان کی وجہ سے

(۲۶۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود قدسی جس طرح قیامت کی آمد سے مانتا تھا اسی طرح کسی شے کے
 بغیر عذاب مستیصال سے بھی مانتا تھا۔ لیکن جب کبھی قدرت کی بے پناہ طاقت سے عالم کے کسی جز میں آپ کو شکست
 رحمت کے آثار نظر آنے لگتے تو عالم غیب کے اس شاہدہ کرنے والے کی نظروں کے سامنے قدرت علی الاطلاق کی
 ہر آئین سے بالاتر ہونے کا یقین اس عاجلہ گر ہو جاتا کہ جس کے بعد بشریت کی صلیف فطرت کو ان دو متضاد کیفیتوں
 میں سے کسی ایک کو ترجیح دینا ایک مشکل ترین مسئلہ بن جاتا تھا کہ جب بارش برس جاتی اور سورج صاف ہو جاتا تو ایسا
 مشکف ہو جاتا کہ قدرت نے آپ کے وجود کے امن پر نہ کسی قید و شرط کو ملحوظ نہیں رکھا تھا اور اس لئے امت کی

يُحَوِّثُ اللَّهُ بِمَا عِبَادَهُ قَالُوا أَرَأَيْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ قَالُوا نَعُوذُ بِاللَّهِ وَاسْتَغْفِرُ لَهُ (متن علیہ)
 (۲۷۰) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ نَظَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 إِلَى الْمُشْرِكِينَ وَهُمْ أَلْفٌ وَأَصْحَابَهُ ثَلَاثُمِائَةٌ وَتِسْعُ عَشْرَ رَجُلًا فَاسْتَقْبَلَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 الْقَبْلَةَ ثُمَّ مَدَّ يَدَهُ فَبَجَلَ يَمِينَهُ بِرَبِّهِ قَالُوا أَيْدِيَهُ يَقُولُ اللَّهُمَّ ابْخِرْ لِي مَا وَعَدْتَ نَبِيَّ اللَّهِ
 إِنَّ عُمَلَيْتُ هَذَا وَالْعَصَابَةَ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا تُعَذِّبُنِي إِلَّا رِضًا قَالُوا زَالَ يَمِينُهُ بِرَبِّهِ مَا دَا
 يَدُهُ حَتَّى سَقَطَ رِدَائُهُ عَنْ مِثْلَيْهِ قَالُوا هُوَ فَاحْذَرِ دَاوَةَ فَالْقَاهُ عَلَى مِثْلَيْهِ ثُمَّ

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے جب اس قسم کے کسی انقلاب کو دیکھا کرو تو اس کی یاد اس کے سامنے
 مجزویا نہ اور اس سے استغفار کرنے کے لئے دوڑ پڑا کرو۔

(۲۷۰) حضرت عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو
 مشرکین کی تعداد ایک ہزار اور آپ کے صحابہ کی صرف تین سو انیس تھی یہ دیکھ کر اسی وقت آپ رو قبیلہ
 ہو گئے اور آپ نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور چیخ چیخ کر ہاتھ پھیلا پھیلا کر اپنے پروردگار سے یہ دعا مانگنی
 شروع کی اے اللہ تو نے جو وعدہ مجھ سے فرمایا تھا اب وہ پورا کر۔ اے اللہ اگر اسلام کی اس مختصر جماعت کو تو
 ہلاک کر دے گا تو اس زمین پر تیری عبادت اور کون کرے گا۔ آپ برابر ہاتھ پھیلائے ہوئے اسی طرح چیخ
 مچ کر دعا مانگتے رہے یہاں تک کہ آپ کے شانوں سے آپ کی چادر نیچے گر پڑی۔ ادھر سے ابو بکرؓ تشریف لائے
 آپ کی چادر اٹھائی اور آپ کے شانوں پر ڈال دی اور پیچھے کی جانب سے آکر آپ کو مٹھ گئے اور عرض

تہا ہی کے خطہ سے جو بے چینی آپ محسوس کرتے وہ بھی ساتھ ہی رفع ہو جاتی تھی یہ اضطراب کسی تمدن کا ثمرہ نہیں تھا بلکہ ایک
 یقین کے دوسرے یقین کے ساتھ تصادم سے پیدا ہوتا تھا اور جب بصورت توہین ظاہر ہو جاتی تھی تو یہ تردید بھی زائل
 ہو جاتا تھا۔

(۲۷۰) حضرت ابو بکر صدیقؓ تو امت کے غم میں آپ کی اس مشقت و بے چینی کو دیکھ دیکھ کر گھلے جا رہے تھے،
 انھیں اس بار کا بھلا کیا انا نہ ہو سکتا تھا جو ایک کمزور جماعت کی نفع و ضررت کے ذمہ دارانہ وعدہ سے آپ محسوس فرما رہے تھے
 ان کے سامنے صرف آپ کے اضطراب و سکون کا ایک مسئلہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر اپنی مشقت کے بعد
 اس مختصر جماعت کی فناء و بقا کا مسئلہ تھا۔ اس لئے پامست کا غم کھانے والے کی موجودگی میں بے غم نظر آ رہے تھے اور
 امت کا غم کھانے والا نقشہ جنگ و یکسر مضطرب نظر آ رہا تھا۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کو حق تعالیٰ کی قدرت اور بے نیازی کا
 اس دور یقین ہوتا ہے کہ وہ سب برہم میں کسی نہ کسی کوتاہی کی تاویل کا تصور کر سکتے ہیں مگر قدرت علی الاطلاق کے تسلط کسی
 قید و مجر کا تصور نہیں کر سکتے۔ اس لئے ان کا تردد و اباب کی موافقت یا ناموافقت پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ جو اضطراب و بے چینی
 ان کو لاحق ہوتی ہے وہ صرف حق تعالیٰ کی بے نیازی اور اس کے غیر متناہی شکر کے نظام سے لاحق ہوتی ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَقَالَ يٰٓأَيُّهَا اللَّهُ كُنَّا كَمَا كُنَّا فَانْتَحِلْ لَنَا مَاعَدَدًا
فَاَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ اِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اِنِّى مُجِيبٌ لِّكُمْ مِنَ
الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْسِلًا مَّامْدَهُ اللَّهُ بِالْمَلٰٓئِكَةِ (رحمہ اللہ)

کرنے لگے یا رسول اللہ! اب آپ اپنے رب سے بہت الحاح کے ساتھ دعا مانگ چکے یقین ہے کہ جو
وعدہ اس نے آپ کے ساتھ کیا تھا وہ ضرور پورا کرے گا چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔ (اِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ)

دیکھو جنگ خندق شروع ہو گئی تو اسباب کی ناموافقت سے آپ فدا متاثر نہ ہوئے بلکہ نقشہ جنگ بدل گیا۔ رسول خدا
کا عزم و ثبات اس آپ کو اپنی فتح و نصرت کا یقین اتا رہی اور بڑھ گیا حتیٰ کہ جب اسلامی فوج میں ایسا انتشار پڑ گیا کہ
آپ کے ساتھ قدم جاکر لڑنے والوں کی تعداد بہت ہی مختصر ہو گئی تو خدا کا رسول اب ساری کے بجائے زمین پہاڑ پر خدا
بڑے جزم و یقین کے ساتھ یہ اعلان کرنے لگا۔

اِنَّا اَللّٰہِیْ لَا کَذِبَ - اِنَّا اَبْنُ عَبْدِ الْمَطْلَبِ -

میں سچا ہی ہوں جھوٹا نہیں۔ میں وہی عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

سپر جنگو بند کے شروع ہونے سے قبل آپ کا اضطراب اس بنیاد پر نہ تھا کہ آپ کے صحابہ کی تعداد قلیل تھی بلکہ اس
بنیاد پر تھا کہ اگر قدرت نے ان کی فتح و نصرت میں کہیں کوئی قید و شرط ملحوظ رکھ لی ہو اور اس لئے آج اسلامی فوج
کو شکست ہو جائے تو یہی کو غم ہے کہ اس کا شش تو ختم ہو ہی جائے گا لیکن اس سے بڑھ کر یہ کہ پھر عالم کی غایت و غرض
پورا ہونے کی اور نصرت کیا ہوگی۔ علمائے کھابہ کہ آپ کے ان دعائیہ فقرہوں میں ختم نبوت کی طرف بھی اشارہ
نکلتا ہے کیونکہ پہلی امتیں اگر ہلاک ہو گئیں تو بعد میں دوسرے انبیاء علیہم السلام نے آکر خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے
والوں کی جماعت اللہ بنالی لیکن چونکہ اب وہ نبی آپ کے تھے جن کے بعد کوئی اور نبی آنے والا نہیں اس لئے اگر اب کی بد
پہلی امتوں کی طرح یہ امت بھی ختم کر دی گئی تو پھر دوسری جماعت کرنے والی جماعت کا وجود کہاں سے ہوگا۔ اور
چونکہ عالم کی غایت و غرض عبادت ہے اور اس کا پورا ہونا بلاشبہ ضروری ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے عجز و زاری کے موقع پر الحاح کرنے کے جتنے پہلو ممکن تھے وہ سب کے سب سامنے رکھے یعنی یہ کہ اول تو
فتح و نصرت کا تیرا وعدہ ہی ہے پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ عالم کی غایت و غرض کی تکمیل بھی اس مختصر جماعت کی
بقا پر موقوف ہے۔ یہ ہر دو سبب تیری فتح و نصرت کے نزول کے لئے ایک سے ایک بڑھ کر ہیں۔ جب آپ
دعا سے فارغ ہو گئے اور اجابت دعا کے آثار اپنی آنکھوں سے دیکھ لے تو پھر آپ ہی تھے جن پر مسرت و خوشی
کے آثار بھی سب سے زیادہ نمایاں تھے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ آپ اس درجہ مسرور تھے کہ آپ کی مسرت کے آثار
آپ کی رفتار میں بھی نمایاں ہو رہے تھے۔

المؤمن لا تصد عنه المعصية قلبه متمثل بالایمان یقین

(۱۔) عن ابی ہریرۃ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یزنی الزانی
 حین یزنی وهو مؤمن ولا یشرب السارف حین یشرب وهو مؤمن ولا یشرب
 الخمر حین یشر بها وهو مؤمن قال ابن شہاب فلخبرنی عبد الملك بن ابی بکر بن
 عبد الرحمن ان ابابکر کان یجد ثعمہ ہولاء عن ابی ہریرۃ ثم یقول وكان ابو ہریرۃ یلحون بہ
 ولا یشہب ثعبۃ ذات شرف یرفع الناس الیکبر فیہا أبصارہم حین ینتہبہا وهو
 مؤمن (رمزہ البخاری ومسلم فی طریق التوبۃ معروضۃ بعد

مومن کا قلب جب تک نور ایمان یقین و منور ہوتا ہے اس سے معصیت کا صدور نہیں ہوتا

(۲۷۱) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زنا کرنے والا
 شخص بحالت زنا مومن نہیں ہوتا اور چوہ بھی بحالت چوری مومن نہیں ہوتا اور اسی طرح جب کوئی
 شراب نوشی کرتا ہے تو اس حالت میں وہ مومن نہیں ہوتا۔ ایک روایت میں ابو ہریرہؓ اتنا اور اضافہ
 کرتے ہیں اور نہ لٹیر اس وقت مومن ہوتا ہے جبکہ وہ ایسی بڑی لوٹ میں مشغول ہوتا ہے کہ لوگ
 (بے بس ہو کر) اسے نظریں اٹھا اٹھا کر دیکھا کریں (اور اس کا کچھ نہ بگاڑ سکیں) ایک اور طریقے میں
 مگر توبہ کا دروازہ اس کے بعد بھی کھلا رہتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۲۷۱) معصیت کی حالت میں ایمان کا نور باقی نہیں رہ سکتا۔ اگر یہ نور باقی رہتا تو وہ یہ معصیت ہی کیوں
 کرتا۔ نور ایمان کا وجود یعنی کمال ہے اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے یہاں غریب معترض یہ کہے کہ اس حالت میں ایمان
 یعنی تصدیق ہی باقی نہیں رہتی اس لئے انھوں نے مرتکب کبیرہ کو دائرۃ اسلام سے خارج کر ڈالا۔ پھر معلوم نہیں
 کہ ان بیبیوں حدیثوں کا ان کے پاس جواب کیا ہو گا جن میں امت کے عامیوں کی بخشش تواتر کے ساتھ منقول
 ہے۔ انسان جب صرف الفاظ کی شوکت اور اسالیب بیان سے مسائل بنانا شروع کر دیتا ہے تو غلط عقائد کا
 شکار بن کر رہتا ہے اسی لئے اصولیین نے لکھا ہے کہ جو الفاظ مدح و ذم کے موقع پر متعمل ہوں ان کو مسئلہ کا مدار
 نہ سمجھنا چاہئے۔ آئنا المشرکون نجس میں بھی مشرکین کے لئے نجاست کا لفظ بسلسلہ مذمت متعمل ہے۔ اس لئے
 فقہانے صرف اس لفظ کی وجہ سے ان پر نجاست کے تمام مسائل جاری نہیں کئے۔ (دیکھو بابۃ المجتہدان فی رشد)

(۲۷۲) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزْنِي الْعَبْدُ حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ الشَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ حِينَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَقْتُلُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُلْتُ لَا بَنُ عَبَّاسٍ كَيْفَ يَزْنِي الْإِنْسَانُ مِنْهُ قَالَ هَكَذَا وَتَبْتَكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ ثُمَّ أَحْرَجَهَا قُلْتُ تَابَ عَادَ إِلَيْهِ هَكَذَا وَتَبْتَكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ وَقَالَ ابُو عَبْدِ اللَّهِ لَا يَكُونُ هَذَا مَوْثِقًا نَامًا وَلَا يَكُونُ لَهُ نَوْرًا لِإِيمَانٍ هَذَا الْفُظُّ الْحَجَارِيُّ -

(۲۷۲) ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ زنا کرتا ہو تو اس حالت میں وہ مومن نہیں ہوتا اور جب چوری میں مشغول ہوتا ہے اور شرابی جب شراب پیتا ہے تو وہ بھی اس حالت میں مومن نہیں ہوتے اور جب کوئی کسی مسلمان کو ناحق قتل کرتا ہے تو اس وقت بھی وہ مومن نہیں ہوتا مگر کہتے ہیں میں نے ابن عباس سے پوچھا۔ اس بندہ سے اس کا ایمان کس طرح نکال لیا جاتا ہے انھوں نے اشارہ کر کے دکھایا کہ اس طرح پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈالیں پھر ان کو نکال کر علیحدہ کر لیا۔ اگر اس کے بعد توبہ کر لیتا ہے تو وہ پھر اس طرح واپس آ جاتا ہے۔ (یہ کہہ کر) پھر انگلیاں ملا لیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر تکاپ معصیت کی حالت میں بندہ مومن کامل نہیں رہتا اور اس کا نور ایمانی نکل جاتا ہے۔

(۲۷۲) امام بخاری نے اپنی اس تحقیق کو باب الزنا و فساد النحر میں خود ابن عباس سے بھی نقل کیا ہے۔ وعن ابن عباس بنزع عن نور الایمان فی الدنيا۔ حافظ ابن تیمیہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنے لڑکوں سے فرمایا کرتے تھے جیسے شادی کی عہدیت ہو جس اس کی شادی کر دیں کیونکہ اگر تم میں کوئی زنا کا مرتکب ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کا نور اس سے چھین لیگا۔ پھر یہ اس کی مرضی ہے خواہ واپس کرے یا نہ کرے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ان معاصی کی حالت میں ایمان اس سے علیحدہ کر لیا جاتا ہے اگر توبہ کرے تو واپس کر دیا جاتا ہے۔ طائوس کہتے ہیں کہ ان حالات میں مومن کا ایمان داخل ہو جاتا ہے۔ حضرت ابو جعفر فرماتے ہیں کہ یہ شخص دائرہ ایمانی سے نکل کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ گویا ان کے نزدیک ایران کا رتبہ اسلام سے بلند تر ہے۔ امام احمد سے بھی یہی منقول ہے اور امام ابو نصر نے ایک بڑی جماعت کا یہی خیال نقل کیا ہے۔ امام ابن ابی شیبہ فرماتے ہیں کہ یہ شخص کامل مومن نہیں رہتا اس کا ایمان ناقص ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ امام زہری سے سوال کیا گیا کہ جب ان حالات میں یہ شخص مومن نہیں تو فرمائیے اسے اور کیا کہیں۔ امام کو یہ سوال ناگوار گذرا۔ اصل وجہ یہ تھی کہ اگر مومن کہے اور حدیث کی کوئی تاویل کرے تو مصلحت کے خلاف ہوتا اور اگر کافر کہے تو مسئلہ کے خلاف ہوتا۔ سفیان ثوری سے منقول ہے کہ سلف اس قسم کی اہل حدیث کی تلوین کو ناپسند فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ تاویل کرنے سے ان قیامات کا زور ختم ہو جاتا ہے اور ان معاصی کی اجیت ذہن نشین کرنے کا جو اصل مقصد ہے وہ یکسر فوت ہوتا ہے۔ (کتاب الایمان والیوالبیت ج ۲ ص ۲۶۰ -)

(۲۷۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا زَنَى الْعَبْدُ خَرَجَ مِنْهُ الْإِيمَانُ وَكَانَ كَالْطَّلَةِ فَإِذَا انْقَلَمَ مِنْهَا رَجَعَ إِلَيْهَا الْإِيمَانُ. (رواه المحاكم في المستدرک ملا قال الذہبی علی شرط الشیخین

(۲۷۴) عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ زَنَى وَشَرِبَ الْخَمْرَ نَزَعَ اللَّهُ

(۲۷۳) ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جب بنہ زنا کر لے کر اس کے سر پر ایوان کی طرح معلق ہو جاتا ہے۔ جب وہ اس معصیت سے فارغ ہو جاتا ہے تو پھر لوٹ آتا ہے (مستدرک)

(۲۷۴) ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے زنا کیا یا

(۲۷۴) حافظ ابن تیمیہ نے اس مسئلے کو مرفوعاً بھی نقل کیا ہے۔ ابو داؤد نے حضرت ابوہریرہ سے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں۔ انکان یقول انما الايمان كقوب احدكم يلبس قمیة و یخلعہ اخری۔ ایمان کی مثال لباس کی سی ہے کبھی آدمی اسے اوڑھ لیتا ہے کبھی نادریتا ہے۔ (کتاب الايمان)

(۲۷۴) آپ نے دیکھا کہ حدیث مذکور جب تک صحابہ کے امین دائرہ انھوں نے اس کی تاویل میں بھی ایسا سزاوارت اختیار کیا جو الفاظ حدیث کے زبانی سے زیادہ قریب ہے اور جب وہ ائمہ کے درمیان آگئی تو مسئلہ بزرگ بن گیا مگر الفاظ حدیث سے استغراق باقی نہیں رہا۔ حضرت ابوہریرہ چاہتے ہیں کہ اس قسم کے عاصی سے ایمان ہی کی نفی کریں اور اس لئے فرماتے ہیں کہ اس کا ایمان اس کے قلب سے نکل کر اس کے اوپر ایوان کی طرح معلق ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس جو ان سے افقہ تھے انھوں نے عنوان اگرچہ وہی رکھا مگر بات ذرا اور صاف کر دی اور فرمایا کہ عاصی کے رکاب کے وقت میں نہ چھٹنے کے معنی ہیں کہ اس کے قلب سے ایمان نکل جاتا ہے۔ جب آئمہ کا دعویٰ انھوں نے اس تعبیر کو اور صاف کیا اور فرمایا کہ جس ایمان میں نوریانیت نہ ہو وہ ایمان ایک ناقص ایمان ہے اس لئے حدیث میں نفی کمال ملا ہے اور مطلب ہے کہ یہ عاصی مومن کامل نہیں رہتا اصل بات وہی تھی جو حضرت ابوہریرہ کی زبان سے نکلی مگر زبان نہ نبوت کو تبعید ہوتا گیا اسی قدر حدیث کی مراد زیادہ صفائی کے ساتھ سمجھانے کی اہمیت بڑھتی گئی۔ اس بیان سے اصولی طور پر آپ کے سمجھ لینا چاہیے کہ حدیث اور فقہ مزاج میں کیا فرق ہوتا ہے۔ محدث مزاج نامکان تعبیر حدیث کے اندر در نہایت ہے فقہ کے پیش نظر یہ رہتا ہے کہ فرض غریبت نامکان زیادہ سے زیادہ واضح ہو جائے۔ الفاظ سے اگر کچھ تبعید ہو لے تو ہو جائے مزاجوں کا یہ تفاوت صحابہ کے درمیان میں ملتا ہے مگر اتنی سی بات صاف ہو جاتی تو محدثین اور فقہاء کے درمیان جو اختلافات کی وسیع سطح حاصل ہو گئی ہرگز حائل نہ ہوتی۔ امام اعظم سے محدثین کو زیادہ تر زائد مثالی اسی مزاجی فرق کی بنا پر پیش آئی ہے۔ امام صاحب نے مسئلہ کی چھان بین کے لئے بحثوں میں بڑی وسعت پیدا کر دی اور یہ وسعت محدثین کے لئے ہر موقع پر ایک ہی ناگواری کا موجب بنتی رہی۔ نوبت بایں جا رسید کہ ان ہی مثالی اختلافات نے آئندہ حل کر دیا ہے یہی تحریر کی شکل اختیار کر لی اور آخر کار اسی بزدالت کی نمونہ ہوئے گی۔ ولی اللہ المستغنی۔

یہ حدیث جب سائیں صدی میں پہنچی تو حافظ ابن تیمیہ نے سلف کے اسی مضمون کو اشاکر فدا اور فادی شکل میں اراکباہ لکھتے ہیں کہ ایک عاصی کی مثال ایسی ہے جیسی آنکھیں بند کرنے کے بعد ایک بینا کی۔ اگر ایک بینا شخص اپنی

مِنْهُ لَا يَمَانُ لَكُمَا يَحْلُمُ الْإِنْسَانُ الْقَيْصُ مِنْ رَأْسِهِ۔ (مرہاۃ الحاکم فی المستدرک ۲/۱۷۸)

من لقی اللہ بالشہادتین غیر شاک فیہا دخل الجنة

(۲۷۵) عَنْ أَبِي مُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسِيرٍ قَالَ فَنَفِذَتْ أَزْوَادُ الْقَوْمِ قَالَ حَتَّى هَمَّ بِبَعْضِ حَكَايِكِهِمْ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ جَمَعْتَ مَا بَقِيَ مِنْ أَزْوَادِ الْقَوْمِ قَدْ عَوْتُ اللَّهُ عَلَيْهِ قَالَ فَعَمَلٌ قَالَ لَجَاءَ ذُو الْبَرِّ بِبَرِّهِ وَذُو الْقَمَرِ بِقَمَرِهِ قَالَ وَقَالَ فَجَاهِدْ وَذِ النِّكَاحَ بِنَوَاهُ قُلْتُ وَمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ بِالنِّسْوَى قَالَ كَانُوا

شراب پی، اللہ تعالیٰ اس کا ایمان اس طرح کمال لیتا ہے جیسا انسان اپنی قمیص سر کی طرف سر آتا لیتا ہے۔ (مستدرک)

جس کی موت یقین پر آجائے وہ یقیناً جنتی ہوتا ہے

(۲۷۵) ابو ہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ ایک سفر (غزوہ تبوک) میں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، لوگوں کا زادراہ ختم ہو گیا تھا حتیٰ کہ نوبت اس کی آگئی تھی کہ ان میں کسی کسی نے تو اپنی اذنی فنج کرنے کا بھی ارادہ کر لیا تھا حضرت عمرؓ بولے یا رسول اللہؐ کاش آپ لوگوں کا بایماندہ نادراہ منگا کر ایک جگہ جمع کر لیتے پھر اس میں دعا برکت فرما دیتے (تو بہتر ہوتا) آپ نے ایسا ہی کیا۔ راوی کہتا ہے جس کے پاس گیمہوں تھے وہ گیمہوں لے آیا اور جس کے پاس کھجوریں تھیں وہ کھجوریں لے آیا، مجاہد کہتے ہیں جس کے پاس کھجوروں کی گٹھلیاں تھیں وہ اپنی گٹھلیاں ہی لے آیا۔ میں نے پوچھا بھلا

آٹھیں بند کر لے تو اسے بھی کچھ نظر نہیں آتا اور اس لحاظ سے یہ بیانا اور ایک نابینا برابر ہو جاتا ہو نہ یہ دیکھتا ہے نہ وہ۔ لیکن فرق یہ ہے کہ نابینا نورعبہ ہی نہیں رکھتا اور دینا اگرچہ نور تو رکھتا ہے مگر غلاف چشم کی وجہ سے وہ نور کام نہیں کرتا اس لئے نابینا کی برابر ہو جاتا ہے اسی طرح ایک مومن کے نور بصیرت پر جب بہیمیت کا حجاب پڑ جاتا ہے تو وہ بھی کافر کی طرح معصیت و طاعت کا فرق نہیں پہچانتا۔ اس لئے یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ مومن جس حالت میں فنا کرنا ہو اس کا نور تصدیق جوش بہیمیت سے ایسا دم پڑ جاتا ہے کہ اسے بھی معصیت کرنے میں کوئی باک نہیں رہتا اور اس تہور و جزات کے عالم میں اس پر مومن کو اطلاق بلا شکل ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر توبہ کر لے تو یہ حجاب بہیمیت پھر چاک ہو جاتا ہے اور نور ایمانی پھر جگمگانے لگتا ہے۔ (دیکھو کتاب الايمان مسئلہ ۱۳۳ و ۱۳۴ و ۱۳۵ و ۱۳۶ و ۱۳۷ و ۱۳۸ و ۱۳۹ و ۱۴۰ و ۱۴۱ و ۱۴۲ و ۱۴۳ و ۱۴۴ و ۱۴۵ و ۱۴۶ و ۱۴۷ و ۱۴۸ و ۱۴۹ و ۱۵۰ و ۱۵۱ و ۱۵۲ و ۱۵۳ و ۱۵۴ و ۱۵۵ و ۱۵۶ و ۱۵۷ و ۱۵۸ و ۱۵۹ و ۱۶۰ و ۱۶۱ و ۱۶۲ و ۱۶۳ و ۱۶۴ و ۱۶۵ و ۱۶۶ و ۱۶۷ و ۱۶۸ و ۱۶۹ و ۱۷۰ و ۱۷۱ و ۱۷۲ و ۱۷۳ و ۱۷۴ و ۱۷۵ و ۱۷۶ و ۱۷۷ و ۱۷۸ و ۱۷۹ و ۱۸۰ و ۱۸۱ و ۱۸۲ و ۱۸۳ و ۱۸۴ و ۱۸۵ و ۱۸۶ و ۱۸۷ و ۱۸۸ و ۱۸۹ و ۱۹۰ و ۱۹۱ و ۱۹۲ و ۱۹۳ و ۱۹۴ و ۱۹۵ و ۱۹۶ و ۱۹۷ و ۱۹۸ و ۱۹۹ و ۲۰۰ و ۲۰۱ و ۲۰۲ و ۲۰۳ و ۲۰۴ و ۲۰۵ و ۲۰۶ و ۲۰۷ و ۲۰۸ و ۲۰۹ و ۲۱۰ و ۲۱۱ و ۲۱۲ و ۲۱۳ و ۲۱۴ و ۲۱۵ و ۲۱۶ و ۲۱۷ و ۲۱۸ و ۲۱۹ و ۲۲۰ و ۲۲۱ و ۲۲۲ و ۲۲۳ و ۲۲۴ و ۲۲۵ و ۲۲۶ و ۲۲۷ و ۲۲۸ و ۲۲۹ و ۲۳۰ و ۲۳۱ و ۲۳۲ و ۲۳۳ و ۲۳۴ و ۲۳۵ و ۲۳۶ و ۲۳۷ و ۲۳۸ و ۲۳۹ و ۲۴۰ و ۲۴۱ و ۲۴۲ و ۲۴۳ و ۲۴۴ و ۲۴۵ و ۲۴۶ و ۲۴۷ و ۲۴۸ و ۲۴۹ و ۲۵۰ و ۲۵۱ و ۲۵۲ و ۲۵۳ و ۲۵۴ و ۲۵۵ و ۲۵۶ و ۲۵۷ و ۲۵۸ و ۲۵۹ و ۲۶۰ و ۲۶۱ و ۲۶۲ و ۲۶۳ و ۲۶۴ و ۲۶۵ و ۲۶۶ و ۲۶۷ و ۲۶۸ و ۲۶۹ و ۲۷۰ و ۲۷۱ و ۲۷۲ و ۲۷۳ و ۲۷۴ و ۲۷۵ و ۲۷۶ و ۲۷۷ و ۲۷۸ و ۲۷۹ و ۲۸۰ و ۲۸۱ و ۲۸۲ و ۲۸۳ و ۲۸۴ و ۲۸۵ و ۲۸۶ و ۲۸۷ و ۲۸۸ و ۲۸۹ و ۲۹۰ و ۲۹۱ و ۲۹۲ و ۲۹۳ و ۲۹۴ و ۲۹۵ و ۲۹۶ و ۲۹۷ و ۲۹۸ و ۲۹۹ و ۳۰۰ و ۳۰۱ و ۳۰۲ و ۳۰۳ و ۳۰۴ و ۳۰۵ و ۳۰۶ و ۳۰۷ و ۳۰۸ و ۳۰۹ و ۳۱۰ و ۳۱۱ و ۳۱۲ و ۳۱۳ و ۳۱۴ و ۳۱۵ و ۳۱۶ و ۳۱۷ و ۳۱۸ و ۳۱۹ و ۳۲۰ و ۳۲۱ و ۳۲۲ و ۳۲۳ و ۳۲۴ و ۳۲۵ و ۳۲۶ و ۳۲۷ و ۳۲۸ و ۳۲۹ و ۳۳۰ و ۳۳۱ و ۳۳۲ و ۳۳۳ و ۳۳۴ و ۳۳۵ و ۳۳۶ و ۳۳۷ و ۳۳۸ و ۳۳۹ و ۳۴۰ و ۳۴۱ و ۳۴۲ و ۳۴۳ و ۳۴۴ و ۳۴۵ و ۳۴۶ و ۳۴۷ و ۳۴۸ و ۳۴۹ و ۳۵۰ و ۳۵۱ و ۳۵۲ و ۳۵۳ و ۳۵۴ و ۳۵۵ و ۳۵۶ و ۳۵۷ و ۳۵۸ و ۳۵۹ و ۳۶۰ و ۳۶۱ و ۳۶۲ و ۳۶۳ و ۳۶۴ و ۳۶۵ و ۳۶۶ و ۳۶۷ و ۳۶۸ و ۳۶۹ و ۳۷۰ و ۳۷۱ و ۳۷۲ و ۳۷۳ و ۳۷۴ و ۳۷۵ و ۳۷۶ و ۳۷۷ و ۳۷۸ و ۳۷۹ و ۳۸۰ و ۳۸۱ و ۳۸۲ و ۳۸۳ و ۳۸۴ و ۳۸۵ و ۳۸۶ و ۳۸۷ و ۳۸۸ و ۳۸۹ و ۳۹۰ و ۳۹۱ و ۳۹۲ و ۳۹۳ و ۳۹۴ و ۳۹۵ و ۳۹۶ و ۳۹۷ و ۳۹۸ و ۳۹۹ و ۴۰۰ و ۴۰۱ و ۴۰۲ و ۴۰۳ و ۴۰۴ و ۴۰۵ و ۴۰۶ و ۴۰۷ و ۴۰۸ و ۴۰۹ و ۴۱۰ و ۴۱۱ و ۴۱۲ و ۴۱۳ و ۴۱۴ و ۴۱۵ و ۴۱۶ و ۴۱۷ و ۴۱۸ و ۴۱۹ و ۴۲۰ و ۴۲۱ و ۴۲۲ و ۴۲۳ و ۴۲۴ و ۴۲۵ و ۴۲۶ و ۴۲۷ و ۴۲۸ و ۴۲۹ و ۴۳۰ و ۴۳۱ و ۴۳۲ و ۴۳۳ و ۴۳۴ و ۴۳۵ و ۴۳۶ و ۴۳۷ و ۴۳۸ و ۴۳۹ و ۴۴۰ و ۴۴۱ و ۴۴۲ و ۴۴۳ و ۴۴۴ و ۴۴۵ و ۴۴۶ و ۴۴۷ و ۴۴۸ و ۴۴۹ و ۴۵۰ و ۴۵۱ و ۴۵۲ و ۴۵۳ و ۴۵۴ و ۴۵۵ و ۴۵۶ و ۴۵۷ و ۴۵۸ و ۴۵۹ و ۴۶۰ و ۴۶۱ و ۴۶۲ و ۴۶۳ و ۴۶۴ و ۴۶۵ و ۴۶۶ و ۴۶۷ و ۴۶۸ و ۴۶۹ و ۴۷۰ و ۴۷۱ و ۴۷۲ و ۴۷۳ و ۴۷۴ و ۴۷۵ و ۴۷۶ و ۴۷۷ و ۴۷۸ و ۴۷۹ و ۴۸۰ و ۴۸۱ و ۴۸۲ و ۴۸۳ و ۴۸۴ و ۴۸۵ و ۴۸۶ و ۴۸۷ و ۴۸۸ و ۴۸۹ و ۴۹۰ و ۴۹۱ و ۴۹۲ و ۴۹۳ و ۴۹۴ و ۴۹۵ و ۴۹۶ و ۴۹۷ و ۴۹۸ و ۴۹۹ و ۵۰۰ و ۵۰۱ و ۵۰۲ و ۵۰۳ و ۵۰۴ و ۵۰۵ و ۵۰۶ و ۵۰۷ و ۵۰۸ و ۵۰۹ و ۵۱۰ و ۵۱۱ و ۵۱۲ و ۵۱۳ و ۵۱۴ و ۵۱۵ و ۵۱۶ و ۵۱۷ و ۵۱۸ و ۵۱۹ و ۵۲۰ و ۵۲۱ و ۵۲۲ و ۵۲۳ و ۵۲۴ و ۵۲۵ و ۵۲۶ و ۵۲۷ و ۵۲۸ و ۵۲۹ و ۵۳۰ و ۵۳۱ و ۵۳۲ و ۵۳۳ و ۵۳۴ و ۵۳۵ و ۵۳۶ و ۵۳۷ و ۵۳۸ و ۵۳۹ و ۵۴۰ و ۵۴۱ و ۵۴۲ و ۵۴۳ و ۵۴۴ و ۵۴۵ و ۵۴۶ و ۵۴۷ و ۵۴۸ و ۵۴۹ و ۵۵۰ و ۵۵۱ و ۵۵۲ و ۵۵۳ و ۵۵۴ و ۵۵۵ و ۵۵۶ و ۵۵۷ و ۵۵۸ و ۵۵۹ و ۵۶۰ و ۵۶۱ و ۵۶۲ و ۵۶۳ و ۵۶۴ و ۵۶۵ و ۵۶۶ و ۵۶۷ و ۵۶۸ و ۵۶۹ و ۵۷۰ و ۵۷۱ و ۵۷۲ و ۵۷۳ و ۵۷۴ و ۵۷۵ و ۵۷۶ و ۵۷۷ و ۵۷۸ و ۵۷۹ و ۵۸۰ و ۵۸۱ و ۵۸۲ و ۵۸۳ و ۵۸۴ و ۵۸۵ و ۵۸۶ و ۵۸۷ و ۵۸۸ و ۵۸۹ و ۵۹۰ و ۵۹۱ و ۵۹۲ و ۵۹۳ و ۵۹۴ و ۵۹۵ و ۵۹۶ و ۵۹۷ و ۵۹۸ و ۵۹۹ و ۶۰۰ و ۶۰۱ و ۶۰۲ و ۶۰۳ و ۶۰۴ و ۶۰۵ و ۶۰۶ و ۶۰۷ و ۶۰۸ و ۶۰۹ و ۶۱۰ و ۶۱۱ و ۶۱۲ و ۶۱۳ و ۶۱۴ و ۶۱۵ و ۶۱۶ و ۶۱۷ و ۶۱۸ و ۶۱۹ و ۶۲۰ و ۶۲۱ و ۶۲۲ و ۶۲۳ و ۶۲۴ و ۶۲۵ و ۶۲۶ و ۶۲۷ و ۶۲۸ و ۶۲۹ و ۶۳۰ و ۶۳۱ و ۶۳۲ و ۶۳۳ و ۶۳۴ و ۶۳۵ و ۶۳۶ و ۶۳۷ و ۶۳۸ و ۶۳۹ و ۶۴۰ و ۶۴۱ و ۶۴۲ و ۶۴۳ و ۶۴۴ و ۶۴۵ و ۶۴۶ و ۶۴۷ و ۶۴۸ و ۶۴۹ و ۶۵۰ و ۶۵۱ و ۶۵۲ و ۶۵۳ و ۶۵۴ و ۶۵۵ و ۶۵۶ و ۶۵۷ و ۶۵۸ و ۶۵۹ و ۶۶۰ و ۶۶۱ و ۶۶۲ و ۶۶۳ و ۶۶۴ و ۶۶۵ و ۶۶۶ و ۶۶۷ و ۶۶۸ و ۶۶۹ و ۶۷۰ و ۶۷۱ و ۶۷۲ و ۶۷۳ و ۶۷۴ و ۶۷۵ و ۶۷۶ و ۶۷۷ و ۶۷۸ و ۶۷۹ و ۶۸۰ و ۶۸۱ و ۶۸۲ و ۶۸۳ و ۶۸۴ و ۶۸۵ و ۶۸۶ و ۶۸۷ و ۶۸۸ و ۶۸۹ و ۶۹۰ و ۶۹۱ و ۶۹۲ و ۶۹۳ و ۶۹۴ و ۶۹۵ و ۶۹۶ و ۶۹۷ و ۶۹۸ و ۶۹۹ و ۷۰۰ و ۷۰۱ و ۷۰۲ و ۷۰۳ و ۷۰۴ و ۷۰۵ و ۷۰۶ و ۷۰۷ و ۷۰۸ و ۷۰۹ و ۷۱۰ و ۷۱۱ و ۷۱۲ و ۷۱۳ و ۷۱۴ و ۷۱۵ و ۷۱۶ و ۷۱۷ و ۷۱۸ و ۷۱۹ و ۷۲۰ و ۷۲۱ و ۷۲۲ و ۷۲۳ و ۷۲۴ و ۷۲۵ و ۷۲۶ و ۷۲۷ و ۷۲۸ و ۷۲۹ و ۷۳۰ و ۷۳۱ و ۷۳۲ و ۷۳۳ و ۷۳۴ و ۷۳۵ و ۷۳۶ و ۷۳۷ و ۷۳۸ و ۷۳۹ و ۷۴۰ و ۷۴۱ و ۷۴۲ و ۷۴۳ و ۷۴۴ و ۷۴۵ و ۷۴۶ و ۷۴۷ و ۷۴۸ و ۷۴۹ و ۷۵۰ و ۷۵۱ و ۷۵۲ و ۷۵۳ و ۷۵۴ و ۷۵۵ و ۷۵۶ و ۷۵۷ و ۷۵۸ و ۷۵۹ و ۷۶۰ و ۷۶۱ و ۷۶۲ و ۷۶۳ و ۷۶۴ و ۷۶۵ و ۷۶۶ و ۷۶۷ و ۷۶۸ و ۷۶۹ و ۷۷۰ و ۷۷۱ و ۷۷۲ و ۷۷۳ و ۷۷۴ و ۷۷۵ و ۷۷۶ و ۷۷۷ و ۷۷۸ و ۷۷۹ و ۷۸۰ و ۷۸۱ و ۷۸۲ و ۷۸۳ و ۷۸۴ و ۷۸۵ و ۷۸۶ و ۷۸۷ و ۷۸۸ و ۷۸۹ و ۷۹۰ و ۷۹۱ و ۷۹۲ و ۷۹۳ و ۷۹۴ و ۷۹۵ و ۷۹۶ و ۷۹۷ و ۷۹۸ و ۷۹۹ و ۸۰۰ و ۸۰۱ و ۸۰۲ و ۸۰۳ و ۸۰۴ و ۸۰۵ و ۸۰۶ و ۸۰۷ و ۸۰۸ و ۸۰۹ و ۸۱۰ و ۸۱۱ و ۸۱۲ و ۸۱۳ و ۸۱۴ و ۸۱۵ و ۸۱۶ و ۸۱۷ و ۸۱۸ و ۸۱۹ و ۸۲۰ و ۸۲۱ و ۸۲۲ و ۸۲۳ و ۸۲۴ و ۸۲۵ و ۸۲۶ و ۸۲۷ و ۸۲۸ و ۸۲۹ و ۸۳۰ و ۸۳۱ و ۸۳۲ و ۸۳۳ و ۸۳۴ و ۸۳۵ و ۸۳۶ و ۸۳۷ و ۸۳۸ و ۸۳۹ و ۸۴۰ و ۸۴۱ و ۸۴۲ و ۸۴۳ و ۸۴۴ و ۸۴۵ و ۸۴۶ و ۸۴۷ و ۸۴۸ و ۸۴۹ و ۸۵۰ و ۸۵۱ و ۸۵۲ و ۸۵۳ و ۸۵۴ و ۸۵۵ و ۸۵۶ و ۸۵۷ و ۸۵۸ و ۸۵۹ و ۸۶۰ و ۸۶۱ و ۸۶۲ و ۸۶۳ و ۸۶۴ و ۸۶۵ و ۸۶۶ و ۸۶۷ و ۸۶۸ و ۸۶۹ و ۸۷۰ و ۸۷۱ و ۸۷۲ و ۸۷۳ و ۸۷۴ و ۸۷۵ و ۸۷۶ و ۸۷۷ و ۸۷۸ و ۸۷۹ و ۸۸۰ و ۸۸۱ و ۸۸۲ و ۸۸۳ و ۸۸۴ و ۸۸۵ و ۸۸۶ و ۸۸۷ و ۸۸۸ و ۸۸۹ و ۸۹۰ و ۸۹۱ و ۸۹۲ و ۸۹۳ و ۸۹۴ و ۸۹۵ و ۸۹۶ و ۸۹۷ و ۸۹۸ و ۸۹۹ و ۹۰۰ و ۹۰۱ و ۹۰۲ و ۹۰۳ و ۹۰۴ و ۹۰۵ و ۹۰۶ و ۹۰۷ و ۹۰۸ و ۹۰۹ و ۹۱۰ و ۹۱۱ و ۹۱۲ و ۹۱۳ و ۹۱۴ و ۹۱۵ و ۹۱۶ و ۹۱۷ و ۹۱۸ و ۹۱۹ و ۹۲۰ و ۹۲۱ و ۹۲۲ و ۹۲۳ و ۹۲۴ و ۹۲۵ و ۹۲۶ و ۹۲۷ و ۹۲۸ و ۹۲۹ و ۹۳۰ و ۹۳۱ و ۹۳۲ و ۹۳۳ و ۹۳۴ و ۹۳۵ و ۹۳۶ و ۹۳۷ و ۹۳۸ و ۹۳۹ و ۹۴۰ و ۹۴۱ و ۹۴۲ و ۹۴۳ و ۹۴۴ و ۹۴۵ و ۹۴۶ و ۹۴۷ و ۹۴۸ و ۹۴۹ و ۹۵۰ و ۹۵۱ و ۹۵۲ و ۹۵۳ و ۹۵۴ و ۹۵۵ و ۹۵۶ و ۹۵۷ و ۹۵۸ و ۹۵۹ و ۹۶۰ و ۹۶۱ و ۹۶۲ و ۹۶۳ و ۹۶۴ و ۹۶۵ و ۹۶۶ و ۹۶۷ و ۹۶۸ و ۹۶۹ و ۹۷۰ و ۹۷۱ و ۹۷۲ و ۹۷۳ و ۹۷۴ و ۹۷۵ و ۹۷۶ و ۹۷۷ و ۹۷۸ و ۹۷۹ و ۹۸۰ و ۹۸۱ و ۹۸۲ و ۹۸۳ و ۹۸۴ و ۹۸۵ و ۹۸۶ و ۹۸۷ و ۹۸۸ و ۹۸۹ و ۹۹۰ و ۹۹۱ و ۹۹۲ و ۹۹۳ و ۹۹۴ و ۹۹۵ و ۹۹۶ و ۹۹۷ و ۹۹۸ و ۹۹۹ و ۱۰۰۰ و ۱۰۰۱ و ۱۰۰۲ و ۱۰۰۳ و ۱۰۰۴ و ۱۰۰۵ و ۱۰۰۶ و ۱۰۰۷ و ۱۰۰۸ و ۱۰۰۹ و ۱۰۱۰ و ۱۰۱۱ و ۱۰۱۲ و ۱۰۱۳ و ۱۰۱۴ و ۱۰۱۵ و ۱۰۱۶ و ۱۰۱۷ و ۱۰۱۸ و ۱۰۱۹ و ۱۰۲۰ و ۱۰۲۱ و ۱۰۲۲ و ۱۰۲۳ و ۱۰۲۴ و ۱۰۲۵ و ۱۰۲۶ و ۱۰۲۷ و ۱۰۲۸ و ۱۰۲۹ و ۱۰۳۰ و ۱۰۳۱ و ۱۰۳۲ و ۱۰۳۳ و ۱۰۳۴ و ۱۰۳۵ و ۱۰۳۶ و ۱۰۳۷ و ۱۰۳۸ و ۱۰۳۹ و ۱۰۴۰ و ۱۰۴۱ و ۱۰۴۲ و ۱۰۴۳ و ۱۰۴۴ و ۱۰۴۵ و ۱۰۴۶ و ۱۰۴۷ و ۱۰۴۸ و ۱۰۴۹ و ۱۰۵۰ و ۱۰۵۱ و ۱۰۵۲ و ۱۰۵۳ و ۱۰۵۴ و ۱۰۵۵ و ۱۰۵۶ و ۱۰۵۷ و ۱۰۵۸ و ۱۰۵۹ و ۱۰۶۰ و ۱۰۶۱ و ۱۰۶۲ و ۱۰۶۳ و ۱۰۶۴ و ۱۰۶۵ و ۱۰۶۶ و ۱۰۶۷ و ۱۰۶۸ و ۱۰۶۹ و ۱۰۷۰ و ۱۰۷۱ و ۱۰۷۲ و ۱۰۷۳ و ۱۰۷۴ و ۱۰۷۵ و ۱۰۷۶ و ۱۰۷۷ و ۱۰۷۸ و ۱۰۷۹ و ۱۰۸۰ و ۱۰۸۱ و ۱۰۸۲ و ۱۰۸۳ و ۱۰۸۴ و ۱۰۸۵ و ۱۰۸۶ و ۱۰۸۷ و ۱۰۸۸ و ۱۰۸۹ و ۱۰۹۰ و ۱۰۹۱ و ۱۰۹۲ و ۱۰۹۳ و ۱۰۹۴ و ۱۰۹۵ و ۱۰۹۶ و ۱۰۹۷ و ۱۰۹۸ و ۱۰۹۹ و ۱۱۰۰ و ۱۱۰۱ و ۱۱۰۲ و ۱۱۰۳ و ۱۱۰۴ و ۱۱۰۵ و ۱۱۰۶ و ۱۱۰۷ و ۱۱۰۸ و ۱۱۰۹ و ۱۱۱۰ و ۱۱۱۱ و ۱۱۱۲ و ۱۱۱۳ و ۱۱۱۴ و ۱۱۱۵ و ۱۱۱۶ و ۱۱۱۷ و ۱۱۱۸ و ۱۱۱۹ و ۱۱۲۰ و ۱۱۲۱ و ۱۱۲۲ و ۱۱۲۳ و ۱۱۲۴ و ۱۱۲۵ و ۱۱۲۶ و ۱۱۲۷ و ۱۱۲۸ و ۱۱۲۹ و ۱۱۳۰ و ۱۱۳۱ و ۱۱۳۲ و ۱۱۳۳ و ۱۱۳۴ و ۱۱۳۵ و ۱۱۳۶ و ۱۱۳۷ و ۱۱۳۸ و ۱۱۳۹ و ۱۱۴۰ و ۱۱۴۱ و ۱۱۴۲ و ۱۱۴۳ و ۱۱۴۴ و ۱۱۴۵ و ۱۱۴۶ و ۱۱۴۷ و ۱۱۴۸ و ۱۱۴۹ و ۱۱۵۰ و ۱۱۵۱ و ۱۱۵۲ و ۱۱۵۳ و ۱۱۵۴ و ۱۱۵۵ و ۱۱۵۶ و ۱۱۵۷ و ۱۱۵۸ و ۱۱۵۹ و ۱۱۶۰ و ۱۱۶۱ و ۱۱۶۲ و ۱۱۶۳ و ۱۱۶۴ و ۱۱۶۵ و ۱۱۶۶ و ۱۱۶۷ و ۱۱۶۸ و ۱۱۶۹ و ۱۱۷۰ و ۱۱۷۱ و ۱۱۷۲ و ۱۱۷۳ و ۱۱۷۴ و ۱۱۷۵ و ۱۱۷۶ و ۱۱۷۷ و ۱۱۷۸ و ۱۱۷۹ و ۱۱۸۰ و ۱۱۸۱ و ۱۱۸۲ و ۱۱۸۳ و ۱۱۸۴ و ۱۱۸۵ و ۱۱۸۶ و ۱۱۸۷ و ۱۱۸۸ و ۱۱۸۹ و ۱۱۹۰ و ۱۱۹۱ و ۱۱۹۲ و ۱۱۹۳ و ۱۱۹۴ و ۱۱۹۵ و ۱۱۹۶ و ۱۱۹۷ و ۱۱۹۸ و ۱۱۹۹ و ۱۲۰۰ و ۱۲۰۱ و ۱۲۰۲ و ۱۲۰۳ و ۱۲۰۴ و ۱۲۰۵ و ۱۲۰۶ و ۱۲۰۷ و ۱۲۰۸ و ۱۲۰۹ و ۱۲۱۰ و ۱۲۱۱ و ۱۲۱۲ و ۱۲۱۳ و ۱۲۱۴ و ۱۲۱۵ و ۱۲۱۶ و ۱۲۱۷ و ۱۲۱۸ و ۱۲۱۹ و ۱۲۲۰ و ۱۲۲۱ و ۱۲۲۲ و ۱۲۲۳ و ۱۲۲۴ و ۱۲۲۵ و ۱۲۲۶ و ۱۲۲۷ و ۱۲۲۸ و ۱۲۲۹ و ۱۲۳۰ و ۱۲۳۱ و ۱۲۳۲ و ۱۲۳۳ و ۱۲۳۴ و ۱۲۳۵ و ۱۲۳۶ و ۱۲۳۷ و ۱۲۳۸ و ۱۲۳۹ و ۱۲۴۰ و ۱۲۴۱ و ۱۲۴۲ و ۱۲۴۳ و ۱۲۴۴ و ۱۲۴۵ و ۱۲۴۶ و ۱۲۴۷ و ۱۲۴۸ و ۱۲۴۹ و ۱۲۵۰ و ۱۲۵۱ و ۱۲۵۲ و ۱۲۵۳ و ۱۲۵۴ و ۱۲۵۵ و ۱۲۵۶ و ۱۲۵۷ و ۱۲۵۸ و ۱۲۵۹ و ۱۲۶۰ و ۱۲۶۱ و ۱۲۶۲ و ۱۲۶۳ و ۱۲۶۴ و ۱۲۶۵ و ۱۲۶۶ و ۱۲۶۷ و ۱۲۶۸ و ۱۲۶۹ و ۱۲۷۰ و ۱۲۷۱ و ۱۲۷۲ و ۱۲۷۳ و ۱۲۷۴ و ۱۲۷۵ و ۱۲۷۶ و ۱۲۷۷ و ۱۲۷۸ و ۱۲۷۹ و ۱۲۸۰ و ۱۲۸۱ و ۱۲۸۲ و ۱۲۸۳ و ۱۲۸۴ و ۱۲۸۵ و ۱۲۸۶ و ۱۲۸۷ و ۱۲۸۸ و ۱۲۸۹ و ۱۲۹۰ و ۱۲۹۱ و ۱۲۹۲ و ۱۲۹۳ و ۱۲۹۴ و ۱۲۹۵ و ۱۲۹۶ و ۱۲۹۷ و ۱۲۹۸ و ۱۲۹۹ و ۱۳۰۰ و ۱۳۰۱ و ۱۳۰۲ و ۱۳۰۳ و ۱۳۰۴ و ۱۳۰۵ و ۱۳۰۶ و ۱۳۰۷ و ۱۳۰۸ و ۱۳۰۹ و ۱۳۱۰ و ۱۳۱۱ و ۱۳۱۲ و ۱۳۱۳ و ۱۳۱۴ و ۱۳۱۵ و ۱۳۱۶ و ۱۳۱۷ و ۱۳۱۸ و ۱۳۱۹ و ۱۳۲۰ و ۱۳۲۱ و ۱۳۲۲ و ۱۳۲۳ و ۱۳۲۴ و ۱۳۲۵ و ۱۳۲۶ و ۱۳۲۷ و ۱۳۲۸ و ۱۳۲۹ و ۱۳۳۰ و ۱۳۳۱ و ۱۳۳۲ و ۱۳۳۳ و ۱۳۳۴ و ۱۳۳۵ و ۱۳۳۶ و ۱۳۳۷ و ۱۳۳۸ و ۱۳۳۹ و ۱۳۴۰ و ۱۳۴۱ و ۱۳۴۲ و ۱۳۴۳ و ۱۳۴۴ و ۱۳۴۵ و ۱۳۴۶ و ۱۳۴۷ و ۱۳۴۸ و ۱۳۴۹ و ۱۳۵۰ و ۱۳۵۱ و ۱۳۵۲ و ۱۳۵۳ و ۱۳۵۴ و ۱۳۵۵ و ۱۳۵۶ و ۱۳۵۷ و ۱۳۵۸ و ۱۳۵۹ و ۱۳۶۰ و ۱۳۶۱ و ۱۳۶۲ و ۱۳۶۳ و ۱۳۶۴ و ۱۳۶۵ و ۱۳۶۶ و ۱۳۶۷ و ۱۳۶۸ و ۱۳۶۹ و ۱۳۷۰ و ۱۳۷۱ و ۱۳۷۲ و ۱۳۷۳ و ۱۳۷۴ و ۱۳۷۵ و ۱۳۷۶ و ۱۳۷۷ و ۱۳۷۸ و ۱۳۷۹ و ۱۳۸۰ و ۱۳۸۱ و ۱۳۸۲ و ۱۳۸۳ و ۱۳۸۴ و ۱۳۸۵ و ۱۳۸۶ و ۱۳۸۷ و ۱۳۸۸ و ۱۳۸۹ و ۱۳۹۰ و ۱۳۹۱ و ۱۳۹۲ و ۱۳۹۳ و ۱۳۹۴ و ۱۳۹۵ و ۱۳۹۶ و ۱۳۹۷ و ۱۳۹۸ و ۱۳۹۹ و ۱۴۰۰ و ۱۴۰۱ و ۱۴۰۲ و ۱۴۰۳ و ۱۴۰۴ و ۱۴۰۵ و ۱۴۰۶ و ۱۴۰۷ و ۱۴۰۸ و ۱۴۰۹ و ۱۴۱۰ و ۱۴۱۱ و ۱۴۱۲ و ۱۴۱۳ و ۱۴۱۴ و ۱۴۱۵ و ۱۴۱۶ و ۱۴۱۷ و ۱۴۱۸ و ۱۴۱۹ و ۱۴۲۰ و ۱۴۲۱ و ۱۴۲۲ و ۱۴۲۳ و ۱۴۲۴ و ۱۴۲۵ و ۱۴۲۶ و ۱۴۲۷ و ۱۴۲۸ و ۱۴۲

يَمْصُونَهُ وَيَشْرَبُونَ عَلَيْهِ الْمَاءَ قَالَ قَدْ عَايَنْتُهَا قَالَ حَتَّىٰ مَلَكَ الْقَوْمُ أَرْوَدَهُمْ قَالِ
فَقَالَ عِنْدَ ذَلِكَ أَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ لَا يَلْقَى اللَّهُ هَمًّا عَبْدٌ غَيْرَ
شَاكٍ فِيهِ مَا لَا دَخَلَ الْجَنَّةَ (مرقاہ مسلم)

(۲۷۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ بِكُلِّ بُنَادِيٍّ فَلَمَّا سَكَتَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
مَنْ قَالَ مِثْلَ هَذَا يَقِينًا دَخَلَ الْجَنَّةَ (اخرجه النسائي والحاكم وابن حبان)

(۲۷۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُبَيْشٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ آتِيَ الْأَعْمَالِ
أَفْضَلَ قَالَ إِيْمَانٌ لَا شَكَّ فِيهِ وَحَمْدٌ لَا غُلُولَ فِيهِ وَحُجَّةٌ مُبْرُورَةٌ قِيلَ فَأَيُّ الصَّلَاةِ
أَفْضَلُ قَالَ طَوْلُ الْقُتُوبِ (الحديث رواه النسائي)

(۲۷۸) عَنْ عُمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَهُوَ

گشایاں ان کے کس کام آتی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ انہیں ہم چوس پیتے اور اس پر پانی پی لیا کرتے
تھے، آپ نے ان میں دعا برکت فرمائی پھر اتنی برکت ہوئی کہ لوگوں نے اپنے اپنے ناشتہ وان بھر لئے
اس کے بعد آپ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ اور اس بات کی بھی کہ میں
اس کا پیغمبر ہوں۔ جو شخص کسی شک و تردید کے بغیر ان دعاؤں کی گواہی دیتا ہو خدا تعالیٰ کے حضور
میں حاضر ہو گا وہ ضرور جنت میں جائے گا۔ (مسلم)

(۲۷۶) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ بلال اذان دینے کھڑے ہوئے جب فارغ ہو گئے تو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یقین کے ساتھ یہ کلمات کہے وہ یقیناً جنت میں جائیگا **یَا اَللّٰهُمَّ**
(۲۷۷) عبد اللہ بن حبشی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا
علموں میں کون کون سے عمل سب سے بہتر ہیں؟ آپ نے فرمایا ایسا ایمان جس میں خدا شک نہ ہو، ایسا جہاد
جس میں ذرہ برابر خیانت نہ ہو اور ایسا حج جس میں کوئی جنایت نہ کی جائے اس کے بعد اس نے پوچھا
یہ نماز کونسی افضل ہے فرمایا جس میں قیام لیا ہو۔ (نسائی)

(۲۷۸) عثمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس یقین

(۲۷۸) یہاں علم کے معنی صرف دانش نہیں۔ صرف دانش تو شرعی نظریں کوئی اہمیت رکھتا ہے
اور نہ اس پر دخول جنت کی بشارت مرتب ہے بلکہ معرفت و یقین کے معنی مراد ہیں جیسا کہ اس باب کی دوسری
احادیث سے ظاہر ہے۔ اور خلاصہ یہ ہے کہ جو اس عقیدہ جازم اور یقیناً کائنات کے ساتھ دنیا سے گزر جائے گا وہ

يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (سواء مسلم)

ذکر ما وقر فی قلوب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الیقین

(۲۷۹) عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ هَلْ كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُونَ قُلُوبَهُمْ فِي قُلُوبِهِمْ أَعْظَمَ مِنَ الْجَبَلِ وَقَالَ بِلَالُ بْنُ سَعْدٍ أَدْرَكْتَهُمْ يَشْتَدُّونَ بَيْنَ الْأَعْرَاضِ وَيَضَعُونَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ فَإِذَا كَانَ اللَّيْلُ كَانُوا أَرْهَابًا. (سواء فی شرح السنہ)

کے ساتھ مرجائے کہ خدا کوئی نہیں مگر اللہ یقیناً جنت میں جائے گا۔ (مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے یقین کی چند مثالیں

(۲۷۹) قاتادہ روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہنسنا کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا جی ہاں لیکن ان کے دلوں میں ایمان پہاڑوں سے زیادہ بھاری موجود ہوتا تھا۔ (یعنی ان کی ہنسی غفلت کی ہنسی نہ تھی، بلال بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے ان کو (دن میں تو) نشاںوں اور بد فوٹوں کے درمیان بھاگتے دوڑتے اور ایک دوسرے کے ساتھ مذاق بھی کرتے پایا ہے لیکن جب رات آتی تو وہ درویش صفت بن جاتے تھے (یعنی مصلوں پر کھڑے کھڑے راتیں کاٹ دیا کرتے تھے) (شرح السنہ)

ضرورت جنت میں داخل ہو کر رہے گا کیونکہ جنت اور عذاب کی تقسیم ایمان و کفر پر کی گئی ہے، اچھے برے اعمال پر نہیں۔ (۲۷۹) حافظ ابن کثیر نے آیت وَلَوْ أَنَّا كُنْتُمْ أَهْلِيهَا قُلُوبُكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (۱۰۱) کا تفسیر کے ذیل میں افسوس سے نقل کیا ہے کہ آیت مذکورہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بولے اگر ہمارے بعد اگر ہمیں حکم دیا تو ہم سر و تن اس کا انتقال کرتے آپ کو اپنے صحابہ کے ان جان نثار راہنکات کی جب اطلاع پہنچی تو آپ نے فرمایا ایمان اثبت فی قلوب اہلہ من الجبال الرامی۔ ایمان داروں کے دلوں میں ایمان بڑے بڑے پہاڑوں سے بھی زیادہ راسخ ہوتا ہے۔ صاب روح المعانی لکھتے ہیں کہ آیت مذکورہ سن کر حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ اگر آپ مجھے یہ حکم دیں تو میں تو اسی وقت اس کی تعمیل کروں۔ حضرت عمرؓ سے بھی اسی کے قریب خطاب منقول ہے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ کلمات مروی ہیں۔ ان میں امتی لہ جبالا ایمان اثبت فی قلوبہم من الجبال الرامی۔ میری امت میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کے دلوں میں ایمان بڑے بڑے پہاڑوں سے زیادہ مستحکم اور راسخ ہے۔

(۲۸۰) عَنْ أَنَسٍ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاوَرَ حِينَ بَلَغْنَا
 لَأَوَّلَ ابْنِ سَفْيَانَ وَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَمَرْتَنِي
 أَنْ تُخَيِّضَهَا الْبَحْرَ لَأَخَضْتُهَا وَلَوْ أَمَرْتَنِي أَنْ تُضْرِبَ الْكِبَاةَ إِلَى بَرْزِ الْغِيَاذِ لَفَعَلْتُهَا قَالَ
 فَتَدَبَّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ فَانْطَلَقُوا حَتَّى نَزَلُوا أَبْدَرَ أَهْلَ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا امْضِرْهُ فَلَا بَ وَبِضْعُ يَدِهِ عَلَى الْأَرْضِ هَهُنَا قَالَ قَلْبًا مَا طَ
 أَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعٍ يَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (سواء مسلم)
 (۲۸۱) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ شَهِدْتُ مِنَ الْفُتُوَاةِ ابْنَ الْأَسْوَدِ وَشَهِدْتُ لَأَنَّ الْأَوَّلَ
 صَالِحِيهِ أَحَبُّ إِلَيَّ مَعَ أُعْدِلَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَدْعُو عَلَى الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ
 وَنَقُولُ لِمَا قَالَ قَوْمٌ مَوْسَى إِذْ هَبَّ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَايِلَا وَلَكِنَّا نَقَايِلُ عَنْ بَيْنِيكَ وَهَنَ ثَمَالِكَ
 وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلَقَكَ قَرَأْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْهَرَقَ وَجَدَّوْهُ (سواء البخاری)

(۲۸۰) انش کہتے ہیں کہ جب میں ابوسہان کے لشکر کی خبر ملی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 اس کے متعلق صحابہ پر مشورہ فرمایا۔ سعد بن عبادہ کھڑے ہو کر بولے یا رسول اللہ اس کی قسم جس کے دست قدرت
 میں میری جان ہے اگر آپ ہیں یہ حکم دیں کہ ہم اپنے گھوڑے دیہا میں ڈالیں تو ہم اسی ڈال دیں گے اور اگر آپ
 یہ فرمائیں کہ ہم پرک انعام تک اپنے گھوڑے دفن کران کے پتے پانی کر ڈالیں تو ہم یہی کر گزریں گے اس کے
 بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو چلنے کے لئے بلایا لوگ چل پڑے یہاں تک کہ بدر کے
 میدان میں آکر مقیم ہو گئے آپ یہاں زمین پر ہاتھ رکھ رکھ کر بتاتے جاتے تھے کہ یہاں فلاں مشرک
 مقتول ہو کر گرے گا اور یہاں فلاں گرے گا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ (سب اسی جگہ مقتول ہوئے اور)
 ان میں کوئی ایسا نہ تھا جو آپ کی مقرر کردہ جگہ سے ذرا کہیں علیحدہ کر رہا ہو۔ (مسلم)

(۲۸۱) ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ میں مقداد بن اسود کی ایک ایسی بات سنی تھی کہ تمام فضائل کمال کے مقابل میں
 مجھے ہٹا ہوا ہر کاش وہ بات مجھے نصیب ہو جاتی (وہ بات یہ تھی) کہ ایک بار آپ لوگوں کو مشرکین کے مقابلہ کے لئے
 ترمیم ہوئے تھے اس وقت یہی آپ پہنچے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول ہم آپ کو وہ جواب نہیں دیں گے جو موسیٰ علیہ السلام
 کی قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا کہ بس تو اتر تیرا ہمد گار جا کر لو (ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں) بلکہ ہم آپ
 کے دائیں بائیں آپ کے سامنے اور آپ کے پیچھے ہر جگہ کریں گے میں نے دیکھا کہ یہ بات سن کر آپ کا رونے اور
 (مارے خوشی کے چلک اٹھا اور مقداد کے اس جواب نے آپ کو خوش کر دیا۔ (بخاری شریف)

(۲۸۲) عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلِّ الْشَّيْءِ فَقَامَ رَجُلٌ رَثَّ الْهَيْئَةَ فَقَالَ يَا أَبَا مُوسَى أَنْتَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ هَذَا أَقَالَ نَعَمْ فَرَجَعَهُ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ اقْرَأُوا عَلَيْكُمْ السَّلَامَ ثُمَّ كَثُرَ جَعَنَ سَيِّئِهِمْ فَأَلْقَاهُ ثُمَّ مَشَى بِسَيْفِهِ إِلَى الْعَدُوِّ فَضَرَبَ بِهِ حَتَّى قُتِلَ - (رواه مسلم)

(۲۸۳) عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَانْطَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ حَتَّى سَبَّحُوا الْمَشْرِقَ إِلَى بَنِي إِسْرَءِيلَ وَجَاءَ الْمَشْرُكُونَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَوَلَّوْا إِلَى جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ قَالَ تَعْمِدُونَ الْحُكَّامَ يَحْيَى فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَحْكُمُكَ عَلَى قَوْلِكَ يَحْيَى قَالَ لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا رَجَاءَ أَنْ أَكُونَ مِنْ أَهْلِهَا قَالَ فَاذْكُ مِنْ أَهْلِهَا قَالَ فَأَخْرَجَ عَمْرَأَتٍ مِنْ قَرْيَةٍ فَعَجَلَ بِأَكْلِ مَعْنَى ثُمَّ قَالَ لَيْنَ أَنَا حَيِّتُ حَتَّى أَكُلَ ثَمَرًا إِنِّي لَأَمَّا حَيَّةٌ حُلُونِي ثُمَّ قَالَ قَرَأَ بِمَا كَانَ مَعَهُ مِنَ التَّمْرِ ثُمَّ قَاتَلَهُمْ حَتَّى قُتِلَ - (مسلم)

(۲۸۲) ابو موسی سے روایت ہے کہ (ابو بکر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت طواروں کے سایہ کے نیچے ہے۔ سن کر ایک شخص کھڑا ہوا اور بولا اے ابو موسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات فرماتے کیا تم نے خود سنا ہے انہوں نے کہا ہاں۔ اس کے بعد وہ اپنے رفقاء کے پاس آیا اور ان سے کہا لو میرا سلام یہ کہہ کر اس نے اپنی تلوار کی میان توڑ کر ڈال دی اور ننگی تلوار لیکر دشمن پر حملہ آور ہوا اور وہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ (مسلم)

(۲۸۳) انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ جنگ کیلئے نکلے یہاں تک کہ (حیدران جنگ میں) یہ مشرکین سے پہلے جا پہنچے جب مشرکین بھی آگئے تو آپ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا لو اب اس جنت کیلئے کھڑے ہو جاؤ جس کا عرض زمین اور آسمان کے برابر ہے۔ سن کر عمر بن حارم بولے واہ واہ۔ آپ نے فرمایا تم نے اتنی خوشی کا اظہار کیوں کیا؟ انہوں نے جواب دیا خدا کی قسم صرف اس لئے کہ شاید جنت میرے نصیب میں آجائے آپ نے فرمایا (جاؤ) تم جنتی ہو یہ سن کر انہوں نے اپنے ترکش سے کچھ کھجوریں نکالیں اور ان کے کھانے میں مشغول ہو گئے پھر خود ہی بولے اگر میں اتنی دیر تک زندہ رہا..... کہ ان کھجوروں کو ختم کر لوں تو یہ زندگی تو بڑی لمبی زندگی ہوگی۔ رزوی کہتا ہے یہ کہہ کر جو کھجوریں ان کے پاس تھیں پھینک دیں اور مشرکین سے جنگ شروع کر دی یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

(مسلم)

(۲۸۴) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ أَرَمَيْتَ إِنَّهُ قُتِلْتُ فَأَيْنَ أَنَا قَالَ فِي الْجَنَّةِ فَأَلْفَى عَمْرَأَتٍ فِي يَدَيْهِ ثُمَّ قَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ - (متفق عليه)

المؤمنون في صل الأيمان العقائد سواء وإنما التفاضل بينهم في مراتب التقوى البقية

(۲۸۵) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُونَ فِي الدُّنْيَا عَلَى ثَلَاثَةِ أَجْرَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَأْمَنُونَ النَّاسَ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ثُمَّ الَّذِينَ أَشْرَفَ عَلَى طَمَعِهِمْ تَرَكَهُ اللَّهُ عَنَّا وَجَلَّ - (مرآة احمد)

(۲۸۴) جابر سے روایت ہے کہ احد کی جنگ میں ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا فرمائیے اگر میں مارا جاؤں تو کہاں جاؤں گا آپ نے فرمایا جنت میں۔ یہ سن کر اس نے اپنے ہاتھ کی کھجوریں پھینک دیں پھر لڑا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ (متفق علیہ)

تمام مسلمان اصل اعتقادات کے لحاظ سے برابر ہیں ان میں جو فرق ہو وہ ضرر ان کے مراتب یقین میں تفاوت کی وجہ سے ہے

(۲۸۵) ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن دنیا میں تین قسم کے ہیں ایک وہ مومن جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا پھر اس میں اس نے فدا شک و تردد نہ کیا اور اپنی جان و مال سے بے دریغ اس کی راہ میں جہاد کیا۔ دوسرا وہ جس کی طرف سے لوگ اپنی جان و مال کے بارے میں بے خطر رہے۔ تیسرا وہ (جوانی جان بازی یا اتنی سلامت روی کا ثبوت تو نہ دے سکا لیکن کم از کم یہی کیا کہ جب اس کے سامنے کوئی لالچ کا موقع پیش آیا تو اس نے صرف اللہ کے نام پر اس کو چھوڑ دیا۔ (مسند احمد)

(۲۸۵) مومن میں سب سے بڑی صفت اس کا جزم و یقین ہے اور اسی صفت کے لحاظ سے مومنوں کے مراتب میں تفاوت ہے۔ یقین کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ جان بازی کے موقع پر اپنا قدم پیچھے نہ ہٹائے جہاد میں کمزوری یا بانی صفت کی علامت ہے اسی لئے لہر تباہی کے ساتھ جہاد و باموال اللہ و انفسہم کا لفظ رکھا گیا ہے۔ گویا جس نے جان و مال میں سے کسی میں بھی دریغ کیا یہ اس کی علامت ہے کہ اس کے ایمان و یقین ہی میں پوری پختگی نہیں ہے۔ بقیہ دو مراتب بھی اگرچہ بظاہر عمل سے متعلق ہیں مگر درحقیقت ان کا تعلق بھی انسان کے قلبی یقین ہی کے ساتھ ہے۔

(۲۸۶) عَنْ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ
كَانَ مِثْرًا نَازِلًا مِنَ السَّمَاءِ فَوَزِنْتُ أَنْتَ وَأَبُوبَكْرٍ فَرَجَحْتَ أَنْتَ وَوزَنَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ

(۲۸۶) ابو بکرؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا ایک
خواب بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ ایک ترازو آسمان سے اتری اس میں آپ اور ابو بکرؓ تولے گئے تو آپ

(۲۸۶) صاحب مشکوٰۃ نے بحوالہ داری حضرت ابو ذرؓ سے اسی قسم کا ایک خواب خود صاحب نبوۃ کا بھی نقل
کیا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ بعلما کہ میں دو فرشتے آپ کے پاس آئے ایک تو زمین پر اتر آیا اور دوسرا زمین و آسمان کے
درمیان سطن کھڑا ہوا پھر ان کے باہم یہ گفتگو شروع ہو گئی کیا یہ وہی نبی ہیں؟ دوسرے نے جواب دیا ہاں وہی ہیں۔ اس نے
کہا اچھا تو پھر ان کو ایک شخص کے مقابلہ میں تول کر دیکھو چنانچہ تو لا تو میں بھاری اترا۔ پھر اس نے کہا اچھا ان کو دس غنصوں
کے مقابلہ میں تولو تو وہی میں ہی بھاری اترا۔ پھر اس نے کہا اب سو آدمیوں کے مقابلہ میں تولو تو ان کے مقابلہ میں بھی میں ہی
بھاری رہا۔ پھر اس نے کہا اچھا اب
ہزار کے مقابلہ میں تولو ان کے مقابلہ میں بھی میں ہی بھاری اترا (آپ نے فرمایا کہ) ان کے ہلکے ہونے کی وجہ سے ترازو کی
ان کے بھر کچھ ہلنے کا جو نقشہ اس رت نظر آ رہا تھا اب تک میری نظروں کے سامنے ہے۔ اس پر ایک نے دوسرے سے
کہا بھئی ان کے مقابلہ میں اگر ساری امت بھی تول ڈالے گی جب بھی یہی بھاری اتری گے۔

عالم بالا کی اس میزان میں وزن یقین و ایمان ہی کا وزن تھا۔ نئی اس میں سب سے بھاری اترا۔ اس کے بعد پھر
درجہ بدرجہ صدیق و عمر و عثمانؓ بھاری اترتے رہے۔ رفع میزان کی تعبیر آپ نے خود غنصہ غنصہ سے بیان فرمائی کہ خلفاء ثلاثہ کے
بعد خلافت نبوۃ کو دو ختم ہو جائے گا اور صرف ملک گیری کا آغاز ہو جائے گا حضرت علیؓ کا زمانہ اول تو تھا ہی کتنا صبر
جتنا کہ ساتھ ہی جنگ و جدل کی نند ہو گیا اور خلفاء ثلاثہ کے بعد کا سارا امن و انصاف پھر نہ لوٹ سکا حضرت علیؓ نے
بعد تو پھر کھلی ہوئی ملک گیری رہ گئی۔ صدق اللہ و رسولہ۔ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں یہاں ایک مفید مضمون تحریر
فرمایا۔ ہم اس کو مع ترجمہ درجہ ناظرین کرتے ہیں۔

(والمؤمنون مستقرون) ای مستأدون (فی
الایمان) ای علی اصلہ (والتوحد) ای فی نفسہ
وانما قیدنا بمسأ فان الکفر من الایمان کالغی
البصیر ولا شک ان البصر لا یختلفون فی
قوة البصر و یضعف فہم الا حشش والاضطر
ومن یری الخط الثغین دون الریق
الابزجا جتہ وغوھا ومن یری عن
قرب زادہ علی العادة واخر یضدہ
ومن مہنا قال محمد علی ما تقدم

اصل : ان اور اصل توحید میں تو تمام مسلمان برابر ہیں لیکن
قوت و ضعف کے لحاظ سے ان میں مراتب کا بڑا تفاوت
ہے۔ کیونکہ کفر و ایمان کی مثال ایسی ہے جیسی ایک مینا
اور زامینا کی دیکھے دیکھے والوں کی نظروں میں کتنا اختلاف
ہوتا ہے۔ ایک شخص جو تپے جو صرف رات ہی میں دیکھ
سکتا ہے دن میں نہیں دیکھ سکتا، ایک جو ہر تپے جو دن میں
دیکھ سکتا ہے گرہ وقت، ایک شخص جو خطا دیکھ سکتا ہے
لیکن ایک خط چشمہ کی مدد کے بغیر نہیں دیکھ سکتا۔ کوئی
جڑا ہے کہ اسے عام عادت سے زیادہ نزدیک فاصلہ سے
دیکھنا پڑتا ہے اور کسی کو عام عادت کے خلاف ذرا دور

فَرَحُّكُمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَحَّحَ عُمَرُ لِمُذَرِّفِ الْمِيزَانِ فَاسْتَأْذَنَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بھاری اترے اس کے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ تو لے گئے تو ابوبکرؓ بھاری اترے پھر عمرؓ و عثمانؓ تو لے گئے تو عمرؓ بھاری اترے اس کے بعد وہ ترازو اٹھالی گئی۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ آزدہ خاطر ہوئے

اگر ان یقول ایمانی کا بیان جبرئیل علیہ السلام بل یقول امنت بآمن بہ جبرئیل علیہ السلام ام

فصل سے رکھنا پڑتا ہے ان ہی اختلاف مراتب کی وجہ سے امام محمد فرماتے ہیں کہ میں پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص اپنے اہل ان کے خلق یا تمیز اختیار کرے کہ میرا بیان جبرئیل

مگر ایجوژان بقول احد ایمانی کا ایمان انبیاء
- اہل اسلام کا یعنی ان بقول ایمانی کا ایمان
ابن کثیر رحمہ اللہ لہا فان تفاوت نور کلتا التجدید
فی قلبہا لہا لا یجسد الا اللہ جہانہ من

الناس من نوراني قلب كالشمس ومنهم كالعصر
ومنهم كالنوب الدري ومنهم كالشمس العظيم
وأخر كالسراج الضيف لقوله علي الصلوة والسلام
فذلك اصنع ايمان وقوله علي الصلوة والسلام
المومن القوي احملي افعه من المؤمنين الضيف
والقوة تشل القوة الظاهرة بيا العلية والقوة البلية

العلیہ و معلیٰ منوالی عنہ الا فرافی الدنیا
 تظہر انوار علومہ و احوالہم فی البقی
 و کما اشد نورہ و الکلمۃ و عظمت مرتبتہا
 احوی عن الشہادت الشہوات بحسب قوتہا
 بحسب درجہ واصل الی حال لا یصاف کشف شیعۃ

کے ایک ثنائے چرخ کی طرح۔ ان اختلاف مراتب ہی کی وجہ سے
 آپ نے اس شخص کے اہلن کے متعلق جو برائی کی اصلاح فرمیں کرنا مگر
 اس پر قلبی ناگواری محسوس کرتے ہیں) فرمایا ہے کہ یہ ایمان کا سبب کچھ
 وجہ ہے اس دوسری حدیث میں ہے کہ مضبوط مومن اللہ کو کفر نہ دوسرے
 زبان پر لایا ہے مومن کو یہ قوت صرف اسی ظاہری قوت کے ساتھ

ملا شہوق ملا دنیا ولا سمیتہ الاما سرتعالیٰ مخصوص نہیں بلکہ اس کی ظاہری و باطنی معنی جسمانی و ایمانی دونوں کو
مثال پر لوگوں کے اعمال و ایمان کے انوار میں جو تفاوت دنیا میں ہے
یہی تفاوت ان کے انوار کے مابین آخرت میں سرسبز و کھرا باغیانی جتنا تیز اور
شعبہ پر تپ ہے اتنی ہی رساوی اور خواہشات نفسانیکہ زیادہ سوخت
کر دینا والا ہے یعنی بندہ جو
کرنوالا ہو تاکہ پہل تک کس کسک ایسا وقت بھی آجائے کہ تمام رساوی

اور قسم کی خواہشات فساد پر جاتی ہیں اور ہر جاہل کو ان کی گناہ باقی نہیں رہتا جس کو جلا کر وہ خاک نہیں کر دیتا۔ بکلاس کے سامنے آتش پریم سے بچنے کی گنجی ہے کہ اسے مومن ذوالجلد کی نگہ دے کہ نہ کہ تیرے ایمان کا زور ہے بلکہ تیری ہمتی

بَعْضُ قَسَادَةٍ ذَلِكَ فَقَالَ خِلَانَةُ نَبَوْتُهُ ثُمَّ يُؤْتِي اللَّهُ الْمُلُوكَ مَنْ يَشَاءُ (رِضَا مَالِ تَرْذِي وَابُو دَاوُد)
 (۲۸۷) عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَدْ خَلَّ رَجُلٌ يُصَلِّي فَقَرَأَ قِرَاءَةً
 أَتَكَرَّمُهَا عَلَيْهِ ثُمَّ دَخَلَ آخَرَ فَقَرَأَ آدَةً مِثْلَ آدَةٍ صَاحِبِهِ فَلَمَّا قَضَيْنَا الصَّلَاةَ دَخَلْنَا
 جَمِيعًا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنَّ هَذَا قَرَأَ آدَةً أَتَكَرَّمُهَا عَلَيْهِ وَ

اور فرمایا کہ یہ ترازد خلافت نبوت کی ترازوتھی اس کے بعد در خلافت نبوت تو ختم ہو جائے گا اور ملک گیری
 شروع ہو جائے گی اور خدا تعالیٰ جس کو چاہے گا اپنا ملک حوالہ کر دے گا۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)
 (۲۸۷) ابی بن کعب بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نماز کے لئے
 آیا اور اس نے کچھ نئے طرز سے قرآن کریم پڑھنا شروع کیا۔ پھر دوسرا شخص آیا اس نے اس سے بھی علیحدہ
 طرز سے قرأت کی جب ہم نماز سے فارغ ہو گئے تو سب مل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے میں نے عرض کیا

بعضهم منسوخ وظنوا
 بعضهم قبل مدحا كما قالوا
 والنواحي وحملها بعضهم
 على نار المشركين ولول
 بعضهم الدخول بالخلوة
 فان الشارع لم يجعل
 خلاف حاصلا بمجر د
 قول اللسن فقط وتامل
 حديث البطاقة فان
 من المعلوم ان كل حو
 له مثل هذه البطاقة
 وكثير منهم
 يدخل المناسر -
 (شرح فقہ الکبریٰ)

پڑھ کر بھانے دیتے۔ جو شخص یہ مضمون سمجھ لے اسے حسب ذیل حدیثوں کی مرادیں
 سمجھائی آسان ہو جائیگا۔
 استاد ترمذی ہے۔ جو شخص کہہ لا الہ الا اللہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے پڑتا
 ہے اللہ تعالیٰ اس پر آتش دھندہ عطا کر دیتا ہے۔ — بلکہ اور حدیث میں یہ ارشاد ہے
 جو شخص لا الہ الا اللہ سول سے کہے وہ اس شخص میں نور پیدا ہوگا اسی کے ہم سنی اور سنی حدیثیں
 ہیں جن کا سمجھنا اکثر لوگوں کو دشوار ہو گیا ہے۔ ان حدیثوں کی تفسیر میں نے توضیح ہی کر دی ہے
 اور کسی نے یہ سمجھا ہے کہ یا سنی کی تفسیرات کے نزول سے قبل کے ارشادات ہیں۔ اور کسی
 آتش سے خاص نہ آتش مراد ہے جو صرف کفار کے لئے ہوگی اور کسی نے یہ تاویل کی ہے کہ
 ان حدیثوں میں ہمیشہ دوزخ میں رہنے کی نفی کی گئی ہے۔ مطلقاً دخول کی نفی نہیں۔ واقعہ یہ
 کہ ان تمام حدیثوں میں آتش دوزخ کے حرام ہونے کا حکم صرف کفر و کفر پر ہے نہیں ہے
 بلکہ اسی قریبائی پر ہے جس کا بیان ابی آپ پر ہے بلکہ میں (اس حدیث کے مضمون پر
 تفسیر کی ہے جس میں آیا ہے کہ ایک شخص کا ایمان نہ بولا جائیگا اور اس کے گناہ ہر گز نہ بڑھیں
 مقابلہ میں اس کی نیکی کا صرف ایک حصہ رکھا جائیگا اور وہ ایک ہی حصہ میں سب حقوق خدا پر
 غالب آجائیگا (اس حصہ میں کفر و کفر کا ہوا ہے)۔ بات سب جانتے ہیں کہ کلمہ ہر صدمہ کے
 بارے میں اس میں موجود ہے اس کا وجود سب کو لوگ ایسے ہی جہنم میں جائیں گے (اس معلوم پر
 کہ آتش دھندہ کی حرمت کا طرہ صرف اس کلمہ کے تلفظ پر نہیں بلکہ اس قریبائی پر ہے جو حال

کی آبیاری کے بعد قلب ہوس میں ہو جاتا ہے) (شرح فقہ الکبریٰ)
 (۲۸۷) شہادت کی دینا دلائل کے لشکروں سے کبھی شکست نہیں کھاتی اس لئے آپ نے اس کے شہادت کا علاج پہلے ہی

وَحَلَّ آخِرُ نَفَرٍ أَسْوَى قَرَأَ وَصَاحِبُهُ قَامَ هَذَا الشَّيْءُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَرًا فَحَسَنَ شَأْنَهُمَا فَسَوَّطَ فِي نَفْسِي مِنَ التَّلَذُّبِ وَلَا أَذْكَتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَدْ عَشَيْتَنِي ضَرَبَ فِي صَدْرِي فَفَضْتُ عَرَقًا وَكَانَ نَظْرُ إِلَى اللَّهِ قَرَأَ فَقَالَ يَا ابْنُ أَرْيَاسَ إِلَى أَنْ أَمُرَّ الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفٍ فَرَدَدْتُ الْبَيِّنَ أَنْ هَوْنٌ عَلَى أَيْتِي قَرَأَ إِلَى الثَّالِثَةِ أَمُرَّ عَلَى سَبْعَةِ حُرُوفٍ وَلَكَ بِكُلِّ رَدٍّ وَرَدَّ نَكَلَهَا مَسْئَلَةً مَسْأَلَتِيهَا فَقُلْتُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأَمَّتِي اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأَمَّتِي وَأَخْرَجْتَ الثَّالِثَةَ لِيَوْمٍ يَرْغَبُ إِلَى الْخَلْقِ

(یا رسول اللہ) اس شخص نے قرآن شریف کچھ اس انداز میں پڑھا ہے جو مجھے یا نبی معلوم ہوتا ہے دوسرے شخص نے اس سے بھی الگ طرز میں پڑھا ہے آپ نے ان دونوں کو پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا انہوں نے پھر اسی طرح پڑھ پڑھ کر سنا دیا آپ نے دونوں کی تحسین فرمادی ہے سن کر میرے قلب میں آپ کی ایسی تکریب پیدا ہونے لگی کہ کبھی کفر کے زمانہ میں بھی ایسی پیدا نہ ہوئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میرے شک و تردید کی اس کیفیت کو محسوس کیا جو اس وقت مجھ پر چھا گئی تھی تو اپنا دست مبارک میرے سینہ پر مارا اس کے اثر سے میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور میرے اذعان و یقین کا یہ عالم ہو گیا کہ مارے خوف کے گویا میں اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں اس کے بعد آپ نے فرمایا اُئی؟ میرے پاس پہلے ہی وئی آئی تھی کہ قرآن کو صرف ایک ہی طرح پڑھئے۔ میں نے (امی امت کے خیال سے) درخواست کی کہ میری امت کے لئے کچھ اور سہولت کر دی جائے۔ تیسری بار مجھے یہ جواب ملا کہ آپ کو سات طریقے تک پڑھنے کی اجازت دیدی گئی اور اتنا ہی نہیں بلکہ آپ کی ہر درخواست کے بدلہ میں آپ کو ایک ایک دعا کا حق اور دیا جاتا ہے جو چاہئے مانگ لیجئے۔ آپ نے دوبار تو یہی دعا کی کہ اے اللہ میری امت کو بخش دے اور تیسری دعا اس دن کے لئے اٹھا رکھی ہے جس میں تمام مخلوق کو دشاعت

دلائل سے نہیں کیا بلکہ اس کے سینہ پر ایک ایسی بصیرت افروز ضرب لگائی کہ اس کا قلب اذعان و یقین سے معمور ہو گیا اور نسبت احسان نے اس شدت سے ظہور کیا کہ اس کا جسم پسینہ پسینہ ہو گیا شہادت سب برطرف ہو گئے اور خدا کی ذات عظیم البرکات کا جلوہ آنکھوں کے سامنے آ گیا جب آپ نے دیکھ لیا کہ اب مرہونِ تعدا بھی طرح شایاب ہو گیا ہے اس کا بیان پھر تازہ ہو گیا ہے اور نور یقین پھر مرزواس کے قلب میں بھڑک اٹھا ہے تو اب نہ انش و راقہ بھی کل آیا آپ نے فرمایا کہ تہا دے شہ کی بنیاد کچھ نہیں صرف حقیقت سے لاعلمی اور بے خبری ہے۔ دونوں قرار نول کی تحسین کی وجہ سے نہیں کہ قرآن کی اپنی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ میں نے اپنی امت کی سہولت کے لئے غمزدہ درخواست کی تھی کہ اس کے لئے قنات میں کچھ تو سچ کر دی جائے۔ میری یہ درخواست قبول ہو گئی اور قرآن کے مختلف صورتوں سے پڑھنے کی اجازت دیدی گئی۔ لہذا یہ دونوں قرار تین منزل من اللہ میں اور میری تعلیم کردہ ہیں۔

كُلُّهُمْ حَتَّىٰ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ (مرآۃ المسلم)

(۲۸۸) عَنْ حَظَلَةَ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَسَدِيِّ قَالَ لَقِيتُ أَبُوبَكْرٍ فَقَالَ كَيْفَ أَنْتَ يَحْتَظِلُكَ قُلْتُ نَافِقٌ حَظَلَةُ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ مَا عَزَلَنِي قُلْتُ كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِنْشَاءِ وَالْاِحْتِشَاءِ كَمَا تَأْتِي عَيْنُكَ فَوَافَقْتُهُ جَاءَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَافِسًا اِلَّا رَاحَةً قَالَا وَلِلَّادَةِ وَالْحَصِيغَاتِ سُبْحَانَ الْكَبِيرِ اَقَالَ أَبُو بَكْرٍ قَوَامَهُ اِنَّا لَنَلْقَى مِثْلَ هَذَا اِنَّا لَنُكَلِّمُ اَنَّا وَابُو بَكْرٍ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ نَافِقٌ حَظَلَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ

کے لئے) میری ہی تلاش ہوگی یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی۔ (مسلم)

(۲۸۸) حظلہ بن ربیع سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضرت ابو بکرؓ کی مجلس ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا حظلہ! کہو کیا حال ہے میں نے عرض کیا (حال کیا ہے) میں تو نفاق کی علت میں گرفتار نظر آ رہا ہوں، ابو بکرؓ نے تعجب سے فرمایا سبحان اللہ! کیا بات کہہ رہے ہو میں نے عرض کیا (درست کہہ رہا ہوں کیونکہ) جب ہم آپ کی خدمت میں موجود ہوتے ہیں اود آپ ہمارے سامنے جنت و دوزخ کا ذکر فرماتے ہیں جب تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے گویا ہم انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن جب ہم آپ کی خدمت سے علیحدہ ہو کر باہر آتے ہیں تو ہم دوسری بیسیوں، بچوں اور زینہ منی کے قصوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں اود آپ کی تذکیر کا بڑا حصہ فراموش ہو جاتا ہے (انہوں دوسروں کا فرق یہ نفاق ہے) اس پر ابو بکرؓ نے فرمایا خدا کی قسم یہ بات تو میں بھی پیش آتی ہے اس کے بعد میں اور ابو بکرؓ دونوں آپ کی خدمت میں روانہ ہوئے یہاں تک کہ آپ کے پاس پہنچ گئے تو میں نے

(۲۸۸) حضرت حظلہ جس قطبی کیفیت کو یہاں ذکر فرما رہے ہیں شریعت اس کو احسان سے تعبیر کرتی ہے واصل یہ یقین ہی کی ایک منزل ہے جس کے بعد کوئی اور منزل نہیں۔ اس کے بعد جتنی ترقیات نصیب ہوتی ہیں اسی مرتبہ احسان میں نصیب ہوتی ہیں۔ اسلام یعنی اعمال جو اس سے قلب میں ایمان و تصدیق ابھرتی ہے اور قلب میں جتنی تصدیق ابھرتی جاتی ہے اتنا ہی مرتبہ احسان نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ یہ اختیاری عمل نہیں بلکہ کیفیات نصیب میں ایک کیفیت ہے اس کے مقدمات و بیگ اختیار ہی ہو سکتے ہیں یہ نعمت صرف ایک مہبت الہی ہے جو یقین کے عمل قلب ہے اور اختیاری ہے وہ صرف ایک اعتقاد جازم کا نام ہے جس میں کوئی تردد نہ ہو۔ پھر یہ اعتقاد جازم ترقی کر کے مقام احراز تک پہنچ جاتا ہے مگر یہ اختیاری امر نہیں صرف خدا کے دین کی بات ہے جسے چاہے معرفت فرمائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں یہ مقام پہلے ہی قدم پر میسر آ جاتا تھا اسی کو حظلہ صحابی نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے کہ جب ہم آپ کی صحبت میں آ جاتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے گویا عالم آخرت تمام کا تمام آنکھوں کے سامنے دکھایا ہو۔ اور جب آپ کی صحبت سے الگ آتے ہیں تو پھر قلب کی یہ کیفیت نہیں پاتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہاری یہ کیفیت دائمی بن جائے تو تم اس کو برداشت نہیں کر سکتے نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری بشریت کی قیادت تار تار پر جائے گی اور تم فرشتوں میں شامل ہو جاؤ گے۔ شریعت کا مقصد بشریت کی تکمیل ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَاذَا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَكُونُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالْأَمْرِ
وَالنَّجْوَى كَمَا رَأَيْ عَيْنِي فَإِذَا أَخْرَجْتَنَا مِنْ عِنْدِكَ عَاثَيْنَا الْإِثْمَ وَاجِرَ الْأَوْلَادِ وَالْعَنِيَّاتِ
نَسِينًا كَثِيرًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ تَدُّوْهُنَّ عَلَى
مَا تَكُونُونَ عِنْدِي وَفِي الذِّكْرِ أَصَاغَتْكُمْ الْمَلَائِكَةُ عَلَى قُرُوشِكُمْ وَفِي طَرَفِكُمْ وَلَكِنْ يَأْخُظُكُمْ
سَاعَةً وَسَاعَةً ثَلَاثَ مَرَّاتٍ (مسلم - مشكوة)

(۲۸۹) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ عِنْدَ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا
يَا رَسُولَ اللَّهِ مَلَكُنَا وَهَيْبُ الْكُتُبَةِ قَالَ وَمَاذَا قَالَ الْبَغَاثُ الْبَغَاثُ قَالَ أَلَسْتُمْ تَتَعَدُّونَ

عرض کیا۔ یا رسول اللہ خطلہ تو منافق ہو گیا۔ آپ نے تعجب سے پوچھا کیا بات پیش آئی؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ ہیں جنت و دوزخ کی یاد دلاتے ہیں تو ہمیں یوں معلوم ہوتا ہے
جیسا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور جب آپ کے پاس سے باہر آ جاتے ہیں تو پھر وہی بیسیوں، بچوں اور
زمینوں کے قصوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور آپ کی تذکیر کا بڑا حصہ بھول جاتے ہیں۔ پس اگر آپ نے فرمایا اس
ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم اسی کیفیت پر ہمیشہ قائم رہو جو میری عقل میں ہوتی ہے تو
فرشتے تمہارے بھونوں پر اور راستوں میں کھلم کھلا تم سے مصافحہ کیا کریں لیکن اسے خطلہ گا و چنین
گا و چناں۔ تین بار فرمایا۔ (مسلم)

(۲۸۹) انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ آپ کی خدمت
میں صبح کے وقت حاضر ہوئے اور کہا رب کعبہ کی قسم ہم تو ہلاک ہو گئے۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں
نے عرض کیا دل میں نفاق ہی نفاق نظر آتا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم کلمہ توحید و رسالت کی دل سے گرا ہی نہیں
دیتے عرض کیا کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا تو پھر یہ نفاق نہیں۔ راوی کہتا ہے کہ انہوں نے دوبارہ عرض کیا

قلب باہیت نہیں۔ ہاں رفتہ رفتہ جب انسان کے جسم ناسوتی کے ضعیف تعمیر تجلیات ربانہ کی عاری بن جاتی ہے تو پہلے
جو شخص ایک گھونٹ کی تاب نہ لا سکتا تھا اب وہ غم کے خم چڑھا کر بھی مدھوش نہیں ہوتا۔ خواجہ حافظ نے ان ہی مثال کی
طرف اشارہ فرمایا ہے۔

در بزم دور یک دور قدح در کش دبرو یعنی طبع مدار وصال دوام را
انسانی ترقی کا راز غیبت و حضور کے اسی غلط زنی میں مضمر ہے۔ اگر مسلسل غیبت ہو جائے تو بحر محبت کے نشاندہوں کی بہت لگتے
ہو جائے اور اگر حضور بے غیبت دائمی بن جائے تو بھی وصل دوام کی وجہ سے حرارت عشق سرد ہو جائے۔ اسی کی طرف
مدریث کے الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ لیکن یا خطلہ ساعۃ وساعۃ۔

اِنَّكَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ قَالُوا بَلَىٰ قَالَ لَيْسَ ذَٰلِكَ
الِتِّفَاقُ قَالَ ثُمَّ عَادُوا الثَّانِيَةَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ كُنَّا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ قَالَ وَمَا ذَاكَ
قَالُوا الْتِفَاقُ الْتِفَاقُ قَالَ أَلَسْتُمْ تَشْهَدُونَ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ
مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ قَالُوا بَلَىٰ قَالَ لَيْسَ ذَٰلِكَ الْتِفَاقُ قَالَ ثُمَّ عَادُوا الثَّالِثَةَ فَقَالُوا
يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ كُنَّا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوا الْتِفَاقُ قَالُوا إِمَّا لَدَاكُنَا عِنْدَكَ كُنَّا
عَلَىٰ حَالٍ وَلَدَا آخِرُ جَبَانٍ عِنْدَكَ هَمَّتْنَا الدُّنْيَا وَاهْلُونَا قَالَ لَوْ أَنَا كُنْتُ إِذَا أَخْرَجْتُمْ مِنْ
عِنْدِي تَكُونُونَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ لَصَاحِبُكُمْ الْمَلَأْتُكُمْ بِطُرُقِ الْمَدِينَةِ رَوَاهُ أَبُو بَعْلَى
وَرَجُلَانِ مِنَ الصَّحَابَةِ غَيْرُ عَسَانَ بْنِ بَرَزِينَ وَهَوْنَةَ - جمع الزوائد ۳۳۳

(۲۹۰) عَنْ جَبْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ
بِالطُّورِ قَلَمًا بَلَّغَ هَذِهِ الْآيَةَ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْمُخْلَقُونَ أَمْ خَلَقُوا السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضَ بَلْ لَا تَوْفِقُونَ أَمْ عِنْدَ هُمْ خَزَائِنُ رِزْقِكَ أَمْ هُمُ الْمُصْطَفُونَ كَادَ قَلْبِي
أَنْ يَطِيرَ (مسند ابی بھاری ۷۷۷)

یا رسول اللہ رب کعبہ کی قسم ہم تو ہلاک ہو گئے آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ انھوں نے عرض کیا دل میں
نفاق ہی نفاق معلوم ہوتا ہے آپ نے فرمایا کیا تم توحید رسالت کی دل سے گواہی نہیں دیتے۔ عرض
کیا کیوں نہیں۔ فرمایا تو پھر یہ نفاق نہیں۔ راوی کہتا ہے کہ میری بار انھوں نے بھر ہی کہا۔ یا رسول اللہ
رب کعبہ کی قسم ہم تو ہلاک ہو گئے۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ (اس مرتبہ انھوں نے زیادہ تفصیل سے)
کہا کہ جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو ہماری حالت کچھ اور ہی ہوتی ہے۔ اور جب آپ
کے پاس سے باہر چلے آتے ہیں تو صبر و سنا اور گھر بار کی فکر ہمیں گھیر لیتی ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تم اسی
حالت پر ہمیشہ رہتے جو میری صحبت میں ہوتی ہے تو دینہ کی گلیوں میں فرشتے تم سے مصافحہ کرنے لگتے (ابو بعلی)
(۲۹۰) جبر بن مطعم کہتے ہیں کہ میں نے مغرب کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
سورہ الطور پڑھتے سنا جب آپ اس آیت پر پہنچے اَمْ خُلِقُوا اَلَمْ یَاہِ لَوْگ از خود پیدا ہو گئے ہیں یا یہ
خود خالق ہیں کیا آسمان اور زمین کو انھیں لوگوں نے پیدا کیا ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ان کو یقین
نہیں کیا ان کے پاس خدا کے خزانے ہیں کیا یہی لوگ فارغ بنائے گئے ہیں تو مجھ کو یہ معلوم ہوتا تھا
کہ میرا دل اب اڑا اب اڑا۔ (بخاری شریف)

الایمان ہوا اعتقادُ توحید اللہ تعالیٰ و تصدیق بالرسالت و ان
 المرسل عباد اللہ وان الجنة حق والنار حق۔ ولایدخل احد الجنة الا بہ
 خدا تعالیٰ کی توحید رسولوں کی رسالت ان کی بندگی کا اعتقاد اور جنت و دوزخ کے وجود کو
 تسلیم کرنا جزا ایمان ہے اس کے بغیر جنت میں کوئی داخل نہ ہوگا۔

ماضی رہے کہ حدیثوں میں ایمان کی تعریف کے بارے میں اجمال و تفصیل کا تصور اس اختلاف نظر آتا ہے
 کہیں اس میں صرف کلمہ لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے اور کہیں اس کے ساتھ رسالت کی تصدیق بھی شرط معلوم ہوتی
 ہے اور کہیں ان دونوں کے ساتھ بعض اور اعتقادات بھی شامل نظر آتے ہیں اور کہیں اعتقادات کے ساتھ
 اعمال کا بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ پھر کہیں صرف اعمال ہی کو ایمان کہہ دیا جاتا ہے لیکن ان تمام صورتوں میں جو
 صورت عام طور پر حدیثوں میں ذکر ہوتی ہے وہ توحید کے ساتھ رسالت کی بھی تصدیق ہے۔ اس عبارتی
 اختلاف کی وجہ سے اعمال کی جزئیہ و عدم جزئیہ میں تو محدثین و فقہاء کے مابین کچھ لفظی سانزاع پیدا
 ہو گیا ہے مگر یہ مسئلہ کسی اختلاف کے بغیر ہمیشہ مسلم چلا آیا ہے کہ ایمان کے لئے خدا تعالیٰ کی توحید اور رسول
 کی رسالت کی تصدیق دونوں ہی اجزاء لاینفک ہیں۔ اس وقت یہاں ہماری غرض صرف اسی پر کلام کرنا ہے
 کہ شرائعِ سماویہ میں رسولوں پر ایمان لانا بھی ہمیشہ توحید الہی کے برابر کا جز سمجھا گیا ہے۔ آسمانی مذاہب
 میں سے کسی ایک مذہب میں بھی صرف خدا تعالیٰ کی توحید کو مدارِ نجات نہیں سمجھا گیا یہ صورت بالکل جدا گانہ
 ہے کہ اگر کوئی زمانہ ایسا گذرا ہو جس میں خدا تعالیٰ کا کوئی رسول ہی موجود نہ ہو یا کوئی ایسا مقام ہو جہاں
 کسی رسول کی آواز ہی نہ پہنچ سکتی ہو تو کیا اس کے لئے بھی رسول پر ایمان لانا ضروری ہوگا۔ ان فرضی
 صورتوں سے گذر کر ہمیں اس وقت اس پر کلام کرنا منظور ہے کہ کسی رسول کی دعوت پہنچ جانے کے بعد
 بھی کیا کوئی شخص ایسا ہو سکتا ہے جو رسول پر ایمان لانے سے مستثنیٰ ہو سکے۔ پورے دُوق کے ساتھ کہا جاسکتا
 ہے کہ قرآن و حدیث کے تواتر سے یہ ثابت ہے کہ رسولوں کی تصدیق نجات ابدی کے لئے ایسی ہی ضروری
 چیز ہے جیسی کہ خدا تعالیٰ کی توحید۔ اس میں کسی تفریق کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس مضمون پر ایمان بالرسول کے
 عنوان کے تحت ترجمان السنہ جلد اول میں بھی کچھ روشنی ڈالی جا چکی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور قیامت کے انکار کو بھی یہی حیثیت حاصل ہے
 یعنی توحید کی طرح ان میں سے کسی ایک کا انکار بھی کفر ہے۔

وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِهِ وَمَلَائِكَتِهِ
وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ
ضَلَالًا بَعِيدًا - (نساء)
اور جو کوئی یقین نہ کرے اللہ تعالیٰ پر اس کے فرشتوں پر
اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر
وہ یقیناً ہلک کر رہ جاوے گا۔

حضرت مجدد الف ثانیؑ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام عونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
خصوصاً سب اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم الشان رحمت ہیں ان ہی کے طفیل میں عالم کو نجات ابدی نصیب ہوئی
اگر ان کا مبارک وجود نہ ہوتا تو حق تعالیٰ کی ذات اتنی بے نیاز تھی کہ کسی کو اپنی ذات و صفات کی اطلاع
تک نہ دیتی اور نہ کوئی فرد بشر اس کی ذات کو پہچان سکتا۔ اگر یہ حضرات نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کسی کو ان
ادامہ و لواہی کا مکلف نہ بناتا جن میں سراسر مخلوق ہی کا نفع مضمر تھا اور کسی کو حق تعالیٰ کی صفیات و
تامریات کا علم نہ ہوتا پس اس نعمت عظمیٰ کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے۔

انبیاء علیہم السلام اصول دین میں سب متفق ہیں اور ان میں ایک متفق علیہ عقیدہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ
کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا چاہئے اور ایک مخلوق کو دوسری مخلوق کو اپنا معبود نہ بنانا چاہئے یہ
سعادت صرف انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین کے ساتھ مخصوص ہے۔ ان کے سوا اور کسی کو میر نہیں
ہوئی بلکہ یہ حقیقت بخبر انبیاء علیہم السلام کے کسی اور کی زبان سے بھی کہی ادا نہیں ہوئی۔ منکرین نبوت اگر
خدا تعالیٰ کو ایک کہتے ہیں تو یا تو وہ صرف اہل اسلام کی تقلید میں کہتے ہیں اور یا پھر صرف صفت و وجوب میں
اس کو واحد کہتے ہیں استحقاق عبادت میں نہیں۔ اہل اسلام کے نزدیک حق تعالیٰ کی ذات جس طرح صفت
وجوب میں یکتا و یگانہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی طرح استحقاق عبادت میں بھی اس کا کوئی شریک
نہیں ہے۔ کلمہ لا الہ الا اللہ کے معنی بھی باطل معبودوں کی عبادت کی نفی اور معبودِ برحق کا اثبات ہے۔ دوسری
بات جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو دوسرے انسانوں کی طرح ایک بشر ہی
تصور کرتے ہیں، صرف ایک اللہ ہی کی ذات کو معبود سمجھتے ہیں اسی کی عبادت کی مخلوق کو دعوت دیتے ہیں
اور حق تعالیٰ کی ذات پاک کو حلول و اتحاد سے منزہ تصور فرماتے ہیں۔ منکرین نبوت کی تعلیم یہ نہیں ان میں بعض
تو یہاں تک تجاوز کر گئے ہیں کہ خود ہی مدعی الوہیت بن گئے ہیں اور اپنی ذات میں حق تعالیٰ کے حلول کے متقدم
ہیں۔ لہذا اپنے نفس پر الوہیت کے اطلاق کرنے میں کوئی باک نہیں کرتے اور اس گمراہی کی بنا پر سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
کے حق میں کسی بات کی ممانعت ہی کیا لہذا جودہ کہیں وہ سب درست اور جو کر گذریں وہ سب مباح ہے
اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا قدم بندگی کی حدود سے ہی باہر نکل گیا پھر وہ قسم کے برے افعال میں مبتلا
ہوئے اور ان کی وجہ سے دوسروں کے لئے بھی ان افعال کی اباحت کا دروازہ کھل گیا۔

تیسری بات جو انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کے ساتھ خاص ہے یہ ہے کہ یہ حضرات ملائکہ معصوم کے نزول کے قابل ہیں ان میں کسی قسم کا لوٹ تسلیم نہیں کرتے اور ان کو امین اور خدا تعالیٰ کی وحی کا حامل سمجھتے ہیں غلام یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام دین کی جو بات فرماتے ہیں وہ حق تعالیٰ کی طرف سے فرماتے ہیں اور ان کے اجتہاد و احکام بھی وحی سے مؤید ہوتے ہیں۔ بالفرض اگر ان سے کوئی لغزش واقع ہو جاتی ہے تو فوراً وحی الہی اس کا ہمارک کر دیتی ہے اس کے برعکس منکرین نبوت کے رؤسا جو کہتے ہیں اپنی جانب سے کہتے ہیں اور اپنی الوہیت کے گمخیز میں سب کو حق تصور کرتے ہیں انصاف کرنا چاہیے کہ بھلا ایسے بے عقلوں کی باتوں کا کیا اعتبار کرنا چاہئے اور ان کی اتباع کیسے کرنی چاہیے۔ (مکتوب ۳۳ جلد اول ص ۵۶)

حضرت مجدد صاحب کے اس مکتوب سے معلوم ہوا کہ جب یہ کلمہ نفی استحقاق عبادت کے معنی میں صرف انبیاء علیہم السلام کی زبان فیض ترجمان سے شروع ہوتا ہے تو اب اس معنی کے لحاظ سے جو شخص بھی اس کلمہ کو پڑھے گا وہ درحقیقت صرف ان کی اتباع اور ان کی تصدیق کے بعد ہی پڑھے گا اس لئے اس کلمہ کا پڑھنا ہی خود رسالت کی تصدیق کو متضمن ہوگا۔ اصل یہ ہے کہ کافروں کو براہ راست خدا تعالیٰ کی ذات سے تو عدولت کسی نہیں ہوئی ان کو جو کچھ عداوت تھی وہ رسول کی ذات سے تھی یا اس خدا سے تھی جس کی طرف اس رسول نے ان کو دعوت دی۔ پس انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی توحید کو تسلیم کر لینا یہ درحقیقت ان کی تصدیق ہی کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ یہ سوال محض فرضی ہے کہ اگر کسی کو اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت انبیاء علیہم السلام کے توسط کے بغیر حاصل ہو جائے تو اس کا حکم کیا ہوگا اور اگر تسلیم ہی کر لیا جائے جب بھی اس کا وجود اتنا نادر ہوگا کہ ایسی نادر جزئیات پر حدیثوں کو حل نہیں کیا جاسکتا تاکہ اس میں تاویل کی ضرورت نہ ہو

حضرت مجدد الف ثانی نے اس کے علاوہ الوہیت سے مقامات پر اس کی تصریح فرمائی ہے کہ دنیا میں جہاں کہیں بھی حق کا کوئی وجود ہے وہ سب ان حضرات ہی کا طفیل اور ان ہی کے برکات کا بلا واسطہ یا بالواسطہ اثر ہے۔ پس جن کے وجود سے صحیح عقائد دنیا کو پہنچے اگر ان ہی کو درمیان سے علیحدہ کر دیا جائے تو کسی آسمانی دین کی بنیاد ہی قائم نہیں رہتی۔ چہ جائے کہ اس سے اس طرح صرف نظر کر لی جائے کہ رسول کی پوری زندگی اہل اس کی پوری تعلیمات کا منکر صرف اپنی مزعوم توحید کی بنا پر نجات پانے کا ستیج ہو۔ یہ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ توحید کے معنی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ایک سمجھنا نہیں ہے نہ صرف وحدانیت کوئی کمال ہے بلکہ اجالا ان تمام صفات کمالیہ کے ساتھ واحد جاننا بھی ضروری ہے جو حق تعالیٰ کی درحقیقت صفات ہیں پھر ان صفات کا اجمالی علم ہی اسی وقت کافی ہو سکتا ہے جبکہ عقیدہ میں شرک کا کوئی شائبہ موجود نہ ہو۔ اگر صفات کے اجمال بلکہ اس کی تفصیلات کے ساتھ کوئی ادنیٰ درجہ کا شرک بھی موجود ہے تو یہ توحید

توحید ہی نہیں کہلائے گی۔ ایمان کے لئے وہ توحید خالص دعا کر رہے جس میں شرک کا کوئی شائبہ نظر نہ آئے یہ توحید صرف انبیاء علیہم السلام کے توسط سے حاصل ہو سکتی ہے۔ جس طرح خدا تعالیٰ کی توحید صرف زبان سے اس کو ایک کہے کا نام نہیں اسی طرح رسول پر ایمان بھی صرف اس کو ایک سچا انسان مان لینے کا نام نہیں بلکہ اس کو ان تمام عظمتوں کے ساتھ ماننا ضروری ہے جو قرآن کریم نے اس کے لئے لازم قرار دیں۔ اسی طرح ان عقائد سے اپنی نیناری کا اظہار بھی ضروری ہے جو اس کی صفو عظمت سے باہر ہوں اور اسی کے ساتھ یہ بھی لازم ہے کہ آپ کی شریعت کو اپنی معاش و معاہدہ کا واحد مستر العمل بنالے۔ ایک نصرانی حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لا کر اس وقت تک مومن نہیں کہلا سکتا جب تک وہ ان کو خدا تعالیٰ کا ایک بندہ تسلیم نہ کر لے اور آپ کے دین کو مکمل طور پر قبول نہ کر لے پھر جب رسول کی ہستی اس طرح واجب التسلیم ہو جاتی ہے تو بقیہ تمام مغیبات کی تصدیق بھی اسی کی تصدیق کے ضمن میں خود بخود لپٹ جاتی ہے جنت و جہنم، فرشتے، تقدیر اور آخرت کے تمام احوال سب اسی ذیل میں آجاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عام طور پر محدثوں میں صرف شہادتین کے ذکر پر کفایت کر لی گئی ہے اور کہیں ان کے ساتھ اور اعتقادات کو بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔ اب اگر ان کا پیغام رسول ہونا امت کو بذریعہ تو اثر ثابت ہو گیا ہے تو امت نے ان کو بھی رسول ہی کے تصدیق کا جزو سمجھ لیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ تمام مغیبات پر ایمان، رسول پر ایمان میں درج ہے اور رسول پر ایمان کلمہ لا الہ الا اللہ پر ایمان لانے میں درج ہے۔ اس لئے ان محدثوں کے درمیان اصل مضمون کا کوئی اختلاف نہیں صرف اجمال و تفصیل یا محض ایک اسلوب بیان کا اختلاف ہے اس سے اجماعی عقائد کے خلاف کوئی موٹگانی کرنی تحقیق نہیں بلکہ زندقہ ہے۔

اسی لئے حافظ ابن تیمیہ نے کلمہ طیبہ کی حقیقت کا خلاصہ حسب ذیل الفاظ میں بیان فرمایا ہے:-

فدين الاسلام مبنى على اصيلين من خريج عن واحد منها فلا عمل لمعادين ان فجد الله وحده

سہ حافظ ابن تیمیہ کی حسب ذیل تحقیق نہایت قابل قدر ہے وہ فرماتے ہیں:-

وقد بينا في هذا الصمام المسلول ان التوحيد والايمان بالرسول متلازمان وكل امت لا تصدق الرسول فلا يكون الا مشرك وكل مشرك فانه مكذب للرسول فمن دخل في نوع من الشرك الذي نعت عند الرسول فانه منافق لمحمد خالف لموجب رسالته لم يرد كتابا لمحمد على البكرى (۲۶۶)

ہم نے اپنی کتاب (الصمام المسلول) میں یہ بات واضح طور پر ثابت کر دی ہے کہ توحید اور رسول پر ایمان لانا یہ دونوں باتیں باہم متلازم ہیں جو لوگ رسولوں کی تصدیق نہیں کرتے وہ یقیناً مشرک ہوتے ہیں اور جو مشرک ہیں وہ بلاشبہ رسولوں کی تکذیب کرتے ہیں اس لئے جو شخص مشرک کی کسی نوع میں بھی مبتلا ہو گا وہ ان کا دشمن اور ان کی رسالت کے منقضی کا مخالف کہلائیگا کیونکہ رسولوں نے مشرک کی جملہ اقسام کی ممانعت کی ہے۔ (کتاب الرد علی البکرى ص ۲۶۶)

ولانشوا بشیئا ولی ان نعبدہ باعتراف بالاحادیث البدع وهو حقیقۃ قول لا الہ الا اللہ محمد بن ابی بکرؓ
یعنی دین اسلام کے دواصول ہیں جو شخص ان میں سے کسی ایک کو ترک کر دے نہ اس کا دین معتبر ہے نہ کوئی عمل۔
ایک یہ کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس میں کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ دوم یہ کہ ہم ان طریقوں سے
اس کی عبادت کریں جو شریعت کے مقرر کردہ ہوں نوابجاد طریقے نہ ہوں۔ یہی کلمہ طیبہ کی اصلی حقیقت ہے۔
عبارت بالا میں مافظہ موصوف نے بڑی خوبی سے توحید و رسالت کی روح بتا دی ہے یعنی دعوت انبیاء
علیہم السلام کا اصل مرکز توحید فی العبادۃ ہے، لہذا صرف زبان سے خدا یتعالیٰ کو ایک کہہ کر کوئی شخص فرض توحید
سے عہدہ بردار نہیں ہو سکتا۔ دوم رسالت کے تسلیم کرنے کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا یتعالیٰ کی عبادت میں ان کے بتائے
ہوئے طریقوں سے سرمو تجاوز نہ کرے۔ گویا اسلام یہ ہے کہ صرف ایک ہی کی عبادت کرے اور وہ بھی صرف
اس طریقے سے کرے جس طرح کہ اس کے رسول نے بتائی ہو۔

یہاں حضرت استاد قدس سرہ نے ایک نہایت لطیف اور اہم نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے وہ فرماتے ہیں
کہ جو حدیثیں اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں ان میں جہاں کہیں صرف کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے وہاں رسالت کا ذکر
جزء مخدوف ہے اور جہاں اس کے ساتھ شہادۃ کا لفظ بھی موجود ہے وہاں رسالت کی شہادت کا ذکر جزء بھی
ضرور موجود ہوتا ہے۔ ان کے سوا جن حدیثوں میں صرف توحید کی شہادت پر نجات کا وعدہ مذکور ہے اول تو وہ
اس درجہ صحیح نہیں ہر وہ بھی بہت شاذ و نادر ہے۔ اس کا لفظ ہے کہ شہادتین ایمان کے اجزاء ہیں اس کا ایک جزء
دوسرے سے جدا ہو ہی نہیں سکتا اور کلمہ طیبہ تمام شریعت کا ایک سرنامہ اور اسلام کا گویا ایک کلی عنوان بن گیا ہے۔
لہذا اس سرفی میں وہ سالہ مضمون اجمالاً ساما ہوا ہوتا ہے جس کی یہ سرفی قرار دی گئی ہے۔ اس لئے لا الہ الا اللہ کے ساتھ
دوسری شہادۃ کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور ان حدیثوں کی مراد یہ ہوتی ہے کہ جو لوگ اس کلمہ کے
قائل ہیں یعنی مسلمان، ان کے لئے جنت کی بشارت ہے۔ اور جہاں شہادت کا لفظ اضافہ ہوا ہے وہاں فاس
ایک عقیدہ کا بیان کرنا منظور ہوتا ہے جس کی شہادت ایمان کے لئے ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ ایمان کے لئے
چونکہ صرف توحید کی شہادت کافی نہیں اس لئے اس کے ساتھ محمد رسول اللہ کی شہادت کا ذکر جزء بھی
لازمی طور پر مذکور ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اگر یہ مضمون اراد کرنا مقصود ہوتا ہے کہ اس ایمان کی حقیقت کیا ہے
جس کے بغیر جنت میں کوئی داخل نہیں ہو سکتا تو اس جگہ توحید و رسالت دونوں اجزاء کی شہادت لازمی طور
پر ذکر ہوتی ہے اور جہاں یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ وہ کونسی جماعت یا کونسا مذہب ہے جس کے لئے جنت
کی بشارت ہے تو اس کو یوں لودا کر دیا جاتا ہے کہ جو لا الہ الا اللہ کا قائل ہو اور جس کا انتساب اس کلمہ کی
طرف ہو۔ (دیکھو ترجمان السنہ ص ۲۲۵)

(۲۹۱) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ النَّسَائِطِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَهِدَ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ وَكَلِمَةُ آتِهَا إِلَى مَرْيَمَ وَدُوحٌ مِنْهُ وَأَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَالنَّارَ حَقٌّ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ عَلَى مَا كَانَ مِنْ عَمَلٍ وَفِي رَوَايَةٍ أَدْخَلَهُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى الْجَنَّةَ مِنْ آبَائِهَا الثَّمَرَاتِ مِنْ آيَاتِهَا شَاءَ دَخَلَ - (متفق عليه)

(۲۹۱) عبادہ بن صامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ خدا کوئی نہیں مگر اللہ جو تنہا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ اس کے بندہ اور رسول ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام بھی اس کے بندہ، اس کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جسے اس نے حضرت مریمؑ پر القافریا تھا اور اس کی طرف سے بھی ہوئی ایک روح ہیں اور جنت حق ہے جہنم حق ہے تو (ان اصولی عقائد کے تسلیم کرنے کے بعد) اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں ضرور داخل کرے گا خواہ اس کے اعمال کچھ بھی ہوں۔ دوسری روایت میں ہے اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا (اور اسے اختیار دے گا کہ) وہ جنت کے آٹھ دروازوں میں جس سے چاہے داخل ہو جائے۔ (متفق علیہ)

(۲۹۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود ملعون قرار دیتے تھے (والیاذ بانہ) اور نصاریٰ خدا کا بیٹا۔ اسلام کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ دونوں عقیدے سراسر فراطرف و تعریض کی راہیں ہیں وہ عبودیت و رسالت کی صفت سے سرموچی متجاوزہ تھے۔ روح اللہ ان کا صرف ایک لقب تھا۔ نصاریٰ کو یہاں یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی کہ وہ وحیقت اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس سے جڑیت کی نسبت سمجھنے لگے۔ (والیاذ بانہ) حالانکہ عرب میں اصاف کی بہت سی قسمیں ہیں، ان میں ایک قسم اصاف تشریف بھی ہے۔ جیسی بیت اللہ میں اس اصاف کا مطلب بھی یہ نہیں کہ اس بیت محترم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس کو ممکن کا حقیقہ کوئی علاقہ ہے بلکہ صرف اس کی شرافت کا انہماق مقصد ہے روح اللہ اور کلمہ اللہ کی اصاف کا مفہوم بھی تشریف سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ یہاں شیخ اکبر نے ایک اور لطیف تحقیق لکھی ہے وہ فرماتے ہیں کہ یم یشاق میں تمام احوال سے عہد لیکر سب کو تو سہر اصلاہ آباد ہیں واپس کر دیا گیا تھا ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح بھی جو اس میں نہیں کی گئی تھی اسکو حضرت جبریل علیہ السلام کے سپرد کر دیا گیا تھا تاکہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا زمانہ آئے تو وہ اس امانت الہیہ کو براہ راست حضرت مریمؑ کے حوالہ کر دیں۔ چنانچہ جب ان کی ولادت کا زمانہ آیا تو وہ ایک خول عبودت انسان کی شکل میں مشتمل ہوئے اور یہ امانت ان کے حوالہ کر گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے روح اللہ اور روح مذہب ہونے کی حقیقت یہ ہے (دیکھو الہامیت و الجواہر ص ۱۱۱) اس تحقیق کا ابتدائی حصہ منہام احمد میں بھی مذکور ہے اور صاحب مشکوٰۃ نے بھی تقدیر کے باب میں اس کو نقل کیا ہے۔

حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ تمہات ابدی کا تمام دائرہ دارا بان و عقائد کی اصلاح پر ہے۔ اس میں کوئی اتنی فروگزاشت بھی قابلِ درگزر نہیں ہو سکتی۔ ہاں اعمال کی ہرگز کوئی قابلِ درگزر ہو سکتی ہے۔ اسلامی تمام عقائد کی روح و حیدر رسالت ہے (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

(الف ۲۹۱) عَنْ يُونُسَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نَسِيرُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ سَمِعَ الْقَوْمَ وَهُمْ يَقُولُونَ أَيُّ الْأَهْقَالِ أَفْضَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيْمَانُ بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَجَهَادٌ فِي سَبِيلِ اللهِ وَحُجٌّ مَبْرُورٌ ثُمَّ نَدَا فِي الْوَادِي يَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَشْهَدُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا يَلْبِسُ أَحَدًا إِلَّا بَرِيًّا مِنَ النَّبِيِّينَ . رواه احمد والطبرانی في الكبير قال الهيثمی ورجال احمد موثقون .

(ب ۲۹۱) یحییٰ عن عبادۃ بن الصامت انہ قال دخلت علیہ وهو فی المکتب فبکیت فقال مهلا لی تبکی فوالله لیئن استشهدت لا تشهدنک لک ولئن شفعت لا شفعن لک ولئن استطعت لا نفعتک ثم قال والله ما من حدیث سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم

(الف ۲۹۱) عبد اللہ بن سلام بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ دفعہ صحابہ کو آپ سے یہ دریافت کرنے سنا، یا رسول اللہ کون سے عمل افضل ہیں آپ نے فرمایا اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لانا، اللہ کے لئے جہاد کرنا اور خیانت کے بغیر حج کرنا اتنے میں وادی کے ایک آواز سنائی دی کوئی کہنے والا کہتا ہے شہدان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا میں بھی اس کی گواہی دیتا ہوں اور اس کی بھی کہ جو شخص یہ گواہی دے اس نے شرک سے اپنی نیلری کا اظہار کیا۔ (ب ۲۹۱) یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ میں عبادۃ بن الصامت کی خدمت میں ایسے وقت پہنچا جبکہ وہ نزع کی حالت میں تھے۔ ان کو دیکھ کر مجھ پر گریہ طاری ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا شہر و کیوں روتے ہو، اگر تمہارے حق میں مجھ سے شہادت طلب کی گئی تو میں تمہارے لئے شہادت دے گا اور اگر میری سفارش منظور کی گئی تو تمہارا

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) مگر وہ توجہ نہیں جس کو عقیدہ تثلیث کے ساتھ بنایا جا سکے بلکہ وہ توحید جس میں شال و نظیر کی شرکت کی گنجائش نہ ہو اس لئے مضامین کو یہ اقرار کرنا ہو گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے نہیں تھے بلکہ اس کے بندہ تھے اور یہود کو یہ ماننا پڑے گا کہ وہ ملعون (داعیہ از بائیس) نہیں تھے بلکہ خدا کے مقدس رسول تھے، لکن اللہ بھی تھے اور روح اللہ بھی راوا اعتدال پس ہی ہے اس کے بغیر جنت میں داخلہ نہیں ہو سکتا۔

(اس روایت سے معلوم ہو کہ توحید کا اصل رکن شرک سے بیزاری ہے۔ جن عقائد میں شرک کی گہا آ رہے وہ اسلامی توحید کے منافی ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ توحید و رسالت اسلام کے وہ بنیادی اصول ہیں جن کے ماننے سے انبیاء علیہم السلام خود بھی مستثنیٰ نہیں ہیں۔ ان کے لئے بھی ایسی طرح واجب التسلیم ہیں جس طرح ان کی امت کے لئے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان صرف ایک علم نہیں بلکہ قلب کا اختیاری عمل ہے جیسا جہاد اور حج بخوار کے عمل ہیں۔

فِيهِ خَيْرٌ لَّأَحَدٍ مِّنْكُمْ وَلَا أَحَدٍ مِنَّا وَاحِدًا وَسَوْتُ أَحَدًا تَكْمُؤُهُ الْيَوْمَ وَقَدْ أَحْبَبْتُ نَفْسِي
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا
رَسُولُ اللَّهِ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ النَّارَ (اخرجه مسلم)

(۲۹۲) عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا نَجَاةُ هَذَا الْأَمْرِ الَّذِي
نَحْنُ فِيهِ فَقَالَ مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَهُوَ لَهُ نَجَاةٌ (اخرجه علي والحق في الدارقطني في الامداد)

لے ضرور سفارش کروں گا اور اگر کوئی نفع رسائی میرے بس میں ہوگی تو میں ہرگز اس سے بھی دستِبرہ نہیں کروں گا۔
اس کے بعد فرمایا بخدا کوئی حدیث ایسی نہیں جس میں تمہارے لئے کوئی بہتری کی بات ہو اور میں نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو مگر اس کو میں نے تم سے بیان کر دیا ہے صرف ایک حدیث باقی ہے اور آج جبکہ میرا
طائر روح قفسِ عنصری سے پرواز کرنے والا ہے اسے بھی تم سے بیان کئے دیتا ہوں۔ میں نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ جو شخص اس کی گواہی دے کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ اور اس بات
کی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے پیغمبر ہیں تو اللہ تعالیٰ اس پر عذاب و دوزخ حرام کر دیگا۔ (مسلم)

(۲۹۲) ابوبکر صدیقؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے دین میں مداخلت کیا چیز ہے
فرمایا جو اس بات کی گواہی دے کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ بس یہی اس کے لئے باعثِ نجات ہے۔

(۲۹۲) سند امام احمد میں اس حدیث کے شروع میں حضرت عثمان کا ایک طویل واقعہ ذکر کیا ہے جس کو صاحب مشکوٰۃ نے
باب الکبائر میں نقل کیا ہے۔ حضرت عثمان روایت فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو صحابہ کے دلوں پر غموں
کے پاؤں ٹوٹ پڑے اور ان کے دلوں میں طرح طرح کے دساؤں گزرنے لگے جس میں ان ہی میں کا ایک فرد تھا جس اسی غم و اندوہ کے
حال میں بیٹھا ہوا تھا کہ عمر میرے پاس سے گزرے انہوں نے سلام کیا مگر مجھے کچھ خبر نہ ہوئی انہوں نے ابوبکرؓ سے اس بات کی
شکایت کی وہ دونوں مل کر میرے پاس آئے اور سلام کیا ابوبکرؓ بولے آپ نے اپنے بھائی عثمانؓ کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا۔
میں نے کہا میں نے تو ہر گز نہیں کیا عثمانؓ نے فرمایا خدا کی قسم آپ نے ضرور بے اعتنائی کی ہے۔ انہوں نے فرمایا بخدا مجھے تو اپنے غم میں یہ خبر
نہ ہوئی کہ آپ یہاں سے گزرے تھے اور مجھے سلام کیا تھا۔ ابوبکرؓ نے فرمایا عثمانؓ نے سچ کہا انہیں ایک بڑے سالہ کی فکرت اور ہر
سے بے خبر نہ دیا تھا۔ میں نے کہا یہی بات تھی۔ انہوں نے فرمایا تو فرمائیے وہ فکر کیا ہے میں نے کہا فکر یہ ہے کہ آپ کی تو وفات ہو گئی
اور ہم آپ سے یہ تحقیق نہ کر سکے کہ دین میں مداخلت کیا چیز ہے۔ ابوبکرؓ بولے میں اس کی تحقیق کر چکا ہوں۔ میں کہیں ان کی تعظیم
کیلئے کھڑا ہو گیا اللہ میں نے کہا میرے والدین آپ پر قربان ہوں آپ ہی اس تحقیق کے سب سے زیادہ اہل تھے (توسلیم)
وہ بات کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چھادین میں مداخلت کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا
جو شخص وہی ایک کھڑکیس نے اپنے چپاکے سامنے پیش کیا تھا اور انہوں نے نہ مانا تھا میری جانب سے قبول کرنے کا
تو وہی اس کے لئے نجات کا موجب ہو جائیگا۔

(۲۹۳) زَعَمَ مُحَمَّدٌ أَنَّهُ عَمِلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَجَعَةٍ مِنْ دَلِي
كَانَتْ مِنْ دَارِهِمْ قَالَ سَمِعْتُ عُبَّانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ ثُمَّ أَحَدَ بَنِي سَالِمٍ قَالَ عَدَا
عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَنْ يَوَافِيَ عَبْدٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
يَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللَّهِ لَا حَرَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ النَّارَ (رواه البخاري)

(۲۹۴) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ
تَبُوكَ فَأَصَابَنَا جُوعٌ شَدِيدٌ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْعَدُوَّ قَدْ حَضَرَ وَمُمْسِيغٌ وَالنَّاسُ
جِيَاعٌ فَقَالَتْ الْأَنْصَارُ الْأَنْصَارُ لَا تَنْهَضُوا وَاصْبِرُوا نَطْعُوهَا النَّاسُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بَلْ
يَحِيَّ كُلُّ رَجُلٍ رَجُلًا بِمَا فِي رَحْلِهِ وَفِي لَفْظٍ مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلٌ طَعَامٍ فَلْيَحْيِ بِهِ وَبَسَطَ نَظْعًا
تَجْعَلَ الرَّجُلُ يَحْيِي بِأَلَمِهِ وَالصَّاعِ وَالْكَرْدِ أَقْلٌ فَكَانَ يَحْيِيهِمْ مَا فِي الْبَغِيشِ بِضْعًا وَعَشْرِينَ صَاعًا
فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جَنْبِهِ وَدَعَا بِالْبَكْرِ ثُمَّ دَعَا النَّاسَ فَقَالَ يَسْمِعُ اللَّهُ خُذُوا

(۲۹۳) محمد بن ریحہ کہتے ہیں کہ مجھے وہ مکی خوب یاد ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے
گھر کے ڈول سے پانی پی کر میرے منہ پر ڈالی تھی۔ محمد بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبان بن مالک انصاری
سے سنا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ ایک روز میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا جو نبوہ
ایسا ہوگا کہ اس نے لا الہ الا اللہ صرف اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے کہا ہوگا اللہ تعالیٰ اس پر
دفعہ کی آگ ضرور حرام کر دے گا۔ (بخاری شریف)

(۲۹۴) عمر بن الخطاب کہتے ہیں کہ ہم غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے
زاد راہ کے فقدان کی وجہ سے، ہمیں سخت بھوک کی ذیبت آئی ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! دشمن سامنے
موجود ہے وہ شکم میرے اندر ہم لوگ بھوکے۔ انصار نے کہا تو کیا ہم اپنی اوتھیاں ذبح کر کے ان کا گوشت لوگوں
کو نہ کھلا دیں۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو بلکہ ان کے کجاہ میں جو کچھ ہو، یا یہ فرمایا جس کے پاس کچھ بچا ہوا
کھانا ہو وہ میرے پاس لے آئے اور (یہ کہہ کر) آپ نے چمبے کا ایک دسترخوان بچھایا۔ کوئی ایک مد لایا، کوئی
ایک صاع، کوئی اس سے زیادہ اور کوئی اس سے کم۔ اس وقت تمام لشکر کو کھانے کی خوشخبری ہوئی کہ ہمیں صلح کے زیادہ
ہرگی آپ کے ایک طرف بیٹھ گئے اور میں بکت کیلئے دعا فرمائی۔ اس کے بعد لوگوں کو آواز دی اور فرمایا اے اللہ! ہمیں
اطمینان کے ساتھ لینے جاؤ اور لوٹ نہ مجاؤ۔ لوگ اپنے اپنے توشہ دان اور گونوں اور برتنوں میں بھر بھر کر کھانا
لگے۔ یہاں تک کہ کسی کو کچھ نہ ملا تو اس نے اپنی آستین ہی کا منہ اندر کر اسی کو بھر لیا۔ یہ تمام لشکر اپنا راشن

وَلَا تَتَّبِعُوا أَجَلَ الرَّجُلِ يَأْخُذُ فِي حِرَابِهِ وَفِي عَمَارَتِهِ وَأَخَذَ وَاقِي أَوْ عِيَتِهِمْ حَتَّىٰ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَرْبِطُكُمْ قَبْلَهُمْ قَبْلَ مَا لَهُ تَفَرُّغًا وَالطَّعَامَ لَمَّا هَوَيْتُمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ لَا يَأْتِي بِمِثْلِهِ عَبْدٌ مُجَنَّبٌ إِلَّا وَكَاهُ اللَّهُ سَرَّ النَّارِ أَخْرَجَ ابْنَ رَاضِي وَالْعَدَنِي مَابُو بَعْلَى وَالْحَاكِمُ وَغَيْرُهُمْ۔

(۲۹۵) عَنْ رِافِعَةَ الْجَدْعَنِيِّ قَالَ أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّىٰ إِذَا كُنَّا بِالْكَدْنِيَّةِ وَقَالَ بَقْدُ بَقْدُ جَعَلَ رِجَالٌ يَسْتَأْذِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ فَيَأْذِنُ لَهُمْ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَأْتِي عَلَىٰ رِجَالٍ يَكُونُ شَيْءُ الشَّجَرَةِ الَّتِي عَلَىٰ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْبَضَ إِلَيْهِمْ مِنَ الشَّيْءِ الْآخِرِ فَلَمْ تَرَعْنَدُ ذَلِكَ مِنَ الْقَوْمِ إِلَّا بَاكِيًا فَقَالَ رَجُلٌ إِنَّ الَّذِي يَسْتَأْذِنُكَ بَعْدَ الْوَيْسَةِ فَحَمْدُ اللَّهِ وَقَالَ جَيْشُنُ بْنُ أَشْهَدُ عِنْدَ اللَّهِ لَا يَمُوتُ عَبْدٌ يَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ حَتَّىٰ قَامَ مِنْ قَلْبِهِ لَمْ يَسْأَلْهُ إِلَّا سَلَكَ فِي الْحَجَّةِ قَالَ وَقَدْ وَعَدَنِي رَبِّي أَنِّي يَدْخُلُ مِنْ أُمِّي

لے کر فارغ ہو گیا اور وہ کھانا تھا کہ جوں کا توں ہی رکھا ہوا تھا۔ اس عظیم الشان برکت کے ظہور کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ اور اس بات کی بھی کہ میں اس کا رسول ہوں، جو بندہ سچے دل کے ساتھ یہ شہادت دے گا اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ سے بچالے گا۔ (حاکم)

(۲۹۵) رفاعہ جہنی روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے یہاں تک کہ جب مقام کدینہ قدید (شک راوی ہے) پہنچ گئے تو کچھ لوگ اپنے گھر جانے کے لئے آپ سے اجازت طلب کرنے لگے آپ ان کو اجازت دیتے رہے اس کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا لوگوں کا حال کیا ہو گیا ہے کہ ان کے نزدیک درخت کا وہ رخ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتا ہے اس کی دوسری سمت سے زیادہ بخوش ہوتا ہے آپ کا یہ فرمانا تھا کہ ہم نے لوگوں میں کسی کو نہ دیکھا جو روند رہا ہو ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ اس کے بعد اب جو شخص بھی آپ سے جانے کی اجازت مانگے وہ پہلے دوجے کا بیوقوف ہو گا۔ پس اگر آپ نے خدا کا شکر ادا کیا اور فرمایا میں خدا تعالیٰ کے سامنے گواہی دیتا ہوں کہ جو بندہ بھی سچے دل سے گواہی دیتا ہو کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ اور اس بات کی کہ میں اس کا رسول ہوں اس کے بعد اس کو اس شہادت پر جمع طور پر قائم رہنے کی ترغیب ملیگی تو وہ سیدہ جنت میں چلا جائے گا اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے بعد گارنے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میری امت میں ستر ہزار افراد کسی حساب و عذاب کے بغیر جنت میں جائیں

سَبْعِينَ أَلْفًا حَسَابٍ عَلَيْهِمْ ذَلَعْدَابٌ وَأَنِّي لَا رَجْوَانَ لَأَيُّدُ خُلُوعًا حَتَّى يَبُوءَ أَنتُمْ وَمَنْ مَعَكُمْ مِنْ آبَائِكُمْ وَأَزْوَاجِكُمْ وَذُرِّيَّاتِكُمْ مَسَاكِينَ فِي الْجَنَّةِ۔

روعن من طریق ثانی) قَالَ صَدْرُ تَامَرٍ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَلَكَتْ فَجَعَلَ النَّاسُ يَسْتَأْذِنُونَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ قَالَ وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لِمَنْ الَّذِي يَسْتَأْذِنُكَ بَعْدَ هَذِهِ لَسَفِيهِ فِي نَفْسِي ثُمَّ إِنَّ التَّبَيُّقَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيَّاهُ اللَّهُ وَقَالَ خَيْرًا ثُمَّ قَالَ أَشْهَدُ عِنْدَ اللَّهِ وَكَانَ إِذَا حَلَفَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا مِنْ عَبْدٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ثُمَّ يَسْتَعِذُّ إِلَّا سَلَكَ فِي الْجَنَّةِ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ۔

(روعن من طریق ثالث) قَالَ أَتَيْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْكُدَيْكَةِ أَوْ قَالَ بَعْرَقَةَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ۔ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِيُّ وَالْبَغَوِيُّ وَالْبَارِدِيُّ وَابْنُ قَانَمٍ وَابْنُ مَاجَهٍ يَعْضُدُ قَالَ الْهَيْثَمِيُّ وَرَجَالُهُ مُوْثِقُونَ۔

(۲۹۶) عَنْهُ عُمَانٌ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنِّي لَا أَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُولُهَا عَبْدٌ حَقًّا مِنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَرَّمَ عَلَى النَّارِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَنَا أَحَدُ تِلْكَ مَا مَعِيَ

اور مجھے پوری امید ہے کہ جب تک تم تمہارے باپ تمہاری بیبیاں اور تمہارے بچے جو جو مجھ میں ہیں ایک برنگہ جنت میں اپنے اپنے ٹمکانے سے نہ بیٹھ جائیں کوئی امت اس میں داخل نہ ہو سکے گی۔

اس کے دوسرے طریقے میں یہ قصہ اس طرح مذکور ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ سے لوٹ رہے تھے وہی میں لوگ آپ سے گھر جانے کی اجازت طلب کرنے لگے اکوڑیٹ اس میں یہ بھی ہے کہ ابو بکرؓ نے فرمایا میرے خیال میں تو اس کے بعد جو آپ سے جانے کی اجازت مانگے وہ بڑا ہی بیوقوف ہوگا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی تعریف کی اور اچھے کلمات کہے۔ آخر میں فرمایا میں خدا کے سامنے گواہی دیتا ہوں (آپ کی عادت تھی کہ جب آپ قسم کھاتے تو یوں کہہ دیتے تھے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے) اللہ کا جو بندہ بھی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئے پھر اسے سلامتی کی توفیق نصیب ہو جائے تو وہ سیدہ جنت میں جائے گا۔ الحدیث

اس کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئے تو جب کہ یہ براء عرفہ کے پاس گئے الحدیث (۲۹۶) حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ میں ایک کلمہ ایسا جانتا ہوں جسے اللہ کا کوئی بندہ صدق دل سے نہ کہیگا وہ دونوں پر حرام کر دیا

ہی کلمۃ الإخلاص الیٰی اَعَزَّ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی مُحَمَّدًا وَاَصْحَابَهُ رَحِمَیْ کَلِمَةُ النِّقَیْ
الْبَقِیْ الْاٰخِرَ عَلَیْہَا نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبَا طَالِبٍ عِنْدَ الْمَوْتِ شَہَادَةُ اَنْ لَا اِلٰهَ
اِلَّا اللّٰہُ۔ (رواہ احمد ولفشواہد فی الصحاح)

(۲۹۷) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَفَاتِيحُ الْجَنَّةِ
شَہَادَةُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ۔ (رواہ احمد قال الھیثمی ورواہ البزار و فیہا انقطاع قال صاحب
التنقیح اخرجہا یضاً ابوداؤد و الحاکم)

جائے گا۔ حضرت عمرؓ بولے آؤ میں تمہیں بتا دوں وہ کلمہ کیا ہے۔ وہ کلمہ اخلاص ہے جس کے ذریعہ
اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت کو عزت بخشی ہے اور یہ کلمہ وہی کلمہ تقویٰ
ہے جس کے قبول کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابوطالب کی وفات کے وقت
منت کرتے رہے۔ وہ کلمہ اس بات کی گواہی ہے کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ۔ (مسند احمد)
(۲۹۷) معاذ بن جبلؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا جنت
کی کنجیاں کلمہ لا الہ الا اللہ کی شہادت دینا ہے۔ (احمد)

(۲۹۷) یعنی جس طرح برغفل مکان کی ایک خاص کچھنی ہوتی ہو اور وہ اپنی کچھنی کو کھولا ہا سکتا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کی
جنت کی کچھنی ایک خاص کچھنی ہے جس کے بغیر وہ کھولی نہیں جائے گی۔ وہ کچھنی لا الہ الا اللہ یعنی عہدہ توحید ہے۔
امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا کیا کلمہ لا الہ الا اللہ
جنت کی کچھنی نہیں (یعنی بھر عمل کی کیا ضرورت ہے) تو انھوں نے فرمایا کیوں نہیں مگر کچھنی کے لئے دوزخ بھی ہوتے ہیں
اگر تم ایسی کچھنی لیکر آؤ گے جس کے دوزخ نے سالم ہوں تو تمہارے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جائے گا ورنہ تو یہ کھولا جائیگا
یہاں وہب بن منبہ نے سائل کو اس کی دفاعی ساخت کے مطابق جواب دیدینے کی کوشش کی ہے ورنہ ظاہر ہے
کہ یہ محض ایک خوش اسلوب بیان تھا اس کو مسئلہ کی پوری حقیقت سمجھ لینا غلط ہے۔ لا الہ الا اللہ کے مفہام سمجھنے
سے آپ کا یہ مطلب تو ضا نہیں کہ اب نجات کے لئے اس کے علاوہ کسی اور امر کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی بلکہ
مطلب یہ تھا کہ اگر عہدہ سے عہدہ اعمال بھی موجود ہوں سخاوت کے دریا بہہ رہے ہوں۔ شجاعت کا ڈنکا
پٹ رہا ہو اور عرب کے مایہ ناز عبادت رچ بھی سالانہ ادا کی جا رہی ہو، جب بھی جنت کا دروازہ نہیں کھل
سکتا جب تک کہ اس کے ساتھ کلمہ لا الہ الا اللہ نہ ہو۔ اس لئے کہ ان اعمال میں سے کوئی عمل بھی اس کی اہل کچھنی نہیں۔
خلاصہ یہ ہے کہ جنت کے کھلنے نہ کھلنے کا سوال اسی وقت سامنے آسکتا ہے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا بتایا ہوا یہ کلمہ ساتھ ہو۔ اگر یہ نہیں تو سب کچھ بھی ہو جب بھی کچھ نہیں اب رہا یہ کہ اس کلمہ کی تاثیر کی تفصیلات
کیا ہیں تو وہ اس جگہ زیر بحث نہیں اس کے بیان کا محل دوسری حدیثیں ہیں۔

(۲۹۸) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ سَيُخْلِصُ رَجُلًا مِّنْ أُمَّتِي عَلَى رُؤُوسِ الْخَلَائِفِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُشِيرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ سَجْدًا كُلُّ سَجْدٍ مِثْلَ الْبَصَرِ لَوْ يَقُولُ أَتَشْكُرُ مِنْ هَذَا شَيْئًا أَظْلَمَ لَكَ كَتَبَنِي الْمُحَافِظُونَ يَقُولُ لَا يَأْرَبُ يَقُولُ أَفَلَاكَ عَذْرَاءُ قَالَ لَا يَأْرَبُ يَقُولُ بَلَىٰ إِنَّ لَكَ عِنْدَ تَأَخُّدَةٍ وَإِنَّكَ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ لَمْ تُهْرَبْ بِطَاقَةٍ فِيهَا أَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَإِنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ يَقُولُ أَحْضَرُوا نَفْسَ يَأْرَبُ مَا هَذَا وَالْبَطَاقَةُ مَعَ هَذِهِ السَّجَدَاتِ يَقُولُ

(۲۹۸) عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ایک شخص کو تمام مخلوق کے سامنے کھل کر لائیکا (اس کی سیاہ کاری کا عالم یہ ہوگا کہ اس کے سامنے (اس کے اعمال کے) نانوے دفتر پھیلادیں گے ہر دفتر وسعت نظر کی بقدر رہا ہوگا پھر اس سے ارشاد ہوگا ان میں سے کسی بات کا انکار کر سکتے ہو میرے اُن فرشتوں نے جو نیکی بدی لکھنے پر تعینات تھے تم پر کوئی زیادتی تو نہیں کی وہ کہے گا پروردگار نہ تو انکار کر سکتا ہوں اور میرے فرشتوں نے کوئی زیادتی کی ہے ارشاد ہوگا اچھا تو تمہارا ہے پاس ان گناہوں کا کوئی عندہ ہے وہ کہے گا ہمدرد گاہ نہیں۔ اس پر ارشاد ہوگا کیوں نہیں ہمارے یہاں تمہاری ایک بہت بھاری نیکی موجود ہے اور آج تم پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی اس کے بعد ایک چھوٹا سا پرچہ نکالا جائے گا اس میں مکہ طیبہ لکھا ہوگا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمد عبدا ورسوله ارشاد ہوگا جاؤ اس پرچہ کا وزن کر اگر دیکھو وہ عرض کرے گا میرے پروردگار بھلا ان لمبے چوڑے دھڑوں کے بالمقابل اس پرچہ کا وزن ہی کیا ہوگا ارشاد ہوگا آج تم پر کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔ آپ نے فرمایا

(۲۹۸) اس حدیث کی شرح میں علماء کے مختلف اقوال ہیں ملا علی قاری مرقۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ بظاہر یہ وزن تنہا اسی کلمہ کا ہوگا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس شخص کے پاس کچھ نیکیاں بھی ہوں لیکن اس کی نیکیوں کا پلہ اسی کلمہ کی برکت کی بدولت بھاری ہوا ہو اس لئے ذکر اسی کلمہ کو کیا گیا ہو۔ فقہ الکبیر کی شرح میں ان کی حوالہ ہے وہ بھی اہل کلمہ کے لفظ سے گزر چکی ہے یعنی یہ وزن صرف اس کلمہ کے لفظ کا نہیں بلکہ اس کی اس معنی حقیقت کا ہے جس کو فورے تغیر کیا جاتا ہے اس زندہ کی زبان سے کسی وقت یہ کلمہ شاید اس اخلاص کے ساتھ نکل گیا ہوگا کہ جو اس کا پروردگار ہے وہ سب کا سب اس کے حصہ میں آگیا ہوگا۔ لا الہ الا اللہ کبھی تو حلق سے لو پر بھی نہیں جاتا اور کبھی ساتوں آسمانوں کو بھارت کر عرش عظیم تک جا پہنچتا ہے۔ کوئی شبہ نہیں کہ اللہ کا نام اتنا وزنی ہے کہ اس کے ساتھ کوئی چیز قوی نہیں جاسکتی مگر اس کا وزن اس کی ادائیگی میں خلوص پر موقوف ہے۔

حضرت استاد کی یہاں ایک عجیب تحقیق اور بھی تھی وہ فرماتے تھے کہ مکہ طیبہ ازکار میں ایک ذکر بھی ہے۔ ہر کلمہ کہ یہ ثواب اس ذکر کا ہو جیسا کہ ملا علی قاری کی رائے ہے مگر یہ کلمہ ایمان حاصل کرنے کے لئے بھی ہوتا ہے۔

إِنكَ لَا تَظْلَمُ قَالَ فَمَوْصِمُ السَّجَلَاتِ فِي كِفَّةٍ وَالْبَاطِلُ قَدْ فِي كِفَّةٍ فَطَاشَتِ السَّجَلَاتُ
وَقُلَّتِ الْبَاطِلُ قَدْ فَلَا يَنْقُلُ مَعَ رَسْمِ اللَّهِ شَيْءٌ رَسْمُ اللَّهِ الرَّبُّ وَابْنُ مَاجِهٍ

(۲۹۹) عَنْ أَبِي سَيِّدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُوسَى
عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا رَبِّ عَلِّمْنِي شَيْئًا أَذْكُرُكَ بِهِ وَأَدْعُوكَ بِهِ فَقَالَ يَا مُوسَى قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَالَ
يَا رَبِّ كُلَّ عِبَادِكَ يَقُولُ هَذَا لَأَتَمَّ أَرْنَبُ شَيْئًا أَخَصِّصِي بِهِ قَالَ يَا مُوسَى لَوْ أَنَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعَ
وَعَامَرَهُنَّ غَيْرِي وَالْأَرْضَيْنِ السَّبْعَ وَضِعْنِ فِي كِفَّةٍ وَلَا لَئِلَّا لَإِلَهِ اللَّهُ فِي كِفَّةٍ لَمَّا لَتَ بِهِنَّ

کہ یہ تمام دفتر ایک پلہ میں رکھ دیئے جائیں گے اور ہر دوسرے پلہ میں رکھا جائے گا تو دفتروں کا پلہ
اٹھ جائے گا اور ہر چہ والا پلہ بھاری ہو جائے گا اور اللہ کا نام پاک اتنا زور پی ہے کہ اس کے ساتھ کوئی
چیز بھاری نہیں پڑ سکتی۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

(۲۹۹) ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا ایکبار موسیٰ علیہ السلام
نے عرض کیا اے میرے پروردگار مجھے کوئی ایسا وظیفہ تعلیم فرما دے جس کے ذریعہ میں تجھے یاد کیا کروں اور
تجھے پکار کروں ارشاد ہوا موسیٰ لا الہ الا اللہ پڑھا کرو۔ اسوں نے عرض کیا پروردگار یہ کلمہ تو میرے سارے
ہی بندے پڑھتے ہیں میں تو ایسا کلمہ چاہتا ہوں جو خاص طور پر تجھے ہی تعلیم فرمائیے۔ ارشاد ہوا موسیٰ اگر ساتوں
آسمان اور حوٹاس میں آباد ہیں میری ذات کے سوا اور ساتوں زمینیں ایک پلہ میں رکھے جائیں اور لا الہ الا اللہ

یعنی اس کلمہ کو پڑھنے سے ایک کافر مسلمان ہو جاتا ہے پس موسیٰ کے قلب میں یہ کلمہ ایمان بٹھا ہے اور جب وہ تبرک کے لئے اس کو
پڑھتا ہے تو یہ اس کا ایک وظیفہ بھی بن جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہاں یہ کلمہ اس شخص کا ایمان ہو اگرچہ بظاہر مشرک میں وزن صرف
اعمال کا ہوگا یعنی نیکی اور بدی کا۔ کفر و ایمان غالباً میزانِ آخرت میں اعمال کے ساتھ تولد نہیں جائیں گے کیونکہ ایمان اگر تو لا
حاصل نہ ہو تو کفر کے مقابلہ میں ہی تو لا حاصل نہ ہوگا اور کفر و ایمان کے جمع ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں۔ اس لئے جب اعمال کا وزن
فرور ہوگا تو بدیوں کے مقابلہ میں صرف موسیٰ کی نیکیاں ہی رکھی جائیں گی۔ اس کا ایمان میزانِ آخرت میں نہ رکھا جائے گا لیکن
قیامت خدا تعالیٰ کے کلمہ نوازی اور شان بے نیازی و دونوں کے ظہور کا دن ہوگا اس لئے جب اس گنہگار کی بخشش منظور ہوگی
تو محض اسے لطف و کرم سے اس کا ایمان اس کی نیکیوں کے پلہ میں رکھ دیں گے بلاشبہ ایمان کا وزن اتنا ہی ہے کہ اگر اسے
میزانِ آخرت میں رکھ دیں تو پھر سیئات کا وزن اس کے مقابلہ میں نہ ہوگا۔ آخر جب کفر کی عمر بھر کی بدیاں اس کلمہ کی بدولت
چشمِ زدن میں سب غنہ ہو جاتی ہیں تو زمانہ اسلام کی برائیاں اس کے سامنے بھوک ٹھہر سکتی ہیں یہ کلمہ ایمانی سب کے
پاس ہے اور سب کے ایمان کا وزن اتنا ہی ہے لیکن یہاں انبیاء فضل نے اس کی بخشش کے لئے اسی کے ایمان کے وزن
کا ایک بہانہ نکال لیا تھا۔

(۲۹۹) اہلِ فہم کے لئے چکنہ قابلِ غور ہے کہ آسمانوں اور ان کی آبادیات کے ذکر کے ساتھ تو فیری یعنی اللہ کی

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ (شرح فی شرح السنہ)

(۳۰۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ عَبْدٌ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصًا قَلْبًا إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ حَتَّى يُفْضِيَ إِلَى الْعَرْشِ مَا يَجْتَبِ
الْكِبَارِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَيْسَ لَهَا دُونَ اللَّهِ حِجَابٌ حَتَّى تَخْلُصَ إِلَيْهِ
رواه الترمذی وقال هذا حدیث غریب۔ وضعفت اسنادا ثانیہ

دوسرے پہ میں تو ان سب کے مقابلہ میں لا الہ الا اللہ کا پہلہ ہی بجاری پڑے گا۔ (شرح السنہ)
(۳۰۰) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا کوئی بندہ
اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ نہیں کہتا مگر اس کے لئے آسمان کے دروازے فورا کھول دیے جاتے ہیں
یہاں تک کہ یہ کلمہ عرش تک جا پہنچتا ہے۔ جب تک بندہ کبائر سے اجتناب کرتا ہے اس کلمہ کی پرواز کا
عالم ہی رہتا ہے۔ ترمذی کی دوسری روایت میں یہ مضمون اس طرح ہے کہ اللہ کی ذات پاک اور اس کلمہ
کے درمیان کوئی روک نہیں یہ کلمہ وہیں جا کر پہنچتا ہے۔ مگر اس کی اسناد کو ترمذی نے ضعیف کہا ہے۔

ذات پاک کا استثناء مذکور ہے مگر زمیوں کے ذکر کے ساتھ یہ استثناء مذکور نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کی ذات
پاک کا مجازی تصور اگر کیا جاسکتا ہے تو اس کے لئے جہت علوی یعنی آسمانوں کی ہی جہت موزوں ہے سادہ فطرت
انسان جب تلاشِ ربوبیت کے لئے سرگشتا ہے تو اس کی نظریں بے اختیار آسمانوں ہی کی طرف اٹھ جاتی ہیں پھر
اس مجاز میں اتنی حقیقت بھی ہے کہ تجلیات الہیہ کی حقیقت آسمانوں میں ہے زمیوں میں نہیں اس لئے اس فطرت کا
محافظ رکھنے ہوئے سموات کے ساتھ اللہ کی ذات پاک کا استثناء من مقتضائے احتیاط ہے اور زمیوں کے تذکرہ
کے ساتھ اس کا تذکرہ بے حاجت چیز ہے۔

(۳۰۰) یہ کلمہ نفی ماسوی اللہ کیلئے موضوع ہے اس لئے اس کی نفی کا دامن سارے عالم کو شامل ہونا
چاہئے۔ اگر کہیں عرش پر رحمن کی تجلی نہ ہوتی تو یہ کلمہ عرش کو بھی یقیناً پار کر جاتا مگر چونکہ عرش پر الا اللہ کے
اثبات کا کچھ اتہ پتہ ملتا ہے اس لئے اس سرحد تک جا کر اس کی پرواز ختم ہو جاتی ہے یہی مطلب لیس لہا دون اللہ
المجاب کا ہے علماء اس مضمون کو صرف سمجھ لیتے ہیں اور عرفاء اس کا شاہد بھی کر لیتے ہیں ایسا شاہد جس کے
بعد ان کو قسم کھا کر یہ کہنا آسان ہو جاتا ہے

بخدا غیر خدا در دو جہاں چیزے نیست

بے نشانیت کرد نام و نشان چیزے نیست

یا خدایا تو اس کی تو حید وہی ہے رہے تو حید وجودی اور توحید شہوری کے جھگڑے تو ان کا یہ عمل نہیں۔ توحید وجودی کے
مذاق والوں کے لئے حضرت مولانا قاسم نانوتوی کا جملہ آپ زرے لکھنے کے قابل ہے وہ فرماتے ہیں وحدت موجود
تو حال ہے اور وحدت وجود حقیقت حال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔

(۳۰۱) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الذِّكْرِ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَفْضَلُ الدُّعَاءِ الْحَمْدُ لِلَّهِ - (رواه الترمذی وابن ماجہ)

(۳۰۲) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ
قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ صَدَقَ رَبُّهُ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا وَأَنَا أَكْبَرُ وَلَمْ يَقَالَ لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ وَخَدَّاهُ لَا شَرِيكَ لَهُ يَقُولُ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا وَخَدَّاهُ لَا شَرِيكَ لِي وَإِذَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا
اللَّهُ لَمْ يَلْمُكَ وَلَمْ يَتَّخِذْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا لِي الْمُلْكُ وَلِي الْحَمْدُ وَلَمَّا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا
اللَّهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِي وَكَانَ يَقُولُ
مَنْ قَالَهَا فِي مَرَضِهِ لَمْ تَطْعَمَهُ النَّارُ - (رواه الترمذی وابن ماجہ)

(۳۰۱) جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے اور خدا کو بکارنے کا سب سے افضل کلمہ الحمد للہ ہے۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

(۳۰۲) ابو سعید خدریؓ اور ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ کلمہ کہتا ہے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر تو اس کا ہر درد گاراس کی تصدیق فرماتا ہے اور کہتا ہے بیشک خدا میرے سوا کوئی نہیں اور میں سب سے بزرگ ہوں اور جب بندہ کہتا ہے لا الہ الا اللہ وعدہ لا شریک لہ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خدا کوئی نہیں مگر میں اکیلا میرا کوئی شریک نہیں۔ اور جب وہ کہتا ہے لا الہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے خدا کوئی نہیں بجز میرے ملک اور تعریف سب میرے لئے ہے اور جب وہ کہتا ہے لا الہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ تو ارشاد فرماتا ہے کہ خدا کوئی نہیں میرے سوا اور برائیاں دفع کرنے اور بھلائی حاصل کرنے کی طاقت کسی میں نہیں سوا میری مگر آپ فرماتے تھے کہ جو شخص اپنی بیماری میں یہ کلمات پڑھے اور اس کی وفات ہو جائے تو آتش دوزخ ہرگز اس کو نہیں کھا سکتی۔

(۳۰۱) کلمہ طیبہ کا افضل الذکر یہاں تو ظاہر ہے اور اسی لئے اس کی ہر عازمی سب اذکار سے بلند ہے۔ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سبحان اللہ اور الحمد للہ کا دائرہ صرف زمین اور آسمانوں کے درمیان درمیان ہی محدود رہتا ہے اور آسمانوں کو نفوذ کر کے عرش تک پہنچ جاتا ہے صرف اسی کلمہ طیبہ کا خاصہ ہے۔ رہا الحمد للہ کا افضل دعا ہر ناتواں کی وجہ یہ ہے کہ دعا کا لفظ عربی زبان میں اردو کے استعمال سے زیادہ گانہ پر۔ عربی میں دعا کی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے چارے کہتے ہیں اور اس ذات سے یہاں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے اس کی تعریف سے بڑھ کر کوئی ذریعہ نہیں اسی لئے سورہ فاتحہ کو الحمد للہ سے شروع کیا گیا ہے۔

(۳۳) ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ حکم ملا ہے کہ میں مشرکین سے جنگ جاری رکھوں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ اور مجھ پر اور اس تمام دین پر ایمان لائیں جو میں لیکر آیا ہوں، جب یہ عہد کر لیں تو اب انھوں نے اپنی جان و مال کو مجھ سے بچا لیا ہاں جو ہاں پر اس اسلامی مضابطہ کے ماتحت ہوگی وہ اب بھی باقی رہے گی اس کے بعد ان کے باطن کا حساب خدا کے حوالہ ہے وہ جانے کہ ان کا اسلام ناماشی تھا یا حقیقی۔ (مسلم)

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس حدیث میں جنگ کے ختم کرنے کی صورت صرف دین الہی کی صداقت کا اعتراف قرار دی گئی ہے لیکن اس کا مفہوم جبر و اکراہ نہیں۔ اسلام کو فروغ دہا کر ہر ایک طاقتیں میں جو دنیا میں ہمیشہ نبرہ آزار رہی ہیں۔ ان کی باہمی جنگ کبھی اکراہ و جبر کی تعریف میں نہیں آسکتی۔ جبر ہے کہ جب اسلام کو اقتدار حاصل ہو جائے تو وہ بے بس لوگوں کی گردنوں پر تلوار رکھ کر کہہ کر اسلام لانے کے لئے مجبور کرے۔ ہمارے علم میں اسلام کی تاریخ میں کبھی ایسا نہیں کیا گیا بلکہ عین جنگ کی حالت میں ہی مسلمانوں میں ایسی نکال دئی گئی تھی کہ اگر کفار اسلام قبول کرنا نہ چاہیں تو اپنے دین ہی پر رہنا چاہیں۔ مصالحت کے لئے اجازت دے دیا اگر کہ اپنے دین پر قائم رہنے کی یہی کہ یہ ظاہر ہے کہ مصالحت اور جزیہ عارضی باتیں ہیں ان کو مقاصد کے درجہ پر نہیں رکھا جاسکتا اس لئے اہل مقصد خود دین الہی کی اشاعت ہی رہے گا۔ اور اس کے ضمنی

(۳۰۴) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِينَ تَحْسَبُ لَا يَقْبَلُ مِنْهُمْ شَيْءٌ دُونَ كَوْنِ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَالْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَمَلَاؤُكُم بِكُتُبِهِمْ وَرُسُلِهِ وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَالْحَيَاةِ بَعْدَ الْمَوْتِ هَذِهِ وَاحِدَةٌ وَالصَّلَاةُ الْخَمْرُ عَمُودُ الْإِسْلَامِ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ الْإِيمَانَ إِلَّا بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ هَذِهِ مِمَّنْ الذُّنُوبُ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ الْإِيمَانَ وَالصَّلَاةَ إِلَّا بِالزَّكَاةِ مَنْ فَعَلَ هَؤُلَاءِ لَمْ يَجَأْ رَمَضَانَ فَتَرَكَ صِيَامَهُ مَتَّعَهُ اللَّهُ يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ الْإِيمَانَ وَلَا الصَّلَاةَ وَلَا الزَّكَاةَ وَمَنْ فَعَلَ هَؤُلَاءِ الْأَرْبَعُ وَتَيَسَّرَ لَهُ الْحَجُّ وَلَمْ يَحْجَّ وَلَمْ يُؤْمَرْ بِحَجٍّ عَنْهُ بَعْضُ أَهْلِهِ لَا يَقْبَلُ مِنْهُ الْإِيمَانَ وَلَا الصَّلَاةَ وَلَا الزَّكَاةَ وَلَا الصِّيَامَ. (مرآة فی الحلیہ۔ وقد منحوہ فی المجلد الاول من ترمذی السنہ ۵۷۷)

(۳۰۴) ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین پانچ چیزوں کا مجموعہ ہے (جو سب کی سب ضروری ہیں) ان میں کوئی چیز بھی دوسرے کے بغیر مقبول نہیں۔ اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا معبود کوئی نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندہ اور رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، جنت و دوزخ پر یقین رکھنا اور اس پر کہ مرنے کے بعد پھر (حساب و کتاب کے لئے) جی اٹھنا ہے۔ یہ ایک بات ہوئی۔ اور پانچ نمازیں اسلام کا ستون ہیں، اللہ تعالیٰ نماز کے بغیر ایمان بھی قبول نہیں کرے گا۔ زکوٰۃ لگنا ہوں گا کفارہ ہے، زکوٰۃ کے بغیر اللہ تعالیٰ ایمان اور نماز بھی قبول نہیں کرے گا پھر جس نے یہ امکان ادا کر لے اور رمضان شریف کا مہینہ آگیا اور کسی عہد کے بغیر جان بوجھ کر اس میں روزہ نہ رکھے تو اللہ تعالیٰ نہ اس کا ایمان قبول کرے گا اور نہ نماز اور نہ زکوٰۃ۔ اور جس شخص نے یہ چار رکن ادا کر لئے اس کے بعد اسے حج کرنے کی بھی وسعت ہوئی پھر اس نے نہ خود حج کیا اور نہ اس کے بعد کسی دوسرے عزیز نے اس کی طرف سے حج کیا تو اس کا ایمان، نماز، زکوٰۃ اور روزہ کچھ قبول نہیں۔ (الحلیہ)

(۳۰۴) یہ حدیث الرتۃ المہدۃ سے نقل کی گئی تھی اس وقت اس کا اصل نسخہ میرے پاس موجود نہیں اس لئے ولہوؤ من یحجہ کا ترجمہ نہیں کیا گیا ممکن ہے کہ اصل لفظ ولہو یا لم یحجہ ہو۔ موجودہ لفظ کا کوئی مفید مطلب اس وقت ذہن میں نہیں آیا علما غور کر لیں۔

اس حدیث سے ہمارے عنوان کا مضمون بخوبی واضح ہے اور اس کی اصل روح یہ ہے جو ترجمان السنہ جلد اول ۵۷۷ پر ہے جو ان ارکان اسلام کا باہم ربط بیان کی گئی ہے اس لئے اس کو دوبارہ دیکھ لینا چاہئے۔

من اقام شعائر الله فله ذمته الله وذمته رسوله

(۳۰۵) عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَآكَلَ ذِمَّتَنَا فَذَلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِي لَهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ
(رواه البخاری)

جس نے شعائر اسلام ادا کر لئے اس کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کا عہد ہو گیا

(۳۰۵) انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہماری طرح نماز پڑھے ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبح کھالے تو یہ مسلمان وہ ہے کہ اب اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا عہد ہو چکا ہے اس لئے تم (یعنی اس عہد کی رعایت کرو اور) اس کو مت توڑو (بخاری)

(۳۰۵) اسی حدیث کی وجہ سے علم کلام میں یہ عزان شہور ہو گیا ہے کہ سب اہل قبلہ مومن ہیں ان کی تکفیر نہیں کرنی چاہئے۔ اس کا مطلب یہ سمجھ لیا جائے کہ عام مسلمانوں کے ساتھ قبلہ و نماز میں شرکت کے بعد پھر کسی شخص پر کسی قسم کے اختلاف سے بھی کفر عائد نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ پر مسئلہ بیت خور کے قابل تھا کہ ناندوں میں صرف قبلہ کی طرف نہ کر لینا ایسا کوئی مرکزی رکن ہے جس کے بعد عقائد کا ٹھنڈل بھی مضرت رسا نہیں ہوتا اس کے سوا مسلمانوں کا ذبحہ کھالینا تو کوئی خاص عبادت بھی نہیں پھر اس کو اسلامی ارکان میں اتنی اہمیت کیوں دی گئی ہے۔ نیز اہل ذبیحہ مسلم اقامتِ صلوة یا استقبال قبلہ کے درجہ کی چیز بھی نہیں پھر اس کو ان اہم اجزاء کے ساتھ ایک سیاق میں کیوں جمع کر دیا گیا ہے۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے زمانہ میں اہل کتاب اور اہل اسلام کے مابین جو اعمال مابہ الامتياز اور حد فاصل تھے وہ بھی اعمال تھے کیونکہ تصدیق اگرچہ اہل ایمان ہے لیکن وہ ایک فطنی صفت ہے اور اقرار اگرچہ زبان و متعلق ہے مگر وہ بھی فطنی چیز ہے وہ دونوں میں کھلا ہوا امتیاز ان کے علو و علو و شمار کے ذریعہ ہی سے ہو سکتا ہے۔ اسلامی شعائر میں نماز سب سے زیادہ امتیازی عمل ہے اور قبلہ کا معاملہ تو بہر دو نصاریٰ کے نزدیک حقانیت مذہب کا معیار تھا حتیٰ کہ ان کے مقابلہ میں قرآن کو یہ تعبیر اختیار کرنی پڑی۔ لیس اللہ ان قولوا وجو حکمہ قبل المشرق والمغرب ولكن البر من امن بالله والیوم الآخر۔ یعنی اور بھلائی صرف مشرق و مغرب کی جانب نہ کرنے کا نام نہیں اہل نیکی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لانے کا نام ہے۔ معاشرتی لحاظ سے جس امر میں وہ ہم سے کھلا ہوا حقارت کرتے تھے وہ ذبیحہ کا مسئلہ تھا پس اگر عبادت میں وہ ہماری ہی نماز اور ہمارے قبلہ کا اتباع کر لیتے ہیں اور معاشرتی لحاظ سے ہم سے اتنے گور تیار ہو جاتے ہیں کہ ہمارا ذبیحہ کھالیتے ہیں تو یہ اس بات کی کھلی شہادت ہوگی کہ اب وہ دل سے ہمارا دین قبول کر چکے ہیں اس لئے ان کے ساتھ خدا اور رسول کا عہد ہو جانا چاہئے اب ان کے ساتھ کوئی برصا علی در حقیقت خدا اور رسول کے ساتھ برصا علی کے مراد ہوگی۔ لیکن فرض کر لو کہ اگر کسی دور میں کفر کسی اور مذہب کی شکل میں نمودار ہو اس کے مذہبی شعار ان شعاردوں سے مختلف ہوں تو اسی حدیث کے مطابق کیا ان کے لئے ضروری ہوگا (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ)

(۳۰۶) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَإِذَا قَالُوا هَذَا صَلُّوا صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلُوا قِبَلَتَنَا وَذَبَحُوا ذَبِیحَتَنَا فَقَدْ حَرَمْتُ عَلَيْكَ دِمَاؤَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا حَقَّهَا وَحَسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ (رواه البخاری)

(۳۰۶) انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ حکم ملا ہے کہ میں مشرکین سے جنگ جاری رکھوں یہاں تک کہ وہ اس کا اقرار کر لیں کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ، جب یہ اقرار کر لیں، ہماری طرح نمازیں پڑھیں، ہمارے قبلہ کی طرف منہ کریں اور ہماری طرح ذبح کریں (یعنی اللہ تعالیٰ کے نام پر) تو اب ہمارے لئے ان کی جان و مال بھی قابل احترام سمجھی جائے گی ہاں آئین اسلامی کے تحت میں جو مطالبات ہوں گے وہ اب بھی باقی رہیں گے۔ ان کے باطن کا معاملہ خدا کے سپرد۔ (بخاری)

دہیہ حاشیہ از صفہ گذشتہ) کہ وہ اپنی صفائی کے لئے ان مخصوص شاعروں کو ترک کر کے ان کے بالمقابل اسلامی شاعر اختیار کریں۔ آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عہدیت کا اقرار جتنا ایک نصرانی کیلئے ضروری ہے اتنا ایک یہودی یا دوسرے غیر مسلم کے لئے ضروری کیوں نہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ انبیت مسیح علیہ السلام کا مسئلہ ان ہی کے مذہب کا رکن ہو اس لئے ان کے ایمان پر اس وقت تک اطمینان نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ وہ ان کے بندہ اور رسول ہونے کا کھلا ہوا اعتراف نہ کریں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان احادیث کا تعلق ان اندرونی فرقوں کے ساتھ نہیں جو دین اسلام پر ان کے ساتھ ہے جو اپنا دین چھوڑ کر اسلام میں داخل ہونے کا ارادہ کریں۔ حدیث یہ کہتی ہے کہ اگر ان کی عملی زندگی پہلی زندگی سے بالکل علیحدہ ہو چکی ہے اور وہ اسلامی شاعر کی اقامت کرنے لگے ہیں تو ان کے اسلام میں شہرہ کرنے کی اب کوئی گنجائش نہیں رہی۔ حدیث کا یہ منشا ہرگز نہیں ہے کہ جو دینی اسلام یہ تین افعال ادا کر لے وہ پکا مسلمان ہی رہے گا۔ خواہ وہ ہزار قسم کے افعال کفر کرتا رہے۔ آئندہ نوٹ میں حافظ ابن حجر کی عبارت مذکور ہے اس سے بھی ہمارے بیان کی تائید ہوتی ہے۔

(۳۰۶) حافظ ابن حجر ان تین افعال کے تخصیص کی حکمت یہ تحریر فرماتے ہیں۔
 وحکم الانقسام علی ما ذکرہ من الافعال ان من یقر
 بالتوحید من اهل الكتاب وان صلوا واستقبلوا
 وذبحوا وکھدلا یصلون مثل صلواتنا لا یتقبلون
 قبلتنا ومنہم من یدبح لغير الله ومنہم من
 لا یأکل ذبیحتنا ولھذا قال فی الرہایۃ الاخری
 واکل ذبیحتنا۔ والاطلاع علی حال المرء
 فی صلواته واکله یکن بسرۃ فی اول یوم
 یجلائہ غیر ذلک من امور الدین۔
 صفت ان تین افعال کے ذکر کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اہل کتاب تو یہ
 کے اقرار کے ساتھ نمازیں بھی پڑھتے ہیں استقبال قبلہ بھی کرتے ہیں
 اور جانور ذبح کر کے کھاتے ہیں گوشت ہماری طرح نازہت سے نہیں
 نہ ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتے ہیں اور نہ ہمارا ذبیحہ کھا لیتی
 اور کوئی ان میں غیر اللہ کے نام پر بھی ذبح کرتا ہے۔ نماز اور
 ذبیحہ مسلم کھا لیتا ایسے کھلے ہوئے افعال ہیں کہ ان کی
 اطلاع سبہولت اور بہت جلد ہو سکتی ہے۔ برخلاف دین
 کے اور افعال کے۔ (باقی حاشیہ جو صفہ آئندہ)

من ابی قبول بعض لفرائض فقد ابی الاسلام کله

(۳۰۷) (۱) اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا تَوَتَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَغْفَلَ أَبُو بَكْرٍ وَكَفَرَتْ مَنْ كَفَرَتْ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ يَا أَبَا بَكْرٍ كَيْفَ تَعَايِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا قَاتِلُ النَّاسِ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَمَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحَسَابُهُ عَلَى اللَّهِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَاللَّهِ لَا قَاتِلَ مَنْ فَرَغَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقٌّ الْمَالِ وَاللَّهُ لَوْ مَنَعَنِي عَنَّا قَاكَ لَوَأْيُودُ وَهَلَّا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اسلام کے کسی ایک قطعی فرض کا منکر اسلام کا ہی منکر شمار ہوتا ہے

(۳۰۷) ابو ہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور ان کے بعد ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے اور عرب میں جن جن قبائل کو کافر بننا تھا وہ کافرن گئے (تو ابوبکرؓ نے اُن سے جنگ کرنے کا ارادہ فرمایا) حضرت عمرؓ نے کہا اے ابوبکرؓ آپ اُن سے کیسے جنگ کر سکتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ ہے کہ میں اس بات کا حکم دیا گیا ہوں کہ مشرکین سے جنگ جاری رکھوں یہاں تک کہ وہ یہ اقرار کر لیں کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ جو شخص یہ اقرار کر لے تو اس نے اپنی جان و مال مجھ سے بچا لیا۔ ہاں جو یا زہر میں اسلامی ضابطہ کے ماتحت ہوگی وہ اب بھی باقی رہے گی۔ یہی بات کہ اس کا اقرار دل سے تھا یا زبانی اس کا حساب خدا کے سپرد۔ ابوبکرؓ نے فرمایا خدا کی قسم جو شخص نماز پڑھے گا اور زکوٰۃ کا انکار کرے گا میں اس کے ساتھ بھی ضرور جنگ کروں گا کیونکہ (جس طرح نماز بدنی عبادت ہے اسی طرح)

(بقیہ ماضیہ از صفحہ گذشتہ)

وفیر ان امور الناس عولہ علی الظاہر
فمن اظهر شعرا للدين اجريت علیہ الحکم
اهل عالم یظهر منہ خلاف ذلک
فیج الباری ۱۵ ص ۳۹۵
عمدة القاری ۲ ص ۲۹۷-۲۹۸

اس حدیث سے یہ منکر ہی معلوم ہو گیا کہ لوگوں کے ساتھ
..... معاملہ ظاہری حالات کے موافق کیا جاتا
ہے جو شخص میں دین کے شعاریں کو علی الاعلان ادا کرے گا
کے ساتھ اسی دین و مذہب والوں کا معاملہ کیا جائے گا۔
بشرطیکہ اس سے اس کے خلاف کوئی امر سرزد نہ ہو۔

(۳۰۷) تعلیمات اور سننات دین میں تفریق کی کوئی گنجائش نہیں ان میں کسی ایک کے منکر کا حکم بھی وہی ہے جو تمام دین کے منکر کا یہی وجہ تھی کہ حضرت ابوبکرؓ کو منکرین زکوٰۃ سے جنگ کرنے میں کوئی پس و پیش نہ تھا۔ حضرت عمرؓ کو اجتہاد اس معاملہ میں جو تردد رہا اس کا بنی حضرت استاد قدس سرہ کے نزدیک یہ واقعہ کی تشخیص میں اختلاف تھا۔ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ منع زکوٰۃ صرف ایک بغاوت کا جرم ہے اور حالات کی نزاکت ابھی اس کی مقتضی نہیں ہے کہ

مِنْ هَذَا الْقَعَمِ تَنْقَوِي بِهِ عَلَى أَعْمَالِنَا وَعَلَى بَرْدِ بِلَادِنَا قَالَ هَلْ يُسِيرُ قُلْتُ لَعَمْرُكَ قَالَ
فَاتَجَنَّبُوهُ قَالَ قُلْتُ إِنَّ النَّاسَ غَيْرُ تَائِكِيَةٍ قَالَ فَإِنْ لَمْ يَنْزِلُوا فَعَلَّامُكُمْ (رواه ابو داود)
(۳۰۹) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ رَجِئِي بِأَلَا سَارِي فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَقُولُونَ فِي هَؤُلَاءِ الْأَسَارِيِّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا تَنْفِلَنَّهُ أَحَدًا مِنْهُمْ وَلَا يَفْعَلُوا وَخَرِبَ عَنْهُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا تَهْلُ
بُنْ بَيْضَاءَ فَإِنَّهُ سَمِعْتُهُ يَذْكُرُ الْإِسْلَامَ قَالَ فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
فَمَارَأَيْتَنِي فِي نَوْمٍ أَنْ تَقْعَ عَلَى حِمَارَةٍ مِنَ السَّمَاءِ مَنِي فِي ذَالِكَ الْيَوْمِ حَتَّى
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَهْلُ بُنْ بَيْضَاءَ قَالَ وَنَزَلَ الْقُرْآنُ بِقَوْلِ

کی شراب بنا کر استعمال کر لیتے ہیں تاکہ اس کی مدد سے اپنے لگ کی سردی ادا رہے کاموں کی سختی کا مقابلہ
کر سکیں، آپ نے پوچھا کیا یہ شراب نشہ آور ہے میں نے کہا نشہ آور تو ہے فرمایا تو پھر اس کے پاس بھی نہ پہنکو
میں نے عرض کیا لوگ تو اس کو چھوڑ نہیں سکتے۔ فرمایا نہ چھوڑیں تو ان سے جنگ کرنا۔ (ابو داود)

(۳۰۹) ابن مسعود بیان فرماتے ہیں جب جنگ بدر ہو چکی تو جو قیدی تھے آپ کے سامنے
لائے گئے آپ نے فرمایا بولوان کے بارے میں تم لوگوں کا کیا مشورہ ہے۔ آپ نے فرمایا ان میں فدیہ
یا قتل کے بغیر کسی کو چھوڑنا مناسب نہیں۔ عبداللہ بن مسعود نے عرض کیا ہر ایک کو بیٹا کا اشتہار کرنا چاہیے
کیونکہ میں نے ان سے اسلام کی حقانیت کا ذکر سنا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
خاموش ہو رہے۔ مجھے اس دن سے زیادہ کسی دن اس امر کا اتنا خطرہ محسوس نہیں ہوا کہ یہ آسان کوئی چیز ہے جتنا اس دن
محسوس ہوا تھا تک کہ آپ نے اپنی زبان سے فرمایا اچھا بجز ہبل بن بیضاء کے۔ یہ کہتے ہی اس کے

ارشاد نبوی یہ ہے کہ جو لوگ من حیث الجماعت شراب کے متعلق حکم شرعی کی خلاف ورزی کریں وہ بھی قابل جنگ ہیں
اس سے معلوم ہوا کہ کچھ منہ زکوۃ یا اقامت صلوۃ استعمال قبلہ اور اکل زبوحہ کے خلاف ہی ہر عورت نہیں بلکہ ان کے موجود
ہوتے ہی بھی اگر اسلام کے کسی قطعی فرض کا انکار ہو تو اس کا حکم بھی دی ہے جو ان میں کوئی ایک کے انکار کا۔
یہ خیال بالکل بے بنیاد اور محض اعتقاد ہے کہ استقبال قبلہ کے بعد کوئی سبب کفر بھی موجب کفر نہیں رہتا۔ گویا
کوئی شخص کھلے ہوئے صاحب کفر کے ارتکاب کے بعد بھی دائرۃ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح ان
ہر سادہ میں سے کسی ایک میں اختلاف کرنا پھر اسلام سے اختلاف کرنا ہے اسی طرح اس کے کسی اور فرض
قطعی سے اختلاف کرنا بھی اسلام ہی کے اختلاف کے ہم پايہ شمار ہوتا ہے۔ (ایہ اہمیت والو ہر ج ۲ ص ۲۶۹)

عَمَرَ مَا كَانَ لِيَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ لَهُ أَمْرِي حَتَّى يُبَيِّنَ فِي الْأَسْرَافِ إِلَى الْإِذَا (رواه الترمذی)

لیس الایمان محض العلم وانما هو عقد القلب

(۳۱۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِئِلَ أَيْ الْعَمَلِ أَوْ الْقَلْبِ فَقَالَ
إِيمَانٌ بِاللهِ وَرَسُولِهِ قِيلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ لِيُجِبَ عَنْ سِئْلِ الشُّوْفِلِ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ مَبْرُورٌ بِمَا شَرَفَهُ

بعد حضرت مرقی رائے کے موافق قرآن کریم نازل ہو گیا (اور وہ یہ آیت ہے) یہ بات نبی کی شایان شان نہیں کہ وہ
قیدیوں کو قبول کرے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی زمین کافروں کے خون سے رنگین نہ کرے (آخر آیت تک) ترجمہ

ایمان قلب کا ایک اختیاری عمل ہے صرف علم کا مرتبہ نہیں

(۳۱۰) ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ نسا عمل
افضل ہے آپ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا پوچھا گیا کہ پھر کونسا فرمایا اللہ کی راہ
میں جہاد کرنا، پوچھا گیا اس کے بعد فرمایا وہ حج جس میں جنابت نہ کی جائے۔ (بخاری)

(۳۱۰) حدیث مذکور میں سوال تب سے افضل عمل کی بابت ہے اس کے جواب میں آپ نے ایمان کو افضل
اعمال فرمایا ہے معلوم ہوا کہ ایمان علم اور جاننے کا نام نہیں بلکہ عمل کا نام ہے وہ انسان کے باطن کے اختیاری اختیار
کا نام ہے اور احکام اسلامیہ کی پابندی اس اختیار باطن کی دلیل ہوتی ہے پس ایمان کامل ہے کہ بندہ اپنے ظاہر و
باطن کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا مطیع بن جائے۔ یہ ایمان ابتدا میں فعل اختیاری ہوتا ہے لیکن جب اللہ اور
توئی کرتا ہے تو پھر اختیاری سے غیر اختیاری بن جاتا ہے۔ اس وقت اسے حال سے تعبیر کرتے ہیں اور سوغ کے بعد بھی
مقام کے نام سے موسوم ہو جاتا ہے کیفیت احسان اسی کے ثمرات اور لوازم میں سے ہے اسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے حدیث مذکور میں ایمان کو بخلا: ”وہ اعمال کے ایک عمل ہی قرار دیا ہے۔ صرف علم کا مرتبہ کوئی کمال نہیں اس میں کفار
بھی شریک ہو سکتے ہیں۔ اسی لئے محدثین کہتے ہیں کہ ایمان قول و عمل کے مجموعہ کا نام ہے جس نے ایمان کو علم سمجھا ہے
اس کی مراد بھی وہی علم ہے جس کے ساتھ اختیاری تسلیم بھی موجود ہو۔

ایمان ہو العہد بالترام حایہ رسول الاتیاد للدين كله وليس محرم التصديق والاقرار

(۳۱۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ رَجُلًا مِنَ النَّصَارَى مُتَمَسِّكًا بِالْإِنْجِيلِ وَرَجُلًا مِنَ الْيَهُودِ مُتَمَسِّكًا بِالتَّوْرَةِ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ كَفَرَ بِتَبِعِكَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَمْعَمُ بِنِيٍّ مِنْ يَهُودِيٍّ أَوْ نَصْرَانِيٍّ ثُمَّ كَفَرَ بِتَبِعِي فَقَدْ فِي النَّارِ (أخرج الدارقطني في الاثر)

(۳۱۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعِمَّةٍ قُلُ كَلَّا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ لَكَ بِمَا تَوْمَ الْبَيْعَةِ قَالَ لَوْلَا أَنْ تُعَيِّرَنِي قُرَيْشٌ يَقُولُونَ إِنَّا حَمَلُ

ایمان ہر تصدیق و اقرار کا نام نہیں ہیں اسلام میں داخل ہوجانے اور اس کے تمام احکام کی بجا آوری کا نام ہے

(۳۱۱) عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا یا رسول اللہ اگر ایک نصرانی شخص انجیل پر تو عمل کرتا ہے اور اسی طرح یہودی اپنی تورات پر تو عمل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان بھی رکھتا ہے مگر اس کے باوجود وہ آپ کے دین کی پیروی نہیں کرتا۔ تو فرمائے اس کا کیا حکم ہو گا آپ نے فرمایا جو نصرانی اور یہودی میری خبر سن پکا مجھ میرے دین کی پیروی نہ کرے تو وہ دوزخ میں جائے گا۔ (دارقطنی)

(۳۱۲) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے فرمایا آپ لا الہ الا اللہ کہہ لیجئے کہ قیامت کے دن میں آپ کے حق میں اس کی گواہی تو دے سکوں انھوں نے کہا کہ اگر قریش میرے سر پر بدنامی کا دارغ نہ لگاتے کہ میں نے عذاب آخرت پر بے مصلحتی کی وجہ سے

(۳۱۱) اس حدیث میں یہ تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف آوری کے بعد تمسک بالانجیل اور تمسک بالتورات بھی نجات کے لئے کافی نہیں۔ اگر ایک یہودی یا ایک نصرانی اللہ اور اپنے رسول پر ایمان رکھتا ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف تصدیق بھی کر لیتا ہے مگر آپ کے دین کی اتباع کا عہد نہیں کرتا تو اس کا ایمان بھی غیر مبرر رہے گا۔ کسی رسول کی تصدیق کے معنی ہی اس کے اتباع کوئی ہیں اسی لئے یہاں ایمان کو اتباع سے تعبیر کیا گیا ہے کہ تصدیق کی اس حقیقت اتباع کوئی ہے یہ صرف علم کا مرتبہ نہیں۔

(۳۱۲) ابوطالب کی علمی تصدیق میں کسے شبہ ہو سکتا ہے اور ان کا اقرار بھی ان کے اشارے ظاہر ہے پھر وہ کس بات کا انکار کر رہے تھے؟ صرف آپ کے دین اختیار کرنے کا اور آپ کی اطاعت کرنے کا اور اسی عمل کے فقدان کی وجہ سے جمہور امت نے ان کو مسلمان قرار نہیں دیا۔ قلب جب تک اپنے اختیار سے عہد و فداوری کیلئے تیار نہیں ہوتا اس کی اضطراری تصدیق کا راز نہیں ہوتی۔

عَلَى ذَلِكَ الْخَبْرِ لَا قُرْرْتُ بِهَا عَيْنَكَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ
وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ. (سورہ مسلم)

(۳۱۳) وَكَانَ ابْنُ النَّاطُورِ صَاحِبَ إِبِلِيَاءَ وَهَرَقُلَ سُقْفًا عَلَى نَصَارَى الْقَلَمِ
يُحَدِّثُ أَنَّ هَرَقُلَ حِينَ قَدِمَ إِبِلِيَاءَ أَصْبَحَ يَوْمًا خَبِثَ النَّفْسُ فَقَالَ بَعْضُ بَطَا قَتَبِهِ
قَدِ اسْتَشْكَرَ نَاهِيَتَاكَ قَالَ ابْنُ النَّاطُورِ كَانَ هَرَقُلَ حَرَّاءَ يَنْظُرُ فِي النُّجُومِ فَقَالَ لَهُمْ
حِينَ سَأَلُوهُ إِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ حِينَ نَظَرْتُ فِي النُّجُومِ مَلِكُ النِّجْمَانِ قَدْ ظَهَرَ فَمَنْ
يُخْتَنُّ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ قَالُوا لَيْسَ يُخْتَنُّ إِلَّا الْيَهُودُ فَلَا يَمْسُكَ شَأْنُهُمْ وَكَتَبَ إِلَى
مَدَايِنِ مُلُوكِكَ فَلْيَقْتُلُوا مَنْ فِيهِمْ مِنَ الْيَهُودِ فَبَيْنَا هُمْ عَلَى أَمْرِ هَذَا إِذِ هَرَقُلُ بِرَجُلٍ أَرْسَلَ
بِهِ مُلُوكُ عَسَاكِنَ يُخْبِرُ عَنْ خَبَرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَعْبَرَهُ هَرَقُلُ قَالَ لَوْ ذَهَبُوا
فَانْظُرُوا أَلْخَتَنَ هَؤُلَاءُ قَدْ نَظَرُوا إِلَيْكَ فَخَدُّوا أَنَّهُ يُخْتَنُّ وَسَأَلَهُ عَنِ الْعَرَبِ فَقَالَ هُمْ
يُخْتَنُّونَ فَقَالَ هَرَقُلُ هَذَا أَمْلُوكَ هَذِهِ الْأُمَّةُ قَدْ ظَهَرَ لَمْ تَكْتُبَ هَرَقُلُ إِلَى صَاحِبِ لَهْ

یہ کلمہ پڑھ یا ہے تو میں ضرور آپ کا حکم مان لیتا اور آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا (یعنی آپ کے دین میں
داخل ہو جاتا) اس پر یہ آیت نازل ہوئی انک لا تھدی انھ آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دیکتے یہ
اندر کا کام ہے وہی جسے چاہے ہدایت نصیب فرمادے۔ (مسلم شریف)

(۳۱۳) ابْنُ النَّاطُورِ إِبِلِيَاءَ كَاهِنًا تَحْتَ إِبِلِيَاءَ وَهَرَقُلَ سُقْفًا عَلَى نَصَارَى الْقَلَمِ
يُحَدِّثُ أَنَّ هَرَقُلَ حِينَ قَدِمَ إِبِلِيَاءَ أَصْبَحَ يَوْمًا خَبِثَ النَّفْسُ فَقَالَ بَعْضُ بَطَا قَتَبِهِ
قَدِ اسْتَشْكَرَ نَاهِيَتَاكَ قَالَ ابْنُ النَّاطُورِ كَانَ هَرَقُلَ حَرَّاءَ يَنْظُرُ فِي النُّجُومِ فَقَالَ لَهُمْ
حِينَ سَأَلُوهُ إِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ حِينَ نَظَرْتُ فِي النُّجُومِ مَلِكُ النِّجْمَانِ قَدْ ظَهَرَ فَمَنْ
يُخْتَنُّ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ قَالُوا لَيْسَ يُخْتَنُّ إِلَّا الْيَهُودُ فَلَا يَمْسُكَ شَأْنُهُمْ وَكَتَبَ إِلَى
مَدَايِنِ مُلُوكِكَ فَلْيَقْتُلُوا مَنْ فِيهِمْ مِنَ الْيَهُودِ فَبَيْنَا هُمْ عَلَى أَمْرِ هَذَا إِذِ هَرَقُلُ بِرَجُلٍ أَرْسَلَ
بِهِ مُلُوكُ عَسَاكِنَ يُخْبِرُ عَنْ خَبَرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَعْبَرَهُ هَرَقُلُ قَالَ لَوْ ذَهَبُوا
فَانْظُرُوا أَلْخَتَنَ هَؤُلَاءُ قَدْ نَظَرُوا إِلَيْكَ فَخَدُّوا أَنَّهُ يُخْتَنُّ وَسَأَلَهُ عَنِ الْعَرَبِ فَقَالَ هُمْ
يُخْتَنُّونَ فَقَالَ هَرَقُلُ هَذَا أَمْلُوكَ هَذِهِ الْأُمَّةُ قَدْ ظَهَرَ لَمْ تَكْتُبَ هَرَقُلُ إِلَى صَاحِبِ لَهْ

بِرُؤْيَا وَكَانَ نَظِيرُهُ فِي الْعِلْمِ وَسَارَ هِرَقْلُ إِلَى حِمِّصَ فَلَمَّ يَرِمُ حِمِّصَ حَتَّى آتَا ۖ
 كِتَابَ مَنْ صَاحِبِهِ يُؤَافِقُ رَأَى هِرَقْلُ عَلَى الْحُرُوفِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّهُ نَبِيٌّ
 فَأَذَنَ هِرَقْلُ بِعُظَمَاءِ الرُّومِ فِي دَسَكِرَةٍ لَمْ يَحْضُرْ لَهَا أَمْرًا بَرَأَوهَا فَعَلَقَتْ لَهَا ظِلْمَ فَقَالَ يَا
 مَعْتَرِ الرُّومِ هَلْ لَكُمْ فِي الْفَلَاحِ وَالرَّشْدِ وَأَنْ يَثْبُتَ مُلْكُكُمْ قُتِبَا بِغَاوِ هَذَا النَّبِيِّ فَقَا صَوَاحِبُهُ
 حُمُرُ الْوَحْشِ إِلَى الْأَبْوَابِ فَوَجَدُوا هَذَا عُلِقَتْ فَلَمَّا رَأَى هِرَقْلُ نَفَرَ تَهْمُ وَأَسْرَمَ مِنَ الْأَنْبَاءِ
 قَالَ رُدُّوهُمْ عَلَيَّ وَقَالَ إِنِّي قُلْتُ مَقَالَتِي إِنَّمَا أَخْبَرْتُ بِهَا شَيْئًا تَكْمُ عَلَى دِينِكُمْ فَقَدْ رَأَيْتُمْ
 فَتَجَدُّوَالَهُ وَصَوَّاعَتُهُ فَكَانَ ذَلِكَ آخِرَ شَأْنٍ هِرَقْلُ - (بہارِ شریف)

تحقیق کی تو کہا کہ وہ فتنہ کئے ہوئے ہیں۔ پھر ہرقل نے اس سے عرب کے متعلق پوچھا اس نے کہا وہ فتنہ
 کرتے ہیں۔ ہرقل نے کہا تو اس دور کے لوگوں کے بادشاہ یہی ہیں جو ظاہر ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد
 ہرقل نے رومیہ میں اپنے ایک دوست کو یہ باجرا لکھ بھیجا وہ بھی علم و فضل میں ہرقل ہی کے
 فکر کا تھا یہ لکھ کر ہرقل حمص کی طرف چلا گیا ابھی حمص سے باہر نہیں جانے پایا تھا کہ اس کے
 دوست کا جواب آگیا۔ اس نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بارے میں ہرقل کی رائے کی
 موافقت کی اور اس کی بھی کہ آپ واقعی نبی ہیں۔ اس کے بعد ہرقل نے روم کے سرداروں کو اپنے محل
 میں جو حمص میں تھا (جمع ہونے کے لئے) طلب کیا اور حکم دیا کہ محل کے دروازے بند کر لئے جائیں وہ
 (حسب الحکم) بند کر دیئے گئے اس کے بعد ہرقل (محل سے) باہر آیا اور یہ تقریر کی اے روم کے
 باشندو! کیا ہدایت اور کامیابی میں تم بھی اپنا کچھ حصہ لگانا چاہتے ہو، کیا تمہیں یہ منظور ہے کہ تمہاری
 سلطنت قائم رہے اگر ہے تو اس نبی کی بیعت کر لو یہ سنتے ہی وہ لوگ وحشی گدھوں کی طرح
 دروازوں کی طرف بھاگ پڑے (دیکھنا تو) دروازے بند تھے! آخر ہرقل نے جب (اسد) ان کی نفرت
 دیکھی اور ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو گیا (تو مجبوراً اپنا رنگ بدلا) اور کہا کہ انہیں میرے پاس
 واپس بلاؤ۔ (جب وہ حاضر ہو گئے) تو کہا میں نے یہ بات جوابی کہی تھی صرف تمہارے عقیدہ کی
 مضبوطی کے امتحان کے لئے کہی تھی وہ مجھے ثابت ہو گئی اس پر لوگوں نے اسے سجدہ کیا اور اس کو
 خوش ہو گئے۔ ہرقل کا آخری عقیدہ یہی رہا۔

(۳۱۴) عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ قَالَ يَهُودِيٌّ لِصَاحِبِهِ إِذْ هَبَّ بِنَا إِلَى هَذَا النَّبِيِّ فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ لَا تَقُلْ نَبِيٌّ إِنَّهُ لَوْ سَمِعَكَ لَكَانَ لَكَ أَرْبَعُ أَعْيُنٍ فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَلَامَ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تَسْتَفِزُّوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا تَمْسُوا يَدِي إِلَى دِي سُلْطَانٍ لِيَقْتُلَهُ وَلَا تَسْخَرُوا وَلَا تَأْكُلُوا الرِّبَا وَلَا تَقْنُتُوا الْمُحْصَنَةَ وَلَا تُولُوا الْإِفْرَارَ يَوْمَ الرَّحِيفِ وَعَلَيْكُمْ خَاصَّةً الْيَهُودُ لَا تَعْتَدُوا إِنِّي السَّبَبُ قَالَ فَقَبَلَا يَدَيْهِ وَرَجُلَيْهِ وَقَالَانِ شَهِدَا إِنَّكَ نَبِيٌّ قَالَ فَمَا يَمْنَعُكَ

(۳۱۴) صفوان بن عسال مرادی بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے اپنے رفیق سے کہا ہمیں اس نبی کے پاس یحیو یحیو ہم ادن سے اس آیت کی مراد دریافت کریں گے ولقد آتینا موسیٰ ہم وہ بولا ایسا غضب نہ کرنا انھیں نبی نہ کہتا مگر کہیں انھوں نے تمہاری زبان سے نبی کا لفظ سن لیا تو ان کی چار آنکھیں ہو جائیں گی۔ یہ مشورہ کر کے دونوں آپ کی خدمت میں آئے اور ان آیات کے متعلق آپ سے پوچھا، آپ نے فرمایا وہ احکام یہ ہیں کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھیراؤ، چوری نہ کرو، زنا نہ کرو، کسی محرم جان کو قتل نہ کرو، گناہ باطل میں، جلد نہ چلاؤ، سورد نہ کھاؤ، کسی بے گناہ کو کسی صاحب اقتدار کے پاس پکڑ کر نہ بجاؤ تاکہ وہ اسے مار ڈالے، کسی پاکباز عورت پر تہمت نہ لگاؤ اور جہاد میں پشت نہ بھرو، اور اے یہود خاص تمہارے لئے یہ حکم اور ہے کہ شنب کے دن شکار رکھنے کے بارے میں اپنی شریعت سے تجاوز نہ کرو۔ یہ جوابات سن کر دونوں نے آپ کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا اور کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بلاشبہ خدا تعالیٰ کے

(۳۱۴) حافظ ابن کثیرؒ سورۃ بنی اسرائیل کی تفسیر میں یہ حدیث نقل کر کے لکھا ہے وہو حدیث مشعل وعبد اللہ بن سلمیٰ حفظہم عنی وقد تکرر فیہ۔ اس حدیث کے مضمون میں کچھ الجھاؤ ہے اور وہ یہ کہ قرآن کریم میں توسع آیات و معجزات مراد ہیں۔ اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا مصداق احکام ہیں وہ بھی بجائے نوے کے پانچ دس ذکر کئے گئے ہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی جانب سے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ اس حدیث کے راوی عبداللہ بن سلمیٰ ہیں ان کے حفاظ میں کچھ خامی ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ ان کو صحیح الفاظ کے بیان کرنے میں کچھ التباس پڑ گیا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل تذکرہ تورات کے دمایا عشرہ کے متعلق فرمایا ہوا داس کی بجائے انھیں تسع آیات کا مبالغہ لگ گیا ہو۔

حافظ ابن قیمؒ نے نوادر کے آمرا کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ومن تأمل ما فی السید الاخبار الثابتہ من شہادۃ کثیر من اہل الکتاب والمشرکین لصلی اللہ علیہ وسلم بالرسالۃ انہ صادق فلم تدخلہم هذه الشہادۃ فی الاسلام علم ان الاسلام امر براء ذلک وانہ لیس هو المعرفۃ فقط ولا المعرفۃ والاقرار فقط بل المعرفۃ والاقرار والانفیاد والتزام طاعتہ ودینہ ظاہر وباطن۔ (ازاد العاد ج ۲ ص ۵۵) مینی جو شخص سیرت کے صحیح واقعات اور شرکین اور اہل کتاب کی ان شہادتوں پر غور کرے گا جو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی مستحق ہی ہیں اوس کے باوجود ان کو مسلمان

أَنْ تَشْعُرُونِي قَالَ لَا إِنَّ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ دَعَا رَبَّهُ أَنْ لَا يَزَالَ مِنْ ذُرِّيَّتِي نَبِيٌّ وَلَنَا نَحْنُ خَائِفُونَ
إِنْ شِئْنَا أَنْ يَنْتَحِلَنَا الْيَهُودُ رِجَالَهُ أَحْمَدُ وَالتَّمِزِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ

(۳۱۵) عَنْ الْحَارِثِ بْنِ ضَرَّارٍ الْخُزَاعِيِّ قَالَ قَدِمْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَدَعَانِي إِلَى الْإِسْلَامِ فَقَدْ خَلْتُ فِيهِ وَأَقْرَبْتُ بِهِ وَدَعَانِي إِلَى الزَّكَاةِ فَأَقْرَبْتُ بِهَا وَقُلْتُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرْجِعْ إِلَى قَوْمِي فَأَدْعُوهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ كَأَدَاءِ الزَّكَاةِ فَمَنْ اسْتَجَابَ لِي جَمَعْتُ
زَكَاةً فَتَرَسَّلْتُ إِلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ رَسُولًا بَابًا وَفُتَّ كَذَا وَكَذَا إِلَيَّ أَيْتُكَ بِمَا جَمَعْتُ مِنَ الزَّكَاةِ
فَلَمَّا جَمَعْتُ الْحَارِثُ الزَّكَاةَ مِنْهُمْ اسْتَجَابَ لِي وَبَلَغَ الْإِبْرَاهِيمُ الَّذِي أَرَادَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبْعَثَ إِلَيْهِ أَحَبَّسَ الرَّسُولُ فَلَمَّا بَاتَ فَظَنَّ الْحَارِثُ أَنْ قَدْ حَدَّثَ

نبی ہیں۔ آپ نے فرمایا تو پھر میری اتباع کیوں نہیں کرتے (اس کے جواب میں انھوں نے یہ جھوٹا بہانہ بنا دیا
اور) کہا اس لئے کہ داؤد علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی کہ ان کی نسل میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی نبی ہوتا رہے گا اگر تم آپ
کی تابعداری قبول کر لیں تو اس کا خوف ہو کہ یہود کہیں ہمیں مار نہ ڈالیں۔ (احمد ترمذی، نسائی، ابوداؤد)

(۳۱۵) حارث بن مزراحہ زاعی بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
ہوا آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی۔ میں نے آپ کی دعوتِ اسلام قبول کر لی اور اسلام میں داخل
ہو گیا پھر آپ نے مجھے زکوٰۃ دینے کے لئے فرمایا میں نے اس کا بھی اقرار کر لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں واپس
جا کر اپنی قوم کو بھی اسلام کی دعوت دیتا ہوں اور ان سے زکوٰۃ دینے کے لئے کہتا ہوں پھر جو شخص ان میں میری
دعوت قبول کرے گا میں اس کی زکوٰۃ جمع رکھوں گا آپ میرے پاس اپنا کوئی قاصد فلاں فلاں وقت پر
بجھادی تاکہ جو زکوٰۃ میں جمع کر لوں وہ آپ کی خدمت میں پہنچا دے۔ حارث جب ان لوگوں سے زکوٰۃ
وصول کر کے جمع کر چکے جنھوں نے دعوتِ اسلام قبول کر لی تھی اور وہ مقرر کردہ وقت بھی آ گیا جس میں میں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قاصد بھیجے گا ارادہ فرمایا تھا تو اس وقت مقرر پر آپ کا قاصد نہ پہنچا۔ حارث کو
یہ خطرہ ہو گیا کہ اللہ اور اس کے رسول کو ان سے کوئی ناگواری تو پیش نہ آگئی ہو (جس کی بنا پر آپ نے اپنا قاصد)

نہیں بھیجا گیا وہ یہ بات بخوبی سمجھ جائے گا کہ اسلام تصدیق کے ساتھ اور بھی کسی چیز کا نام ہے۔ صرف رسول کی معرفت یا اس کی صداقت
کے اقرار کر لینے کا نام نہیں بلکہ اہل ایمان یہ ہے کہ اپنے ظاہر و باطن سے آپ کے دین میں داخل ہونے کا عہد کرے۔ وہ نہایت
سے اہل کتاب نے آپ کی تصدیق کی ہے آپ کی رسالت کا اقرار بھی کیا ہے مگر آپ کا دین اسلام قبول نہیں کیا۔ اسی نکتہ کی
بناہان کو مسلمان نہیں کہا گیا۔ (زاہد المعاد ج ۳ ص ۵۵)

فِيهِ مَخْطُومٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ قَدْ عَاسِرَوَاتِ قَوْمِهِ فَقَالَ لَهُمْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ وَقَّتَ لِي وَقْتًا يُرْسِلُ إِلَيَّ رَسُولَهُ لِيَقْبِضَ مَا كَانَ عِنْدِي مِنَ الزَّكَاةِ وَلَيْسَ مِنْ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخُلْفُ وَلَا أَرَى حَبْسَ رَسُولٍ إِلَّا مِنْ مَخْطُومَةٍ كَانَتْ قَائِلَةً
فَتَأْتِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَعَثَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَلِيدُ
بْنُ عَقْبَةَ إِلَى الْحَارِثِ لِيَقْبِضَ مَا كَانَ عِنْدَهُ مِمَّا جَمَعَ مِنَ الزَّكَاةِ فَلَمَّا تَنَسَّأَرَ الْوَلِيدُ حَتَّى
بَلَغَ بَعْضَ الطَّرِيقِ فَرَّقَ قَرَجَمَ فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ
الْحَارِثَ مَنَعَنِي مِنَ الزَّكَاةِ وَأَرَادَ قِتْلِي فَضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبُعْثَ
إِلَى الْحَارِثِ وَأَقْبَلَ الْحَارِثُ بِأَصْحَابِهِ حَتَّى إِذَا اسْتَقْبَلَ الْبُعْثَ وَفَصَلَ مِنَ الْمَدِينَةِ
لَقِيَهُمُ الْحَارِثُ فَقَالُوا هَذَا الْحَارِثُ فَلَمَّا غَشِيَهُمْ قَالَ لَهُمْ إِيَّايَ مَنْ بُعِثْتُمْ قَالُوا الْيَلِيفَ

نہ سمجھا ہوا اس لئے انہوں نے اپنی قوم کے چند سربراہوں کو بلایا اور ان سے کہا کہ آپ نے میرے
پاس اپنا قاصد بھیجنے کے لئے ایک وقت مقرر فرمایا تھا تاکہ زکوٰۃ کا جو مال میرے پاس جمع ہو جائے وہ
وصول کر لے۔ (مگر قاصد وقت مقرر پر نہیں آیا اور) وعدہ خلافی تو آپ کی ذات سے غیر ممکن ہے اس لئے
ہو نہ ہو میرا خیال یہی ہے کہ آپ نے اپنا قاصد کسی ناگواری کی وجہ سے ارسال نہیں فرمایا ہے چلو ہم سب
آپ کی خدمت میں چلیں۔ ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ولید بن عقبہ کو حارث کے پاس روانہ کر دیا تھا
تاکہ وہ ان کے پاس سے جمع شدہ زکوٰۃ وصول کر لیں جب ولید روانہ ہو گئے اور ایک راستہ پر پہنچے تو ان کو کچھ
خطرہ محسوس ہوا اور ڈر کر وہ واپس لوٹ گئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بولے یا رسول حارث نے
مجھے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور میرے قتل کا بھی ارادہ کیا۔ آپ نے حارث سے انتقام کے لئے ایک
شکر روانہ فرمایا ادھر حارث اپنی جماعت کو لئے ہوئے مدینہ روانہ ہو چکے تھے جب اس لشکر سے ان کا
آشنا سامنا ہوا تو انہوں نے پوچھا تم لوگ کن کے مقابلہ کے لئے بھیجے گئے ہو انہوں نے جواب دیا

(۳۱۵) اس حدیث میں "دخلت فی الاسلام" کے صاف الفاظ موجود ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے

کہ اسلام صرف تصدیق کرنے کا نام نہیں بلکہ دراصل دین میں داخل ہو جانے کا نام ہے اور کسی دین میں داخل ہونے
کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اس کے احکام کی پابندی کا عہد بھی کیا جائے اس لئے اسلام میں داخلہ کا مطلب یہی ہو گا کہ
اس کے جملہ احکام کی پابندی کا عہد کیا جائے جو شخص حقانیت اسلام کا اقرار تو کرتا ہے مگر اس کے احکام کی

قَالَ وَلَمْ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ إِلَيْكَ الْوَلِيدَ مِنْ عَقْبَةٍ فَمَنْ عَمَّ
 أَنْتَ مَنَعْتَ الزَّكَاةَ وَأَرَدْتَ قَتْلَهُ قَالَ وَالَّذِي بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَتْحَقِ
 مَا رَأَيْتُ بَشَرًا وَلَا آتَانِي فَلَمَّا دَخَلَ الْحَارِثُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
 مَنَعْتَ الزَّكَاةَ وَأَرَدْتَ قَتْلَ رَسُولِي قَالَ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِأَتْحَقِ مَا رَأَيْتُ وَلَا رَأَيْتُ وَمَا
 أَقْبَلْتُ إِلَّا حَبْنًا أَحَبَّسَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَشْيَةً أَنْ تَمْلُكُونَ
 كَانَتْ مَخْطُوءَةً مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ قَالَ فَتَزَكَّيْتُ الْخَجْرَ يَا أَيُّهَا الَّذِي مِنْ أَمْثَالِ مَنْ جَاءَ كَرَمًا
 فَاسْبِقْ نَبِيًّا فَتَجَبَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِمِجَالَتِهِ إِلَى هَذَا الْمَكَانِ فَصَلَّيْنَا مِنَ اللَّهِ وَنَعْمَةً
 وَاللَّهُ عَلَيْهِمْ حَكِيمٌ - (رواه احمد)

آپ ہی کے لئے۔ یہ بولے آخر کیوں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کی وصولیابی
 کیلئے ولید کو تمہارے پاس بھیجا تھا ان کا بیان یہ ہے کہ تم نے ان کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے اور
 رائے ان کے قتل کرنے کا بھی ارادہ کیا ہے انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا
 رسول بنا کر بھیجا ہے میں نے تو ان کو دیکھا بھی نہیں اور وہ تو میرے پاس تک نہیں آئے۔ جب حارث آپ کی
 خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا، حارث کہو تم نے زکوٰۃ دینے سے کیوں انکار کیا اور میرے قاصد کے
 قتل کا بھی ارادہ کیا انہوں نے عرض کیا اس کی قسم جس نے آپ کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے، میں نے تو ان کو اور انہوں
 نے مجھ کو دیکھا تک نہیں اور میں (انتظار کر کے) اس وقت چلا ہوں جب آپ کا قاصد میرے پاس نہیں آیا
 اور مجھے یہ ڈر ہوا کہ مجھ سے خدا اور اس کا رسول کہیں ناراض تو نہیں ہو گئے۔ اسی پر سورۃ حجرات غافل
 ہو گئی۔ یا ایہا الذین آمنوا اللہ مسلما تو اگر کوئی فاسق آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اچھی طرح اس کی
 تحقیق کر لیا کرو یا نہ ہو کہ نادانی سے تم کسی قوم پر حشر جاؤ مہم (مسند احمد)

بجاء آدمی کا عہد نہیں کرتا وہ اسلام کا حلقہ گوش شمار نہیں ہو سکتا۔ اسی نکتہ کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
 تصدیق کرنے والے بہت سے اشخاص مسلمان شمار نہیں کئے گئے۔ حضرت ابوطالب کے حسب ذیل شعر کا مطلب
 یہی ہے تھا۔

لولا الملامۃ او حذار مہیبتہ لوجدتني سمحا بذالك مہینا

اگر مخالفین کی ملامت یا ان کے برا بھلا کہنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو آپ مجھے دیکھ لیتے کہ میں آپ کے دین میں
 بڑی مسرت اور فراخ دلی کے ساتھ داخل ہو جاتا۔

الایمان هو الرضا بكل ما قضی به النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۳۱۶) عَنْ عُمَرُو بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ حَدَّثَنَا أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ فِي شَرَاهِجٍ مِنَ النَّخْرِ وَتَشَفَّى بِهَا النَّحْلُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَغْنِ يَا زُبَيْرُ فَأَمَرَ بِالْمَعْرُوفِ ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى جَارِكَ قَالَ الْأَنْصَارِيُّ أَنْ كَانَ إِنْ عَمِيَتْكَ فَتَلَوْنَ وَحُبُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اسْتَغْنِ ثُمَّ احْبِسْ حَتَّى يَرْجِعَ الْمَاءُ إِلَى الْجَدْرِ وَاسْتَوْعَى لَهُ حَقَّهُ فَقَالَ الزُّبَيْرُ وَأَشْوَانَ هَذِهِ الْآيَةُ أَنْزَلْتَ فِي ذَلِكَ فَلَا دَرِيكَ لَكَ فِيهِ مَتَوَدَّ حَتَّى يَحْكُمَ لَكَ فَمَا أَشْجَى بَيْنَهُمَا - (سماوات البغدادی)

(۳۱۷) عَنْ خُفْرَةَ أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضَى لِلْعَبْدِ عَلَى

ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فیصلہ پر رضا و تسلیم کے سر جھکا دینے کا نام ہے

(۳۱۶) عروہ بن زبیر بیان فرماتے ہیں کہ ایک انصاری شخص نے ایک سنگستان کی نالی کے بارے میں زبیر کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔ اس نالی سے کھجوروں کے بلغ کی آبپاشی کی جاتی تھی آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ زبیر پہلے تم آبپاشی کرو پھر اپنے پڑوسی کی طرف پانی جانے دو۔ اس فیصلہ میں آپ نے دونوں کی بھلائی مد نظر رکھی تھی۔ اس پر انصاری بولا (جی ہاں) زبیر آپ کے چچا زاد بھائی لگتے ہیں اسی لئے آپ نے ان کے دل لگتا فیصلہ کیا ہے یہ سن کر آپ کا چہرہ مبارک غصہ کی وجہ سے متعیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا زبیر تو اب تم اپنے باغ کو پانی دو اور جب تک پانی ڈلوں تک نہ پہنچ جائے مت چھوڑو۔ اس فیصلہ میں آپ نے زبیر کا پورا پورا حق دلوایا اور پچھلا فیصلہ میں آپ نے دونوں جانوں کی رعایت فرمائی تھی) زبیر کہتے ہیں یہ آیت اسی قصہ میں نازل ہوئی تھی فلا دریک الخ تبرے پروردگار کی قسم ہے یہ ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ آپس کے ہر معاملہ میں آپ ہی کو فیصلہ نہ بنائیں پھر اس پر فخر ارضی کے ساتھ راضی بھی نہ ہو جائیں۔ (بخاری مشریف)

(۳۱۷) ضمنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو شخص اپنا جھگڑا لیکر

(۳۱۸) حافظ ابن کثیر نے ابن ابی حاتم کے حوالے سے اس واقعہ کو ایک دوسرے کے ساتھ بھی روایت کیا ہے اس کی اسناد میں ابن ابی حاتم کے بعد اس کو مرسل ضعیف قرار دیا ہے اس کے بعد حافظ ابو یوسف کی سند سے ایک دوسرے طریقہ پیش کیا جس میں ابن ابی حاتم نہیں ہے۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کا لہجہ جس طرح صرف ایک علم نہیں اسی طرح صرف التزام طاعت بھی نہیں بلکہ ایسی جان سپردگی کا نام ہے جس کے بعد اپنی خواہشات کا کوئی سوال ہی باقی نہ رہے۔ خدا تعالیٰ کو جانتا، اس کو مانتا، اس کے

الْبَطْلُ فَقَالَ الْمُقْضِي عَلَيْهِ لَا أَرْضَى فَقَالَ صَاحِبُهُ قُلْ أَرَأَيْدُ قَالَ أَنْ تَذْهَبَ إِلَى ابْنِ بَكْرِ
الْصِّدِّيقِ فَذَهَبَ إِلَيْهِ فَقَالَ الَّذِي قَضَى لَهُ قَدْ اخْتَصَمْنَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضَى
لِي فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنْتُمْ أَعْلَى مَا قَضَى بِهِ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَبَى صَاحِبُهُ أَنْ يَرْضَى فَقَالَ
نَأْتِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَالَ الْمُقْضِي لَهُ قَدْ اخْتَصَمْنَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضَى
لِي عَلَيْهِ فَأَبَى أَنْ يَرْضَى فَسَأَلَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَالَ كَذَلِكَ قَدْ خَلَّ عَمْرٌ مِثْلُكَ وَخَرَجَ
وَالسَّيْفُ فِي يَدِهِ قَدْ سَلَّ فَضَرَبَ بِهِ رَأْسَ الَّذِي أَبَى أَنْ يَرْضَى فَقَتَلَهُ. فَاَنْزَلَ اللَّهُ
فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ الْآيَةَ - (تفسير ابن كثير)

(۳۱۸) عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَدُلَّكَ عَلَى كَلِمَةٍ

لئے آپ نے جو سچا تھا اس کے حق میں فیصلہ صادر فرمادیا جس شخص کے خلاف فیصلہ ہوا تھا وہ بولا کہ میں تو اس فیصلہ
پر راضی نہیں ہوتا اس کے رفیق نے کہا تو اب اور کیا چاہتے ہو اس نے کہا آؤ ابو بکر صدیق کے پاس چلیں دونوں رہا
ہو گئے اور جس شخص کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے رونداد مقدمہ بیان کی کہ ہم اپنا جھگڑا رسول کو خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں لیکر حاضر ہوئے تھے آپ نے میرے حق میں فیصلہ فرمادیا ہے (یہ اس پر راضی نہیں ہوتا) ابو بکر
نے (رونداد مقدمہ سے بغیر کیا) تمہارا فیصلہ وہی رہے گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں اس کے
بعد بھی اس کے رفیق نے رضامندی سے انکار کیا اور کہا اچھا عمر بن الخطاب کے پاس چلیں جس شخص
کے حق میں فیصلہ ہو چکا تھا اس نے کہا کہ ہم اپنا مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لیکر حاضر
ہوئے تھے آپ نے میرے حق میں فیصلہ صادر کر دیا تھا مگر یہ اس پر راضی نہیں ہوتا۔ عمر بن الخطاب
نے اس سے دریافت کیا، کیا واقعہ اسی طرح ہے اس نے کہا اسی طرح ہے۔ یہ سن کر وہ اندر تشریف
لے گئے اور ہاتھ میں تلوار کھینچے ہوئے باہر تشریف لائے اور جو شخص آپ کے فیصلہ پر راضی نہیں ہوتا تھا
اس کا سراٹا دیا۔ اس پر یہ آیت اتر آئی فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ الْآیَةَ (تفسير ابن كثير)

(۳۱۸) ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو ایسے کلمہ

ایک ایک حکم کو ماننا اور بالآخر اس کے تمام فیصلوں کے سامنے اس طرح اعتراف تسلیم کا سر جھکانا کہ روح کا کامل سرور اور
نفس کی پوری مسرت اسی میں منحصر ہو جائے۔ یہ ہے ایمان کا کامل سہ

ہر مگر اختصار ہی باید کرد یک کار ازین دو کاری باید کرد باتن برضاد دوستی باید داد یا قطع نظر از باری باید کرد
(۳۱۸) اسلام کے ایک معنی تو عام ہیں اور دوسرے معنی خاص ہیں جس کا مخاطب آیت ذیل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام

مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ مِنْ كَثْرِ الْجَنَّةِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ يَقُولُ اللهُ تَعَالَى أَسْلَمَ عَبْدِي
وَأَسْتَسْلِمَ۔ (رحمہ اللہ) فی الدعوات الکبیرۃ (رحمہ اللہ) (ابن عمرؓ)

ذکر ہجاء فی رضاء اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باقتضائہم وعلیہم

۳۱۹ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ تَقَاعَضَى ابْنُ أَبِي حَذْرَةَ بَنَّا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي التَّحْسُدِ

کی اطلاع نہ دوں جو اس خزانہ میں کلبہ جو عرش کے نیچے ہے وہ کلمہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ہے (برائیوں کے
چھوڑنے کی طاقت اور مصلحتوں کے حاصل کرنے کی قوت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے وابستہ ہے۔
ربنہ جب یہ کلمہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اب میرا بندہ مسلمان ہو گیا اور پھر اس مسلمان ہو گیا۔

اپنی مرضی کے خلاف فیصلوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی شان رضا کی چند مثالیں

(۳۱۹) کعب بن مالک سے روایت ہے کہ ابن ابی حذیرؓ ان کا کچھ قرضہ چاہتے تھے انھوں نے

بنا لیا ہے۔ إِذَا قَالَ لَهُ رَبِّيَ أَسْلَمْتُ قَالَ أَسْلَمْتُ بِشَوْرَتِ الْعَالَمِينَ۔ جب اس کے پروردگار نے اس سے کہا کہ اپنے
آپ کو (خدا تعالیٰ کے) حوالہ کر دے۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں اپنے آپ کو اس اللہ کے حوالہ کر چکا جو تمام جہانوں کا پالنے
والا ہے۔ یہ مسئلہ یہ نہیں ہے جس کی طرف امام بخاریؒ نے کتاب الایمان کے باب اول میں لکھا ہے اَللّٰهُمَّ عَلِّمْنِي الْحَقَّ وَكَانَ عَلَى الْاِسْلَامِ
مِنْ مَخَارِفَ فَرِيَا يَہے بلکہ قدرت الہیہ کے قہر و غلبہ کے اس شاہدہ کا نام ہے جس کے بعد انسان کو اپنی قدرت و طاقت کی
سب باتان محض ایک افسانہ نظر آنے لگتی ہے یہ منزل صرف کلمہ طیبہ زبان سے ادا کر لینے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ
اسلام کی اس ملی زندگی گزارنے سے حاصل ہوتی ہے جس میں قدم قدم پر یہ سبق ملتا رہتا ہے کہ اس کو در حقیقت کوئی اختیار نہیں
نہ وہ اپنی جان کا مالک ہے نہ مال کا اور نہ سونے جائے کا حتیٰ کہ نہ کسی نفل و حرکت کا اس کی ہر ہر حرکت و سکون اور اس
کا ایک ایک نطق و سکوت سب ان ہدایات کے ماتحت ہے جو اسلام نے اس کو دی ہیں جب وہ خیریت کے امور دنیا کے
سامنے اس طرح گردش کرنے کا عادی ہو جاتا ہے تو اب اس پر یہ راز آشکارا ہونے لگتا ہے کہ در حقیقت یہ اس پر کوئی جبر نہ تھا بلکہ
بندگی کی حقیقت یہی تھی جس طرح ایک غلام اپنے نفع و نقصان کی کوئی طاقت نہیں رکھتا اس کے تمام معاملات سب اس کے
آقا کے ماتحت ہیں ہوتے ہیں اسی طرح بندہ مومن کا حال ہو جانا چاہیے اور اگر اس کو اس منزل تک رسائی میر نہیں ہوئی تو کم از کم زبانی
طور پر لا حول ولا قوۃ لہ فرمادے کہ اس زمرہ کے ساتھ ایک ظاہری مشابہت سے تو محروم نہ رہنا چاہیے۔ زمین و آسمان کے خزانے سب
اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں و شہ خزانۃ السموات والارض لیکن زمین کے خزانوں میں برائے نقصان کچھ تھا حصہ بھی لگا دیا گیا ہے
لیکن وہ سرکاری خزانہ جس کی مخلوق کو ہر بھی نہیں لگی وہ خالق کے عرش کے نیچے ہے جہاں جنت ہے اسی میں کا ایک درگزر
پر کہ ہے فرمائے قیامت میں روشن ہو جائے گا کہ اس کی قیمت خالق کے سوا کوئی نہیں لگا سکتا۔
(۳۱۹) آپ کا یہ حکم بطور کسی تضاد شرعی کے نہ تھا بلکہ صرف باہم مصالحت پر مبنی تھا۔ کعب کے لئے اتنی گنجائش تھی

فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاهَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتِهِمْ فَجَاءَ الْبُصَيْرَا
حَتَّى كَشَفَ مِصْبَعَهُ فَنَادَى يَا كَعْبُ قَالَ لَبَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ صَعَمَ مِنْ دُنْيِكَ هَذَا
وَأَوَّمَا إِلَيْهَا الشُّطْرَ قَالَ لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ قُمْ فَانْصَبِي۔

(۳۲۰) عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَبَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَبَاءً مِنْ دُنْيَا
أَهْدَى لَهُ ثَمَرًا أَوْشَكَ أَنْ تَزْعُمَهُ فَأَرْسَلَ بِهِ إِلَى عُمَرَ فَقِيلَ قَدْ أَوْشَكَ مَا أَنْزَعَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آکر اس کا تقاضہ کیا اس پر دونوں کی آوازیں اونچی ہو گئیں یہاں تک
کہ آپ نے گھر میں سُن لیا۔ آپ اُن کے پاس باہر تشریف لائے اور اپنے مکان کا پردہ اٹھا کر آواز دی
کعب؟ وہ بولے یا رسول اللہ حاضر ہوں، آپ نے فرمایا اتنا قرض معاف کر دو اور نصف کا اشارہ کیا
انھوں نے کہا یا رسول اللہ میں نے معاف کیا۔ آپ نے فرمایا امین ابی حدرد اسو اور اس کو ادالکر دو (بخاری شریف)
(۳۲۰) جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ریشمی قبا زیب تن
فرمایا جو آپ کے لئے بطور ہدیہ پیش کیا گیا تھا آپ نے اسے پہنا پھر بہت جلدی سے اتار ڈالا اور حضرت عمرؓ
کے پاس بھیج دیا لوگوں نے آپ سے دریافت کیا یا رسول اللہ (کیا بات تھی کہ) آپ نے اس قبا کو

کہ وہ عذر و معذرت کرنا چاہتے تھے کہ یہ لیکن صحابہ کی شان تسلیم و رضا کا یہ عالم تھا کہ ان کے نزدیک ضابطہ اور بے ضابطہ
حکم کا فرق ہی باقی نہ رہا تھا ان کے نزدیک آپ کا قلبی میلان اور حکم ناطق دونوں برابر تھے اسی لئے دین ان کے نزدیک
اپنی مجموعی شکل کا نام تھا جب اسلام کا دور انحطاط شروع ہوا تو اب یہ بخش قائم ہوئی شروع ہو گئیں کہ اس کے اجزاء میں
بہم توازن کیا ہے کون رکن کا مرتبہ رکھتا ہے اور کون شبہ کا۔ شان رضا و تسلیم جو ایمان و اسلام کی آخری منزل ہے
جب کسی کو میسر آجاتی ہے تو اس کے سامنے یہ سوالات ختم ہو جاتے ہیں اور صرف یہی ایک بات باقی رہ جاتی ہے —
زندہ کئی عطار تو — در کبھی فدائے تو — دل شدہ مبتلائے تو — ہر کئی رضائے تو

اگر کلمہ لا الہ الا اللہ کا عقیدہ رکھنے اور اس کا ورد کرنے والے اتنی بات سمجھ لیتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ اس نفی و اثبات
میں راو عشق کے کیسے کیسے دقیق و حقین رموز پنہاں ہیں اور اس کے بعد ان کو واضح ہو جاتا کہ ایمان صرف ایک علم کا مرتبہ نہیں
صرف التزام طاعت اور انقیاد باطن بھی نہیں، بلکہ تسلیم و رضا کے اس منزل کا نام ہے جس میں نفس اور غضائیا نفس
سب فنا ہو جاتے ہیں اور صرف ایک خدایتغالی کی ذات پاک مطلوب و مقصود بن کر رہ جاتی ہے اگر ایمان یہ ہے تو پھر
اس کی قیمت میں خدا کی وسیع جنت بھی ارزاں ہے —

قیمت خود ہر درد عالم گشتی — نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

(۳۲۰) حضرت عمرؓ کی شان رضا و تسلیم نے یہاں محبوب و مکروہ کا فرق بھی اٹھا دیا تھا بس محبوب وہ تھا جو آپ کے
محبوب ہوا و مکروہ وہ تھا جو آپ کے نزدیک مکروہ ہو جتنی کہتا ہے۔

فَقَالَ تَهَانِي عَنْهُ جَبْرَائِيلُ فَبَاءَ عَمْرُو بْنُ يَكْرِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَرِهْتَ أَمْرًا وَأَعْطَيْتَنِيهِ فَيَا
 فَقَالَ إِنِّي لَمْ أُعْطِكُمْ تَلْبِيسًا إِنَّمَا أُعْطِيتُكَ تَبِيعَةً فَبَاعَهُ بِالْفَقْرِ دَرَاهِمًا (مراہ مسلم)
 (۳۲۱) عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا وَنَحْنُ مَعَهُ قَرَأَى
 بُنْتُ مِثْرَقَةَ فَقَالَ مَا هَذِهِ قَالَ أَصْحَابُهُ هَذِهِ لِفُلَانِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَسَكَتَ وَحَمَلَهَا
 فِي نَفْسِهِ حَتَّى لَمَّا جَاءَ صَاحِبُهَا فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فِي الثَّانِي فَأَعْرَضَ عَنْهُ صَنَعَ ذَلِكَ مَرَارًا حَتَّى
 عَرَفَ الرَّجُلُ الْغَضَبَ فِيهِ وَالْإِعْرَاضَ عَنْهُ فَشَكَا ذَلِكَ إِلَى أَصْحَابِهِ وَقَالَ وَاللَّهِ إِنِّي لَا أَكْثُرُ

انہ نے میں بہت ہی جلدی کی آپ نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے اس کے پہننے سے مجھے منع فرمادیا تھا
 (جب یہ خبر حضرت عمرؓ کو پہنچی) تو روتے ہوئے آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ایک
 چیز کو آپ نے خود تو برا سمجھا پھر اسے مجھے کیوں دیدیا۔ بھلا جب آپ اُسے برا سمجھتے ہیں تو میں اُسے
 برا کیوں نہ سمجھوں۔ آپ نے فرمایا میں نے تم کو اس لئے تو دیا نہیں تھا کہ تم اسے پہن لو، میں نے تو اس
 کو دیا تھا کہ بیچ لینا۔ حضرت عمرؓ نے اسے دو ہزار دینار میں بیچ ڈالا۔ (مسلم)

(۳۲۱) حضرت انس سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے
 ہم بھی آپ کے ساتھ ساتھ تھے آپ نے ایک اونچا سا قبہ دیکھا تو فرمایا یہ قبہ کس کی ہے صحابہ نے عرض کیا
 فلاں انصاری کا ہے آپ خاموش ہو گئے اور اس بات کو اپنے دل میں رکھا جب اس کا مالک آیا اور
 اس نے سب لوگوں کے درمیان آپ کو سلام کیا آپ نے اس کی طرف کوئی التفات نہ فرمایا چند بار اس
 نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ وہ شخص آپ کا غصہ اور اپنی جانب سے آپ کی بے التفاتی سمجھ گیا اس نے

ما یخلد الا من اود بقلبه واری بطرف لا یری بسواہ

نہا نے اس حدیث سے مسئلہ اخذ کیا ہے کہ بیعت و شرا کے جواز کا مسئلہ استعمال کی اباحت و حرمت پر موقوف نہیں بلکہ
 ملکیت پر موقوف ہے دیکھئے دشمنی کپڑا مردوں کے لئے پہننا حرام ہے اس کے باوجود اس کی بیعت درست ہے کیونکہ اس
 کی ملکیت میں کوئی نقصان نہیں۔ کلیات دین معلوم کرنے کے لئے صرف اتنی بات کافی نہیں ہے اس کے لئے دین کے تمام اصول
 و شرائط کا پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہے اس لئے اس ایک ہی مسئلہ سے کلیات نہ بنائے جائیں۔

(۳۲۱) بلند قبہ بنانا بھی حرام نہ تھا مگر جس دور میں جب دنیا کا ختم قلوب سے طایا جا رہا تھا اور جب آخرت
 کا ختم کبیرا جا رہا تھا یہ کیسے ممکن تھا کہ حب دنیا کے اسباب ترقی کو بخوشی گوارا کر لیا جاتا اس لئے اس صلحِ اعظم نے
 اپنے ختم و اہم کے اشاروں سے اپنی بے التفاتی کا اظہار ضروری سمجھا۔ آپ پر قربان ہونے والے صحابی کے لئے یہ الٹی سی
 بے التفاتی ناقابلِ برداشت بن گئی۔ واضح رہے کہ اس قبہ کی اہمیت اس ماحول اور اس دور زندگی کے حالات کے اعتبار
 سے عموماً کی گئی تھی ہمارے دور ترقی میں اب اس قبہ کے حکم میں وہ علامات داخل ہو سکتی ہیں جو اس زمانہ میں دوسری

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَرِّمَ قُرْأَى قُبُتِكَ فَرَجَمَ الرَّجُلُ إِلَى قُبُتِهِ قَدْ مَهَا حَتَّى
 سَوَّاهَا بِالْأَرْضِ فَمَرَّ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمَّ تَرَاهَا قَالَ مَا قَوْلُ الْقُبَةِ
 قَالَ شَكِلْنَا صَاحِبَهَا إِعْرَاضَكَ فَأَخْبَرْنَاهُ فَبَدَّ مَهَا فَقَالَ أَمَّا لَكُلِّ بِنَاؤٍ وَبِنَاؤُ عَلَى
 صَاحِبِهِ إِلَّا مَا لَا يَبْعَثُ إِلَّا مَا لَا يَبْدُ مِنْهُ (رواه ابوداؤد)

(۳۲۲) عَنْ أَبِي نَسِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَهُوَ
 خَارِجٌ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاتَّخَذَ الرَّجُلُ مَعَ النِّسَاءِ فِي الطَّرِيقِ فَقَالَ لِلنِّسَاءِ اسْتَأْذِنِي فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكُنَّ
 أَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيقَ عَلَيْكُنَّ عَمَّا كَانَتِ الطَّرِيقُ فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ تَلْصِقُ بِالنَّجْدِ حَتَّى أَنْ تَوْبَهَا لِيَصَلِّيَ
 بِالنَّجْدِ (رواه ابوداؤد والبيهقي في شعب الإيمان)

اپنے رخسارے اس پر اٹھا رانوس کیا اور کہا بخدا آپ کی یہ بات تو میں کچھ نئی سی دیکھتا ہوں انہوں نے کہا
 (میں کچھ اور تو معلوم نہیں) بس اتنی بات ہوئی ہے کہ آپ باہر تشریف لے گئے تھے اور تہا را قبہ دیکھا تھا وہ
 شخص خود اپنے قبہ کی طرف واپس آیا اور اس کو اگر گز میں کے برابر کر دیا۔ ایک دن کمی پھر آپ (اس طرف) تشریف
 لے گئے تو اس قبہ کو نہ دیکھا پوچھا کیا پہا عرض کیا اس کے مالک نے آپ کی بے اتھالی پر ہم سے افسوس ظاہر
 کیا تھا تو ہم نے جو واقعہ تھا وہ اس سے کہہ دیا تھا بس اس کے بعد ہی اس نے یہ قبہ گرا دیا تھا آپ نے فرمایا
 سن لو ہر تعمیر اپنے بنانے والے کے لئے وبال ہوگی مگر جو بقدر ضرورت ہو۔ (ابوداؤد)

(۳۲۳) ابواسید انصاری سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں کو
 یہ حکم دیتے ہوئے سنا ہے اس وقت آپ مسجد سے باہر نکل رہے تھے دیکھا تو مرد اور عورتیں سب راستہ میں
 ایک دوسرے کے ساتھ خلا ملے ہوئے تھے فرمایا تم مردوں کے پیچھے چلا کرو۔ راستہ کے بیچ میں چلنے کا تہا را کوئی حق
 نہیں ہے نہیں راستہ کے کنارے کنارے چلنا چاہئے اس کے بعد حالت یہ ہو گئی کہ ایک عورت دیوار سے اتنا
 ملکر چلا کرتی تھی کہ اس کا کپڑا دیوار سے رگڑا کرتا تھا۔ (ابوداؤد)

عورتوں میں وہی نسبت رکھتی ہوں جو اس زمانہ کی عورتوں میں قبہ کی نسبت تھی مذکور نہیں ہیں مصلحت ہمیشہ بدل گئی
 اس نے کسی مزید تحقیق کے بغیر قبہ کو گرا دیا اور اتنی بڑی قربانی کو اس قابل بھی نہ سمجھا کہ آپ کی مصلحتیں یا گرا ہی سرخروئی کے لئے اس کا کپڑا کر دیا
 فراق یاد اگر اندک است اندک نیست درون دیدہ اگر نیم مرست بسیار است

(۳۲۴) عام راستہ کسی کی ملکیت نہیں ہوتا اگر آپ کا حکم خضوعی عورتوں اپنا حق مرنے کی حد میں بھی لیا تھا جتنے حصہ میں
 سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چلنے کیلئے حکم دیا تھا جیسے کسی کوٹ کے بغیر جوتہ پہننا یا کسی کو گراہی کرنا یا کسی کو بلانے کی جاتی تھی یا
 نقشہ حدیث میں موجود ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک طبیعت رضائے تسلیم کی ہو کر نہیں ہو جاتی شریعت پر اور اعلیٰ ہی میر نہیں آتا۔

(۲۲۲) قَالَ عُمَرُ وَكَانَ هَهُنَا رَجُلٌ اسْمُهُ ثَوَّاسٌ وَكَانَتْ عِنْدَهُ
اِبِلٌ هَيْئَةُ قَدْ هَبَ ابْنُ عُمَرَ فَاَشْتَرَى تِلْكَ الْاِبِلَ مِنْ شَرِيكَ لَهُ
فَجَاءَ اِلَيْهِ شَرِيكُهُ فَقَالَ بَعْنَا تِلْكَ الْاِبِلَ فَقَالَ مِمَّنْ يَبْعُهَا فَقَالَ مِنْ
قَبِيحٍ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ وَيْحَكَ ذَاكَ وَاللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ فَجَاءَهُ فَقَالَ لِمَ
شَرَيْتَ بِكَ بَاعَكَ اِبِلًا هَيْئًا وَلَمْ يَعْزْ فَكَ قَالَ فَاسْتَقْبَهَا فَلَمَّا ذَهَبَ يَسْتَأْذِنُهَا
قَالَ دَعُوهَا رَضِينَا بِقَضَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عُدْوَى (بخاری)

(۲۲۳) عمرو بن زینار کہتے ہیں یہاں ایک شخص رہتا تھا اس کا نام لو اس تھا اور اس کے پاس بیمار اونٹ
تھے، ابن عمرؓ گئے اور اس کے شریک سے وہ اونٹ خرید لائے۔ جب اس کا دوسرا
شریک آیا تو اس نے کہا آج ہمیں نے وہ بیمار اونٹ بیچ ڈالے۔ اس نے کہا بھلا
کس کے ہاتھ بیچے اس نے کہا ایسی ایسی صورت کے ایک بڑے میاں تھے، اس نے
کہا ارے تیرا ناں ہو، خدا کی قسم وہ تو ابن عمرؓ تھے اس کے بعد وہ آپؐ کی خدمت میں
حاضر ہوا اور عرض کیا میرے شریک نے نادانگی میں آپ کے ہاتھ بیمار اونٹ بیچ
دیئے، انہوں نے فرمایا تو ان کو لے جاؤ جب وہ انہیں لے جانے لگا تو فرمایا اچھا رہے دو
ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ آپؐ نے فرمادیا ہے کوئی مرض
اڑ کر نہیں لگا کرتا۔ (بخاری شریف)

(۲۲۴) نہاے میں ہے کہ اس اونٹ کو کہتے ہیں جے پیاس کی بیماری ہوجے پانی پئے اور سیراب نہ ہو۔
بیماری عرب کے نزدیک متعدی امراض میں شمار ہوتی تھی۔ ابن عمرؓ چاہتے تو اس اونٹ کو بیچ و شرا کے ضابطہ
سے بائع کو واپس کر سکتے تھے مگر چونکہ اس کی تہ میں ایک فاسد عقیدہ کی نفویت ہوتی تھی اور اس کے بقول
رکھنے میں اس کا استعمال ہوتا تھا اس لئے انہوں نے بیع منع نہیں کی۔ اور اگرچہ اس خاص واقعہ میں ان
کے پاس آپؐ کا کوئی صریح حکم بھی نہ تھا لیکن ان کی شان رضا و تسلیم نے دوسرے باب کی ایک عام
حدیث ہی لیکر اسی کے تحت میں اپنے معاملہ کا فیصلہ کر دیا۔

(۳۲۴) عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ لِي دُوبَابَةٌ فَقَالَتْ أُمِّي لَا أَجْزُهَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْدُهَا وَيَأْخُذُهَا رَهَاهُ (ابوداؤد)
 (۳۲۵) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِي جُمَّةً أَفَارِجِلَهَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَأَكْرَمُهَا. قَالَ فَكَانَ أَبُو قَتَادَةَ رِيَمًا دَهَنَهَا فِي الْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ مِنْ أَجْلِ قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَأَكْرَمُهَا. (رواه مالك)

(۳۲۴) انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے سر پہ نفیس تھیں میری والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ میں ان کو (کبھی) نہ تراشوں گی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (ازراہ محبت) ان کو کھینچا کرتے اور ان پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے۔ (ابوداؤد)
 (۳۲۵) ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میرے سر پہ لٹوں والے بال ہیں کیا میں ان میں شانہ کر لیا کروں، آپ نے فرمایا کیوں نہیں ان کا لحاظ بھی رکھا کہ۔ مادی کہتا ہے کہ آپ کے اس فرمان کی وجہ سے ابو قتادہؓ اپنے سر میں کبھی کبھی دودو بار تیل ڈال لیا کرتے تھے۔ (مالک)

(۳۲۴) ظاہر ہے کہ بالوں کا بالکل نہ تراشنا کوئی مسئلہ شرعی نہ تھا بلکہ یہ ان کی والدہ کا صرف ایک جذبہ محبت تھا کہ جن بالوں کو آپ کے دست مقدس نے مس کیا ہوا ان کو بار بار کے طور پر ہمیشہ باقی رکھا جائے۔ اس قسم کی حدیثوں سے یہ نکتہ نکلتا ہے کہ بعض احوال اگرچہ فی نفسہ کوئی مقبولیت نہیں رکھتے لیکن کسی خارجی سبب کی بنا پر کسی حد تک مقبول بن جاتے ہیں۔ مگر یہ صرف ان اشیاء تک محدود ہوگا جو مباح ہوں۔ منکرات اور نہیات کسی وقت بھی قابل مدح نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح اس کو سب کے حق میں عام حکم بھی نہیں کہا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت انسؓ کو عام دستور کے خلاف اپنی والدہ کے اس فعل کی کچھ معذرت سی کرنی پڑی ہے اور اسی جنس کی وہ معذرت ہے جو آئندہ حدیث میں آ رہی ہے۔

(۳۲۵) یعنی اگرچہ آپ کے ارشاد و اکرم ہوا کھالوں میں دودو بار تیل ڈالنا اقتضائے لغوی نہ ہی لیکن ابو قتادہ کا یہ اقتضائے قلبی تھا کہ آپ کے ارشاد کا جو وسیع سے وسیع دائرہ ہر وہ سبب کا سبب اپنے عمل میں شامل کر لیا جائے اس کا نام جذبہ محبت ہے ان کی تعریف تو کی جائے گی مگر ان کو مسئلہ کی حیثیت نہیں دی جاسکتی۔ اسی لئے سر میں دو بار تیل ڈالنا سنت نہیں کہا جاسکتا بلکہ بہت زیادہ زیبائش کی حدیثوں میں ممانعت آئی ہے۔ یہی وجہ کہ یہاں بھی ملاوی ابو قتادہؓ کے اس فعل کی کچھ معذرت پیش کر رہا ہے۔

مَنْ اتَى بِالشَّهَادَتَيْنِ فَقَدْ رَضِيَ بِاللَّهِ بِأَوْبَاءِ الْإِسْلَامِ دِينًا وَنَحْنُ نَبِإُ رَسُولًا

(۳۲۶) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَضِيَ بِأَبْنِي رِثًا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا وَجَنَّتْ لَهُ الْجَنَّةُ فَيُحِبُّ لَهَا أَبُو سَعِيدٍ فَقَالَ أَعَدُّهَا عَلَيَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَأَعَادَهَا عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ وَآخِرُ بَرِّ قَوْمٍ اللَّهُ وَهَذَا الْعَبْدُ يَأْتِيكَ دَرَجَتِي فِي الْجَنَّةِ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ قَالَ وَكَيْفَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (مرہاء احمد)

(۳۲۷) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَقُولُ إِذَا أَصْبَحَ وَذَا آتَمَنِيَ فَلَا تَارِضِيْتُ بِأَشْوَرَبًا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُرَضِّيَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (مرہاء احمد والترمذی)

شہادتین کے معنی میں کہ قلب میں اللہ کے سوا رب اور اسلام کے سوا دین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور رسول کی تلاش باقی نہ رہے

(۳۲۶) ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کو رب اور اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مان کر راضی ہو گیا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ ابو سعید کو یہ خوشخبری بہت امید افزا معلوم ہوئی۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مگر فرمائیے آپ نے پھر وہی ارشاد فرمایا اس کے بعد آپ نے کہا کہ ایک بات اور بھی ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندہ کے لئے جنت میں سو درجے بلند کرتا ہے۔ ہر درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ زمین اور آسمان کے درمیان انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ بات کیا ہے آپ نے فرمایا اللہ کیلئے جہاد کرنا، اللہ کیلئے جہاد کرنا، اللہ کیلئے جہاد کرنا (۳۲۷) ثوبان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان بنو صبح و شام تین بار یہ کلمات پڑھ لیتا ہے رضیت باللہ صریحا و زمین اللہ کی ربوبیت اور اسلام کے دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر دل سے رضا مند ہو گیا، تو اللہ تعالیٰ اپنے ادھر سے لازم کر لیتا ہے کہ قیامت کے دن اس کو راضی کر دے۔ (احمد ترمذی)

(۳۲۸) قرآن کریم کی حتمی آیت میں اس رضا کا تذکرہ اس انداز پر کیا گیا ہے * رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ صحابہ میں یہ شانِ معاشی درجہ غالب تھی کہ اب امت کے ماہرین رضی اللہ عنہم ان کا ایسا طغیہ اختیار نہیں کیا ہے کہ ان کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کا لفظ ایسا ہی جزر لا ینفک بن کہا ہے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کے نام کے ساتھ الفاظ درود کا۔

(۳۲۸) عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِينَ يَنْتَعِمُ الْمُؤْمِنُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ رَضِيتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا عَفِرَ لَهُ ذَنْبُهُ. (ترمذی مسلم)

السرور الخرن ما الخ لک ما بقاضاه طبعه للبشیر فی شیء من مخالفه شان الرضی التسلیم

(۳۲۹) عَنْ أَنَسٍ قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِبْنِ سَيْفٍ الْغَنِيِّ وَكَانَ ظَنُّ الرَّابِئِيِّ فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِبْرَاهِيمَ فَقَبَّلَهُ وَنَمَمَهُ

(۳۲۸) سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے مؤمن کو یہ کہتے سنا اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمد عبده ورسوله پھر اس کے جواب میں یہ کہائیں اللہ تعالیٰ کو اپنا رب اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اور اسلام کو اپنا دین مان کر دل سے راضی ہو چکا اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (مسلم)

خوشی اور غم اور انسان کے دوسرے فطری تاثرات اس کی شان رضا و تسلیم کے منافی نہیں

(۳۲۹) انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابویوسف لوزار کے گھر گئے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دودھ پلائی کے شوہر تھے آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو گود میں لیا

(۳۲۸) انسان میں دین کی تلاش اس کی فطرت ہے۔ پھر دین میں اللہ اور رسول کا تصور لازم ہے۔ شہادتیں کے معنی یہ ہیں کہ دین اسلام کے بعد فطرت میں اب کسی اور دین کا تقاضا نہ رہنا چاہئے وہ تقاضا اب دین اسلام سے پورا ہو جانا چاہئے۔ پھر دین اسلام نے ربوبیت کا ایسا ٹھیک ٹھیک پتہ دیدیا ہے کہ اس کے بعد اب ربوبیت کی تلاش بھی ختم ہو جانی چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس مقام رسالت کو ایسا پڑ کر دیدیا ہے کہ اب اس کے بعد رسول کی تلاش بھی نہ ہونی چاہئے۔ اگر اسلام کے بعد بھی ان گوشوں میں کچھ تردد و تلاش کا سلسلہ باقی ہے تو یہ شہادتیں صرف زبانی ہوں گی۔ جب ان تمام گوشوں میں سکون ہی سکون پیدا ہو جائے اور نظروں میں دوسری جانب اٹھنے کی گنجائش ہی نہ رہے تو اب سمجھنا چاہئے کہ شہادتیں دل میں اتر چکے ہیں۔

انیکے گو وز ہمہ کیوئے باش یک دل و یک قبلہ و یک روئے باش

(۳۲۹) آپ کے مختصر جملے اسرار شریعت و طریقت سے کہتے لبریز ہیں، ان میں آپ نے ہم کو یہ ہدایت کی کہ انسان جامع اس کو سمجھنا چاہئے جس میں قدرت کی جامعیت کا جلوہ نظر آئے اس میں اپنے عمل پر شدت و قہر بھی ہو اور رحمت و کرم بھی اگر اپنے تحت جگر کی موت پر بھی اس کا دل ٹھگن نہیں ہوتا اور اس کی آنکھیں آنسو نہیں بہائیں

ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذَلِكَ وَابْرَاهِيمَ يَجُودُ بِنَفْسِهِ فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَذَرِيَانِ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ يَا ابْنَ عَوْفٍ إِنَّمَا رَحْمَةُ اللَّهِ
اتَّبَعَهَا بِأُخْرَى فَقَالَ إِنَّ الْعَيْنَ تَذَرُ مَعَ وَالْقَلْبَ يَهْرُنُ وَلَا نَعُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا مَا تَابِعُوا لَكَ
يَا اِبْرَاهِيمَ كَحُرٍّ وَتُونٍ - (متفق عليه)

(۳۳۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا أَيُّوبُ يُعْقِلُ
عُرْبَانَا فَخَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ أَيُّوبُ يَخْفَى فِي ثَوْبِهِ فَقَالَ هَارِبُهُ يَا أَيُّوبُ أَلَمْ أَكُنْ

اور ان کو خوب پیار کیا دوبارہ اس کے بعد پھر ان کے گھر گئے تو دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام دنیا
سے سفر کر رہے ہیں یہ دیکھ کر آپ کی ٹہم مبارک بنے لگیں۔ اس پر عبد الرحمن بن عوف برے یا رسول اللہ
آپ بھی روئے ہیں آپ نے فرمایا ابن عوف یہ خدا تعالیٰ کی رحمت کا اثر ہے۔ یہ کہہ کر آپ پھر آنکھوں میں
آنسو بھر لائے اور فرمایا آنکھیں بیشک بہتی ہیں اور بے شبہ دل بھی نکلے ہیں لیکن زبان سے صرف وہ
نکلے گا جو اس حالت میں خدا کی خوشنودی کا موجب ہو گا۔ اے ابراہیم اس میں شبہ نہیں کہ ہم سب
تمہاری جدائی سے دردمند ہیں۔ (متفق علیہ)

(۳۳۰) ابوسعیرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ایوب علیہ السلام
(کسی مقام پر تنہا) برہنہ غسل فرما رہے تھے کہ سونے کی ٹٹیاں ان پر آکر گریں فوراً وہ انہیں اپنے کپڑے
میں جمع کر لے گئے۔ پروردگار کی طرف سے نداء آئی ایوب! کیا یہ مال و دولت دیکر جو تمہیں بھی نظر آرہی ہے

تو نہ پھر میں، ان میں قدرت کی بے نہایت شفقت و رحمت کا ایک ذہ بھی اثر نہیں اس کا نام رضا و تسلیم نہیں تاوت
اور بے حس ہے۔ اس میں فرشتوں کی سی صفت تو ہے مگر بشر کی سی کوئی صفت نہیں۔ درد کی بے چینی سے ذہ آسانی
نہیہ۔ بشر کی شان رضایہ ہے کہ اس کے دل پر غموں کے پہاڑ ٹوٹیں اس کی آنکھیں بھی روئے روئے بے نور ہو جائیں۔
وَابِصْنَتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ۔

مگر وہ ان صبر آزمایاں میں بھی حرف شکایت زبان پر نہ لائے اور اپنے عجز و ضعف کا اطمینان بڑا احتیاط کے خاموش رہا
اے ابراہیم تمہاری جدائی سے ہمارا کزور دل بے شبہ بہت دردمند ہے۔

جلوت و شجاعت اور استغفار و بے نیازی وہ بھی مالک الملک علی الاطلاق کے مقدرات کے سامنے بے ہنرہ
کے عجز و نیاز کے شایان شان نہیں۔ ماسوی اللہ سے اعراض کر کے خدا کی جنت سے بھی اغراض کر لینا شان اولیا ہے اور
جنت کو خدا تعالیٰ کا ایک انعام سمجھ کر اس کیلئے دست سوال پھیلا دینا یہ شان انبیاء ہے و علیہم السلام ان کے نزدیک اگر اللہ تعالیٰ
کے سوا چشم زندہ کئے بھی کسی غیر کی طرف نظر اٹھائی تو توحید مقصود فوت ہوگئی اور ان کے نزدیک اگر کسی حرکت سے بھی ذرا
بے نیازی ہوگی تو شان بندگی پر حرف آگیا۔ پہلی صورت تقاضائے محبت ہے اور دوسری مقضائے عہدینہ کمال یہ ہے

أَخْبَيْتُكَ عَمَّا تَرَى قَالَ بَلَى وَعَزَّيْكَ وَلَكِنْ لَا غِنَى لِي عَنْ بَرَكَاتِكَ (سراہ البخاری)
 (۳۴۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ مَلَكُ الْمَوْتِ
 إِلَى مُوسَى بْنِ جِرَّانَ فَقَالَ لَهُ أَجِبْ رَبَّكَ قَالَ فَلَطَمَهُ مُوسَى عَيْنَ مَلَكِ الْمَوْتِ فَنَفَعَهَا قَالَ

ہم نے تمہیں غنی نہیں بنا دیا تھا انہوں نے عرض کیا تیری عزت کی قسم کیوں نہیں لیکن میں تیری برکت سے
 بھلا کیسے بے نیاز بن سکتا ہوں۔ (بخاری شریف)

(۳۴۱) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ملک الموت نے
 حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا آپ کے رب نے آپ کو بلایا ہے چلے تشریف لے جائے
 حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے ایسا تمسخر مارا کہ اس کی آنکھ جاتی رہی۔ ملک الموت نے

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) کہ محبت کے پورے جوش میں بھی عہدیت کا پورا ہوش رہے۔
 (۳۴۰) زندہ وعدہ الاشرک لکے یہی وہ ہکمال ہند ہے کہ قدرت نے جب بھی ان کو آدیا ہے تو ان کی زبانوں
 سے ہمیشہ ایسے ہی صحیح اور خوبصورت جوابات نکلے ہیں جن پر اس نے خود ہی اپنی ضاعی کی داد دی ہوگی یہاں ذرا سوال کی منت
 ملاحظہ کیجئے اور اس جباختہ جواب کی داد دیجئے کتنا صحیح اور شانہندگی میں کتنا ڈوبا ہوا ہے یعنی بے پردہ گار بجے تو نے
 غنی تو ضرور بنا دیا ہے مگر اپنی برکتوں سے تو نہیں۔ میں ساری دنیا سے بے نیاز ہوں مگر تیرے سامنے تو نیازی نیاز ہوں۔ افکار
 تیری شان غارتی اور تیری برکتوں کا محتاج بننا تیری شانہندگی ہے۔ یہ وہی ایوب ہیں (علیہم السلام) جن کی ایک بار ادبی
 مصائب و آلام میں ڈاکر قدرت نے آزمائش کی تھی مگر وہاں بھی ان کو اپنی شانہ اعتبار برابر اور ہی آفریوں بول اٹھے
 رب انی مسقی الضرو وانت ارحم الراحمین۔

یاد پڑتا ہے کہ حضرت مرزا شہید جان جانا کی سوانح حیات میں کسی جگہ نظر سے گذرا ہے کہ کسی زمانہ میں کسی دلی نے
 اپنے مریدین کو جمع کر کے پوچھا دیکھو میرے جسم پر نہیں کہیں کوئی جگہ ایسی نظر آتی ہے جہاں کوئی رحم نہ ہو انہوں نے عرض
 کیا نہیں اس کے بعد فرمایا مگر میں نے اب تک اپنی زبان سے یہ کلمات نہیں کہے رب انی مسقی الضرو وانت ارحم
 الراحمین۔ بظاہر شبہ ہو سکتا ہے کہ اس دلی کا صبر اس مقدس رسول کے صبر پر شاید فوقیت رکھتا ہو مگر حضرت شاہ صاحب تحریر
 فرماتے ہیں کہ اس دلی نے تو جذبہ محبت میں اپنی شان بے نیاز دکھلائی مگر اس نئی نے بے نیاز جتنی کے سامنے اپنے عزیز نیاز
 کا مظاہرہ قرن ادب سمجھا جب تک مشیت الہیہ ابتلا کی نظر آ رہی اس وقت تک یہ بھی یوں برہبر خاموشی لگائے بیٹھے
 رہے۔ مگر جب کہ کچھ علامات صحت نظر آنے لگیں تو محبت خود آگے بڑھ کر دستِ مال پہلے پھیلا دیا کہ شانہندگی اسی
 میں نظر آتی تھی کہ صحت ملے تو مانگ کر ملے۔ اپنے مولیٰ کی بے نیازی اور قدم قدم پر اپنے اعتبار کی شان دکھا رہے
 ہیں اور وہ اپنے عشق و محبت کی آنہاں نہا رہے ہیں۔ رضا و تسلیم کا ایک مقام ہے اور دوسرا۔ دونوں قابلِ تعریف
 ہیں۔ مگر بھلا اس کو اس سے کیا نسبت۔ اس میں محبت کا مظاہرہ تو ہے مگر وہ شانہندگی کہاں۔

(۳۴۱) مادہ پرست اور منکرینِ حدیث ہر دو کی نظروں میں یہ حدیث ہمیشہ سے قابلِ مشکوک بنی ہوئی ہے اور شروع
 ہی سے انہی حدیث بھی اس کی جوابدہی میں مشغول نظر آ رہے ہیں چنانچہ ابن قتیبہ (۲۷۹) نے بھی اپنی تالیف مختلف الحدیث

فَرَجِمَ الْمَلَكُ إِلَى اللَّهِ فَقَالَ إِنَّكَ أَرْسَلْتَنِي إِلَى عَبْدِكَ لَا يُزِيدُكَ الْمَوْتُ وَقَدْ فَعَلْتُ عَيْثِي
قَالَ قَرِئًا اللَّهُ إِلَيْهِ عَيْنُهُ وَقَالَ ارْجِعْ إِلَى عَبْدِي فَقُلْ الْخَيَّةُ تُزِيدُ فَإِنْ كُنْتَ تُزِيدُ الْخَمِيرَ قَا
فَضَمَّ يَدَكَ عَلَى مَنْ ثَوْبٍ فَمَا تَوَارَتْ يَدُكَ مِنْ شَعْرَةٍ فَإِنَّكَ تَعْلِي شَيْءًا يَحْسَنُ قَالَ لَمَرَمَةٍ

واپس آکر بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا پھر درگاہِ ربوبی کے پاس بھیجا ہے جوابی
مرا نہیں چاہتا اور اس نے میری ایک آنکھ بھی پھوڑ دی ہے اللہ تعالیٰ نے پھر اس کو آنکھ بخشدی اور فرمایا
جامیرے بندہ کے پاس پھر واپس جا اور ان سے عرض کر کیا آپ کو زندگی زیادہ عزیز ہے۔ اگر عزیز ہو تو اپنا
ہاتھ ایک بیل کی کمر پر رکھ دیجئے جتنے بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آجائیں گے اتنے ہی سال آپ اور میں گے

ہیں اس کی طرف تعرض کیا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ یہاں کوئی مضمون درحقیقت قابلِ مضحکہ ہے بھی یا نہیں اور یہ سنتوں کے
نزدیک تو طبیعات کے سوارا بیات کا سارا باب ہی قابلِ مضحکہ ہے اور منکرینِ حدیث کے نزدیک صرف یہی ایک حدیث
نہیں بلکہ وہ حدیثیں بھی جو معقول معانی پر مشتمل ہیں قابلِ اعتبار نہیں ہیں ان پر وہ فرقتی کے نزدیک قابلِ انکار
خاص اس حدیث کا مضمون نہیں بلکہ ان کا ایک عام طبیعتی انحراف تھا کہ ان کے احوال کے انکار کے انکار کی بنا و خاص طور پر
اس حدیث کا بیدار عقل ہونا ہوتی تو ان کا دائرہ انکار بھی صرف اسی حدیث تک محدود رہتا مگر یہاں تو اس قسم کی حدیثیں
کو دوسری اور معقول حدیثوں کے انکار کی بنیاد قرار دیا جا رہا ہے وہ مضحکہ نیک بڑا معاملہ ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر
ایک شخص کی ہزاروں باتوں میں سے دو چار باتیں بھی اپنی نارسائی عقل کی وجہ سے قابلِ فہم نہ ہوں تو اس کی بقیہ بے شمار
معقول باتیں بھی قابلِ قبول نہ رہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طریقہ کو کوئی انسان بھی معقول نہیں کہے گا۔

اس کے بعد میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تیزی طبع کا ظہور کبھی اسی ایک واقعہ میں مختصر نہیں
بلکہ ان کی تمام زندگی میں یہی نقشہ نظر آتا ہے۔ قرآن کریم میں موجود ہے کہ انھوں نے ایک شخص کے گھوٹا مارا تو
اس کا دم نکل گیا۔ گو سادہ پرستی کے معاملہ میں اپنے بھائی کی ڈاڑھی پر ہاتھ ڈالا اور اسی سلسلہ کی وہ حدیث ہے جس میں
جس میں ان کا ایک پتھر کی طرف جھانکنا ثابت ہے اور جس حدیث میں حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ ان کا مناظرہ
معقول ہے وہ بھی اسی کی ایک کڑی ہے اصولاً کسی انسان کا فطرۃً نرم دل ہونا میسر نہیں اور نہ کسی کا فطرۃً غصہ ناک
ہونا قابلِ اعتراض ہے بشرطیکہ اس کا غصہ حدودِ شریعت سے تجاوز نہ ہو۔ آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وہ واقعہ بھی
حدیثوں میں موجود ہے جس میں آتا ہے کہ انھوں نے ایک جوہر کو اپنی آنکھوں سے چوری کوٹنے پھٹے دیکھا اور اس کے
قسم کھا جانے پر فریاد کیا کہ میں خدا تعالیٰ کے نام کی تصدیق کرتا ہوں اور اپنی آنکھوں کی تکذیب کرتا ہوں۔ پس رقت و
شدت بھی جبار و جبارت کی طرح غرائز طبع سے ہیں یہ سب اگر اپنی حدود میں اور خدا کی راہ میں ہوں تو اپنی اپنی جگہ
قابلِ ستائش ہی ہیں۔ اگر امت میں ابوجہرہ کی رحلتی ضرب الشل ہے تو اسی کے پہلو پہلو عمر کی شدت بھی مشہور ہے۔

اور یہ دونوں ہی شائیں اپنی اپنی جگہ محبوب ہیں

مدم کہ حیاتِ جنابِ انسان کو محبوب ہوتی ہے۔ پھر انبیاء علیہم السلام کو محبوب کیوں نہ ہو جنہیں اپنی امت کو
بنوۃ خدا بنانے کی نسا اپنی حیات سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ پس اگر خدا کا فرشتہ کسی لاعلمی کی حالت میں ان کے پاس جا کر

قَالَ ثُمَّ مَوْتُ قَالَ قَالَ لَنْ مِنْ قَرِيبٍ رَبِّ اَذْنِي مِنَ الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمِيَةً يَحْجِي مَالَ

د فرشتہ آیا اور اس نے یہ بات ان کی خدمت میں عرض کر دی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اچھا اس کے بعد کیا ہوگا؟ اس نے عرض کیا پھر یہی موت ہے فرمایا تو پھر ابھی ہی اور دعا فرمائی خدا یا تجھے بیت المقدس سے اتنا تو قریب کر دے جتنی دور کہ پتھر پھینکا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

آپہنچا ہے اور اس پر انھیں غصہ آ جاتا ہے تو یہ غصہ نہ تو ان کی بشریت سے پیدا ہے نہ ان کی نبوت کے منافی ہے۔ ان کی شانِ رھا کے یہ معنی تو نہیں ہوتے کہ اگر ایک شخص ان کے پاس آ کر کہے کہ بیٹے آپ ابھی اپنی موت کیلئے تیار ہو جائیے تو وہ انکشافِ حقیقت سے قبل اس سے یہ کہیں کہ لیجئے آپ ابھی میری روح قبض کر لیجئے۔ فرشتہ کہ ہمیشہ پیمان لینا کوئی ضروری نہیں ہے۔ آخر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں قوم لوط (عالیہ السلام) کے عذاب کے سلسلہ میں ملائے اللہ کا اتنا اور ان کو آپ کا شناخت نہ کرنا قرآن کریم میں موجود ہے پس اگر خدا کا فرشتہ ایک انسان کی صورت میں ان کی لاعلمی میں آپ کے پاس آئے آپ ادا رہے ماحول میں آپ کے جہاں خالقین کی جماعت بھی موجود نہ ہو تو کیا نبی الوالعزم کا جس کی جلالی شان کتبِ سادہ میں مشہور ہے ایک پتھر وسیع کر دینا کچھ قابلِ اعتراض ہو سکتا ہے یہ کسی بھی روایت سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو خدا تعالیٰ کا مامور فرشتہ بھیج کر پتھر بدار تھا۔ حدیثوں میں موجود ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو وفات سے قبل حرافت ان کی تشریف و تکریم کے لئے اختیار دیا جاتا ہے اگر وہ چاہیں تو دنیا میں رہنا پسند کریں اور اگر چاہیں تو دارِ آخرت کو اختیار کر لیں۔ اسی آئین کے مطابق خود خاتم الانبیاء علیہم السلام کو بھی وفات سے قبل اختیار ملنا ثابت ہے آپ نے اپنے صحابہ کے سامنے ایک عام مجمع میں بیان بھی کر دیا تھا ہیں اگر اس بخیر سے قبل خدا تعالیٰ کا فرشتہ کسی عینی حکمت کے باعث ان کے پاس آپہنچا ہو اور اس لئے اس وقت ان کی جلالی شان ظاہر ہوگی ہوس میں استبعاد کیا ہے اور کوئی بات اس میں شانِ نبوت کے خلاف ہے۔ پوری حدیث کو پڑھ جائیے تو ہاں بھی آپ کو یہی نظر آئیگا کہ جب خدا تعالیٰ کے فرشتے نے دوبارہ کرب و دستور موت و حیات میں آپ کو اختیار دیا تو آپ نے خود ہی اپنی موت کو اختیار کر لیا اور آخر کار اسی فرشتے نے اس خدمت کو انجام دیا۔ موت کوئی بہت مطلوب چیز نہیں حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے داؤد علیہ السلام کو شفقت پدی میں اگر اپنی عمر کے چالیس یا ساٹھ سال بخشدیتے تھے لیکن جب اس میعاد پر خدا تعالیٰ کا فرشتہ آیا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تم ابھی قبل از وقت آگے ہو، میری عمر میں اتنے سال اور باقی ہیں اس نے کہا حضرت آپ کو یاد نہیں رہا آپ اپنی عمر اس اتنے سال اپنے ایک فرزند کو بخش چکے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ اسی بنا پر نبیان کی خصلت ان کی اولاد میں بھی ملتی جاتی ہے۔

الغرض یہاں نہ تو زندگی کی محبت کوئی قابلِ اعتراض امر ہے نہ کسی انسان کا فرشتے کی بیجا جرات پتھر بدار دینا قابلِ اعتراض ہے۔ اب رہا یہ کہ فرشتہ کی آنکھ بھونٹنا قابلِ فہم امر نہیں تو سن لیجئے کہ فرشتے شریعت میں بالکل مجرد نہیں۔ عالمِ دیات اور مجربات کے مابین ایک مخلوق ہیں احمد اور پروں کا ہونا ان کے لئے قرآن کریم میں بھی ثابت ہے اسی طرح دیگر بعض اعضا کی نسبت کا بھی ان کے عالم میں نبوت ملتا ہے پس ان کی طرف کسی عضو کی مثلاً آنکھ وغیرہ کی نسبت ہر توجہ کوئی غیر معقول امر نہیں ان کے لئے یہ اعضا حقیقتہً ثابت ہیں۔ اگرچہ مادی نہ ہوں۔ پس فرشتے درحقیقت ایک صورت رکھتے ہیں لیکن چونکہ وہ مادہ سے پیدا نہیں ہوئے اس لئے ان میں تشکل اور تشل کی قوت بھی

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا رَيْبَ لَكُمْ قَبْرًا إِلَى جَنْبِ الطَّيِّبِ
عِنْدَ الْكَعْبِ الْأَحْمَرِ. (متفق علیہ)

فرمایا خدا کی قسم اگر میں اس جگہ موجود ہوتا تو تم کو دکھلا دیتا کہ ان کی قبر راستہ کے قریب ایک
سرخ ٹیلے کے پاس ہے۔ (متفق علیہ)

ہوتی ہے انسان اپنی مادیت کی وجہ سے یہ قدرت نہیں رکھتا، عنصریات میں بھی جو عنصر زیادہ سخت ہے اسی قدر
اس میں شکل مشکل ہوتی ہے۔ پانی اور ہوا ہر قالب کے مطابق ایک شکل اختیار کر لیتے ہیں مگر مٹی میں یہ صفت نہیں، یہی
حاصل مرکبات میں بھی ہے پس ملائکہ اللہ اپنی لطافت کی وجہ سے اس پر قادر ہیں کہ مشیتِ ایزدی کے مطابق ہیکلِ انسانی
میں جب چاہیں نمودار ہو جائیں۔ جبرئیل علیہ السلام کا مثل خود قرآن کریم میں موجود ہے اور جبرئیل کی صورت
میں آپ کے پاس ان کی آمد حدیثوں میں بلا نزاع ثابت ہے۔ ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ اس شکل کی وجہ سے فرشتہ کی
حقیقت نہیں بدلتی وہ اپنے تصرف سے ہم کو صرف ایک صورت میں نظر آنے لگتا ہے۔ آج سرزمین کی طاقت
کا مشاہدہ کرنے والے کے لئے اس کی تصدیق کرنا کچھ مشکل نہیں رہی۔ احقر کا خیال ہے کہ اگر محض کوئی بادی ضرب ہو تو
شاید اس شکل پر اس کا کوئی اثر ظاہر ہی نہ ہو لیکن نبی صرف مادی نہیں ہوتا اس کا دوسرا عنصر مکی بھی ہوتا ہے اور وہ بھی
انتہا درجہ قوی ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں اس مکی عنصر پر خدا تعالیٰ کی شانِ جلالی کا اور غلبہ خاص
لئے ان کی ضرب کا اثر فلک پر بھی ظاہر ہو جاتا ہے تب میں بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ وہ جود مکی ہی محتاج کی مثال صورت
میں صرف تاکہ ہی میں نقصان آیا اگر انسان ہوتا تو شاید اس کی تاب ہی نہ لاسکتا اور مرجانا دیکھتے جب آنحضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا آغاز ہوا تو حضرت جبرئیل نے اگر آپ کو اپنے قریب کیا اور فاضلہ ملکیت کے لئے دیا یا بھی اور اتنا
دیا یا کہ آپ کو مضبوط کرنا پڑا۔ لوگوں کو تو اس پر تعجب ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو
جبرئیل علیہ السلام کے اس مثل اور دبائے کا کسی اور بشر کو تحمل ہی نہ ہو سکتا۔ رسولِ اقدس کی ہی شانِ مطہر تھی کہ وہ جانہ
بشری دیکھنے کے باوجود شانِ مکی بھی رکھتے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام جیسے فرشتے کا اثر بھی اتنا ہی قبول کرتے تھے جتنا
کہ حدیثوں میں آتا ہے پس اگر خدا تعالیٰ کا ملکیت سے تصادم ہو تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ملکیت میں کوئی اثر ظاہر نہیں
ہو سکتا۔ لیکن اگر ملکیت کا ملکیت سے تصادم ہو تو اس کا اثر ظاہر ہونے میں کوئی تعجب نہیں۔ عالمِ ربانی میں جو صورتیں
نظر آتی ہیں اس میں ایک خیر اگر ایک انسان پر حملہ کرتا ہے تو اس کی صورت اسی طرح پارہ پارہ ہو جاتی ہے جس طرح
عالمِ اجسام کی لیکن اگر اس خرابی صورت کوئی بادی انسان حملہ آور ہو تو اس کو ذرہ بزرگی بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا اس
تشکیل سے ہمارا مقصد یہ نہیں کہ فرشتے کی کوئی حقیقت نہیں۔ صرف ایک خیالی دنیا ہے بلکہ صرف یہ فہم مقصود ہے
کہ اگر کوئی قوت اپنے عالم میں کسی قوت سے تصادم ہو تو اس کا اثر ضرور ظاہر ہوگا ورنہ ملائکہ اللہ تو عالمِ اجسام و
سے بھی کہیں زیادہ قوی مخلوق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کہیں ان کا اس عالم سے تصادم ہو جاتا تو اس کے پرچے اڑ جاتے
ہیں۔ ہاں اس کے برعکس صورت کی مثال ایسی ہے جیسا کوئی انسان پہاڑ سے ٹکراوے۔ ظاہر ہے کہ اسی کا سرزمین ہوگا
پس مادی محض اگر ملکیت سے ٹکرائے تو اس میں کوئی اثر ظاہر ہونا معقول نہیں لیکن نبی جو کہ ملکیت اور بشریت کا جامع ہے
اگر کسی موقعہ پر اس کا تصادم ہوگا تو اس کا اثر ظاہر ہونا معقول نہیں۔ (باقی برصغیر آئندہ)

(۳۳۱) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقِيهِمْ بَيْنَ سِنَانِهِ فَيَعْمَلُونَ وَيَقُولُ اللَّهُمَّ هَذَا أَقْبَمِي فِيمَا أَفْلَاكَ فَلَا تَكُنِي فِيمَا لَا أَفْلَاكَ. (رمزہ الترمذی و ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ والدارمی)

(۳۳۲) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَعَدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ مِنَ الْفَرَاشِ فَأَلْفَسَنِي قَوْعَتِي يَدِي عَلَى بَطْنِي قَدْ مَيَّيْرَ وَهُوَ فِي السَّجْدِ وَهُمَا مَنْصُوعَتَانِ وَهُوَ

(۳۳۲) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام بیبیوں کے درمیان شب باشی میں برابر کی تقسیم کرتے۔ اس کے باوجود یہ فرماتے اے اللہ یہ میری تقسیم میرے اس عمل میں ہو جس کا میں مالک ہوں۔ (میرا قلبی رجحان) جس کا تو مالک ہے اس کا مواخذہ تو مجھ سے نہ فرمانا۔ (ترمذی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ نسائی۔ دارمی)

(۳۳۳) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بستر پر نہ پایا تو میں آپ کی تلاش کے لئے بجلی (میں نے دیکھا) کہ آپ مسجد میں ہیں اور آپ کے دونوں قدم مبارک (بحالت سجدہ) کھڑے ہوئے ہیں میرا ہاتھ آپ کے دونوں تلووں سے لگا (میں نے سنا) کہ آپ یہ دعا فرما رہے تھو

وَبِعِزِّ صُفْرِ كَذِبْتُمْ) اس لئے اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک قبر آلود قبرستان فرشتے کی اس مثالی صورت میں کوئی نقص پیدا کر دیتا تھا تو یہ عین عقل اور شرع کے مطابق ہے۔ اگر آپ ان حقانی کو سمجھنے کی عقل نہیں رکھتے تو خدا بازی گروں کے تماشہ ہی میں کبھی آکر دیکھئے اگر ان کی عقل ان فن کا کوئی ان سے بڑھ کر رہا ہر جگہ ہے تو وہ اس کا مکمل چلنے نہیں دیتا اور وہ اپنی قوت نفس سے اس کے اس ساری خیال بندی کی دنیا کو مجاز دیتا ہے جو وہ تماشہ کیوں کر دکھا رہا تھا پہلے انسان بیکلو پڑیا اٹھا کر روح کی بحث اور اس کے احوال کا اس میں مطالعہ کیجئے اور موجودہ عقائد کے نزدیک جو اس کے عجائبات ہیں ان کو زیر نظر رکھئے اس کے بعد پھر آپ اس واقعہ کو پڑھئے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ان حدیثوں کا مضحکہ آپ کے لئے خود ایک قابل مضحکہ امر تھا۔ آپ کے نزدیک جب عالم روحانیت حدیث کو ہی نہیں پہنچتا اور اس لئے نہیں پہنچتا کہ آپ نے اس کا مطالعہ ہی نہیں کیا تو آپ نے اسے مضحکہ نہ اڑائیں تو اور کریں کیا۔

(۳۳۴) علامہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ تقسیم واجب ہی نہ تھی لیکن جب کو امت کا معلم بنا کر بھیجا گیا تھا اس نے خوراپنے ذمہ اس کو ایک لازم حق بنایا تھا تاکہ جن کے ذمہ یہ لازم حق ہے وہ اس میں کوئی کوتاہی نہ کر سکیں۔ قلبی رجحان غیر اختیاری چیز ہے اور تکلیف کا دائرہ صرف اختیار کے حدود کے اندر اندر محدود ہے لیکن جہاں انسان کا نفس کوئی خانت کر سکتا ہے وہاں صاحب شریعت اس کی اہمیت کے پیش نظر ایسے کلمات فرمادیتے ہیں گویا زوجہ کا معاملہ اتنا نازک ہے کہ اس میں غیر اختیاری رجحانات میں بھی ترجیح ہر ذرے کی ضرورت ہے۔

يَقُولُ إِنِّي أَخُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ مَحَبَّتِكَ وَمَعَا فَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي
ثَنَاءَ عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ - (مرآۃ مسلم)

(۳۳۴) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَاذْهَبْتُ
بِالْبَقِيْعِ فَقَالَ أَكُنْتُ تَخَافِينَ أَنْ يَحْبِفَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَرَسُولُهُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي خَشِيتُ
أَنَّكَ أَتَيْتَ بَعْضَ نِسَائِكَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُنْزِلُ لَيْلَةً الرَّصْفَ مِنْ شَجَابِ إِلَى السَّمَاءِ
الَّذِي لَا يَبْعَثُ لَكَ ثَمَرًا مِنْ عَذَابٍ شَعْرًا غَيْرَ كَلْبٍ - (مرآۃ الترمذی وابن ماجہ زاد در زین من اسحق
الناروق قال الترمذی سمعت محمد بن النعمان یضعف هذا الحدیث -)

اے اللہ میں تیری نارضائی سے تیری رضا کی پناہ لیتا ہوں اور تیری صفت عقوبت سے تیری صفت عفو
کی پناہ لیتا ہوں اور تجھ سے تیری ہی پناہ چاہتا ہوں۔ تیری پوری پوری تعریف میری قدرت سے باہر ہے
بس تو ایسا ہی ہے جیسی تو نے خود اپنی تعریف فرمائی۔ (مسلم)

(۳۳۴) حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ میں نے ایک شب آپ کو (اپنے بستر) پر نہ پایا۔ تلاش کیا
تو آپ بیچ میں تھے آپ نے فرمایا کیا تم کو یہ دم گذر کہ خدا اور اس کا رسول تمہارے حق میں ظلم کر سکتے ہیں۔ میں نے
عرض کیا یا رسول اللہ مجھے یہ خطرہ گذرنا تھا کہ شاید آپ اپنی کسی اور بی بی کے گھر تشریف لے گئے ہیں آپ نے
فرمایا شجبان کی بندرہوں کو اللہ تعالیٰ آسمان دینا پر بھی فرماتا ہے اور اتنے گنہگاروں کی بخشش فرما دیتا ہے
جن کا شمار قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس حدیث کو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت
کیا ہے۔ زین نے اس میں اتنا اور اضافہ نقل کیا ہے کہ یہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنی بد اعمالی کی وجہ سے
روزِ ع کے مستحق تھے۔ (ترمذی)

(۳۳۴) خل مشہور ہے عشق است ہزار برگمانی۔ حضرت عائشہؓ فراہمت اور تقدس کے سارے میدان طے
کر جانے کے باوجود بشری خصائل سے مستثنیٰ نہ تھیں۔ جب اپنی نوبت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر نہ
پاتیں تو نظرۃ مضطرب ہو جاتیں۔ اپنے نفس کو ہزار گھما تیں مگر عشق و محبت کی بدگمانی سے پھر معذور ہو جاتیں۔ آخر
تلاش کے لئے نکل جاتیں۔ جب آپ سے ملاقات ہوتی تو معاملہ درگروں دیکھ کر حیرت آمیز لہجہ میں فرماتیں من درجہ
خیالم و فلک درجہ خیال۔ یہاں حضرت عائشہؓ کی بلاغت قابلِ وار ہے کہ آپ کے ارشاد اکنت تخافین (کیا تم کو میرے
مستحق نا انصافی کا خطرہ تھا) کے جواب میں نعم (جی ہاں) نہیں فرماتیں۔ بلکہ اسی بات کو دوسرے انداز میں ادا کرتی
ہیں کیونکہ خدا کے رسول کے حق میں نا انصافی کا عنوان تو کسی حالت میں بھی قابلِ قصور نہ تھا البتہ اپنی نوبت میں آپ کو
نہ دیکھ کر آپ کا کسی اور بی بی کے گھر چلے جانے کے خطرہ کا روکنا بھی اپنے اختیار سے باہر تھا۔

(۳۳۵) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَا أَعْلَمُ إِذَا كُنْتُ عَقِي رَاضِيَةً وَإِذَا كُنْتُ عَلَى عَصْبِي فَقُلْتُ مِنْ أَيْنَ تَعْرِفُ ذَلِكَ فَقَالَ إِذَا كُنْتُ عَقِي رَاضِيَةً فَأَتَلْتُ لُغُولَيْنِ لَا دَبِيبَ لِهَؤُلَاءِ وَإِذَا كُنْتُ عَلَى عَصْبِي أَقْلَبْتُ لِأَوْرَبِ وَلِأَبْرَاهِيمَ قَالَتْ قُلْتُ أَجَلٌ وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَجْهَرُ إِلَّا لِسْمُكَ (متفق عليه)

(۳۳۶) عَنْ جَابِرٍ قَالَ دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَجَدَ النَّاسَ جُلُوسًا يَبَايِعُ لَهُ يُؤْذِنُ لِأَحَدٍ مِنْهُمْ قَالَ فَأَوْنِ لِأَبِي بَكْرٍ فَقَدْ خَلَّ ثَمَّ أَجَلٌ عُمْرًا فَاسْتَأْذَنَ

(۳۳۵) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خوب پہچان لیتا ہوں تم مجھ سے کب خوش ہوتی ہو اور کب ناخوش، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ یہ بات کیسے پہچان لیتے ہیں فرمایا جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو رب تمہاری قسم کھاتی ہو اور جب ناخوش ہوتی ہو تو رب ابراہیم کی قسم کھاتی ہو۔ میں نے عرض کیا ہے تو بات یہی لیکن یا رسول اللہ خدا کی قسم میں آپ کا صرف اسم مبارک زبان پر نہیں لیتی (دل میں اس وقت بھی آپ کی محبت ہوتی ہے) (متفق علیہ)

(۳۳۶) جابر کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی اجازت حاصل کرنے کے لئے آئے دیکھا تو وہاں اور لوگ بھی آپ کے مدعا پر موجود تھے اور اب تک کسی کو بھی داخل ہونے کی اجازت نہیں مل سکی تھی وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کو اجازت مل گئی اور وہ اندر تشریف لے آئے ان کے پیچھے پیچھے حضرت عمرؓ تشریف لائے اور انھوں نے اجازت طلب کی

(۳۳۵) انسان کی بلندی کا معیار اس کے کمالات ہیں اس کا انسانی خصائل سے معری ہو جائے نہیں کسی عمل پر ناراضگی کی اور یہی فطرت کا اقتضا اور محبوبیت کا کمال سمجھا جاتا ہے۔ اسی انداز محبوبیت کو حضرت عائشہؓ نے اپنے آخری فقرہ میں ظاہر فرمایا ہے۔ حضرت عائشہؓ کی کمال بلاغت دیکھئے کہ اپنے محبوبانہ ناگواری کی حقیقت صرف ہجران اسی تک محدود کر دینا چاہتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر رسولؐ کی محبت رگ رگ میں سائی ہوئی ہے تو کسی اغاز ناز کے موقع پر محبوب زوجہ کا اسی ہجران اس کے قلبی محبت کے منافی نہیں بلکہ یہی اس کا ایک اقتضا ہے۔ دیکھئے یہی حضرت عائشہؓ ہیں کہ جب بات خدا و مرد و زوجہ سے نکل کر مرد و شریعت میں داخل ہوتی دیکھ لیتی ہیں تو ہم جن ادب ہی ادب اور اطاعت ہی اطاعت بن جاتی ہیں۔ جیسا کہ آئندہ واقعہ سے ظاہر ہے۔

(۳۳۶) انبیاء علیہم السلام کی اندرونی زندگی میں بھی نکتہ بنی طور پر ایسے معاملات رونما ہوتے ہیں جن سے ان کی بشریت کا بیداری ثبوت ملتا ہے۔ وہ انسانوں کی طرح دنیا میں آئے ان ہی کی طرح اپنی معیشت رکھتے، کھاتے اور پیتے، جاگتے اور سوتے، شادی بیاہ کرتے اور اس کے بعد ان کے گھروں میں ایک حد تک وہ معاملات بھی پیش آجاتے جو ازدواجی زندگی میں پیش آیا کرتے ہیں۔ اور اس ضمن میں علی طور پر امت کے لئے وہ مسائل سامنے آجاتے جن کی اہمیت کو ضرورت تھی اور ان

فَاذِنَ لَهُ لَوْ جَدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا حَوْلَهُ وَإِذَا قَالَ قُلْتُ لَا وَكَانَ
 شَيْئًا أَضْحِكُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ رَأَيْتَ بَيْتَ خَارِجَةَ سَأَلْتَنِي
 النَّفَقَةَ فَقُمْتُ إِلَيْهَا وَجِئْتُ عَنْهَا أَضْحِكُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مَنْ حَوْلِي
 كَمَا تَرَى يَسْتَلْنِي النَّفَقَةَ فَقَامَ أَبُو بَكْرٍ إِلَى عَائِشَةَ عَجَّ عَنْهَا وَقَامَ عُمَرُ إِلَى حُصَيْدَةَ عَجَّ
 عَنْهَا كُلَاهُمَا يَقُولُ تَسْتَلِينَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَيْسَ عِنْدَهُ فَقُلْنَا وَاللَّهِ
 لَا نَسْأَلُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا أَبَدًا لَيْسَ عِنْدَهُ ثُمَّ اعْتَزَلَهُنَّ شَهْرًا أَوْ تِسْعًا
 وَعِشْرِينَ ثُمَّ تَزَلَّتْ هَذِهِ الْآيَةُ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَا رَاحَةَ لَكُمْ فِي شَيْءٍ مِنْ أَعْمَالِكُمْ
 عَظِيمًا قَالَ قَبْدًا بَعْدًا ثُمَّ قَالَ يَا عَائِشَةُ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَعْرِضَ عَلَيْكَ أَمْرًا أَحِبُّ أَنْ

ان کو بھی اجازت مل گئی انہوں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منہم اور خاموش بیٹھے ہیں آپ کے ارد گرد
 آپ کی بی بیوں ہیں یہ دیکھ کر انہوں نے کہا میں کوئی ایسی بات کہوں گا جس پر آپ کو ہنسی آجائے (یہ سوچ کر
 میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر نسبت خارجہ (یہ ان کی بی بی ہیں) مجھ سے میری حیثیت سے زیادہ نفقہ مانگیں
 تو میں تو کھڑے ہو کر اس کا گلہ دبا دیتا، ان کی اس بات پر آپ کو ہنسی آگئی اور آپ نے فرمایا جیسا تم دیکھ رہے ہو
 یہ میری بی بیوں بھی اسی سوال کے لئے میرے ارد گرد بیٹھی ہوئی ہیں۔ اس پر فوراً حضرت ابو بکرؓ اٹھے اور حضرت
 عائشہؓ کا گلہ پکڑنے لگے اور حضرت عمرؓ اٹھے اور حضرت حفصہؓ کا گلہ دبانے لگے دونوں صاحبہ ہی ایک بات
 فرماتے جاتے تھے کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنے نفقہ کا سوال کیوں کرتی ہو جبنا آپ کے پاس نہیں
 انہوں نے کہا خدا کی قسم آئندہ ہم کبھی آپ سے اس قسم کا سوال نہ کریں گے۔ اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے ایک ماہ یا ۲۹ دن تک اپنی بیویوں سے علیحدگی اختیار کر لی اور قرآن کی آیت قل لا نرید لکم منکم
 اھسنات منکم اجر اعظیما تک نازل ہو گئی (اس آیت میں آپ کی بیویوں کو دو باتوں میں سے ایک بات
 اختیار کر لینے کے لئے کہا گیا تھا۔ یا وہ خدا و رسول کو اختیار کر لیں تو دوسری فرادانی سے قطع نظر کر لیں اور اس
 تقدیر پر آخرت میں ان کے لئے بڑے ثواب کا وعدہ ہے اور اگر چاہیں تو حیوة دنیا کو اختیار کر لیں تو بھران کو
 رسول سے علیحدگی کرنی پڑے گی)۔ راوی کہتا ہے کہ اس آیت کو سننے کی ابتداء سب سے پہلے آپ نے

نازک مراحل میں آپ کے ازدواج کی وہ بیہال استقامت بھی عیاں ہو جاتی جس کی بنا پر قدرت نے ان کو آپ کی نصیحت کے لحاظ
 منتخب فرمایا تھا۔ دیکھئے اسی نفا میں جب معاملہ یہ آ جاتا ہے کہ خدا کے رسول یا دنیا میں سے کسی ایک کو اختیار کر لیا جائے تو
 آپ کی سب بی بیوں کے منہ سے ایک ہی جواب نکلتا ہے اور وہ یہی ہے کہ ہم ہمیشہ کے لئے دوسری فرادانی سے قطع نظر کر کے ہیں

لَا تَعْبُجِي فِيهِ حَتَّى تَسْتَشِيرِي أَبَوَيْكَ قَالَتْ وَمَا هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَتْ عَلَيْهَا الْإِيَّةُ قَالَتْ
 أَرَأَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْتَشِيرْتُ أَبَوَيْ بَلْ أَحْبَبْتُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالْأَزْوَاجَ وَالْأَهْلَ وَالْأَمْوَالَ
 أَمْرًا مِنْ نِسَائِكَ بِالَّذِي قُلْتَ قَالَ لَا شَأْنُ لِيْ أَمْرًا مِنْهُنَّ إِلَّا أَحْبَبْتُهَا إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَجْعَلْنِيْ
 مُعْتَبَرًا وَلَا مُتَعَبِّئًا وَلَكِنِّي بَعَثَنِي مُعَلِّمًا مَّبْتَرًا (رواه مسلم)

(۳۳۷) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ زَوْجُ بَرِّيرَةَ عَبْدَ الْأَسْوَدِ يَقَالَ لَهُ مُغِيثُ كَأَنِّي أَنْظُرُ

حضرت عائشہؓ کے کی اور فرمایا عائشہؓ دیکھو میں ایک خاص بات تمہارے سامنے رکھتا ہوں اور میرا یہ چاہتا ہے کہ تم اس کے جواب میں جلد بازی سے کام نہ لو جب تک کہ اپنے والدین سے مشورہ نہ لیلو
 امور نے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ کیا بات ہے، آپ نے یہی آیت پڑھ کر ان کو سادی، یہ بیاختہ بولیں
 یا رسول اللہؐ کیا آپ کی رفاقت کا معاملہ بھی ایسا ہے جس میں اپنے والدین سے مشورہ لو لی، میں کسی
 استخارہ کے بغیر اللہ اس کے رسول اور آخرت کو اختیار کرتی ہوں لیکن میری ایک عرض ہے وہ یہ کہ آپ
 میرے اس جواب کی اپنی بیہوشی میں سے کسی کو اطلاع نہ دیں۔ آپ نے فرمایا مجھ سے تو ان میں جو بھی دریافت
 کرے گی میں اس سے تمہارا جواب صاف صاف کہہ دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے شفقت میں ڈالنے والا بنا کر
 نہیں بھیجا بلکہ معلم اور آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ (مسلم)

(۳۳۷) ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ بریرہ کے شوہر ایک سیاہ فام غلام تھے ان کو مغیث کہا

مگر خدا کے محبوب رسولؐ سے ایک لمحہ کیلئے بھی صرف نظر نہیں کر سکتے۔ یہ اس لئے کہ ان کی زوجیت کے مقابلہ میں ساری
 دنیا ہماری نظر میں ہمدرد ہے۔ حضرت عائشہؓ آپ کی سب سے کم سن لڑکی ہیں مگر ان کے انداز جواب کو ملاحظہ کیجئے کہ وہ
 اس مسئلہ کو قابل سوچ، بچاری نہیں سمجھتی اور اس کو اتنی عظیم نعمت سمجھتی ہیں جس میں فطری غیرت کی بنا پر نہیں چاہتیں کہ
 کہ آپ کی کوئی دوسری سوتن شریک ہو سکے۔ اس نازک مرحلہ میں رسولؐ کی بزرگی کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ وہ رشتہ محبوبیت کے
 باوجود وہاں خاموش بھی نہیں رہ سکا اور بڑی صفائی سے اس نے یہ کہہ دیا کہ میں تو اس معاملہ میں کوئی رعایت نہیں کر سکتا
 میں معلم کا منصب لیکر آیا ہوں اس میں کسی سے خیر خواہی کی بات چھپائی خیانت ہے۔ اس حدیث کے مضمون
 سے ظاہر ہے کہ یہاں رسولؐ خدا کی مرضی گوہی تھی کہ آپ کی ازواج کہیں اس اختیار میں کوئی غلط قدم نہ اٹھا بیٹھیں،
 لیکن اس کے باوجود آیت تفسیر سادہ میں آپ نے کوئی تاخیر نہیں کی۔ طبی جذبات اور فطری اقتضار کا معدوم ہو جانا
 کمال نہیں۔ کمال ان سب کو پامال کر کے حکم شریعت کی بجا آوری میں ہے۔

(۳۳۷) بریرہؓ ایک باندی تھیں اور باندی کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ جب وہ آزاد ہو جائے تو اس کو اپنے سابقہ نکاح
 کے قائم رکھنے نہ رکھنے میں شرعاً اختیار دیا جاتا ہے اسی قاعدہ کے ماتحت جب بریرہؓ آزاد ہو گئیں تو ان کو بھی اختیار مل گیا
 اگر وہ چاہیں تو اپنے دیرینہ شوہر کی زوجیت میں رہنا قبول کریں اور چاہیں تو ان سے علیحدگی اختیار کر لیں۔ حضرت بریرہؓ

لَا يَكْفُرُ خَلْقَهَا فِي سِلَاحِ الْمَلَايِكَةِ وَدُمُوعُهُ تَسِيلُ عَلَى حُجَّتِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لِلْعَبَّاسِ يَا عَبَّاسُ لَا تَعْجَبْ مِنْ حُبِّ مُصْغَبٍ بِرَيْرَةٍ وَمِنْ بَعْضِ بَرِيرَةٍ مُغْصَفًا فَقَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوَازِجُوتِيهِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَأْمُرُنِي قَالَ إِنَّمَا أَشْفَعُ
قَالَتْ لَأَحَاجَّتَنِي رِفِيدَةُ (سراۃ البخاری)

کہا جاتا تھا ان کا وہ نقشہ گویا اب میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ مدینہ کی گلیوں میں دو بریرہ کے
پیچھے پیچھے روئے پھر رہے ہیں اور ان کے آنسو ان کی ڈاڑھی پر بہہ رہے ہیں اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت عباسؓ سے فرمایا، عباس! کیا تم کو اس پر تعجب نہیں ہوتا کہ غیث کو بریرہ سے کتنی الفت ہے اور
بریرہ کو ان سے کتنی نفرت ہے، اس کے بعد آپ نے بریرہ سے کہا کاش تم غیث کی زوجیت میں رہنا
قبول کر لیتیں انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے حکم ہے؟ (یا صرف سفارش) آپ نے فرمایا میں تو صرف
سفارش کرتا ہوں (حکم نہیں دیتا) بریرہ نے عرض کیا تو پھر مجھے ان کے بارے میں کوئی دلچسپی نہیں (بخاری شریف)

اگرچہ ایک ہاندی قصیر لیکن زمانہ نبوت کے فیض عام کی وجہ سے کتنی حدود شناس ہو گئی تھیں کہ ان کے دو فظوں میں ساری
کتاب الایمان کی روح گھسی ہوئی نظر آتی ہے یعنی وہ اس امر کو خوب سمجھتی تھیں کہ ایک حق کے حدود و اختیارات کہاں تک باقی رہتی ہیں
اور کہاں جاکر ختم ہو جاتی ہیں اس لئے وہ نہایت مودانہ استفسار کرتی ہیں کہ آپ کا حکم ہے یا صرف ایک سفارش کا مرقعہ گویا نبی اگر
کسی کی طرف سے سفارش کرے تو اسی کے لئے اس کا تسلیم کر لیا جاسکتا ہے یا نہیں جو جاتی جس کے بعد پھر اس کے لئے کوئی اختیار اور آلاؤ
دائے کا حق ہی باقی نہ رہے بلکہ اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس صورت میں اس کے لئے شرعی حدود کا بناء شکل ہوگا تو اس کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی
آزادی رائے کو ملحوظ رکھے لیکن جس جگہ پہنچ کر امتی کے تمام اختیارات سلب ہو جاتے ہیں اور اس جگہ آزادی رائے کا کوئی حق نہیں
رہتا وہ صاحب شریعت کا حکم ہے۔ رسول کے بعد نبی کے بعد اطاعت کرنے کے سوا اب کوئی دوسری راہ باقی نہیں رہتی۔ مذہب پر
نکتہ چینی کرنا ہوائے اس نکتہ کو پر سے فوراً ملاحظہ کریں کہ مذاہب عالم کی صفوف میں اسلام نے انسانوں میں ایک ہاندی کی رشتہ
کا بھی کس حد تک احترام کیا ہے یعنی پرائیویٹ معاملات میں اس نے ایک ایسی حد قائم کر دی ہے جہاں پہنچ کر رسول جیسی شخصیت کو بھی
آپنی دست اندازی کا حق نہیں ہوتا اور اس کو بھی انسانی حق ہو تا ہے کہ وہ اپنی رائے کا صرف اظہار کرے جو مذہب اپنے تعلیم کو بخیر
پر جبر کرنا پسند نہیں کرتا سو جو کہ وہ خود مذاہب کے اختیار کرنے پر کب جبر کرنا تو ادا کر سکتا ہے۔ اس قسم کے واقعات سے میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک بدیہی اور غیر اختیاری سبق ملے گا کہ کتنی با اختیارستی ہو کہ کسی انسان پر کوئی دباؤ ڈالنا
بند نہیں فرماتے اور اگر ایک باندی اپنی جائز آزادی کے ماتحت آپ کی سفارش قبول کرنے سے منع دے گی انہاں کرتی ہے تو اس کا بھی کوئی
ہوا نہیں آتا۔ کیا ہے کوئی انسان جو اسے اختیارات کا مالک ہو کہ مذہم کے معاملات میں امتی آزادی اور اتنی عداوتی کو جائز کرے
جب اس کے کسی شرعی حکم کا خلاف کیا جائے تو اسے برداشت نہ کرے اور ایک وقت جب ذاتی معاملات میں اس کی سفارش پر علحدہ اندر نہ ہو
تو فظ میں یہ ہیں نہ ہو کیا ایسے انسان کی ایک ایک حرکت صرف رضا الہی کے لئے نہ ہوگی۔ اس موقع پر آپ کو ترجیحاً السنہ ۱۸ ص ۱۸
پر حدیث (۱۸۲) کا ملاحظہ کرنا بھی مفید ہوگا۔

ایمان عقد للقلب لیست اعمال الجوارح اجزاء للایمان

(۳۳۸) عَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْسُ صَلَاتُكَ إِتْرَضْتَهُنَّ اللَّهُ تَعَالَى مِنْ أَحْسَنِّ وَضُوءُكَ وَصَلَاتُكَ لِرُفَّتِهِمْ وَأَتَمُّ رُكُوعُهُمْ وَخُشُوعُهُمْ كَأَنَّكَ عَلَى اللَّهِ وَحْدًا إِنَّ يُغْفَرَ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهُ عَلَى اللَّهِ حَقٌّ إِنْ شَاءَ غُفِرَ لَهُ وَإِنْ شَاءَ عَذِّبَهُ۔ (امام احمد وابوداؤد ودری مالک والنسائی)

(۳۳۹) عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُغَيِّرُ لَذِ الطَّعْمِ الْغُفْرَ وَكَانَ يَسْتَمِعُ الْإِذْنَ فَلَمَّا سَمِعَ أَذَانًا أَمْسَكَ وَلَا أَعَارَ تَسْمِعُ رَحَلًا يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْفِطْرِ وَثْنَةٌ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ایمان در اصل قلبی اعتقاد کا نام ہے مگر انصاف اعمال ایمان کے اجزاء نہیں

(۳۳۸) عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں جو شخص ان کے لئے اچھی طرح وضو کرے اور ان کا رکوع و خشوع بھی پورا پورا ادا کرے تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ عہد ہو گا کہ وہ اس کو بخش دے اور جایا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کا اس سے کوئی عہد نہیں چلے تو اسے بھی بخش دے اور چاہے تو عذاب دے۔ (امام ابو داؤد۔ مالک۔ نسائی)

(۳۳۹) انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت جنگ شروع کرے جب غم ہو جاتی اور اذان کا خیال رکھتے اگر اذان کی آواز آجاتی تو جنگ کا ایلوہ متھوی کر دیتے ورنہ جنگ شروع کر دیتے۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا اللہ اکبر اللہ اکبر تو فرمایا تو ٹھیک اپنی فطرت پر قائم ہے، جب اس نے یہ کہا اشہدان لا الہ الا اللہ تو فرمایا جاتے آتش و عذخ سے نجات مل گئی

(۳۳۸) یہ سب کے نزدیک مسلم ہے کہ مغفرت ایمان کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بے نمازی کے اسلام کی خواہ کوئی حیثیت بھی ہو مگر آخر کا اس کی مغفرت ہو جائیگی معلوم ہوا کہ نماز جیسا عمل بھی ایمان کا جز نہیں ورنہ بے نمازی کی مغفرت نہ ہوتی۔ یہ مسئلہ بہت نازک ہے اس کی ایک طرف اہل اہل اور دوسری طرف اعتدال اور راہ صواب اعتدال میں ہے مفصل کلام پہلے گذر چکا ہے۔

(۳۳۹) حدیث مذکور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف شہادتین سن کر جنت کی بشارت دیدی مگر اعمال ایمان کا جز ہونے تو اعمال کے بغیر بشارت نہ دی جاتی۔

خَرَجَتْ مِنَ النَّارِ فَنَظَرُوا إِلَيْهِ فَإِنَّا هُوَ رَافِعِي مُعْزِي (درجہ اولیٰ مسلم)

(۳۴۰) عَنْ أَبِي جَحْفَةَ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي سَفَرٍ فَسَمِعَ مُؤَذِّنًا يَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلِّمْ الْإِسْدَادَ فَقَالَ أَتُحَدِّثُ أَنَّ مُحَمَّدًا أَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ خَرَجَ مِنَ النَّارِ الْحَدَّثَ (درجہ اولیٰ) قَالَ لَهْفِي رَجُلًا لَمَقَاتِ (۳۴۱) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا قَوْلَ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَى فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ شَفَاعَتِي إِلَّا هَلِ الْكُتُبَ بَابُ مِنْ أُمَّتِي (درجہ اولیٰ) الْحَاكِمُ فِي التَّحْفَةِ وَهُوَ فِي غَيْرِ مُسْلِمٍ وَغَيْرِهِ

(۳۴۲) عَنْ الْحَسَنِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ إِذْ ذَاكَ وَتَحْنُ بِالْمَدِينَةِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجِي الْأَعْمَالُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَتَجِي الصَّلَاةُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ أَنَا الصَّلَاةُ يَقُولُ إِنَّكَ عَلَى خَيْرٍ فَيَقُولُ يَا رَبِّ أَنَا الصَّلَاةُ فَيَقُولُ إِنَّكَ عَلَى خَيْرٍ ثُمَّ يَجِي

صحابہ نے اس شخص کو جا کر دیکھا تو وہ بکریوں کا چرواہا تھا۔ (مسلم)
(۳۴۰) ابو جحیفہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے کہ ایک موزن کو آپ نے یہ کلمہ کہتے ہوئے سنا اشہدان لا الہ الا اللہ تو فرمایا اس نے تو اللہ تعالیٰ کے سوا اس کے تمام شرکیوں سے بیزاری کا اظہار کر دیا پھر جب یہ سنا اشہدان محمد رسول اللہ تو فرمایا عذاب ووزخ سے نجات پا گیا۔ (سنن ترمذی)
(۳۴۱) جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول تلاوت کیا دلائشعون الہ اور شفاعت بھی نہیں کر سکیں گے مگر اسی کے لئے جس کے لئے اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو اس کے بعد فرمایا کہ میری شفاعت میرے ان سب امتیوں کے لئے ہوگی جنہوں نے گناہ کبیرہ کئے ہیں۔ (حاکم)
(۳۴۲) حسن روایت کرتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ نے مجھ سے مدینہ میں بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت کے دن تمام اعمال کی صورتیں آئیں گی، نماز آئے گی اور کہے گی اے رب میں نماز ہوں، ارشاد ہوگا تو بہت اچھا عمل ہے اس کے بعد صدقہ آئے گا اور کہے گا اے رب میں صدقہ ہوں

(۳۴۱) اگر اعمال اجزا یا مان بہرے تو کمب کبیرہ مومن نہ ہوتا اور اس کے لئے شفاعت ہو سکتی۔

(۳۴۲) اس حدیث میں اسٹاک کی صورت اعمال سے جدا گانہ ذکر ہے حضرت استاد قدس سرہ فرماتے تھے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اعمال کو اسلام سے خواہ کتنا ہی گہرا ربط ہوتا ہم وہ اس کے اجزا نہیں — معلوم ہوتا ہے کہ اعمال کی جزئیت کا مسئلہ محدثین و فقہاء کے مابین ثمرہ کے اعتبار سے کوئی اختلافی مسئلہ نہیں مومن عاصی سب کے

الصَّيَامُ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ أَنَا الْعِيَامُ فَيَقُولُ إِنَّكَ عَلَى خَيْرٍ لِّمَعْرَفِي الْأَعْمَالِ عَلَى ذَلِكَ فَيَقُولُ
 اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّكَ عَلَى خَيْرٍ لِّمَعْرَفِي الْإِسْلَامِ فَيَقُولُ يَا رَبِّ أَنْتَ السَّلَامُ وَأَنَا الْإِسْلَامُ
 فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّكَ عَلَى خَيْرٍ لِّمَعْرَفِي الْيَوْمِ أَخَذَ وَبِكَ أُعْطِيَ فَقَالَ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ رَوْ مِنْ
 يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَالِدِينَ) انفرادی بہا حمد و ذکر ان کثیر فی
 تفسیرہ و رجالہ لغات و لکن یقال ان الحسن لم یسمع من ابی ہریرۃ۔

(۳۴۳) عَنْ الْقَاسِمِ بْنِ عَوْفٍ الشَّيْبَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ لَقَدْ جِئْنَا بِرَهْمَةٍ
 مِنْ دِهْرَانٍ وَأَحَدٍ نَابِئِي الْإِيمَانِ قَبْلَ الْقُرْآنِ وَنَزَلَ السُّورَةُ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَبَعَثَهُمْ خَلَاءَ لَهَا وَحَرَامَهَا وَمَا يَنْبَغِي أَنْ يُوقَفَ عِنْدَهُ فَمَا كُنَّا نَعْلَمُونَ أَنَّ الْقُرْآنَ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ
 رِجَالًا يُؤْتَى أَحَدُهُمُ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ مَا بَيْنَ فَاتِحَتِهِ إِلَى خَاتَمَتِهِ مَا يَرَى مَا أَمْرُهُ وَلَا زَجْرُهُ وَلَا مَا
 يَنْبَغِي أَنْ يُوقَفَ عِنْدَهُ وَمِنْهُ يَنْشُرُهُ نَثْرًا ذَلِيلًا - (رہاء الحاکم فی المستدرک ۱۵۰ قال الذہبی علی شرطہا)

ارشاد ہوگا تو بھی بہت اچھا عمل ہے پھر وہ آنگاہ کہ اللہ کے پیغمبر میں رسد ہوں ارشاد ہوگا تو بھی بہت اچھا عمل ہے اس
 بعد اسی طرح سب اعمال آتے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہی ارشاد ہوتا رہے گا کہ تم اچھے عمل ہو۔
 آخر میں اسلام کی صورت آئیگی یہ عرض کرے گا اسے پروردگار تمہارا نام اسلام ہے اور میرا نام اسلام ارشاد ہوگا
 تو سب سے بہتر عمل ہے آج گرفت اور انعام دونوں کا دار و مدار تیری ہی ذات پر ہے، جیسا کہ قرآن میں ارشاد
 ہے (جو اسلام کے سوا کوئی اور نہیں تلاش کرے گا وہ ہرگز قبول نہ کیا جائیگا اور یہ شخص قوت میں بہت نقصان اٹھائے والوں میں ہوگا) (دھم)
 (۳۴۳) قاسم بن عوف بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کو یہ کہتے خود سنا ہے کہ ہمارا ایک زمانہ ایسا
 گذرا ہے جبکہ ہم میں سے ایک شخص کو قرآن سے پہلی ہی ایمان نصیب ہو جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کی
 ایک سورت اترتی وہ اس کے حلال و حرام سیکھ لیتا اور ان مقامات کو بھی معلوم کر لیتا کہ کہاں کہاں اس میں ٹھہرنا
 مناسب ہے (غرض وہ اسی طرح اوجکے ساتھ قرآن پڑھتا جیسا ادب و احترام کے ساتھ آج تم کیے ہو) اس کے بعد
 فرمایا کہ اب میں ایسے لوگ بھی دیکھ رہا ہوں جنہیں سالہا قرآن (پہلے ہی) نصیب ہو جاتا ہے وہ اس کو ازاول تا آخر پڑھتے ہی ہیں
 مگر نہ اس کے امر و نہی کو سمجھتے ہیں نہ بیجانتے ہیں کہ کس جگہ ٹھہرنا مناسب ہو جس اس طرح اس کو لاپرواہی سے پڑھنے
 ہیں جس طرح ردی کچوریں لاپرواہی کے ساتھ کچھ دی جاتی ہیں۔ (حاکم)

تو دیک آخر کار جنت میں داخل ہوگا اور اسی طرح اعمال کی اہمیت سے بھی کسی کو اختلاف نہیں ہے صرف وقتی مصالح کے
 لحاظ سے مختلف تعبیرات تھیں جو بعد میں مذاہب بن گئیں۔ تفصیلی بحث گندہی ہے۔

وزعہ شریعتہ الجنۃ والنار علی الايمان والكفر دون الاعمال

(۳۴۶) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنَاتُ مَنْ لَقِيَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَقِيَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ يُشْرِكُ بِهِ دَخَلَ النَّارَ (مسلم)
(۳۴۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ وَقُلْتُ أَنَا مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ (سراة البخاری)

جنت اور دوزخ کی تقسیم شرک ایمان پر دائرہ ضرر اچھے بے اعمال پر نہیں

(۳۴۶) جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو باتیں ایسی ہیں جو انسان کے لئے دو چیزیں واجب کر دیتی ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح حاضر ہوگا کہ اس نے دنیا میں کسی کسی کا شریک نہ ٹھہرایا ہو تو اس کے لئے جنت واجب ہو جائیگی (اور وہ ضرور جنت میں جائیگا اور جو شخص اس طرح حاضر ہوگا کہ اس نے کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا ہو تو اس کے لئے دوزخ واجب ہو جائے گی اور) وہ ضرور دوزخ میں جائے گا۔ (مسلم)

(۳۴۷) عبد اللہ بن مسعود بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس حالت میں مرتلے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہو تو وہ دوزخ میں جائیگا۔ یہ مضمون تو میں نے خود بارگاہ رسالت سے سنا ہے) اور دوسری بات میں اپنی جانب سے کہتا ہوں کہ جو شخص اس حالت میں مرتلے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔ (بخاری شریف)

(۳۴۸) بقول امام غزالیؒ انسان اگر چنانچہ نہیں مگر ابدی ضرور ہے اس لئے اس کو ایک ابدی مستقر کی ضرورت تھی ہر دنیا اس کا ابدی مستقر نہیں صرف عارضی مستقر ہے ویکم فی الارض مستقر ویمتد الیٰ حین۔ تہیں خدا کی زمین پر صرف چند روزہ رہنا ہے اور ایک وقت مقرر تک اس کی نعمتوں سے کچھ فائدہ حاصل کرنا ہے۔

اس کا دائمی مستقر جنت یا دوزخ میں قادر مطلق نے اس کی تقسیم اچھے برے اعمال پر نہیں کی بلکہ ایمان و کفر پر کی ہے اس لئے مومن خواہ کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو مگر اس کا ابدی مستقر جنت ہی رہے گا اور کافر خواہ کتنے ہی اچھے کام کیوں نہ کرے لیکن اس کا ابدی مستقر دوزخ ہی رہے گا۔ اب یہی بات کہ برکت ایمان و کفر کی جزا و عطا کیوں کی گئی ہے تو ہمارے علم میں اس کا سب سے بہتر جواب وہ ہے جو ابن قتیبہ نے زیر کلام حدیث نبی المرہمین علیہما السلام اپنی کتاب تامل مختلف حدیث میں ذکر کیا ہے ویکبر وہ۔ ہر امر کا خلاصہ شیخ بدر الدین عینی نے شرح جملہ کی میں اور عبد الوہاب شرنبلالی نے الواقیت و الجواہر میں ذکر کیا ہے۔

لان تغلید اللہ العبد فی الجنۃ لیس لعلہ جنت میں خلود ادا ہوگی زندگی کی بنیاد عمل پر نہیں بلکہ بندگی اناہولیتہ لاندہ لوکان لعلہ لکن خلودہ نیت پر کی گئی ہے اگر اس کی بنیاد عمل پر ہوگی تو آخری حیرت

يُخْرِجُ مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ خُرْدَةٍ مِنْ نُورٍ اِلَیْمَان

(۳۴۸) عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُخْرِجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزَنْ شَعِيرَةٍ مِنْ خَيْرٍ وَخُضِرَ جُزْءٌ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزَنْ خَيْرٍ مِنْ خَيْرٍ (رواه البغاري)

جس کے قلب میں نہ ایمان کا ایک ذرہ ہوگا وہ بھی (بالآخر) دوزخ میں نکال لیا جائیگا

(۳۴۸) انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس شخص نے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیا اور اس کے دل میں جو برابر بھی نور ایمان ہوگا تو (بالآخر) وہ دوزخ سے نکال لیا جائے گا اور جس نے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیا اور اس کے دل میں گہروں کے ایک حوٹہ برابر بھی نور ایمان ہوگا وہ بھی (بالآخر) دوزخ سے نکال لیا جائے گا اور جس شخص نے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیا اور اس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی نور ایمان ہوگا وہ بھی دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ (بخاری شریف)

کی مدت بھی اتنی ہی ہوتی ہے جتنی کہ اس کے عمل کی قیامت
بہت اس کو دینی لیکن چونکہ اس کی بناوٹ پرکھی گئی ہو اور اس
کی نیت یہ تھی کہ اگر وہ ہمیشہ کاغذ آسمانی کی اطاعت پیش
ہی کیا کرے گا اس نیت میں اگر حال ہوتی ہو تو موت ہوتی ہو اس کا کوئی
نقص ہرگز نہیں اس لئے اس کو اپنی نیت کے مطابق دوام و تکرار کا بدلہ ملے گا
اور یہی حال دوزخ میں کافر کے ظہور کا بھی ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح)

فیہا کثیر من علمہ و اضعافہ الا انہ جائزہ
بنیت لا نہ کان تاحیاً ان بطیم اللہ تعالیٰ
ابن النبی ابد افضلہ اخر منہ منیتہ دون
ختمہ جزاء اللہ علیہا وکذا الکافر۔
(حدیث القلی ج ۱ ص ۴۲)

یہاں ہمارا مقصد اعمال کی قیمت گھٹانا نہیں بلکہ ایمان کی اہمیت اور کفر کی شامت بتانا ہے عمل کی حد سے زیادہ اہمیت اعتزال اور
اس سے زیادہ ہے اعتنائی اور جاس کے قریب کر دیتی ہے۔ صحیح ماہ پر قائم رہنے کے لئے حدود و شامی لازم ہے۔

(۳۴۸) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میں اگرچہ کتنا ہی ادنیٰ درجہ کا ہو مگر وہ بھی اپنے گناہوں کی سزا جگت کر آ کر خدا
دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ ایمان کاغذ آسمانی سے ایک عہد کا نام ہے مگر قلب میں اس کی ایک حقیقت بھی ہوتی ہے
جو اس کا وجود خارجی کلاتی ہے یہ حقیقت کسی کے دل میں پھاڑوں کے برابر ہوگی اور کسی کے رائی کے دانہ کی برابر۔ لیکن
اس حقیقت کے ہونے کوئی شخص دوزخ میں نہیں سکتا۔ اس سے انکار کیا جاسکتا ہے کہ باوجود صمدیت میں ایمان
کی قدر و قیمت کتنی ہے اس کے بالمقابل کفر و شرک ہے جس کے دل میں شرک ہوگا وہ خدا تعالیٰ کی جنت کے قریب بھی
نہیں پہنچ سکتا حتیٰ بلکہ الجہل فی مہم انھیما ط۔ اس سے شرک کی قہات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی لئے
جنت و دوزخ کی تقسیم ایمان و کفر پر کی گئی ہے نہ کہ اعمال پر۔

(۳۴۹) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، أَخْبَرَنِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ يَقُولُ اللَّهُ أَخْرَجُوا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِنْهَا حَبَّةٌ مِنْ حَرِّ دَلِيلٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَخَرَجُوا مِنْهَا قَدْ اسْوَدُّوا فَيُلْقَوْنَ فِي نَهْرِ الْحَيَاةِ وَالْحَيَاةِ (رَشَقَ مَالِكٌ) فَيَنْبُتُونَ مَا تَنْبَتُ الْحَبَّةُ فِي جَيْلٍ السَّيْلِ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ خَرَجُوا صَفَرَاءَ مَلِكُوتِيَّةٍ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ)

(۳۵۰) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ تَجَاجَرُ النَّاسُ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ فَيَأْتُونَ أَحَدَهُمْ فَيَقُولُونَ اإِشْفَعْ إِلَى رَبِّكَ يَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِأَزْوَاجِهِمْ فَإِنَّهُ خَلِيلُ الرَّحْمَنِ فَيَأْتُونَ إِزْوَاجَهُمْ فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُؤَنِّسِي فَإِنَّهُ

(۳۴۹) ابوسعید خدری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا جس کے دل میں رائی کے دانہ کی برابر بھی ایمان ہوا ہے وہ دوزخ سے نکال لو چنانچہ ان کو بھی نکال لیا جائیگا ان کی حالت یہ ہوگی کہ جل کر سیاہاں ہو گئے ہوں گے اس کے بعد ان کو نہر جایا نہر حیات میں ڈالا جائے گا (مالک راوی حدیث کو اصل لفظ میں شک ہے) تو وہ اس طرح ہرے بھرے نکل آئیں گے جیسا دانہ پانی کی اوپر سے ہوئے کوڑے میں (سنگل کر) نکل آتا ہے کبھی تم نے فور کیا ہے کہ وہ کیسا زرد و زہل کھایا ہوا نکلتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۳۵۰) انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت ہوگی تو (مارے پریشانی کے) لوگ ایک دوسرے کے پاس بھاگے بھاگے پھریں گے آخر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پہنچیں گے اور ان سے عرض کریں گے آپ اپنے پروردگار سے ہماری شفاعت کر دیجئے وہ فرمائیں گے میں اس لائق کہاں، تم ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس جاؤ وہ اللہ کے خلیل ہیں یہ ان کی خدمت میں

(۳۴۹) اس قسم کی حدیثوں سے مستزاد اور مرچہ بہرہ فرقوں کی تردید ہو جاتی ہے کیونکہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کے ساتھ اعمال کا وجود بھی ضروری ہے ورنہ عامی مومن دوزخ میں نہ جاتا لہذا مرچہ کے خیال کی تردید ہو گئی جو کہتے ہیں کہ ایمان کے بعد عمل کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ اسی طرح مستزاد کے عقیدہ کی بھی تظہیر ہو گئی کیونکہ ان احادیث سے ظاہر ہے کہ عامی مومن ہمیشہ کئے دوزخ میں نہیں رہے گا۔ مستزاد ان کے حق میں بھی غلطی کے قائل ہیں پس حق یہ ہے کہ اعمال انتہاء درجہ ضروری ہیں لیکن اگر کسی کے دل میں ایمان کا کوئی ذرہ موجود ہے تو نقصان اعمال کی وجہ سے اگرچہ اس کو عذاب ہو مگر آخر کار اس ایمان کی بدولت اس کی بھی نجات ہو جائے گی۔ ایمان خواہ کتنا ہی ضعیف ہو مگر دوزخ میں نہیں روکتا اور شرک خواہ کتنا ہی خفیف ہو مگر وہ جنت میں نہیں جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انسانوں کی دو ہی قسمیں ہیں مسلم اور کافر اور اسی لئے ان کے دو ہی سقور ہیں جنت اور دوزخ۔

کَلِمَہِ اللہِ قَیَا تُونِ مُوسٰی یَقُولُ لَهَا وَلٰکِنْ عَلَیْکُمْ بِعِیْسٰی قَا تَہُ رُوحُ اللہِ وَکَلِمَتُہُ قَا تُونِ
عِیْسٰی یَقُولُ لَهَا وَلٰکِنْ عَلَیْکُمْ بِمُحَمَّدٍ قَا تُونِی قَا قَوْلَ اَنَّا لَہَا قَا سَتَا دُنِ عَلٰی رَبِّی یُوَدِّدُ
لِی وَیَلٰہُمِنِی مَحَامِدًا اَحْمَدُہَا لَہَا لَاحْضَرْنِی الْاَن قَا اَحْمَدُہَا بِیْلَکَ الْمَحَامِدِ رَا خِرْلَہَا سَاجِدًا
یَقَالُ یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعِ رَاسَکَ وَقُلْ تُشْمَعُ وَسَلْ تُعْطٰہُ وَاشْفَعُ تُشْفَعُ قَا قَوْلُ یَا رَبِّ اَمِیْنُ
اَمِیْنُ یَقَالُ اِنطَلِقْ فَاَخْرِجْہُ مِنْ کَانَ فِی قَلْبِہِ یَقَالُ شَعِیْرَہُ مِنْ اِیْمَانٍ فَاِنطَلِقْ فَاَفْعَلْ ثُمَّ
اَعُوذُ بِاَحْمَدُہَا بِیْلَکَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ اَخِرْلَہَا سَاجِدًا یَقَالُ یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعِ رَاسَکَ وَقُلْ تُشْمَعُ وَسَلْ
تُعْطٰہُ وَاشْفَعُ تُشْفَعُ قَا قَوْلُ یَا رَبِّ اَمِیْنُ اَمِیْنُ یَقَالُ اِنطَلِقْ فَاَخْرِجْہُ مِنْ کَانَ فِی قَلْبِہِ یَقَالُ
ذَرِّہَا اَوْ خَرِّدْہَا مِنْ اِیْمَانٍ فَاِنطَلِقْ فَاَفْعَلْ ثُمَّ اَعُوذُ بِاَحْمَدُہَا بِیْلَکَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ اَخِرْلَہَا
سَاجِدًا یَقَالُ یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعِ رَاسَکَ وَقُلْ تُشْمَعُ وَسَلْ تُعْطٰہُ وَاشْفَعُ تُشْفَعُ قَا قَوْلُ یَا رَبِّ اَمِیْنُ
اَمِیْنُ یَقَالُ اِنطَلِقْ فَاَخْرِجْہُ مِنْ کَانَ فِی قَلْبِہِ اَذْنٰی اَذْنٰی یَقَالُ جَبَدُ خَرِّدْہَا مِنْ اِیْمَانٍ

حاضر ہوں گے وہ فرمائیں گے بھلا میں اس کا اہل کہاں لیکن تم حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس جاؤ
وہ خدا تعالیٰ کے شرف ہمکلامی میں ممتاز ہیں یہ ان کی خدمت میں جائیں گے وہ بھی فرما دیں گے
اس قابل کہاں لیکن تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ ان کا لقب روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہے یہ
ان کی خدمت میں آئیں گے وہ بھی فرمائیں گے میں بھی اس لائق کہاں البتہ تم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر ہو یہ میرے پاس آئیں گے میں کہوں گا رہت اچھا یہ خدمت میرے ہی سپرد کی گئی ہے
اس کے بعد میں اپنے پروردگار سے اجازت مانگوں گا مجھے اجازت مل جائے گی اور حق تعالیٰ میرے دل
میں اپنی ایسی پاکیزہ اور بلند تعریفیں القاء فرمائے گا جو اس وقت مجھے نہیں آتیں میں ان ہی کلمات کے
ساتھ اس کی تعریف کروں گا اور تعریف کرتا ہوا مسجد میں گر جاؤں گا ارشاد ہو گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سر تو اٹھاؤ (کیا چاہتے ہو) کہو تمہاری بات مانی جائے گی مانگوں گا شفاعت کرو قبول کی جائے گی میں
عرض کروں گا اے اللہ میری امت کو بخش دے۔ میری امت کو بخش دے۔ مجھے حکم ہو گا اچھا جاؤ اور جس کے
قدب میں جو ہلکا بھی نور ایمان دیکھو اسے بھی نکال دو، میں جاؤں گا اور حکم کی تعمیل کروں گا۔ لوٹ کر میرے
ان ہی کلمات کے ساتھ اس کی تعریف کروں گا اور مسجد میں گر جاؤں گا خطاب ہو گا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
سر اٹھاؤ (کیا چاہتے ہو) کہو تمہاری بات مانی جائے گی، مانگوں گا، شفاعت کرو قبول ہوگی، میں عرض
کروں گا خدا یا میری امت کو بخش دے، میری امت کو بخش دے۔ مجھے حکم ملے گا اچھا جاؤ اور جس کے

فَاَخْرِجْهُ مِنَ النَّارِ فَانْظُرْ فَاَفْعَلْتَ لَمْ اَعُوذُ الرَّابِعَةَ فَاَحْسَدُ بِبَيْتِكَ الْحَاوِدِ ثُمَّ اَخْرَجْتَهُ
سَاجِدًا فَيَقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْقُمْ رَأْسَكَ وَقُلْ تَسْمِعُ وَسَلْ تُعْطَى وَاشْفَعُ تَشْفَعُ فَاَقُولُ يَا رَبِّ
اِئْزَنْ لِي فَيَمْنُ قَالَ لَا اِلَهَ اِلَّا اللَّهُ قَالَ لَيْسَ ذَلِكَ لَكَ وَلَكِنْ وَعِزَّتِي وَجَلَالِي وَلَكِنَّ يَأْتِي
وَعَظْمَتِي لَا خُرْجَنَ مِنْهَا مَنْ قَالَ لَا اِلَهَ اِلَّا اللَّهُ وَفِي حُجَّةِ الْاَسْبَابِ لَمْ يَقُولِ اللَّهُ شَفَعْتَ
الْمَلَائِكَةَ وَشَفَعَ الْمَلَكُوتُ وَشَفَعَ الْمُؤْمِنُونَ وَلَمْ يَبْنِ إِلَّا اَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ فَيَقْبَضُ قُبْضَةً
مِنَ النَّارِ فَيَخْرُجُ مِنْهَا قُوْمًا لَمْ يَعْمَلُوا خَيْرًا اَقْطَعُ قَدْ عَادُوا وَاسْمَاءُ تَلْقِيهِمْ فِي نَهْمٍ فِي اَفْوَاهِ الْجَنَّةِ

قلب میں ایک ذرہ یا ایک رائی کے دانہ برابر بھی ایمان کا نور ہو اسی بھی نکال لو۔ میں جاؤں گا اور حکم کی تعمیل کروں گا۔ واپس ہو کر پھر ان کلمات کے ساتھ اس کی تعریف کروں گا اور سجدہ میں گر جاؤں گا۔ ارشاد ہو گا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سر اٹھاؤ کہ تمہاری بات مانی جائے گی، مانگو لیگا، شفاعت کرو قبول ہوگی۔ میں عرض کروں گا خدایا میری امت کو بخش دے۔ میری امت کو بخش دے۔ مجھے حکم ہو گا اچھا جاؤ اور اس مرتبہ جس کے قلب میں ایک رائی کے دانہ سے بھی کم سے کمتر نور ایمان ہو اُسے بھی نکال لو میں جاؤں گا اور حکم کی تعمیل کر کے چوتھی بار پھر واپس آؤں گا اور پھر ان ہی کلمات سے اس کی تعریف کروں گا ارشاد ہو گا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سر اٹھاؤ کہ تمہاری بات مانی جائے گی، مانگو لیگا، شفاعت کرو قبول ہوگی۔ میں عرض کروں گا پھر وہ گاراجھے ان کے نکالنے کی بھی اجازت ہو جنہوں نے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیا ہے ارشاد ہو گا یہ تمہارا حق نہیں البتہ اپنی عزت و جلال، کبریاء، اور بزرگی کی قسم جنہوں نے یہ کلمہ پڑھ لیا ہے انہیں تم میں خود نکالوں گا۔ اور ابو سعید خدریؓ کی حدیث میں یہ مضمون ان الفاظ میں مذکور ہے کہ (چوتھی بار آپ کے جواب میں ارشاد ہو گا) فرشتے بھی شفاعت کر چکے، خدا کے نبی بھی شفاعت کر چکے اور مومنین بھی شفاعت کر چکے اب ارحم الراحمین کی باری ہے، لہذا قدرت ایک مٹھی بھر کر ایسے لوگوں کو دوزخ سے نکالیگی جنہوں نے کبھی کوئی بھلا کام نہ کیا ہو گا یہ لوگ دوزخ میں پڑے پڑے جل کر کوئلہ سیاہ فام ہو گئے ہوں گے، جنت کے سامنے ایک نہر ہوگی اس میں ان کو ڈال دیا جائے گا وہ اس میں (غوطہ لگا کر) ایسے نکل آئیں گے جیسا دانہ پانی کی رو میں بہتے ہوئے کوئلے پر آگ آتا ہے۔ اسی طرح یہ موتی کی طرح صاف ستھرے چمکدار ہو جائیں گے ان کی گردنوں پر مہرں ہوگی ان کی وجہ سے جنتی ان کو عتقار الرحمن کہیں گے (یعنی عذاب دوزخ سے رخصت کی آزاد کر دہ جماعت) جس نے ان کو یونہی جنت میں داخل کر دیا ہے نہ انہوں نے کوئی اچھا عمل کیا تھا اور نہ ان کے پیش نظر کوئی نیک نیتی تھی، ان سے خطاب ہو گا جاؤ جتنا تم نے دیکھا تم کو وہ دیا

يَقَالُ لَهُ قَهْرًا اَتَمِنُوْا فَيَخْرُجُوْنَ كَمَا خَرَجَ الْحَمِيَّةُ فِي حِمْلِ السَّبِيلِ يَخْرُجُوْنَ كَالْوَلُوْفِ زَكَرَاهُمْ
الْحَوَائِمُ يَقُوْلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ هُوَ لَكَ عِتْقَاءُ الرَّحْمَنِ اَدْخَلَهُمُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ عَمَلٍ وَعَمَلُوْهُ وَلَا خَيْرَ
قَدَامُوْهُ فَيَقَالُ لَهُمْ لَكُمْ مَا رَأَيْتُمْ وَمِثْلَهُ مَعَهُ - (متفق عليه) وفي حديث انس عند البخاری
قَالَ لِكَيْصِيْبٍ اَتَوْكُمَا سَفْعٌ مِنَ النَّارِ بِذُنُوْبٍ اَصَابُوْهَا عَقُوْبَةٌ ثُمَّ يَدْخُلُهُمُ الْجَنَّةُ بِفَضْلِهِ
وَدَحْمَتِهِ فَيَقَالُ لَهُمُ الْجَهَنَّمِيُّوْنَ -

(۳۵۱) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ قَوْمٌ

اور اسی کے برابر اور دیا۔ (متفق علیہ) بخاری میں حضرت انس سے روایت ہے کہ کچھ لوگ اپنے گناہوں
کی شامت میں عذاب و دوزخ میں گرفتار ہو کر سیاہ فام ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و رحمت
سے ان کو جنت میں داخل فرما دیگا ان لوگوں کا لقب جہنمی ہوگا۔

(۳۵۱) عمران بن حصین بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(۳۵۰) انس کی حدیث میں کلمہ طیبہ کے ایک جز پر نجات کی بشارت مذکور ہے۔ علماء کے مابین اس بارے
میں گفتگو ہے کہ یہ جماعت کوئی جماعت ہے جس کی مغفرت صرف توحید پر ہو جائے گی۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ وہ لوگ
ہوں گے جن کو کسی رسول کا زمانہ نہیں ملا اصطلاح میں ان کو اصحابِ فقرہ کہا جاتا ہے۔ چونکہ ان کے پاس خدا تعالیٰ کا کوئی
رسول آیا ہی نہیں اس لئے ایمان بالرسالت کے یہ سبب بھی نہ ہوں گے اس لئے ان کی نجات بھی صرف خدا تعالیٰ کے
توحید پر ہو جائے گی۔ اب رہے وہ لوگ جنہوں نے کسی رسول کا زمانہ پایا اس کی تعلیمات بھی ان کو پہنچیں اور اس پر
غور و خوض کا انہیں کافی موقعہ بھی ملا اس کے باوجود انہوں نے اس کو قبول نہ کیا بلکہ اس کو رد کر دیا تو ہمارے علم میں
ان کے نجات کی ادیانِ سماویہ میں کوئی صورت نہیں ہے۔ یہ یاد رہے کہ کسی رسول کی بعثت کا دور نہ ہونے یا اس کی
دور بعثت سے لاعلمی کی بنا پر اس پر ایمان و عدم ایمان کی بحث سے خالی الذہن رہنے اور دور بعثت کے پورے پورے
علم کے باوجود اس کے قبول نہ کرنے میں بہت بڑا فرق ہے اگر پہلی قسم کے لوگ قابلِ معذوری سمجھے جائیں تو کیا دوسری قسم
کے لوگ بھی معذور تصور کئے جاسکتے ہیں اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو اس کا حاصل یہ ہوگا کہ ایمان بالرسالت گویا ایمان کا
رکن ہی نہ رہے صرف خدا تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھنا نجات کے لئے کافی ہو پھر اسی پر مسئلہ ختم نہیں ہوگا بلکہ اس کے
بعد یہ مرحلہ بھی زیرِ غور آئے گا کہ اگر رسول کے توسط کے بغیر صرف عقل کی مدد سے اللہ تعالیٰ کی وہ پاکیزہ توحید میر
آسکتی ہے جو شرک کی ہر قریب و بعید آلائش سے صاف ہو تو اب رسول کی ضرورت کس درجہ پر باقی رہے گی توحید
خداوندی کے فطری ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اگر گرد و پیش کے حالات انسانی ذہنیت کو کندہ نہ کریں تو اس کے دماغ
میں سوائے وحدانیت کے دوسرے تصور سے ایسا نہیں سکنا لیکن جبکہ باطالعالم پر جا بجا شرک ہی کا کھیل چل رہا ہو شیاطین نے
انسانی دماغ کو نجاستِ شرک سے ملوث کر رکھا ہو کیا ان حالات میں بھی ایک انسان خدا کی مقدس توحید کو باسانی
پاسکتا ہے؟ یہ بحث ابھی نہیں ہے کہ جو توحید انبیاء علیہم السلام بیکرکتے ہیں اس میں تنزیہ و تشبیہ کے مابین کیسے کیسے

مِنَ النَّكَارِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ قَدْ خُلُوْنَ الْجَنَّةَ يَسْمُوْنَ الْجَنَّةَ قِيمَتَيْنِ - (مرآۃ البحاری)

المؤمن اذا عمل بالفرائض بحال الحلال وحرم الاحرام دخل الجنة من غير عدل بانه الله تعالى
(۲۵۲) عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النُّعْمَانُ بْنُ قَوْقِلٍ فَقَالَ

کی شفاعت پر روزِ عید سے نکل کر جنت میں داخل کیجائیں گے ان کا لقب جہنمی ہوگا۔ (بخاری شریف)
جو شخص ایمان کے ساتھ تمام فرائض بجا لائے، حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھتا رہے، پکا مومن ہو گا اور نبی کے فیض میں داخل ہوگا
(۲۵۲) جابر بیان فرماتے ہیں کہ نعمان بن قوقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے

خوشناتقل و نگار در بھی ہوتے ہیں جن کے بغیر توحید کا عقیدہ صرف عقل پر لانی کا ایک سادہ تصور رہتا ہے پس
کسی تردد کے بغیر ایمان سادہ کا یہ ایک طے شدہ عقیدہ سمجھنا چاہئے کہ نجات کے لئے رسول پر ایمان لانا بھی اسی درجہ
ضروری ہے جس درجہ خدا تعالیٰ کی توحید پر۔

حضرت استاد قدس سرہ فرماتے تھے کہ ان حدیثوں میں شہادتِ رسول کا دوسرا جزِ فکر نہ ہونے کا اصل دلائل یہ ہے کہ
جامعت صرف اسی امت کے ساتھ خاص نہ ہوگی بلکہ سب امتوں کی شمولیت اس لئے ان کی نجات کا مشترک نقطہ بھی عینہ
توحید ہوگا۔ رسول پر ایمان اپنے اپنے دور کے اعتبار سے ان میں مختلف ہے گا بھی وجہ ہے کہ ان کو آپ کے ہاتھوں سے
نکالا نہیں جائے گا بلکہ اس کا تکفل وہ رحمن فرمائے گا جس کی رحمت کی ساری باتیں اسی طرح ترویج ہوں گی جس طرح کہ ہر
رسول کی امت اپنے اپنے رسول کی سفارش کی۔ قرآن کریم نے جہاں انفرادی دعوت سے قطع نظر انبیاء علیہم السلام کی مشترک
دعوت کو ذکر فرمایا ہے وہاں صرف توحید ہی کو ذکر فرمایا ہے۔ وَالرَّسُلُ مِمَّنْ قَبْلَكَ مِنَ الرُّسُلِ الْاَوَّلَى الْاٰلِهَ اَمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا
فَاعْبُدْنِ - ہم نے آپ سے پیشتر بھی رسول بھیجے سب کے پاس بھی وحی بھیجی ہے کہ بعد ہمارے سوا کوئی نہیں ہے۔

حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ ہر رسول پر اس کی رسالت کی حقانیت کی وحی بھی یقینی طور پر نازل کی گئی ہے لیکن یہ جز ہر دور کے
محاط سے مختلف تھا جو مشترک نقطہ تمام رسولوں کے دود میں کبھی نہیں بدلا وہ صرف خدا سے توحید ہی اس لئے
رسولوں کی سفارش کر لینے کے بعد جب اس سفارش کا وقت آیا جس کا تعلق نہ تو کسی زمان و مکان سے ہو اور نہ کسی خاص
امت سے تو اس کے لئے وہ ذات متکفل ہو گئی جس کی رحمت پر سب بندوں کا حق یکساں واجب تھا وہ ایک ارحم الراحمین
کی ذات تھی مگر خاتم الانبیاء علیہم السلام کی پشتِ عامہ کا اثر یہاں بھی اتنا ظاہر ہوتا ہے بغیر رہا کہ ان کی نجات کی منظوری آپ کی ہی
سفارش پر ہوگی گویا اس کا اجر قدرت نے براہِ راست خدا اپنے ذمے لیا جبکہ عمر بن حصین کی حدیث سے صاف
واضح ہے۔ اس جگہ یہ واضح رہنا چاہئے کہ ابتداء حدیث شفاعت کبریٰ کے متعلق مئی یعنی بندوں کے حساب و کتاب و کتابت شروع
ہونے کیلئے پھر درمیان میں کچھ حصہ حذف ہو کر آخر حدیث میں شفاعت صغریٰ کا ذکر آ گیا ہے جو ان لوگوں کے بخشش کے متعلق ہوگی۔
ابو سعید خدری کی روایت میں یہ صاف تصریح موجود ہے کہ یہ لوگ وہ ہیں جن کے پاس کوئی نیک عمل نہ ہو گا حتیٰ کہ کسی آدمی
نیک نیتی میں ان کا تبر صفر ہو گا کسی ایک حرف سے بھی یہ اشارہ نہیں ملے گا کہ ان کے پاس توحید کے علاوہ رسول پر ایمان بھی نہ ہوگا۔
حلال کو حلال سمجھنے کے سنی اس کے متفقہ بدل کرنا اور حرم کو حرام کا مطلب حرام سے پہلے جو شخص حلال سے بچتا اور
حرام سے احتراز نہیں کرتا وہ حلال کو حلال سمجھتا ہے اور نہ حرام کو حرام۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِذَا صَلَّيْتُ الْمَلَكُوتَ وَحَرَمْتُ الْحَرَامَ وَأَحَلَّكَ الْحَلَالَ أَدْخَلَ الْجَنَّةَ
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ - (رحمہ اللہ)

(۳۵۳) عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الشَّافِعِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قُلْ لِي فِي الْإِسْلَامِ
وَلَا أَسْأَلُ عَنْ أَحَدٍ أَبْجَدَ لِي وَفِي حَدِيثٍ اسْمُهُ غَيْرُكَ قَالَ قُلْ نَامَنْتُ بِإِسْمِهِ ثُمَّ اسْتَيْقَمَ - (رحمہ اللہ)

اور عرض کیا یا رسول اللہ فرمائیے؟ جب میں فرض نمازیں ادا کروں اور حرام کے ساتھ حرام کا معاملہ کروں
اور حلال کے ساتھ حلال کا تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا آپ نے فرمایا ہاں۔ (مسلم)
(۳۵۳) سُفْيَانُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الشَّافِعِيُّ رَوَايَتُ كَرْتِي هِيَ كَيْسُ نَسْأَلُ كِي يَارَسُولَ اللَّهِ اسْلَامُ كَالْمُتَلَقِّ
مجھے کوئی ایسی جاس بات فرمادیجئے کہ آپ کے بعد پھر مجھے کسی اور سے دریافت کرنے کی ضرورت نہ رہے
(اسامہ کی حدیث میں بعد کے جملے غیر کا لفظ یعنی آپ کے سوا کسی دوسرے سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے)
آپ نے فرمایا امنت باشہ کہو اس کے بعد اس قول پر پوری طرح قائم رہو۔ (مسلم)

(۳۵۴) استقامت ایک مختصر لفظ ہے اور اس مختصر لفظ میں شرعی تمام نزاکتیں پوشی ہوئی ہیں اسی لئے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: استقاموا ولن تنصروا: دیکھو استقامت کے ساتھ دین پر قائم رہنا مگر محققانے
استقامت سے عہدہ برائی ہے شکل۔ ہم جتنا ہو سکے اس میں مدینہ نہ کرنا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے ان الذین قالوا
ربنا الله ثم استقاموا ثم جن لوگوں نے زبان سے اقرار کیا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اس بات پر پوری طرح قائم ہی
رہے ان پر خدا کے فرشتے یہ پیغام لے کر آتے ہیں کہ نہ خوف کھاؤ اور نہ غم اور اس جنت کی خوشخبری سن لو جس کا تم کو
دعہ کیا گیا تھا — سفیان کی حدیث جابر کی اور دوسری حدیث سے بھی زیادہ تفصیل پر حاوی ہے کلمہ طیبہ پر
جنت کی بشارت کی احادیث میں کہیں کلمہ طیبہ کے ساتھ خالص قلب کا لفظ (خلوص) کے ساتھ اپنے دل سے کہے اور کہیں
بیتخی بذلک وجہ اللہ کی قید (اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا اور کوئی ارادہ نہ ہو) اور کہیں (ثم استقام) کے الفاظ مذکور ہوتے
ہیں ان سب کا مفصل ناک ہے اور وہ اسلام کی مجموعی تعلیمات پر عمل کرنا ہے اسی کو حدیث جابر میں ذرا اور مفصل الفاظ میں
اٹا کیا گیا ہے یعنی دین کی حلال باتوں پر عمل کرنا اور حرام باتوں سے احتراز کرنا۔ ان جمل الفاظ کو دوسری حدیثوں میں اس
سے اور زیادہ مفصل شکل میں ادا کیا گیا ہے یعنی ان میں ارکان اسلام کے ساتھ کچھ اور تفصیلات بھی آجاتی ہیں پھر
علوم نہیں کہ اگر کسی مقام پر صرف کلمہ توحید پر جنت کی بشارت مذکور ہو جاتی ہے تو فرقہ مرجئہ اس کو اطلاق پر
کیسے حمل کر لیتا ہے۔ اس لئے صحیح یہی ہے کہ کلمہ طیبہ کے ساتھ اگر شرعی اعمال موجود ہیں تو جنت میں داخلہ انشاء اللہ
کسی عذاب کے بغیر ہوگا اور اگر کلمہ طیبہ کے ساتھ عمل کا ذخیرہ نہیں یا کم ہے تو پھر ضابطہ میں تو اس کی سزا جگہ گنتی
پڑے گی اگر رحمت غفور کرے تو یہ اس کا فضل ہوگا لیکن اس کے بعد ایمان کی بدولت پھر نجات حاصل ہو جائے گی
منزلہ کا یہ خیال بھی غلط ہے کہ گناہ کرنے سے ایمان ہی باقی نہیں رہتا۔

من لم يعمل بفرائض الاسلام فانه مؤخذ برب ان كان مقرا بالتوحيد والرسالة

(۳۵۴) عَنْ ثَوْبَانَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي مَسِيرِهِ نَامِدٌ يُحَوِّنُ اللَّيْلَةَ فَلَا يَرُجَلْنَ مَعَنَا مُضْعَفٌ وَلَا مُضْعَبٌ فَإِنْ تَحَلَّ رَجُلٌ عَلَى نَاقَةٍ لَهُ صَعْبَةٌ فَسَقَطَ فَانْدَقَتْ عُنُقُهُ قَالَتْ فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُدْفَنَ ثُمَّ أَمَرَ بِهَا لَا قِتَادِي أَنْ أُجْعَلَتْ لِأَحَدٍ لِحَاصٍ (رحمہ اللہ) فی المستدرک فی کتاب ممانی ولم یعقب الذہبی

(۳۵۵) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ عَلَى ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ كَرْمُ كَرْمَةٍ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ فِي النَّارِ قَدْ هَبَّوْا يَنْظُرُونَ وَوَجَدُوا عَبَاءَةً قَدْ عَلَّهَا - (رحمہ البغاری)

(۳۵۶) عَنْ يَزِيدَ بْنِ خَالِدٍ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جو شخص فرائض اعمال و انہیں کراوہ مواخذہ کریں انہیں اگرچہ توحید رسالت کا معترف بھی ہو

(۳۵۴) ثوبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک سفر میں فرمایا آج شب ہم اندھیرے اندھیرے روانہ ہو جائیں گے لہذا ہمارے ساتھ وہ شخص نہ چلے جس کے پاس کمزور یا کمزورے مزاج کا اونٹ ہو، اس کے بعد بھی ایک شخص نے اپنی کمزوری اونٹنی کی، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اس پر سے گرا، اس کی گردن ٹوٹ گئی اور مر گیا۔ آپ نے اس کے دفن کرنے کا حکم دیا پھر بلا لٹ کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جنت کسی نافرمان کے لئے حلال نہیں ہے۔ انھوں نے حسب الحکم یہ اعلان کر دیا۔ (حاکم)

(۳۵۵) عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان کی ٹکرانی کے لئے ایک شخص تعینات تھا جس کا نام کریم تھا اس کا انتقال ہو گیا آپ نے یہ سن کر فرمایا وہ تو دوزخ میں ہے (یہ سن کر) صحابہ اس کا سامان ٹھونسنے لگے دیکھا تو اس میں (مال غنیمت کا) ایک عباہ ملا جو اس نے خیانت کر کے چرایا تھا۔

(۳۵۶) یزید بن خالد سے روایت ہے کہ خیبر کی جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہیوں

(۳۵۶) آخر توحید و رسالت کے ان معترفین سے بھی دود و درہم کی حیر چوریوں کا مواخذہ ہو کر رہا اور صرف اس بار پر کہ انھوں نے ایک مرتبہ مکہ طیبہ پر چڑھ لیا تھا اس معمولی لشکر کی بادشاہ سے نجات نہ مل سکی خدا تعالیٰ کی

تَوَفَّى يَوْمَ خَيْبَرَ قَدْ كَرَّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَلُّوا عَلَيَّ صَاحِبِمْ فَتَغَيَّرَتْ
وُجُوهُ النَّاسِ لِذَلِكَ فَقَالَ إِنَّ صَاحِبَكُمْ قَدْ عَلَّ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَعَتَشْنَا مَنَاعَةً فَوَجَدَ تَاخِرًا
مِنْ خَرَزِمْ يَهُودَ لَا يُسَاوِي دِيْنَهُمْ (رواه مالك وابو داود والنسائي)

(۳۵۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَهْدَى رَجُلٌ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا يُقَالُ
لَهُ مِدْعَمٌ فَبَيْنَمَا مِدْعَمٌ يَحْطُرُ حُلًّا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصَابَهُ سَهْمٌ
عَاهِرٌ فَقَتَلَهُ فَقَالَ النَّاسُ هَيْئَتُكَ الْجَنَّةُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّا وَ
الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَخَذَ هَذَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاتِلُ سِوَا
لشَيْعِلٍ عَلَيْهِ نَارٌ أَفْكَمًا سَمِعَ ذَلِكَ النَّاسُ جَاءَ رَجُلٌ بِثِيَرٍ أَوْ شِرَاكَيْنِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

میں سے ایک شخص کا انتقال ہو گیا (نماز جنازہ کے لئے جب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کی گئی تو
آپ نے فرمایا اپنے رفیقِ ہجرت ہی نماز پڑھو (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ سے کنارہ کشی نہ کی
لوگوں کے چہرے متغیر ہو گئے، آپ نے فرمایا اس شخص نے جہاد کے مال میں خیانت کی ہے اس کا سامان
تلاش کیا گیا تو اس میں یہود کے منکوں میں کا ایک منکا ملا جس کی قیمت دو درہم بھی نہ تھی۔ (مالک)

(۳۵۴) ابو ہریرہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں ایک غلام بطور ہبہ پیش کیا جس کا نام مدغم تھا۔ یہ مدغم اونٹ سے آپ کا کجاوہ اتار رہا تھا کہ اچانک
کسی نامعلوم سمت سے ایک تیراگر لگا اور اس کو ختم کر دیا۔ لوگ بولے لو اس کے لئے جنت مبارک ہو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ اونی سی
چادر جو اس نے خیر کی غنیمت میں سے قبل از تقسیم لے لی تھی آگ کی صورت میں اسی پر چڑھ کر رہی ہے جب
لوگوں نے یہ بات سنی تو ایک شخص (گیا) اور آپ کی خدمت میں چڑھے کے ایک یا دو کسے لیکر آیا آپ نے

رحمت کا فیاض ہاتھ تو کوئی کپڑا ملتا ہے مگر یہاں گفتگو صرف اس دائرہ میں ہے جو آئین اسلامی کے تحت ہو سکتی ہے
مرجع نے یہ غلط سمجھا ہے کہ صرف ایمان لا کر جنت کی ضمانت حاصل ہو جاتی ہے ادبِ خدائی گرفت کا کوئی
کھٹکا باقی نہیں رہتا ہرگز نہیں اس کو شرعی اداوار و ذراہی کا پورا پورا احترام بھی بحال آتا ہوگا بلکہ بڑی سے بڑی قربانیاں
کر کے اپنے اقارب و فاداری کا استعان بھی دینا ہوگا۔ ام حسبکم ان تدخلوا الجنة ولما یا تکملہ من الذين خلوا منكم
(۳۵۴) غلام رضاع بن زید نے بطور ہبہ آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا اس کے متعلق ہی آپ کو یہ غرض پیش
آگیا اور اسی میں یہ بھی شبید ہو گیا (دیکھو بخاری شریف ص ۱۱) اس سے معلوم ہوا کہ ابھی اس کو آپ کی فیضِ محبت اٹھانے کا
موقع نہ ملا تھا۔

فَقَالَ شِرَاكٌ مِنْ نَابِإٍ أَوْ شِرَاكَانِ مِنْ نَابِإٍ (متفق علیہ)

(۳۵۸) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ حَيْبَرِ أَقْبَلَ نَكْرٌ مِنْ صَعَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا فُلَانٌ شَهِيدٌ وَفُلَانٌ شَهِيدٌ حَتَّى مَرُّوا عَلَى رَجُلٍ فَقَالُوا فُلَانٌ شَهِيدٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّا لَئِنْ رَأَيْتُنِي فِي النَّكَرِ فِي مِرَدَّةٍ غَلَّهَا أَوْ عِبَادَةٍ لَمْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ إِذْ هَبْ فَتَادِي النَّاسَ إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ ثَلَاثًا قَالَ فَخَرَجْتُ فَتَادَيْتُ أَكَلَانَهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ ثَلَاثًا. (مسند امام مسلم)

من ترك خصله من خصال الاسلام فنقص يمانه

(۳۵۹) عَنْ ابْنِ مَرْزُوقٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ

فرمایا ایک یا دو سے در حقیقت اگل کے تھے ہیں۔ (متفق علیہ)

(۳۵۸) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھے بیان کیا کہ جب خیبر کی جنگ ہوئی تو آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ آکر کہنے لگے فلاں شہید ہو گیا، فلاں شہید ہو گیا یہاں تک کہ ایک شخص کے پاس سے گئے تو اس کے متعلق بھی یہی کہا کہ فلاں شہید ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا ہرگز نہیں میں نے تو اس کو تاگ میں جلتا ہوا دیکھا ہے، اس سزا میں کہ اس نے ایک چادر یا ایک عبا (راوی کو شک ہے) چرایا تھا اس کے بعد آپؐ نے فرمایا اے ابن الخطاب جاؤ اور لوگوں میں یہ اعلان کرو کہ جنت میں صرف مومن جائیں گے تین بار فرمایا عمرؓ فرماتے ہیں میں نے باہر آکر اعلان کر دیا کہ جنت میں صرف مومن جائیں گے تین بار فرمایا (مسلم)

جو اسلام کے کسی حصہ کو ترک کرتا ہے اس کا اسلام ناقص ہو جاتا ہے

(۳۵۹) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اسلام یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ ٹھیراؤ، باضابطہ نماز پڑھو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو بیت اللہ کا حج کرو، بھلی بات بتایا کرو، بری سے روکا کرو (مگر میں اگر مکر والوں کو سلام

(۳۵۹) یہ حدیث محدثین کے مذاق کے موافق ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اعمال کا اسلام کے ساتھ جوڑنے کا تعلق ہے مگر ظاہر ہے کہ اس حدیث میں اندہ پہلی حدیثوں میں اصل مسئلہ خلافت نہیں ہونا چاہئے اس لئے بعضوں نے تو اسلام کے مفہوم اطلاق مان لئے ہیں ایک طرف شہادتیں پر قدم جموعہ دین پر۔ اور کسی نے اس کو اعمال کی اہمیت بتانے کا صرف ایک مصلوب بیان قرار دیا ہے۔

لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ وَتُحَجُّ الْبَيْتَ وَالْأَفْرَ
بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُسَلِّمُكَ عَلَى أَهْلِكَ فَمَنْ انْتَقَصَ شَيْئًا مِنْهُنَّ فَقَدْ تَعَدَّى مِنَ
الْإِسْلَامِ بَدَنٌ وَمَنْ تَرَكَهُنَّ كُلَّهُنَّ فَقَدْ رَوَّى الْإِسْلَامَ ظَهْرُهُ (رِوَاةُ الْحَاكِمِ فِي الْمُسْتَدْرَكِ ص ۱۸۰)

(۳۹۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ إِلَّا شَقِيٌّ

قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ الشَّقِيُّ قَالَ مَنْ لَمْ يُعَلِّمْ بَنِيهِ بَطَاعَةَ وَلَمْ يُبَرِّكْ لَهُ بِمَعْصِيَةٍ (رِوَاةُ ابْنِ مَاجَه)

(۳۹۱) عَنْ أَوْسِ بْنِ شُرَحْبِيلٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَطْنَى مَعَ

ظَالِمٍ لِيُؤَيِّدَهُ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْإِسْلَامِ - (رِوَاةُ الْبَيْهَقِيِّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

(۳۹۲) عَنْ يَحْيَى بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِنَّ الْغَضَبَ لَيَقْسِدُ الْإِيمَانَ كَمَا يَقْسِدُ الصَّبْرُ الْعُسْلَ - (رِوَاةُ الْبَيْهَقِيِّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ)

کیا کرو جو شخص ان باتوں میں کوئی بات نہیں کرتا وہ اسلام کا ایک جز ناقص کرتا ہے اور جو ان سب ہی کو چھوڑ
دے اس نے تو اسلام سے اپنی پشت ہی پھیر لی - (حاکم)

(۳۹۰) ابوبرریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ میں کوئی نہ جائیگا

مگر بد بخت دریافت کیا گیا یا رسول اللہ بد بخت شخص کون ہوگا فرمایا جو اللہ کے واسطے کوئی نیک کام نہ
کرے اور اس کے دُرسے کوئی گناہ نہ چھوڑے - (ابن ماجہ)

(۳۹۱) اوس بن شرحبیل کی روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے

جو شخص جان بوجھ کر کسی ظالم کے ساتھ اس کے ظلم کا ساتھ دینے کیلئے گیا وہ اسلام کی سرحد کو باہر ہو گیا (شعب الایمان)

(۳۹۲) یحییٰ بن حکیم اپنے باپ وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا ہے غصہ ایمان کی حلاوت اس طرح برادر کرتا ہے جیسا ایلو شہد کی - (شعب الایمان)

(۳۹۰) یہ تمام تعبیرات کسی بات پر رد دینے کیلئے فقط ایک لوب بطن ہوتی ہیں گویا جو شخص ظلم کی مدد کیلئے اپنے گھر

سے باہر قدم نکال رہا ہے وہ یہ سمجھ کر قدم نکالے کہ وہ گویا اب اسلامی احکام کے دائرہ سے قدم نکال رہا ہے -

(۳۹۲) بعض اعال کی زد تو اسلام کی بنیاد پر پڑتی ہے اور بعض وہ ہیں جن سے اس کی مریت ظاہری زیری اش بد نہا ہوتی ہو

اور بعض وہ ہیں جن سے اسلام کی شرعی ختم ہو جاتی ہے اور کچھ وہ بھی ہیں جن سے اس کے دائرہ میں تلخی آجاتی ہے غصہ ایسی صفت ہو

جس سے شران کا دائرہ خست رہا نہیں ہوتا بلکہ دائرہ ایمان بڑھتا ہے عام حالات میں غصہ ایسی ہی خراب چیز ہے لیکن اگر اپنے مولیٰ اور اس

کے دین کی خاطر ہو تو یہ عین ایمان ہے اس سے ایمان کی چاستی دینی ہوتی ہے جس کو خلاف شرع اور پر غصہ نہیں آتا اس کو یقین کر لینا

چاہئے کہ اس کا ایمان پہلے سے بے دائرہ ہے اس میں بدابنت اور مابلت کا زہر پہلے سے شامل ہے -

(۳۶۳) عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ قُلْنَ وَ
 الْكُفْرَ الْإِسْتِغْفَارَ فَإِنَّ رَأْيَكُمْ أَكْثَرُ أَهْلِ النَّارِ فَقَالَتْ إِفْرَأُ كُ مِنْهُنَّ جَزَلَةً وَمَا لَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ
 أَكْثَرُ أَهْلِ النَّارِ قَالَ كَثُرْنَ اللَّعْنَ وَكَثُرْنَ الْعَشِيرَ وَمَا رَأَيْتُ مِنْ نَأَى قَصَدَ عَقْلٍ وَدِينٍ أَغْلَبَ
 لِيَدِي لَيْتَ مِنْكُنَّ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا نُفْصَانُ الْعَقْلِ وَالْدِينِ قَالَ أَمَّا نُفْصَانُ الْعَقْلِ
 فَفَهْمُ دَعَا لَهَا أَنْ تَبْنِي تَعْدِلَ شَهَادَةً رَجُلٍ فَهَذَا نُفْصَانُ الْعَقْلِ وَتَمَكُّتُ اللَّيَالِي مَا تَصِلِي وَلَقَطُورُ
 فِي رَمَضَانَ فَهَذَا نُفْصَانُ الدِّينِ - وَلَقَطُ الْبَخَارَى الْكَيْسَ إِذَا حَاصَتْ لَمْ تَصِلِي وَلَمْ تَصُمْ
 قُلْنَ بَلَى قَالَ فَذَلِكَ مِنْ نُفْصَانِ دِينِهَا - (رمضانہ الخمسہ)

(۳۶۳) ابن عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے (ایک بار) فرمایا
 اے عورتوں کی جماعت تم (خاص طور پر) صدقہ دیا کرو اور زیادہ استغفار کیا کرو کیونکہ دو رخصوں میں زیادہ
 تعداد میں سے عورتوں کی دیکھی ہے ان میں ایک ہوشیار عورت بولی یا رسول اللہ! میں نے کیا قصور کیا ہے کہ تم
 دوزخ میں زیادہ جائیں گے آپ نے فرمایا تمہیں (یہاں گفتگو میں) لعنت کرنے کی زیادہ عادت ہوئی ہے اور تم
 اپنے شوہر کی بھی بہت ناشکری کرتی ہو میں نے تم جیسا دین و عقل میں ناقص ہو کر بھر ایک دانشمند شخص پر غالب
 آجائے والا کسی کو نہیں دیکھا انھوں نے عرض کیا ہمارے عقل و دین کے نقصان کی تشریح فرما دیجئے آپ نے
 فرمایا تمہارے عقل کا نقصان تو ہے کہ دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی برابر سمجھی جاتی ہے یہ تو عقل کا نقصان
 ہوا اور دیکھی گئی راتیں ایسی گزر جائیں گی کہ تم ناز نہیں پڑھ سکتیں احد رمضان شریف کے روزے نہیں رکھ سکتیں
 یہ دین کا نقصان ہوا۔ اور بخاری میں یہ مضمون اس طرح ہے اچھا تو کیا یہ بات نہیں کہ جب عورت کو حیض
 آتا ہے تو وہ نماز پڑھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے انھوں نے عرض کیا ایسا تو ضرور ہوتا ہے آپ نے فرمایا تو
 پھر یہی تو اس کے دین کا نقصان ہے۔ (بخاری و مسلم وغیرہ)

(۳۶۴) حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ اسلام اس مجموعہ آئین پر عمل کرنے کا نام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 انسانی زندگی کے لئے بکراتے تھے صرف زبانی قول کا نام نہیں اس لئے جو شخص اس مجموعہ پر جتنا زیادہ عمل پیرا ہوگا اس
 کا دین بھی اتنا ہی زیادہ مکمل شمار ہوگا اور جو عمل میں جتنا پیچھے رہ جائے گا وہ اتنا ہی اپنے دین میں بھی ناقص کہا جائیگا عورت
 اپنے فطری عذر کی بنا پر کچھ مدت نماز اور روزہ سے سہل رہتی ہے اس لئے اس کا دین بھی اس مرد کی نسبت ناقص ہوتا ہے
 جو کسی وقت عبادت سے سہل نہیں ہے عورت کے دینی نقصان کی ٹیک شرح یہ ہے (دیکھو کتاب الایمان ملاحظہ)
 رہا یہ سؤل کہ صفت ناز کا یہ تعطل اختیاری نہیں بلکہ فطری ہے یہ ان کے دینی نقصان کا موجب کیوں ہوا
 تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس فطری نقصان کے ساتھ فریعت ان سے صفت رہا کے کمالات حاصل کرنے کا

لینے تائید اللہ اور تلاوة القرآن و امثالہا فقط موجب الدخول الجنة و انما یجب
لہا التصدیق والعل بالاحکام

(۳۶۴) عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَبْرَةً فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ مَعَهُ يَدْعِي الْإِسْلَامَ هَذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ مِنْ أَشَدِّ الْقِتَالِ فَكَثُرَتْ بِهَا جِرَاحُهُ فَأُشْبِتَتْهُ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ الَّذِي تُحَدِّثُ أَنَّ مِنْ أَهْلِ النَّارِ قَاتِلٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مِنْ أَشَدِّ الْقِتَالِ فَكَثُرَتْ بِهَا جِرَاحُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا إِنَّهُ مِنْ

جنت میں کی قوی تائید یا ضرر لا وقت لان کرنے و اجب نہیں کی اس کیلئے تمام احکام سلامی پر عمل پیرا ہونا ہی ضروری
(۳۶۴) ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ خیبر میں شریک ہوئے تو اپنے
ساتھیوں میں ایک ایسے شخص کے متعلق جو اسلام کا دعویٰ بھی کرتا تھا آپ نے ارشاد فرمایا یہ دوزخوں میں ہے
لیکن جب جنگ کا وقت آیا تو اس شخص نے بڑی سرگرمی سے جنگ کی اور اتنے زخم کھائے کہ اس میں حرکت
کرنے کی بھی طاقت نہ رہی۔ یہ سادہ کھچ کر آپ کے صحابہ میں ایک شخص نے (اگر) کہا یا رسول اللہ فرمائیے جس شخص کے
متعلق آپ کہتے تھے کہ وہ دوزخی ہے اس نے تو (آج) اللہ کی راہ میں بڑی سرگرمی سے جنگ کی ہے زخموں و
اس کا جسم جو چور چور ہو گیا ہے آپ نے فرمایا پھر سن لو کہ وہ دوزخی ہے اس پر قریب تھا کہ بعض مسلمانوں کے

(بغیر از صفہ گذشتہ) مطالبہ کرتی تو بیشک نا انصافی ہوتی مگر ان سے مطالبہ ہے تو ان ہی کمالات کا ہے جو ان کے عالم میں
کمال تصور رکھتے جاتے ہیں قدرت نے اگر ان کو بازوئے پرواز نہیں دیے اور اس حیثیت سے اس کو ایک پرندے سے ناقص بنا
ہے تو اس سے اڑنے کا مطالبہ بھی نہیں کیا پھر اسے اس کا کیا حق ہے کہ وہ قدرت سے اپنے اس نقصان کا گھر کر کے اصل یہ ہے کہ
انہیں ہوں یا انواع سب خدا کی مخلوق ہیں اور سب ہی میں ایک نہ ایک جہت سے نقصان موجود ہے۔ شریعت اس فطری نقصان
پر ہم سے مواخذہ نہیں کرتی تم کمال و نقصان کی اس تقسیم سے اس پر اعتراض مت کرو۔ ولا تقنوا بما فضل اللہ بہ بعضکم
علی بعض و اسألوا اللہ من فضله۔ اللہ سے ان فضیلتوں کی تبادلت کرو جن کی بنا پر اس نے تم میں ایک کو دوسرے پر
فضیلت بخشی ہے بلکہ صرف اس کی مہربانی اور عنایت مانگا کرو (جو تمہارے مقدور کلمے تم کو مل جائیگا)۔

(۳۶۴) اسلام کی اعانت وہ مقبول عمل ہے جس کی بدولت دینی الہی نے اہل مدینہ کو انصار کا لقب دیا تھا۔
اسی لئے صاحب نبوت کو یہ تنبیہ کرنی ضروری ہو گئی کہ دنیا اعانت و نصرت کے صرف ظاہری عمل کو دیکھ کر کسی کے متعلق کوئی
فیصلہ کرنے میں ہمت نہ کرے۔ قبولیت کا اہلی مدارا بان اور اعمال صاحبہ ہے اگر نہیں تو صرف دینی نصرت کا عمل خواہ کتنا
ہی بلند پایہ کیوں نہ ہو گروہ بھی نظر رب العزیز میں کچھ نہیں۔ یہاں قدرت کا ایک آئین اور بھی ہے اور وہ یہ کہ وہ چاہے تو
دشمن سے بھی اپنا کام لے لیتی ہے۔ مشہور ہے ۵ عدد شود سب خبر گر خدا خواہد

أَهْلَ النَّارِ فَكَادَ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ يَرْتَابُ فِيمَا هُمْ عَلَى ذَلِكَ إِذْ وَجَدَ الرَّجُلُ أَلَمًا فَنَجَّاهُ
فَأَهْوَى بِبَيْدِهِ إِلَى كُنَاتِهِمْ فَأَنْتَزَعَ مِنْهَا سَهْمًا فَأَنْتَهَرَ بِهِ فَأَشْتَدَّ رِجَالُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ صَدَّقَ اللَّهُ حَدِيثَكَ قَدْ أَنْتَهَرَ قَدْ لَانَ
فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ قَدْ قَاوَنَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا
مُؤْمِنٌ قَاتِلٌ اللَّهُ لَيُؤَيِّدَ هَذَ الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِسِ . (رِوَاهُ الْبُخَارِيُّ عَنْ)

(۳۶۵) عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَعَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّ هُمَا أَتَيَا أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فَسَأَلَاهُ عَنْ
عَنِ الْخُرُورِيَّةِ أَسْمَعَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَدْرِي مَا الْخُرُورِيَّةُ وَرَبِّتُ سَمْعَتِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَجْرُبُهُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ وَلَعَلَّ يَقُولُ مِنْهَا قَوْمٌ يَخْفَوْنَ صَلَاتَكُمْ مَعَكُمْ
صَلَاتِهِمْ يَخْفَوْنَ الْقُرْآنَ لَا يَجِبُ أَنْ تَرْجُلُوهُمْ قَدْ أَوْحَى إِلَهُمُ تَمُوتُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا تَمُوتُونَ

دلوں میں مشبہ پڑنے لگا۔ اسی وہ اسی جیس و جیس میں تھے کہ اس شخص کو زخموں کی تکلیف زیادہ محسوس ہوئی
(اور وہ اس پر صبر نہ کر سکا) آخراً اپنے لئے کٹ کر کھنکھارنے سے ایک تیر نکال کر اپنے سینے کے
پار کر دیا یہ دیکھ کر مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوڑ پڑے اور پوچھے یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ
نے آپ کی پیشگوئی سچی کر دی، فلاں شخص نے اپنے سینے میں تیر مار کر خود کشی کر لی آپ نے فرمایا: بلال! اعلان
کرو کہ جنت میں صرف مومن جائیں گے اور یوں اللہ تعالیٰ اپنے دین کی تائید و توثیق فرمادی گی (بخاری)
(۳۶۵) ابوسلمہ اور عطاء دونوں ابوسعید خدری کے پاس آئے اور حروریہ (خوارج) کے متعلق

ان سے دریافت کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرقہ حروریہ کے متعلق کچھ سنا ہے انہوں نے کہا
میں تو یہ نہیں جانتا کہ حروریہ کیا فرقہ ہے ہاں میں نے آپ کو یہ فرماتے تو سنا ہے کہ اس امت میں کچھ لوگ پیدا
ہوں گے (اور فی ہذہ الامۃ کی بجائے رادی نے ہنسا کا لفظ نہیں کہا) اس درجہ عبادت گزار ہوں گے کہ ان کی
نمازوں کے سامنے ہمیں اپنی نمازیں بیچ نظر آئیں گے۔ قرآن کی تلاوت بھی کریں گے مگر وہ ان کے گلے کے
نیچے نہ اترے گا۔ دین سے اس طرح صاف نکل جائیں گے جس طرح تیر نکالنے سے تیر انداز اپنے تیر کی لکڑی

مگر آج اس کے برعکس دنیا کی نظروں میں فیصلہ عمل پر رہ گیا ہے اور دوح ابانی سے کوئی بحث نہیں رہی۔ انا اللہ
وانا الیہ راجعون۔

(۳۶۵) قرآن کریم سے بڑھ کر کوئی مقدس کتاب نہیں اور اس کی تلاوت سے بڑھ کر کوئی مقدس عمل نہیں مگر دین صرف
اسے ہی صحت کا نام نہیں اس کے حول و اراکان کچھ اور بھی ہیں جن کے بعد اعمال کے حسن و قبح سے بحث ہو سکتی ہے۔ فوفی

السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَيَنْظُرُ الرَّامِيَ إِلَى سَهْمِهِ إِلَى نَصْلِهِ إِلَى رِصَافِهِ فَيَقَارِي فِي الْعُرْوَةِ
هَلْ عَلِقَ بِهَا مِنْ الذِّمِّ شَيْءٌ۔ (مشاہد البخاری ص ۱۲۷)

سرعت الناس على الصراط تكون بقدر اعمالهم في الدنيا

(۳۶۶) عَنْ حُذَيْفَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ مَبَارَاةُ
وَتَعَالَى النَّاسُ فَيَقُومُ الْمُؤْمِنُونَ حَتَّى تَزُلْ لَهُمُ الْجَنَّةُ فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ يَا أَبَا نَا
اسْتَفْتِنَا الْجَنَّةَ فَيَقُولُ وَهَلْ أَخْرَجَكُمُ مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا خَطِيئَةٌ إِيَّاكُمْ كُنْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ
إِذْ هَبُّوا إِلَى ابْنِي إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ اللَّهِ قَالَ يَقُولُ إِبْرَاهِيمُ كُنْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ إِنَّمَا كُنْتُ
خَلِيلًا مِنْ وَرَاءَ وَرَاءَ أَعْمَدٍ فَلَا إِلَى مُوسَى الَّذِي كَلَّمَهُ اللَّهُ تَكَلِيمًا فَيَأْتُونَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ

دیکھتا ہے اس کا لوہا اور پروں کو دیکھتا ہے پھر اس کے پچھلے حصہ کو دیکھتا ہے مگر اس کو یہ شبہ ہی رہتا ہے
کہ اس میں کہیں خون کا نشان بھی لگا ہے یا نہیں۔ (بخاری شریف)

پل صراط پر لوگوں کی رفتار دنیا میں ان کے اعمال کی شدت ضعف کے مطابق ہوگی

(۳۶۶) حذیفہ اور ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ لوگوں کو
(قیامت میں) جمع کرے گا مسلمان کھڑے ہوں گے اور ان کے سامنے جنت قریب کر دی جائیگی وہ حضرت
آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے والد بزرگوار ہم لوگوں کے لئے جنت کا دروازہ کھلوا دیجئے
وہ فرمائیں گے میں اس کام کے لائق کہاں، اپنے والد کی ایک فرودگذاشت ہی کی بدولت تو تم جنت سے باہر
نکلے ہو، جاؤ میرے فرزند ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ خدا کے خلیل ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں
میں اس خدمت کے قابل کہاں میں تو بس دور دور ہی سے خلیل تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ ان سے
اللہ تعالیٰ نے بڑی خصوصیت سے باتیں کی ہیں وہ ان کے پاس آئیں گے یہ فرمائیں گے میں اس خدمت کے

اعمال میں تو ایک کافر بھی مسلمان سے فوقیت لے جا سکتا ہے مگر جب اس کے اعمال کی بنیاد ہی غلط ہو تو اس کے
اعمال کی بلندی صرف ایک بے بنیاد تعمیر کی مثال ہوگی۔

(۳۶۶) اعمال گواہان کا جواز نہ ہونے کی وجہ سے عقیدہ کی طرح غیر ضروری بھی نہیں بل صراط کو عبور کرنا اعمال میں
خدمت و ضعف بری منحصر ہے۔

فَيَقُولُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ إِذْ هُوَ إِلَى عَيْسَى كَلِمَةً اللَّهُ وَرُوحَهُ فَيَقُولُ عَيْسَى لَسْتُ بِصَاحِبِ
 ذَلِكَ فَيَأْتُونَ لِحُجَلِّ أَتَقِيَوْمُ فَيُؤْذَنُ لَهُ وَيُرْسَلُ الْأَمَانَةُ وَالرَّحِمَةُ فَيَقُومَانِ جَنْبَتَي الصِّرَاطِ
 يَمِينًا وَشِمَالًا فَيَقِيمُ أَوْ كَلِمَةً كَالْبَرْقِ قَالَ قُلْتُ يَا بَنِي آدَمَ وَأَقْرَبِي أَشَى كَثَرُ الْبَرْقِ قَالَ أَلَمْ
 تَرَوْا إِلَى الْبَرْقِ كَيْفَ يَمُرُّ وَيَرْجِعُ فِي طَرَفَةِ عَيْنٍ لَمْ كَثَرُ الرِّيحِ لَمْ كَثَرُ الطَّيْرِ وَشِدَّ الرِّيحَالِ
 تَجْرِي بِهَذَا أَعْمَالُهُمْ وَنَبِيكُمُ قَائِمٌ عَلَى الصِّرَاطِ يَقُولُ يَا رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ حَتَّى تَعْمُرَ أَعْمَالُ
 الْعِبَادِ حَتَّى يَخْرُجَ الرَّجُلُ لَا يَسْتَطِيعُ السَّيْرَ إِلَّا زَحْفًا وَقَالَ وَفِي حَافَتَي الصِّرَاطِ كَلَابُئُ
 مُعَلَّقَةٌ مَا مَوْرَقَةٌ تَأْخُذُ مَنْ أَمْرَتْ بِهِ فَتُخَذُّ وَشَى نَاجِمٌ وَمُكَرَّدٌ فِي النَّارِ وَالَّذِي نَفْسُ
 إِنِّي هَرِيرَةٌ بَيِّدَةٌ إِنْ قَعَرَجَهُمْ لَسَبْعِينَ خَرِيْفًا (سُورَةُ مَلَكٍ)

لائی کہاں، عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کے ایک کلمہ کن سے پیدا ہوئے اور روح اللہ
 کہلائے۔ عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میں بھی اس لائی کہاں۔ اس کے بعد لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی
 خدمت میں حاضر ہوں گے آپ شفاعت کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے اور آپ کو اجازت مل جائے گی
 (اور حساب شروع ہو جائے گا) اس دن صفت امانت اور صلہ رحمی کو (دینی اہمیت دی جائیگی کہ ان کو
 ایک حق کی شکل دی جائے گی) یہ ہل مراط کے دائیں بائیں کھڑی ہو جائیں گی (تاکہ اپنی رعایت کرنے والوں کی
 سفارش اور نہ رعایت کرنے والوں کا شکوہ کریں) پھر تہارا پہلا قافلہ بجلی کی طرح تیزی کے ساتھ گزر جائیگا
 راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا آپ پر میرے ماں باپ قربان، بجلی کی طرح تیز گزرنے کا کیا مطلب ہوا
 فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ کس طرح ہل بھر میں گزر کر لوٹ بھی آتی ہے (اسی تیزی کے ساتھ تہارا گزرنا
 ہوگا) پھر ہوا کی طرح پھر تیز پرندے کی طرح پھڑپھڑانوں کی دوڑ کی طرح غرض کہ جیسے ان کے اعمال ہوں گے
 اسی تیزی کے ساتھ وہ ان کو لے جائیں گے اور تہارا نبی کھڑا ہوا یہ دُعا: اُنک رہا ہوگا میرے پروردگار ان کو
 سلامتی سے گنڈا ان کو سلامتی سے گنڈا، یہاں تک کہ لبہ یف الاعمال اور گنہگار لوگوں کا نمبر آجیگا حتیٰ کہ
 ایک شخص وہ ہوگا جسے گمٹ کر چلنے کے سوا طاقت نہ ہوگی فرمایا کہ ہل مراط کے دونوں طرف کاٹے
 نکلے ہوئے ہوں گے اور جس کے متعلق حکم دیا جائے گا وہ اس کو کھینچ لیں گے پس جس کے صرف کھرو بچ
 آئے گی وہ تو نجات پا جائے گا اور جس کے ہاتھ پر باندھ دیئے جائیں گے وہ دونوں میں جائے گا۔
 (ابو ہریرہؓ رقم کھا کر کہتے ہیں کہ) اس کی قسم جس کے دست قدرت میں ابو ہریرہؓ کی جان ہے جہنم کی گہرائی
 ستر سال کی مسافت ہے۔ (مسلم)

الاسلام یدرس بالمعصیت مکاید رس وشی الثوب

(۳۶۷) عَنْ حَدِیْقَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْرُسُ الْإِسْلَامَ كَمَا يَدْرُسُ وَشْيُ الثَّوْبِ لَا يَدْرِي مَا حَيَاةٌ وَلَا صَدَقَةٌ وَلَا سُكٌّ وَيُسْرَى عَلَى كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي لَيْلَةٍ فَلَا يَبْقَى فِي الْأَرْضِ مِنْهُ أَيْةٌ وَيَبْقَى طَوَائِفٌ مِنَ النَّاسِ الشَّيْخُ الْكَبِيرُ وَالْعَجُوزُ الْكَبِيرُ لَا يَقُولُونَ أَدْرَسْنَا أَبَاءَنَا عَلَى هَذِهِ الْكَلِمَةِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَتَقُولُ لَهَا فَقَالَ حَمَلَهُمَا فَمَا تَعْنِي عَنْهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا يَدْرُونَ مَا حَيَاةٌ وَلَا صَدَقَةٌ وَلَا سُكٌّ فَأَعْرَضَ عَنْهُ حَدِیْقَةُ

گناہ کرنے و اسلام اسی طرح پڑنا ہو جاتا ہے جیسا کہ استعمال سے

(۳۶۷) حدیث سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس طرح کپڑے کے نقش و نگار گھس جاتے ہیں اور ماند پڑ جاتے ہیں اسی طرح نور اسلام بھی ایک زمانہ میں ماند پڑ جائے گا پھر کسی شخص کو یہ علم تک نہ رہے گا کہ روزہ کیا چیز ہے اور صدقہ و حج کیا چیز۔ ایک شب آئے گی کہ قرآن سینوں سے اٹھایا جائے گا اور زمین پر اس کی ایک آیت بھی باقی نہ رہے گی۔ متفرق طور پر کچھ ہندے مراد رکھ کر بڑی عورتیں رہ جائیں گی جو کہیں گے کہ ہم نے اپنے بزرگوں سے کلمہ لا الہ الا اللہ سنا تھا اس لئے ہم بھی یہ کلمہ پڑھتے ہیں۔ (ایک شخص کا نام ہے) نے پوچھا جب انھیں روزہ، صدقہ، اور افعال حج کا بھی علم نہ ہوگا تو بھلا صرف یہ کلمہ انھیں کیا سودمند ہوگا۔ حدیث نے اس کا کوئی جواب نہ دیا انھوں نے

(۳۶۷) وہب بن منبہ کی حدیث میں اعمال کو متعارف کے اسنان سے یعنی کئی کے دندانوں سے اور اس حدیث میں کپڑے کے نقش و نگار سے تشبیہ دی جا رہی ہے۔ نہ کئی دندانے گھس جائے کے بعد زیادہ کارآمد رہتی ہے نہ کپڑا پڑنا ہونے کے بعد قابل استعمال ہوتا ہے مگر یہ بھی نہیں پڑا کہ کئی کی حقیقت یا کپڑے کی حقیقت معدوم ہو جائے ان کا وجود پھر بھی باقی رہتا ہے۔ دیکھیے اس قسم کی تمام حدیثوں میں سوال و جواب کا دائرہ صرف اعمال تک محدود ہے۔ رسالت کی شہادت ہونے نہ ہونے کا خیال بھی کسی کے ذہن میں نہیں گزرتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سوال اس زمانہ میں پیدا ہی نہیں ہو سکتا تھا جہاں منظم خدہی کلام کرتا تھا آج ذرا سے محاب نے بد نطق ذہنوں میں بلا وجہ یہ سوال پیدا کر دیا ہے تفصیلی بحث پہلے کی جا چکی ہے اسلامی انقلابات میں یہ ایک عظیم انقلاب کی پیشگوئی ہے کہ جس امت نے بیسواض پر خدا کی توحید کا پرچم لہرایا تھا ایک دن آئینہ کا وہی اس سے انہی جاہلی ہو جائے گی کہ اس کے داغ میں اس کلمہ کا نقش صرف اپنی آبائی تاریخ کی ایک نشانی بن کر رہ جائے گا۔ ایسی نازک حالت کے متعلق حدیث نہیں چاہتے تھے کہ اپنی زبان سے کوئی صاف جواب دیں مبادا منفرت کا حکم سن کر پست طبائع میں اور ہل انگاری پیدا ہو جائے لیکن جب ان کو مجبور کیا گیا تو جو حقیقت تھی وہ انھیں واضح کر دینی پڑی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل بیاد ذات صرف توحید و رسالت ہے اور اسی بنا پر اس کو

فَرَدَّ عَلَيْهِ ثَلَاثًا كُلُّ ذَلِكَ يَعْزِضُ عَنْهُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهِ فِي الثَّالِثَةِ فَقَالَ يَا صَوْلَةَ تُنْفِئُهُمْ مِنَ
النَّارِ تُنْفِئُهُمْ مِنَ النَّارِ تُنْفِئُهُمْ مِنَ النَّارِ (مراد الحاکم) قَالَ صَحِيحٌ عَلَى غَرَضِ مُسْلِمٍ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجٍ كَمَا فِي
کِتَابِ الْفَنِّ مِنَ الرَّحْمَةِ الْمَهْلِيَةِ

(۳۶۸) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ
الْإِيمَانَ لَيُغْلِقُ فِي جَوْفِ أَحَدِكُمْ كَمَا يَغْلِقُ الثَّوْبُ الْخُلُقُ فَاسْكُتُوا اللَّهُ أَنْ يُخَوِّدَ الْإِيمَانَ
فِي قُلُوبِكُمْ (مراد الحاکم) الْمُسْتَدْرَكُ مَعَهُ قَالَ الذَّهَبِيُّ رَوَاهُ ثِقَاتٌ

(۳۶۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَدُّو الْإِيمَانُ كَمُؤْمَرٍ

تین بار بھی سوال دہرایا۔ ہر بار صدغیہ اعراض ہی کرتے رہے ان کے تیسرے بار اصل کے بعد فرمایا اے صلہ یہ
کلمہ ہی ان کو عذاب و عذرا سے نجات دلا دے گا۔ تین بار فرمایا۔ (حاکم)

(۳۶۸) عبد اللہ بن عمر بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
ایمان تمہارے سینوں میں اسی طرح پڑتا اور گزرتا ہو جاتا ہے جس طرح کپڑا پرانا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ
سے دعا کر لیا کرو کہ وہ تمہارے دلوں میں ایمان پھر سر نوینا اور مستحکم کر دے۔ (مستدرک)

(۳۶۹) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ایمان کی تجدید کر لیا کرو۔

مفتاح سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر یہ عقیدہ صرف تنقیدی طور پر ہی قائم رہے جب بھی نجات کے لئے
کافی ہے اور یہ بھی کہ اعمال ایمان کا جز نہیں اور یہ کہ ایمان کے بغیر اعمال بے قیمت ہیں مگر ایمان اعمال کے بغیر بھی بے قیمت
نہیں وہ پول بھی نصیب ہو جائے تو یہی نہیں نصیب۔ عمن بے عمل کی مثال ایک غیر مہذب دوست کی ہے اور نیک عمل غیر عمن
کی مثال ایک مہذب دشمن کی۔ دونوں کا فرق ظاہر ہے۔

(۳۶۸) امام بخاری نے ترمذیہ الباب میں حضرت معاذ کا قول نقل کیا ہے قَالَ مَعَاذُ الْجُلُوسِ بِنَاوُثِمِنْ سَاعَةِ أَوْ ثَوْرِي وَرِ
بِشِكْرِ إِيَّانَ لَائِمٍ. حافظ ابن حجر نے ابن عربی سے اس کی شرح یہ نقل کی ہے أَنَّ اللَّهَ تَجَدُّدُ الْإِيمَانِ لَانَّ الْعَبْدَ يَتَوَقَّنُ فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ
فَرَضًا ثُمَّ يَكُونُ ابْدَاءً جَدًُّا كَمَا كَلَّمَ اللَّهُ نَظَرَ أَوْفَكَرًا. حضرت معاذ کا مطلب یہاں ایمان سے تجدید ایمان ہے کیونکہ بنیعیان ایک ہی مرتبہ
لا تلبس اس کے بعد خدا تعالیٰ کے ثواب و عذاب آیات و عبرتیں غور کر کے اپنے ایمان کی تجدید کیا کرتا ہے (فتح الباری ج ۱ ص ۶۱)
صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ اگر کسی کی زبان سے غلطی سے لات و عزی کی قسم نکل جائے تو اسے فوراً لا الہ الا اللہ کہہ لینا چاہئے۔ خلاصہ
یہ ہے کہ جب تک دامن ایمان ہوا بغیر مصیبت یا کسی اور ناشائیں کلمہ کا دھبہ لگ جائے تو اسے اسی طرح چھوڑ دینا چاہئے
بلکہ فوراً صاف کر دینا چاہئے تاکہ اس کے اثرات اللہ نہ پڑے پائیں یا کم از کم اس کے اسلام کی بدنامی کا باعث نہ ہوں۔
(۳۶۹) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اذکار اور مخصوص تکرار کلمہ طیبہ کو تجدید ایمان میں بڑا دخل ہے
اب انصاف کیجئے کہ اس ایمان کا حال کیا ہو گا جب کہ پڑا تو پھر یہ ہے مگر اس کی تجدید کا سامان کچھ نہیں ہے۔

قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ نَجِدُ دُرِّ إِيمَانِنَا قَالَ الْكُرُومُ مِنْ قَوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ - (اخرجه المحاكم في كتاب التوبة وقال معهم الإسناد قال الذهبي وفيه صدقة وضعفه -

المعاصي قد تفضي الى جبط بعض الحسنات

(۳۶۰) عَنْ بَرِيذَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ (رمزاه البخاری)

(۳۶۱) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تُلِيتُ الْمُحْصَنَةَ بِحَدِّمْ عَمَلٍ وَأَنْتَ سَنَةٌ (رمزاه البزار)

(۳۶۲) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ لَمْ يَقْبَلِ اللَّهُ لَهُ صَلَاةَ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا (ترمذی - نسائی - ابن ماجه - دارمی)

(۳۶۳) عَنْ سَهْلِ بْنِ مَعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَيَّقَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ وَكَطَعُوا النَّظَرَ بَيْنَ قَبْعَتِكَ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا يَتَاوَى أَنَّ مَنْ

آپ کو دریافت کیا گیا یا رسول اللہ ایمان کی تجدید کیسے کیا کریں فرمایا کہ کثرت کے ساتھ لا الہ الا اللہ پڑھا کر دو (م)

گناہ کبیرہ کرنے سے کبھی کبھی نیکوں کے اکارت ہونی کی بھی نوبت آجاتی ہے

(۳۶۰) بریدہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی اس کے عمل اکارت ہوئے - (بخاری)

(۳۶۱) حضرت بیان کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی پاک باز عورت کو تہمت لگانے سے سو سال کے عمل برباد ہو جاتے ہیں - (البزار)

(۳۶۲) عبد اللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے شراب پی اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی نازیں قبول نہیں کرتا - (ترمذی - نسائی - ابن ماجه - دارمی)

(۳۶۳) معاذ سے روایت ہے کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہی میں ایک غزوہ کیا لوگوں نے

کہا یہ اندیشہ نہیں ہے کہ وہ بھی ایک دن ایک دن پرانے کپڑے کی طرح تار تار ہو جائے - فاعبروا یا اولی الابصار - صحیح بخاری میں بھی یہ مضمون صحابہ کی زبان سے موجود ہے -

صَبِيحَ مَازِلًا أَوْ قَطْمَ طَرِيقًا فَلَا جِهَادَ لَهُ - (مراہ ابوداؤد)

(۳۷۴) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَخَذَ أَرْضًا بِحِزْبَيْتِهَا فَقَدْ اسْتَبَقَالَ هَجْرَتَهُ وَمَنْ نَزَعَ صَعَارَ كَافِرٍ مِنْ عُنُقِهِ فَقَدْ وَلِيَ الْإِسْلَامَ ظَاهِرُهُ - (ابوداؤد)

(۳۷۵) عَنْ سَلَمَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى خَيْبَرَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ

(جلد بازی میں) دوسروں کے اترنے کی جگہوں میں تنگی پیدا کر دی اور آندورفت کے لئے راستے بند کر دیے (جب آپ کو یہ خبر ملی) تو آپ نے ایک منادی بھیج دیا کہ وہ لوگوں میں یہ اعلان کر دے کہ جو لوگوں کے اترنے کے مقامات میں کوئی تنگی پیدا کرے گا یا راستے بند کرے گا اس کا جہاد کارت - (ابوداؤد)

(۳۷۴) ابودرداءہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس نے کافر کی خراجی زمین خریدی اس نے اپنی ہجرت کا عمل باکارت کر دیا اور جس نے کسی کافر کی گردن سے ذلت کا طوق نکال کر اپنے گلے میں ڈال لیا اس نے اسلام کی طرف اپنی پشت کر دی - (ابوداؤد)

(۳۷۵) سلمہ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اہل خیبر سے جنگ کیلئے نکلے

(۳۷۵) صحابہ کو یہ تجربہ سے ثابت ہو چکا تھا کہ جنگ کے موقع پر جب کسی شخص کی نسبت آپؐ ورماء شہدائے ارشاد فرمادیتے تو وہ ضرور شہید ہو کر رہتا اس لئے عامر کے متعلق یہ کلمہ سن کر وہ سمجھ گئے کہ یہ بھی شہید ہوئے بغیر نہ رہیں گے اس لئے انھوں نے عرض کیا کہ آپ ہمیں ان کی صحبت سے لطف اندوزی کا کچھ اور موقع دیجئے۔

واضح رہے کہ شرک و کفر تو سب کے نزدیک حقیقتہً جہاد کا موجب ہیں لیکن کبار کے جہاد عمل کے منہم میں ذرا اختلاف کسی نے اس کو گناہوں کی اہمیت ذہن نشین کرنے کا صرف ایک عنوان قرار دیا ہے۔

..... اور کسی نے ظاہری معنی پر ہی عمل کر لیا ہے لیکن اس تعذر پر کھل یہ ہے کہ یہ اہمیت کا مذہب نہیں ہے معتزلہ کا مذہب ہے۔ ہمارے نزدیک یہاں صاحب روح المعانی کی رائے زیادہ ثواب ہے وہ سورہ محمد کی تفسیر میں معتزلہ کی جواب دی کرتے ہوئے نقل فرماتے ہیں۔

وفي الكشف لا بد في هذا المقام من تقرر	کشف میں اس مسئلہ کی تحقیق ہوں کی گئی ہے کہ معتزلہ
البحث بل يقال ان ارادوا المعتزلة ان	سے یہ پرچنا چاہے کہ جہاد سے ان کا کیا مطلب ہے اگر
غوا الزنا واذعقب الصلوة يبطل	ہ مطلب ہے کہ مثلاً نماز کے بعد نہ کرے نماز کا حاصل
ثوابها مثلا فان لك ما لا دليل عليه	شدہ ثواب برآء ہو جاتا ہے تو اس پر کوئی دلیل نہیں اور اگر
وان اردوا ان عقابا بقدر بکفر حتى لا يعاقبوا	ہ مطلب ہے کہ کبھی عمل کی گناہ اتنا بڑا رہتا ہے کہ جہاد
صغار الحسنات فهدا اصحهم والكلام	چھوٹی نیکیوں کا ثواب اس کی تلافی نہیں کر سکتا تو یہ بات صحیح ہو
في نعمة الحيا لا يأس به ولكن عندنا ان	مگر اس وقت گفتگو صرف اس میں ہے کہ اس کو حقیقتہً جہاد
هذا الاحباط غير لازم وعندهم لازم	بھی چاہئے یا نہیں ہمارے خیال میں اصل بات یہ ہے کہ معتزلہ

أَفْعَمْنَا يَا عَامِرٌ مِنْ هُنَا إِلَيْكَ فَخَدَّاهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ السَّائِقِ قَالُوا
عَامِرٌ فَقَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَا هَ امْتَعَنَّا بِهِ فَأُصِيبَ صَبِيحَةً لَيْلَتِهِ فَقَالَ
النَّوْمُ حَيْطَ عَمَلُهُ قَتَلَ نَفْسَهُ فَلَمَّا رَجَعْتُ وَهُوَ يَقْعُدُ ثَوْنًا أَنَّ عَامِرًا أَحْبَطَ عَمَلَهُ فَجِئْتُ

رفقاریں ایک شخص بولے عامر میں ہی اپنے کچھ اشعار سناؤ۔ عامر گا گا کر انھیں سنانے لگے اور ان کی مستعد
آواز سے اونٹوں نے بھی تیز تیز قدم اٹھا دیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اونٹوں کو حدی پڑھ کر بہ تیز
چلانے والا کون شخص ہے لوگوں نے عرض کیا عامر ہیں آپ نے فرمایا خدا ان پر رحم فرمائے۔ یہ سن کر
صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کاش عامر کی صحبت سے آپ ہمیں کچھ اور لطیف اندوزی کا موقعہ دیتے ان کے چہرہ
یہ ہوا کسی شب کی صبح (انھوں نے ایک کافر پر حملہ کیا ان کی تلوار چھوٹی تھی وہ لوٹ کر ان کے گھٹنے میں لگی اور
وہ اپنی ہی شمشیر سے زخمی ہو گئے) اور شہید ہو گئے صحابہ نے (وہ دیکھ کر کہ یہ اپنی ہی شمشیر سے ہلاک ہوئے ہیں اس کو خود کشی
سمجھا اور) کہا عامر نے خود کشی کر لی اور ان کی سب نیکیاں اکارت ہو گئیں۔ جب میں واپس ہوا تو وہ بھی گفتگو

میں علی حوالہ العنود ہی مسئلہ کے نزدیک تو گناہ کبیرہ سے نیکیوں کا بڑا دوہ جانا لازم اور ضروری
آخری دام الکبیرۃ المتی تخلص بذلک امرہ اور اہل حق کے نزدیک ضروری اور لازم نہیں ہر حقیقت
الحل کا العجب وغیرہ والاذی یہ اختلاف نایک اور اختلاف ہوتی ہے اور یہ کہ گناہ کی بخشش
بعد التصدیق فی حیطۃ لا حالہ جائز بھی ہے یا نہیں۔ یہ بحث تو عام کبار کے متعلق تھی اب رہے
افتاقاً۔ دہ پڑ (مدح المعانی) وہ گناہ جو کسی خاص عمل سے متعلق ہیں جیسے صدقہ دیکر اترانا یا
احسان دینا اور بات سارنا تو اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ اس قسم کے
گناہ کو خاص اس عمل کا ثواب برابر ہوتا ہے۔ (مدح المعانی)

پہلے نزدیک اعمال کفرہ (یعنی وہ نیکیاں جو گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں) میں یہ تفصیل ضروری ہے کہ کون سا عمل کس گناہ
کے لئے کفارہ بنتا ہے اسی طرح کبار کفرہ (یعنی وہ گناہ جو نیکیاں برابر کرتے ہیں) میں بھی یہ تفصیل ہونی چاہئے کہ کس گناہ سے
کس قسم کے نیک عمل کا ثواب برابر ہوتا ہے۔ کفرہ علی الاطلاق ہے اور نہ حیطہ عمل علی الاطلاق ہونا چاہئے۔ لیکن اس کا کوئی
ضابطہ کچھ حدیثوں میں ہماری نظر سے نہیں گذرا۔ ہاں اتنا معلوم ہوتا ہے کہ بعض گناہوں سے تو صرف اسی ایک نیک عمل کا ثواب
حیط ہوتا ہے جس سے وہ گناہ متعلق ہوتا ہے جیسے چادر میں تصنیق سازش یا صدقہ کے بعد من وادی را حسان جانا اور بات مارنا
اور بعض گناہوں سے متعدد اعمال ہی حیط ہو سکتے ہیں پھر کبھی یہ قلع ظاہر ہوتا ہے اور کبھی اندرونی جیسا ایک حدیث میں ہے کہ
کہ ایک بار شراب نوشی سے چالیس دن کی نازیبا قبول نہیں ہوتیں۔ یہاں شراب نوشی اور نازوں کے درمیان کوئی اندرونی علاقہ تو
جس کی وجہ سے اس کا اثر خاص نازوں ہی پر پڑتا ہے۔ چالیس کے عدد سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حیطہ عمل کا دائرہ اتنا وسیع بھی نہیں
جتنا کہ محض لسنہ سمجھ رکھا ہے۔ اس مقام پر ناز اور شراب کے مابین جو تناسب ہے اس کا ایضاً منقول نہیں ہے وہ نہ
اس عین ربط کی طرف قرآن کریم کی متعدد آیات میں اشارات ملتے ہیں۔

إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ وَذَلِكَ أَبِي وَأَرْحَى زَعْمُوا أَنَّ عَامِرًا حِطَّ
عَمَلُهُ فَقَالَ كَذَبَ مَنْ قَالَهَا إِنَّ لَهُ لَأَخْبَرَيْنِ أَشْنَيْنِ إِنَّهُ تَجَاهَدُ تَجَاهِدًا وَآئِي قَتْلٍ
بَرِيدٌ عَلَيْهِ. (مشاء البخاری)

(۳۷۶) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ مُعْنِفًا

کر رہے تھے کہ عامر کے اعمال اکارت ہو گئے ہیں نے اگر آپ کی خدمت میں عرض کیا یا نبی اللہ میرے ماں
باپ آپ پر قربان ہوں، لوگوں کا یہ خیال بھڑا ہے کہ عامر کے عمل اکارت ہو گئے آپ نے فرمایا کون
کہتا ہے جس نے کہا غلط کہا اس کو دو ہر اثواب ملے گا وہ بڑا بکا مجاہد تھا اس کے قتل سے بڑھ کر اور کونسا
قتل ہو سکتا ہے۔ (بخاری شریف)

(۳۷۶) ابوالدرداء صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایماندار آدمی اپنے دین

حضرت امام قدس سرہ کے کلمات سے یہاں جملہ عمل کی ایک اندر شرح بھی مذکور ہوئی ہے وہ امام بخاری کے ترجمہ باب
خوف المؤمن ان يخطئ علة کی شرح کے ذیل میں فرماتے تھے کہ اس ترجمہ سے امام بخاری کی غرض مرید کی توفیق ہے یعنی
گناہ اتنی ہلکی چیز نہیں جتنی کہ مرید نے بھی ان کی شامت سے بعض مرتبہ سوہ خانہ اور سلب ایمان کا اندیشہ بھی ہو سکتا ہے
مگر اس کا نام شرعی کفر نہیں مگر نبی کفر ہے یہاں بظاہر کوئی عمل کفر نظر نہیں آتا اس لئے ظاہر میں ایمان و اسلام کا حکم باقی
رہتا ہے لیکن چونکہ قلب حقیقت ایمان اور اذعان سے خالی ہو جاتا ہے اس لئے عالم آخرت میں اس کا شمار مسلمانوں ہی
نہیں رہتا۔ مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص دنیا میں شراب پئے گا پھر وہ آخرت میں نہ پئے گا۔ ترمذی کی شرح میں
صاحب قوت المغنزی اس کا یہ مطلب تحریر فرماتے ہیں کہ اگر شراب خواری کی بدعات ترک نہ کی گئی تو اس کی شامت کو
انجام خراب ہو جانے کا خطرہ ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب خانہ بخیر نہ ہو تو آخرت میں وہ شراب جو صرف مومنین کا حصہ
ہو گی کیونکر میرے ہو سکتی۔ اس بنا پر جملہ عمل کا اصل سبب کفر ہی ہو گا لیکن چونکہ بظاہر یہاں بھی سبب کفر موجود نہیں ہے صرف مصیبت ہو رہی ہے
اس لئے جملہ عمل کا حکم اس مصیبت ہی کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ ایک اور حدیث سے بھی اس رائے کی تائید
ہوتی ہے۔ حضرت ابوالدرداء روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن اپنے دینی معاملات میں
براہر مستعد رہتا ہے لیکن جب کسی کا ناحق خون کر دیتا ہے تو پھر اس کی مستعدی ختم ہو جاتی ہے اور اس کی رفتار سست
پڑ جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

گویا قاتل عمد کو تکوین اسی طرح آہستہ آہستہ غلور یا گھٹ طویل کی طرف لے جلتی ہے پس جس طرح یہاں قوی بہ
جگہ قائم رہے گا اور تکوین اپنی جگہ کام کرے گی۔ اسی طرح معاصی صرف معاصی کہلائی گے لیکن ان کا تکوینی اثر ان کٹاں
کفر کی طرف لیتا چلا جائے گا۔ پس اعمال اگرچہ اجزاء ایمان نہ ہوں مگر قوت ایمان یہ قائم رکھنے کے لئے ان کا وجود اتنا ہی
ضروری ہے جتنا کہ درخت کی حیوۃ کے لئے پانی کا۔

(۳۷۶) قدرت نے جنت اور دوزخ کی تقسیم تو ایمان و کفر پر رکھی ہے مگر ان میں مراتب کی تقسیم اعمال کے واسطے
سے کی ہے جس کو وہ مراتب علیا پر فائز کرنا چاہتی ہے اس کو برائی فائز نہیں کر دیتی بلکہ اس کے اعمال حسنہ کی رفتار تیز کر دیتی ہے

صَاحِبًا مَّا لَمْ يَصِبْ وَمَا خَرَامًا فَإِذَا أَصَابَ وَمَا خَرَامًا لَكُمْ۔ (شراہ ابوداؤد)

(۳۷۷) عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَذْهَبُ بِمَقْصِدِهِ حَتَّى يَكْتَبَ فِي الْجَنَّةِ لِرَيْنٍ فَيُصِيبُهُ مَا أَصَابَهُمْ۔ (شراہ الترمذی)

میں اس وقت تک برابر تیز رفتار رہتا ہے جب تک کسی کا خون ناحق اپنے سر نہیں لیتا جو نہی کہ اس نے کسی کا خون ناجائز طور پر پیا یا بس فوراً ہی اس کی دینی رفتار سست پڑنی شروع ہو جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

(۳۷۷) سلمہ بن اکوع بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی اپنی بڑائی کے تصور میں بڑھا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا نام دنیا کے اور منکبرین کی فہرست میں لکھ دیا جاتا ہے اور آخر اس کو کبھی وہی سزا ملتی ہے جو دوسرے منکبروں کو ملی۔ (ترمذی)

اور جس کو جنت سے محروم کرنے کا ارادہ فرما لیتی ہے اس کو بھی دفعۃً محروم نہیں کر دیتی بلکہ اس سے نیکی کی توفیق سلب فرما لیتی ہے یہ ہر دھڑلے بندہ رنج طے ہوتے رہتے ہیں بندہ راہ ترقی پر گامزن ہوا یا تنزل کی راہ پر جائے دونوں جگہ اس کی حرکت تدریجی رہتی ہے اس لئے وہ اپنی منزل سفر کی یومیہ ترقی یا تنزل کا احساس نہیں کرتا ایک نیک شخص کو یہ محسوس نہیں ہوتا کہ کل وہ کہاں بڑھا ہوا تھا اور کچھ عرصہ بعد کہاں جا پہنچا۔ نیک بدمعاش کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ کل تک وہ کس اور کس پر تھا اور آج کہاں جا پہنچا ہے ہوشمند وہ ہے جو ہر آن اپنی رفتار اور منازل سفر کو بخود دیکھتا ہے۔ عموماً قاتل کے لئے دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ عذاب کی وعید آتی ہے۔ یہ وعید یوں پوری ہوتی ہے کہ اس سے رفتہ رفتہ اعمال خیر چھوٹنے چلے جاتے ہیں اور معلوم نہیں کہ اس علیٰ حشرہ کی انتہا کہاں جا کر ہو سکتی ہے کہ ایمانی خارہ پر جا کر ہوتی ہو اور آخر کار اس کا ٹھکانا بھی وہی ہو جاتا ہے جو ایک کافر کا ہوتا ہے اسی کو ہم نے پہلے کفر کو گنہگار سے تعبیر کیا تھا۔ گناہوں کی نوعیت سے ڈرتے رہنا چاہئے بعض قسم کے گناہوں سے سوزخاتہ اور عاقبت کے خراب ہو جانے کا بھی اندیشہ ہو جاتا ہے ان میں ایک مسلمان کا عموماً خون ناحق ہے۔ اور سب سے زیادہ خطرناک خدا کے دوستوں کے ساتھ دشمنی ہے۔ ہمارے دور میں اللہ کے نیک بندوں کا مذاق اڑانا ہماری محفلوں کا ایک خاص شغل بن گیا ہے۔ حدیثوں میں خدا کے اولیاء کے ساتھ عداوت رکھنے والوں کے لئے خدا کی طرف سے اعلان جنگ کا لفظ لفظ آیا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک

خاکسارانِ جہاں را بخمارت منگر توجہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

(۳۷۷) اسی طرح ایک متفق علیہ حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے وما

یزال الرجل یصدق ویتمہی الصدق حتی یکتب عند اللہ صدیقاً۔ آدمی راست گوئی کی صفت اختیار کرتے کرتے خدا تعالیٰ کے یہاں صدیقیوں کی فہرست میں شمار ہو جاتا ہے۔ اس قسم کی تمام حدیثوں میں ضرور شرکے اسی تدریجی رفتار اور ان کے نتائج پر تنبیہ کی گئی ہے۔

من سبق على لسانه كلمة الكفر لم يكفر

(۳۴۸) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُ أَشَدُّ فَرْحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ حِينَ يَتُوبُ إِلَيْهِ مِنْ أَحَدٍ كَمْ كَانَ رَاحِلَتُهُ بِأَرْضِ قَلَاةٍ فَأَنْقَلَبَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامٌ وَشِرَابٌ فَأَيَسَ مِنْهَا فَأَتَى شَجَرَةً فَأَضْطَجَعَ فِي ظِلِّهَا قَدْ آيَسَ مِنْ رَاحِلَتِهِ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ هُوَ بِهَا قَامَ يَمْرُؤُهُ فَآخَذَ بِحُظَامِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ أَلْقَيْتُهَا عَنْ يَدَيْ وَآتَاكَ أَخْطَاؤُكَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ (مسند امام مسلم)

(۳۴۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِي حَلْفِهِ

اگر سبقت لسانی ہو کہ کفر زبان نہ ہو تو اس کو کفر عائد نہیں ہوتا

(۳۴۸) حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کا بندہ توبہ کرتا ہے تو اس کو اپنے بندہ کی توبہ سے تم میں کے اس شخص سے بہت زیادہ خوشی حاصل ہوتی ہے جس کی سواری کسی جنگل میں ہو اور اسی پر اس کا کھانا اور مینا بھی ہو پھر وہ اس سے چھوٹ کر کہیں بھاگ جائے اور یہ شخص اس سے مایوس ہو کر ایک درخت کے سایہ میں آکر لیٹ رہے وہ ابھی اسی مایوسانہ حالت میں لیٹا ہوا ہو کہ دفعہ وہ اپنی سواری اپنے پاس کھڑی ہوئی دیکھے اور اس کی ہمار پکڑے پھر مارے خوشی کے اس کی زبان سے غلطی سے یہ نکل جائے کہ اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا پروردگار ہوں۔ (مسلم)

(۳۴۹) ابو ہریرہؓ سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس نے قسم اٹھانے کا ارادہ کیا اور اس کی زبان پر بلا ارادہ لات اور عزی کا نام آگیا تو اسے فوراً لا الہ الا اللہ

(۳۴۸) خوشی کی حالت میں انسان کی زبان سے اس قسم کی لغزشیں ہو جاتی ہیں۔ کہنا یہ چاہئے تھا کہ اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں اور تو میرا پروردگار ہے مگر خوشی میں زبان کی لگنت سے اس کا برعکس نکل گیا۔ اس کلمہ پر سبقت لسانی کی وجہ سے کفر کا حکم نہیں لگایا جاسکتا حالانکہ اس کے کلمہ کفر ہونے میں ذرا شبہ نہیں کیا جاسکتا۔

(۳۴۹) = اسلام کے ابتدائی دور کی باتیں ہیں جس طرح مسرت و غم میں انسان کی زبان قابو میں نہیں رہا کرتی اور کچھ کا کچھ نکلتی ہے اسی طرح عام بات چیت میں بھی جن باتوں پر وہ روایں ہو جاتی ہیں ان میں بھی لغزش کھلے بغیر نہیں رہتی عربی عام گفتگو میں کثرت سے لات و عزی کی قسمیں کھانے کا عادی تھا۔ اسلام کے بعد بھی بہت ممکن تھا کہ ان کی زبان سے اس قسم کے مواقع پر بے اختیار لغزش چھڑ جائے۔ دین ضیعت نے ان کی اس غلطی پر کفر کا فتویٰ عائد نہیں کیا بلکہ اس کفر تا حرکت کو فوراً اصلاح کرنے کی تعلیم دی اور کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنے کا حکم دیدیا تاکہ اگر

بِالْآيَاتِ وَالْعُرَىٰ فَلْيَقُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَمَنْ قَالَ نَصَاحَةٌ تَعَالَىٰ أَقَامُوا وَلَيْتَصَدَّقُ (متفق علیہ)

لایکفر المسلم بدين

(۲۸۰) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مِنْ أَصْلِ الْإِيمَانِ الْكَفُّ عَنْنِ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا تُكْفِرُ بِهِ دِينَ وَلَا تُخْرِجُهُ مِنَ الْإِسْلَامِ يَعْمَلُ وَالْجِهَادُ

کہہ کر اپنے ایمان کی تجدید کرنی چاہئے اور جس نے اپنے دوست سے کہا آؤ جو اکیلیں اسے صدقہ دینا چاہئے (متفق علیہ) کسی گناہ کی وجہ سے مسلمان کافر نہیں کہنا چاہئے

(۲۸۰) انسؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین باتیں اسلام میں داخل ہیں۔ (۱) جو لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لے اس سے جنگ ختم کر دینا اب کسی گناہ کی وجہ سے اس کو کافر مت کہو اور نہ کسی عمل کی وجہ سے اس پر اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ لگاؤ۔ (۲) جب سے کہ مجھے

اس کی اس سبقت لسانی پر شیطاں ایک مرتبہ خوش ہوا سو اس کی زبان سے کلمہ توحید سن کر نہراں میں چل جائے۔ دوسرے فقرہ کا مطلب عام طور پر یہ سمجھا گیا ہے کہ شریعت نے قمار بازی کی بے فاصلت ترک کرنے کے لئے نفسانی طور پر اس کا علاج یہ بتایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کچھ صدقہ دیدے اس کے نفس کے لئے یہ تفریبت نتیجہ خیز ہوگی۔ لیکن امام غزالی کے کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جتنا مال اس نے قمار بازی کے لئے لگا یا تھا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں صدقہ کرے۔ قال معناه فليتصدق بقدر ما جعله خسراناً في القمار۔ (معاذ السنن ۴۵ ص ۲۵)

(۲۸۰) واضح رہے کہ جس طرح نیک اعمال کی بنا پر کسی کافر کو مسلمان کہنا صحیح نہیں تاوقتیکہ وہ توحید و رسالت کا اعتراف نہ کرے اسی طرح کسی مسلمان کو صرف اس کی بد اعمالی اور گناہوں کی وجہ سے کافر کہنا بھی صحیح نہیں تاوقتیکہ وہ کسی عقیدہ کفر کا اعلان نہ کر دے۔ اسلام میں کسی مسلمان کو کافر کہنا یا کسی کافر کو مسلمان کہنے کی ممانعت یکساں ہے اس حدیث کا مقصد مومن عاصی کو کافر کہنے کی ممانعت کرنا ہے نہ کہ کافر صریح کو کافر کہنے کی ممانعت کرنا۔ جیسا کہ متواترات دین کے منکرین کو اس حدیث سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے جبکہ اس حدیث میں لفظ ذنب کی صاف تصریح موجود ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی ذنب اور معصیت کی بنا پر کسی شخص کی طرف کفر کی نسبت نہیں کرنی چاہئے۔ اس میں اختلاف کس کو ہے۔ بحث طلب یہ ہے کہ صریح کفر کے عقائد کے بعد بھی کیا یہ حدیث کسی کو کافر کہنے سے روکتی ہے اگر ایک شخص نماز پڑھ کر قبلہ کا استقبال کر کے نہ بیچہ مسلم کھائے کسی قسم کے عقائد کفر سے بھی کافر نہیں ہوتا تو پھر اگر اس قسم کے عقائد کو عقائد کفریہ کہنا ہی غلط ہوگا یا تسلیم کرنا چاہئے کہ یہ تین افعال کوئی ایسا مضبوط قلعہ ہیں جس کو کفر و شرک کی ببار بھی مضرت رساں نہیں ہو سکتی۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کی فطرت بہت کمزور ہے وہ گناہ کی طرف رغبت کر سکتی ہے اس میلان میں قدرت نے

مَا ضِيءٌ مِّنْ بَعْثٍ إِلَى اللَّهِ إِلَّا أَنْ يُقَاتِلَ أَخِرُهُ هَذِهِ الْأُمَّةُ الدَّجَالُ لَا يُبْطِلُهُ جُزْءُ جَانِبٍ وَلَا كَعْدُ
عَادِلٍ وَالْإِيمَانُ بِالْأَقْدَارِ (رحمہ اللہ ابو داؤد)

اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے، جہاد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جاری رہے گا۔ یہاں تک کہ اس امت کے
آخر میں ایک شخص آکر دجال سے جنگ کرے گا۔ کسی منصف بادشاہ کے انصاف یا کسی ظالم کے ظلم کا بہانہ
لیکر جہاد ختم نہیں کیا جاسکتا (۳)، اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ایمان لانا۔ (ابو داؤد)

بھی اس کو معذور تسلیم کیا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنی اس کمزوری کی توجہ واستغفار کے ذریعہ تلافی کرے لیکن شرک
و کفر کی طرف میلان انسان کی فطرت نہیں یہ خلاف فطرت ہے۔ اس میں کوئی انسان معذور نہیں رکھا جاسکتا یہ
اپنے خالق سے کھلی مخالفت اور اعلان بغاوت ہے اس لئے اس کے بعد اس کا شمار دشمنوں کی صف میں ہونے لگتا ہے
یہ کمزوری نہیں کہ اسے نباہ لیا جائے بلکہ سرکشی و بغاوت ہے۔ افسوس ہے کہ ہمارے دور میں اس اہم حدیث پر صحیح
طور پر غور نہیں کیا گیا اس لئے کسی نے تو محض فروعی اختلافات کی بنا پر ایک دوسرے پر کفر کی بوجھ شروع کر دی اور کسی نے
متفق علیہ کفریات کے ہوتے ہوئے بھی کفر کا حکم لگانے میں احتیاط برتی۔

حالانکہ اس حدیث میں نہایت صفائی کے ساتھ یہ تنبیہ کر دی گئی تھی کہ جن اخلاقی پرکھیر کی ممانعت کی گئی ہے
وہ عقائد کفریہ، ضروریات دین کا انکار اور دین کا استحقاق نہیں بلکہ صرف وہ علی فروگزاشتیں ہیں جن کو معاصی و دوزخ
کہا جاتا ہے۔ فقہ میں اہل قبلہ کا عنوان بھی ان ہی لوگوں کے لئے اختیار کیا گیا تھا جنہیں اسلامی اصول کے ساتھ کوئی اختلاف
نہیں گویا قبلہ اصول اسلامی کا ایک ایسا مرکزی نقطہ ہے کہ جو شخص اس میں متفق ہو گیا اہل بقیہ اصول میں بھی متفق ہوتا
ضروری ہے لہذا اب اس کا اختلاف اگر ہوگا تو صرف فروعیات ہی میں ہوگا۔ صرف فروعی اختلاف سے کسی کو کافر قرار
دینا صحیح نہیں۔ احادیث میں بھی کلمہ توحید کو تمام اسلام کا سرنامہ بنادیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے بہت سے مقامات پر
توحید کے ساتھ رسالت کا ذکر بھی نہیں اور صرف توحید کے عقیدہ پر حجت کی بشارت مذکور ہے۔ پس جس طرح احادیث
میں کلمہ توحید کے اقرار کا مطلب تمام اسلامی اصول کا اقرار ہے۔ اسی طرح یہاں بھی اہل قبلہ کا مطلب سمجھنا چاہئے۔
ہمارے نزدیک حدیث و مستقبل قبلہ ان لوگوں کے متعلق ارشاد ہوئی ہے جو کفر کی زندگی چھوڑ کر حال میں اسلامی
زندگی میں داخل ہوئے ہیں اور حضرت انسؓ کی اس حدیث کا تعلق مسلمانوں کے باہمی فروعی اختلافات کے ساتھ ہے۔ کھلے ہوئے
کافروں سے نہ اس حدیث کا تعلق ہے نہ اس کا۔ مسئلہ کذاب بھی مدعی اسلام تھا بلکہ کسی حد تک آپؐ کی رسالت کا
بھی محرف تھا مگر کیا اسلام کی تاریخ میں اس حدیث کی وجہ سے اس کو مسلمان سمجھا گیا، کیا جن لوگوں نے صرف
ایک زکوٰۃ کا انکار کیا تھا اگرچہ وہ اہل قبلہ تھے نازیہ بھی ہماری طرح پڑھتے تھے۔ ہمارے ذمہ کھانے سے بھی
انہیں کوئی استنکاف نہ تھا ان کو معذور رکھا گیا ہرگز نہیں بلکہ ان سے جنگ کی گئی اور اس بنا پر ہی کہ اس وقت جماعت
صحابہ نے ان کو مرتدین کی فہرست میں شمار کیا تھا تو صحیح ہے کہ اسی قسم کے کسی اور منکر فرض قطعی کو مرتد شمار نہ کیا جائے۔ خلاصہ
یہ ہے کہ اس حدیث میں جو حقیقت بتائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ فروعی اختلافات کی بنا پر کسی کو کافر نہ کہنا چاہئے اسلامی زبان میں اس کا
لقب فاسق ہے کافر نہیں۔ یہ ایک اہم اصلاحی آئین ہے اگر امت اس پر عمل کرتی تو آج اس کا شیرازہ یوں نہ بکھرتا۔

من قتل نفسه لم يکفر

(۳۸۱) عَنْ جَابِرٍ أَنَّ الطُّفِيلَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الدُّوسِ أُنِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ لَكَ فِي حِصْنٍ حَصِينٍ وَمَنْعَةٍ قَالَ كَانَ لِي دُورٌ حِصْنٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنِي ذَلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي دَخَرَ اللَّهُ لِلْأَنْصَارِ قُلَمًا هَاجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ هَاجَرَ الطُّفِيلُ بْنُ عَمْرٍو هَاجَرَ مَعَهُ جُلُومٌ مِنْ قَوْمِهِ فَأَجْتَرُوا الْمَدِينَةَ فَمِنْهُمْ قَوْمٌ فَأَخَذُوا مَشَاقِصَ لَهُ فَقَطَعُوا بِهَا بَرَأجَهُ فَنَحَبَتْ يَدَاهُ حَتَّى مَاتَ قَرَأَهُ الطُّفِيلُ بْنُ عَمْرٍو فِي مَنَامِهِ قَرَأَهُ وَهَيَّئَتْهُ حَسَنَةً وَرَأَاهُ مُغْطِيًا يَدَيْهِ فَقَالَ مَا صَنَعْتَ بِكَ رَأَيْتُكَ فَقَالَ عَمْرٍو لِي يَهْجُرُنِي إِلَى نَيْبِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ مَا لِي أَرَأَيْتَ

خودکشی کرنے والا کافر نہیں

(۳۸۱) جابر سے روایت ہے کہ طفیل بن عمرو والدوسی (اپنے قبیلہ کی طرف ہجرت کرنے کی درخواست لیکر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ ایک مضبوط قلعہ اور محافظہ جماعت کی طرف ہجرت کرنا منظور فرما سکتے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قبیلہ دوس کے پاس ایک قلعہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خوش نصیب کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے انصار کے لئے مقدر فرمادی تھی ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت کی تو طفیل بن عمرو اور ان کی قوم کے ایک اور شخص نے بھی ساتھ ساتھ ہجرت کی۔ اتفاق یہ کہ مدینہ کی آب و ہوا انہیں موافق نہ آئی ان کا رفیق بیمار پڑ گیا اور . . . تکلیف برداشت نہ کر سکا اس نے اپنے تیر کا پیکان نکال کر اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے اس کے ہاتھوں سے خون بہہ نکلا یہاں تک کہ اس کی وفات ہو گئی۔ طفیل بن عمرو نے انہیں خواب میں دیکھا تو صورت ان کی بہت اچھی تھی مگر ہاتھ ڈھکے ہوئے تھے۔ دریافت کیا کہ تمہارے پروردگار نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا انہوں نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کرنے کی برکت سے مجھے بخش دیا گیا

(۳۸۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغفرت میں بھی تجزیہ ہو سکتا ہے جہاں مغفرت نے طفیل کے رفیق کے سارے جسم کو تو گمیر یا تھانگرا بات ابھیر میں بجا دست اندازی کی وجہ سے اس کے ہاتھوں کو چھوڑ دیا تھا۔ غصہ کی یہی خوش نصیب تھا کہ اس کا مقدر رحمۃ اللعالمین کے سامنے اگیا اور آپ کے بارگاہ میں اس کی سفارش کیلئے اللہ کے پھر کیا تھاراحت کی راگ لگ کر گمیر یا

مُخَلِّيًا يَدَيْكَ قَالَ قِيلَ لِي لَنْ نُسَلَّمَ وَنَفَّصَهَا الطَّفِيلُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ وَلِيْدَ يَدَيْ فَاغْفِرْ (رواه مسلم)

لا یجب فی الایمان العلم بصفات اللہ تعالیٰ تفصیلاً

(۳۸۲) عَنْ مُعَوِیَّةَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ جَرِيرَةٌ كَانَتْ لِي تُزَعِّي عَمَّا لِي يُجِدُّهَا وَقَدْ فَقَدْتُ شَأْنًا مِنَ الْعَمَلِ سَأَلْتُهَا عَنْهَا فَقَالَتْ أَكَلَهَا الذِّئْبُ فَأَسَفْتُ عَلَيْهَا وَكُنْتُ مِنْ بَنِي آدَمَ كُلِّطَمْتُ وَجْهَهَا وَعَلَى

بھران سے پوچھا کہ تم اپنے ہاتھ دھانکے ہوئے کیوں نظر آرہے ہو، اس نے کہا مجھ سے یہ کہہ دیا گیا کہ تم نے جو خود بگاڑا..... ہم اسے نہیں سنواریں گے طفیل نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا آپ نے دعا فرمائی اے اللہ اس کے ہاتھوں کی بھی بخش فرما۔ (مسلم)

اللہ تعالیٰ کی صفات پر اجمالی ایمان کافی ہے

(۳۸۳) سَعْدَةُ بْنُ حَكْمٍ رَوَيْتُ فَرَبْتُهُ فِي كَيْفِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خِدْمَتِهِ فِي حَاضِرِهِ وَأَمْرِهِ فِي عِزِّهِ كَيْفَ بَانِي سَمِيْرِي اِيَكِ بَانِي سَمِيْرِي كَبْرِيَا جَلَا كَرْتِي فِي هِي اِسْ كَيْ بَانِي اَيَا تَوَجَّهِي اِنِّي كَبْرِيَا فِي اِيَكِ كَبْرِيَا فِي اِسْ سِي دَرِيَا فِتْ كَيَْا تَوَلِيَا كَيْ بِيْشِي نِي سَهَا ثَكْنِيَا جِي اِسْ كَيْ بِيْشِي غَمِّ هُوَا اَخْرِيَا اَدِي تَحَا اِسْ كَيْ مَنِيْ اِيَكِ تَحِيْثِيْ رَا دِيَا مِيْ رِيْ ذَمِيْ (كَيْ كَفَا رِيْ وَغِيْرِيْ كَيْ لِيْ اِيَكِ)

(۳۸۲) ایمان کے لئے اللہ تعالیٰ کی صفات کا ایک سادہ اور سیدھا علم کافی ہے اس میں علم کلام کی موشگافیاں قطعاً غیر ضروری ہیں مثلاً یہ ایمان کہ اللہ تعالیٰ کے لئے آسمان کی جہت موزوں ہے، اگر اس کو فلسفی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اس کی ذات کا جہت و مکان میں متعین ہونا لازم آتا ہے۔ یہ درست ہے مگر ہر عالم اور عامی شخص کو اس کا مکلف بنانا نہیں جاسکتا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایسا ایمان لائے جو تشبیہ اور تنزیہ کے درمیان ہو اس لئے یہاں اجمالی تنزیہ کافی سمجھ لی گئی ہے اگرچہ ایک فلسفی کی نظر میں یہ تشبیہ ہی کیوں نہ ہو جائے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ لفظی تشبیہ اسی حد تک قابل ہر داشت ہو سکتی ہے جب تک کہ عقیدہ میں قطعی تنزیہ موجود ہو یا کم از کم نیا دا ثبات اس سے کوئی بحث نہ ہو۔ لیکن اگر عقیدہ میں اثبات تشبیہ داخل ہو جائے تو اب یہ حدود ایمان نہیں رہیں۔ مثلاً عبادہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے آسمان کی جہت ثابت کی جاتی ہے مگر یہ اس وقت تک ہی قابل اغماض ہو سکتا ہے جب تک کہ تشبیہ میں عقیدہ ہی خوب مضبوط اور مستحکم موجود ہے کہ اس نسبت کا مفہوم اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سوا اور کچھ نہیں۔

رَقَبَةً أَوْ أَغْنَتْهَا فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ فَقَالَتُ فِي السَّمَاءِ فَقَالَ
مَنْ أَنَا فَقَالَتُ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعَنْتُهَا سِرَّاءَ
مَالِكٍ وَفِي سِرَّاءِ مُسْلِمٍ إِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ۔

(۳۸۳) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّهُ جَاءَ بِأَمَةٍ سَوْدَاءَ وَ

غلام آزاد کرنا بھی ہے۔ کہے تو اسی باندی کو (اس کے عوض میں) آزاد کر دوں آپ نے اس باندی سے
پوچھا بتا اللہ تعالیٰ کہاں ہے وہ بولی آسمان میں، آپ نے فرمایا میں کون ہوں اس نے کہا اللہ تعالیٰ کے
رسول، فرمایا اچھا اسے آزاد کر دو اور سلم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ یہ مومنہ ہے۔ (موطأ مالک)

(۳۸۳) عبد اللہ بن عبد اللہ ایک انصاری شخص سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک سیاہ باندی

ہم پہلے بھی بالتفصیل لکھ چکے ہیں کہ اسلام نے فلاسفہ کی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی اتنی تنزیہ کرنی
نہیں بتائی کہ ایک مادی انسان کے لئے اس کی ذات و صفات میں کوئی کشش ہی باقی نہ رہے بلکہ اس حد تک تشبیہ کی
بھی اجازت دیدی ہے جہاں تک انسان کی فطرت کی جائزیت اس کو مقفی ہو سکتی ہے اور تجسیم پیدا نہیں ہوتی لیں
کشتہ شئی ھو السعیم البصیر۔ اس آیت میں بھی تشبیہ کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر تشبیہ سے منزہ و مبرا ضرور
ہے مگر ایسی منزہ بھی نہیں کہ اس کے متعلق سمیع و بصیر کا تصور کرنا بھی اس کی تنزیہ کے خلاف سمجھا جائے وہ سمیع و بصیر
ہے مگر یہ مثال اسی طرح اس کے لئے آسمان کی جہت بھی ثابت ہے مگر مکان کی طرح نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی
صفات کے حق میں اثباتی پہلو میں صرف اجمالی اجمالی علم حاصل ہو سکتا ہے۔ البتہ سلبی پہلو میں متنی تفصیل حاصل ہو
ہو سکتی ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ جب اثباتی پہلو میں کوئی لفظ استعمال کیا جائے تو اسی وقت اس میں تشبیہ کی بو آئے لگتی
ہے۔ سوچو کہ اگر اس کے لئے صفت سمیع و بصیر ثابت کرنا چاہیں تو اگر اسے سمیع و بصیر کہیں تو اور کیا کہیں اس لئے ذات
پاک کی وسعت اور الفاظ کی تنگی کے تجاذب سے بعض جگہ تشبیہ برواشت کر لی گئی ہے بشرطیکہ عقیدہ تشبیہ سے گرد آلود
نہ ہونے پائے۔ ایک ایسا نازک موقع ہے جہاں اسلام و کفر کی سرحدیں بہت ہی نزدیک ہو جاتی ہے نصاریٰ نے خدا کے
رسول کے لئے اپنے زعم میں صرف ایک پر عظمت کلمہ سجد کران کو ابن اللہ کہہ دیا اور یہ غور نہ کیا کہ اس کلمہ تشبیہ کی
روکھاں جا کر پڑتی ہے اسی لئے فرمایا اَنِّیْ یُکُوْنُ لَہٗ وَلَدٌ وَ لَہٗ تَنٰکُلٌ لَہٗ حَمَیْمٌ جَدَّةٌ۔ بھلا خدا کے بٹا کہاں سے
ہو سکتا ہے جب کہ اس کے لئے بی بی نہیں۔

پس نہ ہر تشبیہ قابل اغماض ہے اور نہ ہر شخص قابل معافی ہے اسی لئے علماء اللہ تعالیٰ پر مشوق کا لفظ اطلاق
کرنا پسند نہیں کرتے اور اسی طرح ان تمام الفاظ سے بھی احتراز کرنا ضروری سمجھتے ہیں جن کو ارباب سکر نے اپنے عالم بخودی
میں بڑے ذوق کے ساتھ استعمال کر لیا ہے۔ ان احوال و مواجید سے خالی حضرات کو ان الفاظ میں بڑی احتیاط لازم
نہ ہر کہ سر برتر اشد قلندر کی داند

(۳۸۳) حضرت شاہ ولی اللہ نے اس حدیث پر رحمۃ اللہ میں دو جگہ کلام فرمایا ہے ایک باب التیسیر میں

قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ عَلَى رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ فَإِنْ كُنْتُ تُرَى هَذِهِ مُؤْمِنَةً أَعْتَقَهَا فَقَالَ لَهَا
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَشْهَدُ بِي أَنْي رَسُولُ اللَّهِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ أَتُؤْمِنُ بِي
بِالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ أَعْتَقَهَا. مراد احمد قال الهيئتی رجال الصمیم و
مراد مالک ایضا قال السیوطی فی تنویر الحوالک ودری عن ابی هريرة موصولا ایضا

لیکرتے اور عرض کی یا رسول اللہ میرے ذمہ ایک مسلمان باندی آزاد کرنا واجب ہے اگر آپ کے نزدیک
یہ مؤمن ہوتی اسے ہی آزاد کر دوں آپ نے اس سے پوچھا کیا تو اس بات کی قائل ہے کہ میں اللہ کا
رسول ہوں وہ بولی جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کیا موت کے بعد پھر جینے کو مانتی ہے وہ بولی جی ہاں۔
آپ نے فرمایا اسے آزاد کر سکے ہو۔ (مسند احمد)

ومن ان الشارح لم یجأ لطلبهم الا على ميزان العقل المودع في اصل خلقه ثم قبل ان يتعاونا فادقائي الحكمة
والكلام والاصول واشتد لنفسه فمقال الرحمن على العرش استوى. وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لا مردة سوداوين الله فاشارت الى السماء فقال هي مؤمنة (دع ص ۸۹) رسول تیسری ایک اہل بی ہے کہ شریعت
ان کو صرف اس بات کا مکلف بنائے جس کے سمجھنے کی ان میں دقائن فلسفہ و علم کلام پڑھنے سے پہلے قدرتی صلاحیت
موجود ہو مثلاً یہ کہ انسانی فطرت میں اللہ تعالیٰ کے لئے جہت علو ثابت ہے، ایک جاہل اور ایک عالم جب دعا کرتا ہے
تو اس کی نظر بے اختیار آسمان کی جانب اٹھ جاتی ہے شریعت نے بھی اس فطرت کو جمال تسلیم کر لیا ہے اسی لئے
قرآن و حدیث میں بھی خدا تعالیٰ کی طرف اس جہت کی نسبت ہوئی جلی جاتی ہے۔ الرحمن علی العرش استوی۔
حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیاہ باندی سے پوچھا اللہ تعالیٰ کہاں ہے اس نے آسمان
کی طرف اشارہ کر دیا آپ نے فرمایا یہ مؤمنہ ہے۔ دوسری جگہ باب طبقات الامت باعتبار خروج الی الکمال المطلوب
اور نہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ و قوم نقصت عقولہم کاکثر الصبیان والمعتزمین والفلاحین والارقاء وکثیر
زعیمہم الناس اعمہ لایاس بجمہر اذا انفر حالہم عن الرسوم بقوا لا عقل لہم فاو لکلی یکنق من اہل اعمہ عقل
ما لکنفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الجاریۃ السوداء سألہا عن الله فاشارت الى السماء وسم
اصحاب الاعراف انما یرواہم من یتشبہوا بالمسلمین لیل متفرق الکلمۃ (دع ص ۹۲) ہذا (بعض لوگ
ایسے ہوتے ہیں جن کی عقلیں قدرۃ ناقص ہوتی ہیں جیسے بچپن کے زمانہ میں اکثر لڑکے اور بعض بے عقل لوگ اور کان طبع
اور غلام اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے متعلق بظاہر یہ گمان ہوتا ہے کہ ان کی عقلوں میں کوئی نقصان
نہیں لیکن جب ان کے حالات سے ان کو جانچا جاتا ہے تو وہ بے عقل ثابت ہوتے ہیں۔ اس قسم کے انسانوں کا صرف
اتما جمل سامان کافی سمجھ لیا جاتا ہے جتنا کہ آپ نے اس سیاہ باندی سے قبول فرمایا تھا جس سے آپ نے دریافت
کیا تھا کہ خدا تعالیٰ کہاں ہے تو اس نے آسمان کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔

حضرت شاہ صاحب موصوف کی ان ہر دو تحقیقات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اجمالی ایمان دو صورتوں میں منبر

(۳۸۳) عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنِ الشَّرِيدِ (بن سويد) أَنَّ أُمَّهُ وَصَّتْ أَنْ يُعَيَّنَ عَنْهَا رَقَبَةٌ مُؤْمِنَةٌ
فَسَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ عِنْدِي جَارِيَةٌ سَوْدَاءُ تُؤَيِّنُنِي فَأَعِنْتَهَا
فَقَالَ لَسْتُ بِهَا فَدَعَوْتُهَا فَجَاءَتْ فَقَالَ لَهَا مَنْ رَبُّكَ قَالَتْ اللَّهُ قَالَ مَنْ أَنَا فَقَالَتْ رَسُولُ اللَّهِ
(صلی اللہ علیہ وسلم) فَقَالَ أَعْنَيْتَهَا فَأَتَاهَا مُؤْمِنَةٌ - مراد احمد قال البیهقی مراد البزار والطبرانی فی الاوسط الا انه قال
لها من ربك فاشارت برأسها الى السماء فقالت الله - ورجاله موقوفون - ورجاه ابوداؤد والنسائی ایضا۔

(۳۸۴) ابوسلمہ شریب سے روایت کرتے ہیں کہ ان کی والدہ نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ ان کی جانب سے
ایک مومن بڑھ آزاد کر دیں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا اور کہا
میرے پاس شہر نوربہ کی ایک سیاہ باندی ہے میں اسے آزاد کر دوں، آپ نے فرمایا اسے (یہاں) لاؤ
میں نے اس کو آواز دی وہ آگئی۔ آپ نے اس سے پوچھا تیرا رب کون ہے وہ بولی اللہ پھر آپ نے پوچھا
اور میں کون ہوں وہ بولی اللہ کے رسول، آپ نے فرمایا جاؤ آزاد کر دو یہ مومنہ ہے۔ (مسند احمد)

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) ہوتا ہے۔ کہیں مسئلہ کی نوعیت ہی ایسی ہوتی ہے اور کہیں مکلفین کی نوعیت کا فرق ہوتا ہے
خلافت علو کا مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ دلائل فلسفہ سے قطع نظر یہی بات ہر انسان کی فطرت
میں مرکوز ہے اس لئے یہاں عاقل اور غیر عاقل کی کوئی تقسیم نہیں سب کے لئے اس جہت کا اجمالا انتساب جائز ہے بلکہ خود
قرآن ہی انسان کی اسی فطرت کے مطابق نازل ہوا ہے اس نے بھی اپنے بیان میں جا بجا اسی نسبت کو استعمال کیا ہے۔
دوسری صورت یہ ہے کہ بعض انسان اپنی فطری عقل یا اپنے ماحول کے تاثرات سے اتنی صلاحیت ہی نہیں رکھتے
کہ مسئلہ کو پوری گہرائی کے ساتھ سمجھ سکیں۔ شریعت بھی ایسے لوگوں سے ان کی عقل سے زیادہ فہم کا مطالبہ نہیں کرتی
اور عام مسلمانوں کے ساتھ ان کی اجمالی شرکت کافی سمجھتی ہے تاکہ موجب تفریق و تشدد نہ ہو۔ مثلاً یہی ناخواند
باندی اگر اسے تشبیہ و تنزیہ کے مابین ایمان کا مکلف بنایا جاتا تو وہ یقیناً اس سے قاصر ہوتی اس لئے آپ نے
اس کا اتنا اجمالی سا ایمان ہی کافی سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جہت علو ثابت ہے لیکن ایک وہ شخص جو پوری عقل و
فہم کا مالک ہے اس کا دماغ علوم سے روشن ہو چکا ہے وہ ہر قسم کی باریکیوں کو سمجھ بھی سکتا ہے۔ اس کے لئے اتنا اجمالی
ایمان کافی نہیں ہو سکتا اسے یہ بھی سمجھنا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے اگرچہ یہ جہت ثابت ہو مگر اس کا مطلب
یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس جہت میں موجود ہے۔ (والعیاذ باللہ) اسے صاف طور پر اس کی نفی بھی کرنی ہرگز
پس جس طرح اجمالی ایمان میں مسئلہ کی نوعیت ملحوظ ہوتی ہے اسی طرح ایک بے عقل اور ایک عاقل کا فرق بھی ملحوظ
رہتا ہے۔ حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے وہ ہر دو صورتوں کی مثال بن سکتا ہے۔

(۳۸۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ الرَّحْمَةَ يَوْمَ خَلَقَ مَا مَاءً رَحْمَةً فَأَمْسَكَ عَنْدَهُ تِسْعًا وَتِسْعِينَ رَحْمَةً وَأَرْسَلَ فِي خَلْقِهِ كُلِّهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً فَلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ بِكُلِّ الَّذِي عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الرَّحْمَةِ لَمَيَّاسٌ مِنَ الْجَنَّةِ وَلَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ بِكُلِّ الَّذِي عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الْعَذَابِ لَمَيَّاسٌ مِنَ النَّارِ (مرآۃ البحاری)

(۳۸۶) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ أَنَّى رَجُلٌ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَفَرَأَيْتَ بَارِسُوْلَ اللَّهِ فَقَالَ أَفَرَأَيْتَ أَشْكَالًا مِنْ ذَوَاتِ الرِّاءِ فَقَالَ كَثُرَتْ سِنِّي وَأَسْتَدَا

(۳۸۵) ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جس دن رحمت کو بنایا تھا اسی دن اس کے سو حصے کر دیے تھے ننانوے حصہ اپنے پاس رکھے تھے اور صرف ایک حصہ ساری مخلوق کے لئے رکھ دیا تھا اس لئے اگر کافر کہیں اللہ تعالیٰ کی پوری رحمت جان لیں تو کبھی اس کی جنت سے نا امید نہ رہیں اور اگر مومن اللہ تعالیٰ کے پورے عذاب کو جان لیں تو کبھی دوزخ سے نڈر نہ رہیں۔ (بحاری شریف)

(۳۸۶) عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کچھ پڑھنے کے لئے بتا دیجئے آپ نے فرمایا وہ تین سورتیں پڑھ لیا کہ جن کے شروع میں الف۔ لام۔ را ہے۔ اس نے عرض کیا میری عمر اب زیادہ ہو چکی ہے

(۳۸۵) بندہ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے عذاب کا اجمالی ہی تصور ہو سکتا ہے اگر اس کی غیر متناہی طاقتوں کا اس کو علم ہو جائے تو اس کی کمزور فائزاتوں فطرت کا توازن بگڑ جائے اور رحمت کے سامنے عذاب کو قبول جائے اور عذاب کے سامنے رحمت کو فدا کر دے۔ اس کے عمل کی گنتی اس وقت تک چل سکتی ہے جب تک کہ اس کے خوف درجہ کے دونوں بازو حرکت کرتے رہیں۔ اسی لئے قرآن کریم نے ہر جگہ جنت کے ساتھ دوزخ، نعمت کے ساتھ نعت اور عذاب کے ساتھ ثواب کا ذکر کیا ہے۔ بنی عبادی اِنِ اِنَّا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ وَاِنْ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيمُ۔ دیکھئے دونوں تفسیروں میں کتنا درجہ پھر ان میں متنا توازن ہے۔ اسی مضمون کی ایک حدیث ترجمان السنہ جلد اول صفحہ ۳ پر بھی گذر گئی ہے۔

(۳۸۶) ترجمان السنہ جلد اول صفحہ ۳ پر مضمون شلبہ کی زبان ہے یہی اسی قسم کے کلمات تھے اور واقعہ یہ ہے کہ ایک ماہ مغرب شخص کی زبان سے اطاعت و فرمانبرداری کے کلمات اس سے جبرہ کر دے اور کل بھی نہیں سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اعتقادات کے بارے میں اپنی اتنی امت کے لئے اجمالی ایمان کافی سمجھایا ہے اسی طرح عمل کے دائرہ میں بھی انہیں ہر ایک پر تفصیلی دین کا بوجھ نہیں ڈالا ایک غیر تعلیم یافتہ باندی کا توحید و رسالت پر اجمالی ایمان قبول فرمایا اسی طرح ایک نو مسلم کو صرف قرآن مجید پر عمل پیرا ہر جانے سے نکلنے کی بشارت سنائی اسی طرح یہاں بھی اس ضعیف البشر شخص کو قرآن کی ایک مختصر سورت پڑھ

ثُمَّ تَأْدَى اللَّهُمَّ أَحَبِّنِي وَمَحَمَّدٌ أَوْ لَا تُشْرِكْ فِي رَحْمَتِنَا أَحَدًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَقُولُونَ مُوَاضِلًا أَمْ بَعِيدَةً أَلَمْ تَسْمَعُوا إِلَى مَا قَالَ قَالُوا بَلَى - (رماء البهادر)

اذا استشكل شيء من حجج قائل علم التوحيد فليعتقد بما هو الصواب عند الله

(۳۸۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَقْرَءُونَ التَّوْرَةَ بِالْحِجْرَانِ وَيُفَسِّرُونَهَا
بِالْعَرَبِيَّةِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَدِّقُوا أَهْلَ الْكِتَابِ
وَلَا تَكْلِمُوا بُوَهُمُ قَوْلُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا - (رماء البهادر)

(۳۸۹) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تَلَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ آيَةً هِيَ الَّتِي
أُنْزِلَ عَلَيْكَ الْكِتَابُ مِنْهَا آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ إِلَى قَوْلِهِ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَهْلُ الْكِتَابِ قَالَتْ قَالَ

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ہم دو کے سوا اور کسی کو اس میں شریک نہ کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا تم اس میں اور اس کے اوٹ میں زیادہ نا فہم کس کو کہو گے تم نے بھلا سنا اس نے کیا کلمہ کہا ہے
صحابہ نے عرض کیا جی ہاں سنا۔ (ابوداؤد)

عقائد کے مسائل میں جب کہیں الجھن پیش جائے تو جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ایسا ہے پر اجماع الایمان لانا کافی ہے

(۳۸۸) ابوسہرہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب عبرانی زبان میں تورات پڑھا کرتے اور مسلمانوں کے سامنے
عربی زبان میں اس کی تفسیر کیا کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب
صرف جملہ انسا کذباً کہو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس قرآن پر جو ہم پر اتارا گیا ہے۔ (بخاری شریف)

(۳۸۹) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی ہو الٰہی
اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پاک ہے جس نے قرآن کریم نازل فرمایا اس میں دو قسم کی آیات ہیں محکمات اور مشابہات
(آیات محکمات اپنے معنی میں واضح اور کھلی ہوئی ہیں اور مشابہات اپنی مرادوں میں واضح نہیں ان پر جملہ ایمان

انہ ازمیں کوئی نامناسب کلمہ نہ مل گیا ہے تو کوڑے بغیر تو آپ نے اس کو کبھی نہیں چھوڑا مگر اس انداز کی سخت گیری بھی نہیں فرمائی ۔
کسی اور بچے علم و فہم کے شخص سے کی جاتی۔ اور اس کی جانب سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا ایک اجمالی تصور قابلِ اطمینان سمجھایا ہے
(۳۸۸) یہ مسئلہ بہت اہم مسئلہ تھا کہ ذات و صفات کے جن مسائل میں پر بھی حقیقت منکشف نہ ہو سکے ان کے
مضائق کیا صورت اختیار کرنی چاہئے۔ علماء کی تحقیق یہ ہے کہ ایسے مسائل میں جو صورت اللہ تعالیٰ کے علم میں صواب ہو۔
سرور است اسی پر اجماع الایمان رکھنا کافی ہے۔ البتہ آئندہ اس کی تحقیق کی نظر میں نگاہ بنانا چاہیے

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّا رَأَيْنَا الَّذِينَ يَنْتَبِعُونَ مَا كُنَّا بَيْنَهُمْ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ
سَمِعَ اللَّهُ (عَزَّ وَجَلَّ) قَا حُذِّرْهُمْ (مرآۃ البخاری)

الاحکام تجری علی الظاہر واللہ یتولی السرائر

(۳۹۰) إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ إِنَّ أَنَا سَاكِنُونَ
بُخْدُونَ يَا لَوْخِي فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّ الْوَحْيَ قَدْ انْقَطَعَ وَلَمْ يَأْتِ

لے آنا چاہئے لیکن جن کے دلوں میں کجی کا مضمون ہوتا ہے وہ ان ہی آیتوں کے معنوں کی تلاش کے پیچھے
پڑے رہتے ہیں اور نخبہ علم کے لوگ صرف یہ کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں اس کے جو معنی بھی ہوں
ہم اس پر ایمان لائے (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہؓ جب
تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو مشابہات کے معانی معلوم کرنے کے درپے ہوں تو ان سے بچتی رہنا کیونکہ یہی وہ لوگ
ہیں جن کا قرآن نے نالغین نام رکھا ہے۔ (بخاری شریف)

اسلامی احکام ظاہری حالات پر نافذ نہیں گئے اور اندرونی حالات کا حساب ایتعالیٰ کے حوالہ رہیگا

(۳۹۰) عبد اللہ بن عبیدہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حمزہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ میں لوگوں کی گرفت وحی کے ذریعہ سے ہوا کرتی تھی اب وحی تو منقطع ہو گئی اس لئے اب
ہم صرف تمہارے ظاہری اعمال پر گرفت کیے اگر کوئی شخص ہمارے سامنے ایسے افعال کرے گا اس کو تو

وإذا اشكل على الانسان شيء من دفتان	جب علم توحید و عقائد کے کسی باریک مسئلہ میں الجھن میں آجائے
علم التوحيد فينبغي لمان يعتقد في الحال	تو سر دست اس کے تسلط اجمالاً ایمان لے آنا کافی ہے کہ اس
ما هو الصواب عند الله تعالى الى ان يجد	مسئلہ میں اللہ کے نزدیک جہد و جہد اب ہوا ہی پر جہاد اعتقاد ہے
علما فيسأله ولا يصح ما خيرا الطلبة لا	یہا جلی ایمان اس وقت تک کافی ہو گا جب تک اس کو کوئی عالم
يعذر ما لوقفت فيه ويكفران وقف	نہ لے جب کوئی محقق عالم جلتے تو اس کو تحقیق کرنی ضروری ہوگی۔
ولما رددت فائق علم التوحيد شيئا من الاشك	اور اب تحقیق و تفتیش کے بغیر بیٹھے رہنا کفر ہوگا۔ یہ یاد رکھنا
والشبهة فيها ما ضاها للايمان ومناقضا	چاہئے کہ یہاں علم توحید کے باریک مسائل سے وہ مسائل مراد
لا يمان بذات الله تعالى وصفته ومعرفة	ہیں جن میں شک و شبہ کرنا ایمان کے منافی ہو۔
كيفية المؤمنين بمباحوال اخرته . (شرح تكملة)	میں جن میں شک و شبہ کرنا ایمان کے منافی ہو۔
	(شرح تكملة) (باقی بر صفحہ ۱۳۳)

تَأْخُذُكُمْ الْآنَ بِمَا ظَهَرْتُمْ لَنَا مِنْ أَعْمَالِكُمْ مِمَّنْ أَظْهَرْتُمْ لَنَا خَيْرَ الرِّمَاءِ وَكَثْرَ بَنَاتِهِ وَكَيْسَ الْبَنَاتِ مِنْ سَرِيرَتِهِ قَتْلَى. اللَّهُ مُحَاسِبُهُ فِي سَرِيرَتِهِ وَمَنْ أَظْهَرْتُمْ لَنَا شَوْكَهُ فَاثْمُهُ وَلَمْ تُصَدِّقْهُ وَلَنْ قَالَ أَنَّ سَرِيرَتَهُ حَسَنَةٌ (رحمہ اللہ البخاری)

(۳۹۱) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الرَّبِيعِ عَنْ عُثْبَانَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَلَقِيْتُ عُثْبَانَ فَقُلْتُ حَدِيثُ بَلْعَنِي عَنَّا قَالَ أَصَابَنِي فِي بَصَرِي بَعْضُ الشَّيْءِ فَبَعَثْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَحِبُّ أَنْ تَأْتِيَنِي تُصَلِّيَ فِي مَنْزِلِي فَأَتَيْتُهُ مُصَلًّى قَالَ فَأَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ شَأْنِهِ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَدْ خَلَّ وَهُوَ يُصَلِّي فِي مَنْزِلِي وَأَصْحَابِي يَتَخَذُونَ بَيْنَهُمْ لُحْمًا أَسْنَدًا وَعَظْمًا ذَلِكَ وَكَثْرَتُهُ إِلَى مَالِكِ بْنِ دُخْنَمٍ قَالَ

امن دیں گے اس کی عزت بھی کریں گے اور اس کے اندرونی حالات سے ہیں کوئی بحث نہ ہوگی اس کا حساب لینے والا خدا تعالیٰ ہے اور جو ہمارے سامنے برے افعال کرے گا اس کو ہم امن نہیں دیں گے اور ہرگز اس کی تصدیق نہیں کریں گے اگرچہ وہ یہ کہتا رہے کہ میرا باطن بیت اچھا ہے۔ (بخاری شریف)

(۳۹۱) اس روایت کرتے ہیں کہ محمد بن ربیع نے مجھ سے بیان کیا کہ میں مدینہ آیا تو عثمان بن مالک سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے کہا۔ آپ کی ایک حدیث مجھے بالواسطہ پہنچی ہے انہوں نے فرمایا (جی ہاں سنئے) میری نظر میں کچھ نقصان تھا اس لئے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلا بھیجا میری قاضی کتاب میرے گھر تشریف لاتے اور کسی جگہ اگر ناز پڑھ لیتے تو میں اسی کو اپنی ناز پڑھنے کی جگہ مقرر کر لیتا۔ وہ بیان کرتے ہیں آپ تشریف لے آئے اور جن جن محلہ نے چاہا وہ بھی آپ کے ہمراہ آگئے۔ آپ میرے گھر میں نماز ادا فرمانے لگے اور میرا آپس میں کچھ باتیں کرنے میں مصروف ہو گئے اور ان باتوں کا زیادہ تر زحمہ دار مالک بن دُخْنَم کو قرار دیا وہ چاہتے یہ تھے کہ آپ اس کے حق میں بدو عافرائیں اور وہ تباہ و برباد ہو جائے اور اس کو خوب نقصان پہنچے جب آپ نماز سے فارغ ہو چکے تو آپ نے فرمایا کیا یہ شخص یہ گواہی نہیں دیتا

دقیقہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) ان کے علاوہ جن مسائل کا علم ایمان کے لئے ضروری نہیں ان کا حکم بھی یہی ہے یعنی ان کے متعلق بھی اجمالی ایمان لانا کافی ہے۔ مگر ان کی تحقیق و تفتیش کے لئے کسی عالم کی تلاش کی ضرورت نہیں کیونکہ جب خدا ان مسائل کا علم ہی ایمان کے لئے شرط نہیں تو ان کی تحقیق کے لئے عالم کی تلاش کیوں شرط ہو۔ (خروج فقہ الکبرا)

حضرت عائشہؓ کی حدیث میں آیات و تنبیہات کا جو حکم مذکور ہے اس سے بھی اس قسم کے پیچیدہ مسائل کے متعلق بھی حکم متنبہ ہوتا ہے یعنی جس طرح ان آیات و تنبیہات کی مرادیں پر اجالا ایمان لے آنا سورغ فی العلم کی ثانی ہے اسی طرح اہل پیروی مسائل پر بھی اجالا ایمان لے آنا ایمان کی بھٹی کی دلیل ہوگی۔

وَدَّوْا أَنْتَ دَعَا عَلَيْهِ فَمَلَكَ وَوَدَّوْا أَنْتَ صَابَهُ شَرُّ فَقَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ
قَالَ الْكَلْبِيُّ يَحْمَدُ أَنَّ لَكَ السَّلَامَ اللَّهُ وَآبِي رَسُولُ اللَّهِ قَالَ إِنَّكَ تَقُولُ ذَلِكَ وَمَا هُوَ فِي قَلْبِي قَالَ
لَا يَنْهَدُ أَحَدًا أَنْتَ لَكَ السَّلَامُ اللَّهُ وَآبِي رَسُولُ اللَّهِ قَدْ خَلَّ النَّارَ وَنَطَعَهُ قَالَ أَشْرُ
فَأَعْجَبَنِي هَذَا الْحَدِيثُ فَقُلْتُ لِابْنِ الْكَلْبِيِّ فَلَئِنْ رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَغَارِيَّ مَعَ تَغَابِيرِ

(۳۹۲) عَنْ ابْنِ عَائِشَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةِ رَجُلٍ فَلَمَّا
وَضِعَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَا تَصِلْ عَلَيْهِ بِأَرْسُولِ اللَّهِ فَلَمَّا رَجَلَ فَأَجْرًا فَالْتَفَتَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِنْكُمْ عَلَى عَمَلِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ
حَرَسَ نَيْلَةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَفِيَ عَلَيْهِ الثَّرَابُ وَقَالَ
أَهْوَأَبُكَ يَظُنُّونَ أَنَّكَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَأَنَا أَشْهَدُ أَنَّكَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَقَالَ يَا عُمَرُ إِنَّكَ لَا

کہ معبود کوئی نہیں مگر ایک اللہ اور میں اس کا رسول ہوں انہوں نے عرض کیا یہ گواہی تو دیتا ہے لیکن دل سے
نہیں آپ نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص اس بات کی گواہی بھی دے پھر روزِ قیامت میں گواہی دے گا یا
یہ فرمایا کہ آتشِ روزِ قیامت اس کو جلا سکے اس کے کہنے میں کہجے یہ حدیث بہت پسند آئی میں نے اپنے لڑکے سے
کہا اسے قلمبند کر لو اس نے قلمبند کر لی۔ (مسلم)

(۳۹۲) ابن عاصم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے جنازہ کیلئے باہر
تشریف لائے جب جنازہ پہنچے رکھ دیا گیا تو حضرت عمرؓ نے رسول اللہؐ سے فاسق و فاجر آدمی ہے آپ اس کے
جنازہ کی نماز نہ پڑھیں آپ نے لوگوں کی طرف دیکھ کر پوچھا تم میں کسی نے اس کو کوئی اسلامی عمل کوئے ہوئے
دیکھا ہے؟ ایک شخص بولاجی ہاں یا رسول اللہ اس نے ایک شب خدا کی راہ میں پہرہ داری کی ہے میں نے تم کو
آپ نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی اور اپنے ہاتھوں سے خدا اس کو نبی بھی دی اور فرمایا تیرے ماحق تو تیرے
متعلق یہ گمان رکھتے ہیں کہ تو روزِ قیامت ہو گا اور میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ تو جنتی ہے پھر فرمایا عمر! قیامت میں

(۳۹۲) اگر رحمۃ اللعالمین امت کے اس عاصی نہ نازا نہ فرما دیتے تو امت محمدیہ کے ساتھ عاصی اس سادہ جملی
سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوجاتے اس لئے آپ نے سمجھا یا کہ کسی کی غلطی کو تباہی کی بنا پر غاصی سادہ سے اس کو محروم کر دینا
میری شریعت کا آئین نہیں۔ کہہ اسلام پڑھ لینے کے بعد کسی سولہ فتنہ و فحش سے اسلام کا عہد و قادی نہیں ٹوٹتا۔ پس
جب تک یہ عہد قائم ہے اپنے بھائی کے لئے دعا حضرت کہ ہم پر اس کا ایک آخری حق ہے۔ اگر شریعت حنیفہ کی اس
سہولت اور نرمی سے عمر کی طبیعت ماز نہیں کرتی تو نہ کرے مگر ان کو یہ معلوم ہوجانا چاہئے کہ ان معاملات میں سوال صرف
اسلام ہی کے متعلق رہے گا کسی کے اعمال کی تحقیق و تفتیش نہیں لگائی جائے گی۔ اگر کسی کی خاص وجہ سے کسی کے

لَا تُسْأَلُ عَنْ أَعْمَالِ النَّاسِ وَلَكِنْ تُسْأَلُ عَنِ الْفِطْرَةِ - (مرزا ابیہقی فی شعب الایمان)
 (۳۹۳) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِشَادَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فِي قَتْلِ رَجُلٍ فَقَالَ لَا تَعْلَمُ أَنْ يَكُونَ يُصَلِّيُ فَقَالَ خَالِدٌ وَكَمْ مِنْ مُصَلٍّ يَقُولُ بِلِسَانِهِ مَا لَيْسَ
 فِي قَلْبِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَمَأْذُومٌ أَنْ أَنْقُبَ عَنْ قُلُوبِ النَّاسِ
 وَلَا أَشُقَّ بَطْنَهُمْ - (متفق علیہ وھو فی البخاری مفصلاً ایضاً)

یصح الاسلام علی الشرط الفاسد

(۳۹۴) عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ اللَّيْثِيِّ عَنْ رَجُلٍ مِنْهُمْ أَنَّهُ قَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ

لوگوں کے اعمال کے متعلق تم سے سوال نہ ہوگا تم سے صرف اسلام کے متعلق سوال ہوگا۔ (شعب الایمان)
 (۳۹۳) ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ خالد بن ولید نے ایک شخص کے قتل کرنے کے بارے میں آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی آپ نے انہیں اجازت نہ دی اور فرمایا دیکھو کہیں وہ نماز ادا نہ کرتا ہو، خالد
 بولے کتنے ہی نمازیں پڑھنے والے ہیں جو اپنی زبانوں سے ایسی باتیں مانتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں آپ
 نے فرمایا تو مجھے بھی اس کا حکم نہیں کہ میں لوگوں کے دلوں میں سودا خ کر کے اور ان کے پیٹوں کو بھاڑ پھاڑ کر
 دیکھا کروں کہ اس میں کیا ہے۔ (متفق علیہ)

شرط فاسد لگا کر بھی اسلام صحیح ہو سکتا ہے

(۳۹۴) نصر بن عاصم لثی اپنے خاندان کے ایک شخص کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ وہ آپ کی

بنان پر نماز ادا کی جائے تو صرف جزئی امدوقی مصلحت ہوگی قاعدہ مذہب نہ گا۔

(۳۹۳) محدث مذکور سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں کی باطنی نیتوں اور ان کی اندرونی حالتوں سے بحث کرنے کا ہمیں
 کوئی حق نہیں جب تک ایک شخص اسلامی احکام بجالا رہا ہے اس کے اندرونی معاملات کو زیر بحث لانا اسلامی
 رواداری کے خلاف ہے اسی لئے آپ نے فرمایا جب تک شخص مذکور کے متعلق نماز پڑھنے کا احتمال موجود ہے اس کے
 قتل کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

ہاں اگر اعمال ظاہری کی شہادت کلیتہً منقود ہو جائے اور اعمال اسلامی میں کوئی عمل بھی موجود نظر نہ آئے تو
 یہ معاملہ زیر غور آ سکتا ہے اور اگر خدا نہ کر دے کہیں اعمال کی شہادت خلاف پر ثابت ہو جائے تو اب معاملہ بلا شبہ اور
 پیچیدہ ہو جائے گا۔ رواداری کی بھی آخر کوئی حد ہوتی ہے۔ اسلام ایسی رواداری کی اجازت نہیں دیتا جو ماعول میں

عَلَى أَنْ لَا يُصَلِّيَ إِلَّا صَلَاتَيْنِ فَقِيلَ مِنْهُ رَأَاهُ أَحْمَدُ (۳۹۵) وَنَسْجِدٌ جِدُّ الْجَاهِلَةِ الصَّعْبَانِ لَا تَضُرُّ
(۳۹۵) عَنْ فَضَالَةَ اللَّيْثِيِّ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّي أُرِيدُ
الْإِسْلَامَ فَعَلِمَنِي شَرَائِعَ مِنْ شَرَائِعِ الْإِسْلَامِ فَذَكَرَ الصَّلَاةَ وَشَهْرَ مَضَانَ وَمَوَاقِيتَ
الصَّلَاةِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ تَذَكِّرُ سَاعَاتٍ أَتَأْتِيهِمْ مَشْغُولُونَ وَلَكِنْ عَلِمَنِي جَمَاعًا مِنَ
الْكَلَامِ قَالَ إِنْ شَعِلَتْ فَلَا تَشْغَلْ عَنِ الْعَصْرِ قُلْتُ وَمَا الْعَصْرَانِ وَلَمْ تَكُنْ لَعْنَةُ قَوْمِي
قَالَ الْفَجْرُ وَالْعَصْرُ رَوَاهُ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ

(۳۹۶) عَنْ فَضَالَةَ قَالَ عَلِمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيهَا عَلِمَنِي
وَحَافِظًا عَلَى الصَّلَاةِ الْخَمْسِ قَالَ قُلْتُ إِنَّ هَذِهِ سَاعَاتٌ لِي فِيهَا أَشْغَالٌ فَمُرِّي بِمَا مَرَّ

خدمت میں حاضر ہوئے اور اس شرط پر اسلام لائے کہ صرف دو نمازیں پڑھا کریں گے آپ نے ان کی یہ شرط بھی قبول کر لی
(۳۹۵) فضالہ لئی سے روایت فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
ہوا اور عرض کیا کہ میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں آپ مجھے کچھ احکام اسلام سکھائیے۔ آپ نے ان کو رمضان
کے روزے اور نازکے اوقات تعلیم کرائے۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ آپ تو مجھے ایسے اوقات بتا رہے ہیں
جن میں مجھے بڑی مصروفیت رہتی ہے مجھے تو کوئی مختصر بات بتادیجئے۔ فرمایا اچھا تو کم از کم عصرین میں غفلت
نہ کرنا۔ عصرین ہمارے قبیلہ کا محاورہ تھا اس لئے میں نے پوچھا یا رسول اللہ عصرین کا کیا مطلب ہے؟
آپ نے فرمایا یہ فجر اور عصر کی نمازیں ہیں۔ (مسند رک)

(۳۹۶) فضالہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اسلامی احکام کی تعلیم دی
منجملہ ان کے ایک بات یہ فرمائی کہ پنجوقتہ نماز کی نگرانی رکھنا میں نے عرض کیا کہ ان اوقات میں تو مجھے بڑے
کام رہتے ہیں کوئی ایسی مختصر بات بتادیجئے کہ جب وہ کروں تو وہی میرے لئے کافی ہو جائے آپ نے فرمایا

لا فائزۃ کی اسپرٹ پیدا کر دے۔ وہ ظاہری عبادات کی ادائیگی سے انبیاء باطن کی روح پیدا کرنا چاہتا ہے اور انبیاء باطن
کی روح پیدا کر کے اعضاء ظاہری کو احکام اسلامیہ کا مطیع و منقاد بنادینا چاہتا ہے۔ اگر ظاہر و باطن میں یہ توافقی پیدا
نہیں ہوتا تو پھر اس کا نام نفاق ہے یا فسق و فجور۔

(۳۹۵) بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ عصرین عاصم کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین نمازوں کی مطلقاً
معافی دے دی تھی لیکن حضرت استاد مقدس سرہ کے نزدیک نمازوں کے ساتھ میں کسی کی کوئی استشارہ گوارا نہیں کیا گیا۔ اس
حدیث میں جو حکم دیا گیا تھا صرف یہ تھا کہ صبح و عصر کی نمازوں کا اہتمام بہ نسبت اور نمازوں کے زیادہ رکھنا چاہئے۔ قرآن کریم
نے ہی ان دو نمازوں کا کئی آیتوں میں ضرورت کے ساتھ تذکرہ کیا ہے اور احادیث میں بھی خاص طور پر ان کی فضیلت بیان

جَامِعٍ إِذَا تَأَخَّلَتْهُ أَجْزَاءُ عَيْنٍ فَقَالَ حَافِظٌ عَلَى الْعَصْرِ مِنْ وَمَا كَانَتْ مِنْ بَعْدِنَا نَقُلْتُ وَمَا
الْعَصْرَانِ؟ فَقَالَ صَلَوَةٌ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَصَلَوَةٌ قَبْلَ غُرُوبِهَا. (رواه ابو داؤد)
(۳۹۷) عَنْ حَكِيمِ بْنِ حَزَامٍ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَنْ لَا أُجْتَرَدَ إِلَّا كَأَمَّا. (رواه احمد)

تو پھر عصرین کی نگہداشت رکنا عصرین کا لفظ ہماری قوم کا محاورہ نہ تھا اس لئے میں نے پوچھا عصران کا کیا
مطلب ہے آپ نے فرمایا دو نمازوں کا نام ہے ایک طلوع آفتاب سے پہلے اور دوسری غروب آفتاب سے پہلے۔ (ابو داؤد)
(۳۹۷) حکیم بن حزام روایت کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شرط پر بیعت کی
کہ میں اس کی کوشش کروں گا کہ میں نمازی مروں۔ (مسند احمد)

کی گئی ہے پس جس طرح ان آیات و احادیث میں دو نمازوں کی تخصیص سے بقیہ نمازوں کی صفائی کا دویم نہیں کیا جاسکتا۔ اسی
طرح نصرین عام کی حدیث میں بھی بقیہ نمازوں کی صفائی کا دویم نہیں کرنا چاہئے۔ فضالہ کی ان دو مفصل روایتوں سے حضرت
استاد قدس سرہ کے رائے کی صریح تائید ہوتی ہے۔ بارے نزدیک جو صحابی نصرین عام کی حدیث میں سیم روئے ہیں وہ یہی فضالہ
ہی اعماس بنا پر ان دونوں روایتوں میں جو واقعہ مذکور ہے وہ فضالہ ہی کا ایک واقعہ ہو گا۔ ان کی روایتوں سے یہ بات عاف
طور پر واضح ہے کہ آپ نے ان کو بھی پہلے پانچ ہی نمازوں کی اول تکلی کا حکم دیا تھا لیکن جب انہوں نے ان اوقات میں اپنی
مصرفیت کا غور کیا تو آپ نے پہلے ہی مرحلہ پر ان کو زیادہ مفید کرنا قرین مصلحت نہ سمجھا بلکہ جس طرح ایک مشغول انسان
کو وقت کی فرصت کے لحاظ سے اہم مقاصد کی زیادہ تاکید کر دی جاتی ہے اسی طرح ان کو بھی ان دو نمازوں کی تاکید زیادہ فرمادی
جن میں بڑی سے بڑی مشغولی کے بعد بھی کوئی فرق و گزشتہ قابل پروا نہ تھا۔ یہاں کسی نانکی صفائی کا کوئی قصہ نہ تھا
پھر اس مصلحت سے بڑی تاکید فرمادی کہ انہوں نے عصرین عام کی حدیث میں اتنا مختصر کر ڈالا ہے کہ اس کے الفاظ سے تین نمازوں کی صفائی
کا ہی دویم پیدا ہوتا ہے۔ لیکن جب نصرانہ فضالہ کی روایتوں میں ایک ہی واقعہ کا تذکرہ ہے تو پھر کسی مادی کے صحت لفظی
اختیار کی وجہ سے اس کو دو علیحدہ علیحدہ واقعہ کی صورت دیدینا بالکل خلاف واقع ہو گا۔ یہ امر بھی قابل پروا نہ تھا کہ وہ
نمازوں کے متعلق آپ نے محافظت کا لفظ استعمال فرمایا ہے لغت عربی کے لحاظ سے یہ لفظ بڑی وسعت رکھتا ہے۔ جماعت
شروع و ختم اور رعایت آداب سب اس کے منہج میں داخل ہیں۔ اس بنا پر دو نمازوں کی زیادہ تاکید اور تین نمازوں میں
توسیع کا دائرہ ان ہی امر تک محدود سمجھنا چاہئے۔ یہاں نمازوں کے پڑھنے نہ پڑھنے کا ذکر نہیں ہے بلکہ نمازوں میں آداب
ارکان کی زیادہ رعایت و عدم رعایت کا ذکر ہے پس آپ کی توسیع کا مطلب یہ ہو گا کہ اگر تم کو ان اوقات میں فرصت
نہ ملے تو اور نمازوں میں جماعت کی پابندی اور وقت معین کی اتنی قید نہیں ہے جتنی ان دو نمازوں میں ہے۔

(۳۹۷) اس حدیث کی شرح میں مختلف اقوال میں ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ لا ائرت الا صلیا یعنی میں اس کی
کوشش کروں گا کہ میں نمازی مروں۔ امام احمد اس کا مطلب یہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں نمازیں رکوع کے بغیر سمجھ کر پڑھوں گا۔ سنائی نے اس حدیث
پر باب قائم کیا ہے "باب کیف یجوز للرجل ان یجوز یکلے کیسے جانا چاہئے۔ اس عزان سے یہ نکلتا ہے کہ انہوں نے اس کا مطلب
یہ سمجھا ہے کہ میں سجدہ کے لئے پورا کھڑا ہونے کے بعد جایا کروں گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس حدیث میں کوئی شرط فاسد نہیں ہے نہ محرف
ایک شرط کی مناسبت سے ذکر کر دی گئی ہے۔ حدیث بالا کا ترجمہ امام ابوبکر بن ابی شیبہ کی تفسیر کے مطابق کیا گیا ہے۔

(۳۹۸) عَنْ السُّدِّيِّ يُعْنَى ابْنُ الْخَصَّاصِيَّةِ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَأْبَعُهُ فَاشْتَرَطَ عَلَيَّ شَهَادَةً أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنْ تُهَيِّئَ عِبَادَهُ وَرَسُولَهُ أَنْ أَقِيمَ الصَّلَاةَ وَأَنْ أُؤَدِّيَ الزَّكَاةَ وَأَنْ أَتَحْمَجَّجَةَ الْإِسْلَامَ وَأَنْ أَصُومَ شَهْرَ رَمَضَانَ وَأَنْ أَجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ - فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا أَتَيْنَاكَ أَنْ تَقُولَ مَا أَطِيقُهُمَا الْجِهَادُ وَالصَّدَقَةُ فَأَتَيْتُكَ زَعَمُوا أَنَّ مَنْ وَلِيَ الدُّبُرَ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ فَأَخَافُ أَنْ حَضَرْتُ تِلْكَ جِئْتُكَ لِقَائِي وَكَبَّرْتُ الْمَوْتَ وَالصَّدَقَةَ قَوْلَ اللَّهِ مَا لِيَ إِلَّا غَنِيمَةٌ وَعَشْرُ ذُرِّيَّةٍ مِنْ رِثْلِ أَهْلِي وَحَوَاطِلُهُمْ قَالَ فَقَبَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ ثُمَّ قَالَ لَا جِهَادَ وَلَا صَدَقَةَ قُلْتُ فَلِمَ تَدْحُلُ الْجَنَّةَ إِذَا قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا أَتَايْتُكَ قَالَ فَبَايَعْتُ عَلَيْكَ كُلَّيْهِمَا - رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَالْإِسْطِخْطَاكُ فِي سُنَنِ مُحَمَّدٍ وَابْنُ أَبِي حَتْمٍ وَرِجَالُ أَحْمَدَ وَثَوَّقُونَ -

(۳۹۸) سدوسی روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کیلئے حاضر ہوا آپ نے یہ شرط لگائی کہ میں گواہی دوں کہ معبود کوئی نہیں مگر ایک اللہ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندہ اور رسول ہیں اور اس بات کی کہ نماز یا ضابطہ چھارے کا زکوٰۃ ادا کرے گا اسلامی طریقہ پر حج کروں گا، ماہ رمضان شریف کے روزے رکھ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کروں گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان میں دو باتوں کی توجہ میں ہمت نہیں ایک جہاد دوسرے صدقہ (جہاد کی تو اس وجہ سے) کہ لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص جہاد میں بھاگ جائے اس پر خدا کا غضب ٹوٹ پڑے گا میں نے ڈرتا ہوں کہ اگر میں جہاد میں شریک ہوں تو میرا نفس کہیں مجھ پر نہ کرے اور موت سے ڈرنے جائے۔ یہاں صدقہ تو اس کا معاملہ یہ ہے کہ پھر امیر سے پاس صرف چند کبریاں اور دس اونٹ ہیں ان ہی کے دودھ پر میرے بچوں کی گذران ہے اور وہی ہم لوگوں کی سوازیں بھی ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک پیچھے کھینچ لیا پھر اپنے ہاتھ کو حرکت دیکر فرمایا (واہ) جہاد بھی نہیں اور صدقہ بھی نہیں تو پھر جنت میں کیسے جاؤ گے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ اچھا تو میرے ان شرائط ہی پر بیعت کئے لیتا ہوں اور ان سب باتوں پر بیعت کر لی۔ (مسند احمد)

(۳۹۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غناطین کی فہم کے اختلاف اور ان کی مختلف صلاحیتوں کے لحاظ سے انہیں پانچ گنت گروہ میں مختلف رکھا ہے یہاں ابن الخصاصیہ کی معقول پسند طبیعت دیکھی اور اس کو جہاد اور صدقہ کی ادائیگی پر آمادہ پایا تو چند کلمات ترغیب ارشاد فرما کر اس کو نڈا ابھار دیا اور فضا کی حدیث میں جب وفد ثقیف کی مشہور درشت فطرت پر نظر کی تو ان سے کوئی جنت کمری مناسب نہ سمجھی اور جن شرائط پر انہوں نے جہاد یا ان ہی پر سب تامل ابن کو بیعت فرمایا۔ مبارک انعام و تقسیم کی تنگی ان کو اسلام کی اتنی آمادگی سے ہی برگشتہ کر دے۔ (باقی پر صفحہ آئندہ)

(۳۹۹) عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ بَايَعَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ عَلَيْنَا: أَنْ لَا نُكْفِرَ لَنْ
بِأَلَّهِ شَيْئًا وَلَا نَأْتِيَ النِّسَاءَ فَنَقْبُضَنَّ أَمْرَهُنَّ مِمَّا يَدْنَ هُنَّ فَقَالَتْ فَلَا نَدْنَسُ عَدَنِي وَأَنَا أُرِيدُ
أَنْ أَجْزِيَهَا فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا فَذَهَبَتْ ثُمَّ رَجَعَتْ فَأَوْفَتْ أَمْرَهُنَّ إِلَّا أُمَّ سُلَيْمٍ وَأُمَّ الْعَلَاءِ وَ
ابْنَةَ أَبِي سَبْرَةَ وَأَمْرَهُنَّ مُعَاذٍ أَوْ ابْنَةَ شَائِبٍ سَبْرَةَ وَأَمْرَهُنَّ مُعَاذٍ - (شہادہ البخاری)

(۳۹۹) ام عطیہ روایت فرماتی ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تو آپ نے ہمارے
سامنے یہ آیت پڑھی کہ خدا کا کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور ہم کو فوجہ کرنے سے بھی روکا۔ اس پر ایک
عورت نے (بیعت کرنے سے اپنا) ہاتھ کھینچ لیا اور کہا کہ فلائی عورت ایک مرتبہ میرے پیالہ فوجہ کر گئی تھی
میں اس کا بدلہ لانا چاہتی ہوں یہ سن کر آپ نے کچھ نہ فرمایا وہ گئی اور فوجہ کر کے واپس آئی پھر ان عورتوں
میں جو اس وقت بیعت میں شریک تھیں کسی عورت نے اس عہد کو پورا نہ کیا بجز ام سلیم، ام العلاء اور ابوسبرہ
کی دختر کے جو معاذ کی بیوی تھیں یا ابوسبرہ کی دختر اور معاذ کی بیوی کے (شک لاوی ہے)۔ (بخاری شریف)

(بقیہ صفحہ گذشتہ) بالخصوص جبکہ قرآن یہ واضح ہو چکا تھا کہ اسلام کی خلاف ورزی کے بعد احکام اسلامی کے اونٹنی میں جو ہمہ دخل
سروست ان کو قاضی آئندہ خود بخود جلتا رہے گا۔ ادم الی سبیل ربک بالحقمکے تغیر میں ان جیسے واقعات کو بھی خاص طور پر
پیش نظر رکھا جائے۔

(۳۹۹) فوجہ کرنا اور اس کا بدلہ لانا وہی ایک ایسی لازمی رسم شرعی تھی کہ اس کو بخوشی ترک کر دینا ان کیلئے غیر ممکن
تھیں لے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نہ فعل کی کو مریخ طور پر یاں اجازت تو نہیں دی مگر اتنا اغراض ضرور فرمایا کہ اگر کوئی چاہے تو
اسلام لانے سے قبل اپنی اس حسرت کو بھی اکیلا اور نکال لے تاکہ اسلام کے بعد اس کے دلیں پھر کوئی خورشید ہی باقی نہ رہے۔ یہاں
اس عورت کی اسی صاف گوئی کی تعریف منظور رہے کہ اگر انھوں نے اکیلا فوجہ کی آپ سے اجازت حاصل کر لی تو کیا ہوا اس عہد
کو اس طرح پر راہی تو انھوں ہی نے کیا جس کی مثال بجز فوجہ عورتوں کے اندیش نہیں کر سکیں۔ صفائی کے موقع پر اس طرح عذر
کرنا عرب کی فصاحت و ادیان کا صوف ایک نادر تعبیر تھا ان الفاظ سے یہ افسوس کہ نہ دوسری عورتوں نے فوجہ کی عادت گویا
ترک ہی نہ کی تھی اسباب کلام سے برقعہ کی دلیل ہے۔ — فلا صلاصلا ہے کہ ان تمام واقعات سے یہ سمجھا نہیں جاسکتا
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت اسلام کے وقت خلاف شرع شرطیں لگانے کی عام طور پر اپنی اجازت دے رکھی تھی
بلکہ یہ سمجھا جاسکتے کہ کسی فاسد شرط کی وجہ سے آپ نے اسلام قبول کرنے سے کسی کو اس لئے نہیں روکا کہ اسلام ایک
عقیدہ الیا ہے جو فاسد شرطوں سے فاسد نہیں ہوتا نہ شرطیں ہی خود فاسد ہو جاتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی کا فوجہ نہ کرنا
ہونے کے لئے یہ شرط لگائے کہ وہ شراب برابر پیتا رہے گا تو اس کو مسلمان ہونے سے روکا نہیں جائے گا کیونکہ اگر وہ حرمت خمر کا متصرف
ہو کر شراب پیتا ہے تو بہت سے بہت فاسق ہو گا محض کافر سے تو بجز بہتر رہے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسلام کی علالت اس کی
زبان سے شراب کا ذائقہ فراموش کرادے تو پھر ایک گناہ کی وجہ سے اس کو ظلمات کفر میں ڈوبتا ہوا چھوڑ دینا کیسے گوارا کیا
جاسکتا ہے۔ (دیکھو جامع العلوم والحکمہ ص ۵۸)

(۴۰۰) عَنْ عُمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ أَنَّ وَفْدَ ثَقِيفٍ لَمَّا قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 اجْتَمَعُوا السَّجْدَ لِيَكُونُوا أَرْقَى لِقَوْلِهِمْ فَأَشْرَطُوا عَلَيْهِ أَنْ لَا يُحْشَرُوا وَلَا يُعَشَّرُوا وَلَا يُجْبَرُوا
 فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكُمْ أَنْ لَا تُحْشَرُوا وَلَا تُعَشَّرُوا وَلَا تُجْبَرُوا وَلَا تُخْبَرُوا فِي دِينٍ
 لَيْسَ فِيهِ رُكُوعٌ. (رحمہ ابو داؤد فی باب خبر الطائف قال المنذری قد قبل ان الحسن البصری لم یسمع من حماد
 (۴۰۱) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ اشْتَرَطْتُ ثَقِيفٌ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 أَنْ لَا صَدَقَةً عَلَيْهِمْ وَلَا جِهَادًا وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَيَبْصُرُ قَوْمٌ
 وَمُجَاهِدُونَ. (رحمہ احمد ابو داؤد وسکت عند ابو داؤد واسنادہ کلاباس بہ)

(۴۰۰) عثمان بن ابی العاص کہتے ہیں کہ قبیلہ ثقیف کا وفد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
 خدمت میں آیا تو آپ نے ان کو مسجد میں مہمان ٹھرایا تاکہ یہ ان کے دلوں پر اور زیادہ اثر انداز ہو انھوں نے
 اسلام لانے کیلئے یہ شرط لگائی کہ ان کو نہ تو کسی جہاد کے لئے بلایا جائے گا نہ ان سے عشر لیا جائے گا
 اور نہ ان پر ناز پڑھے کیلئے نہ دیا جائے گا آپ نے فرمایا تم کو جہاد اور عشر کی تو معافی دی گئی۔ یہی نماز
 تو جس دین میں نماز نہ ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں۔ (ابو داؤد)
 (۴۰۱) جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ قبیلہ ثقیف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شرط
 لگائی کہ ہم مسلمان تو ہوتے ہیں مگر ہمارے اوپر نہ صدقہ لازم ہو گا نہ جہاد آپ نے (ان کا اسلام قبول کر لیا)
 اور فرمایا آئندہ یہ لوگ خود بخود صدقہ بھی ادا کریں گے اور جہاد بھی کریں گے۔ (احمد ابو داؤد)

(۴۰۰) خطائی فرماتے ہیں کہ تجلیہ لغت عرب میں حم کا اگلا حصہ بت کرنے اور کھلا بلند کرنے کو کہتے ہیں یہاں اس سے
 ناز پڑھنا مراد ہے۔ امام مصروف کا خیال ہے کہ جہاد اور زکوٰۃ کا استثناء بھی یہاں صرف صدقہ تھا کیونکہ جہاد ہمیشہ فرض
 نہیں ہوتا، زکوٰۃ بھی نصاب اور حلالِ قتل پر موقوف ہوتی ہے اس لئے سہولت ان کو ان دونوں سے بکدوش کیا جاسکتا تھا،
 یہی نماز تو وہ ایک ایسی عبادت تھی جسے دن میں پانچ بار ادا کرنا ہر شخص پر فرض ہے۔ اس کا استثناء کسی حق میں گوارا نہیں
 کیا جاسکتا نیز اس وفد ثقیف کے متعلق آپ کو یہ یقین حاصل ہو چکا تھا کہ آئندہ جہاد کے شوق سے صدقہ بھی دیں گے اور
 جہاد بھی کریں گے ایسی صورت میں ان کے ساتھ عقلی مناقشہ کرنا غیر ضروری تھا۔ (معالم السنن ج ۲ ص ۲۵)
 (۴۰۱) یہ وہی واقعہ ہے جو اوپر کی حدیث میں بھی گزر چکا ہے اس سے یہ صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ عثمان
 بن ابی العاص کی حدیث میں آپ کا جہاد اور صدقہ کا استثناء فرمانا اس علم پر مبنی تھا کہ یہ لوگ اسلام کے رُخ کے بدلنے
 شوق سے جہاد بھی کریں گے اور صدقہ بھی دیں گے۔ اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک مبلغ کے لئے اہل
 عقائد کا لحاظ رکھنا ضروری اور محض تعمیری اور عقلی مناقشات کرنا نامناسب ہے۔ بعض مرتبہ صرف عقلی گرفتوں سے
 اہل مقاصد ہی فوت ہو جاتے ہیں۔

یصح ایمان المقلد ولا یجب علیہ المرافقة بالنظر

مقلد کا ایمان صحیح ہے اور اس پر دلائل سیکنا واجب نہیں۔

معتزلہ اور متکلمین کا ایک فرقہ یہ کہتا ہے کہ مقلد کا ایمان مجبر نہیں اس پر دلائل کی روشنی میں بھی توحید رسالت حاصل کرنا واجب ہے۔ ان کے نزدیک ایمان ایسی تصدیق کا نام ہے جو تنگی شک سے بھی زائل نہ ہو سکے ایسی تصدیق دلائل کے بغیر حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔ شیخ تاج الدین بکی نے اس مسئلہ کی تحقیق فرماتے ہوئے تقلیدی ایمان کی چند صورتیں لکھی ہیں۔ (۱) یہ کہ اسلام کی حقانیت ہی پورے طور پر دل نشین نہ ہو اور قلب میں شک و تردید کی غلش باقی رہے۔ (۲) یہ کہ اسلام کی حقانیت کا اذعان اگرچہ حاصل ہو مگر نجات ابدی کے لئے تمام دین یکساں نظر آئیں اور ان میں جس دین کو چاہے اس کا اختیار کرنا جائز سمجھے۔ (۳) یہ کہ اسلام کی حقانیت میں کوئی شک و تردید باقی نہ ہو، نجات ابدی صرف دین اسلام میں منحصر سمجھے۔ اور اسلام کے سوا کسی اور دین کا اختیار کرنا ایک لمحہ کے لئے بھی جائز نہ سمجھے۔ پہلی دو صورتیں امتیناً معتبر نہیں اور تیسری صورت بے شبہ معتبر ہے۔ خواہ ان مقاصد کے لئے دماغ میں ایک دلیل کا بھی تصور موجود نہ ہو۔

اس حقیقت کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے عہد مبارکہ میں کفار کے جو جم غفیر عین جنگ کی رعد و برق میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے ان سب کا اسلام معتبر مان لیا گیا اور کسی ایک واقعہ میں بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان نو مسلموں کو اسلام کے فرائض و واجبات کی طرح نظر و استدلال سیکھنے کی بھی کمی دعوت دی گئی ہو۔

صاحب روح المعانی بعض اکابر متقین سے ناقل ہیں کہ ایمان حاصل ہاں یہ تصدیق کا نام ہے جو خوش نصیبوں کے قلب میں اس طرح سما جاتی ہے کہ اگر وہ خود بھی اسے نکلنے کی کوشش کریں تو نکال نہ سکیں، تاریخ میں ایسے لوگوں کی مثالیں کم نہیں جو دلائل پر غور و فکر کے بغیر اسلام لے آئے اور اس کے برخلاف ایسی مثالیں بہت ہیں جن کے ماننے حقانیت اسلام کے دلائل و روشنی کی طرح عیاں نہ تھے مگر اس کے باوجود وہ اس سوادِ عظمیٰ سے محروم رہے۔ و محمد و اہل بیتہا انفسہم۔ اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ خیال سراسر غلط ہے کہ ایمان و یقین کا حاصل ہونا صرف دلائل کی روشنی ہی پر موقوف ہوتا ہے بلکہ دلائل کی روشنی میں حاصل شدہ ایمان یکسر ناقابلِ وثوق اور حقیقت اذعان سے معری ہوتا ہے۔

اس میں یہ احتمال ہر وقت قائم رہتا ہے کہ اگر دلائل دوسری جانب واضح ہو جائیں تو اسی وقت یہ ایمان بھی دوسری جانب منتقل ہو جائے۔

شیخ اکبر فتوحات مکیہ میں امام حجتہ الاسلام کی کتاب فیصل التفرقة سے نقل فرماتے ہیں کہ متکلمین کی اس جماعت کا غلو اور حق سے انحراف بھی کس درجہ تعجب خیز ہے جو عوام کا ایمان صرف اس لئے مستحضر نہیں مانتے کہ ان کو حقانیت اسلام کا یقین متکلمین کے فخر سے دلائل کے مطابق حاصل نہیں ہوتا یہ جماعت ان متواتر واقعات سے بھی واقف نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مسعود اور صحابہ کے مبارک دور میں بہت سے جاہل بت پرستوں کا ایمان مستبران لیا گیا تھا حالانکہ نہ خود ان کو دلائل کا علم حاصل تھا اور نہ کسی نے بعد میں ان کو دلائل کی تعلیم دی تھی، اور اگر بالفرض ان کو تعلیم دی بھی جاتی تو وہ اپنے جہل کی وجہ سے ان کے سمجھنے سے بھی قاصر رہتے۔

حقیقت یہ ہے کہ ایمان ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و رحمت سے بندہ کے قلب میں ڈال دیتا ہے اس کا ظاہری سبب کبھی تو کوئی باطنی تحریک ہو جاتی ہے جیسے کوئی خواب اور کبھی کسی دیندار کی زیارت روایات سے ثابت ہے کہ بعض منکرین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے روئے انور پر نظر ڈالتے کے ساتھ ہی مباحثہ بول اٹھے کہ یہ چہرہ کاذب کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ اس قسم کے واقعات ایک دہائی بہت ہیں ان میں ایک شخص بھی بعد میں دلائل کی تعلیم حاصل کرنے میں مشغول نہیں ہوا بلکہ وہی ایک نور ایمانی کا زہر جو ان کے قلب میں پہلی بار بڑگا تھا تلاوت قرآن وغیرہ کے ذریعہ خود بخود پھیلنا چلا گیا۔ کاف ہوں کوئی بتانا کہ کب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدوث عالم کے دلائل شکل اول اور ایجاب مغزی اور کلیہ کبریٰ کے شرائط کے ساتھ کسی کو تعلیم دیئے تھے اب کسی سے فرمایا تھا کہ العالم متغیر و کل متغیر حادث۔ یا اس کے ہم معنی الفاظ کی تعلیم دی تھی۔ ہاں اس کے برخلاف یہ ضرور ثابت ہے کہ ٹھیک جنگ میں لوگ اسلام کے حلقہ بگوش ہوتے پھر بعد میں ان کو صلوة اور زکوٰۃ کے احکام تو سکھائے جاتے مگر توحید و رسالت کے دلائل کی تعلیم کی طرف کوئی توجہ نہ کی جاتی۔ مجھے اس سے انکار نہیں ہے کہ متکلمین کے دلائل بھی ایمان کا ایک سبب بن سکتے ہیں۔ مگر اس امر کے تسلیم کرنے میں بہت تاثر ہے کہ ایمان صرف دلائل کی پشت پناہی پر موقوف ہے۔ میرے نزدیک وہ ایمان جو دلیل پر مبنی ہو ضعیف ترین ایمان ہے۔ بلاخ اور قوی ایمان وہ ہے جو اخبار متواترہ کے ذریعہ سے دربطو قلیت ہی میں نصیب ہو جاتا ہے یا بلوغ کے بعد ایسے قرائن کے ذریعہ میسر آتا ہے جن کو اگر زبان سے ادا کرنا چاہیں تو بھی ادا نہیں کر سکتے یہی وہ ایمان ہے جو شک و تردد سے محفوظ ہوتا ہے کیونکہ شک و تردد کا محل دلائل چہرے ہیں جہاں دلائل نہیں وہاں شک و تردید بھی نہیں (روح المعانی ج ۲۶ ص ۵۰۷) اور امیر اہمیت والیجا ہرج ص ۲۵۵۔

(۴۰۲) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى بَنِي جَذِيمَةَ فَقَدْ عَاهَضُوا إِلَى الْإِسْلَامِ فَلَمْ يُحْصِرُوا أَنْ يَقُولُوا أَسْلَمْنَا نَجْعَلُوا يَقُولُونَ صَبًا فَاصْبَا نَجْعَلْ خَالِدٌ يَقْتُلُ وَيَأْسِرُ وَذَقَرُ إِلَى كُلِّ رَجُلٍ مِثْلَ أَسِيرَةٍ حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ أَمْرِ خَالِدٍ أَنْ يَقْتُلَ كُلَّ رَجُلٍ مِثْلَ أَسِيرَةٍ فَقُلْتُ لَا أَقْتُلُ أَسِيرِي وَلَا يَقْتُلُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِي أَسِيرَةً حَتَّى قَدْ مَنَّا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَا لَهُ فَرَفَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أُمِرْتُ إِلَيْكَ بِمَا صَنَعْتَ خَالِدًا مَرَّتَيْنِ -

یصم الاسلام وان کان من خوف القتل

(۴۰۳) عَنْ عُثْبَةَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً

(۴۰۲) عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو قبیلہ بنی جذیمہ کی طرف روانہ کیا وہ گئے اور ان کے سامنے دعوت اسلام پیش کی انھیں لفظ اسلمنا تو ہم اسلام لائے کہنا دیا اور اس کی بجائے وہ مہانسا بنا لکھنے لگے یعنی ہم اپنے دین سے بھر گئے خالد بن ولید نے (یہ سمجھ کر کہ یہ لوگ مسلمان نہیں ہوئے) انھیں قتل کرنا اور قید کرنا شروع کر دیا اور فوج کے ہر شخص کو ایک ایک قیدی سپرد کر دیا اور اس کے قتل کا ایک دن مقرر کر دیا جب وہ دن آیا جس دن کہ خالد نے اس کا حکم دیا تھا کہ ہم میں ہر فوجی اپنے اپنے قیدی کو قتل کرے گا تو میں نے کہا تو میں اپنے قیدی کو خود قتل کروں گا اور میرا کوئی اور رفیق قتل کرے گا یہاں تک کہ جب ہم آپ کی خدمت میں پہنچے تو ہم نے یہ واقعہ آپ کے سامنے پیش کیا آپ نے سن کر فوراً اپنے دست مبارک اٹھا دیئے اور دوبار فرمایا اے اللہ! خالد نے جو غلطی کی میں اس سے اپنی علیحدگی کا اظہار کرتا ہوں۔ (بخاری شریف)

جان بچانے کے خوف سے اسلام لانا بھی محترم ہو جاتا ہے

(۴۰۳) عقبہ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبیلہ کے مقابلہ میں فوج کا

(۴۰۴) قحط لائی نفل کرتے ہیں کہ یہ فوجی دستہ دعوت اسلام کی غرض سے روانہ کیا گیا تھا یہ ظاہر ہے کہ جس قوم کو قحط اسلام کہنے کا سلیقہ بھی حاصل نہ تھا ان میں دلائل قطعیہ سوچنے کی صلاحیت کہاں ہو سکتی تھی اس کے باوجود ان کا اسلام منہ پر سمجھ لیا گیا تھا۔

فَاَعَارُوا عَلٰی قَوْمٍ فَشَدَّ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَاتَّبَعَ رَجُلٌ مِنَ السَّرِيَّةِ مَعَهُ السَّيْفُ شَا هِرًا
فَقَالَ الشَّادُّ مِنَ الْقَوْمِ اِنِّي مُسْلِمٌ فَلَمْ يَنْظُرْ فِيهَا فَخَضَرَتْهُ فَقَتَلَتْهُ فَهَمَّى الْمُحْدِثُ إِلَى
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قَوْلًا شَدِيدًا اَقْبَلْتُمُ الْقَاتِلَ فَبَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُحْطَبُ اِذْ قَالَ الْقَاتِلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا قَالَ الَّذِي قَالَ اِلَّا تَعُوْذُ اَمِنَ الْقَتْلَ فَاعْتَرَضَ
عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ مَنْ قَبْلِهِ مِنَ النَّاسِ وَاَخَذَ فِي خُطْبَتِهِ ثُمَّ قَالَ
الْاَرِيَّةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا قَالَ الَّذِي قَالَ اِلَّا تَعُوْذُ اَمِنَ الْقَتْلَ فَاعْتَرَضَ عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ مَنْ قَبْلِهِ مِنَ النَّاسِ وَاَخَذَ فِي خُطْبَتِهِ ثُمَّ لَمْ يُصِدْ اَنْ قَالَ الْاَرِيَّةُ
وَاَسْوَى يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا قَالَ الَّذِي قَالَ اِلَّا تَعُوْذُ اَمِنَ الْقَتْلَ فَاقْبَلْ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَعْرِفُ الْمَسَاءَ كُنْ فِي وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ اَبَى عَلَيَّ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا قَالَهَا ثَلَاثًا
(رواه الحاكم في المستدرک ما قال الذهبي على شرط مسلم)

ایک مختصر مسئلہ سیمپا انھوں نے جا کر اس پر حملہ کیا ان میں کا ایک شخص اکیلے بھاگ نکلا اسلامی فوج کے ایک سپاہی
نے کھینچی ہوئی تلوار لیکر اس کا پیچھا کیا اس اکیلے بھاگنے والے شخص نے کہا میں اسلام قبول کرتا ہوں مگر اس سپاہی
نے ایک نہ سنی اور تلوار مار کر اسے ٹھنڈا ہی کر دیا۔ شدہ شدہ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پہنچ گئی آپ نے
اس کے متعلق سخت الفاظ فرمائے جب یہ خبر قاتل کو معلوم ہوئی تو (وہ حاضر ہوا) اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
خطبہ دے رہے تھے اس قاتل نے کہا یا رسول اللہ خدا کی قسم اس نے صرف اپنی جان بچانے کیلئے اسلام
قبول کیا تھا آپ نے اس کی طرف سے اور جو لوگ اس طرف موجود تھے سب سے اپنا روئے مبارک پھیر لیا،
پھر خطبہ دینے میں مشغول ہو گئے اس نے دوبارہ کہا یا رسول اللہ خدا کی قسم اس نے صرف اپنی جان بچانے
کے لئے اسلام قبول کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس کی طرف سے اور جو لوگ
ادھر تھے ان سے اپنا چہرہ مبارک پھیر لیا اور خطبہ دینے میں مشغول ہو گئے اس شخص سے رہا نہ گیا
اس نے پھر سہ بارہ کہا یا رسول اللہ خدا کی قسم اس نے صرف جان بچانے کے لئے اسلام
قبول کیا تھا اب کی بار آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور آثارِ ناگواری چہرہ انور پر نمایاں تھے
اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کسی مومن کے قاتل کا عذر قبول کرنے کی مجھے اجازت نہیں دی،
تین بار فرمایا۔

(حاکم)

(۴۴) عَنِ الْمُقَدِّدِ بْنِ الْأَسْوَدِ أَنَّهُ أَخْبَرَنَا أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَقِيتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ فَقَاتَلَنِي فَضَرَبَ أَحَدِي يَدَيَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاحَظَ مِنِّي بِسَجْعَةٍ فَقَالَ أَتَمَلُكْتُ بِهِ أَنَا قَتَلْتُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَعْدَ أَنْ قَاتَلْتُمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلُهُ قَالَ فَقَطَعَهَا فَأَقَاتَلْتُهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلُهُ فَإِنْ قَتَلْتُهُ فَإِنَّهُ يَمُوتُ لِي قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ وَلَا تَكُ يَمُوتُ لِي قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَةً إِنِّي قَالَ - (رمہاء مسلم)

(۴۵) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ أَمَا بَعْدُ هَذَا بِالرَّجُلِ يَقْتُلُ الرَّجُلَ وَهُوَ يَقُولُ أَنَا مُسْلِمٌ فَقَالَ الْقَاتِلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمَا بَعْدُ هَذَا

(۴۴) (مقداد بن اسود سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا یا رسول اللہ اگر کافروں میں کسی شخص سے میرا مقابلہ ہو جائے اور وہ مجھ سے جنگ کرنے لگے اور میرا ایک ہاتھ تلوار سے کاٹ دے پھر مجھ سے ایک درخت کی پناہ لے اور کہے کہ میں خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے اسلام قبول کرتا ہوں تو یا رسول اللہ اس کو قتل کر سکتا ہوں اس کو قتل کر سکتا ہوں آپ نے فرمایا ہرگز نہیں میں نے کہا یا رسول اللہ اس نے تم کو کلمہ اس وقت کہا ہے جب پہلے میرا ہاتھ کاٹ لیا ہے پھر میں اسے کیسے قتل ذکر کروں آپ نے فرمایا ہرگز قتل نہ کرنا کیونکہ اگر اسے قتل کر دے تو اب حایا ہی قابل احترام مسلمان ہو گیا ہے جیسا تم اس کے قتل کر سکتے پہلے تھے اور تم اب اسی طرح مباح الدم ہو جاؤ گے جیسا وہ اس کو قتل کرنے سے پہلے تھا۔ (مسلم)

(۴۵) (عقبہ بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیبہ دہ اور حروث کے بعد فرمایا اس شخص کا بھی کیا حال ہے جو ایسے شخص کو بھی مار ڈالتا ہے جو برابر اپنی زبان سے یہ اقرار کر رہا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ (یہ سن کر قاتل نے عذ کیا یا رسول اللہ نہ کہہ تو اس نے صرف پناہ لینے کے لئے کہہ دیا تھا آپ نے

(۴۴) (یعنی تم اس کے قتل کرنے سے پیشتر ایک محصوم الدم مسلمان تھے اور اب اس کے قتل کے بعد ایک بلع الدم انسان ہو جاؤ گے جیسا کہ اسلام پڑھنے سے قبل ایک بلع الدم کافر تھا اور اب اس کو کلمہ کی بدولت ایک محصوم الدم مسلمان بن گیا ہے۔

(۴۵) (ظاہر ہے کہ جنگ کے ان حالات میں ملائی ریفر کر سکی کے فرصت ہو سکتی ہے اس لئے ان حالات میں صرف تقلیدی اسلام ہو سکتا ہے پھر جب اس پر بھی نظر ڈالی جائے کہ جنگ کے بعد ان فوسطوں کا حال کیا رہا تو یہ قدر ان کی طرف سے دلائل حقانیت معلوم کرنے کا کوئی نقد و شوق ثابت نہیں اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ان کے گردن پھرنے کا برڈا جاتا ہے کیا اس سے یہ صاف قیود نہیں نکال کر ایمان کے لئے دلائل کا حاصل کرنا کوئی ضروری امر نہیں تھا صرف ایمان تو قلبی اور آئینہ اطاعت کا عزم کر لینا کافی سمجھا جاتا تھا۔ اور یہ بھی ثابت ہو سکتا ہے کہ ذکر اسلام کے آداب ہی ستر ہے۔

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا وَكَلِمَةُ مَا كَلَّمَهُ وَخَوَّلَ وَجْهَهُ عَنْهُ فَقَالَ ابْنُ اللَّهِ عَلَى
مَنْ قَتَلَ مُسْلِمًا آتَى اللَّهَ عَلَى مَنْ قَتَلَ مُسْلِمًا۔ (مرآۃ المعانی)

(۴۰۶) اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ يَقُولُ بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْأُمَيَّةِ فَصَبَّحْنَا
الْقَوْمَ فَهَزَمْنَاهُمْ وَكُفِّتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ رَجُلًا مِنْهُمْ فَلَمَّا غَشِيَنَاهُ قَالَ لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ كُفِّتَ الْأَنْصَارِي فَطَعَنَنِي بِرُيْحِي حَتَّى مَثَلْتُ فَلَمَّا قَاتَلْنَا بَلَّغَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ يَا أَسَامَةُ أَقْتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثَلَاثَ كَلِمَاتٍ فَتَوَضَّعَ أَمَّا زَالٌ يَكْتُمُ رُحَاهُ حَتَّى مَمْنَيْتُ
أَنِّي لَمَّا كُنْتُ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذَلِكَ الْيَوْمِ (متفق عليه) وَفِي طَرِيقٍ عَنْهُ سَلَّمَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمَّا

اس کی بات ناپسند ہوئی اور آپ نے اپنا چہرہ مبارک اس کی طرف سے پھیر لیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کسی
مسلمان کے قاتل کا عذر قبول کرنے کیلئے مجھ سے انکار فرما دیا ہے (دوبارہ فرمایا) (حاکم)۔

(۴۰۶) اسامہ بن زید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قبلہ حرقہ سے جگ کرنے
کے لئے بھیجا ہم نے صبح صبح ان پر جا کر حجاب مارا اور ان کو شکست دیدی۔ میں نے اور ایک انصاری شخص نے ان کے
ایک آدمی کو بھیجا کیا جب اس کو گھیر لیا تو اس نے کہا لا الہ الا اللہ (۳۰ کمر) وہ انصاری تورک گیا مگر میں نے اس کے
نیرو ملہ دیا، جب ہم واپس ہوئے تو یہ خبر آپ تک بھی پہنچ گئی آپ نے فرمایا اے اسامہ! کیا لا الہ الا اللہ کہنے
کے بعد بھی تم نے اسے قتل کر ڈالا، میں نے عرض کیا وہ تو اس بہانہ سے اپنی جان بچا رہا تھا، آپ نے کہ بار بار یہی بات
فرمائے جانتے تھے یہاں تک کہ مجھے یہ آزد ہونے لگی کہ کاش میں آج سے قبل مسلمان نہ ہوا ہوتا تاکہ آج مسلمان
ہونے کی وجہ سے میرا گناہ بھی بخشتا جاتا، مسلم کے ایک طریقہ میں یہ لہر ہے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے

(۴۰۶) شارح عقیدہ سفارینی نے امام بخاری جیسے حلیل القلم حافظ حدیث کی طرف یہ نسبت کر دی ہے کہ خوف
کی حالت کا اسلام معتبر نہیں ہوتا۔ (شرح عقیدہ سفارینی ج ۱ ص ۳۶۸) حضرت استاد قدس سرہ کے نزدیک یہ نسبت خلاف واقع
ہو رہی تھی کہ جو اسلام جان بچانے کی نیت سے صرف نائشی طور پر ہو، قلب کو اذعان و سکون کا اس میں ایک قدم بھی نصیب
نہ ہو یا اس میں شک و تردد کی خلش باقی رہو۔ تو یہ شبہ بہ اسلام معتبر نہ ہونا چاہئے اسی قسم کا اسلام امام بخاریؒ کی مراد
ہو سکتا ہے لیکن اگر قلب یقیناً اذعان سے سمد بچکا ہے شک و تردد کی اس میں کوئی گنجائش نہیں رہی تو ایسا اسلام قطعاً
معتبر ہے۔ امام بخاریؒ ہرگز اس کے مخالف نہیں ہو سکتے اور کیسے مخالف ہو سکتے جبکہ تاریخ اسلام یہی افراد سے بھری پڑی
ہے جو شمشیروں کی جھنکاہوں میں حلقہ گزشت اسلام ہوئے اس کے باوجود ان کا اسلام قبول کرنے میں تاخیر نہ ہوئی کیونکہ ان کی اور اسی
لئے جب خوف و ہراس کی فضا چھٹ گئی تو ان لوگوں نے کبھی اپنے اصل مذہب کی طرف رجوع کا اعلان نہیں کیا۔ کیا یہ اس
امر کا کھلا ہوا ثبوت نہیں ہے کہ جو اسلام وہ خوف کی فضا میں قبول کر چکے تھے وہ صرف نائشی نہ تھا بلکہ صمیم قلب سے تعاون
کوئی وجہ نہ تھی کہ بعد میں وہ اس حقیقت کا اعلان نہ کر دیئے اس تاریخی ثبوت سے اس خیال کی تردید ہوتی ہے کہ خوف کی

قَالَ أَسْلَمَ وَإِنْ كُنْتُ كَارِهَا (رواه احمد ورجالہ من رجال الصحیحین وهو من ثلاثیات الامام احمد وارساء السیوطی فی الجامع الصغیر ورواه الامام احمد والبیہقی وایضاً المقدسی ورواہ البیہقی).

يعتبر اسلام الاسير وان لم يفكر كل الفلاح

(۴۰۸) عَنْ عُمَرَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كَانَ لُثَيْفٌ حَلِيفًا لِبَنِي عُقَيْلٍ فَأَسْرَتْ ثَوَيْفٌ بَا رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَسْرَ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنْ بَنِي عُقَيْلٍ فَأَوْثَقُوهُ فَطَرَحُوهُ فِي الْهَرَّةِ فَمَرَّ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَادَاهُ يَا هَئِنْدُ يَا هَئِنْدُ فِيمَا أَخَذْتُ قَالَ هُوَ بِرَوْحٍ حَلَفَاؤُكُمْ لُثَيْفٌ فَكَرَّكَ وَمَضَى فَقَادَاهُ يَا هَئِنْدُ يَا هَئِنْدُ فَمَرَّ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَجَعَهُ قَالَ مَا شَأْنُكَ قَالَ إِنِّي مُسْلِمٌ فَقَالَ لَوْ فَلْتَهَا وَأَنْتَ

اس نے کہا میں تو اپنے دل میں کچھ کراہت سی محسوس کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اسلام قبول کر لو اگر چہ کراہت محسوس ہو۔ (رفتہ رفتہ یہ کراہت کھل جائے گی۔) (احمد)

قیدی کا اسلام بھی معتبر ہے مگر اس کو قید سے رہا نہ کیا جائے گا

(۴۰۸) عمران بن حصین روایت فرماتے ہیں کہ قبیلہ ثقیف بنی عقیل کے حلیف تھے، ثقیف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابی پکڑ لئے تھے، اس لئے آپ کے صحابہ نے بھی بنی عقیل کا ایک شخص پکڑ لیا اور اس کو باغ و بستان کے سنگتان میں ڈال دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے گزرے تو اس نے آپ کو دیکھا اور عرض کیا کہ آواز دی اور کہا بھلا مجھے کس جرم میں گرفتار کیا ہے فرمایا تیرے حلیف ثقیف کے جرم میں (انھوں نے ہمارے دو شخص گرفتار کر رکھے ہیں) آپ نے اسے پڑا رہنے دیا اور تشریف لے گئے اس نے پھر دیکھا اور عرض کیا کہ آواز دی آپ کو اس پر جرم کیا آپ واپس ہوئے اور فرمایا مجھے کیا ہو گیا ہے وہ بولا میں مسلمان ہوا ہوں آپ نے

یہ گرانی غیر اختیار کی ہوئی ہے اس لئے ان کے اعتباری اسلام کے خلاف نہیں بھی جاتی پھر فوراً اسلام میں مبتلا افضل جتنی کشادگی پیدا ہوتی جاتی ہے اتنی ہی یہ گرانی خود بخود کم ہوتی جاتی ہے۔ دوا دوا میں انگری طہر تو اسلام کی صداقت کا یقین برہنہ بھی طہر پھیل ہوتا تھا، انکا دوا خرافات جو کچھ بھی ہوتا وہ صرف منہ، عصیت اور بغیرت قوی کی بنا پر ہوتا اس لئے جب کبھی وہ کسی بیعت سے اسلام قبول کرتے تو ان کا اسلام قلبی طور پر ہی ہوتا تھا۔ اگر کسی کو طبعی کراہت ہوتی تو یہ بھی بہت شاذ و نادر تھی۔ یہ ملکہ کھٹا کھٹا ہے کہ یہاں ذکر کراہت کا ہے اگر وہ کانہیں۔ بعض نادان اس حدیث میں اگر وہ اور کراہت میں فرق نہیں کرتے۔

بِمَلِكٍ أَمَرَ لَوْ اسْمَعْتَ كُلَّ الْفَلَاحِ قَالَ فَقَدْ أَرَسْتُ لَأَسْوَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالرَّجُلَيْنِ الَّذِينَ
أَسْرَحُمَا تَقِيْفٌ۔ (مراہ مسلم)

(۴۰۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ كُنْتُ مَعَ عُمَرَ أَمِيرِ الْخُرَجِثِ لِلنَّاسِ قَالَ خَيَّرَ النَّاسَ لِلنَّاسِ بَاتَرْنَ
بِمَعْنَى السَّلَامِ فِي أَعْيَانِهِمْ حَتَّى يَدْخُلُوا فِي الْإِسْلَامِ (بخاری)

جواز استسراار الایمان للمخالف

(۴۱۰) عَنْ عَبْدِ بَنَّةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَحْصُوا لِي كَمْرِيْلِفْظَ
الْإِسْلَامِ قَالَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ الْخَالِفَ عَلَيْنَا وَتَحْنُ مَا بَيْنَ السَّيِّئِ وَالْخَيْرِ قَالَ

فرمایا کہ یہ بات اگر تو اس وقت کہتا جب تو گرفتار ہو یا تھا تو پھر سے طور پر کیا یا ہو جاتا تو ای کہتا ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا اس کو ان دو شخصوں کے بدل میں دیدیا جن کو تقیف سے پکڑ لیا تھا۔ (مسلم)
(۴۰۹) ابو ہریرہ سے کہتم خیدامت کی تفسیر میں منقول ہے کہ لوگوں کے حق میں تمہاری بہتری اور ضرریت
یہ ہے کہ تم کافروں کی گردنوں میں زنجیریں ڈال ڈال کر انہیں قید کیے لگتے ہو یہاں تک کہ ان کے دلوں میں
اسلام کی حقانیت سما جاتی ہے اور وہ مسلمان ہو جاتے ہیں۔ (بخاری شریف)

خوف کی حالت میں اپنا ایمان پوشیدہ رکھنا درست ہے

(۴۱۰) حذیفہ روایت کرتے ہیں کہ (ایک غزوہ میں) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے آپ
نے ارشاد فرمایا مجھے شمار کر کے کھڑے ہو لوگوں کی تعداد بتاؤ۔ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو ہمارے
متعلق کچھ اندیشہ ہے حالانکہ اس وقت ہم چھ سو اور سات کے درمیان میں۔ آپ نے فرمایا تم نہیں جانتے شاید

(۴۱۰) (نوری کہتے ہیں کہ لفظ الست ماندہ نوری قاعدہ کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے لیکن مسلم کے علاوہ دوسری
کتب میں بھی لفظ ستائہ الف لام کے بغیر ہی روایت کیا گیا ہے یہ بالکل بے غبار ہے۔ دوسرا احوال اس روایت میں
نہ کہ کسی تعداد کے مطابق ہے۔ امام بخاری کے یہاں ڈیڑھ ہزار کی تعداد مذکور ہے۔ شارحین نے اس کی مختلف توجیہات
بیان کی ہیں مگر ان میں کوئی تشفی بخش نہیں ہے۔ حضرت امار کے نزدیک جو اختلاف ذیل فقہ میں پیدا ہو جائیں اگر ان سے
کوئی حکم شرعی مستنبط نہیں ہوتا تو ان کے فیصلے کے درپے ہونا حفت کی ضرورت ہے۔ ہاں اگر صرف تاریخی لحاظ سے کوئی شخص
اس طرف توجہ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔

یہاں ہماری غرض صرف یہ ہے کہ خوف دہر اس کی زندگی میں اس امر کی اجازت ہے کہ اسلام احکام چھپ کر

اِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ لَعْنَتَكُمْ اَنْ تَبْتَلُوْا اَقَالَ فَاَنْبَلِيْنَا حَقَّ جَبَلٍ رَّجُلًا يَّسَّالَا يَحْمِلُ الْاِسْرَارَ مِنْ اَسْلَمَ وَالْجَبَّارِ
(۴۱۱) عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِي عَتَّابٍ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
سَرِيَّةً فِیْهَا الْمُقَدَّادُ بْنُ الْاَسْوَدِ فَلَمَّا اَتَوْا الْقُرْمَ وَحَدُّوْهُمُ ذُنُفَرًا وَكُنُوْا بِرَجُلٍ لَّدُنَّ مَسَالٍ
کَثِیْرَةٍ لَّمْ یَزِرْهُمْ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَآخِرُیْ اِلَیْهِ الْمُقَدَّادُ فَقَتَلَتْهُ فَقَالَ لَدُنَّ رَجُلٍ
مِّنْ اَصْحَابِهَا اَقْتُلْتَ رَجُلًا شَهِدَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ لَا کُفْرَانَ ذٰلِكَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَدِمُوْا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا يَا رَسُوْلُ اللّٰهِ اِنَّ رَجُلًا

آئینہ) تم کسی آزمائش میں ڈالے جاؤ خلافہ کہتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا اور نبوت یہاں تک آگئی کہ ہم میں ایک
شخص کو نماز بھی چھپ چھپ کر پڑھنی پڑی (مسلم۔ بخاری)

(۴۱۱) سعید بن جبیر بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کا ایک
مختصر دستہ (ایک کافر جماعت کی طرف) روانہ کیا۔ اس میں مقداد بن الاسود بھی شامل تھے جب وہ دستان
کے پاس پہنچا تو وہ (پہلے ہی) ادرادر ہوا کہ چکے تھے صرف ایک شخص جوڑا مال دار تھا اپنی جگہ باقی رہ گیا تھا،
وہ اپنی جگہ سے کہیں نہ گیا تھا اس نے (انہیں دیکھ کر) کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ مقداد
اس کے باوجود اس کی طرف بڑے لہو اس کو مار ڈالا ان کے فخر میں ایک شخص نے کہا آپ نے اس شخص کو

لدا کر لے سائیں۔ مگر یہ حد زیر بحث ہے کہ اس اخبار کی امانت کن حالات میں دی جا سکتی ہے۔ ایک نزول کو اپنی زندگی
ہر جگہ اور ہر وقت خوف و ہراس کی زندگی نظر آتی ہے۔ اسلامی احکام میں ایسے نزول کی رعایت نہیں کی جا سکتی جیسا
کہ ان بہادریوں کو بھی سہارا نہیں بنایا جا سکتا جن کے سامنے طاقت اندیشی سے پہلے جاننازی کی منزل آجاتی ہے وہ
خوف و ہراس کے میدانوں کو سکون و اطمینان کی آرام گاہیں تصور کر لیتے ہیں ایک عالمگیر مذہب کو جوش اور ہوش بولوں
کی تعلیم دی جائے اس سے مصلحت کے وقت اسلام نے اخبار ایمان کی بھی اعازت دیدی ہے۔ حتیٰ کہ بصورتِ اکواہ
دلہا زبان سے کفر ادا کرنے کی بھی رخصت دیدی گئی ہے بشرطیکہ دل اندر سے مطمئن رہے۔ اگرچہ افضل اب بگڑا ہی ہے
کہ اپنی جان قربان کر دے اور کلہ کفر زبان سے ادا نہ کرے

وہی کس خوفی سے جان تریخ داغ نے

لب پیسم اور نظریار کی طرف

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اخبار ایمان اور اظہار کفر میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اخبار ایمان کا یہ مطلب نہیں کہ
کہ کلمات کفر زبان سے نکالے اور اعمال کفر کر ڈالے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو احکام اسلام وہ اس کی حالت میں حکم
کھلا ادا کیا کرتا تھا اب حالت خوف میں وہ چھپ کر ادا کر سکتا ہے اس سے کفر کے افعال ادا کرنے کی رخصت سمجھ لینا
سخت مہلک غلطی ہے

قَسِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَتَلَهُ الْمُقَدَّادُ فَقَالَ أَدْعُوا إِلَى الْيَقْدَادِ يَا مُقَدَّادُ أَقَتَلْتُ رَجُلًا
يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَيْفَ لَكَ بِهَذَا السَّيِّئِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ هَذَا مَا نَزَلَ اللَّهُ بِهَا آمَنُوا بِالْحَقِّ
ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِلَّذِينَ لَا تُغْنِي عَنْكُمْ الْإِيمَانُ كُنْتُمْ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعَتَدَ اللَّهُ مَغَازِمَ كَثِيرَةً لَكُمْ لَكُمْ مِنْ قَبْلِ مَنِ اللَّهُ عَلَيْكُمْ تَبَيَّنُوا فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُقَدَّادِ كَانَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ يُحْفِي إِيْمَانَهُ مَعَ قَوْمٍ كُفَّارٍ فَأَظْهَرَ
إِيْمَانَهُ فَقَتَلْتَهُ وَكَذَلِكَ كُنْتَ تُحْفِي إِيْمَانَكَ وَمَكَتَ رَهَاءَ النَّارِ وَرَى آخِرَهُ الْبَحَارَى تَلْقَا

یصحح الاسلام باحصل فعال الاسلام وان لم يتلفظ بشيء

(۴۱۲) عَنْ جَبْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرِيضًا إِلَى
خُثَمَةَ فَأَقْبَحَهُمْ نَاسٌ وَهُمْ بِالْجُحُودِ فَأَسْرَفَ فِيهِمْ الْقَتْلَ قَبْلَهُ ذَلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا تھا کیسے قتل کر دیا۔ بخدا یہ بات میں ہاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ کر رہیں گا۔ جب
یہ لوگ آپ کی خدمت میں آئے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک شخص نے لا الہ الا اللہ کی شہادت دیدی تھی
اس کے باوجود مقتلاؤ نے اس کو قتل کر ڈالا۔ آپ نے فرمایا مقدار کو میرے سامنے بلاؤ (مقداد آئے تو آپ نے فرمایا)
مقداد اکیا تم نے اس شخص کو بھی قتل کر ڈالا اسی نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا تھا ربوہی قیامت میں اس کلمہ کا کیا جواب
دو گے اس واقعہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اے ایمان والو جب کہیں سفر کے لئے جا یا کرو تو خوب
تحقیق کر لیا کرو اور جب کوئی شخص تم کو سلام کرے تو یہ مت کہا کرو کہ تو مسلمان نہیں کیا تم دنیا کی دولت چاہو
تو سن لو کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت سی عینتیں ہیں تم بھی پہلے ایسے ہی تھے تو اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا اس
لئے آئندہ تحقیق کر لیا کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتلاؤ سے کہا ایک مومن شخص تھا جو کافروں
میں اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا۔ اس نے اپنا ایمان ظاہر کیا تو تم نے اسے قتل کر دیا۔ آخر تم بھی تو
جب مکہ مکرمہ میں تھے تو اسی طرح اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھے۔ (بزار)

اگر کافر کوئی اسلامی شعار ادا کرے اپنا مسلمان ہونا ظاہر کر دے تو اس کا اسلام مقبرہ ہو جائیگا خواہ مہلک ہو کہ نہ

(۴۱۲) جریر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کا ایک چھوٹا سا دستہ
قبیلہ خثعم کی سمت روانہ کیا ان میں سے کچھ لوگوں نے سجدہ میں گر کر اپنی جان بچا لی چاہی رہا لشکر اسلام نے

قَامَ لَهُمْ يَضَعُ الْعَقْلَ وَقَالَ أَنَا بَرِيٌّ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ مُقِيمٍ بَيْنَ أَظْهُرِ الْمُشْرِكِينَ كَأَنَّا يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَعَالٍ لَا تَنُورُ أَيْ نَارَ أَهْلًا - (بخاری و ابوداؤد)

اس کی بڑھانہ کی اور کسی تاخیر کے بغیر ان کو قتل کرنا واجب یہ واقعہ آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے ان کی نصف دیت ادا کرنے کا حکم دیا اور فرمایا میں ہر ایسے مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو مشرکین کی جماعت میں گھس کر رہے لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ میرے کہوں؟ فرمایا دونوں کو اتنے فاصلہ پر رہنا چاہئے کہ ایک کو دوسرے کی آگ کی روشنی نظر نہ آئے۔ (ابوداؤد)

(۳۱۲) اسلام قبول کرنے کی پہلی برکت یہ ہے کہ اس کی حلقہ بگوشی کے بعد ہی جان و مال دونوں کی عصمت قرار نصیب ہو جاتی ہے فقہائے نزدیک اس عصمت کی مدفینیں ہیں عصمت مؤثرہ اور عصمت مقومہ جس کا ازالہ صرف گناہ ہوا اس کو عصمت مؤثرہ کہتے ہیں اور جس کے ازالہ سے دیت لازم ہوا اس کا نام عصمت مقومہ ہے۔ پہلی عصمت اسلام قبول کرنے سے حاصل ہوتی ہے دوسری دارالاسلام کی سکونت سے اس لحاظ سے اگر ایک مسلمان دلاکو حرب میں رہتا ہے تو اس کو عصمت مؤثرہ تو حاصل ہے مگر عصمت مقومہ حاصل نہیں ہے اگر کوئی مسلمان دلاکو حرب میں قتل کر دیا جائے تو اس کے قاتل کو صرف گناہ ہوگا مگر اس پر دیت لازم نہ آسکتی لیکن باہمی ہر جو فکر یہاں معاملہ مسلمانوں کی ایک جماعت کا تھا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پسند نہیں فرمایا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت کا خون پونہی رائے لگا دیا جائے اور نصف دیت ادا کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اور آئندہ کے لئے یہ اعلان کر دیا کہ پھر پوری عصمت اسی وقت حاصل ہوگی جبکہ اسلام لانے کے ساتھ سکونت بھی دارالاسلام کی اختیار کر لی جائے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دارالکرب کی سکونت مسلمان کے لئے مضر نہیں لیکن واضح رہے کہ دارالاسلام کی طرف ہجرت کا سوال اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جبکہ کسی خطہ پر دارالاسلام کا وجود بھی ہو اور اس کی طرف ہجرت کرنا ممکن بھی ہو لیکن اگر وہ نصیب سے مضر ہو جی تو دارالاسلام کا وجود ہی نہ رہے یا مسلمانوں کی مسلسل غفلت کی وجہ سے دارالکرب میں ان کی تعداد اتنی زیادہ ہو جائے کہ دارالاسلام میں ادا کی کھیت کا امکان ہی نہ ہو تو اب ہجرت کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ ان حالات میں مسلمانوں پر فرض ہوگا کہ وہ اپنے ہی ماحول میں رہ کر ایسی نفع پیدا کرنے کی سعی میں لگے رہیں جس میں آئین اسلام پر عمل کرنے کی انھیں پوری آزادی حاصل ہو جائے اور جب تک آئین اسلام پر عمل کرنے میں کوئی ادنیٰ رکاوٹ باقی رہے اس وقت تک راحت کی نیند نہ لیں۔ مسلمانوں کی تعداد کی زیادتی کے ساتھ ساتھ یہ ذمہ داری بھی اور بڑھتی چلائے گی منتشر افراد و اشخاص یا جماعتیں تو مستضعفین فی الارض (ملک میں کمزور و بے بس) ہونے کا غدار سکتی ہیں لیکن مقتدر اور بڑی بڑی جماعتوں کے لئے یہ غدار کرنا بھی غلط ہے اس لئے ان کا ایک ہی نصب العین ہو جانا چاہئے کہ وہ ایک مقہور زندگی کو نکل کر ایسی زندگی کے لئے سعی کریں جس میں محکم اسلام پر عمل ہو سکے کی انھیں پوری آزادی حاصل ہو جائے، یہ مقصد اگر دفعہ حاصل نہ ہو سکے تو باقسطا بھی لیکن اس سے قبل کسی نا تمام اور ادھر پوری آزادی پر قناعت کر کے بیٹھ رہنا ناقابلِ عنو جرم ہوگا جس کی باواضح بھگتتا ہوگی۔ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ کھارے دور دور رہنے کا جو حکم یہاں دیا گیا ہے وہ صرف اسی لئے ہے کہ اسلامی معاشرت کو کفر کے اثرات سے متاثر نہ ہو یہ خطہ اسی مقام پر سہا ہو سکتا ہے جہاں اسلام کو اقتدار و طاقت حاصل نہ ہو، جہاں اسلام کو شوکت و طاقت حاصل ہو وہاں عقلی اور نفسانی کسی لحاظ سے بھی متاثر کا سوال ہی نہیں ہوتا۔ حدیث مذکور میں لا تَوَارِیْ اَوْ کَا فَرِهَ ایسے ہی ماحول میں مدعا د فرمایا گیا تھا (باقی بر ص ۱۵۳)

(۲۱۳) عَنْ اَبِي عُبَيْسٍ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ بِمَنْعٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُرْعَى غَمَامَهُ فَنَسِمَهُ عَلَيْهِمْ فَقَالُوا لَا يَسْلُمُ عَلَيْنَا اِلَّا لِيَتَعَوَّذَ مِنَّا نَعِيْدُ وَلَا لِيَكْرِهَ قَتْلُوهُ وَلَا لِيَايُغْوِيَهُ
النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَزَلَّتْ هَذِهِ الْاَيَةُ يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ اَسْمُوْهُ رَاهِ اَحْمَدَ اِلَى يَدِيْ فِي الصَّغْرِ تَالِ حَسْبِي

لم يكره النبي صلى الله عليه وسلم احدا على الاسلام

(۲۱۴) عَنْ جَابِرٍ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ كُنْحِي فَلَمَّا قُفِلَ رَسُولُ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُفِلَ مَعَهُ فَاذْكُرْكُمْ الْكَاذِبَةَ فِي حَادٍ كَثِيرٍ الْعَصَا وَتُزَلُّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى

(۲۱۳) ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ بنی سلیم کا ایک آدمی اپنی کمریاں چراتا چراتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے صحابہ کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا اس نے سلام کیا تو وہ کہنے لگے کہ یہ صرف اپنی جان بچانے کی خاطر
سلام کر رہا ہے پھر اس کی طرف بڑھے اور اس کو قتل کر دیا اور اس کی کمریاں لیکر آپ کی خدمت میں حاضر
ہوئے اس پر یہ آیت اتر آئی، اے وہ لوگو جو ایمان لاچکے ہو اگر کوئی شخص تم کو سلام کرے تو یہ ہرگز نہ کہا
کر دو کہ تو مسلمان نہیں ہو۔ (احمد ترمذی)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو اسلام لانے کے لئے مجبور نہیں کیا

(۲۱۴) جابر بیان کرتے ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نجد کی طرف غزوہ کرنے کیلئے
گئے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو آپ کے ہمراہ یہ بھی واپس ہو گئے اور وہ پھر کے وقت ایک ایسی

جہاں مسلمان مہجوری کی زندگی بسر کر رہے تھے جس میں مائشی اور معاشی بُد کا حکم اسی حکم ہے جہاں کفر کا اقتدار ہو۔ کوئی مشبہ
نہیں کہ ایسی فضا میں گھس کر رہتا اسلامی اسپرٹ کو تار کر دینے کے مہلوف ہے اس لئے اگر علیحدہ ہونے کی طاقت ہو تو وہ کلمہ اس
زندگی کی کراہت سے کسی وقت قلب خالی نہ رہنا چاہئے اور صرف کراہت ہی نہیں بلکہ علما اس سے نجات کا راستہ تلاش
کرنا بھی زندگی کا نصب العین بنانا چاہئے۔

(۲۱۳) غار اور باہم ملاقات کے وقت لفظ اسلام علیکم اسلام کا شعار ہے۔ مذکورہ بالا امر و حدیثوں میں ان
اشخاص نے اپنے اسلام کا ثبوت اسلام کا لفظ صریح طور پر ادا کرنے کی بجائے اس کے شائبہ کو ادا کر کے پیش کرنا چاہا تھا مگر ابتدا
عہد میں مسائل کی پوری واقفیت نہ تھی اس لئے اس کو ناکافی سمجھا گیا بیان تک کہ قرآن و حدیث نے بتایا کہ صریح اسلام
پر جھوٹا کرنا صحیح نہیں اسی طرح کسی کے اسلام میں بے سبب شک و شبہ پیدا کرنا بھی صحیح نہیں۔ تم مسلمان ہوئے کہ کسی کو
مہم دست کرو اور اگر کوئی شخص از خود مسلمان ہو رہا ہے تو بے وجہ اس کے اسلام کو شک کی نظر سے بھی نہ دیکھو گواہ اسلام

وَلَقَرَى النَّاسُ يَسْتَعِظُونَ بِالشَّجَرِ فَذَلَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَتَّ شَجَرَهُ فَعَلَقَ بِمَا
 سَيَقَعُونَ وَمَنَاؤُهُمْ فَإِذَا رَسُلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوكَ وَإِذَا عِنْدَهُ أَغْرَابِي فَقَالَ
 إِنَّ هَذَا إِحْطَرٌ عَلَى سَيْفِي وَإِنَّا نَاهِيَةٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَكُنْتُ يَدِيهِ صَلَاتًا قَالَ مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي
 فَقُلْتُ اللَّهُ تَعَالَى وَلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ وَفِي سُرَاةِ ابْنِ بَكْرٍ الْأَحْمَلِيِّ فِي صَعْبِهِ
 فَقَالَ مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي قَالَ اللَّهُ فَسَقَطَ السَّيْفُ مِنْ يَدِهِ فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 السَّيْفَ فَقَالَ مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي فَقَالَ كُنْ خَيْرَ أَخِي فَقَالَ تَسْمَعُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَرَأَيْتُ
 رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَا وَلَكِنِّي أَعَاوَدُكَ عَلَى أَنْ لَا أَقَاتِلَكَ وَلَا أَكُونُ مَعَ قَوْمٍ يُقَاتِلُونَكَ فَخَلَّى

دادی میں جا پہنچے جہاں بہت سی خاردار جھاڑیاں تھیں آپ وہاں اتر پڑے اور لوگ بھی درختوں کے سایہ کی
 تلاش میں بدھرا درخت سر ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کیکر کے درخت کے نیچے فروکش ہو گئے اور اپنی
 تلوار ایک درخت پر لٹکادی۔ ابھی ہماری آنکھ نہ لگی تھی کہ ہم کیا دیکھتے ہیں کہ آپ ہیں بلا رہے ہیں اور ایک
 گنوار شخص آپ کے پاس موجود ہے آپ نے فرمایا میں سو رہا تھا اس شخص نے میری تلوار میرے قتل کے
 ارادہ سے کھینچ لی اتفاقاً میں بیدار ہو گیا دیکھا تو تلوار اس کے ہاتھ میں کھینچی ہوئی موجود تھی۔ اس نے کہا
 (ہو ہوا) اب تم کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے میں نے کہا اللہ۔ تین بار فرمایا۔ اس کے بعد آپ بیٹھ گئے اور آپ
 نے اس سے کوئی انتقام نہیں لیا۔ (متفق علیہ) ابوبکر اسخلی نے اپنی صبح میں اس واقعہ کو یوں روایت کیا ہے
 جب اس نے کہا مجھ کو مجھ سے کون بچائے گا تو میں نے کہا اللہ (یہ جواب سن کر بہت کے مارے) اس کے ہاتھ
 سے تلوار گر گئی اور اس تلوار کو آپ نے اٹھایا اور فرمایا بول اب مجھ کو مجھ سے کون بچائے گا وہ بولا تلوار پر
 قبضہ کرنے والوں میں افضل آپ ہی بن جائیے۔ آپ نے فرمایا اچھا کیا گواہی دے گا کہ میری کوئی نہیں مگر ایک
 اللہ اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے کہا نہیں، ہاں یہ عہد کرتا ہوں کہ آئندہ نہ کبھی خود آپ سے جنگ کروں گا

معاذ میں کسی پہلو سے بھی شریعت نے تشدد پسند نہیں کیا کوئی اسلام لائے تو سب سے قبل کہ لو اللہ نہیں لانا تو
 اس کی مرضی پر صبر کر دو۔ کیا اس سے بڑھ کر آزادی رائے کا کوئی اور مذہب ہو سکتا ہے؟
 (۴۱۴) امام بخاری نے غزوہ بنی المصطلق سے قبل اس روایت کو ذکر کیا ہے اور اس شخص کا نام غوث بن الحارث
 نقل کیا ہے۔ قسطلانی واددی کی نقل سے لکھتے ہیں کہ یہ شخص اگرچہ اس وقت مسلمان ہوئے سے انکار کر گیا تھا لیکن
 اپنی قوم کے پاس واپس جا کر مسلمان ہو گیا تھا اور اس کی وجہ سے ایک اور بڑی جماعت بھی شرف باسلام ہو گئی تھی۔ بہت
 قابلِ غور ہے کہ اگر اسلام میں اکراہ جائز ہوتا تو آپ کو اس سے زیادہ اکراہ کو نہ لے گا کہ کون سا موقع ہم پہنچ سکتا تھا جبکہ دشمن کی
 تلوار آپ کے ہاتھ میں آگئی ہواس پر اقدام قتل کی دفعہ بھی عائد ہو سکتی ہوتی تھا ہوا آپ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت ہو

سَبِيلِهِ فَأَتَى أَصْحَابَهُ فَقَالَ جُمْتُكُمْ مِنْ عَمَلٍ خَيْرٍ لَكُمْ أَسَ - (مکنا فی کتاب البیضاء فی الریاض مشکوٰۃ)
 (۴۱۵) عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَأَيْتُ
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْقَى فِي قَلْبِي الْإِسْلَامَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ
 أَرَجَعْتُ إِلَيْهِمْ أَبَدًا قَالَ إِنْ لَمْ أَخِشْ بِالْعَهْدِ وَلَا أَخِشُ الْبُرْجُ وَلَا أَخِشُ الْإِسْجَمَ فَإِنْ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُمُ
 الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ الْآنَ فَلَرَجَعُهُمْ قَالَ فَذَهَبْتُ لَمْ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْأَلْتُ - (مناہ البیضاء)

اور شاہیہ لوگوں کا ساتھ دینا جو آپ سے جنگ کریں گے آپ نے اس کو چھوڑ دیا وہ اپنے ہمراہیوں کے پاس
 آیا اور کہا کہ میں ایک ایسے شخص کے پاس سے آ رہا ہوں جو انہوں میں سب سے بہتر انسان ہے (کناب البیضاء فی الریاض)
 (۴۱۵) ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ قریش نے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا جب میں نے
 آپ کے دہنے اندر نظر ڈالی تو اسی ساعت میرے قلب میں اسلام کی صداقت سامنے آ گئی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
 اب تو میں ان کے پاس واپس نہیں جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا میں عہد کے معاملہ میں دخل فصل نہیں کروں گا اور
 نہ ان کے قاصد کو اپنے پاس رکھوں گا لہذا اب تو تم واپس چلے جاؤ ہاں اگر یہاں سے جا کر بھی تمہارے دل میں
 یہی بات باقی رہے جواب ہی تو بھر لوٹ آنا۔ وہ کہتے ہیں میں گیا اور آپ کی خدمت میں واپس آ کر مسلمان ہو گیا۔ (ابو یوسف)

لیکن اس تمام اقتدار کے باوجود خدا کا رسول صرف اس کے سامنے اسلام کی تبلیغ کو کر دیتا ہے گویا اس کے صاف انکار کر دینے
 پر بھی کوئی باز پرس نہیں کرتا اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اس کے اقدام قتل ہونے کوئی سزا دیتا ہے نہ اس کا انتقام لیتا ہے اور
 ہر امر میں قائل و خیر ہے کہ عرب کی فطرت اگر کسی کا جبر و تشدد برداشت کر لیتی تو اس سے زیادہ بے بسی کا وقت کسی پر ہوا نہ سنا سکتا
 تھا مگر یہاں بھی اس اعرابی کی وحشت فطرت نے اس کیلئے بھی اسے آمادہ نہ کیا کہ وہ صرف زبانی طور پر ہی اسلام کا اقرار کر لیتا۔ پس
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور قوم کے حالات دونوں اس بات کے شاہد عدل ہیں کہ اسلام کے لئے کبھی اکراہ نہیں کیا
 گیا اور اگر کیا بھی جانا تو ہرگز کا کر دینا ہوتا۔ پس اسلام پر ایک زبردست افتراء ہے کہ اسلام جبر و اکراہ سے پھیلا ہے۔

(۴۱۵) دیکھئے یہاں کس طرح ایک شخص اسلام لانے کے لئے مضطرب ہو مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے شبہ سے پاک
 دیا پس فرمادیتے ہیں اور دوبارہ غم و غوض کو نیک مشورہ دیتے ہیں جہاں آزادی رائے کا عالم ہے جہاں بھلا کر لو کا کیا قصور کیا ہو سکتا
 اس قسم کے واقعات سے یہ جاننا ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نہ شمشیر کی طاقت سے پھیلا ہے نہ دلائل کی طاقت سے بلکہ ہمیشہ صاحب
 حق کے متوازن صداقت اور ان و جہاں قرآن کے رجوع سے پھیلا ہے جو قلوب میں بیاباڑوں کو زیادہ مستحکم طور پر خود بخود جم جانے سے
 قرآن کریم نے آپ کے اس اضطراب کو جو گفتار کے اسلام کے متعلق آپ کے سینہ میں موجزن تھا ناگوار ہی کے انداز میں اٹھا کر
 تعبیر فرمایا ہے اخافت، نکرہ الناس حتی یكوفوا مو منین۔ تو کیا آپ لوگوں پر اتنی زبردستی کریں گے یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائیں
 یعنی ان کے اسلام کے متعلق آپ کا اضطراب و شوق اس حد پر نہ بڑھنا چاہئے کہ میں معلوم ہونے لگے کہ گویا آپ ان کو زبردستی
 مسلمان بنا لیتا چاہتے ہیں۔ اس سے اعلازہ لگانا چاہئے کہ قرآن میں تبدیل مذہب کے لئے کبھی اکراہ کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ
 صاف اظہار میں لاکراہ فی الدین فرمایا گیا ہے۔ مابقی صداقت کو قبول کر لیں کہ قرآن و حدیث میں کلام الہی کا نہ ہوتا ہے۔

(۴۱۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِيْلًا قَبْلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ
 بِرَجُلٍ مِنْ كَثِبٍ حَنِيفَةً يُقَالُ لَهُ لَمَّا مَضَى أَكَالِي قَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سِوَارِي الْمُسْجِدِ فَهَرَبَ
 إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا عِنْدَكَ يَا ثَمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِي حَدِيثٌ يَأْتِيكَ إِنْ تَفَتَّحْتَنِي
 تَقْتُلُ زَادِمَ وَإِنْ تُسَلِّمَ تُسَلِّمَ عَلَيَّ شَاكِرًا وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْإِمَالَةَ فَسَلِّمْ رِيَّةً مَا شِئْتَ فَتَرَكَ حَتَّى
 كَانَ الْعَدُوُّ قَالَ لَهُ مَا عِنْدَكَ يَا ثَمَامَةُ قَالَ عِنْدِي مَا قُلْتُ لَكَ إِنْ تُسَلِّمَ تُسَلِّمَ عَلَيَّ شَاكِرًا
 فَتَرَكَ حَتَّى كَانَ بَعْدَ الْعَدُوِّ فَقَالَ مَا عِنْدَكَ يَا ثَمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِي مَا قُلْتُ لَكَ فَقَالَ أَطْلَعُوا
 ثَمَامَةَ فَأَتَاهَا إِلَى نُحَيْلٍ فَرِيضٍ مِنَ الْمُسْجِدِ فَأَغْتَسَلَ قَدْ خَلَّ الْمُسْجِدَ فَقَالَ أَسْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ
 إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ يَا مُحَمَّدُ مَا كَانَ عَلَى الْأَرْضِ وَجْهُ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ

(۴۱۶) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی جانب سواروں کا ایک
 دستہ روانہ کیا وہ بنی حنیفہ کا ایک شخص گرفتار کر کے لے آیا جس کو ثمامہ کہا جاتا تھا اور مسجد کے ستونوں میں ایک
 ستون سے اس کو باندھ دیا آپ اس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہو ثمامہ کیا خیال ہے اس نے کہا شیک
 ہے اے محمد اگر مجھے قتل کرو گے تو یاد رکھو ایسے شخص کو قتل کرو گے جو (گراں نہیں) اپنی قوم کا سوا ہے (اس کے
 خون کا بدلہ لیا جائیگا) اور اگر احسان کرو گے تو ایسے شخص پر احسان کرو گے جو احسان فراموش نہیں اگر تم کو مال
 دے کا رہو تو بولو کیا چاہتے ہو آپ اس دن اس کو اسی حالت میں چھوڑ کر تشریف لے گئے پھر دوسرے دن تشریف
 لائے اور فرمایا ثمامہ بولو کیا خیال ہے اس نے کہا میں خیال اب بھی وہی ہے جو پہلے ظاہر کر چکا ہوں اگر
 احسان کرو گے تو ایسے شخص پر احسان کرو گے جو ہمیشہ تمہارا شکر گزار رہے گا۔ آپ پھر اسی طرح اسے چھوڑ کر
 تشریف لے گئے یہاں تک کہ جب کل کے بعد پھر تشریف لائے اور اس سے پوچھا کہو ثمامہ کیا خیال ہے تو
 اس نے کہا وہی بات ہے جو پہلے کہہ چکا ہوں آپ نے فرمایا ثمامہ کو کھول دو۔ قید سے رہا ہو کر وہ مسجد کے
 قریب ایک گھجور کے بلغم میں گئے غسل کیا اور کلمہ شہادت پڑھا شہد ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ لے محمد
 روئے زمین میں آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض چہرہ میرے نزدیک کوئی اور نہ تھا لیکن آج وہ مجھے سب

(۴۱۶) علامہ نے لکھا ہے کہ ثمامہ کا پہلے دن ان قتل قتل زادم اگر آپ قتل کریں گے تو یاد رکھئے یہ ایک سوار
 کا قتل ہو گا کسی سوار شخص کا نہیں) کا فقرہ کہنا اور دوسرے دن ان تنعم نعم مل شاکر سے (اگر آپ احسان کریں گے تو کسی
 احسان فراموش پر نہیں بلکہ شکر گزار پر احسان کریں گے) اپنی گھٹکوں کی ابتداء کرنی بڑی بلاغت پر مبنی تھی۔ پہلے دن ان کو
 یہ یقین ہو چکا تھا کہ اب ان کی جان بخشی نہیں جائے گی۔ لیکن جب انہوں نے آپ کے حضور کم کا سادہ کچا تو

فَقَدْ أَصْبَحَ وَتَحَلَّى أَحَبَّ الْوُجُوهِ إِلَى اللَّهِ مَا كَانَتْ مِنْ دُونِ الْبُغْضِ إِلَى مَنْ دِيْنَكَ فَأَصْبَحَ دِيْنَكَ
 أَحَبَّ إِلَيْنَا إِلَى اللَّهِ مَا كَانَتْ مِنْ بَدَلٍ الْبُغْضِ إِلَى مَنْ بَدَلْنَا فَأَصْبَحَ بَدَلْنَا أَحَبَّ إِلَيْنَا
 إِلَى وَلَدَانِ فَجَعَلْنَا أَخَذَ ثِيْبَيْنِ وَأَنَا رَيْدُ الْعُمْرَةِ فَمَاذَا أَتَرَى فَبَشَّرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَأَمْرَهُ أَنْ يَغْتَابَ فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ لَهُ قَائِلٌ صَبْرَتَ قَالَ لَا وَلَكِنْ أَتَمَلَّيْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا اللَّهُ لَا نَأْتِيكَ مِنَ الْيَمَامَةِ حَتَّى يَخْطُبَ حَتَّى يَأْذَنَ
 فِيهَا السَّبْحُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

چہرہ میں سب سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے۔ خدا کی قسم پہلے مجھے تمام دینوں میں آپ کے دین سے زیادہ بخوش
 کوئی اور دین نہ تھا اور کج مجھے سب میں پیارا دین آپ ہی کا دین ہے۔ خدا کی قسم مجھے تمام شہروں میں آپ کے
 شہر سے زیادہ کوئی شہر بخوش نہ تھا لیکن آج سب شہروں میں عزیز تر شہر آپ ہی کا شہر ہو گیا ہے۔ (عرض ہوئی)
 کہ آپ کے فوجی دستے نے مجھے گرفتار کر لیا تھا میں اس وقت عمرہ کرنے کے لئے جا رہا تھا فرمایا مجھے اب کیا
 کرنا چاہئے۔ آپ نے ان کو اسلام پر شارت دی اور فرمایا کہ عمرہ ادا کر لیں جب یہ مکہ پہنچے تو کسی نے کہا اس کے
 لمبے دین سے پھر گیا، انھوں نے جواب دیا دین سے۔ پھر ناکیا ہوتا ہے میں خدا کے رسول پر ایمان لایا ہوں قسم
 ہے خدا کی جب تک آپ اعجازت نہ دیں گے اب تمہارے پاس یہ نامہ سے گیموں کا ایک نامہ بھی نہیں آسکیگا۔

انہیں یہ امید لگ گئی کہ اگر وہ رحم کی کوئی درخواست پیش کریں گے تو وہ ضرور منظور ہو جائے گی اس لئے دوسرے
 دن انھوں نے آپ کے احسان اعلیٰ شکر گزاری کے مضمون سے اپنی گفتگو کا آغاز کرنا مناسب سمجھا۔ شارحین
 نے لکھا ہے کہ جب ثامر سے پوچھا گیا کہ تم نے اسیری کی حالت ہی میں اپنے اسلام کا اعلان کیوں نہ کر دیا تھا تو
 انھوں نے یہ جواب دیا کہ اس حالت میں میرا اسلام قبول کرنا میری بزدلی اور ہست ہستی کا عزان بن جاتا اس لئے
 میں نے اپنی آزادی کے بعد اپنے اسلام کا اعلان کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ میرا اسلام کسی کے جبر واکراہ یا کسی سے
 خوف کی بنا پر نہیں تھا۔ جہاں طبیعت کا یہ زور موجود ہو وہاں تلوار کا زور بھلا کیا کارآمد ہو سکتا تھا۔ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی ہند لمحات کی صحبت بھی کیا کیا راز حق کا دہر آپ نے کھڑے کھڑے نامہ سے چند کلمات کہے
 اُدھر اس کے باطن میں وہ انقلاب برپا ہو گیا کہ جو سینہ ابھی الٹی آپ کی عداوت سے لبریز تھا اب آپ کی
 صحبت سے معمور ہو گیا اور ایسا معرہ ہر کہ آپ کی نجات مبارک ہی نہیں بلکہ آپ کا دین حتیٰ کہ آپ کا وطن بھی
 تمام وطنوں سے زیادہ محبوب بن گیا۔ یہاں کوئی تشریح بھی رہی مگر دلائل کا زور تھا صرف آپ کی فیض صحبت
 کا ایک دریا تھا جو کفر و شرک کے بڑے بڑے پتھروں کو اپنے رستے میں بہائے لئے جارہا تھا۔

(۴۱۶) عَنْ عَبْدِ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ الْقَوْمُ هَذَا عَبْدِي وَكُنْتُ جِئْتُ بِغَيْرِ أَمَانٍ وَلَا كِتَابٍ فَلَمَّا وَفَعْتُ إِلَيْهِ أَخَذَ بِيَدِي وَقَدْ كَانَ بَلَعْنِي أَنَّهُ كَانَ قَالَ إِنِّي لَا زُجْجَانُ يُجْعَلُ يَدُهُ فِي يَدِي قَالَ نَكَامُ بِي قَالَ فَلَقَيْتُهُ أَفْرَعَةً مَعَهَا صَبِيٌّ فَقَالَ إِنَّ لَنَا إِلَيْكَ حَاجَةً فَقَامَ مَعَهَا حَتَّى تَضَى حَاجَتَنَا ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي حَتَّى أَزِلَ وَأَقَالَتْ لَهُ الْوَلِيدَةُ وَسَادَةً فَجَلَسَ عَلَيْهَا وَجَلَسَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَحَمَدَ اللَّهُ وَاشْتَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ لِي يَا عَبْدِي مَا بَعَثَ لَكَ مِنَ الْإِسْلَامِ أَنْ تَقُولَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَهَلْ تَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ سِوَى اللَّهِ قُلْتُ لَا ثُمَّ كُنْتُ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ (هَذَا أَهْلُ) أَنْ تَقُولَ اللَّهُ أَكْبَرُ فَهَلْ تَعْلَمُ شَيْئًا أَكْبَرَ مِنَ اللَّهِ قُلْتُ لَا قَالَ فَإِنَّ الْيَهُودَ مَعْصُومٌ عَلَيْهِمْ وَالنَّصَارَى ضَلَالٌ قُلْتُ فَإِنِّي خَشِيفٌ مُسْلِمٌ قَالَ قَرَأْتَ وَجْهَهُ تَبَسُّطٌ قَرَأْتَ أَهْلُ

(۴۱۶) عدی بن حاتم بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ مسجد میں تشریف فرما تھے لوگوں نے مجھے دیکھ کر کہا یہ عدی بن حاتم (آگیا) آپ کی خدمت میں میں اپنا کتاب آجیٹا ہوا پہلے اس کی کوئی درخواست پیش کی تھی اور کوئی تحریر میرے ساتھ تھی بس پوہنی حاضر ہو گیا تھا جب میں پھر آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا مجھے پہلے یہ بات پہنچ چکی تھی کہ آپ فرمایا کرتے تھے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے گا۔ (یہ اُسی شہدائی کے لڑکے تھے) آنحضرت ان کے (اکرام) کے لئے کھڑے ہو گئے، اس اشارہ میں ایک عورت اپنے ہمراہ ایک بچے لئے ہوئے آگئی اور عرض کیا ہیں آپ سے ایک ضروری بات کہنی ہے آپ ان کی بات سننے کے لئے ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور ان کی ضرورت کو پورا کر کے پھر میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنے گھر تشریف لے آئے فوراً باندی نے ایک گدا بچھا دیا آپ اس پر بیٹھ گئے میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا پھر آپ نے خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد مجھ سے فرمایا عدی؟ اسلام سے کہیں منکر ہو آخر لا الہ الا اللہ کا اقرار کریں نہیں کرتے کیا تمہارے علم میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود ہے۔ میں نے عرض کیا نہیں تو پھر آپ نے تھوڑی دیر کچھ اور تلقین فرمائی اس کے بعد فرمایا کیا تم اس سے گریز کرتے ہو کہ اللہ اکبر کہو کیا تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ذات سے کوئی اور بزرگ و برتر ذات ہے میں نے عرض کیا نہیں تو اس کے بعد آپ نے فرمایا (موجودہ ادب) میں یہود تو قہر الہی کے مورد ہیں چکے ہیں اب رو گئے نصاریٰ تو وہ پہلے درجہ کے گمراہ ہو چکے ہیں میں نے عرض کیا میں تو دین صنیف کا تابع دار بننا ہوں۔ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس پر میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

فَأَنزَلْتُ عِنْدَ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ جَعَلْتُ أَغْشَاهُ أُمِّيَةً كَرَّ فِي النَّهَارِ (مرءاء الترمذی)
 (۲۱۸) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِإِسْلَامِ أَبِي دَهْرٍ فَلَمَّا بَلَغَ قَالَ قَالَ كُنْتُ
 رَجُلًا مِنْ غِفَارٍ فَبَلَغْنَا أَنَّ رَجُلًا حَرَّ سَرْمَلَةً فَرَعَمَا نَسْرَتْنِي فَقُلْتُ لَا تَجْنِ لِتَطْلُبَ إِلَى هَذَا
 الرَّجُلِ وَكَلِمَةُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي رِوَايَةِ قَالَ لَمَّا بَلَغَ أَبَا ذَرٍّ مَبْعَثُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَالَ لَا خَيْرَ إِلَّا كَلْبٌ إِلَى هَذَا الْوَادِي دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلِمَ هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي يُرَعَمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ يَا بَنِي
 الْغُبَرِ مِنَ السَّمَاءِ وَانْمَعَمَ مِنْ قَوْلِهِ لَمَّا بَلَغَ أَنِّي قَانَطَلُ الْأَسْرَ حَتَّى قَدِمَ مَدَنًا وَسَمِعَ مِنْ قَوْلِهِمْ
 رَجَعْتُ إِلَى أَبِي دَهْرٍ فَقَالَ لَهُ رَأَيْتُمْ يَا ذَرٍّ كَارِهُمُ الْخَلْقَ وَكَلَامًا مَا هُوَ الشَّيْءُ فَقَالَ مَا
 شَفِيتَنِي رِمًا أَرَدْتُ فَتَزَوَّدَ وَحَمَلَ شَتَّةً لَهُ فِيهَا مَاءٌ حَتَّى قَدِمَ مَدَنًا فَكَانَ الْمَكِيدَ فَالْتَمَسَ

کا چہرہ مبارک خوشی کے مارے کھل گیا میرے متعلق حکم ہوا کہ میں ایک انصاری کے یہاں مہمان ٹھہرا دیا جاؤں
 (میں ان کے یہاں مقیم ہو گیا) اور صبح دسام میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تھا۔ (ترمذی شریف)
 (۲۱۸) ابن عباس بیان کرتے ہیں کیا میں تم کو ابوذرؓ کے اسلام کا قصہ نہ سناؤں ہم نے عرض کیا ضرور
 سنا ہے۔ فرمایا کہ ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں قبیلہ غفار کا آدمی تھا مجھے یہ اطلاع ملی کہ ایک شخص مکہ مکرمہ میں ظاہر ہوا ہے
 اور اس کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ نبی ہے میں نے اسے بھائی سے کہا ذرا اس کے پاس جا کر بات چیت تو کرو اور
 اس کا کچھ ہمید مجھے بتاؤ۔ دوسری روایت میں یہ واقعہ اس طور پر مذکور ہے کہ جب ابوذرؓ کو آنحضرتؐ کے
 دعویٰ نبوت کی خبر پہنچی تو انھوں نے اپنے بھائی سے کہا اس وادی تہامس کی طرف جا کر اس شخص کا کچھ ہمید تو
 نکال کر لاؤ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ نبی ہے اور اس کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں۔ اس کی ذرا گفتگو بھی سنو
 پھر میرے پاس آؤ۔ ان کے بھائی مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے یہاں پہنچ کر آپ کی گفتگو سنی اور ابوذرؓ کے
 پاس واپس آ کر بیان کیا میں نے تو ان کو عمدہ اخلاق کی تعلیم دیتے منہ ہے اور ان سے ایک ایسا کلام سنا
 ہے جو از قلم شریف نہیں۔ انھوں نے کہا تم نے میرے مطلب کی بات نہیں بتائی۔ اس کے بعد کچھ توشہ نبھا لا
 اور ایک پرانی مشک لی جس میں تھوڑا سا پانی تھا اور خود مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ مسجد حرام میں داخل ہو کر آنحضرتؐ
 صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے لگے (مشکل یہ تھی) کہ نہ تو یہ آپ کو پہچانتے تھے اور نہ یہ چاہتے تھے کہ آپ کے
 متعلق کسی اور سے پوچھیں یہاں تک کہ کچھ اندھا ہوا گیا یہ لیٹ رہے۔ حضرت علیؓ نے انھیں دیکھا اور سمجھ گئے
 کہ یہ کوئی مسافر آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ جب انھوں نے دیکھا تو یہ ان کے پیچھے پیچھے چلے گئے مگر اس دن کسی نے
 ایک دوسرے سے کچھ نہ پوچھا جب صبح ہو گئی تو یہ اپنا توشہ اور مشک اٹھا کر پھر مسجد میں آ گئے یہ دن بھی

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَعْرِفُهُ وَكَرِهَ أَنْ يَسْأَلَ عَنْهُ حَتَّى الْهَدَىٰ بَعْضُ النَّبِيلِ فَأَصْحَبَهُ
 قَرَاهُ عَلَى قَعَرَاتٍ أَنْتَ غَرِيبٌ فَلَمَّا رَأَاهُ بَعِجَهُ فَلَمْ يَسْأَلْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا صَاحِبَةً عَنْهُ حَتَّى
 أَصْبَحَ لَمْ أَحْمِلْ زَادَهُ وَفَرَّ بِتَبَتٍ إِلَى الْمَسْجِدِ فَكَلَّمَ ذَلِكَ الْيَوْمَ وَلَا يَرَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 حَتَّى أَسْنَى فَعَادَ إِلَى مَتَجَعِّجِهِمْ قَمَرٌ بِهِ عَلَى فَقَالَ أَمَا نَالَ الرَّجُلُ أَنْ يَعْلَمَ مَا لَكَ فَأَقَامَ مَقْدَحًا
 بِهِ مَعَهُ وَلَا يَسْأَلُ وَاحِدٌ مِنْهُمَا صَاحِبَةً عَنْهُ حَتَّى إِذَا كَانَ الْيَوْمَ الْكَالِكُ قَعَلَ بِحُلٍّ ذَلِكَ
 فَأَقَامَهُ عَلَى مَعَهُ فَقَالَ لَهُ الْاِتِّخَذْ لِي مَالًا دَنَى إِلَدَ مَكَ هَذَا الْبَلَدُ قَالَ إِنْ أُعْطِيتُنِي هَذَا
 فَيَدِينَا قَالَ لَتُرْسِدُنِي فَعَلْتُ ففَعَلْتُ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ إِنْهُ حَقٌّ وَهُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَإِذَا أَصْبَحْتُ فَاتَّبِعْنِي لَوَاقِي إِنْ رَأَيْتُ شَيْعًا كَاثَمَةً عَلَيْكَ لَمَسْتُ كَأَنِّي أُرِيكَ الْمَلَأَ نَسْرًا
 مَصْنُوتٌ فَاتَّبَعْتَنِي حَتَّى تَدْخُلَ مَدِينَتِي ففَعَلْتُ فَانْطَلَقَ لَفُفُوهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَدَخَلَ مَعَهُ فَنُصِرَ مِنْ قَوْلِهِ وَأَسْلَمَ مَكَانَهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ جِئْتَ إِلَى
 قَوْمِكَ فَأَخْبِرْهُمْ حَقِّي يَا نَبِيَّكَ أَمْرِي فِي مَرَاتِبَةِ أَلَمْ هَذَا وَأَرْجِعْ إِلَى بَلَدِكَ فَإِذَا بَلَغْتَ
 ظَهْرُكَ نَا قَابِلٌ فَقَالَ وَالَّذِي تُعْنِي بِبَدَا صُرْتُ خَنْجَارًا بَيْنَ كَهْرًا تَبْدُ قَهْرًا حَتَّى

گذریا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انھیں نظر نہ آئے یہاں تک کہ شام کا وقت آگیا پھر وہ اپنی آرامگاہ پر
 آگئے (آج) پھر حضرت علیؑ گئے اور فرمایا کیا اب تک اس شخص کو اپنا شکا تا نہیں ملا اور اس کا پھر انھیں اپنے
 ہمارے لئے کراچ بھی کسی نے ایک درم سے کہ نہ بوجھایا نہ تک کہ تہران ہو گیا تو پہلے ہی ہوا اور
 حضرت علیؑ ان کو ہمارے لئے اور ان سے کہا مجھے بتاؤ تو آخر اس شہر میں کہے آنا ہوا انھوں نے کہا اگر آپ
 مجھ سے اس بات کا پکا پکا عہد کریں کہ مجھے شیک بات بتائی گے تو میں ضرور اس لاکھ کو مل سکتا ہوں حضرت
 علیؑ نے عہد کیا اس کے بعد اہل ہونے جو واقعہ بتایا کہ دیا حضرت علیؑ نے فرمایا بلاشبہ یہ شخص ہے اور اللہ تعالیٰ
 کے رسول ہیں۔ اچھا تو جب صبح ہو تو تم میرے پیچھے چلے آنا، جہاں مجھے تمہارے متعلق دشمنوں سے کوئی
 خطرہ نظر آئے گا میں میں ایسے ٹھہراؤں گا جیسے کوئی بیابا کرنے کے لئے ٹھہر رہا ہے۔ مگر میں چلا آؤں تو
 تم بھی میرے ساتھ ساتھ چلے آنا یہاں تک کہ جہاں میں داخل ہوں تم بھی داخل ہو جانا۔ انھوں نے ایسا ہی کیا
 اور آپ کے پیچھے پیچھے ہوئے تاکہ حضرت علیؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آسپہنچے۔ یہی ان کے پیچھے
 پیچھے آگئے تاکہ کلام اللہ اور اسی جگہ حلقہ گوش اسلام ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا
 بالفضل تو تم اپنی قوم کے پاس واپس چلے جاؤ اور انھیں بھی اس کی اطلاع کرو اور وہاں ہی رہو یہاں تک کہ

آتَى الْمُجْعَدَ فَنَادَى بِأَصْحَابِ صُورِهِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ
وَنَارَ الْقَوْمِ فَضَرَوْهُ حَتَّى أَصْبَعَتْهُ وَأَتَى الْعَبَّاسُ فَأَلْبَسَ عَلَيْهِ وَقَالَ وَتِلْكَ أَلْسُنُهُمْ
تَعْلَمُونَ أَنَّهُ مِنْ عِفْطٍ وَأَنَّ طَرِيقَ تَحَارِكِهِ عَلَى الشَّامِ عَلَيْهِمْ فَأَنْقَذَهُ مِنْهُمْ ثُمَّ عَادَ مِنَ
الْعَدُوِّ لِيُطْلِعَهُ وَكَانُوا إِلَيْهِ فَضَرَوْهُ فَأَلْبَسَ عَلَيْهِ الْعَبَّاسُ فَأَنْقَذَهُ (رواه البخاري)

(۴۱۹) عَنْ أَنَسٍ قَالَ سَمِعَ عَبْدُ اللَّهِ بْنَ سَلَامٍ مَقْدَمَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَهُوَ فِي أَرْضٍ يَخْتَرِفُ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي سَأَلْتُكَ عَنْ كِلَابٍ لَا
يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا نَبِيُّيْ فَمَا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَمَا أَوَّلُ طَعَامِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَا يُنْزَعُ الْوَلَدُ
إِلَى أَبِيهِ أَوْ أُمِّهِ قَالَ أَخْبَرْتُهُنَّ جِبْرِيلُ إِنَّمَا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَخْشُرُ
النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ وَأَمَّا أَوَّلُ طَعَامِ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَمِنْ يَدَا كَتَبِ خَوْفِ

تم کو ہمارے عروج کی خبر ملے۔ دوسری روایت میں یہ مضمون اس طرح ہے ابھی اپنا اسلام پوشیدہ رکھو
اور اپنے وطن واپس چلے جاؤ۔ جب تم کو ہمارے غلبہ کی خبر ملے اس وقت پھر آجانا انھوں نے عرض کیا اس ذات
کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں ان کے دربار میں گھس کر اس قدر کھج پھج کر کہوں گا کہ ہیکر
باہر نکلتے اور مسجد میں آکر باواز بلند کہا اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمد رسول اللہ۔ یہ سننے ہی لوگ جوش میں پڑ گئے
اور ان کو اتنا مارا کہ زمین پر ٹاڑا۔ حضرت عباسؓ آگے آئے اور ان کے اوپر اوڑھے گئے اور فرمایا کھنڈو اٹھ کر
خبر نہیں کہ یہ قبیلہ عفا کا آدمی ہے اور شام کی طرف تمہارے تاجروں کے جانے کا راستہ ان ہی کی طرف

ہو کر جاتا ہے اور اس طرح ان کو بچا لیا۔ دوسرے دن پھر انھوں نے یہی حرکت کی اور پھر لوگ ان پر ٹوٹ پڑے
اور ان کو خوب مارا اس دن پھر حضرت ابن عباسؓ ان کے اوپر اسٹیلٹ گئے اور ان کو بچھڑا لیا۔ (بخاری شریف)

(۴۱۹) حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ بعد از فتح اسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف
آوری کی جب خبر سنی تو اس وقت یہ اپنے باغ کے پھل توڑ رہے تھے یہ فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور عرض کی میں آپ سے تین باتیں دریافت کرتا ہوں جن کو نبی کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔ یہ بتائیے کہ
علامت قیامت میں سب سے پہلی علامت کیا ہے اور جنتیوں کا سب سے پہلا کھانا کیا ہوگا اور تیسری بات
یہ کہ بچہ اپنے باپ یا ماں کے مشابہ کب ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا جبریل علیہ السلام نے ان کے جوابات مجھے ابھی
بتائے ہیں (منقول) قیامت کی سب سے پہلی علامت تو ایک آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی سمت جمع
کر کے بجائے گی یہی جنتیوں کی پہلی ضیافت تو بھیجی کے جگہ کے ایک ٹکڑے سے ہوگی اب رہا بچہ کا مشابہ ہونا تو اگر

فَلَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْأَةِ تَزَعُ الْوَلَدَ وَلَذا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْأَةِ تَزَعُ قَالَ أَشْهَدُ
 أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ - يَارَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْيَهُودَ قَوْمٌ بُهْتُوا وَكُفَرُوا
 يَعْلَمُوا بِسَلَامَتِي مِنْ قَبْلِ أَنْ تَسْأَلَهُمْ بِمُتَوَنِّي فَجَاءَتْ الْيَهُودُ فَقَالَ أَيْ رَجُلٍ عَبْدُ اللَّهِ
 فَبَيَّنَّهُ قَالُوا خَيْرٌ نَاوَابِنْ خَيْرٌ نَاوَسِيدٌ نَاوَابِنْ سَيِّدٌ نَاوَابِنْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ عَبْدُ اللَّهِ مِنْ
 سَلَامٍ قَالُوا أَحَادَهُ اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ فَخَرَّجَ عَبْدُ اللَّهِ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ
 مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَقَالُوا كُفَرُوا نَاوَابِنْ شَرٌّ نَاوَابِنْ قَصُورُهُ قَالَ هَذَا الَّذِي كُنْتُ أَخَافُ
 يَارَسُولَ اللَّهِ - (رحمہ اللہ البخاری)

(۴۲۰) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ آخِرُ ابْنِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَالَ وَمَا أَغْنَيْتُكَ بَعِي قَالَ إِنْ دَعَوْتُ هَذَا الْيَهُودِيَّ مِنْ هَذِهِ الْخَلَّةِ يَشْهَدُ أَيْ

مرد کی بی بی غالب ہو تو اس کے مشابہ ہو جائے اور اگر عورت کی غالب ہو تو اس کے۔ یہ جوابات سن کر انہوں نے
 آپ کے رسول ہونے کی تصدیق کی اور کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد انک رسول اللہ و اس
 کے بعد فرمایا، یا رسول اللہ یہودی پستان باندھنے والی قوم ہے۔ اگر آپ میرے متعلق ان کی رائے معلوم
 کرنے سے قبل میرے اسلام کا حال ان سے ذکر کریں گے تو فوراً وہ مجھ پر کوئی نہ کوئی بہتان بنا دینگے۔ پہلے آپ ان
 سے میرے متعلق دریافت فرمائیں) اس کے بعد جب یہود گئے تو آپ نے ان سے پوچھا تم میں عبد اللہ بن سلام
 کیسے آئی ہیں۔ انہوں نے کہا ہم سب میں بہتر اور ہمارے سب کے سوا آپ نے فرمایا بتاؤ اگر وہ اسلام قبول
 کر لیں وہ بولے اللہ تعالیٰ ان کو ایسی بات سے محفوظ رکھے۔ اس کے بعد عبد اللہ بن سلام باہر نکل آئے اور کلمہ
 شہادت پڑھ لیا (مجھ پر کیا تھا) فوراً کہنے لگے یہ شخص ہم میں سب سے بدتر اور سب سے بدتروں کی اولاد ہے اس کے
 علاوہ اور قسم قسم کے عیب لگانے لگے۔ عبد اللہ بن سلام نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے ان کے اسی افتراء پر دوازی کا
 درخشا۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۶۲)

(۴۲۰) ابن عباس بیان فرماتے ہیں کہ ایک دھناتی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا، میں
 کیسے پہچانوں کہ آپ نبی ہیں آپ نے فرمایا کہ اگر میں کجگوڑ کے اس خوشہ کو بلاؤں اور وہ آکر یہ گواہی دے کہ میں

(۴۲۰) بد علم جہتیں بیٹھ، عجوبہ نائیگی گرویدہ ہوتی ہیں۔ ان ہی کو میاں کمال تصور کرتی ہیں اور ان ہی کا اثر قبول کرتی
 ہیں اس لئے نافرمانی فطرت نے اس کے سامنے اس کی فطرت کے مناسب ہی ایک جاذب اسلام نظام پیش کر دیا تھا وہ سلطان
 ہو کر جنت میں جا پہنچا آپ کو اقتدار ہے کہ آپ اسی فلسفہ میں جھنسنے رہے کہ ایک غیر ذی روح کا متحرک ہو کر آہستہ آہستہ اترنا اور
 پھر وہیں چلے جانے عقلاً ممکن بھی ہے یا نہیں۔ جی ہاں معجزات کے عالم میں یہ سب کچھ ممکن ہے۔

رَسُولُ اللَّهِ فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَنْزِلُ مِنَ النَّخْلَةِ حَتَّى سَقَطَ
إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ يَارَجُلُ فَأَسْلَمَ الْأَعْرَابِيُّ. (سواء الدارمی و صحیح)

(۴۲۱) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَأَقْبَلَ أَعْرَابِيٌّ
فَلَمَّا أَتَى قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَذَا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا
شَرِيكَ لَهُ وَإِنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ قَالَ وَمَنْ يَشْهَدُ عَلَيَّ مَا تَقُولُ قَالَ هَذَا
السَّلَامَةُ فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَأْتِي الْوَادِيَّ
فَأَقْبَلْتُ فَيُحَدِّثُ الْأَرْضَ حَتَّى قَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَسْتَشْهَدُ مَا تَكَلَّمَ فَشَهِدْتُ
فَوَدَّ أَنْ يَكُنِيَ قَالَ ثُمَّ رَجَعْتُ إِلَى مَنِيَّتِي. (سواء الدارمی)

(۴۲۲) عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ كُنْتُ أَذْخُرُ ابْنِي إِلَى الْإِسْلَامِ وَهُوَ كَارِهٌ
فَدَعَا نَحْوَهَا يَوْمًا فَاصْغَعَتْنِي فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَكْرَهُ فَأَتَمَمْتُ

خدا کا رسول ہوں (تو نے گاہ) آپ نے اس کو آواز دی، فوراً وہ اتارنے لگا اور اتارنے اتارنے
آپ کے سامنے آ پڑا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا واپس چلا جا، وہ چلا گیا۔ یہ دیکھ کر وہ دہقانی
مسلمان ہو گیا۔ (ترمذی)

(۴۲۱) ابی عمر بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں
تھے ایک دہقانی سامنے سے آنا نظر آیا جب وہ مجلس میں آ پہنچا تو آپ نے فرمایا اس کی گواہی دے گا؟
کہ اللہ کے سوا سب کوئی نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندہ اور رسول ہیں وہ بولا آپ کی اس بات پر
کوئی اور بھی گواہی دے گا۔ آپ نے فرمایا جی ہاں یہ کیکر کا درخت۔ وہ درخت وادی کے کنارہ پر
کھڑا تھا آپ نے اس کو پکارا وہ زمین بھاڑتا ہوا آپ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا، آپ نے اس سے
تین بار گواہی طلب کی اس نے تینوں بار یہ گواہی دی کہ جیسا آپ نے فرمایا، بات اسی طرح ہے
اس کے بعد وہ جہاں کھڑا تھا وہیں واپس ہو گیا۔ (دارمی)

(۴۲۲) ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کو دعوت اسلام دیتا اور وہ اس سے نفرت کرتی
تھیں ایک دن کا قصہ ہے کہ میں نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے آپ کی شان میں مجھے
ایسی بات سنائی جو مجھے بہت ناگوار لگتی۔ میں روتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض
کی یا رسول اللہ! اب تو دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ابو ہریرہؓ کی والدہ کو ہدایت نصیب فرما دے

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا الْبَكِيُّ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَدْعُ اللَّهَ أَنْ يُهْدِيَ
 أَمْرَ ابْنِي هُرَيْرَةَ فَقَالَ اللَّهُمَّ أَهْدِ أَمْرَ ابْنِي هُرَيْرَةَ فَخَرَجْتُ مُسْتَبْشِرًا بِإِذْنِ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا حَضَرْتُ إِلَى الْبَابِ فَإِذَا هُوَ جَائِفٌ فَسَمِعْتُ ابْنَ خُثَيْفٍ
 قَدْ مَرَّ فَقَالَتْ مَكَانَكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ وَسَمِعْتُ خُثَيْفَةَ الْمَاءِ قَاعًا سَلْتُ فَلَبِثْتُ
 دُرْعَهَا وَجَعَلْتُ عَنْ خِمَارِهَا فَفَتَحَتِ الْبَابَ ثُمَّ قَالَتْ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَشْهَدُ أَنَّ
 لَكَ إِلاَّ اللَّهَ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فَخَرَجْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا الْبَكِيُّ مِنَ الْفَرَسِ فَحَمِدَ اللَّهُ وَقَالَ خَيْرًا. (رحمہ اللہ مسلم)
 (۴۲۴) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ ضَمَادًا قَدِمَ مَكَّةَ وَكَانَ مِنْ أَزْوَاجِ شَوْوَةَ
 وَكَانَ يَرْقِي مِنْ هَذَا الرِّيحِ فَسَمِعَ سُفْهَاءَ أَهْلِ مَكَّةَ يَقُولُ إِنَّ مُحَمَّدًا الْجُنُونُ
 فَقَالَ لَوَإِنِّي رَأَيْتُ هَذَا الرَّجُلَ لَعَلَّ اللَّهَ يُشْفِيهِ عَلَى يَدَيَّ قَالَ فَلَقِيَهُ فَقَالَ
 يَا مُحَمَّدُ أَرْقِي مِنْ هَذَا الرِّيحِ فَمَهْلُكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ

آپ نے دعا فرمائی اسے اللہ البوسریہ کی والدہ کو ہدایت نصیب فرمادے میں آپ کی اس دعا پر ان کے
 اسلام کی بشارت لے ہوئے باہر نکلا جب اپنے گھر کے دروازہ کے قریب آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دعا دانا
 بندہ میری والدہ نے میرے پیروں کی آہٹ سنی اور کہا البوسریہ وہیں باہر رہتا۔ اور میں نے کچھ پانی
 گرنے کی آواز سنی میں ٹھہرا ہوا، اٹھنے نے غسل فرمایا اپنا کرتاپنا اور جلدی میں میرا درختی ڈالنی رہ گئی اور
 فوراً دعا گزارہ کھول کر کلمہ شہادت پڑھا۔ اٹھنا لا الہ الا اللہ و اٹھنا محمد عبدہ و رسولہ (باتوں ابھی
 ابھی غم کے آنسو بہتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا یا اب) خوشی کے آنسو بہتا ہوا پھر آپ
 کی خدمت میں داخل ہوئے۔ آپ نے اس پر خدا کا فکر ادا کیا ادا ان کے حق میں کلمات خیر فرمائے (مسلم)
 (۴۲۳) ابن عباس کہتے ہیں کہ ضماد کہ مکرمہ میں آئے یہ قبیلہ اندلسیہ کے آدمی تھے اور جن
 وغیرہ کے اثرات کی جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے انہوں نے مکہ مکرمہ کے پیرو فوں کو یہ کہتے سنا کہ محمد
 صلی اللہ علیہ وسلم آسب زدہ ہو گئے ہیں۔ یہ اپنے دل میں کہنے لگے کاش اگر میں بھی اس شخص کو دیکھ
 لیتا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ سے اس کو شفا دیدیتا۔ باوی کہتا ہے کہ یہ آپ سے ملا اور کہا اے
 محمد میں جانتی جھاڑ پھونک کرتا ہوں آپ بھی جاہیں تو جھاڑ دوں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے یہ کلمات فرمائے تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور ہر معاملہ میں اسکی

الْحَمْدُ لِلَّهِ مُحَمَّدًا وَسُتُوْعِيْنَهُ مَنْ يَحْدِثُ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلُّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ
لَهُ وَاشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَآذِهُدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ
اَمَّا بَعْدُ فَقَالَ اَعِدُّ عَلٰى كَلِمَاتِكَ هُوَ لَا وَاَعَادَ هُنَّ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ لَقَدْ تَبِعْتُ قَوْلَ الْكُفْرِ وَقَوْلَ السَّحَرَةِ
وَقَوْلَ الشُّعْرَاءِ فَمَا سَمِعْتُ مِثْلَ كَلِمَاتِكَ هُوَ لَا وَلَقَدْ بَلَغُنْ قَامُوسَ الْبُحْبُوحَاتِ
يَدُكَ اَبَا يَعْلَقَ عَلَى الْاِسْلَامِ قَالَ فَمَا يَعْنَى - (سواء مسلم)

(۴۲۴) عَنْ الْحَسَنِ قَالَ جَاءَ رَاهِبًا فَخَرَّ اَنْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ لِمَ اَسْلَمْتَ سَلِمًا فَقَالَ قَدْ اَسْلَمْنَا قَبْلَكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَذَّبْتُمَا بِمَا اَمْنَعُكُمَا مِنَ الْاِسْلَامِ ثَلَاثٌ تُجْعِدُكُمْ لِلصَّلِيْبِ وَقَوْلُكُمْ اَتُخَذَ اللهُ وَلَدًا
وَسُوءُ بَيْكُمَا الْخَمْرَ فَقَالَ اِمَّا نَقُوْلُ فِي عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَنَزَلَ الْقُرْآنُ ذَلِكَ نَسْأَلُكَ عَلَيْكَ مِنَ الْاَبْيَاتِ وَالَّذِي كَرِهَ الْمُحْكِمِينَ اِلَى قَوْلِهِ اَبْنَاءَنَا
وَ اَبْنَاءُكُمْ فَدَعَاهُمَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى اُمْلَا عِنْتَهُ قَالَ وَجَاءَ

معد جا رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرما دے اس کا گمراہ کرنے والا کوئی نہیں اور جسے گمراہ کر دے
اس کو ہدایت کرنے والا کوئی نہیں۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ معبود کوئی نہیں مگر صرف ایک اللہ
جس کا کوئی شریک نہیں اور اس بات کی بھی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندہ اور اس کے رسول ہیں۔
اما بعد (اس خطبہ کے سننے کے بعد ابھی آپ کچھ اور فرماتے نہ پائے تھے) کہ مناد نے کہا مجھے ان کلمات کو پھر
سنائیے آپ نے پھر مناد پچھلے تین بار ایسا ہی ہوا وہ بولائیں گے کہ انہوں نے کلامِ سناہ جادو گروں کے منتر نے
اور شاعروں کے اشعار بھی سنے لیکن آپ کے ان کلمات کی طرح کسی کا کلام نہیں سنا۔ خدا کی قسم یہ تو
بحیر معرفت کی گہرائی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ لائیے اپنا ہاتھ بڑھائیے میں آپ سے اسلام پر ہدایت کرتا ہوں
راوی کہتا ہے یہ کہہ کر آپ سے بیعت کر لی۔ (مسلم)

(۴۲۴) حسن روایت کرتے ہیں کہ بخران کے دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہوئے آپ نے ان سے فرمایا اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے۔ انھوں نے کہا ہم آپ کے
ظہر سے قبل ہی مسلمان ہیں آپ نے فرمایا جھوٹ بولتے ہو تمہارے مسلمان ہونے میں تین باتیں مانع
ہیں۔ ایک یہ کہ تم صلیب کو چومتے ہو، دوم یہ کہ تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے (عیسیٰ علیہ السلام کو) بیٹا

الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَفَاطِمَةُ وَاهْلُهُ وَوَلَدُهُ فَلَمَّا خَرَجَ مِنْ عِنْدِهِ قَالَ أَحَدُ هُمَا لِصَاحِبِهِ أَقْرَبَ بِالْخِزْيَةِ وَلَا تُلَاعِنُهُ فَرَجَعَا فَقَالَ لِقَرِيبَا الْخِزْيَةِ وَلَا تُلَاعِنُكَ قَالَ فَأَقْرَبَا بِالْخِزْيَةِ - (سرواہ احمد)

تالیف قلب من یخاف علی ایمانہ والنصرۃ لہ

(۴۲۵) عَنْ عُمَرَ بْنِ تَغْلِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُنِيَ بِمَالٍ أَوْ بَعْضِ نَقْمَةٍ فَأَعْطَى رَجُلًا وَكَرَّ لِرَجُلٍ آخَرَ فَلَمَّا بَلَغَهُ أَنَّ الَّذِينَ تَرَكُوا عَقَبُوا فَجَعَلَ اللَّهُ لَمَّةً أُنِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَا بَعْدُ فَوَاللَّهِ إِنِّي أُعْطِيَ الرَّجُلَ وَأَدْعُمُ الرَّجُلَ وَالَّذِي أَدْعُمُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الَّذِي أُعْطِيَ وَلَكِنْ أُعْطِيَ أَوْ أَمَّا لِمَا أَرَى فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الْتَجَرُّعِ وَالْهَلَكِ

بنایا ہے اور سرم کی تم شراب پیتے ہو۔ انھوں نے کہا اچھا تو عینی علیہ السلام کے بارے میں آپ کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ آپ خاموش ہو گئے (اور ان کے مناظرہ کے جواب میں قرآن کی حسب ذیل آیات نازل ہوئیں) یہ جو کہ ہم آپ کو بڑھ کر سنا رہے ہیں آیات الہی اور تحقیقی بیان ہے۔ (آپ کہہ دیجئے) اؤ بھائیں ہم اپنے بیٹے لحد تم اپنے بیٹے۔ (آیت مباہلہ کے تلاوت فرمانے کے بعد) آپ نے ان دونوں پلیدیوں کو مباہلہ کرنے کیلئے بلا لیا لہذا کہتا ہے کہ ادھر حضرت حسن اور حضرت حسین اور حضرت علیؑ اور آپؐ کے گرد آگئے۔ جب یہ آپ کی مجلس سے باہر آگئے تو ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ سبھی جزیہ دینا قبول کرلو اور آپ سے مباہلہ منظور نہ کرو (کیونکہ یہ نبی برحق ہیں جو ان سے مباہلہ کرے گا بریاد ہو کر رہے گا) یہ منہ کر کے انھوں نے کہا ہم آپ کو جزیہ دینا قبول کرتے ہیں اور آپ سے مباہلہ نہیں کرتے اور جزیہ دینا قبول کر لیا۔ (مسند احمد)

ضعیف الایمان شخص کی دیکھوئی اور مدد کرنی چاہئے

(۴۲۵) عمر بن تغلب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (کہیں سے) کچھ مال آیا آپ نے اس کو تقسیم کرنا شروع کر دیا، بہت سے لوگوں کو دیا اور بہت سے لوگوں کو نہ دیا۔ اس پر آپؐ یہ اطلاع ملی کہ جن کو آپ نے کچھ نہ دیا تھا ان کو یہ تفریق ناگوار گذری ہے۔ آپؐ نے خدا کی حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا خدا کی قسم بیشک میں کسی شخص کو مال دیتا ہوں اور کسی کو نہیں دیتا اور واقعہ یہ ہے کہ جس کو نہیں دے مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے جس کو دیتا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں بعض لوگوں کو صرف

فَاِكلْ اَوْ اَمَّا اِلٰى مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِيْ فُلُوْجِهِمْ مِّنَ الْغَنٰی وَالْخَيْرِ فِیْهِمْ عَمْرُوْنَ تَغْلِبَ
 قُوَّةُ اللّٰهِ مَا احْبَبَ اَنْ اِنِّیْ بِكَلِمَةِ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ خُمًّا لِّتَعْمُرَ (نہاۃ البخاری)
 (۴۲۶) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ جَمَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ نَاسًا مِّنَ
 الْاَنْصَارِ فَقَالَ اِنَّ فَرِیْضًا حَدِیْثٌ عَنْہُمْ بِجَاهِلِیَّةٍ وَمُصِیْبَةٍ وَّارِثِیْ اَرَدْتُ اَنْ
 اُجِزَہُمْ وَاَنَا لَفَہُمْ اَمَّا تَرْضَوْنَ اَنْ یَّرْجِعَ النَّاسُ بِالْذُّنُیَا وَتَرْجِعُوْنَ
 بِرَسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰی بُیُوتِکُمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ لَوْ سَلَکَ النَّاسُ وَاِدِیَا وَسَلَّکَتْ الْاَنْصَارُ
 سَبْعًا لَّسَلَکْتُ وَاِدِیَ الْاَنْصَارِ وَاَشْعَبَ الْاَنْصَارِ - (نہاۃ البخاری)
 (۴۲۷) عَنْ اَنَسِ اَنْ رَّجُلًا سَأَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ فَاَعْطَاهُ غَفًّا

اس لئے دیتا ہوں کہ ... ان کے دلوں میں مال کے لئے بے چینی اور اضطراب کا احساس کرتا ہوں اور
 بعض کو اس بے نیازی اور نورانی کی وجہ سے جوارہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ڈال دی ہے خدا تعالیٰ
 کے حوالہ کر دیتا ہوں ان میں سے ایک شخص عمرو بن تغلب بھی ہیں۔ خدا کی قسم
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ایک کلمہ کے مقابلہ میں مجھے یہ تمنا نہیں کہ میرے پاس بیت و سرخ ادھ ہوئے۔
 (۴۲۶) انس کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو جمع کیا اور فرمایا قریش ابھی تازہ
 تازہ مسلمان ہوئے ہیں اور فقر و فاقہ کی مصیبتیں جمل چکے ہیں میں ان کی کچھ اساد کرنا چاہتا ہوں اور یہ چاہتا
 ہوں کہ ان کی دلجوئی کروں اور ان کو اسلام کے ساتھ ذرا مانوس کروں کیا تم اس پر راضی نہیں کہ اور
 لوگ تو اپنے گھروں کو دنیا کا مال لیجائیں اور تم خدا کے رسول کو لیجاؤ۔ انصار بولے بیشک ہم اس پر راضی ہیں
 اس کے بعد آپ نے فرمایا اگر لوگ ایک راستہ پر جائیں اور انصار دوسرے راستہ پر تو میں اسی راستہ کو اختیار
 کروں گا جس پر انصار جائیں گے۔ (بخاری)

(۴۲۷) انس روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا آپ نے

صحیح بخاری میں موجود ہے کہ انصار کو آپ کا مہاجرین قریش کو مال دینا ناگوار نہ تھا بلکہ دراصل اس
 تقسیم نے ان میں جذبات رقابت ابھار دیئے تھے اور انھیں کچھ یہ دہم گزرنے لگا تھا کہ آپ کی شفقت و محبت کا پلہ بھی
 شاید کچھ ان کی جانب ہی جھک گیا ہے۔ اسی لئے جب بن کویہ اطمینان حاصل ہو گیا کہ اگرچہ آپ کی داد و دہش کا ہاتھ قریش
 کا طرف جھک رہا ہے مگر آپ کے جذبات محبت و شفقت ان ہی کی طرف مائل ہیں تو انھیں سرخ ادھ جو عرب کا
 محبوب ترین مال تھا آپ کے اس ایک فقرہ کے بالمقابل بچ نظر آنے لگے۔

بَيْنَ جَبَلَيْنِ فَإِنِّي قَوْمٌ فَقَالَ أَسْلِمُوا قُوا أَنَّهُ وَإِنْ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُعْطِي عَطَاءَ
رَجُلٍ لَا يَخَافُ الْعَاقِبَةَ وَإِنْ كَانَ الرَّجُلُ يَخْشَى إِلَى الشَّيْءِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَرِيدُ إِلَّا
الَّذِي نَافَعًا فَمِنْ حَقِّ يَكُونُ دَيْنًا حَبِّ الْبَيْتِ وَأَعَزَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا. (رمزہ مسلم)

(۴۲۸) عَنْ سَعْدِ بْنِ وَقَاصٍ قَالَ أَعْطَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا
وَأَنَا جَالِسٌ فَذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ رَجُلًا هُوَ أَحَبُّهُمْ إِلَيَّ فَقُمْتُ
فَقُلْتُ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَسْرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نور اس کو اتنی بکریاں بخشیں جو ایک داری کے درمیان بھری ہوئی تھیں وہ شخص اپنی قوم کے پاس آیا اور
بہلا اسلام قبول کر لو بخدا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس شخص کی طرح مال ڈالتے ہیں جسے احتیاج کا بھی خیرہ
نہیں گذرتا۔ واقعہ یہ ہے کہ صبح کو آدمی آپ کی خدمت میں صرف طبع دنیا لیکر آتا اور شام نہ ہونے پائی
کہ آپ کا دین اس کو دنیا و مافیہا سے نیاہ پیا راہ جاتا تھا یا نیاہ معزز ہو جاتا تھا۔ (دلعی کو شک ہی دسلی)

(۴۲۸) سعد بن وقاص بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا
ہوا تھا آپ نے چند لوگوں کو کچھ مال تقسیم کیا اور میرے نزدیک جو شخص ان سب میں زیادہ سخی تھا اس کو
کچھ نہ دیا، میں کھڑا ہو گیا اور میں نے پوچھا آپ نے فلاں آدمی کو بھلا کیوں نہیں دیا۔ خدا کی قسم میں تو اس کو

(۴۲۸) ابتداء اسلام میں تو مسلم اور ضعیف الایمان افراد کی تالیف قلب کا بھی ایک دودگر رکھا ہے لیکن جو لوگ آپ
کی پہلی ہی صحبت میں ایمان کا کیف حاصل کر چکے تھے یا تدریج اس کی لذت سے آشنا ہو چکے تھے وہ اس قسم کی دوجو بھلے سے
بہت بالاتر تھے ان کی استقامت و محبت کی آزمائش کے لئے یا تو دیکھے ہوئے چہرے یا ابدال شیر مال کی محبت و حقیقت
آثار کفر کا ایک بقیہ ہے اور غبار و بے نیازی ایمان کے برکات کی ابتداء۔ ان واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے
جہو اکراہ کی پالیسی کسی اختیار نہیں کی بلکہ اس کے برعکس تالیف قلب اور دوجوئی سے کام لیا ہے حتیٰ کہ اگر کسی نو مسلم نے
آپ سے مال کی کوئی طمع ظاہر کی ہے تو آپ نے اس کی خواہش بھی پوری فرمادی ہے اور اس کی اس بہت و وصلگی کی اصلاح
بھی انما زبہ نیازی میں نہیں فرمائی ہر شخص کا مزاج یکساں نہیں ہو کرتا۔ علمی و دماغ اور بلند طبیعتیں گوہر حقیقت کی جویاں ہوتی
ہیں اور بہت فطرتی حسن سلوک اور ظاہری ہمدردی کا اثر زیادہ قبول کرتی ہیں یہاں باطن فطرت ہر ایک کے ساتھ معاملہ
اس کی فطرت کے مناسب کیا کرتا تھا۔

بہار عالم حسن جہاں را تا زہ می دارد برنگ اصحاب صورت را بوار باب معنی را
بچارے سعد کی رسائی ان واقعہ سنجوں تک نہ تھی اس لئے آپ نے ان کو مجاہد یا کہ مال کی تقسیم کو میری محبت کی تقسیم کا
میار تصور کرنا غلط ہے یہاں آپ نے ان کی ایک اہم بات کی بھی اصلاح فرمائی وہ یہ کہ انسان کو اپنے مقدار علم کے مطابق
بات کہنی چاہئے۔ ایمان قلب کی ایک صفت ہے اور اسلام ظاہر کی کسی کے دل کا حال کسی کو کیا معلوم اس لئے ان کے لئے یہاں

أَوْ مِثْلًا ذَكَرَهُ الْإِسْلَامُ سَعْدًا وَلَا قَارَاجًا بَدَلًا مِثْلُ ذَلِكَ لَمْ قَالَ إِنِّي لَا أُعْطِي الرَّجُلَ
وَعَنْهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةً أَنْ يَكُنْتُ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ - متفق عليه وفي طريق عند
مسلم فارتدت فقلت يا رسول الله لا

الأعمال المرضية التي لا بد أن تنشعب من الإسلام تشعباً لا غصان من الشجرة
منها أمانة الأذى عن الطريق وهي أدناها

(۴۲۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ

پکاروں سمجھتا ہوں آپ نے فرمایا مومن کہتے ہو یا صرف مسلمان سعد نے تین بار (لوٹا لوٹا کر) بھی کہا
اور ہر بار آپ نے ان کو یہی ایک جواب دیا اس کے بعد فرمایا میں ایک شخص کو مال اس لئے دیتا ہوں حالانکہ
اس سے زیادہ پیارا مجھے دوسرا شخص ہوتا ہے کہ کہیں وہ اونٹنوں سے دوزخ میں نہ ڈال دیا جائے (متفق علیہ)
وہ حمیدہ حمیدہ اعمال جن کا اسلام سے اس طرح پھوٹ پھوٹ کر نکلا ضروری ہوتا ہے جس طرح سبز
درخت شاخوں کا ان میں ایک عمل راستہ کو کسی تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا بھی ہے اور دین میں کامیاب گیارہ اعمال
(۴۲۹) ابوبریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ایمان کی ستر یا ساٹھ سے

مومن کے بجائے مسلم کا لفظ استعمال کرنا مناسب تھا یہ ایک نوع کی گستاخی ہے کہ صاحب وحی کے سامنے کسی کے متعلق
ایسے احکام لگا دیے جائیں جن کا علم خدا تعالیٰ کی اطلاع کے بغیر خدا کو بھی نہیں ہوتا۔

(۴۲۹) محدثوں میں بعض اعمال کو ایمان اور بعض کو شعبائے اسلامی کہا گیا ہے۔ فقیر کے اس اختلاف سے یہ
تجویز کا ناجائز نتیجہ نہیں ہے کہ اس کی غرض شاید ان اعمال کے مراتب میں تفاوت کی طرف اشارہ کرنا ہو جن کو ایمان قرار دیا گیا ہو
ان کی حیثیت اسلام میں کچھ بلند ہو اور جن کو شعبہ کہا گیا ہے ان کی حیثیت صرف ایک شاخ کی سی رہے جس کے کٹنے سے اصل
درخت کو خدائے نقصان نہیں پہنچتا۔ صرف اس کی ظاہری زیبائش ہی میں فرق پڑتا ہے لیکن جب اس طرف بھی نظر کی جاتی
ہے کہ ان شعبوں میں ایسے اہم شعبے بھی شامل ہیں جن کو اسلام سے ایمان کا سا گہرا ربط ہے اور ان کا تعلق اسلام کے صرف
ظاہر تک محدود نہیں بلکہ اس کی جڑ تک پہنچتا ہے تو پھر اس نکتہ طرازی میں کچھ سبب گندے لگتا ہے۔

اشارہ قدس سرہ کی رائے یہ تھی کہ مذکورہ بالا لفظ کا مقصد نہ تو اسلام کی مباحث و ترک کے مسئلہ کی طرف اشارہ کرنا ہے اور
نہ اعمال کے تفاوت کے مراتب کی طرف بلکہ ان عقول سے ایک اور بلند حقیقت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے اور وہ انسان کے
ایمان کے حیرت انگیز کامیاب یعنی مصل ایمان صرف اس خشک تصدیق کا نام نہیں جس میں عمل صالح کی ایک شاخ بھی
نہ چھوٹے بلکہ وہ اس تروتازہ ایمان و اذعان کا نام ہے جس میں اعمال صالحہ کی بیشمار شاخیں سما جھومتی رہیں اس پر مذکورہ

أَوْصِيَهُمْ وَسَيُتَوَنُّ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَادْنَاهَا زِمَامَةٌ إِلَّا ذِي عَن
الطَّرِيقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ (متفق عليه)

کچھ زیادہ شاخیں ہیں (مادی کو متبع عدد یاد نہیں رہا) سب سے افضل زبان سے کلمہ لا الہ الا اللہ
کہنا (یعنی توحید الہی کا اقرار ہے) اور سب سے معمولی راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا اور
شرم کرنا بھی اسلام میں ایک ضروری چیز ہے۔ (متفق علیہ)

کی عبادت کے سہولتیں ادا کیے ایسے نافع اعمال کی بہار آئے کہ وہ گندے ایک کانٹے کا شادینان میں ایک دنی
ترین عمل شمار ہو گا انسان باہم ہمدی اور غمخواری کا ایک ایسا پیکر بن جائے کہ اگر کسی کے چہرے میں کاشا بھی جیسے تو اس کی
چمک اپنے قلب میں محسوس کرے۔ ایسا ایمان زندہ ایمان ہے لیکن جس ایمان میں عمل صالح کی ایک شاخ بھی نہ پھوٹے
خدا کی مخلوق کے در کا اس میں کوئی احساس نہ ہو اور باہم انس و محبت کی اس میں کوئی لہر نہ دوڑے وہ زندہ ایمان نہیں۔
مرہ ہے۔ قطبی تصدیق اور زبانی اقرار بلاشبہ ایمان کے سب سے بڑے رکن کہلاتے ہیں مگر یہ اسی وقت پر از حقیقت سمجھے جاسکتے
ہیں جبکہ اصل صالح کی شہادت ان کے ساتھ موجود ہو اور اسلام کا مقدس چہرہ بھی اسی وقت پورا کیا جاسکتا ہے جبکہ جو روح انسانی
ٹکی کے لئے مضطرب نظر آئے اگر ایسا نہیں تو اس امر کی دلیل ہوگی کہ قطبی تصدیق کو حاصل ہے مگر وہ مکمل ہے اس میں حقیقت کی
کئی روح نہیں اور زبانی اقرار بھی موجود ہے مگر وہ بھی رکی ہے اس میں بھی صداقت کی کوئی بو نہیں۔ خلاصہ یہ کہ شعبائے اسلامی
اس امر کی دلیل ہوتے ہیں کہ ایک مومن کا ایمان زندہ ہے یا اس کی روح مکمل ہوئی ہے اور اسی حقیقت کی طرف اشارہ
کرنے کے لئے یہاں شعبے کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

اسی معنوں کو قرآن کریم نے ایک اور لطیف انداز میں ادا کیا ہے مثل کلمۃ طیبۃ کثیرۃ طیبۃ اصلہا ثابت و
فرعہا فی السماء تو فی اکلہا کل حین باذن ربہا۔ آیت مذکورہ میں کلمہ طیبہ کو ایک درخت کی شبیہ دی گئی ہے مگر اس درخت کو
نہیں جس پر پھول و پھل کی کوئی رونق نہ ہو اس پر بہار آئے تو سال میں صرف ایک ہی بار آئے بلکہ اس درخت سے جو سا پاپا پر
اور اس پر کئی خزاں نہ آئے وہ دوسرے درختوں کی طرح سال میں ایک ہی بار پھل نہ لائے بلکہ موسم کی قید سے آزاد ہو کر
پھولوں اور پھلوں سے ہمیشہ لہار ہے۔ اب محدثین کو اختیار ہے کہ وہ اس مجموعہ کو ایمان کہیں یا اہل ایمان تصدیق کو
قرار دیں اور اعمال صالحہ کو اس کے ثمرات شمار کریں۔

اس حدیث کی روشنی میں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ شب و روز اپنے ایمان کا جائزہ لیا کرے اور یہ اندازہ لگایا کرے کہ اس
کا ایمان اعمال صالحہ کا کتنا تقاضا کر رہا ہے اس میں ٹکی کی کتنی شاخیں پھوٹ چکی ہیں اور کتنی شاخ لہی جو جس کا پھول شاخ بھی
باقی ہے۔ محدثین نے اس حدیث کو اتنی اہمیت دی ہے کہ شعبائے اسلامی کو جمع کرنے کے لئے مستقل مستقل تصنیفیں
تالیف کی ہیں ان میں امام بیہقی، ابو حاتم، ابو عبد اللہ علی، شیخ عبد الجلیل اور اسحاق بن القسری جیسے اجلہ محدثین
بھی شامل ہیں۔ امام ابو حفص عمر القزوی نے بیہقی کی تصنیف شعب الایمان کی تحفہ بھی کی ہے اور اس کا نام مختصر
شعب الایمان رکھا ہے اس کتاب کی تالیف کے وقت شعب الایمان ہمارے پاس موجود نہ تھی اس لئے اس کی
احادیث ہم نے صاحب مشکوٰۃ سے نقل کی ہیں اور جن کو اسلامی شعبوں میں زیادہ اہم سمجھا ہے ان میں سے بقدر
وصعت چند کو اس جگہ ذکر کیا ہے۔

سلامۃ المسلمین من اللسان والید

(۴۳۰) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ وَالْمُهَاجِرُ مِنْ هَجْرٍ مَا حَيَّ اللَّهُ عَنْهُ رَاهُ الْبُخَارَى وَسَلَّمَ وَغَيْرَهَا وَزَادَ

کسی مسلمان کو اپنے ہاتھ اور زبان سے ایذا نہ دینا

(۴۳۰) عبد اللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پورا مسلمان تو وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کی ایذا سے تمام مسلمان محفوظ رہیں اور پکا ہمارا جوہ ہے جو ان تمام باتوں کو سمجھ کر جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے (بخاری و مسلم وغیرہ) ترمذی و نسائی نے اس حدیث میں اتنا

(۴۳۰) عرب کی قوم جو قرون سے قتل و غارت اور جنگ و بدمعاشی کی عادی چلی آئی تھی وہ ابھی تازہ تازہ اسلام میں داخل ہوئی ہے پھر اسلام ان کی سرشت کا سب سے زیادہ ناپسند تھا وہ ان کو یہ بتا دینا چاہتا تھا کہ صرف ارکان اسلام افکار لینے اور چند مخصوص عقائد پر یقین کر لینے سے کوئی شخص مومن اور مسلم کے لقب کا مستحق نہیں ہو سکتا اس کو یہ بھی ثابت کرنا ہو گا کہ اب پہلے کی طرح اس کی زندگی پیام موت نہیں رہی بلکہ سراسر حشر و سلامتی بن گئی ہے۔ امانت ادا امن کی اس میں وہ روح پیدا ہو گئی ہے کہ قلوب میں اس کی طرف سے خوف و دہراس بکھل چکا ہے۔ خدا کی مخلوق کو ہر معاملہ میں کیا جان اور کیا مال اس پر پورا پورا اعتماد حاصل ہو گیا ہے۔ یہ ہے وہ شخص جس کو اسلام مسلم اور مومن کا خطاب دیدیتا ہے اس اسلوب بیان میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جیسا ملکہ شہر گئی کے بغیر کوئی شخص شاعر اور علم کے بغیر عالم نہیں کہا جاسکتا ایسا ہی سلامتی و امن کا پیکر بنے بغیر کسی کو مسلم اور مومن نہیں کہا جاسکتا یہاں ہاتھ اور زبان کی شخصیں صرف اس لئے ہے کہ عام طور پر ایذا رسانی کے آلات یہی ہیں ورنہ اصل مقصد ترک ایذا ہے خواہ وہ کسی ذریعہ سے بھی ہو۔ ان دونوں باہم فرق یہ ہے کہ ہاتھ کی ایذا کا تعلق صرف حاضری کے ساتھ ہوتا ہے اور زبانی ایذا کا حاضر و غائب دونوں کے ساتھ بلکہ اس میں زندہ اور مردہ کی بھی قید نہیں ہے۔ تیسرے جگہ کا مطلب یہ ہے کہ ہجرت یعنی خدا کی راہ میں گھر و سب چھوڑ دینا اگرچہ ایک بے نظیر قربانی ہے مگر کامل مذہب انجی کا ملین کو اور مکمل بنانا چاہتا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ ہجرت کی روح صرف ترک وطن اور مال و اولاد کے ترک سے بھی حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کا اصل مقصد کسی کی مزاحمت کے بغیر آزادی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اپنے نفس کو ان بری صحبتوں سے نکال لینا ہے جن کی مخالفت سے اقامت دین یا اس کی حدود کے تحت ظلم کسی بھی تباہی کا خطرہ پیدا ہو سکتا ہے اگر ایک شخص آبائی وطن ترک کرنے کے بعد اپنی مسافت و غربت کے حال میں بھی وطن سے زیادہ مروتاً شرعیہ کا خوف رہا ہو اسے تو اسلام کے نزدیک ابھی وہ اس لائق نہیں کہ اس کو ہاجر جیسا سحر زلف و دیدار جاسکے۔ اس اسلوب بیان میں حقیقی ہاجرین کے تنبیہ کرنی مقصود ہے کہ وہ صرف ترک وطن کر کے مطمئن نہ ہو بلکہ اس لقب کی تکمیل ابھی ایک ایسی طویل ہجرت پر موقوف ہے جس کا سلسلہ تا زندگی ختم ہونے والا نہیں اور یہ ہے کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ منع فرما چکا ہے اس کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دیا جائے۔ اب ہجرت کی یہ وہ وسیع ملکیت ہو گی جس کے ٹکڑے کوئی

الترمذی والنسائی والمؤید من مؤید الناس على دماءهم وأموالهم.

(۴۲۱) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَدَّى مُسِيْلًا لِقَدْ أَدَّى اللَّهَ - أَخْرَجَهُ الطَّبْرَانِي فِي الْأَوْسَطِ - رَمَاهُ السَّيْطَانُ لِحَسَنِهِ وَفِيهِ مَوْسَى ابْنُ خَلْفِ الْبَصْرِ الْعَمِي ضَعُفَهُ بَعْضُهُمْ وَوَثَّقَهُ بَعْضُهُمْ.

(۴۲۲) عَنْ أَبِي بَكْرِ الصَّدِيقِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلْعُونٌ مَنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا أَوْ مُكْرِمًا (مرآۃ الترمذی وقال هذا حديث غریب).

(۴۲۳) عَنْ أَبِي بَرْزَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ أَتَفْعَلَ بِهِ قَالَ اإِعْمَلِ الْآدَى عَنْ كُلِّ يَوْمٍ الْمُسْلِمِينَ. (مرآۃ ابن ماجہ)

اور اضافہ کیا ہے کمال مومن وہ ہے جس کو لوگ اپنی جان و مال کے بارے میں امانت دار سمجھیں۔

(۴۲۱) انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی مسلمان کو ستائے اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اس نے اللہ تعالیٰ کو ستائے کا ارادہ کیا۔ (طبرانی)

(۴۲۲) حضرت ابو بکر صدیق روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچائے یا اس کو فریب دے وہ ملعون ہے۔ (ترمذی)

(۴۲۳) ابو بزرہ سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ کوئی ایسا عمل بتائیے جو مجھے نفع دے آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹا دیا کرو۔ (ابن ماجہ)

نہایت نہیں خوش دلی یا تنگ دلی سے چھیننے کا موقع نہیں ہے کمال سمجھ لے کہ ان معمرائے دانا واد وادہاے ہزار کے طے کئے بغیر اس کا مکمل ہونا ناممکن ہے اور مکمل ہو شیار ہو جائے کہ اسلام کی شاہراہ کمال الہی اور بہت آگے ہے۔

ہر نقابہ روئے جانان و انقابے دیگر است ہر عجبے را کہ طے کردی چلبے دیگر است (۴۲۲) یعنی ایک مسلمان کی ایذا رسانی صرف مخلوق کی ایذا رسانی نہیں سمجھی جاتی بلکہ وہ رسول کی ذات سے بھی گذر کر خدا تک جا پہنچی ہے یہی حال اس کے ساتھ محبت کرنے کا بھی ہے۔ رسول کی ذات تک کیسی بند ہوئی ہے کہ اس کی ایذا و محبت خدا تعالیٰ کے ایذا و محبت سے بچا رہی جاتی ہے۔ مسلمان جب اپنے رسول کا پورا پورا خیر و خیر ہونا ہے تو یہ بھی نسبت اس کے اور رسول کے مابین قائم ہو جاتی ہے۔

(۴۲۳) غائبانیاں سائل کا مقصد کسی ایسے امر کا سوال کرنا تھا جس کا کہنا اس کی قدرت میں ہو کہ نہ کسی بھی نیک عمل کو نفع اٹھانے کی صورت ہو سکتی ہے نیک عمل خواہ کتنا ہی بہتر ہو لیکن اگر اس پر عمل نہ ہو سکے تو وہ کس کام کا آپ نے اسکو ایسا آسان عمل بتا دیا جو اس سے بھی سہولت ادا ہو جائے اور تمام دنیا کے لئے بھی سہولت کا موجب ہو۔

(۴۳۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ عَلِمْتُ شَيْئًا لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَفْعَلَنِي بِهِ قَالَ أَنْظِرْ مَا يُؤْذِي النَّاسَ فَفَعَلَهُ عَنِ الطَّبْرَانِيِّ أَخْرَجَهُ ابْنُ عَسَاكَرٍ مَا فِي الْجَامِعِ الْكَبِيرِ

(۴۳۵) عَنْ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يَمْشِي وَرَجُلٌ مَعَهُ قَرْنٌ مَجْرًا عَنِ الطَّبْرَانِيِّ فَقُلْتُ مَا هَذَا قَالَ مِمَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ رَقِمَ حَجْرًا عَنِ الطَّبْرَانِيِّ كُتِبَ لَهُ حَسَنَةٌ وَمَنْ كَانَتْ لَهُ حَسَنَةٌ دَخَلَ الْجَنَّةَ أَخْرَجَهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ قَالَ الْهَيْثِيُّ رَجَالُ الثَّقَاتِ

(۴۳۶) عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ مُعَاذِيَّةٌ كُنْتُ مَعَ مَعْقِلٍ فِي بَعْضِ الطَّرِيقَاتِ فَمَرَّ بِأَذَى فَأَمَّا طَهْرًا أَيْثُ مِثْلَهُ فَقَعَيْتُهُ فَقَالَ مَا حَمَلَكَ عَلَى ذَلِكَ قُلْتُ رَأَيْتُكَ صَنَعْتَ فَصَنَعْتُ فَقَالَ مِمَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ أَمَّا طَهْرًا

(۴۳۴) ابورہ روایت فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا مجھے کچھ کھائیے، شامہ اللہ تعالیٰ مجھے اس پر عمل کی توفیق بخندے آپ نے فرمایا جو چیز لوگوں کے لئے تکلیف دہ ہو اس کا خیال رکھنا اور جہاں کہیں ایسی چیز دیکھنا اسے راستہ سے ایک طرف ڈال دینا۔ (جامع کبیر)

(۴۳۵) ابوشیبہ سے روایت ہے کہ معاذ بن جبل پیادہ پا جا رہے تھے ایک اور شخص بھی ان کے ساتھ ساتھ تھا راستہ پر انھوں نے ایک پتھر اٹھا لیا تو فرمایا اسے راستہ سے ہٹا دیا میں نے عرض کیا کیا؟ انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ اگر راستہ سے کوئی شخص پتھر پھینکے تو اس کے نامہ اعمال میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جس کے پاس ایک نیکی بھی ہوگی وہ بھی جنت میں جائیگا۔ (طہ) (۴۳۶) معاذیہ کہتے ہیں کہ میں معقل بن یسار کے ساتھ کسی راستہ پر جا رہا تھا ان کا کسی ایسے پتھر وغیرہ پر گزرا ہوا جو گزرنے والوں کیلئے باعث تکلیف تھا انھوں نے اس کو اٹھا کر پھینک دیا آگے چل کر میں نے بھی اسی قسم کا ایک پتھر دیکھا تو میں نے بھی اس کو ایک طرف ڈال دیا، انھوں نے مجھے پوچھا تم ایسا کیوں کیا

(۴۳۷) اس روایت سے پہلی روایت کی شرح ہوگئی اور معلوم ہو گیا کہ مغفرت کے لئے صرف نیکی کرنا کافی نہیں اس کی قبولیت بھی شرط ہے لہذا کئی شبہ نہیں کہ بعض مرتبہ معمولی سی نیکی ایسی بروقت ہوتی ہے کہ دیارے رحمت کو جوش میں لانے کیلئے وہ ایک جھوٹی سی نیکی کافی ہو جاتی ہے اور بحرِ عمیاں کے غریق کا بیڑا پار ہو جاتا ہے۔

أَذَى عَنْ طَرِيقَيْنِ كَتَبَ لَهُ حَسَنٌ وَمَنْ تَقَبَّلَتْ مِنْهُ حَسَنَةٌ دَخَلَ الْجَنَّةَ - اخرجہ البخاری
فی الادب المفرد قال الہیثمی سندہ حسن ورمز السیوطی لحسنہ
(۴۳۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ رَجُلٌ بِغُصْنِ
شَجَرَةٍ عَلَى ظَهْرِ طَرِيقٍ فَقَالَ لَا تُحْصِينَ هَذَا عَنْ طَرِيقَيْنِ الْمُسْلِمِينَ لَا يُؤْذِيهِمْ فَأَدْخَلَ
الْجَنَّةَ - (متفق علیہ)

(۴۳۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَجُلًا
يَتَّقِلُبُ فِي الْجَنَّةِ فِي شَجَرَةٍ تَقَطُّعُهَا مِنْ ظَهْرِ الطَّرِيقَيْنِ كَأَنَّهُ تُوْخِى النَّاسَ - (رواہ مسلم)
(۴۳۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ سَلَامٍ
مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلُّ يَوْمٍ نَطْلَعُ فِيهِ الشَّمْسُ يَغْدِلُ بَيْنَ اثْنَيْنِ صَدَقَةٌ
وَيُغْبِئُ الرَّجُلَ عَلَى دَابَّتِهِ فَيَعْمَلُ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ أَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ وَالْكَلْبُ

میں نے کہا آپ کو دکھا تھا کہ آپ نے ہی عمل کیا تھا لہذا میں نے بھی آپ کے دکھا دکھی وہی عمل کیا ہے انھوں نے
فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ جو کسی راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دے
تو اس کے حق میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جس کی ایک نیکی بھی قبول ہو جائے وہ بھی آخر کار جنت میں چلا جائیگا۔
(۴۳۷) ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص کا کسی ایسے راستہ
سے گزر ہوا جس پر درخت کی ایک شاخ پڑی ہوئی تھی اس نے دل میں کہا کہ میں اس شاخ کو مسلمانوں کے راستہ
سے ہٹا دوں تاکہ ان کو تکلیف دے بس اتنی سی نیت کی بدولت وہ جنت میں داخل کر دیا گیا (متفق علیہ)
(۴۳۸) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ایک شخص کو دکھا
کہ وہ جنت میں صرف ایک درخت کی بدولت ٹھلٹا ہوا پھر رہا ہے جو راستہ پر لوگوں کی تکلیف کا باعث بن رہا
تھا اور اس نے اس کو کاٹ دیا تھا - (مسلم)

(۴۳۹) ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر روز جب آفتاب نکلتا ہے تو
آدمی کے جسم میں جتنے جوڑ بند ہیں ان سب کی طرف سے اس پر ایک ایک صدقہ ادا کرنا واجب ہوتا ہے
(وہ اس طرح ادا ہوتا رہتا ہے) دو شخصوں کے درمیان کسی معاملہ میں فیصلہ کر دیا یہ ایک صدقہ ہو گیا کسی سوا

(۴۳۹) سبحان اللہ! اگر خدا نے تعالیٰ نے اپنے ضعیف بندوں پر بہت سے صدقات واجب فرمائے تھے تو ان کی
ادائیگی کی سبیل بھی کتنی آسان نکال دی ہے یعنی اس کی ہر حرکت و سکون کو ایک ایک صدقہ بنا دیا ہے اس میں تعلیم

الطَّيْبَةُ صَدَقَهُ وَكُلَّ خَطْوَةٍ يَخْطُوهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَهُ وَتُمْنِيطُ الْأَذَى عَنِ
الطَّرِيقِ صَدَقَهُ. (متفق عليه)

(۴۴۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلَا تَنْتُدُّ كَرَمًا كَثْرَةً
صَلَاتِهَا وَصِيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا غَيْرَ أَنْ تُوْذِيَ خَيْرَ أَهْلِهَا بِلِسَانِهَا قَالَ فِي النَّاسِ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلَا تَنْتُدُّ كَرَمًا بَلَدُ صِيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا وَصَلَاتِهَا وَلَا تَنْتُدُّ
بِالْأَثَرِ مِنَ الْإِقْبَاطِ وَلَا تُوْذِيَ بِلِسَانِهَا خَيْرَ أَهْلِهَا قَالَ فِي الْجَنَّةِ (رواه احمد والبيهقي في شعب الایمان)

شخص کی کوئی مدد کردی اس کو سوار کر دیا یہ صدقہ ہو گیا اس کا کچھ سامان نیچے سے اٹھا کر اسے پکڑا دیا یہ
صدقہ ہو گیا۔ کوئی بھلی بات زبان سے نکالی یہ صدقہ ہو گیا، ہر قدم جو نماز کے لئے اٹھایا وہ صدقہ ہو گیا
اور اگر راہ پر کوئی تکلیف دہ چیز پڑی دیکھی اور شادی وہ صدقہ ہو گئی۔ (متفق علیہ)

(۴۴۱) ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فلاں بی بی کی نماز
روزے اور صدقہ و خیرات کرنے کی بڑی شہرت اڑ رہی ہے مگر اس میں ایک عیب بھی ہے وہ یہ کہ اپنے
مہمانوں کو برا بھلا کہتی ہے فرمایا وہ دوزخ میں ہے پھر اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ فلاں عورت کے مستقل
بہ مشہور ہے کہ وہ روزے، نماز، اور صدقہ و خیرات اس کثرت کے ساتھ تو ادا نہیں کرتی صرف پیر کے چند
مکرمے راہ خدا میں دیدیتی ہے لیکن اس میں ایک بڑا ہنر یہ ہے کہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے بھی کوئی
تکلیف نہیں پہنچاتی فرمایا وہ جنت میں ہے۔ (احمد، بیہقی)

بھی مضرب ہے کہ انسان کو یا کامل ہو جانا چاہئے کہ اس کی حرکات و سکنات یہاں کی طرح نہ رہیں بلکہ ان میں تقرب
الی اللہ کی وہ دھڑ بھڑ پیدا ہو جائے کہ اگر وہ غمی نہ ہو تو بھی محض اپنے اعمال کی بدولت بے شمار صدقات کے ثواب
کا مالک بن سکے۔ اس امت میں زندگی کا معیار غنا و فقر نہیں انسان کے اعمال ہیں اور ان میں سب سے سہل عمل یہ ہے
کہ راہ پر کوئی تکلیف دہ چیز دیکھے تو اسے ہٹا دے۔

ماشیں دہچے آزار خلق ہر جہ خواہی کن

کہ در شریعت ما غیر ازین گناہے نیست

(۴۴۲) عام انسانوں کی نظروں میں جتنا اہتمام بدنی اور مالی عبادتوں کا ہوتا ہے اتنا معاملات اور حقوق الہی
کا نہیں ہوتا۔ شریعت تنبیہ کرتی ہے کہ عبادت ایک بے نیاز کا حق ہے اور معاملات باہمی محتاج انسانوں کے
حقوق اس لئے ان کا اہتمام زیادہ کرنا چاہئے۔ خدا کے فرائض کے بعد جو ان میں کوئی باقی کرے تب اس کا معاملہ
خطرہ میں ہے۔

(۴۴۱) وَعَنْهُ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ عَلَى نَاسٍ جُلُوسٍ فَقَالَ
 أَلَا خَيْرٌ لَكُمْ خَيْرِكُمْ مِنْ شَرِّكُمْ قَالَ فَسَكَتُوا فَقَالَ ذَلِكَ ثَلَاثُ مَرَّاتٍ فَقَالَ رَجُلٌ بَنِي
 يَا رَسُولَ اللَّهِ خَيْرٌ نَا خَيْرِ نَا مِنْ شَرِّ نَا فَقَالَ خَيْرَكُمْ مِنْ بَيْنِي خَيْرُهُ وَتَوْمِنْ شَرُّهُ
 وَشَرُّكُمْ مِنْ لَا بَيْنِي خَيْرُهُ وَلَا يُؤْمِنْ شَرُّهُ - (رحمہ اللہ القرمذی والبیہقی فی شعب الایمان
 وقال الترمذی هذا حدیث حسن صحیح)

(۴۴۲) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحُلَيْنَ كُلِّ
 إِسْثَانٍ مِنْ بَنِي آدَمَ عَلَى سِتِّينَ وَثَلَاثِينَ مِيقَصِلٍ فَمَنْ كَثُرَ اللَّهُ وَحَمَدُ اللَّهِ وَ
 هَلَّلَ اللَّهُ وَسَبَّحَ اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ اللَّهَ وَعَزَلَ حَجْرًا عَنْ طَرَفِي النَّكَاسِ أَوْ شَوْكَةً أَوْ
 عَظْمًا أَوْ أَصْرًا مَعْرُوبٍ أَوْ حَقٍّ عَنْ مُنْكَرٍ عَدَّ ثَلَاثِينَ وَثَلَاثِينَ وَبِهِ فَإِنَّهُ

(۴۴۱) البہرہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے آپ وہاں آکر کھڑے ہو گئے اور
 فرمایا ہر لوگ میں تیس دن بنادوں کہ تم میں ہر شخص کون ہے اور بھلا کون - راوی کہتا ہے صحابہ اس پر
 خاموش ہو گئے (اور کسی نے کچھ جواب نہ دیا) تین بار آپ نے یہی فرمایا اس پر ایک شخص نے عرض کیا
 یا رسول اللہ ضرور بتائیے کہ ہم میں بھلا کون ہے اور برا کون - آپ نے فرمایا بھلا شخص تو وہ ہے جس کی
 جانب سے بھلائی بھلائی کی امید کی جائے اور برائی کا کوئی خطرہ بھی نہ کیا جائے اور بدترین وہ ہے جس
 کی جانب سے بھلائی کی کوئی امید نہ ہو اور برائی کا ہر وقت خطرہ لگا رہے - (ترمذی بہیقی)

(۴۴۲) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنے انسان ہیں
 ان سب کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ بنائے گئے ہیں (ہر جوڑ کی طرف سے ایک صدقہ ادا کرنا واجب ہوتا ہے)
 تو جس نے اللہ اکبر کہا، یا احمد للہ، یا لا الہ الا اللہ، یا سبحان اللہ، یا استغفر اللہ کہا یہ ایک ٹک صدقہ شمار
 ہو جاتا ہے اسی طرح جس نے لوگوں کے راستہ سے کوئی پتھر ہٹا دیا یا کانٹا یا کوئی بڑی ہڈی یا نیک
 بات کہدی یا بری بات سے روک دیا غرض اسی تین سو ساٹھ کے عدد کے مطابق یہ عمل کر دیئے تو وہ اس دن

(۴۴۱) اس روایت نے بھی انسانوں میں خیر اور شر کی تقسیم صرف ناز اور رنزدہ میں جدوجہد پر نہیں کی بلکہ مخلوق
 کی ایذا و رسانی اور ترک ایذا و رسانی پر کی ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ فعل عبادتیں بے اثر رہتی ہیں بلکہ مطلب
 یہ ہے کہ مخلوق کی ایذا و رسانی کے ساتھ ان کا جوہر نہیں کھلتا اگر کا ش ان کے ساتھ خلق اللہ کی خیر خواہی بھی
 شامل ہو جائے تو ان کا جوہر کھلے۔

يَمْسِي يَوْمَيْنِ وَقَدْ خَرَجَ نَفْسَهُ عَنِ النَّاسِ - (سراہ مسلم)

(۴۴۳) عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبَّ مَنُكَ فِي وَجْهِ أَخِيكَ صَدَقَةً وَأَمْرُكَ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةً وَنَهْيُكَ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَإِشْرَاؤُكَ الرَّجُلَ فِي أَرْضِ الضَّلَالِ لَكَ صَدَقَةٌ وَنَصْرُكَ الرَّجُلَ الرَّجُلِيَّ الْبَصِيرَ لَكَ صَدَقَةٌ وَإِمْلَاقُكَ أَهْلَ الشُّوْكِ وَالْعِظَمِ عَنِ الظُّرَيْبِ لَكَ صَدَقَةٌ وَإِفْرَاغُكَ مِنْ دَلُوكَ فِي دَلُوكِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ - (سراہ الترمذی وقال هذا حديث غريب)

(۴۴۴) عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى كُلِّ سَلَمٍ صَدَقَةٌ قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَجِدْ قَالَ فَلْيَحْمِلْ يَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ أَوْ لَمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْفُوفِ قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْهُ قَالَ فَيَأْمُرُ بِالْحَيْرِ قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيُسْرِكُ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّ لَهُ صَدَقَةً (متفق عليه)

زمین پر اس حال میں چلتا پھر گیا کہ اپنی جان کو دوزخ کے عذاب سے دور کر چکا ہوگا (مسلم شریف)
(۴۴۴) ابو ذر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کی خوشی کی خاطر نہ اسامکر دینا بھی صدقہ ہے، کوئی نیک بات کہہ دینی بھی صدقہ ہے، تمہارا کسی کو بری بات سے روک دینا بھی صدقہ ہے کسی بے نشان زمین میں کسی کو راستہ بتا دینا بھی تمہارے لئے صدقہ ہے جس شخص کی نظر کمزور ہو اس کی مدد کر دینا بھی صدقہ ہے، راستہ سے پھر کاٹنا اور ہڈی کاٹنا دینا بھی تمہارے لئے ایک صدقہ ہے اور اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا بھی ایک صدقہ ہے۔ (ترمذی شریف)

(۴۴۴) ابو موسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مسلمان پر صدقہ دینا واجب ہے لوگوں نے پوچھا اگر اس کے پاس صدقہ دینے کے لئے کچھ نہ ہو تو کیا کرے فرمایا اپنے ہاتھوں سے محنت مزدوری کرے اور اپنے آپ کو بھی فائدہ پہنچائے اور دوسروں کو بھی صدقہ دے لوگوں نے عرض کیا اگر یہ کرنے کی طاقت نہ رکھے یا استطاعت کے باوجود نہ کرے تو — فرمایا کسی غمزدہ محتاج کی مدد کر دے عرض کیا اگر یہ بھی نہ کرے فرمایا تو نیک بات ہی کہہ دے عرض کیا اگر یہ بھی نہ کرے، فرمایا تو (کم از کم) کسی نقصان رسانی سے ہی باز رہے کیونکہ یہ بھی اس کے حق میں ایک قسم کا صدقہ شمار ہوگا۔
(متفق علیہ)

افشاء السلام واطعام الطعام

(۴۳۵) عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آتَى الْإِسْلَامَ خَيْرٌ قَالَ تَطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ كُنْتَ تَعْرِفُ (رواه البخاری و مسلم و غیرہم)

واقفیت کی قید کے بغیر عام طور پر ایک دوسرے کو سلام کرنا اور محتاجوں کو کھانا کھلانا (۴۳۵) عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اسلام میں سب سے بہتر عمل کیا ہے فرمایا (محبوبوں کو) کھانا کھلانا اور آشنا ہو یا نا آشنا سب کو سلام کرنا۔ (محقق علیہم)

(۴۳۵) ایک گزشتہ حدیث میں آپ کو ہجرت کی ایک و سیس شاہراہ بتائی گئی تھی یہاں اسلام کے دو اہم وسیع گوشے بنا دیئے گئے ہیں یعنی اطعام طعام (محبوبوں کو کھانا کھلانا) اور افشاء اسلام یعنی (باہم سلام کا رواج و تہ) اطعام طعام میں اتنی وسعت ہے کہ اس میں کسی وقت کی کوئی قید ہے اور مسلمان کافر کی تفصیل بیان تک کہ انسان حیوان کی بھی کوئی تفصیل نہیں۔ اسی طرح افشاء اسلام میں بھی تعارف یا عدم تعارف کا کوئی لحاظ نہیں۔ یوں تو اسلام میں ان دو کے علاوہ اور بھی بہت سے اہم شعبے موجود ہیں لیکن عرب کے اس ماحول میں ان دو کی اہمیت زیادہ محسوس کی گئی تھی کیونکہ ان کی شب و روز قتل و غارت نے انسانوں کو ایسا خوف زدہ بنا دیا تھا کہ جب کوئی اجنبی شخص کسی سے ملتا تو وہ اس کو موت کا ایک فرشتہ نظر آتا اور جب تک اس کی جانب سے پورا اطمینان حاصل نہ ہو جاتا اس سے خوف زدہ ہی رہتا تھا اسلام نے اگر تعلیم دی کہ خوف و ہراس کا وہ ختم ہوا اب سلامتی و امن کا زمانہ آگیا ہے اور اس کے اعلان کرنے کے لئے سب سے پہلے لفظ سلام مقرر کیا تاکہ پہلی ملاقات ہی میں یہ بات صاف ہو جائے کہ اب میں تمہارے لئے صدائے صحت نہیں رہا پیغام سلامتی بن گیا ہوں اور اس لفظ کو چلے پھرتے اس کثرت سے استعمال کرنے کا حکم دیا کہ خوف دنیا کے پردہ سے اٹھ جائے اور سلامتی کی برکتیں چاروں طرف سے گھیر لیں۔ ملاقات کے وقت ہر قوم کا ایک شمار ہوتا ہے اسلام نے پیغام سلامتی کو اپنا شمار مقرر کر لیا ہے۔ ابن عمر اس حکم کی تعمیل میں اتنی شدت کرتے کہ صرف افشاء سلام کی خاطر با زار و در بازار کو چہرہ دکھو پھرے اور لوگوں کو سلام کر کے اپنے گھر واپس آجاتے تھے جیسا کہ ابھی ان کی منقول حدیث آپ کے مطالعہ سے گزر چکی۔ افشاء سلام کی اہمیت کیلئے ابوہریرہ کی ایک حدیث ترجمان السنہ جلد اول ص ۱۷۷ پر بھی ملاحظہ سے گذر چکی ہے۔

دہی اطعام طعام کے ارشاد کی تعمیل تو وہ بھی اس گر مجبوشی سے کی گئی کہ جو اپنے پاس اپنے بچوں کی صرف ایک وقت کی خوراک رکھتا تھا تلاش بھی خود محبوب کا سر رہا اور ان کی خوراک دوسروں کو کھلانا پسند کر لیا۔ آیت و پورٹروں علی الغنم میں اسی قسم کے ایثار و پیشہ جماعت کا ذکر کیا گیا ہے۔

عبداللہ بن سلام جب اسلام کی تلاش میں مدینہ پہنچے ہیں تو سب سے پہلے جو کمالات نصیحت انہوں نے آپ کے دیہن مبارک سے سنے وہ بھی افشاء سلام اور اطعام طعام کے کلمات تھے نیز آپ کے ایک بہت اہم خواب میں جن اعمال کو رفیع درجات کا موجب بتایا گیا تھا ان میں سب سے درخشاں عمل اسی افشاء سلام اور اطعام طعام کو قرار دیا گیا ہے

(۴۴۶) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ جِئْتُ فَلَمَّا بَيَّنْتُ وَجْهَهُ عَرَفْتُ أَنَّهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ فَكَانَ أَوَّلُ مَا قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَتُشْهِرُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا الْأَرْحَامَ وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ يَنَامُونَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَسَلَامٌ (رحمہ اللہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی)

(۴۴۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْبُدُوا

(۴۴۶) عبد اللہ بن سلام کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جس وقت میں نے آپ کا چہرہ مبارک دیکھا اسی وقت پہچان گیا کہ یہ چہرہ تو کسی جھوٹے شخص کا نہیں سکتا جو سب سے پہلی بات اس وقت آپ نے فرمائی وہ یہ تھی لوگو باہم خوب سلام کیا کرو۔ محتاجوں کو کھانے کھلایا کرو۔ رشتہ داری کے تعلقات میں حسن سلوک کی رعایت رکھا کرو اور جب لوگ سوتے پڑے ہوں تو تم راتوں کو نازیں پڑھا کرو جنت میں سلام کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے جنت میں (۴۴۷) عبد اللہ بن عمرو روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رحمن کی عبادت کیا

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) جیسا کہ وہ حدیث ترجمان السنہ ۳۳۵ پر گزر چکی ہے۔
یہ پلیدہ کہنا چاہئے کہ مخلوق کی ہمدی اور باہمی مصلحت کا جذبہ صرف جو واکراہ کی راہ سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے دافعی توبیت اور اعلیٰ ٹریننگ کی بھی ضرورت ہے اس لئے اسلام نے لوگوں کو اپنی قوت باتوں سے کیا ہوا مال ان سے زبردستی چھین کر دوسروں کے حوالہ کر دینے کا حکم نہیں دیا بلکہ اس کا صل یہ پیش کیا ہے کہ ایک طرف تو کچھ حقوق فرض و واجب قرار دیئے ہیں اعلان کا ادارہ کرنا ہر شخص پر طوعاً و کرہاً لازم کر دیا ہے دوسری طرف اسی کے ہم جنس بیت سے اور حقوق رکھنا ہیں جن کو ادا کرنا اس پر لازم قرار نہیں دیا بلکہ صرف ان کی ترغیب دیکر ان کو اس کی خوشی پر چھوڑ دیا ہے اس کا مقصد مصلحت یا فائدہ نہیں ہے کہ فرض و عبادات کی اس اعلیٰ ٹریننگ کے بعد اب اس کی فطرت میں اتفاق و اتفاق کی تسبی اس پر پیدا ہو گئی ہے اور کسی کے جبر واکراہ کے بغیر اب وہ اپنی خوشی سے دوسروں کی ہمدی کا کتنا عادی بن چکا ہے۔

اسلام کے یہ دو مختصر فیصلے اجتماعی حیات کے لئے دو اہم رکن ہیں اگر تنہا خوری اور ترک سلام کی ضرورت انفرادی ہی تھی تو ضرورت دیکھائیں تو ہماری اجتماعی حیات کے جن میں اتفاق و اتفاق کے بجائے ہم جگہائے اس وقت کھل سکتے ہیں۔
(۴۴۷) یہاں عبادت کے ساتھ رحمن کا اسم مبارک اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ چند حقیر اعمال کے ساتھ جنت جیسی بے بہا متاع کا ہاتھ آجاتا رحمت ہی کا کرشمہ ہو سکتا ہے سو گرنہ نہ

کہاں میں اور کہاں یہ نگہت کل نسیم مناسب نوری مہربانی
قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ کتنا اللہ اہل جنت کو سلام کو کیے اور اہل جنت کا ہم ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو سلام کیا کریں گے حتیٰ کہ بلا لغز و بغض ہل جنت کیلئے ان کو سلام فرمایا۔ جو لوگ اس روش کو غائب قائم کرتے ہیں وہ یہاں بھی اہل جنت کے قدم پر ہیں اور فرمائے قیامت میں خدا نے قناتی کی جنت میں داخل ہوں گے۔

الرَّحْمَنُ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَأَفْثُوا السَّلَامَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ (مرآۃ الترمذی وابن ماجہ)
(۴۴۸) عَنْ ابْنِ عُثْمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْإِيمَانُ فَقَالَ
إِطْعَامُ الطَّعَامِ وَبَذْلُ السَّلَامِ - (مرآۃ الشیخان)

(۴۴۹) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَمَّ الْمَبْرُورِ
لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ فَقِيلَ مَا بَرَّ أَحَدٌ قَالَ إِطْعَامُ الطَّعَامِ وَطِيبُ الْكَلَامِ (اخرجه احمد)
(۴۵۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَا رَأَيْتَ طَائِفَةً تَغِيثُ وَفَرَّتْ
عَيْنِي فَأَنْتِئِنِّي عَنْ كُلِّ شَيْءٍ قَالَ كُلُّ شَيْءٍ خُلِقَ مِنْ مَاءٍ قُلْتُ أَتَشْنِي بِشَيْءٍ إِذَا فَعَلْتَهُ
دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ أُعْبِدُوا الرَّحْمَنَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَأَفْثُوا السَّلَامَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ -
اخرجه الامام احمد والترمذی عن ابی ہریرۃ وفی روایت احمد بصیغۃ الافراد وخرجه البخاری فی الاذنیۃ
والطہرانی فی الکبیر وابو نعیم فی الحلیۃ ابن حبان فی مصابیح عبد اللہ بن عمرو لفظ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ -

کردار و عبادتوں کو کھانے کھلایا کرو اور کسی تعارف کے بغیر ایک دوسرے کو سلام کیا کرو، جنت میں
سلام کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔ (ترمذی ابن ماجہ)

(۴۴۸) ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایمان کی باتیں
کیا کیا ہیں ارشاد فرمایا کھانا کھلانا اور کسی تعارف کے بغیر سلام کرنا (بخاری مسلم)

(۴۴۹) جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج مبرور کا بدلہ جنت کے سوا
اور کچھ نہیں بھرا پے پوچھا گیا حج مبرور میں نیک کام کیا ہیں فرمایا کھانا کھلانا اور نرم گفتگو کرنا (مسند احمد)

(۴۵۰) ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری حالت یہ ہے کہ جب آپ کو دیکھ لیتا ہوں
تو میرا دل باغ باغ ہو جاتا ہے اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں مجھے یہ تو بتا دیجئے کہ یہ تمام مخلوق کس چیز سے
پیدا کی گئی ہے فرمایا پانی سے پھر میں نے عرض کیا اچھا مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جسے میں کروں تو یقیناً جنت
میں داخل ہو جاؤں فرمایا رحمن کی عبادت کرو (لوگوں کی) خوب کھانے کھلانا کرو اور باہم ایک دوسرے کو کسی تعارف
کے بغیر سلام کیا کرو اور پھر جاؤ جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ (مسند احمد وغیرہ)

(۴۵۰) اس قسم کی حدیثوں کی اصل مدح یہ ہے کہ تم بچتے ہو کہ جنت تم سے کہیں بہت دور ہے، وہ تم سے
صرف چند قدم کے فاصلہ پر ہے، قدم اٹھاؤ اور بڑے اطمینان کے ساتھ اس میں چلے جاؤ۔ مگر واضح رہے کہ یہ چند
قدم ہی حقوق اللہ اور حقوق العباد کے جامع ہیں۔ پہلے قدم حقوق اللہ سے متعلق ہے۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

(۴۵۱) عَنْ مَيْمَنَاءَ قَالَتْ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ لَنَا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلُ رَجُلٍ أَحْسَبُهُ مِنْ قَتْلِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَعَنَ جَنِيذٌ فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَاءَ مِنَ الشَّقِيقِ الْآخَرِ فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَاءَ مِنَ الشَّقِيقِ الْآخَرِ فَأَعْرَضَ عَنْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللَّهُ جَنِيذًا أَوْ أَهْلَهُمْ سَلَامًا وَأَيُّنَ تَهْمِرُ طَعَامًا وَهُمْ أَهْلُ آمْنٍ وَآيْمَانٍ (عزاه احمد والترمذی)

(۴۵۲) عَنْ هَانِئٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ يُوْجِبُ الْجَنَّةَ قَالَ عَلَيْكَ بِخَيْرِ الْكَلَامِ وَبَذْلِ الطَّعَامِ. اخْرِجِ الْبَغَارَى فِي الْأَدَبِ الْمَفْرُوعِ وَالْحَاكِمِ عَنْ هَانِئٍ أَبِي شَرِيحٍ قَالَ الْحَاكِمُ صَحِيحٌ وَلَا عِلَّةَ لَهُ وَعَلَنَ عِنْدَهَا أَنْ هَانِئًا لَيْسَ لَهُ رَأْيٌ وَغَيْرُ ابْنِهِ لَكِنْ لَهُ نَظَائِرُ عِنْدَهَا وَقَرَأَ الذَّهَبِيُّ وَقَالَ الْحَافِظُ الْعِرَاقِيُّ فِي أَمَالِهِ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَاخْرَجَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاحْمَدُ وَالتَّطَبَّرَانِي وَأَخْبَرَنَا ثَلَاثٌ وَالصَّيِّحَةُ بِلَفْظَانِ مِنْ مَوْجِبَاتِ الْمَغْفِرَةِ بِذَلِكَ السَّلَامِ وَحَسَنَ الْكَلَامِ قَالَ الْعِرَاقِيُّ اسْنَادُهُ جَيِّدٌ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ رَجَالَ أَحْمَدَ رَجَالَ الصَّحِيحِ.

(۴۵۱) مینا، روایت کرتے ہیں کہ میں نے یہ بات ابو ہریرہ کو فرماتے خود سنا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص آیا جاں تک میرا گناہ ہے وہ قبیلہ قیس کا آدمی معلوم ہوتا تھا، اس نے کہا یا رسول اللہ قبیلہ حمیر رحمت فرمائے، آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا وہ دوسری طرف سے پھر آیا آپ نے پھر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ وہ تیسری طرف سے پھر آیا آپ نے پھر منہ پھیر لیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ قبیلہ حمیر پر رحم فرمائے ان کے منہ پر السلام علیک کا لفظ رہتا ہے، ان کے ہاتھ غریبوں کو کھانا کھلانے میں مشغول رہتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو بڑے امن اور ایمان والے ہیں (مسند احمد و ترمذی)

(سبحان اللہ خاتم المرسلین کیسی رحمت مجسم بن کر آئے لوگ ان سے لعنتوں کی درخواست کرتے تھے وہ رحمتوں کی دعائیں کر دیتے تھے۔)

(۴۵۲) ہانئ روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کوئی ایسا عمل ارشاد فرمائیے جو جنت کا یقینی سبب ہو، فرمایا نرم گشتگو کرنا اور خدا کی راہ میں کھانے کھلانا۔ (مسند احمد وغیرہ)

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) اور آخر کے دو قدم حقوق العباد سے جس نے یہ دو قدم اٹھائے سمجھو کہ اس نے تمام حقوق ادا کر دیئے اور جس نے حقوق العباد اور حقوق اللہ ادا کر دیئے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ معلوم رہے کہ عمل کوئی بھی ایسا نہیں جس کے صلہ میں جنت جیسی متلعب ہے یا کاملتا ضروری ہو، البتہ رحمت خداوندی نے معمولی معمولی اعمال پر جنت کا وعدہ کر کے اپنی جنت کو امتنان کر دیا ہے اور اسی وعدہ کے مجرورہ پر لوگوں نے اس قسم کے مبالغہات کی جرأت کی ہے۔

(۲۵۲) عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْسَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لِإِسْلَامٍ قَالَ طِيبُ الْكَلَامِ وَطَعَامُ الطَّعَامِ فَقُلْتُ مَا الْإِيمَانُ قَالَ الصَّبْرُ وَالسَّمَاحَةُ قُلْتُ أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ قُلْتُ أَيُّ الْإِيمَانِ أَفْضَلُ قَالَ خُلِقْتُ حَسَنٌ (رحمہ اللہ)
 (۲۵۳) عَنْ أَبِي نَالِيكِ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرًّا تَأْتِي ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا وَمِنْ بَاطِنِهَا مِنْ ظَاهِرِهَا أَعَدَّ اللَّهُ لِمَنْ آلَانَ الْكَلَامَ وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ وَتَابَعَ الصَّيَّامَ وَصَلَّى بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامُ۔ (رحمہ اللہ) البیهقی فی شعب الایمان وروی الترمذی عن علی بن محرز۔

(۲۵۴) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (فی قصۃ) قَالَ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تَسْلِيمُ الْفَاحِشَةِ وَفُتُورُ الْبَغَارَةِ وَحَتَّى تُعِينُ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا عَلَى الْفَهَارَةِ

(۲۵۳) عمرو بن عبسہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اسلام کیا چیز ہے فرمایا نرم گفتگو کرنا اور خدا تعالیٰ کی راہ میں کھانا کھانا، میں نے عرض کیا اچھا ایمان کیا ہے فرمایا صبر کرنا اور سخاوت کرنا پھر میں نے پوچھا کونسا اسلام افضل ہے فرمایا جس شخص کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان تکلیف نہ اٹھائیں، میں نے پوچھا اور ایمان کونسا افضل ہے فرمایا اعلیٰ اخلاق۔ (مسند احمد)

(۲۵۴) ابوالک اشعری بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں بہت سے بالا خانے ایسے ہیں جو اتنے شفاف ہوں گے کہ ان کا بیرونی حصہ اندرونی حصہ سے اور ان کا اندرونی حصہ بیرونی حصہ سے نظر آئے گا ان کو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے تیار کر رکھا ہے جو نرم گفتگو کے عادی ہوں کھانے کھلائیں پہ در پہ روزے رکھا کریں اور جب شب میں اور لوگ غفلت کی نیند سوتے رہیں تو یہ نازیں پڑھا کریں۔ (شعب الایمان)

(۲۵۵) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہر قیامت سے قبل منجملہ اور علامات کے چند علامات بھی ضروری ہیں۔ سلام کا رواج خاص خاص دائروں میں

(۲۵۶) حسن بصری صبر و صبر کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صبر سے مراد ان باتوں پر صبر کرنا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اور ساتھ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرائض فدیہ و حقوق اور فرائض دلی کے ساتھ ادا کرنا۔
 (۲۵۷) ہون تو ان علامات میں ایک ایک علامت اپنی اپنی جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک مجزہ ہے ان میں شہادت کا حال جس میں ہاتھ پیر پکڑا ہے وہ آنکھوں کے ملنے ہے باہم رشتہ و ناتس کے تعلقات ختم ہو چکے ہیں تجارت کیسے کرتیں صرف سوداگر کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ پڑیں بلکہ سوداگر کی حیثیت سے مستقل تاجر بنی بنی نظر آ رہی ہیں نصیف

وَقَطَعَ الْأَرْحَامَ وَفُتُو الْقُلُوبَ وَظَهَرَتِ الشَّهَادَةُ بِالرُّبُورَةِ لَكُمَا شَهَادَةُ الْحَقِّ -

(رحمۃ البغاری فی الادب المفرد)

(۲۵۶) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَسْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُسَلِّمَ الرَّجُلُ عَلَى الرَّجُلِ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا بِمَعْرِفَةٍ - (رحمۃ احمد)

(۲۵۷) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ السَّلَامَ لَأَكْرَمُ مِنْ أَسْمَاءِ اللَّهِ تَعَالَى وَضَعَهُ اللَّهُ فِي الْأَرْضِ فَأَقْبِسُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ (رحمۃ البغاری فی الادب المفرد)

(۲۵۸) عَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاحِدًا كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ عَلَى

محدود ہو جانا۔ تجارت کا اتنا عام طوطہ پیدا کر پا جانا کہ بی بی اس میں اپنے شوہر کی مدد کرنے لگے۔ اہل و ناہل سب کا قلم چل پڑنا۔ جمہوری شہادت ادا کرنے میں بہادر بن جانا اور سچی شہادت کا خاکرا (ادب المفرد) (۲۵۶) عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں علامات قیامت میں ایک علامت یہ بھی ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو سلام صرف اپنے تعارف کی بنیاد پر کرے گا (کہ اسلامی اخوت کی بنا پر) (مسند احمد)

(۲۵۷) انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلام اللہ تعالیٰ کے نام مبارک میں ایک اسم مبارک ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں نازل فرمایا ہے لہذا تم لفظ السلام کا باہم بکثرت استعمال کیا کرو۔ (الادب المفرد)

(۲۵۸) حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ یہود تم پر جتنا

کاتو یہ حال ہو چکا ہے کہ اس کے لئے علم کی بھی کوئی قید نہیں رہی بس جس نے چند ناول لکھ لئے وہ پتھر پھانسی کی فہرست میں داخل ہو گیا۔ اب قرآن و حدیث میں بھی اسی کا قلم مجرم تاجو۔ لیکن ان سب میں اہم ہمارے موضوع کے مناسب آپ کی وہ پیشگوئی ہے جو سلام کے بارے میں پوری ہو رہی ہے یعنی اب سلام کی بنیاد رشتہ اسلامی کی بجائے صرف سوسائٹی پر رہ گئی ہے۔ صرف انسانی ہیں کہ اپنی سوسائٹی کے سوا دوسری سوسائٹی کو سلام کرتا ختم ہو گیا ہو بلکہ ایک اخلاقی جرم شمار ہونے لگا ہے حتیٰ کہ ایسا سلام کرنے والا شخص جواب کا مستحق بھی نہیں سمجھا جاتا اور جس مختصر طبقہ میں سلام کی یہ سنت رہ چکی ہے اس میں بھی سلام کا وہ رایتہ نہیں رہا جو اسلام نے تعلیم کیا تھا بلکہ اس کے کچھ اور نئے نئے طریقے رواج پا گئے الاماذا للہ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۲۵۷) سلام کے فضائل کچھ آپ سن چکے اور ابھی بہت کچھ آپ کو آداب کی بحث میں سنبھاتی ہیں۔ یہ کیا کلمہ آئین تو اس کی ایک مختصر فضیلت یہ ہے کہ نمازیں امام اور مقتدیوں کی آئین اگر بیک وقت ادا ہو جاتی ہے تو قدرت کو یہ اجتماعی امانتی محبوب ہوتی ہے کہ اس کی رحمت کا دریا بے وقف جوش

شَيْءٌ مَّا حَسَدَ كَرَّمَ عَلَى السَّلَامِ وَالْأَمِينِ - (مرآۃ البغاری فی الادب المفرد)

(۴۵۹) أَخْبَرَ الطُّفَيْلُ بْنُ أَبِي بَرْكَةَ أَنَّكَ كَانَ يَأْتِي عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَآمَنَهُ إِلَى الشُّوقِ لَمْ يَمُرَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَلَى سَقَاطٍ وَلَا صَاحِبٍ بَيْعَةٍ وَلَا مَسْكِينٍ وَلَا أَحَدٍ إِلَّا يَسْلِمُ عَلَيْهِ قَالَ الطُّفَيْلُ لَمَحْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَوْمًا فَاسْتَبَعْتُ إِلَى الشُّوقِ فَقُلْتُ مَا تَصْنَعُ بِالشُّوقِ وَأَنْتَ لَا تَبْعُ عَلَى الْبَيْعِ وَلَا تَسْأَلُ عَنِ السَّلَامِ وَلَا تَسْأَلُ عَنْهُ وَلَا تَجْلِسُ فِي مَجْلِسِ الشُّوقِ فَاجْلِسْ بَيْنَاهُمَا نَعْدُكَ فَقَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ يَا أَبَا بَرْكَةَ الطُّفَيْلُ ذَا بَطْنٍ لَنَا نَعْدُ وَأَمِنْ أَجْلِ السَّلَامِ عَلَى مَنْ لَوْفَمْنَا - (مرآۃ البغاری فی الادب المفرد)

حد سلام اور آمین کے بارے میں کرتے ہیں اتنا کسی ادبیات پر نہیں کرتے۔ (ادب المفرد)
(۴۵۹) طفیل بیان کرتے ہیں کہ وہ عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں آیا کرتے وہ ان کو صبح اپنے ہمراہ بازار لیجاتے جس خاصہ فروش یا ناجر یا مسکین یا اور کسی شخص پر بھی ان کا گذر ہوتا وہ اس کو ضرور سلام کر لیتے۔ طفیل کہتے ہیں کہ ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا وہ میر حسب دستور مجھے بازار لیجانے لگے میں نے کہا آپ بازار جا کر کیا کریں گے نہ تو آپ کسی خرید و فروخت کے لئے کہیں کھڑے ہوتے ہیں اور نہ کسی چیز کے متعلق کچھ دریافت کرتے ہیں نہ اس کا بھادو پوچھتے ہیں اور نہ بازار کی کسی اور مجلس ہی میں بیٹھتے ہیں۔ پھر آئیے یہاں بیٹھ کر ہم کچھ باتیں ہی کریں۔ اس پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرمایا اے ابوبطن (اس کنیت سے ان کو اس لئے خطاب فرمایا کیونکہ ان کا پیٹ ذرا بھاری تھا) ہم (صبح کو اس لئے بازار نہیں جلتے جس کے لئے تو نے سمجھا) ہم تو صرف اس لئے جاتے ہیں کہ جس سے ملاقات ہو جائے کہ اس کو سلام کر لیا کریں۔ (الادب المفرد)

میں آجاتا ہے اور سب کے گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ یہود امت محمدیہ کے لئے یہ فضائل دیکھ کر ہنسی ماسانہ خصلت کی بنا پر چلا ہی کرتے تھے اس کے سوا بھی ان کے جملے کے کچھ اور اسباب بھی تھے بہر حال آپ نے متنبہ کیا کہ امت محمدیہ ان خصال کو ہلکا نہ سمجھے یہ فضائل دوسری امتوں کے لئے قابل حد ہیں۔

الحیاء

جبار کی دو قسمیں ہیں ایک خلقی، دوم کسبی۔ پہلی قسم پیدائشی اخلاق میں شمار ہے اس میں انسان کے کسب و کتاب کو کچھ دخل نہیں ہوتا لیکن جبار و شرم چونکہ ایسی صفت کا نام ہے جو بلند اخلاق کی محرک ہوتی ہے اور ذلیل اخلاق سے روکتی ہے اس لحاظ سے اس فطری صفت کو بھی ایمان کا ایک جز شمار کر لیا گیا ہے۔ عمران بن حصین کی حدیث: الحیاء لایاتی الا بخیر یعنی ایسی فطری جبار کا ذکر ہے۔ یعنی یہ صفت خلقہ بھلی باتوں ہی کی محرک ہوتی ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جو بڑے ریاضات اور مجاہدات کے بعد پیدا ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی عظمت و جلال، اس کا بندوں سے قرب، اور ان کے احوال پر پورے علم کے استحضار کا ثمرہ ہوتی ہے۔ یہ ایمان بلکہ مرتبہ احسان کا بھی اعلیٰ درجہ ہے اس کی طرف حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث میں اشارہ ہے جو چند حدیثوں کے بعد آپ کے سامنے آ رہی ہے۔ (جامع العلوم)

(۴۶۰) عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُوَ يَحْظُرُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُهُ فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيمَانِ۔ (متفق علیہ)

(۴۶۱) عَنْ عُمَرَ ابْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ وَفِي رِوَايَةِ الْحَيَاءِ خَيْرٌ كُلُّهُ۔ (متفق علیہ)

شرم و جبار کرنا

(۴۶۴) ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری شخص کے پاس سے گزے وہ اس کو زیادہ شرم کرنے پر مجبور ہوا تھا (کہ زیادہ شرم نہ کرنی چاہئے) آپ نے فرمایا رہنے دے (اور اسے غلط نصیحت نہ کر) کیونکہ شرم کرنا بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ (متفق علیہ)

(۴۶۱) عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرم کا نتیجہ بہتری بہتر نکلتا ہے اور ایک روایت میں ہے شرم و جبار تو سب ہی بہتر ہوتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۴۶۲) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النَّبِيِّ الْأَوَّلَى إِذَا لَمْ تَكُنْ فِي قَاصْتُمْ مَا شِئْتَ (سرواه البخاری)

(۴۶۳) عَنْ ابْنِ أَبِي ثَوْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ الْحَيَاءُ وَيُرَى وَالتَّعَطُّرُ وَالْمَسْوَاطُ وَالْيَكَاظُ (سرواه الترمذی)

(۴۶۴) عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ وَالْإِيمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَالْبُكَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ وَالْجَعْفَاءُ فِي النَّارِ (سرواه احمد والترمذی)

(۴۶۵) عَنْ زَيْدِ بْنِ طَلْحَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِكُلِّ دِينٍ خُلُقًا وَخُلُقُ الْإِسْلَامِ الْحَيَاءُ. (سرواه مالك ومسلما وابن ماجه والبيهقي في شعب الايمان عن انس وابن عباس -

(۴۶۲) ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلی نبوتوں کی جو صحیح اور غیر منسوخ باتیں لوگوں تک پہنچی ہیں ان میں ایک متفق علیہ بات یہ ہے کہ جب شرم وغیرت باقی نہ رہے تو پھر جو تہاراجی ماہ ہے کرتے رہو۔ بے جا باش ہرچہ خواہی کن۔ (بخاری)

(۴۶۳) ابو ایوب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار باتیں رسولوں کے طریقے میں داخل ہیں شرم و حیا اور ایک روایت میں خشنہ کرنا ہی خوشبو لگانا، مسواک کرنا اور نکاح کرنا۔ (ترمذی)

(۴۶۴) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیا و شرم ایمان سے پیدا ہوتی ہے اور ایمان کا نتیجہ جنت ہے اور بے حیائی و فحش کلامی و رشتی فطرت سے ناشی ہوتی ہے اور اس کا نتیجہ دوزخ ہے۔ (احمد و ترمذی)

(۴۶۵) زید بن طلحہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر دین کا ایک نہ ایک اخلاق ممتاز ہوتا ہے۔ ہمارے دین کا ممتاز اخلاق شرم کرنا ہے۔ (مالک)

(۴۶۲) یعنی جب انسان میں نہ حیا و کسب ہونہ فطری حیا و ثواب اسے ذلیل حرکات اور برے کام کے کرنے کو کوئی امر مانع نہیں رہتا۔

(۴۶۴) انسان جنت یا دوزخ تک ایک بائگ نہیں پہنچتا بلکہ میدان میں کچھ اعمال کا سلسلہ بھی ہوتا ہے اس میں ایک عمل دوسرے عمل کے ساتھ اسی طرح وابستہ ہوتا ہے جس طرح زنجیر کی کڑیاں۔ ایک سلسلہ کی ابتدا کچھ ہوتی ہے اور انتہا کچھ خیریت اس سلسلہ کو تاکہ تنبیہ کرتی ہے کہ بہت سے اعمال دیکھنے میں تو معمولی ہوتے ہیں مگر وہ کسی ایسے سلسلہ کی کڑی ہوتے ہیں جس کا نتیجہ جنت یا دوزخ ہوتا ہے اس لئے ان کو معمولی نہ سمجھنا چاہئے۔ حیا و شرم بھی اسی قسم کی ایک کڑی ہے جو بظاہر معمولی ہے اور داخل بہت اہم ہے۔

(۴۶۶) عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْحَيَاءَ وَالْإِيمَانَ قُرْبَانَا جَمِيعًا فَإِذَا رَفَعَ أَحَدُكُمَا رُفْعَ الْآخَرِ فِي شَيْءٍ ابْتِغَاءً لِحُبِّهِ فَإِذَا سَلِبَ أَحَدُهُمَا تَبِعَهُ الْآخَرُ رَهًا بِالْبَيْعِ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ. وَهَذَا فِي الْمُسْتَدْرَكِ وَقَالَ الذَّهَبِيُّ عَلَى شَرْطِهَا.

(۴۶۷) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ الْفَقْهُ فِي شَيْءٍ إِلَّا شَأْنُهُ وَمَا كَانَ الْحَيَاءُ فِي شَيْءٍ إِلَّا رَأْيُهُ (مرآۃ الترمذی)۔

(۴۶۸) عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا أَرَادَ

(۴۶۶) ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیا اور ایمان دونوں ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں جب ان میں ایک اٹھایا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھایا جاتا ہے اور ابن عباسؓ کی روایت میں یہ مضمون اس طرح ہے کہ جب ان میں ایک چھین لیا جاتا ہے تو دوسرا بھی اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہو جاتا ہے۔ (شعب الایمان)

(۴۶۷) انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فقیہ اور بے حیائی جس چیز میں بھی پیدا ہو جائے اسے عیب دار اور بدتر ناکردی چیز ہے اور فخرم دجا جس چیز میں پیدا ہو جائے اسے خوشنابادی ہے۔ (ترمذی)

(۴۶۸) ابن عمر سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو پہلے

(۴۶۶) حمید بن زحویہ نے کتاب الادب میں حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے الحیاء والایمان فی قرآن فاذا قرع الحیاء تبعهما الآخر۔ (ج ۱ ص ۱۲۲) حیا اور ایمان دونوں کے ہونے کی صورت میں ایک کے اٹھانے سے دوسرے کا اٹھ جانا تو حدیثوں میں آپ سے گردوزوں کے نہ ہونے کی صورت میں صرف ایک کے اٹھانے سے دوسرے کا آجانا اب تک کسی حدیث میں ہماری نظر سے نہیں گذرا لہذا ہم اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل مقصد مومن کو شرم دیا کی ترغیب دینا ہے اور بے حیائی کی صورت میں اس امر سے ڈراتا ہے کہ کہیں اہل فساد ایمانی بھی اس کے ہاتھوں سے گمراہ نہ جائے اس کے لئے یہی تمبیہ مناسب تھی صرف ایمان و حیا کا وجود اور وعدہ فلسفہ بیان کرنا مقصود نہیں ہے تاکہ محض فلسفیانہ پہلو سے اس کا دوسرا شعبہ بھی زیر بحث لایا جاتا۔

(۴۶۷) حضرت شاہ ولی اللہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ رکبت کی حیثیت صرف ان اعمال کو حاصل ہو سکتی ہے جو ان انضباط اور صحیح اندازہ ممکن ہو۔ حیا اور دیگر اخلاقیات چونکہ پورے طور پر منضبط نہیں ہو سکتے اس لئے ان کو رکن قرار نہیں دیا گیا باوجودیکہ ان کا اہمیت ظاہر ہے۔ (عبد اللہ ص ۹۲)

(۴۶۸) سبحان اللہ حیا بھی اسلام کا کتنا اہم شعبہ ہے جس کے نزع کا نتیجہ ملک سلیم بھی نکل سکتا ہے مگر یہ نتیجہ یکجہت نہیں نکلتا بلکہ اس کے درمیان میں بہت سی کڑیاں ہیں ہر بعد کی کڑی پہلی سے شدید تر ہے جو پہلی کڑی کو پکڑ لیتا ہے اس کے لئے دوسری کا پکڑنا بھی لازم ہو جاتا ہے اور اس تدریجی تنزل کی وجہ سے اس کو اپنے امر و نہی و قہر و ملک

أَنْ يَمْلِكَ عَبْدًا أَوْ عَمَلًا مِنْهُ الْعِبَاءَ فَإِذَا تَزَعَّ مِنْهُ الْعِبَاءُ لَمْ تَلْقَ الْأَمَقِيَّتَ مُمَقَّتًا فَلَا ذَا
لَمْ تَلْقَ الْأَمَقِيَّتَ مُمَقَّتًا تَزَعَّتْ مِنْهُ الْأَمَانَةُ فَإِذَا تَزَعَّتْ مِنْهُ الْأَمَانَةُ لَمْ تَلْقَ
الْأَخَانِيَّتَ مُخَوَّنًا فَإِذَا لَمْ تَلْقَ الْأَخَانِيَّتَ مُخَوَّنًا تَزَعَّتْ مِنْهُ الرَّحْمَةُ فَإِذَا تَزَعَّتْ مِنْهُ
الرَّحْمَةُ لَمْ تَلْقَ الْأَرْحَمِيَّتَ مُلْعَنًا فَإِذَا لَمْ تَلْقَ الْأَرْحَمِيَّتَ مُلْعَنًا تَزَعَّتْ مِنْهُ رِبْقَةُ
الْإِسْلَامِ - (رمزہ ابن ماجہ)

(۴۶۹) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَدَّ أَعْيُنِي فَكُنْتُ أَسْقِي أَنْ أَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالْأَنْبِيَاءُ فَامْرَأَتُ الْمَقْدَادِ فَسَأَلَتْ فَقَالَ يَغِيْلُ ذِكْرُهُ وَيَتَوَضَّأُ (منفق علیہ)

اس سے چار و شرم چھین لیتا ہے جب اس میں شرم وغیرت نہیں رہتی تو وہ لوگوں کی نظروں میں حقیر
اور مبغوض بن جاتا ہے جب اس کی حالت اس نوبت کو پہنچ جاتی ہے تو پھر اس سے امانت کی صفت بھی
چھین لی جاتی ہے جب اس میں امانت داری نہیں رہتی تو وہ خیانت و خیانت میں مبتلا ہونے لگتا ہے
اس کے بعد اس سے صفت رحمت اٹھالی جاتی ہے پھر تو وہ ہشکارا ہوا مارا مارا پھرنے لگتا ہے جب تم اس کو
اس طرح مارا مارا پھرتا دیکھو تو وہ وقت قریب آ جاتا ہے کہ اب اس کو رشتہ اسلام ہی چھین لیا جائے (ابن ماجہ)
(۴۶۹) حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ میں ایک شخص تھا جس کے مذی بڑی کثرت سے خارج ہوتی
تھی چونکہ آپ کی صاحبزادی میرے نکاح میں تھیں اس لئے آپ سے براہ راست مسئلہ پوچھنے سے توجہ چار
دائیں گری ہوئی اس لئے میں نے مفاد سے کہا کہ تم اس کا مسئلہ دریافت کرو انھوں نے پوچھا تو آپ نے فرمایا
صرف عضو خاص کو دھو کر وضو کر لینا کافی ہے۔ (متفق علیہ)

تزل کا اس میں بھی نہیں ہوتا حتیٰ کہ شہرہ وہ اسلام کے خصوصی صفات سے خالی ہوتا چلا جاتا ہے اور ایک دن وہ
آ جاتا ہے کہ اسلام کا غرہ و ثقی اس کے ہاتھوں سے چھوٹ جاتا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔
اگر مدینہ کے حافظہ نظر ڈالو تو یہاں سے قبل تم کو تین مفروضوں کا ذکر ہے گا چارہ امانت، رحمت، ان کے بعد اسلام
کا منبر ہے۔ ان مفروضوں میں چارہ امانت کا اسلام سے بہت گہرا ربط ہے اس کا تذکرہ اور مختلف حدیثوں میں ہی آتا ہے، اب
رہ گئی رحمت تو یہ وہ آخری صفت ہے کہ اس سے محروم ہو گیا سمجھ لو کہ اس کے بے اب کچھ نہیں رہا۔
(۴۶۹) اتنی شرم و اہل موت میں کمال شمار ہوا اور مسئلہ معلوم کرنے میں حائل بھی نہ ہو قبل مدہ سے اور شرم جو
اہل دنیا کی رسم میں داخل ہوا مدہ شرعی حکم معلوم کرنے سے مانع ہو جائے قابلِ مذمت ہے۔ اسلام نے بیباکی اور
گستاخی کی تعلیم بھی نہیں دی اور ادب و تعظیم میں اتنے فلو سے بھی روکا ہے جو انسان کو عبادت کے قریب کر دے اور
افراط و تفریط کی دونوں راہوں سے بچا کر اس کے لئے متوسطہ و مقرر کردہ ہی میں جس سے اخلاقیات کی پوری پوری
تکمیل ہو جاتی ہے۔

(۴۶۰) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَتْ أُمُّ سَلِيمٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا يَسْتَقِي مِنْ الْحَيِّ فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غَسْلِ إِبْطَيْهَا إِذَا احْتَلَتْ قَالَ تَعْمَلَانِ أَرَأَيْتِ الْمَاءَ وَتَمْنَعْنِ عَلَيْهِ
(۴۶۱) عَنْ أَنَسٍ قَالَ جَاءَتْ أَمْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْرِضُ عَلَيْهِ نَفْسَهَا فَقَالَتْ هَلْ لَكَ حَاجَةٌ فِي فَقَالَ شَرِبْتُ مَاءَ أَقْلٍ حَيَاءً هَذَا فَقَالَ هِيَ خَيْرٌ مِنْهُ عَرَضَتْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسَهَا (مرہاء البخاری)
(۴۶۲) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ نَعِمَ النِّسَاءُ نِسَاءً الْأَنْصَارِ لَمْ يَمْنَعْنَهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَتَّقَهُنَّ فِي الدِّينِ - (مرہاء البخاری فی ترجمۃ الباب)

(۴۶۰) ام سلمہ روایت کرتی ہیں کہ ام سلیم نے پوچھا یا رسول اللہ میں نے بیان کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی شرم نہیں کرتا (فرمائیے) اگر عورت کو احکام ہو جائے تو کیا اس پر بھی غسل فرض ہے آپ نے فرمایا جی ہاں بشرطیکہ منی دیکھ لے۔ (متفق علیہ)
(۴۶۱) انس روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں وہ اپنے آپ کو آپ کے نکاح کے لئے پیش کرنا چاہتی تھیں وہ بولیں کیا میرے معاملہ میں آپ کچھ غور فرما سکتے ہیں؟ میں کہ ان کی صاحبزادی کہنے لگیں عورت کسی بے شرم ہے حضرت انس نے فرمایا تجھ کو زیادہ سادہ مند ہے اپنے نفس کو خدا کے رسول کی خدمت ہی کے لئے قربان کر رہی ہے۔ (بخاری شریف)
(۴۶۲) حضرت عائشہ بیان فرماتی ہیں کہ انصاری عورتیں بھی کیا خوب عورتیں ہوتی ہیں جن کو دین کے سائل سیکھنے میں ذرا شرم و احتیج نہیں ہوتی۔ (بخاری)

(۴۶۰) بیان ام سلیم نے جس جملہ سے اپنے سوال کی ابتداء کی ہے وہ قرآن کریم کی ایک آیت بھی ہے اور ان کے آئندہ سوال کے ایک مناسب تہید بھی یہ عرب کی فطری بلاغت تھی کہ اتنے مختصر جملے پھر اتنے زعفران کے اس پر اعتراض کی کسی کو گمانش بھی نہ ہو۔ جو حقاہ حقوق اللہ یا حقوق العباد میں قصیر کا موجب ہو وہ حار نہیں وہ صنعت اور بدلی ہو وہ عجز اور احساس کمتری ہے۔

(۴۶۱) شرم و حار میں اپنے اپنے ملک کے رسم و عادات کے لحاظ سے بڑا فرق ہوتا ہے پھر زبان کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس کی تہذیب بھی بدلتی رہتی ہے اور ان سبب سے ظہور کہ انسانوں کے حراؤں میں بڑا تفاوت ہوتا ہے جہاں تک شرعی حدود و قیود میں شریعت نے پوری آزادی دی ہے وہاں کسی کو کسی پر اعتراض کا کوئی حق حاصل نہیں ہے اگر ایک عورت کسی عام شخص سے شادی کرنے کی خواہش ظاہر کر سکتی ہے تو اس عورت پر کسی کو اعتراض کا کیا حق تھا جس نے اپنے حق میں سب سے بڑی سادہت حاصل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

(۴۷۳) حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ عَزَّ وَرَأَى شَأْنًا مَانَا فِي مِنْهَا وَمَا نَدَّرْنَا قَالَ احْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ رُوحِكَ أَوْ مِنْ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِينُكَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ كَانَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ قَالَ إِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا يَرَاكَ أَحَدٌ فَلَا تَرِيبَهُمَا قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنْ كَانَ أَحَدٌ نَاخِلًا لِيَا قَالَ فَاشْهْ أَحَدٌ أَنْ يَسْتَعْنِي مِنَ النَّاسِ - (رحمہ اللہ الترمذی وقال حدیث حسن۔)

(۴۷۴) عَنْ ابْنِ عُثْمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّا كُفِّرْنَا وَافْتَرَجْنَا قُرْآنَ مَعَكُمْ مَنْ لَا يُعَارِفُكُمْ إِلَّا عِنْدَ الْغَائِطِ وَحِينَ يُغْضِي الرَّجُلُ إِلَى أَهْلِهِ فَاسْتَفْبِئُوهُمْ وَأَلْمِئُوهُمْ (رحمہ اللہ الترمذی وقال حدیث غریب لا معرفة الا من هذا الوجه)

(۴۷۳) بہترین حکیم اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ ہم نے پوچھا یا نبی اللہ ہم اپنے سر کا کونسا حصہ کھول سکتے ہیں اور کونسا نہیں کھول سکتے آپ نے فرمایا اپنا سر چھپاؤ بجز اپنی بی بی یا اپنی باندی کے میں عرض کیا یا رسول اللہ فرمائیے اگر اس وقت لوگ موجود ہوں (اور ضرورت پیش آئے تو میں کیا کروں آپ نے فرمایا) (مختصر یہ ہے) کہ اگر تم بے کر سکتے ہو کہ کسی شخص کی نظر تمہارے سر پر نہ پڑے تو نہ پڑنے دو، میں نے پوچھا اچھا تو فرمائیے کہ جب ہم میں ایک شخص تنہا سہواں کوئی اور نہ ہو (کیا وہ تنہائی میں ننگا ہو سکتا ہے) فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات پاک تو ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اس سے شرم و کاہظ کرنا انسانوں سے زیادہ ضروری ہے۔ (ترمذی)

(۴۷۴) ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار عربانی سے بچاؤ کہ تمہارے ساتھ خدا تعالیٰ کے وہ فرشتے بھی رہتے ہیں جو کسی وقت تم سے جدا نہیں ہوتے بجز دو وقتوں کے ایک پاخانہ جانے کے وقت دوسرے اس وقت جبکہ آدمی اپنی بی بی سے ہمستر ہوتا ہے تو ان سے شرم کرو اور ان کا لحاظ رکھو۔ (ترمذی)

(۴۷۴) حدیثوں میں ہمارا کمالی سے متعلق ہیں پہلی حدیث میں اسلام کے تہذیب و احسان کی طرف اشارہ کیا اور اس میں یہ سمجھایا گیا کہ عورتوں کے قلب و دماغ میں اپنے خالق کا تصور اس درجہ غالب اور قوی رہنا چاہئے کہ اپنی خلوتوں میں بھی جہاں علم و فکر خدا تعالیٰ کے تصور سے خالی الذہن ہوتے ہیں یا یہ مغلوب ہو کہ جو کام دینا مخلوق کے خوف سے جلوت میں نہ کرتی ہو خدا تعالیٰ کے خوف سے خلوت میں بھی نہ کرے۔ یہ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تلوہی سرور غیر سرے کوئی فرق نہیں پڑتا مگر زندہ کے اختیار کی آداب میں تو فرق پڑتا ہے اس پر پس استنباط لازم ہے کہ اپنی حدود آداب سے تجاوز نہ کرے۔ دوسری حدیث کو بھی معلوم ہوا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایسی مخلوق ہیں جن کا احترام کرنا ہمارے ذمہ لازم ہے ان کے ساتھ اس آداب اور فداکاری کے ساتھ پیش آنے میں انسانی خلافت کی لالچ بھی نہ جانیے ہمارے دلان کے وحشت و بدتہذیب کے اعتراض کا جواب بھی ہر حال کے لیے جہاں کہیں ہمارا فرشتوں سے سابقہ پڑنے کا موقعہ نکلتا ہے شریعت و جمہور کو مذہب اور مطہر و بے شک حمایت کو دینی ہے تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ کہتے ناسا شریعتی نہیں اور دایہ عامی ہیں جنہی کہ ان کو ہماری نسبت بتلانی ہوگی توھی۔

(۴۵) عَنْ سَلَمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَجُلًا مَسَحَ كَرِيمًا يَسْتَحْيِي مِنْ عَمَلِهِ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَيْكَ أَنْ يَرُدَّ هُمَا صَفْرًا۔ (رواه الترمذی وابیہ فی الدلائل الکبیر)

(۴۶) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ اسْتَحْيُوا مِنْ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ حَتَّى تَحْيَا قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا لَنَسْتَحْيِي وَالْحَمْدُ لِلَّهِ قَالَ

(۴۵) سلمان کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو شرم کی صفت بہت محبوب ہے، وہ بڑا کریم ہے اس کو اپنے بندہ سے شرم آتی ہے کہ جب وہ اس کے سامنے اپنی حاجت کے لئے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا دے تو وہ ان کو خالی واپس کر دے۔ (ترمذی)

(۴۶) عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا، اللہ تعالیٰ سے ایسے شرماء جیسا اس سے شرماتا چاہئے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا تعالیٰ کا

(۴۵) خداوند قادر و ناجب اپنے بندہ کو خالی ہاتھ واپس کرنے سے شرماتا ہے تو بندہ عاجز کو بھی لازم ہے کہ وہ اپنے سوا کسی کے سامنے بے جائی کرنے سے شرمائے۔ خلاصہ یہ کہ چار ان صلاہی اخلاق میں سے ہے جس کی نسبت قدس جل اور خود عالم قدس کی طرف بھی آگئی ہے اس لئے اس صفت کی جتنی نگہداشت کی جائے وہ انسان کیلئے اتنی ہی تقدس کا موجب ہے اور جتنی اس میں غفلت برتی جائے وہ اتنی اس کے منزل کا باعث ہے۔

(۴۶) ہم نے برابر آپ کو اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اسلام میں احسان کا مرتبہ سب سے اہم مقصد ہے اور یہی برکات کی سرچ ہے۔ تمام عبادات اسی کیفیت کے پیدا کرنے کے لئے ہیں اگر عبادت سے یہ تصور پیدا نہیں ہوتا تو جب تک اس کی ادائیگی میں ضرورت کی قصور رہ گیا ہے اس حدیث کا مقصد بھی نسبت احسان کی تربیت ہے۔ صحابہ نے آپ کے سوال کا جواب جیسے عام مفہوم کے مطابق دیدیا تھا لیکن آپ نے سمجھایا کہ یہ مقصد یہاں احسان کا حصہ نہیں جس پر چونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے انحراف سے شرم آنے لگتی ہے لہذا اس سے بڑھ کر وہ فانی استغناء اور خجہ تصور وارد ہے جس کے بعد انسان کے جسم کا ایک ایک حصہ اس کی فرمانبرداری کے لئے مضطر اور اس کی معصیت سے لڑاں و ترساں نظر آنے لگتا ہے۔ قلب و دماغ میں شریعت کے خلاف سوچنے کی ہمت نہیں رہتی کانوں میں ناچار کراہوں کے سننے، آنکھوں میں غر غر مٹی کی طرف نظر کرنے اور زبان میں شریعت کے خلاف جنش کرنے کی طاقت نہیں رہتی آخرت کا مقصد نظروں کے سامنے آتا بلند ہو جاتا ہے کہ دنیا کی تمام عارضی زینت ایک لہو و لب نظر آنے لگتی ہے، موت اور بعد الموت کے مناظر اس طرح پیش نظر رہنے لگتے ہیں کہ متاع دنیا سے کوئی لگاؤ نہیں رہتا جب نسبت احسان کے اثرات کا دائرہ اتنا قوی اور وسیع ہو جائے تو اب سمجھو کہ جتنا تم کو اس سے شرمانا چاہئے تھا اب تم اتنا شرمائے لگے ہو یوں عام طور پر اس کی معصیت سے احتراز کرتا بھی گواہی کی دلیل ہے کہ کسی نہ کسی مرتبہ میں اللہ تعالیٰ سے جا کر کرنے کی صفت تم میں پیدا ہو چکی ہو لیکن ذہنی ماحول میں گرفتار رہنا اپنے جوارح پر پورا عا سبہ قائم نہ رکھنا اور موت اور بعد الموت کے تصور سے گاہ گاہ غافل ہو جانا اس کی دلیل ہے کہ یہ صفت ہنر پرست طور پر اس میں نہیں ہوئی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی جوتی تھا وہ ابھی پورا

لَيْسَ ذَلِكَ وَلَكِنْ مَنْ اسْتَفْعَى مِنَ اللَّهِ حَقَّ الْحَمْدِ فَلْيَصْفِ الرُّأْسَ وَيَا حُزْرَى وَلْيَصْطَلِ
الْبَطْنَ وَمَا دَعَى وَلْيَذْكُرِ الْمَوْتَ وَالْبُلَى وَمَنْ أَرَادَ إِلَّا خَيْرَةً تَرْفَعُ زِينَةَ الدُّنْيَا مِمَّنْ
فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ اسْتَفْعَى مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ حَقَّ الْحَمْدِ (سرواہ احمدی فی مسندہ و
سرواہ الترمذی مع بعض تغیر و صاحب مشکوٰۃ فی باب غنی الموت)

الغیرۃ

(۴۷۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَغَارُ وَلَهُ
الْمُؤْمِنِينَ يَغَارُ وَغَيْرُهُ أَهْلُ الْإِيمَانِ لَا يَأْتِي الْمُوْتُ مَا حَرَّمَ اللَّهُ - (متفق علیہ)

فکر، کہ ہم اس سے شرماتے ہیں، آپ نے فرمایا یہ اہل شرم! انہیں یہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے دراصل شرمناک ہے
اسے چاہئے کہ اپنے دماغ کو اپنے گوش و چشم کو، اپنی زبان و دہن کو اور اپنے فکرم و فرج کو تمام ناجائز باتوں سے محفوظ
رکھے موت احوال کے بعد اپنے جسم کی غشی کی غشی نظر کرے جو آخرت کا اللہ کرے اسے لازم ہے کہ دنیا کی زینت چھوڑ دے
جس نے یہ سب حاصل کر لئے اسے سمجھو کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے شرم نہ کیا تھا (احمد)

غیرت

(۴۷۷) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو بھی
غیرت آتی ہے اور بندہ مومن کو بھی غیرت آتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ ہے کہ اس کا مومن بندہ اس
چیز کا ارتکاب کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے - (متفق علیہ)

ادا نہیں ہوا یا رہے کہ اگر بالفرض کوئی خوش نصیب اس نعمت عظمیٰ سے فائز ہو جائے تو بھی اسے یہ سمجھنا چاہئے کہ
یہ ایک بے مایہ انسان کی صرف ایک بے قیمت جدوجہد ہے اور اس مخالطہ میں نہ پڑنا چاہئے کہ اپنی اس بے قیمت
جدوجہد سے اس نے مالک علی الاطلاق کے حق کا کوئی حصہ ادا کر لیا ہے یہ اس کا کام ہے کہ وہ ایک عاجز انسان کی
صرف سچی ناقص پراپنے حقوق سے ہے باقی کا اعلان کر رہے ہیں

جان دی۔ دی ہوئی اسی کی حق حق تو ہے کہ حق ادا نہ ہوا

(۴۷۸) حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ انسان غیرت مند کرتا ہے مگر اس میں وہ راہ اعتدال پر قائم نہیں رہتا جیسا کہ
حضرت سعد کے آئندہ قصبہ واضح ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی شان اعلیٰ وارفع ہے اس کی ہر شان شان کمال پر
اس کی غیرت کا مصداق ہر حال قابل مدح رہتا ہے۔ (الجواب لافاضل)

(۴۷۸) عَنْ الْمُغِيرَةِ قَالَ قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ لَوِزْتُ رَجُلًا مِمَّنْ أَمَرْتُ أَنْ لَضَرِبْتُهُ
بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْنِفٍ قَبْلَكُمْ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَلْتَعْجَبُونَ مِنْ غَيْرِهِ
سَعْدُ وَاللَّهِ لَا نَأْخِذُ مِنْهُ وَاللَّهِ أَغْيَرُ مِنِّي وَمِنْ أَجْلِ غَيْرِهِ وَاللَّهِ حَرَّمَ اللَّهُ الْفَوَاحِشَ
مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا أَحَدًا أَحَبَّ إِلَيْهِ الْعَدُوَّ مِنْ اللَّهِ وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ بَعَثَ
الْمُنَادِرِينَ وَالْمُبَشِّرِينَ وَلَا أَحَدًا أَحَبَّ إِلَيْهِ الْمُدْحِخَةَ مِنَ اللَّهِ وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ
وَعَدَ اللَّهُ الْجَنَّةَ. (متفق عليه)

(۴۷۹) عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَقَالَتْ ثُمَّ تَعَدَّ فَأَطَالَ السُّجُودَ ثُمَّ
انْصَرَفَ وَقَدْ انْجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ تَحْمِداً لِلَّهِ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الشُّعْرَ
وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَحْتَفِانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا يَحْيَوْنِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ
فَادْعُوا اللَّهَ وَكثُرُوا وَصَلُّوا وَصَدَّقُوا ثُمَّ قَالَ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ إِنَّ اللَّهَ مَا مِنْ أَحَدٍ أَغْيَرَ

(۴۷۸) منیر روایت کرتے ہیں کہ سعد بن عباد نے فرمایا اگر کسی میں اپنی بی بی کو کسی اجنبی مرد کے
ساتھ مشتبہ حالت میں دیکھ پاؤں تو فوراً اس کے تھوڑا سا دھوکہ بھی دیتی ہیں بلکہ دھار کی طرف سے۔
ان کی یہ بات آپ کو بھی پہنچ گئی آپ نے فرمایا تم کو سعد کی غیرت پر کیا تعجب ہے بخدا میں ان سے کہیں زیادہ
باغیرت ہوں اور مجھ سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ کو غیرت کرتا پسند ہے ہی تو وجہ ہے کہ اس نے کھلے اور ڈھکے
تمام بیجا تئوں سے منع فرمایا ہے اور خدا سے بڑھ کر کوئی ایسا نہیں جس کو عنکر کرنا زیادہ پسند ہو ہی تو وجہ ہے
کہ اس نے پہلے سے اپنی جانب سے خدا تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والے اور اس کے ثواب کی بشارت
دینے والے رسول بھیج دیے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ سے بڑھ کر کسی کو اپنی تعریف بھی پسند نہیں ہی تو وجہ ہے
کہ اس نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ (متفق علیہ)

(۴۷۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوچ گھٹن نماز کا قصہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
کو حکایت فرمایا۔ اس میں یہ بھی ذکر کیا کہ آپ نے اس نماز میں سجدہ کیا اور بڑا ابا سجدہ کیا اس کے بعد جب آپ
فارغ ہو گئے تو آفتاب صاف ہو چکا تھا آپ نے خطبہ دیا اور خدا کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ آفتاب و آفتاب
خدا کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں نہ تو کبھی کسی کی موت ہوگی نہ لگتا ہے نہ پیدائش پر جب تم ان کو اس حالت
میں دیکھو تو خدا کی یاد اور اکی بزرگی بیان کرو، نماز پڑھو، اور صدقہ دو، اس کے بعد فرمایا اے امت محمدیہ
خدا تعالیٰ سے زیادہ غیرت کی صفت کسی کو محبوب نہیں اس کو بڑی غیرت آتی ہے کہ کوئی عورت یا مرد اس کی

مِنَ اللّٰهِ اَنْ يَّرْفِي عَبْدُهُ اَوْ تَرْفِي اَمَّتُهُ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا اَعْلَمَ لَصَيَحَبَكُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكِيْكُمْ كَثِيْرًا۔ (متفق عليه)

(۴۸۰) عَنْ اَبِيْ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِمْ فَاَرْسَلَتْ اِحْدَى اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ يَصْغِفَةً فِيْهَا طَعَامٌ فَضَرَبَتْ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِهَا يَدَ الْخَادِمِ فَسَقَطَتِ الصَّغْفَةُ فَانْفَلَقَتْ فَجَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِلَقَ الصَّغْفَةِ ثُمَّ جَعَلَ يَجْمَعُ فِيْهَا الطَّعَامَ الَّذِيْ كَانَ فِي الصَّغْفَةِ وَيَقُوْلُ غَارَتْ اُمُّكُمْ ثُمَّ حَبَسَ الْخَادِمَ حَتّٰى اَتَى بِصَّغْفَةٍ مِنْ عِيْنِهَا لَتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا فَاَذْنَمَ الصَّغْفَةَ الصَّغِيْعَةَ اِلَى النَّبِيِّ كَثِرَتْ صَغَفَتُهَا وَامْسَكَ الْمَكْسُوْرَةُ اِلَيْهِ كَيْسًا۔ (سواء البخاری)

خلوق ہو کر زنا کرے اسے امت محمد جوہ میں آمدنی خطرات میں جانتا ہوں اگر تم بھی جان لیتے تو ہنستے بہت کم اوسدو تے بہت۔ (متفق علیہ)

(۴۸۰) انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی بی بی کے گھر تھے اس وقت ابہات الحرمین میں سے کسی نے آپ کی خدمت میں ایک پیالہ میں کچھ کھانا بھیجا جس بی بی صاحبہ کے گھر میں آپ رونق افروز تھے، انہوں نے خادم کے ہاتھ کو دلا اشارہ دیدیا پیالہ اس کے ہاتھ سے گر گیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیالے کے ٹکڑے جوڑنے لگے اس کے بعد جو کھانا اس پیالہ میں رکھا ہوا تھا اس کو جمع کیا اور فرمایا (کچھ نہیں) تمہاری ماں کو اس وقت سوتن کی فطری غیرت آگئی تھی اس کے بعد خادم کو ٹھیرالیا اور جن کے گھر اس وقت آپ تشریف فرما تھے ان کے یہاں سے ایک اچھا پیالہ منگا کر جن کا پیالہ ٹوٹ گیا تھا ان کے لئے دیدیا اور ٹوٹا ہوا پیالہ ان کے گھر رکھ لیا جنہوں نے توڑا تھا۔ (بخاری شریف)

(۴۸۰) خیریت جاسکے علاوہ ایک اور صفت ہے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسی ہی مطلوب ہے جیسی جلالہ احوافراط و تفریط..... اس میں بھی ایسی ہی پابندی ہے جیسی جاہل اسلام نے خلقی اور طبی مضنون میں ترسیم نہیں کی بلکہ صرف ان کی حد و مقرر فرمادی ہیں۔ ان صفات کے عالم قدس کی طرف اشتباہ میں ان کی برتری اور پسندیدگی کا اظہار منظور ہے اور یہ سمجھنا ہے کہ جو صفت اس بے نیاز کی جانب میں ثابت ہوئے کے ایک نیاز والی مخلوق کے لئے وہ کس درجہ موجب فخر ہونی چاہئے گمراہی کے ساتھ یہ بھی واضح رہنا چاہئے کہ کمال یہ نہیں کہ اس میں اپنے نفس کی آزادی قائم رکھی جائے وہ اسی حد تک قابل تعریف ہے جہاں دوسرے کے حقوق اس کی زد میں نہ آجائیں اور جب اس میں دوسروں کے حقوق تلف ہونے لگیں تو اب وہی صفت قابل تعریف ہونے کی بجائے قابل مذمت ہو جائے گی۔ سود کی غیرت، بیشک بڑی قابل تعریف تھی اگر شرعی حدود سے متجاوز نہ ہو جاتی اسی لئے آپ کا انداز بیان یہاں وہ نہیں جو صریح منکرات پر مبنی لپچائے بلکہ اس میں

النصیحة لله ولرسوله ولعامة المسلمين

(۴۸۱) عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّينُ النَّصِيحَةُ ثَلَاثًا

خداستعالیٰ اس کے رسول و عام مسلمانوں کے حق میں مجسم خیر خواہی بن جانا

(۴۸۱) تميم داری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا خیر خواہی کرنا دین کا

(بقید از صفحہ گذشتہ) مدح کا بھی ایک پہلو نکل رہا ہے اسی طرح آپ نے ایک بی بی صاحبہ کے ایسے فعل پر جو اگر اس محل کے سوا کسی اور محل پر ہوتا تو شاید زیادہ قابلِ تکریم و ترازو بہ سخت گیری نہیں فرمائی بلکہ ایک سونے کے لئے مبر آوا منظر کا عندیہ تھا کہ جسے جو اضطرابی طوہر ان سے دوسرے کی حق نفی ہو گئی تھی اس کی مکافات فرمادی سانبیا علیہم السلام نے خدا سے تعالیٰ کی میزان پر تے ہیں یہاں ایک ایک ذرہ عدل و انصاف کی ترازو میں برابر ہوتا ہے۔ مستحق عدل و مقبول غیر ہوتا کیسا نقصان گوارا نہیں ہوتا اور کئی مجبوری کو یا کمال نظر انداز کرو یا بھی پسند نہیں ہوتا۔

(۴۸۱) سنت میں نصیحت اصل اس وقت کہا جاتا ہے جب شہد کو موم سے صلح کر لیا جائے امام ہندی فرماتے ہیں کہ نصیحت کے معنی کسی چیز کا کوٹ نکال دینا ہے یعنی اسی معاملہ سے اخذ بھی ہو سکتا ہے کہ نصیحت کی ضد ہے۔ اس طریقہ گفتا ہے کہ نصیحت قلب الانسان اس وقت کہلاتے ہیں جب دل میں کوئی کوٹ باقی نہ رہے اس بنا پر نصیحت اللہ کے معنی ہے جس کو بندہ اپنے اور خدا کے باہر کوئی کوٹ کا معاملہ نہ رکھے اس کا سب سے بڑا کوٹ یہ ہے کہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائے اس کی صفات جلال و جلال کا پوری تشریح کے ساتھ اعتراف نہ کرے اور اس کے اوامر و نواہی میں ہدیٰ مستندی کا اظہار نہ کرے علماء نے لکھا ہے کہ نصیحت اللہ کا حاصل بالفاظ دیگر کہنے کی نفس کی نصیحت اور اپنی ہی خیر خواہی کرتی ہے۔

کتاب اللہ کی نصیحت کے معنی ہیں کہ پورے آداب کے ساتھ اس کی نکاحوت کی جائے، بدل و جان اس کے سامنے کی تصدیق کی جائے، اس کے علوم کی نشر و اشاعت کی جائے، اس کے پیروی کی تمام عالم کو دعوت دیکھائے اور اس کے ہر برادر و رفیق کے سامنے اعتراف و تسلیم کا سرخ کر دیا جائے۔

رسول کی نصیحت یہ ہے کہ اس کی رسالت کی تصدیق کی جائے جو بینہ لیکر آیا ہے اس کا ایک ایک حرف مانا جائے ہر وقت ہر اس کی نصرت کے لئے سرکھٹ حاضر رہے اس کے صحابہ اور اس کے اہل بیت کی محبت اور ان کا ادب پورے طوہر ملحوظ رہے۔

اممہ مسلمین کی نصیحت یہ ہے کہ ہر حق معاملے میں ان کی اعانت کی جائے ان کے ساتھ جیلوں میں شرکت کی جائے، ان کے پیچھے ناز میں ہمارے گاتیں جو صدقات بیت المال کا حق ہیں وہ ان کو اپنا اندازی کے ساتھ باسانی پیٹھائیے ہائیں اور ان کے ساتھ خدا کی نہ کی جائے۔

عام مسلمانوں کی نصیحت کے معنی ہیں کہ ذہنی اور اخروی سب مصلحتیں ان کو تارک یا نہیں ان کو انفاذ دی جائے ان کے عیوب کی پردہ پوشی کی جائے اور خیر خواہی میں ان کو اپنے نفس کے برابر سمجھا جائے۔

قُلْنَا لَئِنْ قَالَ رَبُّهُ وَلَكِنَّآ بِرَسُولِهِ كَذِبَةٌ مُّتَّبِعِينَ وَعَاثِهِمْ (مجادلہ مسلمہ)

خلاصہ ہے ہم نے عرض کیا کہ اس کی فرمایا اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، ائمہ مسلمین کی، اور سب مسلمانوں کی۔ (مسلم شریف)

قرآن کریم میں نصح و خیر خواہی کرنا انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا جزو اہم قرار دیا گیا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں۔

قَالَ يَا قَوْمِ لَئِنْ بِي ضَلَالَةٌ وَرَبِّیْ
رَسُولٌ مِّنْ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اُبَلِّغْكُمْ رِیَاسَاتِ
رَبِّیْ وَاصْخَرْ لَّكُمْ وَاَعْلَمُ مِنْ اِنِّیْ مَا
لَا تَعْلَمُوْنَ

(اعراف)

اس پر (حضرت) نوح (علیہ السلام) نے کہا جاؤ مجھ میں تو گمراہی کی کوئی بات ہے نہیں بلکہ میں تمہیں گمراہی کا عالم کا بھیجا ہوں کہ اپنے بعد گمراہی کے احکام پہنچاؤں اور تمہارے حق میں خیر خواہی کروں اور میں اللہ کے بتانے سے ایسی مایوسی باتیں چلتا ہوں جن کو تم نہیں جانتے۔

حضرت صود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

قَالَ يَقَوْمِ لَئِنْ بِي سَفَاهَةٌ وَرَبِّیْ
رَسُولٌ مِّنْ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اُبَلِّغْكُمْ
رِیَاسَاتِ رَبِّیْ وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ۔

(اعراف)

(حضرت) صود علیہ السلام نے کہا جاؤ مجھ میں بروقتی کی تو کوئی بات ہے نہیں بلکہ میں تمہیں گمراہی کا عالم کا بھیجا ہوں اور تم کو اپنے بعد گمراہی کے احکام پہنچاؤں اور میں بھروسے قابل تمہارا خیر خواہ ہوں۔

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا۔

فَتَرَىٰ عَنْهُمْ قَالًا یَّا قَوْمِ لَعَنَّا اِبْلَیْكُمْ
رِیَاسَاتِ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ وَ لَکُمْ
لَا تُخْبِرُوْنَ النَّاصِحِیْنَ۔

(اعراف)

جب انہوں نے عذاب "ازل ہو چکا تو حضرت صالح (علیہ السلام) ان کے پاس سے چلے گئے اور چلتے وقت ان کو مخاطب ہو کر فرمایا جاؤ مجھ میں تمہارے بعد گمراہی کے احکام تم کو پہنچا دیتے اور تمہاری خیر خواہی کی تمہاری گمراہی کو تمہارے لیے خیر خواہوں کی قدر کرتے۔

حافظ ابن رجب فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں نصیحت و خیر خواہی کو دین فرمایا گیا ہے اور حدیث جبریل کے آخر میں اسلام و ایمان و احسان کے مجموعہ کو بھی دین فرمایا گیا ہے۔ دونوں حدیثوں کو ملا تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسلام و ایمان و احسان سب نصیحت ہی کے اجزاء ہیں اور جس طرح کان کا مجموعہ دین ہے اسی طرح خدا و رسول کی خیر خواہی بھی دین ہے۔

محمد بن نصر نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ نصح للہ کی دو قسمیں ہیں (۱) فرض (۲) نفل۔ فرض یہ ہے کہ اس کی حرام کردہ چیزوں سے پرہیز کیا جائے اور اس کے احکام کی بجا آوری میں بدل و جان سہی کی جائے اگر کسی عندک وجہ سے ادا نہ کرے تو اس کا عزم رکھے کہ جب کبھی موقع ملے گا اس کی تلاقی کرے گا۔ قرآن عزیز میں ارشاد ہے۔

(باقی مابقیہ بر صفحہ آئندہ)

(۴۸۲) عَنْ حَدِيقَةَ بْنِ الِیَمَانِ عَنْ الشَّيْخِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَا يَهْتَمُّ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ وَمَنْ لَمْ يَخْشَ وَيُحِبَّ نَاصِحَاتِهِمْ وَلَمْ يُؤَلِّمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَا مَعَهُ وَلَا لِعَامَّةِ الْمُسْلِمِينَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ۔ (اخرجه الطبرانی)

(۴۸۳) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ الشَّيْخِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَحَبُّ مَا تَعْبَدُنِي بِهِ عَبْدِي النَّصُوحُ۔ (اخرجه احمد)

(۴۸۲) حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص مسلمانوں کے معاملات کی کوئی پروا نہ کرے اس کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں اور جس شخص نے صبح سے شام یا شام سے صبح تک خدائے تعالیٰ، اس کے رسول، اس کی کتاب اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی سے غفلت اختیار کی اس کا بھی مسلمانوں سے کوئی رشتہ نہیں۔ (طبرانی)

(۴۸۳) ابوامامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ سب سے زیادہ پیارا طریقہ جو میرا بندہ میری فرمانبرداری کے لئے اختیار کرتا ہے میری خیر خواہی کئی ہے۔ (مسند احمد)

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ)

لَيْسَ عَلَى الصَّغَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْحُومَةِ
عَلَى الَّذِينَ لَا يَحْدُونَ مَا يُغْفَرُونَ
عَوْنٌ إِذَا اتَّخَذُوا اللَّهَ ذِمَّةً
عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلِ اللَّهِ عَفْوَ

کو رسول اور یا رسول اللہ کہ میں نے نہیں اور نہ ان پر میں کو
فرغ میں نہیں بشرطیکہ جادے پیچھے بیٹھ کر بھی اللہ
اور اس کے رسول کی خیر خواہی میں لگے رہیں، ان
بیک کاروں پر کوئی الزام نہیں اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا
مہربان ہے۔ (قرآن)

گراہم لوگوں کے قلوب میں نفع لکھ کر مضمون باقی رہا وہ جاد میں شریک نہ ہو کر بھی عین کی فہرست سے خارج نہیں ہوئے۔
آیت بالا سے معلوم ہوا کہ غدر کی بنا پر اعمال جوارح اور فریضہ جاد جیسا اہم فرض بھی ساقط ہو سکتا ہے مگر نفع لکھ کا مطالبہ
کسی وقت بھی قابل سقوط نہیں۔ ایک غدر شخص سے نماز جیسے اہم فرض کے ادائیگی موخر ہو سکتی ہے مگر قلبی ندامت اور
آئندہ ادائیگی کا پورا پورا عزم۔ اس کے ذمہ سے ساقط نہیں ہو سکتا بس نفع لکھ کا خلاصہ یہ ہے کہ
اس کی رضا سے راضی اور ناراضی سے ناراض ہو جائے۔

(۲) نصیحت نافذ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے نفس کی محبت پر اس وجہ غالب کہے کہ جب کسی چیز میں اپنے نفس
اور شریعت کا مقابلہ آئے تو شریعت ہی کی جانب کو ترجیح دے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنی تمام مرغوبات کو اللہ تعالیٰ کی محبت
پر قربان کر دے۔ (جامع العلوم والحکم ص ۵۲)

(۳۸۴) عَنْ حَكِيمِ بْنِ أَبِي يَزِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَقَمَّ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَنْصَحْ لَهُ. (اخرجہ احمد)

(۳۸۵) عَنْ جَبْرِ بْنِ مُطْعَمٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي خُطْبَتِهِ بِالْحَيْفِ مِنْ مِثْنِ ثَلَاثٍ لَا يَغُلُّ عَلَيْهِمْ قَلْبُ امْرِئٍ مِنْهُمْ إِلَّا خَلَصَ الْعَمَلُ إِلَيْهِ وَمُنَا صَفْحَةٌ وَلَا آءَ الْأَمْرِ وَ لَمْ يَوْمٌ مَعَ الْمَسْلُوبِينَ. (رواہ احمد وقد اخرجہ الدارقطني فی الافراد باسناد جيد)

(۳۸۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ يَرْضَى لَكُمْ ثَلَاثًا يَرْضَى لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تَكْفُرُوا بِهِ شَيْئًا وَأَنْ تَعْتَمِدُوا بِحُلِيِّ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرُّوا وَأَنْ تَتَأَصَّحُوا مِنْ وَلَائِهِ اللَّهُ أَفْرَكُهُ. (رواہ مسلم)

(۳۸۷) عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَارَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ عَمَلٍ يَسْتَرِي عِنْدَ اللَّهِ رَغْبَةً لَهُ لَمْ يَخْطُهَا وَتَصْبَحْهُ إِلَّا لَمْ يَنْدُ خُلُ الْمَجَنَّةِ. (متفق علیہ)

(۳۸۸) ابوزید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی شخص اپنے بھائی کو خیر خواہی کا مشورہ طلب کرے تو اسے لازم ہے کہ اس سے وہی بات کہے جو اس کی خیر خواہی کی ہو۔ (مسند احمد)

(۳۸۹) حیر بن مسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ کی مسجد خیف کے خطبہ میں فرمایا تین باتیں ایسی ہیں جن پر مسلمان آدمی کا دل کبھی کینہ نہیں رکھ سکا، خالص اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کرنا، حکام کی خیر خواہی کرنا اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ شامل رہنا۔ (مسند احمد۔ دارقطنی)

(۳۹۰) ابوزید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تین باتیں پسند فرمائی ہیں: پہلی بات یہ ہے کہ تم اسی کی عبادت کرو اور کبھی کو اس کا شریک نہ ٹھیراؤ دوسرے یہ کہ سب مل کر اللہ تعالیٰ کی سی کو مضبوط پکڑو اور آپس میں چوٹ نہ ڈالو اور تیسرے یہ کہ جو تمہارا حاکم ہو اس کی خیر خواہی کرتے رہو۔ (مسلم)

(۳۹۱) حقیق بن یسار روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ ایسا نہیں جس کے ذمہ اللہ تعالیٰ نے کسی قسم کی نگرانی سپرد کی ہو پھر وہ اس میں پوری پوری خیر خواہی کا لحاظ نہ رکھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو حقت میں داخل نہیں کرے گا۔ (متفق علیہ)

(۳۹۲) ان احادیث میں کہ حدیثیں عام مسلمانوں سے متعلق ہیں اور حکام سے ان سب کا خلاصہ یہ کہ بادشاہ سے لیکر رعایا تک فریضہ خیر خواہی میں سب مشرک ہیں اگر رعایا میں کوئی شخص اس میں غفلت اختیار کرتا ہے تو وہ قصور دار ہے اور اگر حاکم وقت اس میں غفلت کرتا ہے تو وہ قصور دار ہے جس مذہب میں باہم خیر خواہی کرنا اتنا اہم فرض ہو آج وہی قوم خیر خواہی سے اتنی خالی ہو جائے کہ کوئی کسی کا خیر خواہ ہی نظر نہ آئے۔ یہ اہم چیز برا بھی است۔

(۴۸۸) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُمَرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا تَعَمَّرَ لِسَيِّدِهِ وَأَخْسَنَ عِبَادَةَ اللَّهِ فَلَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ. (متفق عليه)

عجبت المرء لآخيه ما يحب لنفسه

(۴۸۹) عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ. (سرواه الخمسة إلا ابوداود)

(۴۹۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَأْخُذْ عَنِّي هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ نَفَعَلُ يَمُنْ أَوْ يُعَلِّمْ مَنْ يَعْمَلُ بِهِنَّ قُلْتُ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَأَخَذَ بِيَدِي نَعَذَّ حَسَنًا فَقَالَ إِنِّي الْمَعَارِضُ تَكُنْ عَبْدُ النَّاسِ وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللَّهُ لَكَ تَكُنْ أَعْنَى

(۴۸۸) عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غلام جب اپنے آقا کی نیکوئی کرتا ہے اور اپنے اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی اچھی طرح کرتا ہے تو اس کو دو گنا ثواب ملتا ہے۔ (متفق علیہ)

خیر خواہی کرنے میں اپنے اور بیگانہ کا امتیاز اٹھا دینا

(۴۸۹) حضرت انس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے تم میں کوئی شخص اس وقت تک پورا پورا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی بات پسند نہ کرنے لگے جو اپنے نفس کے لئے پسند کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم وغیرہ)

(۴۹۰) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ہے ایسا شخص جو ان باتوں پر خود عمل کرے یا کم از کم ان لوگوں کی کو بتا دے جو ان پر عمل کریں میں بولا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور یہ پانچ باتیں شمار کر ایں فرمایا حرام باتوں سے دودھ نہ پیئے عبادت گزار بندے شمار ہو گے

(۴۸۹) کہنے کو تو یہ مختصری بات ہے لیکن اس پر عمل کی توفیق اس وقت تک میسر نہیں آسکتی جب تک کہ انسان کا ایمان کامل نہ ہو جائے۔ یہ صفت انسانی کمالات کی ایک سراج ہے اور اس کی دلیل ہے کہ اب اس کا نفس پورے طور پر ماریج تہذیب طے کر چکا ہے اس میں خود غرضی اور طے کا کوئی شائبہ باقی نہیں رہا۔ اسی کے لئے تمام راسخات مہدات کئے جاتے ہیں اور یہی شریعت کے ادا و نواہی کا بلند مقصد ہے۔ غالباً صوفیاء کرام اسی کو مرتبہ فنا سے تعبیر کرتے ہیں میرا مطلب یہ ہے کہ یہ صفت بھی فنا کے اثرات میں ایک اثر ہے۔

النَّاسِ وَاحْسِنُ إِلَى جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا وَاجِبَ النَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِمًا وَلَا تُكْثِرِ
الصُّخْرَ فَإِنَّ كَثْرَةَ الصُّخْرِ تُمَيِّتُ الْقَلْبَ۔ (مرہاہ احمد والترمذی وقال هذا حديث غریبی)

(۴۹۱) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَدَّ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَفْضَلِ الْإِيمَانِ قَالَ
أَنْ تُحِبَّ بَنُو وَتُبْغِضَ بَنُو وَتَعْمَلَ لِمَا نَكَ فِي ذِكْرِ اللَّهِ قَالَ وَمَاذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَأَنْ
تُحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ وَتَكْرَهُ لَهُمْ مَا تَكْرَهُ لِنَفْسِكَ۔ (مرہاہ احمد)

(۴۹۲) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الْمُؤْمِنِينَ
إِيمَانًا تَحَاسُّهُمْ أَخْلَاقًا الْمَوَظُونُونَ أَلْنَا قَالَهُمْ يُبَلِّغُ عَبْدًا حَقِيقَةَ الْإِيمَانِ حَقُّ يُحِبُّ
لِلنَّاسِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ وَخَشِيَ يَأْمَنَ جَارُهُ بِكَارِهِتُهُ۔ اخبرہ ابن عساکر وفیہ کوثرین
حکیم متروک لکن له شواہد بلغه مرتبة الحسن۔

(۴۹۳) عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي سَيْدٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُحِبُّ

اللہ تعالیٰ جو تمہاری تقدیر میں لکھ چکا ہے اس پر راضی رہنا بڑے بے نیاز بندوں میں ہو جاؤ گے اپنے پڑوسی
سے اچھا سلوک کرتے رہنا مومن بن جاؤ گے اور حیات اپنے لئے چاہتے ہو وہی دوسروں کے لئے پسند کرنا کامل
مسلمان بن جاؤ گے اور بہت قیمتی دلائل کیونکہ یہ دل کو مردہ بنا دیتا ہے۔ (مسند احمد ترمذی)

(۴۹۱) معاذ بن جبل روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ایمان کے
متعلق دریافت کیا جو بہتر سے بہتر ہو، آپ نے فرمایا اللہ کے لئے محبت کرنا اور اللہ ہی کے لئے بغض رکھنا اور
اپنی زبان کو ہمہ وقت بلا الہی میں لگائے رکھنا، پھر عرض کیا یا رسول اللہ اور کیا عمل بہتر ہے فرمایا جو اپنے لئے
پسند کرنا ہی سب کے لئے پسند کرنا اور جو اپنے لئے برا سمجھنا ہی سب کے لئے برا سمجھنا۔ (مسند احمد)

(۴۹۲) ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمام مومنوں میں ایمان کے
محاذ سے سب سے افضل مومن وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں یہ وہ لوگ ہیں جو ہر ایک کے سامنے
متواضع اور جھکنے والے ہیں۔ کوئی شخص ایمان کی حقیقت تک سائی حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ سب کیلئے وہی بات
پسند نہ کرنے لگے جو اپنے لئے پسند کرنا ہو اور جب تک کہ اس کا پڑوسی اس کی انیادوں سے مومن نہ ہو جائے۔ (ابن عساکر)

(۴۹۳) یزید بن ابی سید کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا تم کو جنت پسند ہے

(۴۹۲) اپنے نفس اور عام مسلمانوں کو ایک نظر سے دیکھنا درحقیقت نفع اور خیر خواہی کا سب سے بڑا جز ہے، صفت ائیت
پیدا ہو سکتی ہے جبکہ سیدہ حدیث، بغض، کینہ اور ہر قسم کے کھوٹ سے پاک و عاف ہو جائے گو یا اس ایک ہی صفت کا ظہور

الْجَنَّةُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ أَحَبُّ إِلَيْكَ مَا أَحْبَبْتُ لِنَفْسِكَ - (اخرج البخاری فی التائید عن الکبیر و احیاء السنن
 الاربعہ والطبرانی فی الکبیر و المعجم و البیہقی فی الشعب و ہونی للسند لا محمد ابیضا کما فی الجامع)
 (۴۹۴) عَنْ ابْنِ ذَرٍّ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِطَوِيلِهِ
 إِلَى أَنْ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْصِنِي قَالَ أَوْصِيكَ بِمَقْوَى اللَّهِ فَإِنَّكَ إِذَا زِنَ لَا مِرْلَ عَلَيْهِ قُلْتُ
 زِدْنِي قَالَ عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَذِكْرِ اللَّهِ وَحَلِّ قَائِمِ ذِكْرِ اللَّهِ فِي السَّمَاءِ وَتَوَرُّكَ فِي الْأَرْضِ
 قُلْتُ زِدْنِي قَالَ عَلَيْكَ بِطَوِيلِ الصَّغِيَةِ فَإِنَّهُ مَطْرَدٌ لِلشَّيْطَانِ وَعَوْنُكَ لَكَ عَلَى أَمْرِ دِينِكَ
 قُلْتُ زِدْنِي قَالَ وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ فَإِنَّهُ يُمِيتُ الْقَلْبَ وَيُنْذِرُ بِمُورِ الْجَهَنَّمَ قُلْتُ زِدْنِي
 قَالَ كُلُّ الْحَقِّ وَإِنْ كَانَ مَرًّا قُلْتُ زِدْنِي قَالَ لَا تَغْفُفَ فِي اللَّهِ لَوْ مَتَّ لَا يُهْمُ قُلْتُ زِدْنِي قَالَ
 يَكْفِيكَ عَنْ النَّاسِ مَا تَعَلَّمُوا مِنْ نَفْسِكَ - (رواه البيهقي في الشعب لا)

میں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا اچھا تو جو بات اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی اپنے مسلمان بھائی کے لئے
 پسند کیا کرو۔ (مسند احمد، تاریخ کبیر، سنن اربعہ، طبرانی، حاکم، بیہقی)
 (۴۹۴) ابونضایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا پھر اس کی پوری تفصیل
 بیان کی اس سلسلہ میں یہ بات بھی ذکر کی کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے آپ نے فرمایا میں
 تجھے یہ نصیحت کرتا ہوں کہ ہر معاملہ میں خدا تعالیٰ کا خوف رکھنا۔ پس اسی ایک بات سے تیرا سب دین مزین ہو جائیگا
 میں نے عرض کیا اور نصیحت فرمائیے ارشاد فرمایا قرآن کی تلاوت اور ذکر اللہ کیا کرنا کیونکہ یہ عادت آسمان میں
 تمہارے ذکر کا موجب اور زمین میں تیرا سبب ہوگی میں نے عرض کیا کچھ اور فرمائیے ارشاد فرمایا اکثر اوقات
 خاموشی کے ساتھ بسر کرنا کیونکہ یہ عادت شیطان کو پاس پھٹکے نہیں دیتی اور تمہارے لئے دین کے ہر معاملہ میں
 معاون ہوگی میں نے عرض کیا کچھ اور فرمائیے ارشاد فرمایا زیادہ قہقہے نہ لگانا کیونکہ اس حرکت سے دل مردہ ہو جاتا ہے
 اور چہرہ کا نور جاتا رہتا ہے میں نے عرض کیا اور نصیحت فرمائیے ارشاد فرمایا حق بات کہنا اگرچہ تلخ ہی کیوں نہ ہو
 میں نے عرض کیا کچھ اور فرمائیے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا
 خوف نہ کھانا میں نے عرض کیا کچھ اور فرمائیے ارشاد ہوا اچھا جو سبب تم جانتے ہو کہ خود تم میں موجود
 ہیں اس پر نکتہ چینی سے لوگوں کو کسی صاف رکھنا (بیہقی)

بیت کمالیہ ثبوت اور بیت سرحد کے ازالہ کا علاج ہر اسی لئے مسنت کرایا کہ حقیقت جنت کیلئے معروف علیہ کمال ہائی کا معیار اور
 آپ کی وصیت میں جزا اہم قرار دیا گیا ہے۔ یہ مختلف الفاظ نہیں بلکہ متحدہ جملہ ہیں جو اسی ایک صفت میں پہنچا رہے ہیں۔

(۴۹۵) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ
سِتٌّ بِالْمَعْرِوْفَةِ يَسْلَمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَ وَيُجِيبُهُ إِذَا دَعَاهُ وَيُثِمَّتُهُ إِذَا عَظَسَ وَيَعُوذُهُ إِذَا
مَرَحَ وَيَتَّبِعُهُ جَاءَ زَمَرًا ذِمَاتٌ وَيُحِبُّ كَهُ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ (مرآۃ الترمذی والداری)

(۴۹۶) عَنْ أَبِي الْوَلِيدِ الْقُرَشِيِّ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ بِلَالِ بْنِ أَبِي بَرْدَةَ فَجَاءَ رَجُلٌ
مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ فَقَالَ أَصْلَحَ اللَّهُ الْأَمِيرَانِ أَهْلَ الطَّفِ لَا يُؤْذُونَ زَكَاتَهُمْ وَقَدْ عَلِمْتُ
ذَلِكَ فَاتَّخِذْتُ الْأَمِيرَ قَالَ بِلَالٌ وَمَنْ أَنْتَ قَالَ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ مَا اسْمُكَ
قَالَ فُلَانٌ فَكُتِبَ لِصَاحِبِ شُرْطَتِهِ يَسْأَلُ عَنْهُ عَبْدُ الْقَيْسِ فَقَالَ وَحْدَهُ يُعْمَرُ فِي
حُبْنَةٍ فَقَالَ اللَّهُ أَكْبَرَ حَذَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي أَبِي مُوسَى عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا يُؤْمِنُ أَحَدٌ كُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ (مرآۃ الطبرانی)

(۴۹۵) حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلامی آئین میں ایک مسلمان
کے ذمہ دوسرے مسلمان کے چھ حقوق ہیں جب ملاقات ہو تو اس کو سلام کرنا، جب بلائے تو اس کے یہاں
چلا جانا، جب چھینکے اور اکھرنے لگے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا، جب بیمار پڑے تو اس کی عیادت کرنا
جب مرجائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ ساتھ جانا اور جوابات اپنے لئے پسند کرنا (ترمذی - داری -)

(۴۹۶) ابوالولید قرشیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں بلال بن ابی بردہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ قبیلہ عبد القیس
کا ایک شخص آیا اور اس نے کہا اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کو ہمیشہ صحیح و سلامت رکھے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ
طفت کے باشندے اپنی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اس لئے (ازراہ غیر خرابی) میں نے اس بات کی امیر المؤمنین کو
اطلاع کر دی ہے۔ اس پر بلال بن ابی بردہ نے پوچھا تو کس قبیلہ کا آدمی ہے اس نے کہا قبیلہ عبد القیس
کا پھر پوچھا تیرا نام کیا ہے اس نے کہا فلاں۔ اس کے بعد انھوں نے اپنے گورنر کو لکھ بھیجا کہ وہ اس کے
متعلق عبد القیس سے تحقیق کریں انھوں نے جواب دیا میں نے ان کو بہت نیک نیت پایا ہے۔ اس پر
انھوں نے تعجب سے اللہ اکبر کہا اور ابو موسیٰ کی روایت سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے تم میں کوئی شخص اس وقت تک پورا مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے مسلمان بھائی کے لئے
وہی بات پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

(طبرانی)

(۴۹۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُزَحَّزَحَ عَنِ النَّارِ وَيَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَلْتُدْرِكْهُ مَنِيَّتُهُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْتِي إِلَى النَّاسِ الذِّئْبُ يُحِبُّ أَنْ يُؤْتَى إِلَيْهِ. (سرواہ مسلم)

(۴۹۸) عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ إِنِّي أَرَاكَ ضَعِيفًا وَإِنِّي أَحِبُّ لَكَ مَا أَحِبُّ لِنَفْسِي لَا تَتَأَمَّرَنَّ عَلَيَّ إِنِّي بَيْنَ يَدَيْكَ وَلَا تُؤَلِّمَنَّ مَالَ بَيْتِي (مسلم)

(۴۹۹) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ إِنِّي أَحِبُّ لَكَ

(۴۹۷) عبد اللہ بن عمرو بن العاص روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ بات پسند کرتا ہے کہ اس کو دردِ بخ سے بہت دور رکھا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے تو اس کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ اس کی موت اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان کے ساتھ ہو اور لوگوں کے ساتھ اس کو وہی معاملہ کرنا چاہئے جو وہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کے ساتھ کریں۔ (مسلم)

(۴۹۸) ابو ذر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ابو ذر! تم مجھے ایک سید سے سادے انسان معلوم ہوتے ہو اور میں تمہاری ذات کے لئے وہی بات پسند کرتا ہوں جو اپنی ذات کے لئے دیکھو وہ شخص کبھی ہرگز امیر نہ بنا اور کسی یتیم کا مال اپنی ذمہ داری میں کبھی نہیں لے گا۔ (مسلم شریف)

(۴۹۹) حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علیؑ دیکھو جو میں اپنے لئے پسند کرتا ہوں وہی تمہارے لئے پسند کرتا ہوں اور جو اپنے حق میں میں پسند کرتا ہوں وہ تمہارے حق میں بھی

(۴۹۸) ابو ذرؓ نظرۃً ایک نہایت عابد و زاہد اور یکسو مزاج صحابی تھے کسی مال کی تولیت کی ذمہ داری کے لئے جن اوصاف کی ضرورت ہوتی ہے وہ ان میں پورے طور پر موجود تھے اسی کو آپؐ نے ان کے ضعف سے ادا فرمایا ہے اور یہ ضعف جس میں بھی ہو گا اس کے لئے تولیت کا منصب مناسب نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سارے جان کی تولیت کا بار اٹھانے کی استعداد عطا فرمائی تھی اس لئے آپؐ نے اس بار کو اٹھایا اور اس خوبی سے اٹھایا جو اس کا حق تھا۔ اگر ابو ذرؓ میں بھی آپؐ کی مرتبہ کی تولیت سنبھال لینے کی استعداد دیکھ لینے تو کوئی ذمہ داری ان کے بھی سہہ کر دی جاتی۔ پس آپؐ کی خیر خواہی کا اصل نقطہ تمام صحابہ میں مشترک تھا اگر کسی کو کوئی ولایت دی گئی تو وہ بھی اس کے نفس کی خیر خواہی پر مبنی تھی اور اگر نہیں دی گئی تو اس کو بھی یقین رکھنا چاہئے کہ اس میں بھی اسی کی خیر خواہی مضمون ہے۔

(۴۹۹) اسلامی سلطنت صرف دوسری مخلوق کے دائرہ تک ہی محدود ہو کر نہیں رہ جاتی بلکہ اس کو یہ ثابت کرنا پڑا کہ وہ خود اپنی جان اور دوسری مخلوق کے درمیان بھی اس کا پورا احاطہ رکھتا ہے اسی لئے بڑی سی بڑی خصوصیت کے موافق پر بھی اسلام کی یہ عمومی سنت خیر اختیار کی طور پر زبان سے نکلی جلی جاتی ہے گویا ہم سے اہم بات ذہن نشین کرنے کے لئے نور سے موزن تفسیر صرف یہ ہے کہ مخاطب کو یقین دلایا جائے کہ مشکل اس کے اور اپنے نفس میں ایک ذرہ برابر دینی نہیں سمجھتا

مَا أَحَبُّ لِنَفْسِي وَأَكْرَهُ لَكَ مَا أَكْرَهُ لِنَفْسِي لَا نَفْعَ بَيْنَ الْعَبْدَيْنِ. (مرآۃ القرمذی)

حسن العهد

(۵۰۰) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجُوزٌ فَقَالَ مَنْ أَنْتِ قَالَتْ جَنَانَةُ الْمُرَيْنَةِ قَالَ بَلْ أَنْتِ حَسَانَةُ الْمُرَيْنَةِ كَيْفَ حَالُكُمْ كَيْفَ كُنْتُمْ بَعْدَ نَا قَالَتْ يَخْذِرُ فَلَمَّا خَرَجَتْ قُلْتُ ثَقِيلٌ هَذَا الْإِثْمَانُ عَلَى هَذِهِ قَالَ إِنَّمَا كَانَتْ نَأْتِينَا أَيَّامَ خُدَّيْجَةَ وَلَئِنْ حُسِنَ الْعَهْدُ مِنَ الْإِيمَانِ. (اخرجه الحاكم وقال على شرطها ولاعله لمواقرة الذهبي)

نا پسند کرتا ہوں۔ دونوں سجدوں کے درمیان اس طرح نہ بیجا کہو جیسا کہ اپنے سر پر زمین پر رکھ کر دونوں پر کھڑے کر کے بیٹھا ہے

محبت کا نباہ اور اس کا لحاظ پاس رکھنا

(۵۰۰) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک بوڑھی عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ نے پوچھا تم کن قبیلہ کی ہو اس نے عرض کیا میں جنامہ مرینہ ہوں آپ نے فرمایا بلکہ تم توحسانہ مرینہ ہو اچھا کہو ہمارے بعد تمہارے حالات کیسے گزرے اس نے عرض کیا سب خیریت رہی۔ جب وہ چلی گئیں تو میں نے عرض کیا ایک معمولی بڑھیا اور اس کی طرف آپ کی اتنی توجہ آپ نے فرمایا کہ یہ (حضرت) خدیجہ کی زندگی میں ہمارے گھر آیا کرتی تھیں اور قدیم شناسائی کے حقوق کی رعایت کرنی بھی ایمان کی ایک بات ہے۔ (حاکم)

جب تک اغراض نفسانی کا کوئی شائبہ بھی باقی ہے اس مقام رفیع تک رسائی مشکل ہے۔

(۵۰۰) حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ ایمان کے شعبے کچھ عبادات کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ ان سے گذر کر حسن معاملہ اور حسن معاشرت جیسی جزئیات تک بھی پھیلنے ہیں۔ اس قسم کی حدیثوں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایمان اسلام کا احاطہ کتنا وسیع ہے۔

آئندہ حدیثوں سے بھی اس مضمون کی اور زیادہ تصدیق ہوگی۔

البذاذۃ

(۵۰۱) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ يَابَسُ بْنُ ثَعْلَبَةَ قَالَ ذَكَرَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عِدَّةَ الدُّنْيَا فَقَالَ لَا تَتَمَعُّوْنَ وَلَا تَتَمَعُّوْنَ الْبِذَاذَةَ مِنَ الْإِيمَانِ إِنَّ الْبِذَاذَةَ مِنَ الْإِيمَانِ - (اخرجه احمد وابوداود وابن ماجه والحاكم وقال العراقي حديث حسن وقال الدالحي هو صحيح وكذلك قال الحافظ ابن حجر)

گاہ بگاہ ترکِ زینت

(۵۰۱) ابوامامہ کہتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں دنیا کا ذکر آگیا تو آپ نے فرمایا سن لو اور خوب غور سے سن لو کہ زینت نہ کرنا اور گاہ بگاہ شگفتہ حالت میں رہنا بھی ایمان کا اثر ہے۔ (ابن ماجہ - حاکم)

(۵۰۱) اسلام نے بناؤ سنگھار کرنا کسی وقت بھی پسند نہیں کیا اور ناز و نعمت اور عیش و طرب کی زندگی اگرچہ جائز حدود میں نہ کر جو اس کو بھی کمزور سمجھا ہے اسی طرح اس کے مقابلہ میں ریہانیت اور بے حالی اور عام طوہر پر نشتر سے بھی رکھا ہے۔ جمال کی ترغیب دی ہے اور اسی کے ساتھ گاہ بگاہ ایسی زندگی گزارنے کی بھی ہدایت کی ہے جس کی وجہ سے جمال و زینت کے ساتھ تکبر و غرور کی صفت پیدا نہ ہونے پائے اسلام جہاں غرور و تکبر سے روکتا ہے اسی کے ساتھ ذلت و خواری کی زندگی سے بھی منع کرتا ہے وہ یہ تعلیم دیتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی عزت صرف مسلمان کے لئے ہے اس لئے نہ ایسے عمل کو پسند کرتا ہے جو اپنے نفس میں غرور و تکبر کا اثر پیدا کرے اور نہ اس کو جو انسان کے لئے سوامتھی میں موجب ذلت ہو۔ اس دعا کو طالعہ فرمائیے اور اسلام کے اصلی مقصد کو پہنچ جائیے۔ اللہم اجعلنی فی عیفی صغیرا و فی اعین الناس کیونہ۔ اے اللہ تو مجھے اپنی نظروں میں توہمت کر دے اور اپنی مخلوق کی نظروں میں محزون و بلند کر دے! پس تواضع کی نیت سے گاہ بگاہ زینت ترک کر دینا یقیناً انسان کے ایمان ہی کا تقاضہ ہو سکتا ہے۔ اس باب میں دونوں قسم کی حدیثیں ملتی ہیں اور ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر زینت اختیار کرو تو اس میں تحدیثِ نعمت کی نیت ہونی چاہیے اور اگر اس کو ترک کرو تو اس میں تواضع اور اپنے نفس کی شگفتگی کی نیت ہونی چاہیے۔ جبکہ نیت سے زینت اور احساسِ کمتری کی بنا پر بذاذت و طفول بلند اخلاق سے گری ہوئی باتیں ہیں۔ بالفاظِ پیروں سمجھو کہ جب انسان کی عملی حالت میں گاہ بگاہ بذاذت نظر آنے لگے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اب اس کے نفس میں اصلاح کے آثار نمایاں ہونے لگے ہیں اس کی بے ترک زینت احساسِ کمتری کی بنا پر نہیں بلکہ اس کی نظروں میں دنیا کی حقارت کا اثر ہے اور اسی طرح اس کی زینت تکبر کی بنا پر نہیں بلکہ ایک عبد کی اپنے مولیٰ کی نعمتوں کی شکر گزاری کے لئے ہے پس اپنے نفس کو ذلیل کرنا اور اس میں ذلیل خصال و ملکات پیدا کرنا ہرگز اسلام کا مقصد نہیں۔ ان اللہ یحب معالی اللہم۔ اللہ تعالیٰ علو بہت کو پسند کرتا ہے اور ایک مسلمان کے نفس میں بلند و صلی پیدا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

السمت الحسن والتودة والاقتصاد

(۵۰۲) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَرْجٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّمْتُ الْحَسَنُ وَالتَّوَدُّةُ وَالْإِقْتَادُ جُزْءٌ مِنْ أَرْكَعٍ وَعَلَيْهِ ثَلَاثُ جُزْءٍ مِنَ الشُّبُوحِ (مرآۃ الترمذی)
(۵۰۳) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْهَدَى الصَّالِحَ وَ

اچھا طور طریق، متانت اور میاں روی

(۵۰۲) عبد اللہ بن سرجس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اچھا طور طریق متانت اور میاں روی نبوہ کا چوبیسواں جزو ہے۔ (ترمذی)
(۵۰۳) ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا طریقہ اور سمت حسن

دقیقہ از صفحہ گذشتہ) یہ یاد رکھنا چاہئے کہ کبر و وقار اور تواضع و ذلت میں بٹا فرق ہے ان میں ایک دوسرے کے ساتھ التباس پڑ جاتا ہے۔ حالانکہ وقار ایک مطلب صفت ہے اور کبر انتہاء ہے مذموم اسی طرح تواضع انتہاء ہے مطلوبہ ہے اعتدال ہی درجہ مکروہ حتیٰ کہ ایک حدیث میں یہ لفظ میں ان المؤمنین لا یدل نفسہ۔ مومن اپنے نفس کو ذلیل نہیں کرتا اور کیسے ذلیل کر سکتا ہے جبکہ خود باب العزت نے اس کو عزت بنایا ہے۔ مومن کے متعلق ذلت کا تخیل فحاش کا ایک شعبہ ہے۔ جب رئیس المؤمنین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے متعلق یہ کلمہ زبان سے نکالا لیکن رجعت الی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع کیا۔ تو ان کے بیٹے جو اس وقت حلقہ گوش اسلام ہو چکے تھے فوراً تلواریں کھینچ کر سامنے آ گئے اور فرمایا خدا کی قسم جب تک توہ اقرلو نہ کر لے کہ ذلیل تو ہے اور عزت دلسے صرف آپ کے صحابہ ہیں اس وقت تک تیری غیر نہیں۔ آخر اس سے یہ اقرار لیکر چھوڑا پس تواضع اعتدال میں بٹا فرق ہے۔

(۵۰۲) انسان کی سماجی اور معاشرتی زندگی ان ہی اجزاء کے اختیار کرنے سے سنو جاتی ہے انسان کے ترک کرنے سے بگڑ جاتی ہے۔ اس حدیث کا ایک ایک لفظ انسان کی سماجی اور معاشرت کا مستقل ایک ایک باب ہے۔

(۵۰۳) ان معنوں روایتیں میں صرف ایک جز کا اختلاف ہے یہ کئی جہاں اختلاف نہیں ہے دوسری احادیث میں ہے خواہیں کو نبوہ کا چوبیسواں جز قرار دیا گیا ہے۔ ختم نبوت کے باب میں اس قسم کی حدیثوں کی مفصل شرح کہ رہی ہے اس جگہ ملاحظہ کرنی چاہئے۔

سمت حسن انسان کی قوت عاقلہ کی تکمیل کا نتیجہ ہے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ فرماتے ہیں۔

دو چیزیں در قوت عاقلہ اور دوسرے میدان کہ بسبب آں
حق تعالیٰ جس طرح نبی کی قوت عاقلہ میں زیادتی عطا فرمائی
سمت صالح نصیب اگر دوسری آیات آقا اب عادایت
اسی طرح اس کی قوت عاقلہ میں بھی زیادتی مرحمت فرمائی
دوسرے منزل و بامست مدینہ بطورے کہ اداں عزیز نژاد
اور اسی درجے سے سمت صالح اس کے نصیب میں آجاتی ہے

السَّمْتُ الْحَسَنَ وَالْإِفْصَادَ جُزْءَيْنِ مِمَّنْ دَعَا إِلَى الْفُرْقَانِ جُزْءَيْنِ مِنَ الْبُغْيَةِ - (رمزہ ابو داؤد)

الحکم والائناء

(۵۰۴) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأَشْجَعِ عَبْدِ الْقَيْسِ إِذَا فُيِكَ تَخَصَّلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللَّهُ الْجَلَمُ وَالْإِنَاءُ - (رمزہ مسلم)

(۵۰۵) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِنَاءُ

اور میانہ روی نبوت کا پھیسواں جز ہے - (ابو داؤد)

حلم و بردباری

(۵۰۴) ابن عباسؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے... اشجع عبد القیس سے فرمایا تجھ میں دو عادتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند میں بردباری اور صبر - (مسلم)

(۵۰۵) سہل بن سعدؓ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبر اور بردباری

اہتمام فرماید خلق و شجاعت و سیاست عدالت	بہرہ سیاست مدنیہ و غیر منزل اور جملہ آداب و عدالت
کفایت و شرافت مصلحت ہر وقت ادا عطا	کی رعایت اس طور رکھنے لگتا ہے کہ اس سے بڑھ کر کسی
یکند و بوسے میں جزا شایانہ واقع شدہ	کے خیال میں نہیں آسکتی اسکا اخلاق، پہاڑی اور صلہ
حدیث السمۃ الصالح چیز میں خستہ و خشرین	و عدالت اور سہوت و حل کے مناسب نامناسب مصلحتوں
جز میں اجزاء النبوة۔	کا صرف بھی بخشد یا ہر اسی چیز کی طرف حدیث السمۃ
(قرۃ العینین ملکہ)	الصالح میں اضافہ کیا گیا ہے۔

خواہ صاحب کے اس بیان سے صحت حسن کی تفسیر معلوم ہو گئی اور اسی سے اس کے اجزاء نبوت یا صبر نبوت ہونے کے معنی بھی واضح ہو گئے۔ شاہد چنانچہ موصوف نے کتاب مذکور کے ص ۱۶۵ پر اس کی مزید تفسیر فرمائی ہے ملاحظہ کی جائے۔

یہ بات قابل یادداشت ہے کہ شعب اسلام میں بن اعمال کا اجزاء نبوت یا صبر نبوت کہا گیا ہے اس پر عمل پیرا ہونا سہل منتہی کے قریب ہے ان اعمال کا خاصہ قرب ولایت نہیں قرب نبوت ہے ارباب حقائق کے اعمال صانع سے جو قرب نصیب ہو رہے اس کی بھی مدد فہم کی ہیں اس لئے جن سیدہ بلند طبائے میں قرب نبوت سے مناسبت ہو انہیں ان اعمال کا خصوصیت کے ساتھ لحاظ رکھنا چاہئے۔ اور ان حدیثوں کو محض ایک اسلوب تاکیدی خیال کر کے معمولی نہ سمجھنا چاہئے۔

(۵۰۵) روایت میں موجود ہے کہ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ یہ خصلتیں مجھ میں فطری ہیں یا کبھی آپ نے فرمایا فطری اس سے معلوم ہوا کہ جو اخلاق حسنہ انسان کی فطرت میں ہوں اگرچہ وہ اس کے اختیاری نہیں ہوتے تاہم وہ بھی اس پیکلے قابل مدح اور اس کی سادگی کی علامت ہیں۔

مِنْ اللَّهِ وَالْمُجَلَّةُ مِنَ الشَّيْطَانِ - (مرآۃ الترمذی وقال هذا حديث غریب وقد تكلم بعض اهل الحديث فی عبد الحمید بن عباس الراوی من قبل حفظه

علامات الایمان والاسلام

(۵۰۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِلْإِسْلَامِ ضَوْءَ مَنَاسِكَ الْمَنَاسِكَ الطَّرِيقُ - (المستدرک).

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نصیب ہوتی ہے اور جلد بازی شیطان کی حرکت ہے۔ (ترمذی)

ایمان اور اسلام کی چند نشانیاں

(۵۰۶) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایمان کی بھی ایک چمک اور روشنی ہوتی ہے اور راستوں کے نشانات کی طرح اس کی بھی کچھ نمایاں علامتیں ہیں (مستدرک)

(۵۰۵) تعبیل کا یہ شباطین بود - تقریباً اسی حدیث کا ترجمہ ہے۔ یہاں محبت سے مراد وفات کی ضد ہے تاہل باکل علیہ چیز ہے عبادت میں تاہل غیب اور اس کے خلاف محبت پسندیدہ ہے۔ مگر وہ محبت نہیں جس میں منافات ہستوں سے جاتی رہے۔

(۵۰۶) عرب کی سرزمین ایک چمیل میدان تھی اس میں کسی علامت کے بغیر راستہ چلنا مشکل تھا اس لئے ان کا دستور تھا کہ راستوں کی شناخت کے لئے وہ جا بجا پتھر نصب کر دیا کرتے تھے۔ اسی دستور کے مطابق حدیث نے اسلام کو ایک میدان اور مومن کو اس کے مسافر سے تشبیہ دی ہے اور سمجھایا ہے کہ اس میدان میں بھی صحیح راستہ پر گامزن رہنا اسی وقت ممکن ہے جبکہ اس کے نشانات قائم ہیں اگر خدائے کر وہ یہ نشانات مٹ جائیں تو ہر صحیح راستہ کا پتہ ملنا ہی مشکل ہے اس تعبیر میں یہ تشبیہ کرنی مقصود ہے کہ جس طرح تم دنیا کے عام راستوں کے نشانات کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح تم کو ایمان و اسلام کے ان احکام کی حفاظت کرنی بھی ضروری ہے جو علامات اور نشانات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حدیثوں میں جن اعمال کو ارکان اور جن کو شعبے کہا گیا ہے یہ صرف عبارت کا تقاضا نہیں ہے اسی طرح یہاں جن اعمال کو مآراء علامت قرار دیا گیا ہے یہ بھی صرف مجاز و شاعریت نہیں بلکہ ان کی اپنی اپنی خاص خاص قیمتوں پر مبنی ہے مثلاً جن اعمال کو ارکان قرار دیا گیا ہے ان کی حقیقت یہ ہے کہ وہ دین کے لئے ایک بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں ان کا قائم رہنا دین کا قائم رہنا اور ان کا گر جانا دین کے سقوط اور گر جانے کے مراد ہے اسی طرح جن کو فروع اور شعب کہا گیا ہے ان کی حقیقت میں دین اسلام سے چھوٹ کر نکلنے کی خصوصیت نمایاں ہے پس تاہل اور جاریہیں خیریت کے نزدیک فرق یہ ہے کہ چار ایک ایسی چیزیں ہیں کا شجرۂ اسلامی سے چھوٹ کر نکلنا ضروری ہے۔

(باقی مابقیہ بر صفحہ آئندہ)

الیقین بان اللہ تعالیٰ معجیت ماکان

(۵۰۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْعَامِرِيِّ عَنِ الشَّيْخِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ تَعَلَّقَتْ فَقَدْ طَعَمَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ عَبْدَ اللَّهِ وَخَذَ بِلِئْلِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

اس بات کا یقین ہو جانا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہر جگہ حاضر و ناظر ہے

(۵۰۷) عبد اللہ بن معاویہ عامری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے تین کام کر لئے اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا۔ اس تصور کے ساتھ خدا کی عبادت کی کہ اس کے سوا معبود

و یقینہ از صفحہ گذشتہ) مگر نام صرف اتنی حیثیت نہیں رکھتی۔ وہ ایک اور پر کے درجہ کا رکن ہے جس پر دین کی بنیاد قائم ہے۔ اگر وہ متزلزل ہو تو دین کی ساری عمارت متزلزل ہو جاتی ہے اس طرح جن اعمال کو سارا اور علامت قرار دیا گیا ہے ان میں انسان کی تصدیق باطن یا اقتصاد ظاہر پر علامت ہونے کی خصوصیت نمایاں ہوتی چاہے جس کی بناء پر وہ اس کے صداقت کی دلیل بن سکیں۔ اگر آپ ایمان و شعب اور علامات کی ان جدا جدا خصوصیات کو لے کر طوری پر سمجھ جائیں اور اجزا میں صیح صیح ان کا انداز بھی کر لیں تو یہ ایک بہت بڑا علم ہو گا مگر یہ ہم مختصر الفاظ میں اس کو مختل اور سمجھا سنبھتا رہیں اور نہ ان مختصر اوراق میں اس کو پہلے لے کر لیں تو یہ ہم نے اس کے لئے ہم نے صرف اشارہ کر دیا ہے کہ ہر ذی فہم اپنی اپنی مقدار فہم کے مطابق اس غور و غوض میں حصہ لے اور حدیث کے فنی معنیوں میں سے ان بے بہا حقیقتوں کو کمال کمال کر اپنے خزانہ دل میں جمع کر رہے ہیں

وادیق ترازیغ مقصود نشان گراں ز سیدیم تو شاید برسی

واضح رہے کہ احادیث میں ایمان کا عام استعمال قطعی تصدیق میں اور اسلام کا اعمالی ظاہر میں کیا گیا ہے اس لحاظ سے علامات کی بھی دو قسمیں ہوتی ہیں بعض قسمیں وہ ہیں جن کا تعلق قلب سے ہے اور ان میں ان کے خدا اپنے ہی فیصلہ کرنے کی باتیں ہیں اور بعض وہ ہیں جن کا تعلق جوارح کے ساتھ ہے ان میں دوسروں کی شہادت کا بھی دخل ہے اور ہر صورت علامات کا مرتبہ صرف اتنا ہی ہے کہ اسے دیکھ کر عین پیدا ہونے لگتا ہے کہ جس چیز کے لئے اس کو علامت مقرر کیا گیا ہے وہ بھی وہاں موجود ہے اگرچہ اس کا ہونا قطعی اور ضروری نہیں ہو سکتا ہے کہ کسی مانع کی وجہ سے اس علامت کی موجودگی کے باوجود اس شے کا وجود نہ ہو۔ بادل آتے ہیں اور بارش ہوتی ہے مگر کبھی بادلوں کے باوجود بارش نہیں ہوتی اس کے بھی کچھ قریب یا بعد اسباب ہوتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود بادلوں کے بارش کی علامت ہونے میں کوئی کلام نہیں ہوتا۔ پس زیرِ عنوان احادیث کا منشا یہ نہیں کہ ان امور کے بعد ایمان و اسلام کا وجود کسی شک و شبہ کے بغیر ثابت ہو جاتا ہے بلکہ یہ صرف اس کی علامات ہیں کولون ان احادیث کا منشا یہ ہے کہ ایک مسلمان اور ایک مومن کہلے یہ جانتے شرم ہے کہ ایمان و اسلام کا دعویٰ تو کسے مگر اس میں ایمان و اسلام کی ایک علامت بھی نہ پائی جائے۔ آپ ان علامات کو اپنے قلب و غالب میں پیدا تو کیجئے پھر تجرہ کیجئے کہ آپ کا ظاہر و باطن ایمان و اسلام کی حقیقت سے بھی لگن ہو جاتا ہے یا نہیں۔

وَأَعْلَى زَكَاةٍ مَالِهِ طَبِئَتْ بِهَا نَفْسِي كُلَّ عَامٍ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ فِي آخِرِهِ قَتَا تَزَكِيَةَ الْمَرْءِ
نَفْسَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَنْ يَعْلَمَ أَنَّ اللَّهَ مَعَهُ حَيْثُمَا كَانَ (رواه البخاري مسنده)

(۵۰۸) عَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ أَفْضَلَ الْوَجْهُ
أَنْ يَعْلَمَ أَنَّ اللَّهَ مَعَكَ حَيْثُمَا كُنْتَ. (رواه الصبراني)

(۵۰۹) عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
سَفَرٍ فَعَمِلَ النَّاسُ يَجْمَعُونَ بِالتَّكْبِيرِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ

اور کوئی نہیں۔ اور اپنے مال کی زکوٰۃ نہایت فراخ دلی اور خوشی کے ساتھ سال بہ سال ادا کی اس کے بعد
انہوں نے آپ کی پوری حدیث ذکر کی اور اس کے آخر میں یہ بات بیان کی کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ
یہ تو مال کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ تھا فرمائیے نفس کی زکوٰۃ دینے کا طریقہ کیا ہے فرمایا یہ کہ اس بات کا یقین
حاصل ہو جائے کہ انسان جس جگہ بھی ہو اللہ کی ذات پاک اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ (بخاری)

(۵۰۸) عبادہ بن صامتؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں نے
افضل ایان یہ ہے کہ تو اس کا یقین رکھے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک تیرے ساتھ ہر جہاں بھی تو ہو (طبرانی)
(۵۰۹) ابو موسیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے
لوگ جمع جمع کر تکبیریں کہنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! اپنی جانوں پر رحم کھاؤ تم اس کو تو

(۵۰۹) ملار کہ قول فی النفس اور قرات فی النفس کے معنی سمجھنے کے لئے اس حدیث کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے بعض
لوگ اس کے معنی صرف قلبی تصور سمجھتے ہیں ہمارے نزدیک لغت کے لحاظ سے یہ مکمل ہے جو ترجمہ ہم نے ادھر کیا ہے۔ ہمارے
تذکرہ دی مختار ہے۔ یہ حقیقت بار بار آپ کے سامنے پیش کی جا چکی ہے کہ اسلام صرف زبانی اقرار کا نام نہیں، صرف تصدیق
کا نام بھی نہیں بلکہ ان سے گذر کر مرتبہ احسان تک رسائی حاصل کرنے کا نام ہے۔ مرتبہ احسان اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے اس امتضاء
کو کہتے ہیں جس میں غیبت و شہادت کا فرق باقی نہ رہے۔ اس کا تصور اس درجہ غالب آجائے کہ ہمہ وقت یہ محسوس ہونے لگے
گو یا وہ تبارے ساتھ ہے اس کا قرب اس درجہ مستولی ہو جائے کہ شکر سوار کو جو چیز سب سے زیادہ نزدیک نظر آرہی ہو وہ
اس کو اس سے بھی زیادہ نزدیک نظر آنے لگے۔ اسلام میں اللہ تعالیٰ کا پاک تصور جس طرح ماریت کی عظمت سے منسوب میرا
ہے اسی طرح متاخر و مجاہد بھی نہیں ہے کہ اس کے متعلق سمجھ و بصیر کا تصور اس کے تجربہ کے مافیہ وہاں داعی اسلام نے یہ ہدایت
فرمائی کہ اسلام میں اللہ تعالیٰ کے متعلق جو تصورات بنائے گئے ہیں وہ فرضی نہیں بلکہ حقیقت رکھتے ہیں اگر اس پر سمجھ و بصیر کا
اطلاق کیا گیا ہے تو اس کی حقیقت بھی ہمیشہ تبارے زیر نظر رہنی چاہئے۔ تبارہی یہ چیخ و پکار تہہ دینی ہے کہ تم نے اپنے خدا
کو شاید اہم اور غائب سمجھ رکھا ہے اس لئے تم اس ادب و وقار کے ساتھ اس کو یاد کیا کرو کہ صرف تبارے ذہن میں ہی اس کے
بیس و بصیر ہونے کا تصور وہ ہے بلکہ ہر دیکھنے والا بھی یہی سمجھے کہ تم ایسے خدا کو یاد کر رہے ہو جس میں یہ دونوں صفاتیں

اِزْبَعُوا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ اَنْتُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَحَدًا وَلَا غَايِبًا اَنْتُمْ تَدْعُوْنَ سَمِيعًا بَصِيرًا وَهُوَ
 مَعَكُمْ وَالَّذِي تَدْعُوْنَ اَقْرَبُ اِلٰى اَحَدِكُمْ مِنْ عَنِّي رَاجِلًا قَالَ ابُو مُوسٰى وَاَنَا
 خَلْفَةُ اَوَّلِ لَحْوَلٍ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فِيْ نَفْسِيْ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بِنِ قَيْسِ الْاَلا
 اَذْ لَكَ عَلٰى كُنْزٍ مِنْ كُنْزِنَا الْجَنَّةِ فَقُلْتُ بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا
 قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (متفق عليه)

نہیں پکار رہے ہو جو سنانہ ہو یا یہاں موجود نہ ہو تم کو اس کو پکار رہے ہو جو شنوا اور بینا ہے اور
 جو تمہارے ساتھ ہے جس کو تم پکار رہے ہو وہ تو تم سے تمہارے اونٹ کی گردن سے بھی زیادہ نزدیک
 ہے۔ ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا اور آہستہ آہستہ یہ کلمات
 کہہ رہا تھا لا حول ولا قوۃ الا باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبد اللہ بن قیس
 (ابو موسیٰ کا نام ہے) کیا میں تم کو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ کی اطلاع نہ دوں میں نے
 عرض کیا یا رسول اللہ ضرور۔ آپ نے فرمایا وہ کلمہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ہے۔ (متفق علیہ)

جدہم موجود یہاں سانی حرکت کا شمار صرف اس مضنہ لمحہ کو وظائف بندگی میں مشغول کرنا اور اس کی یاد میں
 تر رکھنا ہے اور بس۔ جب تم اس جدہم پر پہنچ جاؤ گے تو یہ اس کی علامت ہوگی کہ اب تم میں مرتبہ احسان کے اثرات
 پیدا ہو گئے ہیں اور اسلام کی بلند چوٹیوں پر تمہاری رسائی ہونے والی ہے۔ مومن کامل میں جب یہ نسبت احسان
 واضح ہو جاتی ہے تو پھر نوبت یہ آ جاتی ہے کہ اگر تمام جہاں بھی زیرِ قہر ہو جائے جب بھی اس کے اس احتضار
 میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا اس لئے اس مومن کی شان یہ ہو جاتی ہے کہ لا یخزن خمر الفزع الا کبرہ
 یعنی ہنگامہ قیامت بھی ان کے لئے غم کا موجب نہیں ہوگا اور اس عظیم ہنگامہ میں بھی ٹہرے مطمئن نظر
 آئیں گے خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام جب غارِ ثور میں تشریف لائے اور دشمن سر پر کھڑا تھا اس خطرناک
 موقع پر آپ کے لئے موجب اطمینان یہ تسلی بخش تصور تھا لا تخزن ان اللہ معنا۔ یعنی اے رفیقِ غار
 تم غم نہ کھاؤ کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی دریائے نیل کو اسی طاقت سے عبور
 کر رہے تھے۔ ان معی ربی سیکھ لیں۔

صبر و افعال کلہا اللہ سبحانہ

(۵۱۰) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ وَأَبْغَضَ لِلَّهِ وَأَعْطَى لِلَّهِ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ (رمہاء ابو داؤد و الترمذی و زاداحل انکرمشہ)
 (۵۱۱) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطْمِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَسْتَوِي الْعَبْدُ صَرِيحُ الْإِيمَانِ حَتَّى يُحِبَّ لِلَّهِ وَيُبْغِضَ لِلَّهِ فَإِذَا أَحَبَّ لِلَّهِ وَأَبْغَضَ لِلَّهِ فَقَدْ اسْتَقْبَلَ الْوِلَايَةَ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى (رمہاء احمد)

تمام اعمال کا رخ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کی طرف پلٹ جانا

(۵۱۰) ابوامامہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت رکھے اور اللہ تعالیٰ ہی کی خاطر دشمنی رکھے۔ کسی کو دے تو اسی کے نام پر نہ دے تو اسی کی وجہ سے تو اس شخص نے اپنا ایمان کامل کر لیا۔ امام احمد کی روایت میں اتنی زیادتی اور ہے کہ نکاح کرے تو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے (یعنی عفت فرج مقصود ہو)۔ (ابوداؤد ترمذی)

(۵۱۱) عمرو بن جموح روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ بندہ کا ایمان اس وقت تک خالص اور کامل نہیں ہو گا جب تک کہ وہ خدائے تعالیٰ ہی کے نام پر دوستی اور اسی کے نام پر دشمنی کرنے کا عادی نہ ہو جائے پھر جب یہ اس کا عادی بن جائے تو اب اس کا حق ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی ولایت سے نواز دے۔ (احمد)

(۵۱۱) ان دونوں حدیثوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جب دواعی قلب اور کلمات جوارح سب رضائے الہی کے تابع بن جائیں تو یہ بات کی علامت ہوگی کہ اب ایمان اس کے ظاہر و باطن میں پرج چکاسے قلب و زبان میں پوری یک رنگی پوری صداقت پیدا ہو چکی ہے اور اس میں نفاق کے کسی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ عمرو بن جموح کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس انسانی جب ترقی کی اس سراج پر جا پہنچتا ہے تو وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ فضل الہی اس کو اپنی ولایت خاصہ کا خلعت پہنا دے شاید صوفیاء کرام اسی کو فنا و بقا کے نام سے یاد کرتے ہیں اور یہی نسبت احسان کا خلاصہ ہے۔

گفت قدوسی فقیری در فنا و در بقا
 نفاق کے باب کے تفصیلی نوٹ میں اس پر سر حاصل بحث موجود ہے ملاحظہ کیجئے۔

الجهاد باليد واللسان والقلب

(۵۱۲) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللَّهُ تَعَالَى فِي أُمَّةٍ قَبْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّةٍ خَوَارِثُونَ وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُونَ

امرو المعروف ونہی عن المنکر میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کرنا

(۵۱۲) عبد اللہ بن مسعود روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے پہلے کسی امت میں اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر اس کی امت میں ایسے لوگ فرو گزشتہ ہیں جو اس کے

(۵۱۲) امام مسلم نے اس حدیث کو طابق بن شہاب کے واسطے سے بھی روایت کیا ہے اس میں ان مراتب ثلاثہ کو وقتی استطاعت و قدرت کے ساتھ متقدم کیا گیا ہے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ تم میں جو شخص کوئی بات شریعت کے خلاف دیکھے اسے پہلے کہہ دے یا اسے اس کی اصلاح کر دے۔ اگر اتنی قدرت نہ ہو تو زبان سے اس کی مخالفت کر دے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو اس سے کہا کہ کہنے دل میں اس کی ناکامی بلکہ محسوس کرنا ہے اور وہ جواباً ان کا سب سے کم درجہ ہے۔

اس حدیث میں ایمان کے تین درجے قائم کئے گئے ہیں قوی، درمیانہ، اور ضعیف ان میں ہر ایک درجہ کا اقتدار جوار احمد ہر ایک کی صلاح و علوہ علیہما ہے۔ سب سے ضعیف درجہ کی علامت یہ ہے کہ خلاف شرع امور سے قلب میں ہر وقت نفرت و کراہت محسوس ہو یعنی جب کہیں کوئی منکر نظر آئے تو فوراً قلب میں اس پر ناگواری محسوس ہو۔ قرآن کریم میں بھی اس کی طرف اشارہ موجود ہے و کفرہ الیکم الکفر والعصیان (اللہ تعالیٰ نے (صرف اپنی مہربانی سے) تمہارے دلوں میں کفر و فسق اور اپنی نافرمانی نے کراہت ڈال دی ہے) اس کراہت کے بھی ضعف و قوت کے لحاظ سے تین مراتب تک سکے ہیں سب سے اعلیٰ تو یہ ہے کہ خدا کی زمین سے کفر و فسق کو اپنی قوت یا نو سے مٹا دے اور اس سے تو کیا کہ کہ دل میں اس کی ناگواری محسوس کرنا ہے اگر اتنا احساس بھی نہیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ اب اس میں ایمان کی کوئی نشانی بھی نہیں۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ نے بہت کچھ لکھا ہے ہمارے نزدیک سب سے اچھی شرح حافظ ابن تیمیہ کی ہے لیکن وہ محدثین کی اس تحقیق پر مبنی ہے کہ ایمان صرف تصدیق کا نام نہیں بلکہ تصدیق و اعمال کے مجموعہ کا نام ہے اسی مجموعہ پر ہر درجہ کا وعدہ کیا گیا ہے اس بناء پر حدیث کا مطلب یہ ہو گا کہ اس مجموعہ میں جن باتوں پر ثواب کا وعدہ ہے وہ امر بالمعروف کے سلسلہ میں صرف یہی تین باتیں ہیں۔ تغیر یا یلید ان میں سب سے اعلیٰ ہے اور انکا قلبی سب سے ادنیٰ نہیں اگر کسی کا ہاتھ ازالہ منکر کے لئے حرکت نہیں کرتا، اس کی زبان روکنے کے لئے نہیں ہلتی اور اس کا قلب اندرونی طور پر بھی انکار کے لئے آمادہ نہیں ہوتا تو اس کے بعد اب اعمال یا ایمان میں ایسا کوئی عمل نہیں ہے جس کی ادائیگی پر اس کو کسی ادنیٰ ثواب کا بھی استحقاق ہو۔ محدثین کے نزدیک چونکہ اعمال ایمان کے اجزاء شمار ہوتے ہیں اس لئے اس حدیث میں اجزاء ایمان کی فہم سے حال ہی کی فہم مراد ہے۔ ولیس وراء ذلك من الايمان حبة خرد دلی کی شیک شرح ہے۔ یہی انکا قلبی کے بعد اب رائی کے

يُسْتَنْبَهِ وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِهُ ثُمَّ انْهَضُوا خَلْفَهُ مِنْ بَعْدِهِ وَهُمْ خُلُوفٌ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ
وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ فَمَنْ جَاهَدَ هُمْ بَيِّدَهُ فَنُفُو مُؤْمِرِينَ وَمَنْ جَاهَدَ هُمْ

معین و مددگار اس کے طریقہ کار کے متبع و پیروکار اور اس کے ہر حکم کے مقتدی و فرمانبردار ہوا کرتے تھے
پھر ان کے بعد ان کے جانشین کچھ ایسے بد اطوار لوگ ہوئے (جن کے قول و عمل میں بڑا فرق تھا) وہ
جو بات اپنی زبانوں سے کہتے اس پر عمل نہ کرتے اور وہ حرکتیں کرتے جن کا ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا جو شخص

دانہ کے برابر ہی ایمان کا کوئی جزا یا نہیں رہا جس کی کوئی اجر مرتب ہے اس کے معنی نہیں ہیں کہ اس کے بعد وہ شخص مومن ہی
بانتی نہیں رہے گا۔ (دیکھو کتاب الامان ص ۱۷۷)

اصل حقیقت یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ایمان بالشر کے ساتھ بہت گہرا ربط ہے حسب ذیل آیت پر غور کیجئے
كُنْ خَيْرَ امَّةٍ اُخْرَجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَذُوْهُمْ صَوْنٌ بِاللّٰهِ۔ یعنی اس امت کی
غیرت میں امر کے ساتھ وابستگی گئی ہے ان میں سب سے ممتاز ایمان بالشر کی صفت ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسی
کے لوازم ہیں یہی اس لئے پہلی امتیں اگر ایمان بالشر میں ہم سے پیچھے رہیں تو امر بالمعروف میں بھی ان کا قدم ہم سے پیچھے ہی تھا اور یہ
امت اگر ایمان بالشر میں سب سے فائق رہی تو امر بالمعروف میں بھی اس کا قدم سب سے آگے ہے۔ یہ حال ایمان بالشر کے ساتھ کسی نہ
کسی مرتبہ میں امر بالمعروف ہونا بھی ضروری ہے جس کا سب سے ضیف درجہ انکار قلبی ہے اگرچہ بھی نہیں ہے تو پھر یہ غور کرنا ہوگا کہ اب
اس میں ایمان بالشر کی کتنی مدد اور اس کی کیا علامت ہوتی ہے۔ اسلام میں ایمان کی علامت صرف پشانی پر ناز کا نشان
ہر نوز پر ہندو کی خشکی اور بد وقت رزق کی ادائیگی قرار نہیں دی گئی بلکہ اس کی ایک بڑی علامت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر
بھی قدر دی گئی ہے اس سے واضح ہو چکے کہ ایمان بالشر اور امر بالمعروف میں بڑا گہرا ربط ہے۔ ایمان صرف ان اعمال کے ادا کرنے
سے کامل نہیں ہوتا جن سے کہ ایک انسان کے نفس کی صرف ذاتی تکمیل ہو جاتی ہے بلکہ اس کا سیارہ اعمال میں جن سے تمام مخلوق
کے نفوس کی تکمیل ہوتی ہے یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ اس امت کی خلقت کا اصل نشانہ صرف اسے کمال بات
علیہ و علیہ کی تکمیل نہیں بلکہ خدا کے تمام مخلوقات کے تکمیل کی ذمہ داری بھی اسی کے سر ہے اور یہی اس کا طفرہ امتیاز
ہے اور اسی بنا پر اس کو تمام امتوں پر فضیلت دی گئی ہے۔

یہ بات بہت زیادہ قابل غور ہے کہ جب ایک انسان کی ذاتی تکمیل کے لئے بھی قوت ایمانی کی ضرورت ہے تو اس
امت کے لئے جس کی ہر عورت دی گئی ہو کہ وہ تمام دنیا کی طاقتوں کو جیلنج کر دیکر ان کی نصیحتانی اور اخلاقی تکمیل کر دے، کتنے
عزم کتنی قوت ایمانی اور کتنے وثوق بالشر کی ضرورت ہوگی، ایمان بالشر کے بغیر امر بالمعروف ہو ہی نہیں سکتا۔ اور یہ صفت
جب تک کامل ہوگی انسان اتنا ہی امر بالمعروف کے لئے مضطر ہوگا اور اگر بغیر نبی سے وہ اس اضطراب سے قائل ہو چکا ہے تو
جب تک اس میں نور ایمانی کا کوئی ذرہ موجود ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کا دل احساس ناگواری سے تو خالی نہ رہے اگر
اس میں احساس ناگواری بھی نہیں تو پھر ہر جتنا چاہے کہ اس میں غیرت ایمانی کا کوئی شائبہ بھی نہیں۔ یہی اس حدیث کی مختصر
شرح اب امر بالمعروف کے متعلق چند اہم نکات سنئے۔
حدیث کے فقرہ اذ ارأی منکرًا جب کوئی برائی دیکھے میں روایت سے مراد برائی کا ثبوت اور یقین ہے

يَسَاءَنَ هَؤُلَاءُ مَنُومٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ يَغْلِبْهُمْ هَؤُلَاءُ مَنُومٌ وَلَيْسَ ذَرَاءُكَ مِنَ الْاِيْمَانِ
حَبَّةُ خَرْقٍ كَلْبٍ. (سراج الخسنة للبخاري)

بھی ایسے لوگوں کا اپنے ہاتھ سے مقابلہ کرے وہ مومن اور جزیان سے ان کی تردید کرے وہ مومن اور جو صرف
قلبی ناگواری پر کفایت کرے وہ بھی ایک درجہ کا مومن ہے اس کے بعد ایک رائی کے دانہ برابر بھی
ایمان کا کوئی جز نہیں۔ (مسلم وغیرہ)

اس کا انکسوں سے دیکھنا مراد نہیں ہے تاہم صاحب بحر الرائق نے پانچویں جلد میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شخص کو کسی
مصیبت میں مبتلا دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بھی ازالہ کا حق حاصل ہے اور اگر وہ اس مصیبت سے قانع ہو چکا ہے تو اب
اس کو صرف یہ حق ہوگا کہ اس معاملہ کو قاضی تک پہنچا دے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ علی طہر تفریغ صرف قاضی کا وظیفہ ہے اور دفعات
تفریغ کا اجراء عوام کا حق نہیں ہاں امیر بالمعروف پر فرض کا فرض ہے اس میں کسی کی تخصیص نہیں ہے۔

یہ بات قابل فراموشی نہیں ہے کہ شریعت میں جتنا امیر بالمعروف کی ترغیب ہے اتنا ہی تجسس باحوال کی ممانعت بھی ہے
قاضی اس کا امیر نہیں ہے کہ وہ لوگوں کے حالات کا زبردستی تجسس کیا کرے اس کا فرض صرف یہ ہے کہ جب اس کے سامنے
کوئی معاملہ آجائے تو وہ اس کی تحقیق کر کے مناسب فیصلہ صادر کرے۔ یہاں کتاب الاحکام السلطانیہ میں قاضی ابو یعلیٰ نے بہت
خوب تفصیل کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ اگر اقتضایا یہ ہے جس کا تجسس نہ کرنے سے کسی کی جان، آبرو یا مال ضائع ہو جائے کا خطرہ
ہوتا ہے جیسا زنا، چوری اور قتل تو ان معاملات کا تجسس کرنا امام کا فرض ہے اور اگر ایسا معاملہ نہ ہو تو پھر عام حالات میں
تجسس کرنا مناسب نہیں ہے۔ دوم یہ کہ جن ملکات کا ادا نہ کرنا واجب ہے وہ اپنے ملکات میں جو بالاتفاق منکر ہیں۔ مخفیہ
مسائل میں ایک دوسرے پر انکار کرنا قلت علم اور تنگ نظری ہے قاضی ابو یعلیٰ اس کی اور تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہاں
اس اختلاف کا استشہاد کرنا ضروری ہے جو چھپو کے بالمقابل ہوا کسی شفق علیہ حرام کا ذریعہ بن جائے۔ جیسے سوکھ چھپو کے
نزدیک نقد ہوا ادھار دونوں صورتوں میں حرام ہے۔ اس مسئلہ میں اگرچہ بعض سلف کا کہہ خلاف متغول ہے لیکن چونکہ یہ
چھپو کے خلاف ہے اس لئے اس پر بھی انکار کرنا ضروری ہوگا۔ امام احمد نے یہاں ایک اور دھچکپ تفصیل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ
اس قسم کے مسئلہ پر عمل کرنے والے کو مزارعہ دیا جائے مگر بعض سلف کے خلاف کی وجہ سے اس کو قاضی نہ کہا جائے۔ محل عقد
بھی اسی قسم میں داخل ہے یہ بھی چھپو کے خلاف ہے اور اگر اس کی اجازت دیدی جائے تو یہ مریخ زنا کا ذریعہ بن سکتا ہے
جو شفق علیہ حرام ہے اس لئے اس کی بھی ممانعت کی جائے اور اس کے منکر کو مزارعہ دیا جائے۔ اور اگر یہ ثابت ہو جائے
کہ سلف میں کوئی اس کا قائل نہ تھا تو اس کو قاضی بھی کہا جائے۔ (اعلام الموقعین ج ۲ ص ۲۵۲)

اسلام میں امیر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جتنی اہمیت ہے اس سے زیادہ اہمیت مواقع انکار جانے کی ہے
بسا اوقات بے عمل انکار خود ایک منکر کی صورت بن جاتا ہے۔ حافظ ابن تیمیہ نے اس کی ہمارے دوسری تحریر فرمائی ہیں (۱) منکر اور
برائی کو روکنے سے اصلاح کی توقع ہوا اور اس کی بجائے نیکی پیدا ہونے کی امید ہو۔ (۲) اگر اس کے ازالہ کی توقع نہ ہو تو
کہاؤ کم اس میں خفت کی امید ہو۔ (۳) یا اس کے ہمزون دوسری برائی پیدا ہونے کا خطرہ ہو۔ (۴) یا اس سے ہمزون برائی
کا خطرہ ہو۔ (باقی حاشیہ بر ص ۲۵۲ آئندہ)

الاجتناب عن الشبهات

(۵۱۳) عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الشَّعْبَانِيِّ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُ إِنَّ الْخَلَالَ بَيْنَ وَحَلَالٍ وَبَيْنَ حَرَامٍ بَيْنٌ وَمِنْهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَاتٌ

جن باتوں کا ٹھیک حکم معلوم نہ ہو ان کو ترک کر دینا

(۵۱۳) نفعان بن بشیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ (دین میں) حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے ہاں ان دونوں کے درمیان کچھ باتیں مشتبہ ہیں

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) صرف پہلی دو صورتوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضروری ہے۔ تیسری صورت خود انسان کے احساس و تیز بہر قوت ہے اور چوتھی صورت حرام ہے۔ اس تفصیل کے مطابق اگر ایک جماعت فطری کج میل رہی ہے اور امید ہے کہ اگر اس کو روکا گیا تو وہ کسی اور بہتر مشغلہ میں لگ جائے گی تو اس کو منع کرنا ضروری ہوگا ورنہ نہیں۔ اسی طرح اگر ایک شخص ناول دیکھتا ہے اور خطر یہ ہے کہ اس کو روکا گیا تو وہ اور بدوین اور فاسد الغالب مصنفین کی کتابوں کے دیکھنے میں مشغول ہو جائے گا تو اس کو ناول دیکھنے سے منع نہ کرنا ضروری ہوگا۔ حتیٰ کہ اگر ایک شخص شراب نوشی اور قمار بازی میں مشغول ہو اور اس کی فاسد فطرت سے یہ اندیشہ ہے کہ اس کو روکا گیا تو وہ قتل و غارت میں مشغول ہو جائے گا تو ایسے شخص کو ان مشاغل میں رہنے دینا مناسب ہے۔ (اعلام الموقعین ج ۳ ص ۲)

عالم وہ ہے جو ان مراتب کو پہچانے انسان کی صحیح رعایت بھی رکھے نہ ہر کہ سرتر اشد قلندری دانہ۔

(۵۱۳) حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ دین کا بڑا حصہ کھلا ہوا حلال یا کھلا ہوا حرام ہے۔ اس پر عمل کرنا تو کوئی بڑے کمال کی بات نہیں یہ تو ہر شخص کا فرض ہے البتہ اس کا ایک حصہ وہ ہے جس کے متعلق اکثر لوگ کھلے طور پر نہیں جانتے کہ وہ حلال ہے یا حرام۔ مخصوص اور بڑے درجہ کے علماء اگرچہ اس کا بھی حکم جانتے ہیں لیکن متوسط طبقہ کے نزدیک اس کا حکم مشتبہ ہوتا ہے یہی حصہ انسان کی کمزور فطرت کی آزمائش گاہ ہے جس شخص نے اس اشتباہ سے ناجائز فائدہ اٹھایا، اس نے دیندار طبقہ کی نظروں میں اپنی دینی عظمت و محبت کا معاملہ مشتبہ کر دیا اور ایک حد تک انھیں نکتہ چینی کرنے کا حق دینا لیکن جس شخص نے یہاں استقامت دکھلائی اس نے اپنی دینی شخصیت صاف کر دی اور یہ ثابت کر دیا کہ اس کے قلب میں دین کا در حقیقت بہت بڑا احترام ہے۔ تیسری قسم وہ ہے جس کو مشبہات کا اصل حکم معلوم ہے وہ اس جگہ زیر بحث ہی نہیں وہ ان سب میں کامل زان ہے وہ علمی ذوق پیدا کر کے اشتباہ کی ظلمت سے نکل چکا ہے اس لئے اس کے حق میں کمال یہ ہے کہ جس کی تحقیق ہو اسی پر عمل کرے۔ کیونکہ جب

اس کے حق میں یہاں کوئی اشتباہ ہی نہیں تو اس کے لئے انکار عن الشبهات کا حکم بھی نہیں۔ جو نکتہ ذریعہ اور احتیاط کی اس منزل تک رسائی آسان امر نہیں بیان صرف ظاہری اعضا کی سلامتی سے کام نہیں چلتا بلکہ قلب انسانی کی سلامتی کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ اگر تم اس وادی کو مسجد کرنا چاہتے ہو تو پہلے اپنے قلب کی سلامتی پیدا کرو۔ قلب کی سلامتی یہ ہے کہ اس میں ایک ذات پاک و صمد لاشریک لہ کی محبت کے سوا کسی

لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمِنَ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ فَقَدْ اسْتَبْرَأَ لِنَفْسِهِ وَعِزُّهُ وَمَنْ
وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي النَّحْمِ كَالرَّاعِي حَوْلَ الْحَيِّ يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ

جن کا صحیح علم اکثر لوگ نہیں جانتے جو شخص ان باتوں سے بچتا رہے اس نے تو اپنے دین اور دنیوی طرف سے
صفائی پیش کر دی اور جان میں مبتلا ہو گیا وہ یقیناً حرام میں بھی مبتلا ہو کر رہے گا۔ اس کی مثال اُس
چرواہے کی سی ہے جو اپنے جانوروں کو کسی (مخصوص) جنگل کے ارد گرد چرانے لگتا ہے۔ قریب ہے کہ اس کے

فیر کی محبت کی سائی نہ رہے اور ان اعمال کے سوا جن میں اس کی رضامندی ہو کسی اور عمل کا جذبہ نہ رہے جب اس میں
یہ صفت پیدا ہو جائے گی تو ظاہری اعضاء خود بخود اطہر شرعی کی بجا آوری کے لئے مضطرب ہو جائیں گے اور منہیات
شرعیہ تو دور کیا اور مشتبہ سے بھی طبعاً متفرج ہو جائیں گے اور یہ کھن منزل ذوق و شوق کے ساتھ طے ہونا شروع
ہو جائے گی۔ لیکن اگر قلب میں اس طرح صفت سلامتی پیدا نہیں ہوتی اور وہ بدستور خواہشات نفسانی کا گرفتار رہتا رہا
تو اس کا اثر انسان کے ظاہری اعضاء میں بھی نمودار ہوتے بغیر نہیں رہے گا کیونکہ انسانی اعضاء میں قلب کی مثال ایسی ہر
جیسی فوج میں ایک بادشاہ کی جس طرح فوج کی صلاح و فساد کا مدار بادشاہ کے صلاح و فساد پر ہوتا ہے اسی طرح اعضاء
ظاہری کی صلاح و فساد کا مدار قلب کی صلاح و فساد پر ہوتا ہے۔ پس اصل اہتمام کے قابل نکلتا صلاح قلب ہے اسی لئے
مسند امام احمد میں حضرت انسؓ مروغوا بوایت کرتے ہیں: "لا يستقيم ايمان عبد حتى يستقيم قلبه" کسی بندہ کا
ایمان اس وقت تک درست نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا قلب درست نہ ہو جائے۔ یہاں استقامت ایمان میں
اعمال کی استقامت بھی داخل ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ دعا تعلیم
فرمائی ہے۔ اللہم انی اسألك قلبا سليما اے اللہ میں تجھ سے ایسا قلب مانگتا ہوں جو سلیم ہو۔ آیت ذیل میں
بھی اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے یوم لا یغفر مال ولا بنون الا من اتى الله بقلب سليم۔

یہ صفت انبیاء علیہم السلام کو کسب و مجاہدہ کے بغیر نہ مل سکتی تھی اس کمال کے ساتھ عطا کر دی جاتی تھی
کہ وہ شرک و کفر کی خوفناک سے خوفناک واریوں سے بھی اس طرح پاک و صاف گزر جاتے کہ ان کے دامن احتیاج میں
شک و شبہات کا ایک کاٹا بھی نہیں جھپٹتا۔

عالم کے موصداً عظمیٰ حضرت خلیلؑ نے جب دنیا میں قدم رکھا تو اپنے چاروں طرف بت پرستی اور کواکب پرستی کا
ماحول دیکھا مگر قدرت نے ان کو ایسا سلیم قلب مرحمت فرمایا تھا کہ پہلی ہی نظر میں ان کو ستاروں کی چمک دمک اور حرموں
کی رعنائی ایک منظر کا ذب نظر آئی اور ان تمام مہر و بان باطل سے انھوں نے بیک آواز اپنے ان الفاظ میں ہنزاری کا
اعلان کر دیا: اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهَیْ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ؟ ان کی
اسی فطری سلامتی قلب کو حسب ذیل آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔ اذ جاء ربه بقلب سليم۔

خلاصہ یہ ہے کہ اعمال ظاہری کی سلامتی کا راز قلب کی سلامتی میں مضمر ہے۔ اگر قلب ماسوا اللہ کی گرفتاری سے
نجات حاصل کر چکا ہے تو یقیناً وہ شبہات کی طرف قدم اٹھانے سے بھی انتہاء وجہ کا رہے گا۔ جو اس کی انسانی منوعات
شرعیہ کے ارتکاب میں جس و حرکت بن جائیں گے وہ مشتبہات یا مروج منوعات کے ارتکاب سے بھی کوئی امر مانع نہ ہوگا۔

أَلَا وَرَأَىٰ لِكُلِّ مَلَائِكَةٍ حِمِّيًّا أَلَا وَرَأَىٰ حِمِّيًّا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْحَجِّ مُصْنَعَةً
إِذَا صَلَّيْتُ صَلَّيْتُ الْحَجَّ كُلَّهُ وَإِذَا قَدَّسْتُ قَدَّسْتُ الْحَجَّ كُلَّهُ أَلَا وَرَأَىٰ الْقَلْبَ (رواه البخاری سلم)

جانور اس کے اندر بھی جا نہیں۔ خوب سن لو کہ ہر بادشاہ کا ایک نہ ایک جنگل ریز واد مخصوص ہوتا ہے اور
اللہ تعالیٰ کے ریز واد وہ جنگل اس کے محرمات ہیں۔ خوب سن لو کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک
لوٹھرا ہے کہ اگر وہ سنور گیا تو سارا جسم سنور جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ گیا تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے
وہ گوشت کا لوٹھرا انسان کا دل ہے۔ (متفق علیہ)

اس ذیل میں چند اور امر بھی قابلِ تنبیہ ہیں۔

(۱) خفین بالا کی روشنی میں شبہات کے بارے میں دو قسم کے انسان ہر جاتے ہیں۔ ایک ان کا حکم جاننے والے دوسرے
نہ جاننے والے۔ حکم نہ جاننے والوں کی دو صورتیں ہیں یا تو ان کو مدوڑ نہ کوئی حکم معلوم نہیں یا اگر کسی جانب کوئی حکم معلوم ہے تو
وہ خلاف واقع ہے ظاہر ہے کہ اس قدر پیروہ بھی نہ جاننے والوں ہی کے برابر ہیں۔

(۲) قرآن و حدیث نے اگرچہ دین کی تمام حلال یا حرام اشیاء کو صاف صاف بیان کر دیا ہے لیکن بھر بھی بیان و
توضیح کے لحاظ سے ان میں مراتب کا تفاوت ضروری ہے مثلاً بعض حلال و حرام تو ایسے ہیں جو خواص و عوام تک بذریعہ
تواضع پہنچ چکے ہیں ان میں نہ کوئی اشتباہ ہو سکتا ہے نہ کبھی اختلاف اور کچھ ایسے بھی ہیں جو اس شہرت کے ساتھ پہنچ نہیں سکے
اس حصہ میں علماء کے اختلاف یا دلائل کے تعارض سے کہیں کہیں شبہ پیدا ہو سکتا ہے مثلاً کھانے کا گوشت کھانا یا نہ کھانا یا نہ کھانا
زیادہ حصہ نشہ آور ہو جانے یا باطنی طہارت کے ساتھ کسی جانب بھی حکم نہیں لگایا جاسکتا ہے تو اس صورت کی مثال قحی جہاں
صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے اشتباہ پیدا ہو گیا ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ علم حاصل ہونے کے باوجود پھر اشتباہ ہو جاتا ہے مثلاً
جہاں اباحت اور ظاہر کی شہادت میں تعارض واقع ہو جائے مثلاً غیر متاط کا کفر کے برتن اگر نہ دیکھا جائے کہ ہل اشیاء
میں طہارت ہے تو اس کے برتن پاک ہونے چاہئیں اور ان کے استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہ ہونا چاہئے اور اگر اس کے
غیر متاط ہونے کی طرف نظر کی جائے تو ظاہر ہے کہ وہ ناپاک ہونے چاہئیں اور پاک کئے بغیر ان کو استعمال نہ کرنا چاہئے
اس قسم کے مقامات پر حدیث مذکور یہی واحد حل پیش کرتی ہے کہ یہ سب محلِ شبہات ہیں ان سے اجتناب کرنا یہی دینی
پختگی کی علامت ہے۔

(۳) ہر چند کہ میدانِ شبہات کے ترک کرنے کا حکم اسی کے حق میں ہے جس کے حق میں اشتباہ موجود ہو لیکن وہ
شخص جس کے حق میں کوئی اشتباہ نہ ہو اگر اپنی دینی آہد کے تحفظ کی خاطر محلِ شبہ ترک کر دے تو یہ بھی ایک خوبی
کی صفت ہے اور مطلوب ہے۔

ایک مرتبہ آپ اعکاف میں تھے آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت منیہؓ آپ کی زیارت کیلئے تشریف لائیں واپسی میں
ان کے رخصت کرنے کے لئے آپ بھی چند قدم ان کے ہمراہ تشریف لائے۔ اتفاقاً بعض صحابہ ادھر سے گزرے تو آپ نے
ان کو ٹھہرایا اور فرمایا یہ میری زوجہ منیہؓ ہیں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلا آپ کے متعلق بھی کوئی بدگمانی ہو سکتی ہو
(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

اطمینان النفس بالبر وتزودها بالاثم

(۸۱۳) عَنِ النَّوَاسِ بْنِ سَمْعَانَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْإِثْمُ مَا خَالَفَ فِي نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يُطْلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ - (رحمہ اللہ)

نیک بات پر دل کا مطمئن ہو جانا اور گناہ میں خلش کا باقی رہنا

(۵۱۴) نَوَاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَوَى اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْإِثْمُ مَا خَالَفَ فِي نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يُطْلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ - (رحمہ اللہ)

دقیقہ از صفحہ ۱۸۷ شنبہ آپ نے فرمایا درست ہے مگر شیطان انسان کی رگ و پے میں اس طرح دوڑتا پھرتا ہے جس طرح خون رگد میں۔ میں نے اس کی دوسرا اندازی کے خطرے سے ہمنائی پیش کی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس واقعہ میں اشتباہ کا کوئی عمل ہی نہ تھا لیکن جو بات کسی غلط فہمی کے بنا پر بھی شبہ کا موجب بن سکتی تھی اس کو بھی آپ نے صاف کر دیا۔ نبی کا یہ بھی ایک بڑا کمال ہوتا ہے کہ عصمت کے بلند سے بلند مقام پر کھڑے ہونے کے باوجود وہ اپنے نفس کو شرعی احکام میں عوام کی صف میں برابر رکھتا ہے۔

شریعت میں مقامات بہت کم ہیں تو ایک عام بات ہے لیکن نبی کا معاملہ اس بارے میں اصرار زیادہ نازک ہوتا ہے اگر اس کی طرف سے کسی کے قلب میں کوئی دوسرا گندہ جائے تو اس شخص کے ایمان ہی کی بنیادیں ہلکتی ہیں۔

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت انسؓ جبکہ نماز کے لئے تشریف لے گئے دیکھا تو لوگ نماز سے فارغ ہو کر اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہو چکے تھے اس لئے انہوں نے ایک گوشہ میں نظر ہی بچا کر چپکے سے اپنی نماز ادا فرمائی اور کہا جو شخص خدا تعالیٰ سے شرم نہیں کرتا وہ اس کی مخلوق سے بھی شرم نہیں کرتا۔ (جامع العلوم) اس واقعہ سے سبق ملتا ہے کہ فراموشی و واجبات میں کسی اتفاقی کوتاہی کو منظر عام پر لانا کمال کی بات نہیں شرم کی بات ہے۔

بہر حال ان دونوں واقعات میں اگرچہ دراصل شبہ کا کوئی عمل نہ تھا اس کے باوجود صرف عوام کی غلط فہمی اور اس پرانے طعن و تشنیع کے خطرے سے بچنے کی خاطر احتیاط کی گئی۔ معلوم ہوا کہ کسی غلط فہمی کے ازالہ کی رعایت سے مشہیات کو ترک کر دینا بھی سخیں امر ہے۔

(۵۱۵) عَنْ وَاصِصَةَ بْنِ مَعْبُدٍ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ جِئْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْبِرِّ وَالْإِيمَانِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اسْتَعْفَ قَلْبَكَ الْبِرُّ مَا أَطْلَمَتْ إِلَيْهِ النَّفْسُ

(۵۱۵) وابصہ بن معبد بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا کیا گناہ اور نیکی کی تعریف پوچھنے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا تو اپنے دل کو

(۵۱۵) اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو فطرت اسلام پر پیدا کیا ہے ان میں حق و ناحق کا احساس اور اس کا امتیاز اسی طرح دو بعیت فرمایا ہے جس طرح حواس خمسہ میں اشیاء ظاہری کا احساس جب تک انسان اپنی اصل فطرت پر قائم رہتا ہے اس کا حاسبہ فطری بھی ظاہری حواس کی طرح صحیح صحیح کام کیا کرتا ہے جس طرح کان ایک لمحے غمے کی طرف بلا ارادہ لگ جلتے ہیں مادربے غمے سے غیر اختیاری طور پر ہٹ جاتے ہیں۔ اسی طرح انسان کا حاسبہ فطرت بھی افعال اللہ سے طبعاً مانوس اور منہیات شرعیہ سے نفرتاً متحرک رہتا ہے اسی بنا پر اوامر شرعیہ کو معروف اور منہیات کو منکرات سے تعبیر کیا جاتا ہے حسب ذیل آیات میں انسان کی اسی اسلامی فطرت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۱، اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِذَا ذَكَرَ اللّٰهُ
وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَاِذَا نُتِلَتْ عَلَيْهِمْ
اٰيَاتُنَا زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا۔
چھ سلطان تو ایس دی ہی کہ جب خدا تعالیٰ کا نام لیا جاتا
ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب آیات الہی
ان کو دیکھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان کو اور بھی
زیادہ کر دیتی ہیں۔

۲، اَلَا بَدْرُ اللّٰهِ تَطْمِئِنُّ الْقُلُوبُ ۔
سن لو کہ خدا کی یاد سے دلوں کو تسلی ہو جاتی ہے۔

ذکورہ بالا حدیث بھی قلب کی اسی فطری سلامتی پر مبنی ہے۔

لیکن جب فطرت انسانی کو کچھ خارجی اسباب کی بنا پر آفت زدہ ہو جاتی ہے تو اس میں وہ احساس بھی باقی نہیں رہتا اور جس طرح بیمار حواس صحیح صحیح کام نہیں کرتے اس کی فطرت بھی پورے طور پر کام نہیں کرتی اور شدہ شدہ ایسے اسباب پر پہنچ جاتی ہے جہاں اسے حق و ناحق کا کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا۔ انسان اس نابینا کی طرح ہو جاتا ہے جو سرخ و سفید کا صرف تم تو سنتا ہے مگر میں طبی طور پر ادراک نہیں کرتا اسی طرح وہ انسان جس کی فطرت آفت رسیدہ ہو جاتی ہے، حق و باطل کا فرق صرف دلائل کی قوت سے ہی سمجھتا یا سمجھتا ہے مگر یہ بھی طور پر اس کا ادراک نہیں کر سکتا۔ اس کو اسلام سے نفرت اور کفر سے نفرت طبی نہیں ہوتی صرف استدلالی ہوتی ہے۔ یہ انسان صحیح فطرت سے ہٹا ہوا انسان ہے۔ یہ تندست نہیں بیمار ہے اس لئے اس کا احساس کبھی کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ حضرت شیخ محمد صالح نے اپنے مکتوب علیہ جلد اول میں اس کی خوب تحقیق فرمائی ہے حافظ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں کہ حدیث کا دوسرا جلد ذکر ہمت ان یطعم علیہ الناس اور کھجے یہ ناپسند ہو کہ لوگوں کو اس کی خبر ہو کسی امر کے گناہ ہنسی صوب سے کھلی ہوئی علامت ہے کہ یہ نہ اس کا مطلب ہے کہ وہ بات الکی ہے کہ اس کی برائی تمام لوگوں پر اتنی عیاں ہے کہ اگر ان کو اطلاع ہو جائے تو وہ اس پر بے توقف اعتراض کریں۔ یہی کسی مشتبہ امر کے گناہ ہونے کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی کہ وہ عوام و خواص سب کے نزدیک موجب اعتراض ہو اب اگر کسی جلد سے تم اسے جائز بنانا چاہتے ہو تو ہمارے نفس کی خیانت ہوگی۔ اسی لئے حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ جن باتوں کے شغل

کوئی حدیث نہ ملے ان کے متعلق قاعدہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس کو بے بجاہ استحسان دیکھیں تو اسے اچھی بات سمجھوا دیا کر بہ نظر کراہت دیکھیں تو بری سمجھو۔ اس تحقیق سے حضرت امین سودی کی حدیث کا مصداق بھی معلوم ہو گا پھر حافظہ نہ کر دے فرماتے ہیں کہ کسی امر کے گناہ ہونے کی دو قسمیں ہیں علامت یہ ہے کہ منفی اگر جس اس کے متعلق یہ فتویٰ دیکھا ہو کہ وہ گناہ نہیں مگر بدل پھر بھی اس پر مطمئن نہ ہو اور برابر اس میں گناہ ہونے کی خلیں محسوس کرتا رہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اتنا کھلا ہوا گناہ نہیں ہے کہ عام طور پر اس کو گناہ کی بات سمجھا جائے۔ (ماہنامہ العلوم ص ۱۷۱)

خلاصہ کہ نیک انسان کو نیکی کے ساتھ ایک فطری تناسب پرتلے ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ لوہے کو مٹا طیس ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی امر کا نیکی ہونا شرعاً معلوم ہو جائے تو ایک انسان کے فطرت کی سلامتی کی علامت یہ ہے کہ اس کی طرف وہ اپنی قلبی کشش محسوس کرے اسی طرح اگر کسی شخص کا شرعاً نیک ہو ثابت ہو جائے تو کسی مشتبہ امر کے نیک و بد ہونے کی علامت اس کی فطرت ہے اگر اس کی جانب اس کے دل میں کشش موجود ہے تو سمجھنا چاہئے کہ وہ نیکی کا عمل ہے ورنہ نہیں۔ قرآن و حدیث کے تصریح کروں۔ کام میں ہی اسی میار کو بدرجہ اولیٰ سمجھنا چاہئے۔ واخفا لکبیرۃ الاعلیٰ الخاشعین۔

مذکورہ بالا بیان سے یہ ظاہر ہے کہ مفتی کے فتوے کے مقابلہ میں قلمی فتوے کی ترجیح کئے گئے دو شرطیں ہیں۔ (۱) مفتی کا قلب نورانیان سے منور ہو۔ (۲) مفتی کا فتویٰ محض اس کے فطن یا خواہش نفسانی پر مبنی ہو۔ پس اگر مفتی کا قلب سلیم ہے تو بلاشبہ اس کا فتویٰ ان عقیدوں کے فتوؤں سے ہزاروں درجہ مذنی ہوگا جو صرف اپنی رائے سے فتوے دیتے ہیں وہ خود بھی بیمار ہیں اور ان کے فتوے بھی بیمار۔ — لیکن اگر مفتی کے پاس دلیل شرعی موجود ہے تو پھر ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اگر اس کا دل بخوشی اس پر راضی نہیں ہو تو توجہ جبرائی پر اس کو ادھنی کرے بعض مسائل میں صرف جذبہ ابلع کی بنا پر بعض صحابہ کرام نے آپ کی تفصیل ارشاد میں تامل کیا تھا تو آپ کو سخت ناگوار گذرا اس وقت ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا ورنہ سمجھ گئے کہ آپ کا حکم محض شفقت یا سہولت کی رعایت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ درحقیقت آپ ان سے وہ عمل کرنا ہی چاہتے تھے ہیں جب دلیل شرعی سامنے آجائے تو ان شرائع صد ماوراء قلمی فتوے سب غیر معتبر ہو جاتے ہیں۔ اس مفتی کا فتوے اور فطری نورانی جگہ کار آمد ہوتا ہے جہاں حدیث و قرآن کا نور موجود نظر نہ آئے۔ جہاں یہ نور موجود ہو وہاں کسی مادہ نور کی ضرورت نہیں ہے۔

آب آدیم بر خاست

آپ آدمیم برخواست
حضرت شیخ محمد الف ثانی سرہندی شیخ اکبر کی تصنیف فتوحات مکیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: فتوحات مکیہ
مارا از فتوحات مکیہ بے نیاز کردہ "سبحان اشرار الایمان اور قلب کی صمیم شہادت صرف یہی ہے۔

الترک لما فیہ ریب والاختیار لما لا ریب فیہ

(۵۱۶) عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ سُبْحَانَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَائَتِهِ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْمًا يُرِيْبُكَ إِلَى مَا لَا يُرِيْبُكَ رَحْمَةُ النَّسَائِيِّ وَالتِّرْمِذِيِّ وَقَالَ حَسَنٌ مَعِيهِ قَالَ ابْنُ رَجَبٍ وَقَدْ هَرَى هَذَا الْكَلَامُ مَوْفَوْا عَلَى جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ مِنْهُمْ عُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ أَبُو الدَّرْدَاءُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ

ترک ما لا باس بہ حد نہ کرنا کہ باس

(۵۱۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ

جس جانب میں تردد ہو اسے چھوڑ دینا اور جس میں تردد نہ ہو اسے اختیار کر لینا

(۵۱۶) حضرت حسن روایت فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی ہوئی بات خبیثہ کا کتاب نے فرمایا جو بات تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر وہ بات اختیار کر لو جس میں تمہیں کوئی شک نہ ہو (ترمذی)

حرام میں مبتلا ہو جانے کے خوف سے بعض حلال کو بھی ترک کر دینا

(۵۱۷) عبد اللہ بن یزید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی بندہ تمہیں کے بلند مقام کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ ناجائز میں مبتلا ہونے کے

(۵۱۷) ابو الدرداء فرماتے ہیں کہ پورا تقویٰ یہ ہے کہ بندہ بعض حلال چیزوں کو بھی ترک کر دے اس خوف سے کہ کہیں وہ حرام نہ ہو تاکہ حرام اور حلال کے درمیان ایک پردہ باقی رہ جائے۔

ابن عمر فرماتے ہیں میں پسند کرتا ہوں کہ اپنے اور حرام کے درمیان ایک حجاب قائم رکھوں اور اسے چاک نہ کروں۔
یسر بن ہریر فرماتے ہیں کہ آدمی صرف حلال پاس وقت تک رک نہیں سکتا جب تک کہ حلال کے ایک حصہ کو اپنے اور حرام کے درمیان حائل نہ بنائے ہے۔ سیان بن عیینہ کا منقول بھی اسی کے قریب ہے۔

ماظہ ابن رجب حنبلی نے یہاں ایک نہایت اہم دقیقہ کی طرف توجہ دلائی ہے ہم ان کی اصل عبارت صحتہ جب کے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

وہا هنا امر یبغی التعظن لہ دھوان
المدقین فی التوقف عن الشہات
یہاں ایک بات سمجھنی ضروری ہے اور وہ ہے کہ شہادت
بارے میں زیادہ بارکیاں نکالنی اسی شخص کیلئے مناسب ہے

أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُتَّقِينَ حَتَّى يَدْعَ مَا لَا بَأْسَ بِهِ جَذْرًا لِيَأْتِيَهُمْ بَأْسٌ رَحِمَهُ اللَّهُ التَّوَدُّعِي ابْنُ مَاجٍ

المسترة بالحسنات والمساءة على السيئات

(۵۱۸) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّلَ مَا لَا إِيمَانَ تَقَال

خطو سے بہت سی جائز باتوں کو بھی چھوڑ نہ دے۔ (ترمذی)

نیکی سے خوش ہونا اور بدی سے غمگین ہونا

(۵۱۸) ابوامامہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا ایمان کی کیا علامت ہے

أَمَّا يَصْلُحُ لِمَنْ اسْتَقَامَتْ أحوالہ کلاہا
وَتَقَامَتْ أَعْمَالُہِ التَّقْوَى وَالْوَدْعُ فَمَا
مِنْ يَتَمُّ فِي اتِّحَادِ الْمَجْرُمَاتِ الظَّاهِرَةِ ثُمَّ
يُرِيدَانِ يَتَوَدَّعُ عَنْ شَيْءٍ مِنْ رَفَائِشِ الشَّجَرَةِ
فَأَنَّهُ لَا يَحْتَمِلُ لِمَنْ ذَلِكِ بَلْ يَكْرَهُ عَلَيْهِ كَمَا قَالَ
ابْنُ عَرَبٍ لِمَنْ سَأَلَهُ عَنْ دَمِ الْبَعْضِ مِنْ أَهْلِ
الْعِلَّةِ يَا سُرُوقِي عَنْ دَمِ الْبَعْضِ وَقَدْ قَتَلُوا
الْأَسِيرَ وَصَحَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ عَلِيٌّ عَنَّا مِنْ الدُّنْيَا وَدَسَّالَ رَجُلٌ
بِشَرِّ بَنِي الْحَارِثِ عَنْ رَجُلٍ لِمَنْ زَوْجَتُهُ وَ
أَمَهُ تَأْمَرُهُ بِطَلَاقِهَا فَقَالَ إِنَّكَ أَنْ
بَرَأْتَهُ فِي كُلِّ شَيْءٍ وَلَوْ مِنْ مَنِّ بَرَأْتَ
الْأُطْلَاقَ زَوْجَتَهُ فَلْيَفْعَلْ -

(جامع العلوم من)

حس کے اوصالات بھی بلند ہوں اس کے دس و تقوی کا یہا
بھی اد تھا ہو مگر جو شخص کلم کلامات کا ارتکاب کرے
اس کے بعد یاریاں نکال نکال کر سنتی بنے کا شوق رکھے تو
اس کیلئے صرف نامزد ہی نہیں بلکہ قابلِ مذمت ہوگا۔
ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ ایک عراقی شخص نے پوچھا کہ اگر
حالت احرام میں مہر مارے تو اس کی کیا جزا دینی چاہئے۔
آپؓ نے فرمایا حضرت عیینہؓ کو تو شہید کر ڈالا اب مجھ سے پھر
کے خون کا تقویٰ پوچھنے ہے ہیں۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ نبیؐ ہم سے دوسری
اسی طرح بشر بن الحارث سے مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک شخص کی
والدہ کہتی ہے کہ تو اپنی بی بی کو طلاق دیدے اب لے گیا
کر لیا ہے فرمایا اگر وہ شخص اپنی والدہ کے تمام حقوق ادا کر
کر چکا ہے اور اس کی فرمانبرداری میں اس معاملہ کے سوال
کوئی بات باقی نہیں رہی تو اسے طلاق دیدینی چاہئے اور اگر
ابھی کچھ اور راصل ہی باقی ہیں تو طلاق دینی چاہئے۔

(۵۱۸) حدیث بھی انسان کے حائے فطرت کی سلامتی پر مبنی ہے جس طرح صحت کی ایک نشانی یہ بھی ہے

کہ زبان کا ذائقہ درست ہو مٹی چیر مٹی چیر کر ڈی چیر کر ڈی۔ اسی طرح حائے فطرت کے صحت کی علامت یہ ہے
کہ قلب کا ذائقہ درست ہو اور اس میں حسد اور حسد کا صحیح امتیاز باقی ہو۔ اگر امتیاز باقی نہ رہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ
اب کسی مرض نے اس کو گھیر لیا ہے۔ افسوس زین لہ سوء عملہ فلا حسنا۔ کیا وہ شخص جس کے برے عمل اس کے

مَنْ سَرَّ شَرُّ حَسَنَتِهِ وَسَاءَتْهُ سَيِّئَتُهُ فَهُوَ مُؤْمِنٌ (الحاکم فی المستدرک)

(۵۱۹) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ كَيْفَ لِي أَنْ أَعْلَمَ إِذَا أَحْسَنْتُ وَلَا إِذَا أَسَأْتُ قَالَ إِذَا سَمِعْتَ جِبْرَانَكَ يَقُولُونَ قَدْ أَحْسَنْتَ فَقَدْ أَحْسَنْتَ وَإِذَا سَمِعْتَهُمْ يَقُولُونَ قَدْ أَسَأْتَ فَقَدْ أَسَأْتَ بِإِخْرَاجِ جَاهِدِ بْنِ مَاجَةَ وَالطَّبْرَانِي فِي الْكَبِيرِ قَالَ الْعِرَاقِي اسْنَادُهُ جَيِّدٌ وَإِخْرَاجُ ابْنِ مَاجَةَ أَيْضًا عَنْ كَثِيرٍ مِنَ الْأَخْزَاعِيِّ قَالَ الْمُنَادِي فِي الْكَبِيرِ رَجُلٌ ابْنُ مَاجَةَ جَلَّالُ الصَّيْحِ الْأَشْجَرُ مُحَمَّدُ بْنُ بَحِيٍّ فَلَمْ يَخْرُجْ لَهُ سَلَمٌ وَرِثَاءُ أَيْضًا الْبَزْزَالُ قَالَ الْهَيْثَمِيُّ وَرَجُلًا رَجُلًا الصَّيْحُ

آپ نے ارشاد فرمایا جس شخص کو اپنی بلی بلی لگے اور برائی بری معلوم ہو پس یہ اس کی علامت ہے کہ وہ نومن ہے۔ (مستدرک)

(۵۱۹) ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا میں کیسے سمجھوں کہ میں نے یہ کام اچھا کیا ہے اور برا۔ انھوں نے جواب دیا کہ جب تو اپنے ہمسایوں کی زبان سے یہ سنے کہ تو نے اچھا کام کیا ہے تو (سمجھ لینا کہ) یقیناً تو نے وہ کام اچھا ہی کیا ہے اور جب یہ سنے کہ وہ کہتے ہیں کہ تو نے برا کام کیا ہے تو (جان لینا کہ) یقیناً تو نے وہ کام بہا ہی کیا ہے۔ (احمد۔ ابن ماجہ طبرانی)

ملنے بھلے بنائے گئے ہوں اور اس لئے وہ ان کو بھلا دیکھنے لگا ہوا اس کی برابر ہو سکتا ہے جس کا حال غلط تندرست ہو اور برائی اور صلائی کی حقیقت کا صحیح صحیح ادراک کرتا ہو اس وقت میں یہ بھی بتا دوں گا کہ جس کا حال غلط تندرست ہو جاتا ہے خود اس کو اپنے ذائقہ کی غلطی کا احساس نہیں ہوتا وہ غلبہ مرض کی وجہ سے ہی سمجھتا رہتا ہے کہ جو احساس وہ کر رہا ہے درحقیقت وہی امر واقعہ ہے حالانکہ زمین شیطان کا اثر ہوتا ہے پس اب باہر فرق صرف یہ ہے کہ سب سے پیشتر دیکھنا چاہئے کہ سید اور حسنہ کے بیان کی جو اصل قرآنا دین ہے یعنی شریعت اس نے اس امر کے متعلق کیا حکم دیا ہے اس کے بعد اگر اپنا ذوق بھی اس کی موافقت کرتا ہے تو اس کے صحت کی علامت سمجھنا چاہئے اور اگر اس کے خلاف ہے تو یہ مرض کی علامت سمجھنا چاہئے ورنہ تو ہر فاسق کو اپنا فاسق سمجھنا چاہئے۔

یاد رہے کہ یہ احادیث صرف ایک تفسیل نہیں بلکہ جس طرح عوام الناس کا قلب عداوت و محبت اور فرحت و غم کی کیفیات حقیقتہً محسوس کرتا ہے اسی طرح ایک مومن کا قلب بھی سے مسرت اور برائی سے انتہاض کی کیفیات حقیقتہً محسوس کرتا ہے بلکہ اس سے کہیں زیادہ کہ نہ کہ عالم مادیت میں اگر احساس ہے تو برا سطر اکی روحانیت کے ہے پس جب بالواسطہ کیفیات کا احساس ہے تو تو جو کیفیات بلا واسطہ اس کی روحانیت پر وارد ہوں ان کا احساس کس درجہ قوی ہونا چاہئے۔

(۵۱۹) اس حدیث میں صرف حسن جوار کی تعلیم دینا مقصود ہے انسانی معاشرت کا ہر ایک بہت اہم باب ہے۔ حتیٰ جوار کی ترغیب دینے کے لئے ہر طرف ایک پہلو پر بیان ہے جو اس زمانہ کے حالات کے لحاظ سے مین واقع کے مطابق تھا۔ فقیر حالات اور انحطاط دین کے دور میں اگرچہ احسان اور مصلحت کا مدار صرف مہایہ کی شہادت پر قائم نہیں کیا جاسکتا۔

(۵۲۰) عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَطَبَ النَّاسَ بِالْحَاجَايَةِ فَقَالَ قَامَ
فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامِي فَيَكُمُ فَقَالَ اسْتَوْصُوا بِأَصْحَابِي خَيْرًا تَمُ
الَّذِينَ يَلُوكُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُوكُمْ ثُمَّ يَفْشُوا الْكَذِبَ حَتَّى إِنَّ الرَّجُلَ يَبْدَأُ بِالشَّهَادَةِ
قَبْلَ أَنْ يُسْأَلَ لَهَا وَيَالْمِيقِينَ قَبْلَ أَنْ يُسْأَلَ لَهَا فَمَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ مَجُوزَةً الْجَنَّةِ فَلْيَكْزَمْ
الْجَمَاعَةَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الْإِثْمِ أَبْعَدُ وَلَا يَخْلُونَ أَحَدٌ كُمْ بِأَمْرَةٍ
فَإِنَّ الشَّيْطَانَ نَالَهُمَا وَمَنْ سَرَّهُ حَسَنَتُهُ وَسَاءَ تَهْ سَيِّئَتُهُ فَهُوَ مُؤْمِنٌ - (اخرجه
الطحاوی فی مشکل الآثار وعبد النبی غره)

(۵۲۰) ابن عمر سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے مقام جاہلیہ میں ایک تقریر کے دوران میں فرمایا
کہ جس طرح اس وقت میں تمہارے سامنے تقریر کے لئے کھڑا ہوا ہوں، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بھی ہمارے سامنے تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا میرے صحابہ کے ساتھ ہمیشہ اچھا
سلوک کرنا اور ان لوگوں کے ساتھ جو ان کے متصل آئیں گے یعنی طبقہ تابعین پھر جو لوگ ان کے متصل
آئیں گے یعنی طبقہ تبع تابعین اس کے بعد ایسا زمانہ آئے گا کہ کھلم کھلا جھوٹ رائج ہو جائیگا اور نوبت
یہاں تک آجائے گی کہ طلب کرنے سے پہلے آدمی شہادت دینے کے لئے تیار ہوگا اور قسم کی درخواست
سے پہلے قسم کھانے کے لئے آمادہ ہوگا۔ پس تم میں جو شخص بھی جنت کا درمیانی اور بہتر سے بہتر طبقہ حاصل
کرنا چاہے اُسے امیر کی جماعت کے ساتھ لگا رہنا چاہئے کیونکہ شیطان ہمیشہ اکیلے ہی شخص کا
ساتھی ہوتا ہے اور جہاں دو ہوئے وہ ان سے دور ہوا۔ تم میں کسی شخص کو کسی غیر محرم عورت کے
ساتھ تنہا نہ ملنا چاہئے کیونکہ شیطان (آکر) ان میں بے سربا بن جاتا ہے (اور دلوں میں برائی کے
دوسے ڈالتا ہے) اور جس شخص کو اپنی بھلائی بھلی لگے اور برائی بری لگے وہ شخص بلاشبہ پتکا
مومن ہے۔ (مشکل الآثار)

ربیعہ حاشیہ از صفحہ گزشتہ) مگر حسن حواری تسلیم جو اس حدیث کی اصل روح ہے وہ اب بھی اپنی جگہ برتنو
موجود ہے۔ حدیثوں کا طرز خطاب اپنے ماحول کے لحاظ سے ہوتا ہے اور اس کی اصل تعلیم عام ہوتی ہے۔ لوگ اس طرز
خطاب کو بھی اور فساد میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب نہیں سمجھ سکتے تو بے فہمیت کی تاویل کرتے ہیں اور بالآخر حدیث کی
اصل روح سے بھی دستبردار ہو بیٹھے ہیں۔

(۵۲۱) عَنْ أَبِي زُرَيْرٍ الْعُقَيْلِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ لِي بِأَنْ أَعْلَمَ أَنَّي مُؤْمِنٌ قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ عَبْدٍ يَعْمَلُ حَسَنَةً فَيَعْلَمُ أَنَّهَا حَسَنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ جَازِي بِهَا خَيْرًا وَلَا يَعْمَلُ سَيِّئَةً فَيَعْلَمُ أَنَّهَا سَيِّئَةٌ وَيَسْتَغْفِرُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ مِنْهَا وَيَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ إِلَّا وَهُوَ مُؤْمِنٌ - (اخرجا احمد والطبرانی فی الاوسط)

(۵۲۲) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ الَّذِينَ إِذَا أَحْسَنُوا اسْتَبْشَرُوا وَإِذَا أَسَؤُوا اسْتَغْفَرُوا - (سرواه ابن ماجه المصنفی فی الدعوات النبویہ)

(۵۲۱) ابو زرین عقیلی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ میں یہ کیسے سمجھوں کہ اب میں مؤمن ہو گیا، آپ نے فرمایا میری امت میں کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ جب وہ کوئی نیک کام کرے اور یہ محسوس کرے کہ یہ کام نیک ہے اور یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ ضرور اس کا بدلہ دے گا اور جب برائی کرے تو یہ محسوس کرے کہ یہ کام برا ہے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور اس کا یقین رکھے کہ گناہوں کی معاف کرنے والی صرف اسی کی ایک ذات ہے تو وہ شخص ضرور نیکتا مومن ہے - (احمد طبرانی)

(۵۲۲) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے اے اللہ مجھے ان لوگوں میں شمار کرے جو نیک کام کریں خوش ہوں اور جب برا کام کریں تو استغفار کریں - (ابن ماجہ - دعوات کبیر)

(۵۲۱) اس حدیث میں احساس حسنہ اور احساس سیئہ کے ساتھ ایمان و ایمان کے چند گوشے اور بی مذکور ہیں جن حدیثوں میں ان کا ذکر نہیں ہے ان میں بھی آپ ان کو ملحوظ رکھئے تو آپ کو یہ سمجھنا آسان ہو جائے گا کہ ان صفات کے بعد ایمان کا حکم لگانا مناسب ہے۔

(۵۲۲) دراصل انبیاء علیہم السلام کی دعائیں ان کی صفت عبدیت کا تقاضہ ہوتی ہیں یا اہدائ کی امت کے لئے ان میں بڑا سبق ہوتا ہے ان کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ یہ صفت ان میں موجود نہیں ہوتی اور دعائیں کو کہ وہ اس صفت کو حاصل کرنا چاہتے ہیں البتہ وہ اس کی دلیل ہوتی ہیں کہ بارگاہ ایزدی میں وہ صفت اتنی محبوب ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی اس کے لئے دست بردا دیتے ہیں یہاں حسنہ سے استبشار اور سیئہ سے استغفار بھی اسی قسم کی ایک صفت ہے۔

شرح الصدور

(۵۲۳) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ تَلَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمِنْ يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَ بِكَ بِشْرَكَ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ النَّفْسَ إِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ لَمْ تُفْسَحْ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ لِي بِكَ مِنْ عِلْمٍ يُعَرِّفُنِي بِهِ قَالَ نَعَمْ التَّجَانُّ مِنْ دَارِ الْعُرْوَةِ إِلَى دَارِ الْخُلُودِ وَالْإِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نَزْوِلِهِ - (شعب الایمان)

(۵۲۴) عَنْ ابْنِ مَرْيَةَ وَأَبْنِ خَلَّادٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا

احکام اسلامیہ کے لکھنے میں کثادگی پیدا ہو جانا

(۵۲۳) ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے یہ آیت تلاوت فرمائی من یرد اللہ عینی جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرما کر ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے پھر اس کی یہ تفسیر فرمائی کہ نور یا نبی جب مسلمان کے سینہ میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ پھیلنا شروع ہوتا ہے۔ آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ اس کی کوئی علامت بھی ہے جس سے یہ بات معلوم ہو سکے۔ فرمایا ہے۔ دنیا سے (جودھو کے کی ٹی ہے) بیزاری۔ آخرت کی طرف (جودھائی اور ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے) توجہ۔ اور موت کے لئے اس کی آمد سے قبل تسبیح۔ (شعب الایمان)

(۵۲۴) ابو ہریرہ اور ابو خلاد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم دیکھو کہ

(۵۲۳) دنیا اور آخرت دو مقصد ہیں حدیث میں ان دو کو دو سونوں سے تشبیہ دی گئی ہے ان دونوں میں احد اہما سخط الاخری کہ اگر ان میں ایک خوش ہو تو دوسری اس سے ناراض ہو جاتی ہے۔ اس لئے ایک کی طرف میلان کے لئے دوسری سے کشیدگی اختیار کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے دوسرے سے بیزاری اور انابت الی اللہ و حقیقت ایک ہی حقیقت کے دو عنوان ہیں اور اس کے لئے موت کی تیاری کرنا لازم ہے۔ یہ تینوں عنوانات عقائد اور علوم نہیں کیفیات قلبی ہیں جیسا نور یا نبی کہ وہ بھی کیفیت کا نام ہے علوم کے میدان جب طے ہو جاتے ہیں تو کیفیات کے میدان شروع ہو جاتے ہیں۔ ارباب حقائق کی نظروں میں یہ انسانی ترقیات کی علامات ہیں اور میں سے صبغة الله ومن احسن من الله صبغة کی صحیح تفسیر کا انکشاف ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

دایم تراز سنج مقصود نشان گراں ز سیدیم تو شاہ ید برسی

(۵۲۴) علامہ نے حکمت کی تفسیر میں مختلف اقوال لکھ کر ڈھیر لگا دیے۔ آپ اس حدیث کے ساتھ آیت قرآنی ولقد انبأ النعمان الحکمة کو چڑھ کر آپ کو معلوم ہو گا کہ حکمت وہ سچی سچی اور لکھی گئی باتیں ہیں جو وحی کے ذہن میں

رَأَيْتُمُ الْعَبْدَ يُعْطَى زُهْلًا فِي الدُّنْيَا وَفَلَةً مُنْطِقٍ فَأَقْرَبُ إِيمَانَهُ فَإِنَّهُ لَتَلْقَى الْحِكْمَةَ. (رُشْدُ الْإِيمَانِ)

تعاہدالمسجد

(۵۲۵) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَتَعَاهَدُ الْمَسْجِدَ فَأَتَيْتَهُمْ وَالْإِيمَانُ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ: إِنَّمَا يُعْتَمَرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مِنْ أَمْنٍ بِإِلَهِهِ وَالْإِيمَانِ الْأَخِيذِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ. (الآيَةُ مِنْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ بِسَنَدٍ حَسَنٍ)

کسی بندہ کے دل میں دنیا بے رغبتی اور اس میں کم سخی کی صفت پیدا کر دی گئی ہے تو (اس کی مجالست اختیار کر دو اور) اس کے قریب آکر بیٹھو کیونکہ (وقت آگیا ہی کہ اس کو علم لدنی اور سماوی طور پر حرکت سکھادی جائے) (شبہ لایمان)

نازول کیلئے مسجد کی پابندی

(۵۲۵) ابوسعید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ ہمہ وقت نماز کے لئے مسجد کا خیال رکھنے لگا ہے تو اس کے متعلق اب ایمان کی گواہی دے سکتے ہو (باد جو کہ ایمان ایک قلبی چیز ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ حقیقت میں خدا کی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کر سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں نماز پڑھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ (ترمذی شریف)

اللہ تعالیٰ اپنے علمو صالحین کے قلوب میں اپنی جانب سے القافرا نام ہے پھر وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ سب حکمت ہی حکمت ہوتا ہے جس طرح ان کا باطن آثار و برکات ایمانی سے منور ہوتا ہے اسی طرح ان کی زبان کلمات حکمت سے مزین ہوجاتی ہے اور اب اس کے برکات سنت لازمہ نہیں رہتے بلکہ تسبیح ہونے لگتے ہیں جو ان کے پاس آپٹھان کو برکات ایمانی اسی طرح لگ جاتی ہیں جیسا انکسروں کی نظروں میں متعدی امرض۔

(۵۲۵) حیات آپ نے تلاوت فرمائی اس کا پہلا حصہ یہ ہے مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْبُدُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ ثُمَّ خَرُكُوا لَهَا كَوْنِي حَتَّى نَبِيٍّ هِيَ كَمَا هِيَ جَبَّهٌ كَافِرُونَ سے اللہ تعالیٰ کی مسجدیں آباد رکھیں جو یہ حق صرف ان لوگوں کا ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے والے ہیں۔ واضح رہے کہ ایمان کو نماز کے ساتھ بڑا علاقہ ہے اور نماز کو مسجد کے ساتھ بڑی خصوصیت ہے اس لئے مسجد سے تعلق نماز سے تعلق کی علامت ہے اور نماز سے تعلق ایمان سے تعلق کی نشانی ہے۔ جیسا حج کہ اس کا تعلق بیت اللہ سے ہے اور بیت اللہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کی طرف ہے پس جو شخص قدرت و استطاعت کے باوجود حج نہیں کرتا یا اس کی بیت اللہ کے ساتھ تعلق کی کھلی نشانی ہے اور جو شخص بیت اللہ سے اپنی بے تعلقی کے اظہار میں نہیں شرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ اس کی بے تعلقی کی علامت ہے اسی ربط کی وجہ سے قرآن کریم میں نماز کو ایمان اور حج نہ کرنے کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ وما كَانَ اللَّهُ لِيُضْمِرَ إِلَهُكُمْ. اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ تمہارے ایمان ضائع کر دے ص ۴

اب اگر کوئی لکھ کرے (یعنی حج نہ کرے) تو یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تام جہاں سے بے نیاز ہے۔

۴۴ (یعنی نماز جو بیٹھنے سے بیت مقدس کی طرف پڑھیں) ولفہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً و من کون فان اللہ غنی عن العالمین. لوگوں کے ذمہ نماز ہے اللہ تعالیٰ کے بیت کا حج نماز ہے۔

(۵۲۶) عَنْ سَلْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ عَدَّ إِلَى الصَّلَاةِ الصُّغَى عَدًّا بِرَأْيَةِ الْإِيمَانِ وَمَنْ عَدَّ إِلَى السُّوقِ عَدًّا بِرَأْيَةِ الْإِبْلِيسَ - (سماہ بن ماجہ)

الحفاظۃ علی الطہارۃ

(۵۲۷) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اسْتَقِيمُوا وَلَكِنْ تَخْضَعُوا وَاعْمُرُوا خَيْرًا عَمَلًا كَرَّمْتُمُ الصَّلَاةَ وَلَا تَجَارِظُوا عَلَى الْوُضُوءِ إِلَّا مَوْتًا (رواہ مالک و احمد و ابن ماجہ و دارمی)

(۵۲۶) سلمان کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خود سنا ہے آپ فرماتے تھے جو شخص صبح و صبح فجر کی نماز کو گویا وہ (گویا) ایمان کا جھنڈا لے کر گیا اور جو (نماز کی بجائے) بازار گیا وہ (گویا) ابلیس کا جھنڈا لیکر گیا۔ (ابن ماجہ)

طہارت کی نگہداشت

(۵۲۷) ثوبان روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح راستہ پر جے رہو گراں کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ اور خوب سمجھ لو کہ تمہارے دین میں سب سے افضل عمل نماز ہے اور وضو کی نگرانی بجز مومن کا دل کے اور کوئی شخص نہیں کر سکتا۔ (مالک۔ احمد۔ ابن ماجہ۔ دارمی)

(۵۲۶) عرب میں جبندہ حکومت کا آدمی ہونے کی خاص علامت بھی جاتی تھی اب جس شخص نے صبح ہوتے ہی خدا کی فرض نماز ادا کر لی تو اس کے ہاتھ میں ایمان کی سب سے بڑی علامت آگئی اور اس نے اس کا تین ثبوت پیش کر دیا کہ وہ ایمان کی حکومت میں رہنے والا شخص ہے اس کے برخلاف جس نے نماز نہ ادا کی اس نے اس کا ثبوت دیدیا کہ وہ شیطان کے لشکر کا آدمی ہے ہر صبح جب آفتاب نکلتا ہے تو خدا کی مخلوق میں رعب و ترسناک تفریق دیکھتا ہوا نکلتا ہے۔

نقاب چہرے سے خورشید جب اٹھاتا ہے	کوئی حرم کو کوئی جگہ کو جاتا ہے
جودل سے پوچھتا ہوں تو کہہ کر جاتا ہے	تو بھر کے آنکھوں میں آنسو یہ کہہ سنا ہے
علی الصبح جو مردم بکا رہا رہا روند	بلاکشان محبت بہ کوئے یا ر روند

(۵۲۷) نماز مسلمان کے اسلام کی سب سے بڑی علامت ہے اور منافق کے فحاشی کی سب سے سچی پہچان اسی لئے فحاشی کا سب سے کھلا ہوا معیار نماز ہی کو قرار دیا گیا ہے جیسا کہ فحاشی کے باب میں آئندہ آئیگا اسی مناسبت سے یہاں مومن کی ایک علامت اس کا وضو بھی قرار دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جبنا جو شخص نماز میں پختہ ہوگا اتنا ہی وہ وضو کی نگہداشت میں جہت ہوگا۔ استقامت کا حکم تمام شریعت پر حاوی ہے ان میں جب نماز سب سے بہتر عمل ہے اور اس کے ارکان و آداب کی رعایت میں استقامت بھی سب سے اہم ہوگی۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

الفرار من الفتن

(۵۲۸) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتِيكَ إِنْ يَكُونُ خَيْرٌ قَالَ الْمُسْلِمُ غَنَمٌ يَتَّبِعُ بِهَا شَعَفَ الْجَهْلَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَغْرِ بِدِيْنِهِ مِنَ الْفِتَنِ - (متفق عليه)
(۵۲۹) عَنِ الْمُقَدَّادِ بْنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
إِنَّ السَّعِيدَ لَمَنْ جَنَّبَ الْفِتْنَ إِنَّ السَّعِيدَ لَمَنْ جَنَّبَ الْفِتْنَ إِنَّ السَّعِيدَ لَمَنْ جَنَّبَ الْفِتْنَ
وَلَمَنْ ابْتَلَى فَصَبَرَ قَوْلًا هَا - (رحمہ ابو داؤد)

دین کی حفاظت کی خاطر فتنوں سے بچتے پھرنا

(۵۲۸) ابوسعید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ زمانہ قریب ہے جبکہ مسلمان
کے لئے سب سے بہتر مال چند بکریاں ہوں گی جنہیں لے کر وہ اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لئے پہاڑوں
کی چوٹیوں اور جنگلوں میں بھاگ جائے گا۔ (متفق علیہ)
(۵۲۹) مقداد بن اسود روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود
سنبے کے جو فتنوں سے محفوظ رہا وہ بڑا خوش نصیب ہے (تین بار فرمایا) اور جو شخص ان میں بھنس گیا
پھر اس نے ان پر صبر کیا اس کے تو کیا ہی کہنے۔ (ابو داؤد)

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) اور نازکی استقامت میں حتیٰ حضور کی محافظت میں ہر سکتی ہے ظاہر ہے
اس لئے یہ کلام تو کسی کمال ہی مومن کا ہر سکتا ہے یا درہے کہ وہ تو کی نگہداشت کا حکم صرف نماز کے وقت پر منحصر نہیں
بلکہ عام حالات میں بھی باوجود رہا مطلوب اور ایمان کی علامت ہے۔ رہا خاص نماز کے وقت کا حضور وہ تو نازکی شرط
ہی ہے آپ کسی غلط فہمی کی بنا پر اس عام حکم کو کہیں صرف نمازوں کے اوقات میں منحصر نہ سمجھ لیں۔
(۵۲۹) فتنوں کی ذات میں خود بڑی کشش ہوتی ہے۔ بے دین نا سمجھی سے یا ان کو دین سمجھ کر ان کی طرف
کھینچے چلے جاتے ہیں اور جو دیندار ہیں وہ ان میں شرکت کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں ان کی مثال ان متعدی امراض کی
سی ہوتی ہے جو فضا را عالم میں دفعہ پھیل جائیں ایسی فضا را میں جا جا کر گھنا محنت کی قوت کی علامت نہیں بلکہ
اس سے لاپرواہی کی بات ہے۔ عافیت اسی میں ہوتی ہے کہ اس فضا را سے نکل بھاگے۔ اس حقیقت پر امام بخاری نے
ایک مستقل باب قائم کر کے حنبہ لکھا ہے اس کے بعد اگر گذشتہ فتنوں کی تاسک پر نظر ڈالو گے تو کم و کثرت صالح کا ہی طرز
عمل نظر آئے گا، جب کبھی ان کے دور میں فتنوں نے نہ نکالا کروہ ان کو کچل نہیں سکے تو ان میں کودنے کی بجائے ہمیشہ
ان سے کنارہ کش ہو گئے۔ اگر امت اسی ایک حدیث کو سمجھ لیتی تو کبھی فتنے زور نہ پکڑتے اور اگر بے دین اس میں مبتلا
ہو بھی جاتے تو کم از کم دینداروں کو دین تو ان کی مسرتوں سے محفوظ رہا۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

صفات المؤمن

الحرم والاحتیاط

(۵۳۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ عَجِيٍّ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ - أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ وَالشَّيْخَانُ وَابُودَاوُدُ وَابْنُ مَاجَةَ

مومن کی صفات

احتیاط اور ہوشیاری

(۵۳۰) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایماندار آدمی ایک سوراخ سے دوبارہ دھڑکنا نہیں جاتا۔ (احمد - بخاری و مسلم وغیرہ)۔

بقیہ از صفحہ گذشتہ مگر جب اس حدیث کی رعایت نہ رہی تو بے دینوں نے فتنوں کو ہوا دی اور ہندوؤں نے اصلاح کی خاطر ان میں شرکت کی بھران کی اصلاح کرنے کی بجائے خود اپنا دین بھی کھو بیٹھے۔ واللہ المستعان۔ امت میں سب سے بڑا فتنہ دجال کا ہے اس کے بارے میں یہ خاص طور پر تاکید کی گئی ہے کہ کوئی شخص اس کو دیکھنے کے لئے نہ جائے کہ اس کے چہرہ کی نحوست بھی مومن کے ایمان پر اثر انداز ہوگی۔

یاد رکھنا چاہئے کہ جہاد باللسان اور بالسان دونوں اس امت کے فرائض میں سے ہیں مگر یہاں وہ زمانہ مراد ہے جبکہ خود مسلمانوں میں انتشار پیدا ہو جائے، حق و باطل کی تمیز باقی نہ رہے اور اصلاح کا قدم اٹھانا اٹا فساد کا باعث بن جائے چنانچہ جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے صحابہ کے اندرونی مشاجرات میں جنگ کی شرکت کے لئے کہا گیا اعلان کے سلسلے میں آپؓ نے فرمایا کہ حق لا نکون فتنۃ۔ کافروں سے اس وقت تک جنگ کرتے رہو جب تک کہ فتنہ نہ رہے۔ تو انہوں نے فرمایا فتنوں کے فرو کرنے کے لئے جو جنگ تھی، وہ تو ہم کر چکے اب تم اس جنگ کا آغاز کر رہے ہو جس سے اہل فتنے پیدا ہوں گے۔ اپنی ادا اور روحانی طاقت کا اندازہ کئے بغیر فتنوں سے زور آزمائی کرنا صرف ایک جذبہ ہے اور فتنوں کو کھیلنے کے لئے پہلے سامان مہیا کر لینا غفل اور شریعت کا حکم ہے۔ جذبات جب انجام دینی سے یکسر خالی ہوں تو دائمی ناکامی کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب عقل جذبات سے گوری ہو جاتی ہے تو وہ بھی صرف دماغی فتنہ میں مبتلا ہو کر رہ جاتی ہے کامیابی کا لازمی جوش کے ساتھ ہوش میں پنہاں ہے۔

(۵۳۰) امام احمد نقل فرماتے ہیں کہ ابو خرجمی شاعر جب جنگ بدر میں قید ہو کر آیا تو آپ کے سامنے اپنی تلکدستی اور اپنے بچوں کا رونانے لگا آپ نے ترس کھا کر ندی لے بغیر اس کو ہار مارا لیکن جب یہ کم ظرف دہاں چلا گیا تو پھر آپ کی جگر کوئے لگا۔ تقدیر اپنی کہ جنگ احد میں پھر قید ہو کر آگیا اور آپ کے سامنے بھر جرم کی درخواست پیش کرنے لگا۔ اس مرتبہ آپ نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور فرمایا کہ تو واپس جا کر یہ کہے گا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق نہاد کیا ہے۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

الغرارة والکرم

(۵۳۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَوْتُ مِنْ غَيْرِ كَرِيمٍ

سادگی و شرافت

(۵۳۱) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایماندار آدمی بھولا، سیدھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مومن کی شان سے یہ بعید ہے کہ جب وہ ایک باریک سوراخ سے ڈس لیا جائے تو تجربہ کئے اس میں دوبارہ اٹھی ڈالے اور پھر دھوکا کھائے اور اس کے قتل کا حکم دیدیا۔ ابن ہشام نے تہذیب سیرت میں لکھا ہے کہ یہ فقر و سب سے پہلے آپ ہی کی زبان سے نکلا تھا اس سے قبل عرب میں کسی سے نہیں سنا گیا اس کے بعد پھر اس قسم کے مواقع میں ضرب المثل بن گیا ہے۔ امام طحاوی نے ابن وہب سے اس کی ہی شرح نقل کی ہے و مثل ابن وہب عن تفسیرہ فقال الرجل یقیم فی الشئ یمکر ہد فلا یعود فیہ المعتصر ۵۳۱۔

(۵۳۱) ملا علی قاری فرماتے ہیں و سنی فخر یم ای یس بڈی مکر و ہونینخ یم لا نقیادہ لینہ موضوعات مومن سکار نہیں ہوتا بل اپنی طبیعت کی نرمی کی وجہ سے دیہہ و انتہ و حوکا کھاتا ہے۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے جنت و جہنم کے ایک طویل مکالمہ کے ذیل میں نقل کیا ہے کہ جنت کہے گی فضائی لایں خلقی الاضعفاء الناس و سقظہم و غر تھمد۔ مجھ میں کیا کمی ہے کہ میرے اندر صرف وہی لوگ آئیں گے جو سب سے کمزور گئے پڑے اور بھولے بھالے ہوں گے۔ اس حدیث میں غرارة مومن کی اسی صفت کی طرف اشارہ ہے۔

صاحب مجمع البحرین کی تفسیر میں لکھتے ہیں ای من طبعہ الغرارة و قلۃ الفطنۃ للشر و زلۃ الخب عند طبعہ ذابھل بل کرم و حسن خلق۔ یعنی مومن طبعا اس کو ناپسند کرتا ہے کہ لوگوں کی عیب جوئی میں لگا رہے۔ یہ نہیں کہ وہ بیوقوف اور جاہل ہوتا ہے اس کا بھولا پن اور سادگی اس کی طبیعت کی شرافت کا تقاضہ ہوتی ہے وہ اس کو ناپسند کرتا ہے کہ لوگوں کے عیب نکال نکال کر ان کے مذہب پر تار ہے اسی کے قریب ایک اور حدیث ہے جو بابی الفاظ مروی ہے۔ اکثر اہل الجنت نبذہ اکثر اہل جنت بھولے اور سادہ لوگ ہیں حافظ سخاوی نے المقاصد الحسنہ میں اس کے جملہ طرق نقل کر کے سب کو ضیف قرار دیا ہے۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں و هو للہزار مضعفا و القریطی مضحھا (المصنوع)

سب الانصاف اگرچہ حدیث مذکور بالفاظ ضعیف ہی لیکن بڑے بڑے علماء و محدثین کا اس کی شرح کے درجے رہنا اس کی دلیل ہے کہ محض بے اصل بھی نہیں۔

حافظ سخاوی تفسیری سے نقل کرتے ہیں۔ ہم الذین دہمت قلوبہم و شغلنا باللہ عز و جل۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب ذکر اللہ میں قاپڑ کر اس واسطے غافل ہو چکے ہیں۔

۱۔ ابو عثمان فرماتے ہیں ہوا لا بد فی دنیاہ الفقینی دینہ۔ یہ وہ شخص ہے جو دنیا کے معاملہ میں نا بھدا و اتوت کے معاملہ میں سمجھدار ہے۔

۲۔ امام انطاخی فرماتے ہیں۔ ہوا لا یمو، عن الشر البصیر یا الخیر (البیہقی فی الشعب)۔ یہ وہ شخص ہے جو بری

وَالْمَنَافِقُ حَبْطُ كَيْلِهِمْ۔ (سواء الحاکم فی المستدرک واحد وابوداؤد والترمدی قال المناوی اسنادہ
جید۔ وفی الموضوعات الکبیر للقاری قال الصفانی موضوع من احادیث المصائب ولم یجب فقد
سواء احمد عن ابی ہریرۃ بمرفوعاً ولفظ الفاجر بدل المنافی۔

اور شریف الطبع ہوتا ہے اور منافق رصو کے باز اور ذلیل الطبع ہوتا ہے۔ (مستدرک)

باتوں کے لئے تابین اور صحیح باتوں کے لئے میناب (المقاصد المحسنہ)
۳۔ امام ابن قتیبہ کہتے ہیں۔ وجاء فی الحدیث الکذاہل الجنتہ البلبہ براد الذی ملئت صدورہم للناس
وغلبت علیہم الغفلۃ۔۔۔۔۔ وقال معاذ بن جبل عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یحب الاخفاء
الاغیاء الامراء الذین اذا غابوا لم یفتقدوا واذا حضروا لم یضر قوا۔ (تاویل خلف الحدیث ص ۱۳۸) یعنی الجسے یہاں وہ
لوگ مراد ہیں جن کے سینے لوگوں کی طرف سے صاف ہوں اور غلوں کی عیب جوئی کی عادت سے وہ اتنے دور ہوں گے کہ غافل
نظر آئیں۔۔۔۔۔ ان ہی لوگوں کی شان میں معاذ بن جبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
ایسے بندوں کو پسند کرتا ہے جو گناہ پر سیرگزار اور لوگوں کے حقوق سے بری ہوں اگر مجلس میں نظر آئیں تو ان کی تلاش نہ ہوں
اور اگر موجود ہوں تو انہیں کوئی شافقت نہ کرے کہ یہ کون صاحب ہیں۔

اسی مضمون کو صاحب جمیع الہامات نے اور واضح الفاظ میں ادا کیا ہے۔

۴۔ امام طحاوی نقل فرماتے ہیں۔ وقیل المراد بالبلبہ عن ہارم اللہ والذی لا یخطر المحارم علی قلبہ
لا شغلہ بعبادۃ اللہ وقد روی عن رجل من اهل العلم انتقال ہذا علی الشاغل بالذنات وهو
تاویل حسن (المختصر ص ۳۳) یہ وہ شخص ہے جس کے قلب میں عبادت الہی میں مشغول رہنے کی وجہ سے خدا تعالیٰ
کے محارم کا خطرہ بھی نہیں گذرتا

۵۔ صاحب جمیع الہامات فرماتے ہیں۔ هو الخائف عن الشر المطبوع علی الخیر وقیل من غلبت علیہم ملائمۃ
الصدر و حسن الظن بالناس لا یغفروا غفلوا امر دنیاہم فغفلوا احذق التصرف فیہا واقبلوا علی
آخرہم فاما الابلہ وهو من لا عقل لہ فغیر ملادہ مجمع البحار ص ۱۱۶) یہاں الجسے مراد وہ لوگ ہیں
جو صاف سینہ ہوتے ہیں اور لوگوں کی طرف ہمیشہ نیک ہی گمان رکھتے ہیں۔ کیونکہ آخرت کی طرف ہمہ تن متوجہ رہنے
کی وجہ سے وہ دنیا کے اتفق بیج سے نادانگہ ہو جاتے ہیں۔ نہ یہ کہ صاحب فہم نہیں ہوتے۔

حضرت ابو ہریرۃ سے مرفوعاً روایت ہے المؤمن لیتن تخالہ من اللین احمق۔ (کنز العمال ص ۱۱۶) (لناوی)
ایما تزار آدمی نرم خو ہوتا ہے مگر تم اس کی نرم مزاجی کی وجہ سے اس کو احمق تصور کر لیتے ہو۔

صاحب مقاصد حضرت انس سے مرفوعاً نقل فرماتے ہیں۔ المؤمن کیس، فطن، حذر و قاف لا یجھل
(الدلیلی والتحصالی) ایما تزار آدمی ہشیار، سمجھدار، انجام میں اور سوچ سمجھ کر کام کرنے والا ہوتا ہے جلد بازی نہیں
کیا کرتا۔

ظہر کہ یہ احادیث اگرچہ لحاظاً سامانہ ضعیف ہیں مگر حضرت ابو ہریرہ کے مذکور بالا حدیث کی شرح کرنے کے لئے
کافی ہیں۔

الفراست

(۵۳۲) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ائْتُوا

دانائی اور مردم شناسی

(۵۳۲) ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مومن کی فراست

(۵۳۲) حضرت شاہ ولی اللہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ فراست مومن میں نبی کی قوت عاقلہ کا ایک

نمیں ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں:-

اما تشبہ کہ در بزر علی نفس ناطقہ دہندہ باین وجہ توان بود کہ کسی را از امت محدث و ملہم کنند و این معنی بود
طریق تواند بود دوم آنکہ فراست صادقہ اور انصیب کنند و عقل اور از خطرہ القدس نایبہ
دہند کہ غالباً اصابعہ در مجتہدات خود از لازم این معنی است کہ وحی بر حسب رائے او نازل شود۔

یعنی امتی کے اپنے نبی کے ساتھ اس کے علیٰ جزم میں تشبہ کے معنی یہ ہیں کہ اس کی امت میں سے کسی کو محدث و ملہم کا منصب عطا
فرمادیں اس کے دو طریقے ہیں دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سچی فراست اس کو مرحمت فرمادیں اور مظہرہ القدس سے اس کی
اس طرح تائید فرمائی کہ اپنے اجتہادات میں اس کی رائے اکثر صحیح ہو اگرے اور اسی صفت کے لازم میں سے یہ ہے کہ
وحی اس کی رائے کے موافق نازل ہو۔ (قرۃ العینین ص ۴۴)

شاہ صاحب کی اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ مومن کی فراست کو کیا اہمیت ہے اور یہ کہ وحی کی حضرت عمرؓ کی موافقت
کرنا بھی درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال تھا اگر آپ کی قوت عاقلہ اتنی بلند نہ ہوتی تو آپ کے ہم جلسوں میں یہ
کمال فراست بھی نمایاں نہ ہوتا۔ حضرت شاہ اسماعیلؒ نے فراست کی حسب ذیل تشریح فرمائی ہے:-

اما فراست پس عبارت است از مردم شناسی کہ از قرائن حالیہ و مقالیہ و از رفتار و گفتار صادق را از
خانی منازہ و خبر خواہ و از بہ خواہ و طماع را از مجلس و خائن را از امن و بہت و تنگ حوصلہ را از
بلند بہت و خراخ حوصلہ و عقل یکاست ہر کس را میزان فراست خود بسجہ کہ کلام کس لائق کلام خدمت
است و کلام کس لائق کلام منصب:- (منصب امامت ص ۴۷ و ۴۸) یہ تقسیم سیاست ایمانی و سیاست ملی۔

یعنی فراست ایسی مردم شناسی کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے آدمی عالیہ اور مقالیہ قرائن
کی مدد سے سچے اور نافی میں تمیز کر لیتا ہے اور بہ خواہ لاجبی اور مجلس و خائن اور بہت و بلند بہت کا امتیاز کر لیتا ہے اور لاجبی
اسی فراست کی وجہ سے ہر شخص کی عقل و فہم کا اندازہ بھی لگا لیتا ہے کہ کون شخص کس خدمت اور کس منصب کے لائق ہے۔

غرض ان تمام حدیثوں سے مومن کی سادگی اور اسی کے ساتھ اس کے فہم ہونے کی حقیقت واضح ہو گئی لہذا کسی
صالح مومن کو اس کی سادہ وحی کی تاہم جو قوت سمجھنا خود سب سے بڑی بیوقوفی ہوگی۔ درحقیقت سب سے بڑا فہم شخص وہی ہے
جس نے دنیا کی تلخ کاسد کو آخرت کی سہل بہا دولت پر قربان کر دیا۔ دنیا کی طرف رغبت اور آخرت سے بے رغبتی بھی
ایک عام سے عام انسان کی ذہنیت ہوتی ہے اس کو بجلا معیار فہم کیا جانا چاہئے۔ البتہ جو لوگ اس سطحی ذہنیت سے

(۵۳۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ رَجُلًا يَمُرُّ فَقَالَ لَهُ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ سَرَفْتُ قَالَ كَلَّا وَالَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَقَالَ عِيسَى أَمَنْتُ بِأَنَّهُ وَلَكِنَّهُ نَفْسِي - (سرخاء مسلم)

(۵۳۴) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو چوری کوٹے ہوئے اپنی آنکھ سے دیکھا تو اس سے فرمایا ارے تو نے چوری کی ہو؟ بلا اس ذات کی قسم جس کے سوا معبود کوئی نہیں میں نے ہرگز چوری نہیں کی۔ (اس کی اس دیدہ دلیری کے بعد) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا مجھی میں اللہ پر ایمان لیا اور اپنی آنکھ کی نگذیب کرتا ہوں۔ (مسلم شریف)

(۵۳۵) معلوم نہیں کہ خدا کے اس اولوالعزم رسول کے قلب میں عظمت الہی کا عالم کیا ہوگا جس کے سامنے اس کا با عظمت نام آجانے کے بعد کسی انسان کے مطلق یہ تصور ہی نہیں آسکتا کہ وہ اس کا واسطہ دیکر بھی جھوٹ بول سکتا ہے اس لئے وہ متعجب ہو کر اپنی آنکھوں کے برہمی مشاہدہ کی نگذیب پڑتا رہتا ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب تہارا غلام سزا کے وقت اللہ کے نام کا واسطہ دے تو فوراً اپنا ہاتھ روک لو، بہر حال خدا تعالیٰ کے نام پاک کی عظمت اس کو مستغنی ہے کہ جب کہیں اس کا واسطہ آجائے تو فوراً اپنے حق سے دست بردار ہو جانا چاہیے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی بجاری قسم سن کر اس حد کے ساتھ الجھنے کے بجائے ہچکھا سمجھا کہ اس کو اپنا یہ نقشہ عظمت دکھا کر یہ سجادیں کہ اس ذات کا نام لے کر جھوٹ بولنا انسان کا کام نہیں۔ وقتی حالات اور انتظامی معاملات میں فرقی کرنا چاہئے۔ ایک وقت یہ اغاض قابلِ تعریف ہوتا ہے اور بعض حالات ایسے بھی ہوتے ہیں کہ مخاطب کی قسم میں کھوکھو کر یہ بھی کرنی پڑ جاتی ہے۔ باب اللہ کی بارگاہ میں بھی ہے کبھی ننانوے انسانوں کا قاتل بخشدیا جاتا ہے اور کبھی ایک بلی کو بھوکا رکھنے والا دوزخ میں ڈال دیا جاتا ہے۔ ہمارا ہر مقصد یہ ہے کہ خدائی عظمت کے استحضار کی وجہ سے کسی مسلمان میں کسی کے پیچھے نہ بڑھنے کی جو ایک صفت ہوتی ہے وہ انبیاء کے اخلاق فاضلہ کا ایک اثر ہے وہاں یہ صفت ان کی ہوتی ہے۔ پھر امت میں ان کی اتباع کے ثمرہ میں بقدر نصیب منتقل ہو جاتی ہے، ناواقف دین کی ہر بات کو اپنے اندازہ فکر کے مطابق سمجھتا ہے پھر اس کا مذاق اڑانے لگتا ہے۔ مثل مشہور ہے الناس اعداء ما جھلوا۔ لوگ جس بات کو نہیں جانتے اس کے دشمن بن جاتے ہیں۔

المؤمن لا ینجس

(۵۳۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَقِيَ نَبِيَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا جُنُبٌ فَأَخَذَ بِيَدِي فَشَبَّهْتُ مَعَهُ كَعْقَى فَقَدْ فَاسَلْتُ فَأَمَيْتُ الرَّجُلَ فَأَعْتَلْتُ لَمْ أَجُثْ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ ابْنَ كُنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ لَهُ فَقَالَ مُبَحَّانَ اللَّهُ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجَسُ (رواه البخاري)

(۵۳۵) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنَجِّسُوا أَمْوَالَكُمْ فَإِنَّ الْمُسْلِمَ لَيْسَ يَنْجَسُ حَيًّا وَلَا مَيِّتًا۔ (رواه الدارقطني)

مومن نجس نہیں ہوتا مشرک نجس ہوتا ہے

(۵۳۴) ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ (راستہ میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہو گئی اس وقت میں جنابت کی حالت میں تھا آپ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا میں آپ کے ساتھ ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ جب آپ آگے بیٹھے تو میں اس وقت (وہاں سے) کھٹک گیا اپنے گھر آیا اور غسل کیا پھر غسل کے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا آپ اس وقت تک بیٹھے ہوئے تھے آپ نے پوچھا ابو ہریرہ کہاں گئے تھے میں نے اہل ماجرا عرض کر دیا آپ نے اللہ تعالیٰ سبحان اللہ کہا اور فرمایا مومن کیل یا ناپاک ہوتا ہو دنیا کا (۵۳۵) ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مومنوں کو ناپاک مت سمجھو کیونکہ مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ نہ زندگی میں ناپاک سمجھا جائے اور نہ مرنے کے بعد۔ (دارقطنی)

(۵۳۴) ابو ہریرہ نے اپنی حسن فطرت سے جتنی بات بھی وہ قابلِ داد تھی یعنی بحالت جنابت آپ کی مقدس محل میں حاضری نامناسب ہے مگر خاتم الانبیاء علیہم السلام کو کتاب سے بڑھ کر عقائد کی رعایت مقدم تھی، قرآن میں مشرک کو نجس فرمایا گیا تھا جس کے معنی یہ تھے کہ مومن اس قسم کا نجس نہیں اس کی ناپاکی عارضی ہوتی ہے اور مشرک کی ناپاکی نجاست کی طرح ذاتی ہوتی ہے اس لئے آپ نے مومن کی اس خصوصی شان کو واضح فرمادیا کہ قرآنی نظر میں مومن مشرک میں ایسا فرق ہے جیسا نجاست وغیر نجاست میں۔ نجاست سے جتنا دور رہا ممکن ہو تب تک مومن ناپاک ہو کر بھی نجاست و برخواست کے قابل رہتا ہے اور مشرک پاک و صاف ہو کر بھی اس قابل نہیں ہوتا اگر آپ ان کے من ادب پر خاموشی اختیار فرماتے تو یہ اہم نکتہ مخفی رہ جاتا۔

(۵۳۵) اس حدیث میں بھی مومن کی اُسی خصوصیت کا اظہار کیا گیا ہے شہید کو شریعت نے طہارت کا ایک اور بلند مقام دیدیا ہے وہ ہے کہ اس کا خون بھی ناپاک نہیں ہوتا اس لئے اس کو غسل بھی نہیں دیا جاتا۔

الھون والین والتألف

(۵۳۶) عَنْ مَكْحُولٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُونَ هَيِّنُونَ لَيِّنُونَ كَاثِبٌ لَافٍ إِنْ فُتِدَ انْقَادَ وَإِنْ أُبْتِغِ عَلَى صَحْرَةٍ اسْتَنَاحَ (رحمہ اللہ الترمذی مرسل)
(۵۳۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَخْيَرُ كُمُ يَمُنُّ بِخَيْرِهِمْ عَلَى النَّارِ وَيَمُنُّ بِخَيْرِ النَّارِ عَلَيْهِ عَلَى كُلِّ هَيِّنٍ لَيِّنٍ قَرِيبٍ سَهْلٍ (رحمہ اللہ احمد والترمذی وقال هذا حديث حسن غريب)

(۵۳۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ الْمُؤْمِنُ مَاتَ لَفٌ وَلَا خَيْرَ لِمَنْ لَا يَأْتُ وَلَا يُوَلِّفُ (رحمہ اللہ احمد البیہقی فی شعب الایمان الحاکم فی المستدرک وقال علی شرطہ ما لا اعرف لعلہ قال لذہبی فیہ لفظ عام ونصل فی المقاصد بان اباحاکم هو المذہبی لا الشیعی وهو یلقی اباحہرۃ ولا یتبعہ و ذکرہ السیوطی فی الجامع الصغیر ومجاہد ہلامۃ الصحۃ)

نرم مزاجی اور ہر دلعزیزی

(۵۳۶) مکحول روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ ایمان طے ہیں وہ بہت کہنا ماننے والے اور نہایت نرم خو ہوتے ہیں جیسے نیل پڑا اونٹ جد ہراس کو گھسیٹا جائے چلا جائے اور اگر اس کو کسی پتھر پر ٹکرایا جائے تو وہیں بیٹھ جائے۔ (ترمذی شریف)

(۵۳۷) عبد اللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کیا میں تمیں وہ لوگ نہ بتا دوں جو آتش دوزخ پر حرام ہیں اور آتش دوزخ ان پر حرام ہے یہ وہ لوگ ہیں جو نہایت فرمانبردار نرم خو ہر لعزیز لہذا اخلاق ہوں۔ (احمد ترمذی)
(۵۳۸) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایماندار آدمی تو وہ ہے جو محکم پیکر محبت ہو جو شخص کسی سے الفت نہ رکھے اور نہ اس سے کوئی الفت رکھے اس میں توجہ بخلائی کی کو بھی نہیں۔ (احمد حاکم بیہقی)

(۵۳۶) امام احمد نے حضرت ابوذر سے روایت کیا ہے الاسلام ذلول لایرکب الا ذلولاً۔ اسلام کا مزاج خود نرم ہے اور وہ اسی کے قلب میں اچھی طرح سرایت کرتا ہے جو نرم خود ہوتا ہے۔ اس کی اسناد میں ایک راوی ابو طلحہ ہے اس کو متوک کہا گیا ہے۔ قرآن میں اسی معنی صفت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ وعباد الرحمن الذین یحسبون علی اللہ عز و ہذا داخلین اہم لعلہ یصلو قائلوا سلاماً اور فضلہ من کے خاص بندے تو وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلیں اور جب جاہلان سے (۵۳۷) معاملہ نکلیں اس کے قریب الحسنی الفاظ حضرت ابراہیم سے بھی روایت کئے ہیں اور فرمایا ہے کہ اس کے راوی وہی ہیں جو ہمیں کے راوی ہیں۔

(۵۳۹) عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهَبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَخْبَرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ كُلِّ ضَوْعِفٍ مُتَضَعِفٍ لَوْ أَقْنَمَ عَلَى اللَّهِ لَا بَرَاءَةَ إِلَّا أَخْبَرَكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ كُلِّ عَتَلٍ جَوَاطِ مُسْتَكْبِرٍ (متفق عليه)

(۵۴۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَسَّ عَبْدُ اللَّهِ النَّبِيُّ تَارَ وَعَبْدُ اللَّهِ زَهْرٌ وَعَبْدُ اللَّهِ خُمَيْصَمَةٌ إِنْ أُعْطِيَ رِضَى وَإِنْ لَمْ يُعْطَ سَخَطٌ تَعَسَّ ثُمَّ انْتَبَسَ فَلَا أَشْيَاكَ فَلَا انْتَبَسَ طُوبَى لِعَبْدٍ أَحْبَبَ بَعَثَانِ قَرَسِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَشْعَثَ رَأْسُهُ مُخْبِرَةً قَدْ مَاتَ إِنْ كَانَ فِي الْحَرِّ رَاسَةً كَانَ فِي الْحَرِّ رَاسَةً طَلَانٌ كَانَ فِي النَّفَاةِ

(۵۳۹) حارثہ بن وہب روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں یہ نہ بتا دوں کہ جتنی لوگ کون ہیں۔ ہر وہ شخص جو اپنی نظریں اور لوگوں کی نظروں میں کمزور اور بے سہارا ہو۔ اگر وہ کسی معاملہ میں اللہ تعالیٰ پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو ضرور پورا کرے گا۔ (اس کے بعد فرمایا) سنو، کیا میں تمہیں نہ بتا دوں کہ دوزخی کون ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو کرکٹ منہ بھٹ اور مغرور ہوں۔ (متفق علیہ)

(۵۴۰) ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ہلاک ہو جو دنیا کا بندہ، درہم کا بندہ اور کلی کا بندہ ہو (اس کی دکان بھٹی کا یہ حال ہو) کہ اگر اس کو کچھ دیدیا جائے تو خوش ہو جائے اور اگر نہ دیا جائے تو روٹھ جائے ایسا کم ہمت خدا کو بے ہلاک اور ذلیل ہو اور اگر اس کے کوئی کاٹنا چھپے تو نہ نکلے۔ وہ بندہ مبارک ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنے گھوڑے کی باگیں نبھالے ہمہ وقت (خدمت دین کے لئے) تیار رہے۔ اس کے سر کے بال پراگندہ اور سر غبار آلودہ ہیں (اس کی نرم خوئی اور اللہیت کا یہ عالم ہے) کہ اگر اسے اگلے دستہ میں محافظ کی حیثیت سے جگہ دی جائے تو

(۵۳۹) ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ مسلمان کی نرم مزاجی سے مراد کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کی شہرت طبع کو ان سے کوئی تعارض نہیں رہتا وہ حدیثاً بطبع ہو کر بھی اتنے نرم تھے کہ ایک عام سکر عام شخص بھی برسرِ سبزان کو ٹوک دیتا اور وہ خوشی سے اس کو جواب دیدیتے۔ بہر حال نون کا وجود صفحہ عالم پر قدرت کی منافی کا وہ عجیب تر مجموعہ ہوتا ہے جس میں بیک وقت خدمتِ دین، سادگی، دہم، زینت و نفاذت اور فصاحت و کم سخن کی تمام تضاد صفتیں جمع نظر آتی ہیں۔ اس تضاد کے جمیع کی صورت گذشتہ احادیث کے ضمن میں اپنی اپنی جگہ ملاحظہ سے گندھکی ہے۔

كَانَ فِي السَّاقَةِ إِنْ اسْتَأْذَنَ لَمْ يُؤْذَنَ لَكُلَّانِ شَفَعَهُ لَمْ يَشْفَعْ (رواه البخاری)
 (۵۴۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ
 أَقْوَامٌ أَفْئِدَةٌ مِثْلُ أَفْئِدَةِ الظَّالِمِ (رواه مسلم)
 (۵۴۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُولُوا الْكُرْمُ قُرُونٌ
 الْكُرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ (رواه مسلم وفي رواية ولكن قولوا العنب والمحبطة)

خلافت کی خدمت انجام دے اور اگر اس کو کچھ حصہ میں ڈال دیا جائے تو پیچھے رہ کر بھی بخوشی اپنی ڈیوٹی
 کو پورا کرے (غرض نہایت مطیع مزاج ہو اور صرف دین کی خدمت اس کا مطمح نظر ہو بخاری شریف)
 (۵۴۱) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایسے لوگ جائیں گے
 جن کے دلوں کی کیفیت پرندوں کے دلوں سے بہت مشابہ ہوگی۔ (مسلم)
 (۵۴۲) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انگور کو کرم نہ کہا کرو کیونکہ
 کرم تو مومن کے قلب کا نام ہے (انگور میں کرم کہاں اس سے تو شراب بنتی ہے جو بہ جائیوں کا حشر ہے ہی دہلی)

(۵۴۱) علماء نے یہاں وجہ تشبیہ رقت ولین تحریر فرمائی ہے یعنی پرندوں میں جو بایوں کی نسبت یہ صفت
 عام طور پر زیادہ پائی جاتی ہے وہ ہر اثر کو نسبتہ جلد قبول کر لیتے ہیں کیونکہ پرند نہیں ہوتے۔ چند تنکوں کا آشیانہ بنا کر عمر گزار
 دیتے ہیں، روزی جمع کرنے کی فکر نہیں کرتے صبح کو تلاشِ رزق میں نکلے اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آگئے ان کو دیکھو تو
 نہایت بھولے بھالے نظر آتے ہیں یہ تمام صفیں ایک مسلمان کی بھی ہوتی ہیں۔
 (۵۴۲) تنابہ میں لکھا ہے کہ چونکہ انگور سے شراب بنائی جاتی ہے اور عرب کے مذاق کے مطابق شراب
 سخاوت و کرم کی محرک ہوتی ہے اس لئے وہ انگور کو کرم کہہ دیتے تھے۔ آپ نے اس غلط اشتقاق کو ناپسند کیا اور
 فرمایا کہ اس خوبصورت اور معنی خیز نام کا زیادہ مستحق مومن کا قلب ہے شراب کا مادہ یعنی انگور نہیں۔
 یہاں قلب کو کریم کہنے کی بجائے مبالغہ کے طور پر عین کرم کہہ دیا گیا ہے۔ جیسے زید کو مبالغہ میں عین انصاف
 کہہ دیا جائے۔ و عشری اس کی شرح میں ہیں قطر اذہن کہ یہاں دراصل انگور کا نام رکھنے سے ممانعت کرنا مقصود
 ہی نہ تھا بلکہ اس طرف اشارہ کرنا مقصود تھا کہ جب قرآن کریم کا ارشاد یہ ہے کہ
 اِنَّكَ اَكْرَمُ عِنْدَ اللَّهِ اَنْفَاكُم

تو اس کا حق ہونا چاہیے کہ اس مقدس نام میں متقی مسلمان کے سوا کسی اور چیز کو شریک نہ کیا جائے تاکہ ذہنوں میں یہ
 بات نقش کا کج ہو جائے کہ کریم درحقیقت صرف متقی ہوتا ہے۔ اس کے سوا کہیں اور کرم کا نام و نشان نہیں ہوتا۔
 غیر متقی کا کرم صرف ناشی ہوتا ہے اس میں صورت ہی صورت ہوتی ہے معنی کچھ نہیں ہوتے۔

سلامۃ الصدر

(۵۴۳) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ النَّاسِ أَنْضَلُ قَالَ كُلُّ غَمُومٍ الْقَلْبِ صَدْرُكَ وَاللِّسَانُ قَالُوا صَدْرُكَ وَاللِّسَانُ نَعَرْتُ فَمَا غَمُومُ الْقَلْبِ قَالَ هُوَ النَّفْقُ الثَّقِيُّ لَا لَأَمَّ عَلَيْهِ وَلَا بَغْيَ وَلَا عِيْلَ وَلَا حَدَّ (سرواہ ابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان)

(۵۴۴) عَنْ إِبْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْلَغُنِي أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِي عَنْ أَحَدٍ شَيْئًا فَإِنِّي أَحِبُّ أَنْ أَخْبِرَ بِكُمُ الْيَوْمَ سَلَامَةُ الصَّدْرِ (رد ماہوداؤد)

صاف سینہ ہونا

(۵۴۳) عبد اللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا لوگوں میں کون شخص سب سے بہتر ہے آپ نے فرمایا ہر وہ شخص جو غموم القلب اور زبان کا سچا ہو صحابہ نے عرض کیا۔ صدق اللسان (زبان کا سچا) شخص تو ہم سمجھ گئے غموم القلب ہماری سمجھ میں نہیں آیا اس کی تشریح آپ فرماویں۔ فرمایا یہ وہ دل کا صاف اور عطا تر انسان ہے جس پر نہ گناہوں کا بوجھ ہو۔ ظلم تعدی کا بار نہ اس کے دل میں کسی کا کینہ ہو اور نہ حسد۔ (ابن ماجہ شعب الایمان)

(۵۴۴) ابن مسعود بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تاکید فرمائی کہ میرے صحابہ میں سے مجھ سے کوئی شخص کسی کی کوئی بات نہ پہنچایا کرے کیونکہ میرا دل چاہتا ہے کہ جب میں تمہارے پاس آؤں تو میرا دل تم سب کی طرف سے صاف ہو۔ (ابوداؤد)

(۵۴۴) نبی اپنی سلامتی صدا پہنی فائدہ کے لئے نہیں چاہتا بلکہ اپنی امت کے فائدہ کے لئے ہی چاہتا ہے کیونکہ اس کے قلب مبارک میں اگر کسی امتی کی طرف سے کوئی ادنیٰ غلطی بھی پڑ جائے تو وہ بھی اس امتی کے لئے ایمانی صفت کا سوجھ بوجھ کی ہے احمد بن حنبلہ رحمہ اللہ وغضب رسولہ وغضب اولیاءہ۔ حدیث میں ارشاد ہے من عادی فی ولایتہ اذنتہ بلحوب۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی کا قلب مبارک ساری ذراہتوں اور ہرے تقدس کے باوجود غلطی خروں سے حائر بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے لئے یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ اس کو ہر وقت ہر سرچیز کا علم حاصل ہو وہ روز مرہ کے معاملات سے بھی بے خبر ہو سکتا ہے اور اگر وہ غلط طہ پر اس کے پاس پہنچ جائیں تو ان کا اثر بھی لے سکتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سلامتی صفا کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ غیر ضروری باتیں کسی متعلق نہ سنی جائیں۔ باقی جو باتیں نغم اور کے متعلق ہیں ان کا باب ہی علیحدہ ہے۔

الْمُؤْمِنِينَ فِي أَهْلِ الْإِيمَانِ بِمَنْزِلَةِ الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ يَا لِمَ الْمُؤْمِنُونَ لَا خَلِيلَ الْإِيمَانِ كَمَا
يَا لِمَ الْجَسَدُ لِمَا فِي الرَّأْسِ (رسوہ احمد)

(۲۴۹) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ

بمستلزم ہوا ہے اسی طرح ایمان را آدمی کو بھی اور مومنوں کی تکلیف سے تکلیف ہوتی ہے۔ (احمد)
(۲۴۹) ابن عباس ثبیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے وہ بھی کیا

(۲۴۹) جیسی اور بے دردی کا سب سے بڑا اور سب سے بڑا مظاہرہ یہ ہے کہ ایک انسان خود تو اپنا پیٹ بھرتا
رہے اور اس کے پاس ہی اس کا پیڑوسی ہوگا پڑا رہے۔ اسلام اس حسن اخلاق کی تعلیم دیتا ہے کہ اگر یہ اپنے بھائی کا
پیٹ نہیں بھر سکتا تو اس کو چاہئے کہ اپنا پیٹ کاٹ کر اس کی بھوک میں اس کا حصہ داریں جلے۔ دیوار کی حقیقت بھی
یہی ہے کہ اس کی اینٹیں باہم ہی ایک دوسرے کے لئے باعث استحکام ہوتی ہیں اور صحت کا وجہ بنانے میں بھی برابر کی
شریک رہتی ہیں۔ مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ وہ باہمی اور قری بلکہ اسی طرح باہم تقسیم کیا کریں اگر وہ ایسا کر لیں تو ان کا منتشر
شیرازہ دینے کے سامنے ایک مضبوط دیوار کی طرح بن جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایمان وحدت و اجتماع کی دعوت دیتا ہے اور
کفر غصب و فتنہ کی۔ اسی لئے قرآن کریم نے جب صحابہ کے دور کفر کا نقشہ کھینچا تو اس کا جو پہلو سب سے نمایاں فرمایا وہ
ان کی باہمی عداوت و تحزب تھا۔ پھر اسلام کے بعد جو حق نعمت کا سب سے زیادہ احسان بتایا وہ ان کی باہمی وحدت
اور محبت و اخوت تھی ایسی وحدت و اخوت کہ اگر عمان کے قابلوں کے باہم مشرق و مغرب کا فاصلہ بھی ہوتا مگر پھر بھی
وہ ایک دوسرے کی تکلیف کے اساس میں اتنے قریب ہوتے کہ مشرق کے ایک مسلمان کے پیر کے کانٹے کی چمک مغرب کا
رہنے والا مسلمان اپنے دل میں محسوس کرنا ان کا یہ رشتہ محبت و اخوت صرف جاننا اور محض ایک رنگ آمیزی نہیں بلکہ
ان کے احساسات کی صحیح ترجمانی ہے۔

وَأَذْكُرُوا لِلَّهِ أَكْثَرَ مِمَّا كَفَرْتُمْ
بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِلُغَتِهِمْ
إِخْوَانًا۔

یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے
درمیان ایسی محبت پیدا کر دی کہ محض اس کی مہربانی کی بدولت
تم ایک دوسرے کے بھائی بن گئے۔

دوسری جگہ کفار کے ظاہری اتحاد و اتفاق کی حقیقت اس طرح واضح فرمادی۔
تَحْبِبُهُمْ يَجْعَلُ قُلُوبَهُمْ شَتَّىٰ۔ آپ تو ان کو متحد خیال کرتے ہیں مگر ان کے دل سب پر الگ ہیں۔
اس کے عباد آپ ہی طور کیے کہ اگر وہ حقیقت ہمارے قلوب میں وہ اخوت ایمانی موجود ہے تو اس میں وہ محبت و
وحدت کیوں نہیں بلکہ اس کے برعکس کفار کے تفرق و فتنہ کا نقشہ کیوں ہے۔ اللہم الف بین قلوبنا واصلح ذات بیننا۔
یاد رکھئے کہ آپ کا ایمان جتنا کامل اندر مستحکم ہوتا چلا جائے گا اتنا ہی آپ کا اتحاد اور قومی تعمیر بھی مستحکم ہوتی چلی جائیگی
اور جتنا اسی میں نقصان پیدا ہوتا رہے گا اسی قدر آپ کے اتحاد اور قومی تعمیر میں بھی نقصان پیدا ہوتا رہے گا۔ آپ نقصان
ایمانی کے ساتھ اپنے اتحاد پر ضرور مدد ملیں وہ صرف آپ کے قالب کا اتحاد ہر گاہ قلب کا نہیں اور اگر آپ کے قلوب
رشتہ ایمانی کی بدولت وحدت کا رنگ اختیار کر چکے ہیں تو قالب کے انشا سے غموم نہ ہوں کہ وہ صرف آپ کے جسموں کا

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ إِلَى جَنَّتِهِمْ وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ -

الخوف من المعاصي

(۵۵۰) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَأَنَّهُ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَخَافُ أَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ وَإِنَّ الْفَاجِرَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَأَنَّهُ بَابٌ مَرَّ عَلَى أَتْفَحٍ فَقَالَ يَهْ طَلْدًا - اِی بیدہ
فَذُبُّهُ عَنْهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَذَكَرَهُ مَعْلُوحٌ بِثَبَاتِ الْآخِرِ الْمَرْفُوعِ أَيْضًا -

حفاظۃ عنۃ النفس

(۵۵۱) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْبَغِي لِلْمُؤْمِنِ أَنْ

مومن ہے جو اپنا توہمیت بھولے اور اس کے قریب اس کا ہڈی بھوکا ہٹا رہے۔ (شعب الایمان)

گناہوں سے ڈرنا

(۵۵۰) حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں مومن اپنے گناہوں سے اس طرح ڈرتا ہے جیسا وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہو ہے ڈرتا ہے کہ وہ اب اس پر اگر اور فاجر آدمی ان کو اس طرح حقیر سمجھتا ہے جیسا کہ اس کے ناک کے پاس گندی اور اس نے اپنے ہاتھ کی حرکت سے اس طرح اڑادی۔ (بخاری شریف)

اپنی عزت نفس کی حفاظت کرنا

(۵۵۱) مَذْهَبُ شَيْخَانِ كَرْتِے هِی كَر رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَے فَرَمَا یَا مَوْمِنُ كَے لَے یَہ مَنَاسِبُ نَہِیْنِ

انتشار رہے۔ قلوب کا انتشار نہیں تعجب ہے کہ وحدت و افتراق کے جو بنیادی اسباب ہیں کم از کم مسلمان اس سے کچھ نکر غافل ہیں۔ وہ جس مجمع میں اتحاد و اخوت کی دعوت دیتے ہیں اسی میں اہل رشتہ ایمانی پر ضرب بھی لگاتے جاتے ہیں اور انہیں سمجھتے کہ سنت اخوت صرف عطا پاتی ہے ان کی تقریہوں اور تحریروں سے جان نہیں بچ سکتی۔

لَمَّا نَفَقْتُ مَائِي الْأَرْضِ وَجِئْتُ مَاءَ
اَلْقَتُ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَبَكَّرَ اللَّهُ
لَقْتُ بَيْنَهُمْ -
اے پیغمبر اگر آپ ساری زمین کا مال بھی خرچ کر ڈالتے تو بھی ان کے دلوں میں ایسی الفت و محبت پیدا نہ کر سکتے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس نے ان میں یہ ہمہ الفت ڈالی ہے۔

(۵۵۱) صحابہ کی فہم میں اپنے نفس کے زلزل کرنے کی کوئی صورت ہی نہ تھی وہ فطرتِ ذلت سے غور کرتے اور اسلام نے

يَذِنُ نَفْسَهُ قَالُوا وَكَيْفَ يُذِنُ نَفْسَهُ قَالَ يَتَغَرَّضُ مِنْ الْبَلَاءِ لِمَا لَا يُطِيقُ - (ترمذی - رحمہ اللہ الترمذی
وابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان -)

لِزُومِ التَّوْبَةِ

(۵۵۲) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ
الْمُؤْمِنَ الْمُتَّقِيَ التَّوَّابَ - (ترمذی - رحمہ اللہ احمد)

کہ وہ اپنے نفس کو ذلیل کرے صحابہ نے عرض کیا بھلا اپنے نفس کو کوئی کیسے ذلیل کر سکتا ہے فرمایا ایسا
بار اٹھالینا جس کے اٹھانے کی اس میں طاقت نہ ہو (یہ ذلیل ہی کہتا ہے - ترمذی - ابن ماجہ شعب الایمان)

ہمیشہ توبہ کرتے رہنا

(۵۵۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے اس مومن
بندے سے محبت رکھتا ہے جو فتنوں میں مبتلا ہوتا رہے اور ہمیشہ توبہ کرتا رہے - (احمد)

آکر ان کو احساس کنری سے اور بھی دور کر دیا تھا آپ نے ان کو بتایا کہ کبھی عزت کے کام میں بھی ذلت کا خیار نہ بھگتا
پڑ جاتا ہے براہ راست ذلت کے کاموں سے بچنا سب جانتے تھے لیکن خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک قدم اور
آگے بڑھا کر سمجھایا کہ ایسے عزت کے کاموں میں چسنا جن کا انجام ذلت ہو یہ بھی مومن کا کام نہیں کچھ معلوم نہیں ذلت کا
جو تعلق بہود کے ساتھ تھا وہ مسلمانوں نے اپنے ساتھ کیسے سمجھ رکھا ہے شاید تکبر اور عزت کے منہمک پن میں غلط فہمی ہو گئی ہو۔
اللہ تعالیٰ تکبر و فہم سے ہم کو کھائے اور اپنی صحیح عزت نفس محفوظ رکھنے کی توفیق بخشنے۔ آمین۔

(۵۵۲) جب گناہ بندہ کی فطرت ہو تو پھر تو یہ ضرور اس کی صفت ہوتی جا رہے ہیں اگر وہ اپنی فطرت کی بنا پر
طرح طرح کے فتنوں میں گرفتار رہتا رہتا ہے مگر ہر بار اپنی صفت توبہ واستغفار کو فراموش نہیں کرتا تو وہ ارحم الراحمین
کی نظروں میں کیوں نہ پیدا ہو یہاں محبت اس کے تکرار جرم پر نہیں بلکہ ہر بار اس کی صفت توبہ واستغفار پر ہے۔ یہ اسلوب
چنان اس لئے اختیار نہیں کیا گیا کہ گنہگار اپنے گناہوں پر اصرار کریں بلکہ اس لئے اختیار کیا گیا ہے کہ جو نادم و شرمناک ہیں
وہ زیادہ دل شکستہ نہ ہوں اور اپنی اس نعمت کی بدولت عیبوں کے بعد بھی خدایتنا کی محبت کی زنجیری میں لپٹیں
نعمت پر خدا تعالیٰ کی محبت کی خوشخبری بندہ میں گناہ کی جرات پیدا نہیں کرتی بلکہ اس کی فطرت سے غصہ کا حق چڑنے والا
ہی بنتی ہے۔

تقید بشرائع الاسلام مثل تقید الفرس باختہ

(۵۵۳) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الْفَرَسِ عَلَى اخِيَّتِهِ يَجُولُ ثُمَّ يَرْجِعُ عَلَى اخِيَّتِهِ فَإِنَّ الْمُؤْمِنَ يَنْهَوْنَهُ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى الْإِيمَانِ. (ترمذی احمد وسند مجید اخرجا بیضاء الضیاء المقدسی فی المختار وحسنہ الحافظ السیوطی)

کو نہ نصیحا خالصا و نفعاً محضاً

(۵۵۴) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّ مَثَلَ الْمُؤْمِنِ لَكَمَثَلِ الْفُطْعَةِ مِنَ الذَّهَبِ نَفَعٌ عَلَيْهَا صَاحِبُهَا

احکام اسلامی کا اس طرح پابند رہنا جیسا گھوڑا اپنے کھونٹے کا

(۵۵۳) ابوسعید خدری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مومن کی مثال اس گھوڑے کی سی ہے جو اپنے کھونٹے سے بندھا ہوا ہو وہ ادھر ادھر بھڑکھڑا کر اپنے کھونٹے کے پاس ہی آجاتا ہے اسی طرح مومن سے بھی بھول چوک ہو جاتی ہے آخر کار وہ بھڑکھڑا کر ہی آجاتا ہے جو ایمان کی بات ہوتی ہے۔ (احمد)

از سر تا قدم خیر خواہی اور نفع محض بن جانا

(۵۵۴) عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ مومن کی مثال سونے کی

(۵۵۳) یعنی مومن دین اسلام کا ایسا پابند ہوتا ہے جیسا گھوڑا کھونٹے کا نہ یہ اپنے کھونٹے سے علیحدہ جاسکتا ہے نہ وہ شغب ایمان سے کہیں علیحدہ ہو سکتا ہے۔ یہ دونوں ایمان کی بات دوسری ہے اگر غلطی ہو جائے تو پھر لوٹ کر اسے آتا اور ہر پڑتا ہے۔ حریت کیسی اور آزادی کہاں ہے

عاشق چیت؟ جگو بندہ جاناں بودن دل بدست دگرے داؤن و حیراں بودن

(۵۵۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں مومن کی چند صفیں بیان فرمائی ہیں۔ اس کی پہلی صفت یہ ہے کہ اس میں کھوٹ بالکل نہیں لگتا جتنا اس کو آزمائش آتی وہ ادا کر لیتا ہے اس نفعی سونے کی طرح نہیں ہوتا جس کا تپنے سے ٹنگ بدل جائے اس کا ذوق گھٹ جائے۔ اس کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ شہد کی گھم کی طرح صاف سہری غذا کے سوا کوئی شے کھانا نہیں کھاتا۔ اس کی تیسری صفت یہ ہے

کہ وہ شہد کی گھم کی طرح جہاں جیتا ہے کسی کو مرنے نہیں دیتا۔

فَلَمْ تَغَيِّرْ وَلَمْ تَقْصُصْ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّ مَثَلَ الْمُؤْمِنِ لَمَثَلِ الثَّخْلَةِ أَكَلَتْ
طَبِيبًا وَوَضَعَتْ طَبِيبًا وَوَقَعَتْ فَلَمْ تُكْسِرْ وَلَمْ تُقْصِرْ. (سرواہ احمد ذکر السیوطی
فی الجامع الصغیر وقال المناوی اسناد احمد صحیح)

(۵۵۵) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرًا
لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَارْتَهَامُهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ لِحَدِّ ثَوَانِي مَا هِيَ قَوْمَةُ النَّاسِ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي
قَالَ عَبْدُ اللَّهِ قَوْمٌ فِي نَفْسِي أَهْلُ الثَّخْلَةِ فَاسْتَحْيَيْتُ ثُمَّ قَالَ وَاحِدٌ لَنَا مَا هِيَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ هِيَ الثَّخْلَةُ. (متفق عليه)

اس ٹلی کی سی ہے جس کے مالک نے اس کو تپا یا پھر نہ تو اس کا رنگ بدلا اور نہ وزن گھٹا۔ اس ذات
کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے مومن کی مثال ٹھیک اس شہد کی کمی کی
سی ہے جس نے عمدہ بھول چوسے، اچھا شہد بنایا۔ اور جس شاخ پر وہ بیٹھی نہ تو اپنے وزن سے
اس کو توڑا نہ خراب کیا۔ (احمد)

(۵۵۵) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ درختوں میں ایک
درخت ایسا ہے جس کے پتے کبھی نہیں جھڑتے اور وہی درخت ہے جو مومن کی مثال ہے۔ اچھا بتاؤ
وہ کونسا درخت ہے لوگوں کا خیال تو جھگی کے اور اور درختوں کی طرف چلا گیا۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں مگر
میرے دل میں آیا کہ یہ کھجور کا درخت ہوگا۔ لیکن مجھے (اپنے سے بزرگ ہستیوں کے سامنے
بولتے) شرم آئی، اس کے بعد لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہی ارشاد فرمائیں (وہ درخت
کونسا ہے) فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔ (متفق علیہ)

(۵۵۵) عرب کی سرزمین میں کھجور کے درخت سے بڑھ کر کوئی اور درخت پُر از منافع نہیں ہوتا۔ یہ اپنی پوری دور
زندگی میں مہم نفع ہی نفع ہوتا ہے اس کا کوئی جزا یا نہیں ہوتا جو نفع سے خالی ہو حتیٰ کہ اس کی گھٹلیاں بھی یکساں ہیں ہوتیں وہ بھی
لوٹوں کے ہارے کے کام آتی ہیں۔ یہ ہمیشہ سرسبز اور سایہ دار رہتا ہے اور جب تک خشک نہیں ہو جاتا ہمیشہ پھل دیتا رہتا ہے
خشک ہونے کے بعد بھی اس کا تاج چھتوں کی گزریوں کے کام آتا ہے اور اس کے پتوں کی رسیاں بنتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔
یہ صفت ایک مسلمان کی ہے جو سر سے لے کر قدم تک در طہولیت سے لیکر ہر ایک سر تا سر نفع ہی نفع ہوتا ہے۔

الحمد والشکر للہ عز وجل فی الاحوال کلہا

(۵۵۶) عَنْ سَعْدِ بْنِ ابْنِ وَقَاصٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ حَمِدَ اللَّهَ وَشَكَرَ وَإِنْ أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ حَمِدَ اللَّهَ وَصَبَرَ فَالْمُؤْمِنُ يُوجَرُ فِي كُلِّ أَهْرِمٍ حَتَّى فِي الْقَبْرِ يُرْفَعُ إِلَى فِي لَاهُوتِهِ۔
(سواء البیہقی فی شعب الایمان)

(۵۵۷) عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنْ أَتَتْهُ مُلْكَةٌ لَهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرَ آلَةٍ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرَ آلَةٍ۔ (رواه مسلم)

ہر حالت میں خدا تعالیٰ کا شکر گزار رہنا

(۵۵۶) سعد بن ابی وقاص روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کا حال بھی قابل تعجب ہے اگر اس کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہے اور اس کا شکر ادا کرتا ہے اور اگر اس کو مصیبت پیش آجاتی ہے تو بھی اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا اور اس پر صبر کرتا ہے خلاصہ یہ کہ مومن کو ہر حال میں ثواب ملتا ہے حتیٰ کہ اس نعمت میں بھی جو وہ اٹھا کر اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے۔ (شعب الایمان)

(۵۵۷) صبیح روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کا ہر معاملہ تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے۔ سرت کی بات ہو یا غم کی اس کے حق میں سب بہتری بہتر ہوتی ہے، یہ مومن کے سوا کسی اور کو نصیب نہیں۔ اگر اس کو کوئی خوشی کی بات پیش آجائے تو وہ شکر کرتا ہے، یہ بھی اس کے لئے بہتر ہوتی ہے اور اگر کوئی تکلیف پیش آجائے تو صبر کر لیتا ہے یہ بھی اس کے حق میں بہتر ہوتی ہے۔ (مسلم شریف)

(۵۵۶) فراخی دینی اور صحت و مرض کے ہر حال میں اسی مدد سرائی کی بدولت اس امت کا لقب حامدون مشہور ہو گیا ہے۔ کہیں نہ ہو جس امت کا رسول احمد و محمد ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی داری) اس کی امت کا لقب حامدون ہونا چاہئے۔ وہ افراد کتنے بغیر یہی جوابی اس شہرت کے ساتھ نہ نعمت میں حمد کرتا یا رنج میں اور مصیبت میں حمد فکر بجالا جائیں۔

رقۃ القلب

(۵۵۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ أَهْلَ الْيَمَنِ هُمُ
أَكْرَبُ أَقْبِلِدَةَ الْإِسْمَانِ يَمَانٍ وَالْوَقْعَةِ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةِ يَمَانِيَّةٌ (مسلم شریف)

نرم دلی

(۵۵۸) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو اہل یمن آگئے یہ لوگ نہایت
رفیق القلب ہوتے ہیں، ایمان اور دین کی سمجھ اور حکمت تو میں ہی کا حصہ ہے۔ (مسلم شریف)

(۵۵۸) صحیح بخاری میں اس حدیث کو ذرا زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک مرتبہ قبیلہ بنو تمیم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے بنو تمیم تم کو بشارت ہو۔ ان بدقسمتوں نے اس کو مال کی بشارت سمجھا
لہذا کہا اچھا تو دلوائیے کیا دلواتے ہیں آپ کو ان کی یہ بشارت فطرتی پسند نہ ہوئی۔ آخری درجہ یمن کی ایک جماعت آپ کی بشارت
ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بنو تمیم نے تو بشارت قبول نہ کی تو تم سے قبول کر لو۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ ہم نے سر و چشم
قبول کی۔ اس کے بعد عرض کیا۔ جتنا اللہ تعالیٰ فی الدین ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ اپنے دین کے کچھ مسائل سیکھیں۔ پھر
اس واقعہ سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان کے قلب میں دین اور احکام دین کے قبول کرنے کی کتنی صلاحیت تھی جو بشارت انھیں
سنائی گئی وہ کسی بحث اور کسی تفصیل کے بغیر انھوں نے قبول کر لی اور اپنے آئنے کا جو زیندہ مقصد آپ کے سامنے رکھا وہ ستر
ایک نفع فی الدین یعنی دین کی طلب تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اس طرح بے چلن و چرا بشارت نبیہ کو لہک لہکانے
سے بہت معظوظ ہوئے اور ان کی اس صلاحیت اور علو استعداد کو دیکھ کر فرمایا کہ ایمان اور فقر اور حکمت تو در حقیقت ان
لوگوں کا حصہ ہے اور اسی کو یہاں رقبۃ قلب سے تعبیر کیا گیا ہے اس کے بالمقابل قلبی قسادتہ ہے وہ ہے کہ نسیوت کے
نفوذ کرنے کی اس میں کوئی صلاحیت نہ ہو بلکہ وہ اس خشک پتھر کی طرح ہو جس سے پانی کی ایک بوند بھی نہیں چسکتی۔

فَرَسْتُ قُلُوبَكُمْ نَهَى كَالْحَجَارَةِ أَدَامَتْ
قَسْوَةً وَإِنْ مِنْ الْحَجَارَةِ لَمَا يَنْفَعُ مِنْهُ
أَلَا خَارِ وَإِنْ مِنْهَا لَمَا يَنْفَعُ يَفْعَلُ
مِنْهُ أَلَمْ تَرَ وَإِنْ مِنْهَا لَمَا يَخْبِتُ مِنْ
خَشْيَةِ اللَّهِ —

چرا اس کے بعد تمہارے دل ایسے سخت ہو گئے کہ گو بادہ تمہارا
یا ان سے بھی سخت تر اور پتھروں میں تو بیٹھے ایسے ہی ہوتے
ہیں کہ ان سے نہ ہری نکلتی ہیں اور بعض پتھر ایسے ہی ہوتے ہیں جو
بھٹ جاتے ہیں اور ان سے پانی جھرتا ہے اور بعض پتھر ایسے
بھی ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں۔

آیت بالا میں قلوب کا قسادتہ اور اس کے عکس صلاح کی ایک بلیغ تشبیہ دیکر سمجھا لیا گیا ہے کہ قلب کی قسادتہ یہ ہے کہ
اس میں اثر نہ ہو اور تاثیر کی کوئی صلاحیت نہ رہے، دین کی فہم کے لئے اس میں کوئی حرکت نہ ہو اور خشیت الہی سے وہ کبر
خالی ہو جائے۔ یہی بے فیض قلوب جن سے ہدایت کے چشے نہ کیا جیتے اس کا کوئی قطروہی ان سے نہیں ٹپکتا قلوب قاسیہ
ہیں جو سختی میں پتھروں سے بھی بڑھ کر ہیں کہ پتھروں میں کچھ نہ کچھ آثار تاثیر کچھ نہ کچھ حرکت تو نظر آتی ہے۔

(راقی بر صغیر آئمہ)

نزہۃ اللسان

(۵۵۹) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا بِاللَّعَّانِ وَلَا بِالْفَاحِشِ وَلَا بِالْبَذِيٍّ - (ترجمہ) الہی و البیہقی فی شعب الایمان فی آخری الرواۃ الفاحش البذی وقال الترمذی هذا حدیث غریب و فی حراۃ لا ینبغی للمؤمن ان یرکب لعانا۔

(۵۶۰) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْبَغِي لِصِدِّيقٍ أَنْ يَكُونَ لَعَّانًا۔ (ترجمہ) مسلم

(۵۶۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِي بَكْرٍ وَهُوَ يَلْعَنُ بَعْضَ رَفِيقِهِ فَأَلْفَقَتْ إِلَيْهِ نَعْلَانِ وَصِدِّيقَيْنِ كَلَّا وَرَبِّ الْكُتُبَةِ فَأَعْتَقَ أَبُو بَكْرٍ يَوْمَئِذٍ بَعْضَ رَفِيقِهِ ثُمَّ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا أَعُوذُ۔ (ترجمہ) البیہقی فی شعب الایمان۔

پاکیزہ زبان ہونا

(۵۵۹) ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کے لئے نہ یہ مناسب ہے کہ وہ ہر وقت لعن طعن کرتا رہے اور نہ یہ کہ فحش کلامی اور بدزبانی کرتا رہے۔ (ترمذی: ہیثمی)

(۵۶۰) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدیق ہو کر یہ بات اس کی شایان شان نہیں کہ ہر وقت لعنت برسیا کرے۔ (مسلم)

(۵۶۱) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر کے پاس سے گزرے وہ اتفاقاً اپنے کسی غلام کے متعلق لعنت کا لفظ استعمال فرما رہے تھے آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا رب کہہ کی قسم ہرگز نہیں ہوگا کہ جو لوگ لعنتیں برسائیں وہ صدیق بھی شمار ہوں۔ اس واقعہ کے بعد ابو بکر نے اس غلام کو آزاد کر دیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اب آئندہ ایسا قصور نہیں ہوگا۔ (ہیثمی)

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) اس کے برخلاف مومن کے قلب میں رقت ولین کی صفت ہوتی ہے یہ صفت صرف اس کے قلب تک محدود نہیں رہتی بلکہ اس کے اعضاء و جوارح تک بھی سرایت کر جاتی ہے۔ یہ نرم خو، نرم مزاج، خیر طبیعت، صاحب محبت و حرمت اور ہر کس و ناکس کی بات سننے اور ماننے والا ہوتا ہے حتیٰ کہ مسلمانوں کے لئے بہتین رحمت اور کفار کے مقابلہ میں جسم شدت بن جاتا ہے۔ اسی صفت کو امتداد علی الکفار و رحامہ بیفہم میں ذکر کیا گیا ہے اور ذیل کی حدیث میں بھی اس کے اسی رقت ولین کے اثرات کا ذکر ہے۔

(۵۶۲) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّعَّانَيْنِ لَا يَكُونُونَ شُهَدَاءَ وَلَا شَفَعَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ - (مسلم)

(۵۶۲) ابوالدرداء روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ہر وقت لعنت برسانے والوں کو نہ شہادت کا حق دیا جائے گا نہ شفاعت کا۔ (مسلم)

(۵۶۲) لعنت لعنت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کو کہتے ہیں۔ جو شخص دنیا میں دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کا عادی ہو قیامت میں اسے شفاعت اور شہادت کا ہلکا کیا حق ہو سکتا ہے۔ شفاعت لعنت کے برعکس اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طلب کا نام ہے۔ دنیا میں قانون شہادت یہ ہے کہ مقدمہ میں گواہ وہ ہو سکتا ہے جو اس کا دشمن نہ ہو۔ پھر دنیا میں جو شخص خدائے تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کی اپنی دشمنی کا ثبوت دے چکے ہے وہ آخرت میں کب کسی کا گواہ بن سکتا ہے۔

نبی کے بعد صدیق کی شفاعت کا درجہ ہے اور اس کے بعد شہداء و صالحین کی شفاعت کا صاحب نبوت نے سمجھایا کہ آخرت میں جن امت کو شفاعت اور شہادت دونوں کا منصب عطا ہوا ہو جب اس کے لئے بالعموم لعنت کا استعمال کرنا ناموزوں ہے تو پھر ان میں جو صدیق کہلائیں ان کے لئے تو کتنا کچھ ناموزوں ہوگا۔ صدیق اکبر نے اس نکتہ کو خوب سمجھ لیا اور اسی لئے اس غلطی کی ہر ممکن طریقہ پر تلافی کرنے کی کوشش بھی کی۔ اس ضمن میں آپ کو باہم اسباب افتراق مٹانے کا بھی ایک بڑا سہن دیا گیا ہے۔ فرق یہ ہے کہ دنیا ان ظاہری مضرتوں کو اہمیت دیتی ہے اور شریعت آخرت کی مضرتوں کو۔ اس لئے شریعت اپنی نظر حقیقت میں کے مطابق ان اسباب و اثرات کا ذکر کرتی رہتی ہے اور ظاہر میں ان آثار ظاہری کے درپے رہتا ہے اور اسی کو فلسفہ سے تعبیر کرتا رہتا ہے۔ پس ایک ظاہر پرست کے نزدیک تو تراہت لسان کا فلسفہ صرف دعوت اتحاد اور یا بھی اسباب منافرت کا ترک کرنا ہے۔ اور حدیث کی نظر میں یہ سب ضمنی اور سطحی نفع نقصان ہیں۔ ان کو سمجھنے سمجھانے کے لئے انسان کی عقل خود ہی کافی ہے جو اصل اور دائمی نقصان ہے اور ہماری ادراک عقل سے بالاتر ہے۔ وہ امت کی امتیازی خصوصیت یعنی شفاعت سے محرومی ہے۔ حدیث اس کا انکار نہیں کرتی تم اس کا انکار مت کرو بلکہ اس حقیقت کو حاصل کرنے کی کوشش کرو جس کے پا جانے کے بعد تمہارا بنایا ہوا فلسفہ — بلا تعجب و مشقت خود بخود حاصل ہو جائے گا۔

الصدق ووفاء العهد واداء الامانة

(۵۶۳) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطَبِّعُ الْمُؤْمِنُ عَلَى الْخِيَالِ كُلِّهَا إِلَّا الْخِيَانَةَ وَالْكَذِبَ - (رواه احمد والبيهقي في شعب الایمان عن سعد بن ابی وقاص)
 (۵۶۴) عَنْ صفوان بن سليم أنه قيل لرسول الله صلى الله عليه وسلم أَيْكُونُ الْمُؤْمِنُ جَبَانًا قَالَ لَعَمْرُوفٍ لَيْلَهُ أَيْكُونُ الْمُؤْمِنُ بَجِيلاً قَالَ لَعَمْرُوفٍ لَيْلَهُ أَيْكُونُ الْمُؤْمِنُ كَذَّابًا قَالَ لَا - (رواه مالك والبيهقي في شعب الایمان مرسلًا)

راست گو، امانت دار اور وفار شعار ہونا

(۵۶۳) ابو امامہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی فطرت میں تمام عادتیں ہو سکتی ہیں مگر خیانت اور جھوٹ کی عادت نہیں ہو سکتی۔ (احمد بیہقی)
 (۵۶۴) صفوان بن سلیم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے فرمایا جی ہاں۔ پھر پوچھا گیا کیا بخیل ہو سکتا ہے فرمایا جی ہاں۔ پھر پوچھا گیا اچھا کیا اول نذر کا جھوٹا بھی ہو سکتا ہے۔ فرمایا جی نہیں۔ (مالک۔ شعب الایمان)

(۵۶۳) واضح رہے کہ اتفاقیہ خیانت اور اتفاقیہ جھوٹ مومن سے بھی سرزد ہو سکتا ہے لیکن وہ اس کا عادی نہیں ہو سکتا۔ اگر اس میں یہ عادت بد پیدا ہو گئی ہے تو اس کو یقین کر لینا چاہئے کہ اب اس میں نفاق کے جواہر داخل ہونے لگے ہیں اور اس کا ایمان زخمی ہو چکا ہے۔ یہ گئی خیانت تو وہ امانت و ایمان کی ضد ہے یہ صفات ذمیدہ بھی اس میں پیدا ہوتی نہیں ہو سکتیں۔ عارضی اثرات سے سب کچھ ممکن ہے۔ یہاں حدیث خلقت کی نفی کر دی ہے۔

(۵۶۴) حدیث کی مراد یہ ہے کہ بزدلی اور شجاعت فطرت کی ایک تقسیم ہے جیسا سخاوت و بخل اس لئے بزدلی اور بخل اگرچہ مذموم صفات ہیں مگر یہ غیر اختیاری۔ اس لئے اگر ایک مومن میں بیاہری نہ ہو یا حقوق اسلام ادا کرنے کے بعد اس میں سخاوت کا معنوں نہ ہو تو وہ براخذہ سے بری ہو سکتا ہے لیکن خیانت اور جھوٹ کی عادتیں غیر اختیاری صفات نہیں۔ ایمان امانت سے مشتق ہے جو خیانت کی ضد ہے اس لئے ایمان اور خیانت جمع نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح دروغ گوئی کی عادت نفاق کا شعبہ ہے ایمان یک رخی کا طالب ہے اس لئے دروغ فہن اسلام و ایمان کے ساتھ جمع نہیں سکتا۔ اس لئے مومن نہ خیانت کا عادی ہو سکتا ہے نہ دروغ گوئی کا۔

(۵۶۵) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَلَّمَا خُطِبْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَالَ كَلِمَاتٌ لَا يَمُنُّ لَا أَمَانَةَ لَهُ وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ - (مرآۃ الیہقی فی شعب الایمان)

(۵۶۶) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَرَّادٍ قَالَ قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ هَلْ يَكْذِبُ الْمُؤْمِنُ قَالَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ مَنْ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ - (الجامع الکبیر)

(۵۶۷) عَنْ مَالِكٍ قَالَ بَلَغُنِي أَنَّهُ قِيلَ لِلْقَمَّانِ الْحَكِيمِ مَا بَلَغَكَ مَا تَرَى بَيْنِي وَالْفَضْلَ قَالَ حِدْتُ الْحَدِيثَ وَأَدَاءُ الْأَمَانَةِ تَوَرَّكُمَا لَا يَعْزِينَنِي - (مرآۃ فی الموطأ)

(۵۶۸) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَقَالَ كُنْتُ أَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ أَسْمَعُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيدُ حِفْظَهُ فَهَتَيْتُ قُرَيْشٍ وَقَالُوا أَتَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ نَسَمَعُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۵۶۵) انہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خطبہ ایسا کم دیا ہوگا جس میں یہ نہ فرمایا ہو کہ جس شخص میں امانت نہیں اس کا ایمان بھی کچھ نہیں اور جس میں دفاہرہ نہیں اس کا دین بھی کچھ نہیں۔ (شعب الایمان)

(۵۶۶) عبد اللہ بن جرّاد روایت کرتے ہیں کہ ابو الدرداء نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا مومن جھوٹ بولتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا جس شخص کی عادت یہ ہو کہ جب بات کہے تو جھوٹ ہی بولے وہ نہ تو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ آخرت کے دن پر۔ (جامع کبیر)

(۵۶۷) امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات سنی ہے کہ لقمان حکیم سے پوچھا گیا فرمائیے کہ یہ رتبہ بلند آپ کو کیسے نصیب ہوا اصول نے جواب دیا۔ راست گوئی۔ اداہر امانت۔ اور دیگر باتوں سے کنارہ کشی کی بدولت۔ (موطأ)

(۵۶۸) عبد اللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ جو کچھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن پاتا وہ سب کچھ لکھ لیا کرتا تھا اس سے میرا مقصد آپ کے کلمات کی حفاظت کرنی تھی۔ قریش نے مجھے اس بات سے

(۵۶۶) اس حدیث میں اس امر کی وضاحت ہوگئی کہ اوپر کی حدیثوں میں کذب سے مراد اتفاقاً جھوٹ بولنا نہیں بلکہ اس کا عادی ہونا مراد ہے اسی لئے صحیح حدیثوں میں جھوٹ کی عادت نفاق کی ایک فصلت قرار دی گئی ہے۔

(۵۶۷) لایعنی اور دیگر باتوں کی شرح حدیث میں حسن اسلام المرء ترک ما لا یعنینہ کے ضمن میں مفصل گندہ لکھی ہے۔ ترجمان السنہ جلد اول میں ملاحظہ کرنی جائے۔

(۵۶۸) انبیاء علیہم السلام کا کلام صرف سچا ہی نہیں ہوتا بلکہ جو کچھ بولتے ہیں وہ حق ہی ہوتا ہے سبحان اللہ! وہ دین ہمارا کبھی کتنا مقدس دین ہوگا جس میں خزان اور غصہ کے بھری حالات میں بھی ملکی لفظ کی صفات موجود نہ ہوں گی

بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا فَأَمْسَكَتُ عَنِ الْكِتَابِ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِأَسْلَمَةَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَوْمَأَ بِأَصْبَعِهِ إِلَى فَيْهِ فَقَالَ أَكْتُبْ قَوْلَ الَّذِي نَفَعَنِي
بِدِينِهِ مَا بَخَسَ مِنْهُ إِلَّا الْحَقَّ - (مرواه ابو داؤد)

(۵۶۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ لَوْ لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ تَدْرِي عَيْنًا قَالَ بَلَى لَا أَقُولُ
إِلَّا الْحَقَّ - (مرواه الترمذی)

(۵۷۰) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا عَمَلُ الْجَنَّةِ قَالَ الصَّدَقُ وَإِذَا صَدَقَ الْعَبْدُ بَرَّ وَإِذَا آمَنَ قَادَا آمَنَ دَخَلَ

روکا اور کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جوابات بھی سننے ہو وہ سب قلمبند کر رہے ہو حالانکہ آپ ایک بشر
ہی تو ہیں کبھی کوئی بات غصہ کی حالت میں بھی فرما دیتے ہیں۔ رہو سکتا ہے کہ اس حالت میں وہ مقام نبوت کے
معیار اعتدال سے اتری ہوئی بات ہو) اس کے بعد میں نے لکھنا بند کر دیا اور اس قصہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے ذکر کیا۔ آپ نے اپنے دین مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا (بے خوف و خطر) سب کچھ لکھو۔ اس خدائے
کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس منہ سے بھڑق کے اور کچھ نہیں نکلتا۔ (ابو داؤد)

(۵۶۹) ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعجب کے طور پر سوال
کیا آپ بھی ہم سے خوش طبعی فرماتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا مگر میں کوئی کلمہ حق کے سوا زبان سے نہیں
نکالتا۔ (ترمذی شریف)

(۵۷۰) عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے
پوچھا یا رسول اللہ جنت کا عمل کیا ہے؟ فرمایا سچ بولنا۔ جب بندہ سچ بولتا ہے تو نیک بن جاتا ہے اور ایسا نثار

جب تک خدائے برحق کی محبت کسی کی اس طرح نگرانی نہ رکھے اس وقت تک کسی بشر کے لئے مقام صدق و صفا کی
اس منزل تک رسائی ناممکن ہے۔ حکم کی نیت کے لحاظ سے اس کو صادق تو کہہ سکتے ہیں مگر جب تک اس کا کلام
حقیقت کے مطابق نہ ہو اس کو حق نہیں کہہ سکتے۔

(۵۶۹) آپ نے اس مختصر جواب میں مسئلہ مل کو باکئی فرشتہ نہیں ہوتا وہ بشر کے تمام خواص اپنے اندر رکھتا ہے مگر فرق یہ ہے
کہ اس کی تربیت نظر ربوبیت کے تحت ہوتی ہے اس لئے وہ رضاء و غضب اور جود و مزاح کے تمام حالات میں کہیں لغزش نہیں کرتا
جی کہ اگر اس پر انسان بھی طاری ہوتا ہے تو وہ بھی کسی حکمت الہیہ پر مبنی ہوتا ہے۔ خوش طبعی اگر لائینی اور خلاف واقع یا
خفیف حرکات پر مشتمل ہو تو بیشک وہ نقصان کا موجب ہے لیکن اگر کوئی اس غفلت کی حالت میں بھی وقار و متانت اور
صدق و حقانیت سے سرور اصرار نہ نہیں ہوتا تو یہی انسان کامل کا ذریعہ ہے۔ اب تم میرے اور اپنے مزاج کا موازنہ
کر کے دیکھو تمہارا تعجب جاتا ہے گا۔

الْحَمْدُ. قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا عَمِلَ النَّارِ قَالَ الْكَذِبُ إِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ فَجْرًا وَإِذَا فَجَرَ كَفَرًا
وَإِذَا كَفَرَ دَخَلَ يَعْنِي النَّارَ. (مرآۃ احمد)

(۵۶۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ
بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَالْبِرُّ لَا يَهْدِي إِلَى الْفِتْنَةِ وَمَا يُزَالُ
الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يَكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ حِمًى بَقَاؤُكُمْ وَالْكَذِبُ فَإِنَّ الْكَذِبَ
يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَالْفُجُورُ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَمَا يُزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ
حَتَّى يَكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذًّا أَبًا. (متفق عليه)

ہو جاتا ہے اور جب ایمان دین جاتا ہے تو جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ پھر اس نے پوچھا اچھا دوزخ کا عمل کیا ہو
فرمایا جھوٹ بولنا جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو حدودِ شریعت سے تجاوز کرنے لگتا ہے اور جب تجاوز کرنے
لگتا ہے تو کفر میں گرفتار ہو جاتا ہے اور جب کفر میں گرفتار ہو جاتا ہے تو دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔ (احمد)
(۵۶۱) عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راست گوئی کی
عادت اختیار کر لو کہ راست گوئی سے بیکار کرنے کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور نیکی انسان کو جنت تک پہنچا
دیتی ہے۔ آدمی سچ بولتا رہتا ہے اور تلاش کر کے سچ بولتا رہتا ہے نتیجہ ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں
اس کا لقب صدیق پڑ جاتا ہے اور دیکھو جھوٹ سے بچا کیونکہ جھوٹ حق میں مبتلا کر دیتا ہے اور حق دوزخ
میں پہنچا کر چھوڑتا ہے۔ انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے اور دھونڈا دھونڈا کر جھوٹ بولتا رہتا ہے۔ نتیجہ ہوتا ہے
کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا لقب کذاب پڑ جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

(۵۶۱) تنبیہ کی جا چکی ہے کہ خیر و شر کے علیحدہ علیحدہ دو سلسلے ہیں امدان دونوں میں ایک کڑی اپنی دوسری کڑی سے
متصل ہے۔ پھر سلسلہ خیر کے منہی پر جنت ہے اور سلسلہ شر کے آخر میں دوزخ پس کوئی انسان بھی دوزخ یا دوزخ میں نہیں چلا جاتا
اور اس کے آخر میں خیر و شر کی کوئی معمولی سی کڑی آجاتی ہے پھر اس کی وجہ سے اس میں اسی سلسلہ کی دوسری کڑی کی استعداد
پیدا ہو جاتی ہے اور اس طرح سے وہ تدریجاً جنت یا دوزخ میں جا پہنچتا ہے پس کسی خیر کو معمولی سمجھا جائے کہ کسی شر کو معمولی
ترتیب میں تسلیم کرے اور اسے روایت ہے کہ تکبر کرنے کرنے لگے ایک دن ایسا آجائے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جبارین کی
فہرست میں درج ہو جاتا ہے آخر اس پر ہی وہ عذاب آجائے جو ان پر آیا تھا۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ صدیقین
اور کاذبین کی ایک فہرست ہے یہ حدیث بتاتی ہے کہ انسان کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ اس کا نام صدیقین کی
فہرست میں آجائے یا ایھا الذین آمنوا کو زامع الصادقین۔ اور اس سے ڈرنا چاہئے کہ اس کا نام کہیں کاذبین
کی فہرست میں درج نہ ہو جائے۔ ان لعنہ اللہ علی الکاذبین۔ اور یہ اس لئے کہ صدق و کذب صرف معمولی خیر و شر
نہیں بلکہ ان کا ثمرہ جنت اور دوزخ بھی ہو سکتا ہے۔

(۵۷۲) عَنْ أُمِّ كَلْثُومٍ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِي يُصَيِّرُ بَيْنَ النَّاسِ وَيَقُولُ خَيْرًا وَيَقُولُ خَيْرًا (متفق عليه)
 ورنہ مسلم قائلہ وَلَمْ أَتَمَعِدْ مَعْنَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجْعٍ فِي شَيْءٍ مِمَّا يَقُولُ النَّاسُ إِنَّكَ كَذِبٌ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ الْخَرْبُ - وَالْإِصْلَاحُ بَيْنَ النَّاسِ وَحَدِيثُ الرَّجُلِ لِامْرَأَتِهِ وَحَدِيثُ الْمَرْأَةِ لِرَجُلٍ وَجَاءَ دُرِّي أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ يَزِيدٍ (مثلہ)

(۵۷۲) حضرت ام کلثوم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کذاب وہ نہیں جو لوگوں میں صلح جوئی کے ارادہ سے کوئی کلمہ خبر زبان سے کہے اور کسی کو کسی دوسرے شخص کی طرف سے کوئی بھلی بات پہنچا دے۔ (متفق علیہ)

مسلم میں اتنا معنون اور ہے کہ حضرت ام کلثوم فرماتی ہیں جو باتیں لوگوں کے درمیان جھوٹ شمار ہوتی ہیں ان میں سے صرف تین موقعہ پر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہی ہے۔ جنگیں۔ لوگوں کے درمیان صلح جوئی کے لئے۔ اور تیسرے شوہر کا اپنی بی بی اور بی بی کا اپنے شوہر کی رضامندی کے لئے۔ (مسندہم)

(۵۷۲) مروج جھوٹ بولنے کی اجازت تو مشکل ہے کہ کہیں ثابت ہو البتہ کسی اہم مصلحت کے لئے ایسی دو معین بات کہدینے کی اجازت ہے جس پر بظاہر جھوٹ کا لگان ہو سکے مگر اصل مراد کے لحاظ سے وہ سچ ہو اس کا نام تورہ ہے۔ پس تورہ کذب نہیں وہ صدق ہی کی ایک کذب نام صورت ہے مسلم کی روایت میں مایقول الناس انہ کذب کے لفظ میں غالباً اسی طرف اشارہ ہے۔ ایسے کلمات کے استعمال کی اجازت بھی عام طور پر نہیں بلکہ اس میں ہی صرف تین مقامات کا استثناء کیا گیا ہے۔ جنگ کی حالت میں (اس کی تفصیل جنگ کے بیان میں آئے گی) اور دوسرے دو مقام ایسے ہیں جن میں صاف گئی موجب فتنہ ہو۔ اسی لئے مشہور ہے۔

دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز

شافعیہ کے نزدیک یہاں کچھ زیادہ وسعت ہے۔ شیخ محمد الدین نوویؒ نے امام غزالیؒ کے نقل کیا ہے کہ اگر کسی اچھے مقصد کے لئے صدق و کذب کے دونوں راستے ہوں تو ظاہر ہے کہ اب کذب بلا حاجت ہوگا اس لئے یہاں جھوٹ بولنا حرام ہے لیکن اگر اس کے حصول کی جھوٹ کے سوا کوئی صورت نہیں تو دیکھنا چاہئے کہ وہ مقصد باج ہے یا واجب۔ اگر باج ہے تو جھوٹ بھی باج رہے گا ورنہ واجب ہو جائے گا مثلاً ایک مسلمان کسی ظالم سے بچ کر کہیں چھپا ہوا ہے تو واجب ہے کہ اس کو اس ظالم سے بچانے کے لئے جھوٹ بول دیا جائے یہ اس وقت ہے جبکہ توریت سے کام نہ چلے ورنہ احتیاط اسی میں ہے کہ تورہ کر لے۔ (بخاری کتاب الاذکار ص ۱۳۸) ابن قتیبہ نے کتاب مختلف الحدیث میں اس کی خوب تفصیل کی ہے۔ (دیکھو ص ۴۲)

(۵۶۳) عَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَبِي عَاصِمٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كَبُرَتْ خِيَانَةٌ أَنْ تُخَدِّثَ أَخَاكَ حَدِيثًا هَوَّلَكَ بِهِ مُصَدِّقٌ وَأَنْتَ بِهٖ كَاذِبٌ۔ (سراواہ ابوداؤد وسکت علیہ قال النوری وفی اسنادہ ضعف)۔

ان فی المعارض لمنہ وحتہ عن الکذب

(۵۶۴) عَنْ سُوَيْدِ بْنِ حَنْظَلَةَ قَالَ خَرَجْنَا نَرِيْدُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَنَا وَائِلُ بْنُ حُجْرٍ فَأَخَذَهُ عَدُوٌّ لَهُ فَتَحَرَّجَ الْقَوْمُ أَنْ يَخْلِفُوْا وَحَلَعْتُ أَنَا أَيْضًا فَنَلَى سَيْبِيْلَهُ

(۵۶۳) سفیان بن اسیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود منہ ہے کہ یہ بھی ایک بڑی خیانت کی بات ہے کہ تم اپنے بھائی سے اس طرح کی دو معینین باتیں بناؤ کہ وہ تو تم کو سمجھا سمجھ رہا ہو اور تم اس سے جھوٹ بول رہے ہو۔ (ابوداؤد)

مجبوری میں تو یہ کر لینا جھوٹ سے بچنے کا ایک صحیح طریقہ ہے

(۵۶۴) سُوَيْدُ بْنُ حَنْظَلَةَ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے ارادہ سے نکلے ہمارے ہمراہ وائل بن حجر بھی تھے راستہ میں ان کو ان کے کسی دشمن نے پکڑ لیا اور لوگوں نے تو قسم کھانے لیا

(۵۶۳) نوئی فرماتے ہیں کہ تورہ ہے کہ تم ایسا فعل نہ کرو جو ایک معنی میں ظاہر ہو مگر تم اس کے دوسرے ایسے معنی میں لے لو جو اگرچہ اس لفظ سے منہم تو ہوں مگر اس کے ظاہر معنی کے خلاف ہوں چونکہ یہ بھی ایک قسم کا دھوکا ہے اس لئے حاجت کے بغیر یہ بھی منوع ہے تفصیل یہ ہے کہ اگر تورہ کا مقصد کسی کا حق تلف کرنا ہو جب تو یہ حرام ہوگا ورنہ پھر بھی بے جا بات ہے اس لئے مکروہ رہے گا اور اگر کسی معصوم کے لئے ہو تو جرح ہوگا۔ (کتاب الاذکار ص ۱۷۷)

ابن قتیبہ نے تورہ کی چند مثالیں سلف کے درمیان بھی پیش کی ہیں قابل مراجعت ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قصہ بھی اسی فہرست میں شمار کیا ہے۔ (دیکھو از ص ۲۴۲ تا ۲۴۷)

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ مخالفہ اگرچہ فی نفسہ کذب میں شمار نہیں مگر جب بے عمل اور اپنی حد سے تجاوز کر جائے تو وہ بھی کذب کی تعریف میں آسکتا ہے مثلاً آپ نے کسی شخص کو صرف ایک بار بلایا ہو اور آپ اس سے یہ کہیں کہ ہم نے تجھے سینکڑوں بار بلایا۔ مگر تو نہیں آیا اب یہاں سینکڑوں بار کا الفاظ اگرچہ بطریق مخالف ہی استعمال کیا گیا ہے مگر اس موقع پر یہ کذب شمار ہوگا۔ اس کو مخالفہ نہیں کہتے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ اس قسم کے کذب میں غلام ابتلا رہے لہذا اس سے بھی احتراز لازم ہے۔ (دیکھو کتاب الاذکار ص ۱۷۷)

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

قَالَ كَيْفَ الْغَلَامُ قَالَ هَذَا أَنْفُسُهُمْ وَأَرْجُوا أَنْ يَكُونُوا قَدْ اسْتَرَحَوْا وَلَهُنَّ أَبُو طَلْحَةَ أَهْلًا
صَادِقَةً قَالَ قَبَاتٌ فَلَمَّا أَصْبَحَ اعْتَسَلَ فَلَمَّا ارَادَ أَنْ يَخْرُجَ اعْلَمَتْهُ أَنَّهَا قَدْ مَاتَ فَصَلَّى
مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا كَانَ مِنْهَا فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَبَارِكَ لِعَامَانِ بِلَدَيْهِمَا قَالَ سَفِيَانُ فَقَالَ رَجُلٌ
مِنَ الْأَنْصَارِ قَرَأْتُ بَيْتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَرَأُوا الْقُرْآنَ. (رمزہ البخاری)

(۵۷۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ بَابُ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا
ثَلَاثَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثُونَ مِثْقَالًا فِي ذَاتِ اللَّهِ قَوْلُهُ إِنْ سَقِيمَ وَتَوَلَّاهُ بَلْ فَعَلْتُ كِبِيرَهُمْ هَذَا. وَقَالَ

ایک گوشہ میں رکھ دیا۔ (شب میں) جب ابو طلحہ آئے تو انھوں نے پوچھا بچہ کی طبیعت کیسی ہے؟ یہ بولیں وہ خاتون
ہو گئی ہے اور میرا خیال ہے کہ اب اسے بالکل آرام ہو گا۔ ابو طلحہ نے اپنی فہم کے مطابق یہ خیال کیا کہ تجسّر
صعیب ہو گیا ہو گا۔ (حالانکہ ان کا مقصد کچھ اور تھا) اور مطمئن ہو کر اپنی بی بی کے ساتھ ہمبستری کی جب صبح
ہوئی تو غسل فرمایا جب باہر جانے لگے تو بی بی نے صاف بات کہی کہ اس کا انتقال ہو گیا ہے انھوں نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی اس کے بعد ان کی بی بی کے واقعہ کی آپ کو اطلاع ہوئی آپ نے
فرمایا کہ (اس کی حسن نیت) کی بدولت اس شب میں جو محل اس کے استقرار پا گیا ہے امید ہے کہ اس میں بڑی
برکت ہو۔ سفیان راوی حدیث کہتا ہے کہ ایک انصاری شخص نے بیان کیا کہ میں نے ان کی نوا اولاد دیکھی
ہیں سب کی سب حافظ تھیں۔ (بخاری شریف)

(۵۷۶) ابوبررہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام
نے اپنی تمام عمر میں صرف تین مقامات پر توروں سے کام لیا: جن میں دو تو خدا تعالیٰ ہی کی راہ میں ہیں۔ ایک ان

اگر کسی نے کسی کے پاس اپنی کوئی چیز بطور عاریت رکھی ہو پھر وہ اسے الگ لے تو کیا اس شخص کو اس کے روکنے کا کوئی حق ہے
انھوں نے کہا نہیں وہ بولیں تو پھر اپنے بچہ پر سر کر دو (وہ بھی خدا کی بات تھی اس نے لے لی ہے) اس پر انھیں غصا پایا اور فرمایا
بچہ یہ پہلے کیوں نہ بتایا تھا کہ اس علم کے حال میں میں ہمبستری نہ کرتا۔ اس حدیث سے عرب کے سلیقہ کا پتہ چلتا ہے کہ اس جذبہ
عزت نے شب میں دفعہ ایسے اضطراب انگیز حادثہ کی خبر دینا بھی نامناسب سمجھی اور محسوس ہونا بھی گوارا نہ کیا اس لئے ایک
ایسا دوسری فقرہ کہنا جواپنی جگہ درست بھی تھا اور اس کے شوہر کے لئے اس میں کمی اور غصے سمجھنے کی گنجائش بھی نہ تھی۔

(۵۷۶) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں کو اکب پرستی کا زور تھا ایک دن ان کی قوم نے عید منانے کے لئے
باہر جانے کا ارادہ کیا اور چاہا کہ ان کو بھی اپنے ہموار لیتے جائیں انھوں نے پہلے سے اپنے دل میں تینوں کے خلاف
ایک اسکیم تیار کر رکھی تھی جب چلتے وقت انھوں نے اصرار کیا تو انھوں نے ان کے دستور کے مطابق پہلے تو خدا آسمان

بَيْنَهُمَا ذَاتَ يَوْمٍ وَسَارَةً إِذْ أَتَى عَلَى جَبَّارٍ مِنَ الْجَبَّارِينَ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ هَهُنَا جَلَاءُ مَعَهُ امْرَأَةٌ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَسَأَلَ عَنْ هَذِهِ قَالَتْ أُخْتُ فَأَتَى سَارَةً فَقَالَ لَهَا إِنَّ هَذَا الْحَبَشَانِ لَنْ يَعْلَمَا أَنَّكَ إِمْرَأَتِي يُعْلِبُنِي عَلَيْكَ فَإِنْ سَأَلَكَ فَأُخْبِرِيهِ أَتَلَوِ اأُخْتُ فِي الْإِسْلَامِ لَيْسَ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَغَيْرِكَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَأَتَتْ بِهَا قَامَ اِبْرَاهِيمُ يُصَلِّي ثَلَاثًا دَخَلَتْ عَلَيْهِ ذَهَبَ بَيْنَا وَلَهَا بَيْدَةٌ فَأَخَذَ وَتَرَوَى فَعُطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرَجُلِهِ فَقَالَ ادْعِي اللَّهَ بِي وَلَا أَصْرُكَ فَدَعَا اللَّهَ فَأُطْلِقَ ثُمَّ مَنَّا وَلَهَا الثَّانِيَةَ فَأَخَذَ مِثْلَهَا أَوْ أَسَدًا فَقَالَ ادْعِي اللَّهَ بِي وَلَا أَصْرُكَ فَدَعَا اللَّهَ فَأُطْلِقَ فَدَعَا بَعْضُ حَبَشَتِهِمْ فَقَالَ

قول انی سقیم (میں بیمار پڑنے والا ہوں) دوسرا ہل فعلہ کبیر ہم (یہ کام اس نے کیا ہے جو ان میں بڑا ہے) اور تیسرا اس وقت جبکہ وہ ایک دن سفر کر رہے تھے اور ان کی بی بی سارہ ان کے ہمراہ تھیں راستہ میں ان کا ایک ظالم بادشاہ کے ملک سے گذر ہوا اس بادشاہ سے کسی نے ذکر کیا کہ آپ کی قلمرو میں ایک شخص آیا ہوا ہے اس کے ساتھ اس کی بی بی ہے اور وہ بڑی حسینہ ہے۔ یہ سن کر اس نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس اپنا آدمی بھیجا اس نے پوچھا تمہارے ساتھ یہ کون ہیں انھوں نے فرما دیا میری بہن۔ اس کے بعد حضرت سارہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اگر یہاں کے بادشاہ کو یہ علم ہو گیا کہ تم میری بی بی ہو تو وہ تم کو مجھ سے زبردستی چھین لے گا لہذا اگر وہ تم سے پوچھے تو کہہ دینا کہ تم میری (اسلامی) بہن ہو کیونکہ اس خطہ زمین پر میرے اور تمہارے سوا اس وقت کوئی اور مومن نہیں ہے بادشاہ نے حضرت سارہ کو بلا بھیجا وہ حاضر کر دی گئیں ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نماز کے لئے کھڑے ہو گئے جب وہ اس کے سنانے پیش کی گئیں تو اس بد بخت نے بدبختی سے ان کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا فوراً اس کا گلہ پکڑا گیا اور ایک روایت میں ہے کہ ٹھٹ گیا بہانہ کہ وہ اپنے پر پٹنے لگا اور کہنے لگا میرے واسطے دعا کریں تجھے کچھ نہ ستاؤں گا۔ حضرت سارہ نے دعا فرمائی فوراً وہ درست ہو گیا۔

کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا گویا انھیں بھی ظلم ہو رہا ہے اور وہ دیکھ کر فرمایا کہ انی سقیم میں تو بیمار پڑنے والا ہوں۔ اب بھلا ایسا انسان کون سب سے جو کبھی بیمار نہ پڑے۔ بات تو بالکل صاف اور سچی تھی لیکن وہ یہ سمجھے کہ اصول یہ بات ستاروں کو دیکھ کر سمجھی ہے جب وہ چلے گئے تو ان کے پیچھے انھوں نے جن کو قورٹا تڑپا کر دیا واپس آکر جب انھوں نے بار بار دیکھا تو اس وقت ان کے سوا دلوں اور کوئی نہ تھا اس لئے ان ہی سے اس کا سبب دریافت کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی سادگی سے فرمایا کہ یہ کام تو اس کا معلوم ہوتا ہے جو ان سب میں بڑا ہے۔ یہ بات بھی بالکل صاف تھی کہ میرا ہے اور ظاہر ہے کہ انسان کو پتھر پریوں کی قدرتی بزرگی حاصل ہے مگر یہ لفظ استواء فرمایا جس کے یہ معنی بھی ہو سکتے تھے کہ سب سے بڑے بت کا کام ہے اس سے پوچھ دیکھو اس طریقہ سے ان کو قائل کرنا منظور تھا کہ جو بت

اِنَّكَ لَمَنْ تَابْتَ بَاِئِنَّا اَتَيْنٰكَ بِشَيْطَانٍ فَاُخَذَ مِنْهَا جَنًّا فَاتَّبَعَهُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيُ
فَاَوْفَا بِيَدِهِمْ قَالَتْ رِذَّاهُ كَيْدَ الْكَافِرِ اِنِّي فَخْرٌ فَاُخَذَ مِنْهَا جَنًّا قَالَ اَوْفَا بِيَدِهِ يَتْلُو
اَمْلِكُوْا بَاِئِنَّا نَاءُ النَّعَاِ - (متفق عليه)

بدنعت نے پھر ہاتھ بڑھایا اور پہلے کی طرح پھر اس کا ہلا گئے لگا بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت۔ وہ پھر جو جہاں میرے
لے دعا کریں تجھے کچھ نہ کہوں گا۔ حضرت سارہ نے دعا فرمائی خوار وہ درست ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے
اپنے ایک دربان کو بلا کر کہا تو میرے پاس کوئی انسان نہیں لایا کسی بلا کو لے آیا ہے اور رخصت کے وقت
حضرت سارہ کی خدمت میں حضرت ہاجرہ کو پیش کیا۔ جب سارہ آئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ہاؤن مشغول تھا
سے پوچھا کہ کیا حال رہا انہوں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی بدینتی کا نتیجہ اس کو دکھا دیا اور اس نے ہاجرہ
کو بطور خدمت پیش کیا ہے۔ ہاجرہ بڑھ کر فرماتے ہیں اے (بانی پر سر کرنے والے) عرب یہ تمہیں تمہاری ماں۔ (متفق علیہ)

۱۔ آپ کو بچا سکیں اور نہ دوسرے کی، مدد کو پہنچ سکیں اور نہ ایک حرف بول سکیں ان کی عبادت کی کتنی ناسقول بات ہے
۲۔ دو واقعہ تو وہ ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش آئے۔ تیسرا واقعہ بھی خالص دینی ہی معاملہ تھا۔ عصمت ایک شرعی حق
ہے اور اس کا بچا نامی شرعی فرض ہے بلکہ اس کا ایک گونہ تعلق خود انسان کے ساتھ بھی تھا۔ یہ تینوں واقعات دینی اور
فرزندی نظر سے جتنے ہم سمجھیں گے ان کا خلاصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لئے جو ذریعے کے الفاظ استعمال فرمائے
وہ شہابی شناس کے قابل تھے مگر اس کو کیا کیا جائے گا ابراہیم علیہ السلام کی بلند نظریں، تو وہ بھی ایک جھوٹ نظر آئے اور وہ اس کی
بھی اتنے نادان نہیں کہ اسے شرم کے عیش میں غرق ہو کر سکیں اور جب اہل مشران کی خدمت میں شفاعت کے لئے حاضر
ہوں تو وہ بے غندہ کہوں کہ مجھ سے دنیا میں تین جھوٹ سرزد ہو چکے ہیں آج بھلا میں اس قابل کہاں۔ بہر حال جب اس بے
حق و صداقت کی نظروں میں اس تو یہ کذب سمجھا گیا تو ان کے سب سے لائق فرزند رسول جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے لئے ضروری ہوا کہ وہ دنیا میں تشریف لا کر اپنے والد بزرگوار کی اس غلطی کو ظاہر کر دیں کہ ان کو وہ مذکورہ کذب تصور
فرمائیں گے اصل تو وہ خالص اللہ تعالیٰ کی راہ میں تھے پھر ان کی حقیقت بھی اتنی تھی جس کو حدیث میں اس تو یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام
نظروں میں کذب ہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بعض علماء کو یہ شکل پیش آگئی ہے کہ جب ان کی حقیقت صرف تو یہ تھی تو پھر حدیث
میں ان پر کذب کا اطلاق کیوں ہوا۔ اہل فہم اس عقلی شبہ کی بنیاد پر انہوں نے ایک متفق علیہ حدیث کا انکار کر دیا ہے۔ بطریقہ
صحیح نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود اپنے شان کے ناماسب سمجھ کر اپنے حق میں ان کو
کذب شمار کیا تھا تو حدیث میں بھی اس نقطہ کو ملحوظ رکھا گیا ہے تاکہ صفائی جرم سے قبل فرد جرم معلوم ہو جائے اس کے بعد
یہ واضح کر دیا جائے کہ جن واقعات کی حقیقت صرف ایک شخص تو یہ ہو رہی ہو، بانی ملت خفیعہ کی نظر میں کتنی اہمیت
افتیاد کر گئے تھے حتیٰ کہ عیش میں بھی ان کی نظریں پڑتی تھیں ان کے علاوہ انبیاء علیہم السلام میں سے جس نے بھی اپنی تفسیرات کا ذکر کر کے
شفاعت ہوا انکار کیا ہے کہ وہ سب ہی درجہ کی تفسیرات تھیں کہ اگر ان حضرت کے کسی اور شہرے سرزد ہو جتے تو وہ ان کو اپنے خاندان کے حق میں ایک
رہنمہ و شہساز کے اس سے زیادہ تفسیل کی کہاں گنجائش نہیں ہو۔ وللعافل تکلیف الاشارہ۔

(۵۷۷) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ قُرَادٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ يَوْمًا فَجَعَلَ
 اصْحَابُهُ يَمْسَحُونَ بِوُضُوئِهِ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَجْعَلُكُمْ عَلَى هَذَا
 قَالُوا حُبَّ اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَاهُ أَنْ يُحِبَّ اللَّهَ وَ
 رَسُولَهُ أَوْ يُحِبَّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ فَلْيَصُدِّقْ حَدِيثَهُ إِذَا حَدَّثَ وَالْيُودَةُ أَمَانَتُهُ إِذَا
 اتَّفَقَ وَالنَّجَشِيُّ جَوَارِ مِنْ جَاوَرَةٍ - (مرزا البیهقی فی شعب الایمان)

(۵۷۸) عَنْ ابْنِ مَرْزُوقَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْ بِالْمَرْءِ وَكَذِّبْ بَأَنِّ يُحَدِّثُ
 بِكُلِّ مَا سَمِعَ - (مسند ابی یوسف)

(۵۷۹) عَنْ ابْنِ مَسْوُودٍ قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَتَمَثَّلُ فِي صُورَةِ الرَّجُلِ فَيَأْتِي الْعَوْمَ

(۵۷۷) عبد الرحمن بن قریاد بیان کرتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تو صحابہ کرام
 آپ کے وضو کا پانی لے لیا کہ اپنے جسموں پر ملنے لگے، آپ نے پوچھا تم یہ حرکت کیوں کر رہے ہو؟ انہوں نے
 عرض کیا صرف خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کے جذب میں اس پر آپ نے فرمایا۔ اچھا تو جس کو یہ بات
 اچھی معلوم ہو کہ وہ ٹھیک ٹھیک خدا تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول
 خود اس سے محبت کرنے لگیں تو اسے چاہئے کہ جب بات کیا کرے تو سچی بات کیا کرے اور جب اس کے پاس
 امانت رکھی جائے تو اس کو پورا پورا ادا کیا کرے اور جو شخص بھی اس کا بڑا دوست اختیار کرے یہ اس کے ساتھ اچھا
 ہی معاملہ کیا کرے۔ (شعب الایمان)

(۵۷۸) ابوبررہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے جھوٹ بولنے کے لئے اتنی
 سی بات کافی ہے کہ وہ جو سن پائے اسی کو (قبل تحقیق) دوسروں سے نقل کر دے۔ (مسلم)

(۵۷۹) ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (بعض مرتبہ شیطان لوگوں کے

(۵۷۷) حدیث بالا میں محبوب رب العالمین نے مجذوبین راہ محبت کو سالک بننے کی تعلیم دی ہے اور فرمایا ہے کہ تہارا
 یہ جذبہ محبت بیشک بہت مبارک ہے مگر راہ محبت صرف جذب سے طے نہیں ہوگی۔ اس کے لئے سلوک بھی درکار ہے وہ چند
 پاکیزہ صفات اختیار کر لے۔ ہوگی جن میں سب سے پہلی صفت صدق اور راست گوئی ہے۔ دوسری صفت امانتداری اور
 تیسری خدا تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ ہمدردی ہے اس صفت میں سب سے زیادہ نمایاں یہ ہے کہ جو شخص بھی تمہاری دیوار
 کے سایہ کے نیچے آجائے وہ کسی تفریق کے بغیر تمہاری ہمدردی کا مرکز بن جائے۔ ان تین صفتوں کے بالمقابل جو مقصود ہیں وہ
 مومن کی نہیں منافق کی صفیں ہیں جیسا کہ نظام کے باب میں آئندہ آپ کے ملاحظہ سے گذرے گا۔

(۵۷۹) حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اول تو یہ بات میں اور ضابطہ حدیث رسول سے بڑی احتیاط لازم ہے۔ جو شخص

فَيَحْدِثُهُمْ بِالْحَدِيثِ مِنَ الْكَذِبِ فَيَنْفَرُونَ فَيَقُولُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ سَمِعْتُ رَجُلًا أَعْرَفُ وَجْهَهُ وَلَا أَدْرِي مَا أَقْبَلُ يُحَدِّثُ. (مراہ مسلم)

(۵۸۰) عَنْ أَبِي مُسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ لَا بَيْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَوْ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ لَا بَيْنَ مُسْعُودٍ مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي زَعْمٍ أَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بِئْسَ مِطْمَئِةً الرَّجُلُ. (مراہ ابوداؤد قال ان ابابعد الله حدیثہ)

الکف عن الفتك

(۵۸۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيمَانُ قَدْهُ الْقَتْلُ

سنے ایک آدمی کی شکل بنا کر آتا ہے اور ان سے ایک جھوٹی بات کہہ دیتا ہے جب وہ اس مجلس سے اِدھر اُدھر جاتے ہیں تو ان میں کا کوئی شخص کہتا ہے کہ (آج) میں نے ایک آدمی کو یہ بات کہے تھے جتنا تھا جس کو میں شناخت نہ کر سکتا ہوں مگر اس کا نام نہیں جانتا کیا تھا۔ (مسلم)

(۵۸۰) ابومسعود اور حدیث نے باہم ایک گفتگو میں یہ سوال کیا۔ (راوی کو شک ہو کہ یہ سوال کس نے کیا، ابومسعود نے حدیث سے یا حدیث نے ابومسعود سے) کہ آپ نے کلمہ زعموا (لوگوں کا گمان ہے) کے متعلق رسول اللہ سے کیا سنا ہے انہوں نے جواب دیا کہ یہ کلمہ بے تحقیق باتوں کے چلتا کرنے کا بہت بُرا ذریعہ ہے۔ (ابوداؤد)

اچانک قتل کرنے سے بچنا

(۵۸۱) ابومہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایمان بے تحقیق اور اچانک قتل کرنے میں

حدیث بیان کرے پہلے اس کے متعلق بڑی تحقیق کر لینی چاہئے وہ کون ہے کلمہ یا جھوٹا ہے بے تحقیق بات کو چلتا کر دینا ہے وجہ اشاعت کذب کا موجب ہوتا ہے۔ اب رہا شیطان کا مثل تو جو بزرگ عالم ادرج کی کینیاں کا کچھ علم رکھتے ہیں ان کے نزدیک یہ برہمیت میں سے ہے اور جو اس کے اب تک منکر ہیں ان سے یہاں خطاب لا حاصل ہے۔

(۵۸۰) ابن قتیبہ نے مختلف الحدیث میں اور امام طحاوی نے مشکل الآثار میں اس روایت پر طویل کلام کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تک کسی بات کا قویٰ یقین نہ ہو جائے اس وقت تک صرف اپنی گردن کو دردِ غلگی سے رہا کرنے کے لئے اس کو لوگوں کی طرف نسبت کر کے بیان کر دینا کافی نہیں ضرورت کی نظر میں یہ بھی قابلِ مواخذہ ہے۔ اس سے انذار کیا جا سکتا ہے کہ کذب اور شاعت کذب کی شرارتی اہمیت ہے۔

(۵۸۱) قتل کرنا کوئی کارِ لُوب نہیں اور اچانک قتل کرنا لُوب میں گناہ و بے گناہ کی کوئی تحقیق نہ ہو اور ایمان و کفر

لَا يَفْتِنُكَ مُؤْمِنٌ (سورہ الہود اؤد)

لا یفرک مؤمن مؤمنۃ

(۵۸۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَفْرُكُ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً إِنَّ كَيْدَهُمَا خُلُقًا يَخْتَفِي مِنْهَا آخِرٌ - (سورہ مسلم)

مومن کے ہاتھوں کی ہتھکڑی بن جانا ہے۔ مومن کبھی ہانگ قتل کر سکا ہی نہیں۔ (الہود اؤد)

مؤمن مرد کا مؤمنہ بی بی سے بغض نہ رکھنا

(۵۸۲) ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرد مومن کی یہ شان نہیں کہ وہ اپنی مؤمنہ بی بی سے بغض رکھے اگر اس کی ایک عادت اسے ناپسند ہوگی تو دوسری پسندیدہ بھی ہوگی۔ (مسلم)

کی کوئی تیز بوجہ تو انتہائی درندگی اور بدترین قسم کی محصیت ہے۔ مومن قتل کے معاملہ میں کبھی چری نہیں ہوتا۔ بعض مرتبہ حالت جنگ میں اس کا دل بے اختیار چاہتا ہے کہ وہ اپنے کا فرد دشمن کا سر اٹا دے اگرچہ وہ ایک ہزار بار بھی کلمہ اسلام پڑھا رہے لیکن اس کا ایمان آگراس کے ہاتھوں کی قید بن جاتا ہے۔ وہ قتل کرنا چاہے بھی تو وہ ان کو خبیث کہنے نہیں دیتا۔ جب حالت جنگ میں اس کی تلوار اتنی مقید ہے تو عام حالات میں بھلا وہ کہاں میاں ہو سکتی ہو صحابہ کرام کے جنگی کارنامے پڑھو تو تم کو معلوم ہوگا کہ جہادوں میں جو تلواریں بنام سے نکلنے کے بعد بنام میں جانے نہیں کہتی تھیں جب مسلمانوں میں باہمی جنگ شروع ہوگئی تو دوسری تلواریں نکالنے سے بھی باہر نہ نکلتی تھیں اگر کافر مسلمان اس ایک حدیث کو بغیر پڑھ لینے تو اسلام کی طرف جواب دہی کے لئے یہی ایک حدیث کافی ہو جاتی۔

(۵۸۲) حسن معاشرت شریعت میں ایک بہت بڑا باب ہے اور اس میں مایا بی بی کی معاشرت کو خاص

طور پر اہمیت حاصل ہے حتیٰ کہ اس کی تحسین و تکمیل کو شریعت نے انسان کے ایمانی کمال کا معیار قرار دیدیا ہے گویا اس سے متاثر ہوتا مومن کی شان ہی نہیں ہو سکتی اور اس کی تسلی کے لئے یہ موثر اور مختصر اصول بتا دیا ہے کہ ایک انسان میں اگر کچھ خوبیاں بھی ہوں تو اس کی برائیاں قابلِ چشم پوشی ہونی چاہئیں۔ یہی مقتضائے انصاف ہے۔ ایسا کون ہوگا جس میں کوئی برائی نہ ہو۔ پس ایک شوہر کے لئے یہ امر قابلِ تسلی ہونا چاہئے کہ اس کی بی بی میں کچھ خوبیاں بھی تو ہیں مگر یہ واضح رہے کہ یہ حسن معاشرت اسی حد تک ہے جب تک بی بی مؤمنہ کا مصداق ہے اگر وہ اس لقب سے نکل کر فاسق یا فاجر بن چکی ہے تو اس کے احکام اب دوسرے ہیں۔

لا یروعم مسلماً الا عیاً او جلدًا

(۵۸۳) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَبْلٍ عَنْ رَجَالٍ مِنَ الصَّحَابَةِ أَنَّ الصَّاعِبَةَ كَانُوا يَسْرُونَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَانْطَلَقَ بَعْضُهُمْ إِلَى حِمْلٍ مَعَهُ فَأَخَذَهُ فَنَزَعَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحْمِلُ الْمُسْلِمُ أَنْ يَمْرُوعَ مُسْلِمًا. (راخرجه الامام احمد وابوداؤد والطبرانی قال الذہبی العرق حدیث حسن ودر من السیوطی لضعفہ)

(۵۸۴) عَنْ الْوَاقِدِيِّ قَالَ أَوَّلُ مُشْهَدٍ مَعَهُ زَيْنُ بْنُ كَثِيرٍ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ تَمِيمٍ عَشْرَةَ سَنَةً وَكَانَ مِنْ يَتْمَلِ التُّرَابَ يَوْمَئِذٍ مَعَ الْمُسْلِمِينَ وَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ تَجَاءَ عَمَارَةُ بْنُ حَرْمٍ فَأَخَذَ سَلَاحَهُ وَهُوَ لَا يَفْقَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَلْمِ سَلَامَةَ هَذَا الْعِلَامِ فَقَالَ عَمَارَةُ بْنُ حَرْمٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا أَخَذْتُ قُرْآنَهُ فَنَزَعْتُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَمْرُوعَ الْمُؤْمِنُ وَأَنْ يُؤْخَذَ مَتَاعُهُ لَا لِبَعًا وَلَا جَدًا. (راخرجه ابن عساکر)

کسی مسلمان کو ہنسی مذاق میں بھی پریشان نہ کرنا

(۵۸۳) عبد الرحمن بن ابی لہبی صحابہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ کے صحابہ ایک مرتبہ آپ کے ساتھ جبے وقت سفر کر رہے تھے (جب کسی مقام پر قافلہ ٹھہرا) تو ان میں ایک شخص اٹھا اور دوسرے شخص کی ری حودہ اٹھنے ساتھ لیکر (دوربا) تھا اٹھالی اور اس طرح (مذاق میں) اس کو پریشان کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسلمان کے لئے یہ بات حلال نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو (ہنسی مذاق میں بھی) پریشان کرے۔ (راخرجه ابن عساکر)

(۵۸۴) واقدی بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلا غزوہ جس میں زبیر بن ثابت شریک ہوئے۔ غزوہ خندق تھا اس وقت ان کی عمر صرف پندرہ سال کی تھی۔ عام مسلمانوں کے ساتھ یہ بھی (خندق کھودنے اور) مٹی دھونے کی خدمت انجام دے رہے تھے اتفاقاً انھیں نیند آگئی اور یہ سو رہے۔ کہیں عمارہ بن حرم (ادھر) آئے اور ان کی بے خبری میں (چپکے سے) ان کے ہتھیار لے لئے۔ (جب وہ بیدار ہوئے تو آپ کی خدمت میں آکر جابجا بیان کیا) آپ نے پوچھا اس نوجوان کے ہتھیاروں کی کسی کو خبر ہے؟ اس پر عمارہ بن حرم بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے لے لئے ہیں اور فوراً ان کو واپس کر دیئے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی ممانعت فرمادی کہ (آئندہ) کسی مومن کو ڈرا یا جائے اور ہنسی میں یا واقعی طور پر کسی کا کوئی سامان لیا جائے۔ (ابن عساکر)

حقوق المسلم

(۵۸۵) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْصُرْهُ مَظْلُومًا فَلَيْفَ أَنْصُرْهُ ظَالِمًا قَالَ تَمْنَعُهُ مِنَ الظُّلْمِ فَذَلِكَ نَصْرُهُ إِيَّاهُ۔ (متفق عليه)

(۵۸۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَدَكُمْ مِرَاةٌ أَوْجِبُهُ فَإِنْ رَأَى بِهَا ذَنْبِي فَلْيُحِطْ عَنْهُ سِرَّاهُ الترمذی وضعفہ فی روایتہ ولابی داؤد المؤمن مِرَاةُ الْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ يَكْفُ عَنْهُ ضِعْفَتُهُ وَخَوَاطِمُهُ مِنْ ذُرَائِهِ۔

مسلمانوں کے حقوق

(۵۸۵) انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مسلمان بھائی کی ہرحال میں مدد کیا کرو۔ خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ مظلوم ہونے کی حالت میں تو میں اس کی مدد کرتا ہوں، ظالم ہونے کی صورت میں اس کی کیسے مدد کروں۔ آپ نے فرمایا اس طرح کہ اس کو ظلم کرنے سے روکو، کیونکہ ظالم کو ظلم کرنے سے روک دینا بس یہی اس کی مدد کرنی ہے۔ (متفق علیہ)

(۵۸۶) ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں ہر شخص اپنے بھائی مسلمان کے لئے آئینہ کی مثل ہونا چاہئے پس اگر وہ اس میں کوئی عیب کی بات دیکھے تو اس کو چاہئے کہ اس کا ازالہ کرے (توبہ کا بعد اود میں یہ مضمون اس طرح ہے کہ ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہوتا ہے اور مومن مومن کا بھائی ہوتا ہے حیات اس کے نقصان کی سہوہ اس کو روکتا ہے اور اس کی غیبت میں اس کی نگرانی کیا کرتا ہے۔ (ابوداؤد)

(۵۸۶) بعض علماء نے اسی حدیث کا مضمون حسب ذیل اشعار میں بصورت نظم یوں ادا کیا ہے۔
صدیقی مراۃ اصیط بھا الاذی وعضب حسام ان منعت حقوقی
میرے لئے میرا دوست آئینہ کی طرح ہے جسے دیکھ کر میں اپنی بدنمانی کی اصلاح کر لیتا ہوں اور ایک تیز تلوار کی طرح ہے جبکہ کوئی شخص میرے حقوق ادا کرنے سے انکار کرے۔

وان ضاق امر او الت ملئت بحأت الیہ دون کل شقیق
اگر کوئی اذات آجائے یا مصیبت دہشت ہو تو میں اپنے حقیقی بھائی کو چھوڑ کر اس کی پناہ لیتا ہوں۔
خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر طرح آئینہ انسان کے عیوب دکھا کر اس کی اصلاح کا موجب ہوتا ہے اسی طرح ایک مسلمان کو اپنے بھائی مسلمان کے لئے ہونا چاہئے۔

(۵۸۷) عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَسْلِمُهُ وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرْبَاتٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ - (متفق عليه)

(۵۸۸) عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجْعَلُ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَخْفَى مُؤْمِنًا فَوْقَ ثَلَاثٍ فَإِنْ مَرَّتْ بِهِ ثَلَاثٌ فَلْيَلْقَ فَلْيَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَإِنْ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَدْ اشْتَرَى كَافِيَ الْأَجْرِ وَ إِنْ لَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَاءَ بِالْإِثْمِ وَخَرَجَ الْمُسْلِمُ مِنَ الْجَمْعِ - (سواء ابوداؤد)

(۵۸۹) عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتُّ خِصَالٍ يَتَوَدُّهُ إِذَا مَرَّ مِنْهُمْ وَيُطْعِمُهُ إِذَا مَاتَ وَيُجِيبُهُ إِذَا دَعَاهُ وَيَسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا أَقْبَى وَيُسْقِيهِ إِذَا عَطَسَ وَ يَسْتَعِينُهُ إِذَا خَافَ أَوْ شَبِهَ - (ذكر صاحب المشکوٰۃ بروایۃ النسائی)

(۵۸۷) ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان مسلمان سب بھائی بھائی ہیں۔ نہ ایک دوسرے پر ظلم کرتا ہے نہ اس کو کسی مصیبت میں ڈال سکتا ہے۔ جو اپنے کسی بھائی کی حاجت روائی کی فکر میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرتا رہتا ہے اور جو کسی مسلمان کی کوئی شکل آسان کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کی مشکلات میں اس کی شکل آسان کر دیتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی ہمدہ پوشی کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ بھی آخرت کے دن اس کی ہمدہ پوشی فرماتا ہے۔ (متفق علیہ)

(۵۸۸) ابوبررہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کو یہ اجازت نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے مومن بھائی سے بات چیت کرنا بند کرے اگر اس درمیان میں اس کو ملاقات کی نوبت نہ آئے تو اسے چاہئے کہ قصد اس سے ملاقات کرے اور اس کو سلام کرے اب اگر وہ اس کے سلام کا جواب دیدے تو دونوں ثواب میں شریک ہونگے ورنہ تو گناہ اسی کے سر پہ لگا اور سلام کرنے والا گناہ سے بری الذمہ ہو جائے گا۔ (ابوداؤد)

(۵۸۹) ابوبررہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھتی واجب ہیں یہاں پر تو اس کی عیادت کرے، مچائے تو اس کے جنازہ میں شرکت کرے اگر بلاتے تو اس کے یہاں چلا جائے، ملاقات ہو تو اس کو سلام کرے، چھینکے اور الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یہ جملہ لفظ کہے اور حاضر و غائب یکساں اس کی خیر خواہی کرتا ہے۔ (نسائی)

(۵۸۷) حدیث میں جہاں جنس اصل کا ایک بہت بڑا ہی باب ہے یہ حدیث بھی اسی باب کی ایک جڑی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عمل اور اس کی جزا میں سورہ بھی تناسپ کی رعایت رکھی جاتی ہے۔ جیسا انسان عمل کرتا ہے اس کی جزا بھی اسی عمل کے مناسب اس کو دی جاتی ہے۔

توقیر المسلم

(۵۹۰) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ كُنِيَ رَحْمَةً صَغِيرًا وَلَمْ يُوقِرْ كَبِيرًا وَيَأْمُرْ بِالْعُرْوَةِ وَيَنْهَى عَنِ الْمَثَرَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ
(۵۹۱) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَكْرَمَ شَأْنٌ شَيْخًا مِنْ أَجْلِ يَسْبِ إِلَّا قَبَضَ اللَّهُ لَهُ عِنْدَ يَسْبِهِ مَن يَكْرِ مَنَّهُ. (رمواہ الترمذی)

(۵۹۲) عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَجْلَالِ اللَّهِ الْأَكْرَامَ فِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْعَرَبِيِّ فِيهِ وَلَا الْحَافِي عَنْهُ وَلَا كَرَامُ

مسلمانوں کا اکرام

(۵۹۰) ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے چھوٹوں پر رحم نہ کھائے، بڑوں کی تعظیم نہ کرے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرے وہ ہمارے مشرب کا انسان نہیں۔ (ترمذی)
(۵۹۱) انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی نوجوان کسی بوڑھے شخص کی صرف اس کے بڑھاپے کی خاطر تعظیم نہیں کرتا، مگر اللہ تعالیٰ اس کے لئے بھی ایسا شخص مقرر فرمادیتا ہے جو اس کی منیغی میں اس کی تعظیم کرتا ہے۔ (ترمذی)

(۵۹۲) ابو موسیٰ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کی تعظیم کرنا اور ایسے حافظ قرآن کی جو اس میں افراط و تفریط سے کام نہ لے۔ یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی تعظیم کرنے میں شامل ہے۔

(۵۹۰) اسلام میں چھوٹے کا حق شفقت اور بڑے کا تعظیم مقرر کیا گیا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تو دنیا و آخرت کے حق ہے اس میں چھوٹے بڑے کے قید نہیں صرف اسلامی شرکت کافی ہے۔

(۵۹۲) وہ حافظ جو قرآن شریف کے بارے میں اور وہ بادشاہ جو عدل و انصاف میں راہ اعتدال پر قائم ہو جائیگا اس کی صفت کلام اور اس کی صفت عدل کے خاص مظہر ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ مسلمان جو خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری میں بوجہا ہو گیا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا خاص سبب ہوتا ہے۔ اس لئے ان تینوں کا اکرام حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کے اکرام کرنے میں شامل ہے لیکن محکم یہ ہے کہ بندہ براہ راست خدا تعالیٰ کا اکرام کرنے میں تو فطرۃً پس و پیش نہیں کرتا شیطان کو بھی حق تعالیٰ کو سبوتا کرنے سے کوئی انحراف نہ تھا اس کو کچھ تامل چھوڑتے ہوئے کہ جس کے اکرام میں ہوتا ہے۔ اس لئے اس مطلوبہ بیان میں اس کی غفلت کو لیتے ہیں جس کے اکرام کرنے پر اس طرح اوجہا لیا گیا ہے کہ اس اکرام کو بھی اللہ تعالیٰ ہی کے اکرام میں شمار کر لے کیونکہ حافظ کے اکرام میں خدا کے کلام کا اکرام اور صفت بادشاہ کے اکرام میں خدا تعالیٰ

السُّلْطَانِ الْمُقْرِطِ - (سواء ابوداؤد والبیہقی فی شعب الایمان)

(۵۹۳) عَنْ أَسَامَةَ بْنِ شَرِيحٍ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجًّا فَكَانَ النَّاسُ يَأْتُونَهُ فَيَنْزِلُ فَيَاكُلُ مَا رَزَقَ اللَّهُ سَعِيَتْ قَبْلَ أَنْ أَكُونَ أَوْ أَطْرُقَتْ شَيْئًا أَوْ قَدْ مَتَّ شَيْئًا فَكَانَ يَقُولُ لَا حَرْبَ إِلَّا عَلَى رَجُلٍ اقْتَرَضَ عَرَضَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ وَهُوَ ظَالِمٌ فَذَلِكَ الَّذِي خَرَجَ وَمَلَكَ - (سواء ابوداؤد)

(۵۹۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ - الثَّقَوِي هَهُنَا وَثِيْقِي إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ حَسْبُ إِمْرَةٍ

اسی طرح اس بادشاہ کی تعظیم کرنا بھی جو منصف ہو۔ (ابوداؤد بیہقی)

(۵۹۳) اسامہ بن شریح بیان کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے لئے آیا تھا میں نے کیا دیکھا کہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں پھر کوئی توہ پوچھ رہا ہے کہ میں نے طواف سے پہلے سی کی ہے یا فلاں کام پہلے کر لیا فلاں بعد میں کر لیا ہے (تو اب مجھے کیا کرنا چاہئے) آپ نے سب کے جواب میں یہی فرمایا کہ اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ اس میں بھی کچھ حرج نہیں۔ حرج تو بس اس میں ہے کہ ظلم کی راہ سے اپنے ایک مسلمان بھائی کی آبروریزی کرے یہ ہے وہ شخص جو حرج میں پڑا اور ہلاک ہو گیا۔ (بخاری شریف)

(۵۹۴) ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان مسلمان سب بھائی بھائی ہیں۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر ظلم کر سکتا ہے نہ بروقت اس کی امداد سے دست کش ہو سکتا ہے اور نہ اس کی تحقیر کر سکتا ہے اس کے بعد آپ نے بیتہ کی طرف تین بلا اشارہ کر کے فرمایا کہ تقویٰ صرف ظاہری افعال میں منحصر نہیں (اہل تقویٰ یہاں ہے (اس لئے دل کا حال بھی دیکھنا چاہئے) برائی کے لئے بس اتنی ہی

خلفہ عدل کا اکرام ہے۔ رہا ابوہریرہ مسلمان تو اس میں ایک خدا بھائی کے سوا کسی اور بیتہ کی گنجائش ہی نہیں اس تعظیم میں ایک بڑی گہری محنت ہے جس قوم کے عادل بادشاہ اور اس کے دین کے حاملین اور اس کے کمزور کرم و معززہ کرنہ کی بسر کریں گے۔ وہ قوم کبھی دنیا میں ذلت کی زندگی بسر نہیں کر سکتی۔ ذلت کی ابتداء ان ہی تین گوشوں سے ہوتی ہے۔ ایک مسلمان کی نظر میں ایک اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا اور کچھ نہیں رہتا اس لیے جو کوئی بھی لاکھوں ہی کے لئے کرتا ہے اسی کا نام مرتبا جان پر (۵۹۴) یہ بات بڑی اہمیت سے یاد کرنی چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی نظر میں عزت و احترام صرف ایک اللہ اور اس کے رسول یا پھر مسلمان کا حق ہے اس کی جان ہی کا نہیں بلکہ اس کی آبرو اور اس کے مال کا بھی جو شخص اس کے خلاف ایک قدم بھی اٹھاوے وہ معمولی جرم نہیں بلکہ ایک شرعی نصب العین کا مخالف ہے حتیٰ کہ ترمذی اور نسائی کی ایک حدیث میں یہی

مِنَ النَّبِيِّ أَنْ يُخَفِّرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلَّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَفَالْمَوْحِشَةُ (سراہ مسلم)
 (۵۹۵) عَنْ وَائِلَةَ بِنِ الْغَطَابِ قَالَ لَمَّا لَقِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ
 فِي الْمَسْجِدِ قَاعِدٌ أَتَتْهُ خُرْجَةٌ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
 إِنَّ فِي الْمَكَانِ سَعَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلْمُسْلِمِ لِحَقًّا إِذَا رَأَاهُ الْخَوَةُ أَنْ
 يَنْزَحِرَ لَهُ - ر

بات بہت کافی ہے کہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو ذلیل اور خیر سمجھ کر ہار رکھوں کہ ہر مسلمان پورا کا پورا قابل احترام ہوتا
 ہے اس کی جان بھی اس کا مال بھی اور اس کی آبرو بھی - (مسلم)
 (۵۹۵) وَائِلَةُ بِنِ الْغَطَابِ رَوَيْتُ كَمَا يَكُنْ شَخْصَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِي خِدْمَتِ فِي حَاضِرِهِ
 آپ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے آپ نے اس کے احترام میں اپنی جگہ سے کچھ حرکت کی وہ بولا یا رسول اللہ
 (آپ تعجب نہ فرمائیے) صف میں کافی گنجائش ہے۔ آپ نے فرمایا یا رسول اللہ حرکت کرنا جگہ کی تنگی کی وجہ سے
 نہیں، بلکہ مسلمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ جب کوئی مسلمان بھائی اس کے پاس آئے تو اس کے
 احترام میں وہ تھوڑی سی حرکت کر جائے۔ (بیہقی)

کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان کی جان اتنی قیمتی ہے کہ اس کے مقابلہ میں تمام دنیا کا فائدہ ہو جانا بھی معمولی بات ہے۔ ابو سید خدری
 اور ابو ہریرہؓ کی حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ یہ ایک اعتقاد خیال ہے کہ اسلام اپنی دولت کی تعلیم دیتا ہے۔ یہاں نرمی و
 تواضع اور کمبوذت کے باہم فرق نہیں کیا گیا۔ اب اگر کسی فرقہ کے طرز عمل سے تم کو یہ شبہ ہو گیا ہے تو اس کی ذمہ داری اسلام
 پر نہیں اس پر ہے اس کی عزت کے منہم سمجھنے میں تم ہی نے غلطی کھائی ہے تو ہر اس کی ذمہ داری تم پر ہوگی عزت نہ نہیں حمد و ثناء کی
 کسی سرحد و حدود قوم کی نظروں میں عزت شمار ہو جائے بلکہ دراصل عزت وہ صحیح اخلاق و ملکات ہیں جو انسان کی علمی و عملی قوت
 کے ثمرات ہو سکتے ہیں ان ہی سے انسان کے ظاہر و باطن کو عزت حاصل ہو سکتی ہے اور یہی اسلام کی نظریں میں عزت کا موجب ہیں
 صرف کسی متغلب قوم کے آداب و معاشرت اختیار کر لینے کا نام عزت نہیں ہے سوچو کہ قومی سرحدی کے لئے اس سے بڑھ کر سبق
 اور کیا ہو سکتا ہے کہ تمہیں علم کو مذہب کی سب سے سخت و غور قرار دیکھا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ جن قوم میں باہم ایک دوسرے
 کی عزت کرنے کی عادت نہیں ہوتی وہ دوسروں کی نظروں میں کبھی مغرور نہیں ہو سکتی اس لئے اسلام یہ تاکید کرتا ہے کہ تم باہم ایک
 دوسرے کی عزت کرنا اپنا اولین فرض سمجھو کہ خود بخود دنیا کی نظروں میں مغرور بن جاؤ۔ یہی انیت کا دھڑم ہوا، یہ دین محمدی کا دور ہے
 اب تم میں عاقبت اور عزت کے جذبات پیدا ہو جانے چاہئیں۔ خدا عزت بنو اور دنیا کو عزت کی زندگی بسر کرنے کی دعوت دے تاکہ
 دنیا کی خلقت کا مقصد پورا ہو اور خدا کی دی ہوئی عزت سے تمام جہان مغرور بن جائے۔

(۵۹۵) انبیا علیہم السلام کا طریق تعلیم سب سے بڑا ہے صرف زبانی نہیں تھا خلاصہ یہ کہ اگر کرام سلم اسلام کی سب سے اعلیٰ تعلیم ہو، اب بادشاہ
 اور عوام والد و والد بھائی بھائی اور اجنبی کے ساتھ اگر کرام کے طوع و طریق کیا ہیں اس کیلئے مفصل ابواب کو دیکھنا چاہئے۔

(۵۹۶) عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ مِنْ أَرَبٍ أَلْبَسَ بَرَاءً إِلَّا سَلَّمَ فِي غَيْرِ الْمَسْلَمِ بِغَيْرِ حَقٍّ - (سواء اہود اودوا البیہقی فی شعب الایمان)

(۵۹۷) عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَايَرَ أَخَاهُ بِدَنَسٍ لَمْ يَمُتْ حَتَّى يَعْمَلَهُ بَعْثِي مِنْ دَنَسٍ قَدْ تَابَ وَنُصِرَ وَاهِ الترمذی و قال هذا حدیث غریب ولیس اسنادہ متصل لان خالدنا لم یدر (معاذ بن جبل)

(۵۹۸) عَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَقَى مَوْثِقًا مِنْ مَنَاقِبِي بَعَثَ اللَّهُ مَلَكَ يَحْيِي تَحْتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِمْرًا كَارِحَةً وَمَنْ رَمَى مُنْجِلًا

(۵۹۶) سمیع بن زید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ایک سو دو تو تم جانتے ہی ہو لیکن) سب سے بہتر سو مسلمان کی عزت بڑا د کرنے میں ناسخ زبان چلاتا ہے۔ (ابوداؤد بیہقی)

(۵۹۷) خالد بن معدان معاذ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے مسلمان بھائی کو کسی بری حرکت پر عار دلائی تو وہ اس وقت تک ہرگز نہیں مرے گا جب تک کہ اسی حرکت کو خود بھی نہ کرے۔ راوی اس کی تشریح کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہاں اُس حرکت پر عار دلانا مراد ہو جے وہ غلطی سے کر گذراتھا اور اس پر اظہارِ مذمت اور توبہ بھی کر چکا تھا (تو یہ کہ بعد اب پھر عار دلانا اخوت اسلامی کے خلاف ہے)۔ (ترمذی)

(۵۹۸) معاذ بن انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی مومن کو کسی منافق کی نکتہ چینی سے پچایا اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر کرے گا کہ وہ قیامت میں اس کے

(۵۹۶) اس اسلوب بیان میں ایک طرف مسلمان کے آبرو کی حفاظت کی ترغیب دیتا تو ظاہر و باہر مضمون پر دوسری طرف اس کی آبروریزی کو سودے نشبیہ دے کر سود کی حرمت کو پوس طور پر ذہن نشین کرنا بھی ایک اہم مقصد ہے۔ گویا دین میں یہ ایسی قابلِ نفرت چیز ہے کہ جب کسی بات سے روکا منظور ہو تو اس سے معافیت کے لئے جو سب سے قابلِ نفرت مثال ہو سکتی ہے وہ سود کی ہے۔

(۵۹۷) حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں پر جب ندامت کے آثار ظاہر ہونے لگے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے پیش قدمی کر کے فرمایا لا تَغْرِبْ عَلَيْكَ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَنَا وَلَكَ۔ خرابجے اور تمہیں معاف کرے اب میں تمہیں ملامت کرنا نہیں چاہتا۔ اسی طرح آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب غلام پر مدح جاری کی جائے تو اس کے بعد دلائلِ شریعت (اب اس کو ملامت نہ کرو، اس حدیث کی شرح اور تاج بھی کی گئی ہے۔

(باقی حاشیہ پر صفحہ آئندہ)

یَسْتَعِيْزُ بِهٖ شَيْئًا حَبَسَهُ اللهُ عَلٰی جَنْبِ جَهَنَّمَ حَتّٰی يُخْرِجَ مِمَّا قَالِ - (سواء اہود اود)

(۵۹۹) عَنْ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ صَوِّدَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْبَرُ فَكَادٰی يَصُوْبُ رَفِيعٌ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ مَنْ اَسْلَمَ بِلِسَانِهٖ وَلَمْ يُفِضْ اِلٰی اِيْمَانٍ اِلٰی قَلْبِهٖ لَا تُوَدُّوا النَّسْلِيْمِيْنَ وَلَا تُعَيِّرُوْهُمْ وَلَا تَنْبَغُوا عَوْرَاتِهِمْ فَلَا تَمْنُ بَشِيْعَمُ عَوْرَةِ اَخِيْرِ الْمَسْلِيْمِ يَشِيْعُ اللهُ عَوْرَتَهُ وَمَنْ يَشِيْعِ اللهُ عَوْرَتَهُ يُفْضَحْهُ وَلَوْ فِیْ حُجُوْبٍ رَحْلِهٖ - (سواء الترمذی)

گوشت کو آتش روزخ سے بجائے گا اور جس نے کسی مسلمان پر عیب لگنے کیلئے کوئی تہمت رکھی اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں جلنے نہیں دیگا اور پہلے صراط پر روکے رکھے گا جب تک کہ وہ اس کی سزا نہ بھگتے۔ (الہود اود)

(۵۹۹) ابن عمر روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور بلند آواز سے فرمایا اے وہ جماعت جن کا اسلام صرف زباؤں پر ہے اور ابھی دلوں میں نہیں اترا (دیکھو) مسلمانوں کو تکلیف نہ دو، ان کو عار نہ دلاؤ، اور ان کے عیب جوئی کے دہے نہ دو کیونکہ جو شخص اپنے بھائی کی عیب جوئی کے دہے ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے عیب کے دہے ہو جائے گا اور وہ ظاہر ہے) کہ جس کی عیب جوئی کے خدا دہے ہوگا پھر (وہ کہاں چھپ سکتا ہے) وہ اس کو سوا کر کے چھوڑ دیا اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر گھر کیوں نہ بیٹھ رہے۔ (ترمذی)

و رقیبہ از صفحہ گنگ شتہ) خلاصہ یہ کہ توہ کے بعد اس گناہ پر عار دلانے کا ہیں کیا حق پر جبکہ صاحب حق ہی اس کو درگزر کرے پھر نہ نہائی کا طے سے اس کا اثر ایک مجرم کی نظر میں اس کے جرم کی اہمیت کو کم کر دے اور اپنے حق میں بد خلقی کا ثبوت پر شریعت چاہتی ہے کہ تم با باعدار دلا کر اس کو بے غیرت نہ بناؤ اور جب قصہ حاصل ہو چکا تو اب اس فضل تذکرے اپنی باطلاتی کا ثبوت ہی نہ دو۔

(۵۹۸) احادیث سے ثابت ہے کہ پہلے صراط سے گزر کر جنت کو قبل ایک مختصر بل ادا ہے اس پر کچھ لوگوں کو روک لیا جائے گا اور جو مسلمان اللہ تعالیٰ کے علم میں ان کے لئے مقدم ہیں اس کو بگنا کر جنت میں داخلہ کی اجازت دی جائیگی اہل جنت کو بھی باہم قلوب کی رعیتیں ہیں صاف کر لینی ہوں گی اسی لئے وہاں صاف سینہ رہا بہت مفید ہے۔ باہمی عداوت کے نتیجہ میں جنت سے نکلا ہوا تھا اسی عیب کو پھر راتہ لیکر مابا کیسے ہو سکتا ہے۔ قلنا ابطا منها جاعا بعضکم لبعض عدا۔

(۵۹۹) انسان کو وہیں کا مجموعہ ہے ایسا کون بشر ہے جس کے احوال کا تقاضا جائے تو اس میں کوئی نہ کوئی عیب اور خدای مدخل آئے اس لئے شریعت نے اس عادت ہی کو مذہم قرار دیا ہے پس اگر کسی شریف اصبح اسان سے کوئی لغزش ہو جائے تو اس سے چشم پوشی کر لینی چاہئے لیکن اگر کوئی بد طبیعت دن دہاڑے بیجائی کا عادی ہو چکا ہے تو اس کے لئے سنت ستر نہیں ہے اس کے جرم سے چشم پوشی کرنا خود جرم ہے اس کا معاملہ حکومت تکسیہ بچا دینا چاہیئے تاکہ وہ اس کی مناسب پاداش کو پہنچ جائے۔ حدیث کے لفظ "اتباع عورت" اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ قابل مذمت بات یہ چمکی ہو کر اس لئے اس کے عیب کے پیچہ لگ جانا کھلے ہے جو اس کا معاملہ باطل جدا گانہ جرم کی رقم کا مستحق نہیں۔

(۶۰۰) عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ أَمْرٍ أَسْلِمُوا مِنْهُ إِلَّا أَمْرٌ مُسْلِمٌ لِي فِي مَوْضِعٍ يُنْتَهَكُ فِيهِ عِزُّ مَنْهُ وَيُنْقَضُ فِيهِ مِنْ عِزِّهِ إِلَّا خَذَلَ اللَّهُ تَعَالَى فِي مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيهِ نَصْرَتَهُ وَمَا مِنْ أَمْرٍ أَسْلِمُوا مِنْهُ مُسْلِمًا لِي فِي مَوْضِعٍ يُنْقَضُ مِنْ عِزِّهِ وَيُنْتَهَكُ فِيهِ مِنْ عِزِّ مَنْبِئِهِ إِلَّا نَصَرَهُ اللَّهُ فِي مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيهِ نَصْرَتَهُ. (مسند ابوداؤد)

(۶۰۱) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ مَوَّعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَرُدُّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يَرُدَّهُ عَنْهُ نَارُ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَمْ تَكْ لَهِذِ الْآيَةُ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ. (مسند ابوداؤد)

(۶۰۰) جابر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کسی مسلمان کی امداد کرنے سے ایسے موقع پر بیٹھ جاتا ہے جہاں اس کی عزت کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہوں اور اس کی آبروریزی کی جا رہی ہو تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے (تارک) مقام پر اس کی اعانت اور نصرت ترک کر دیتا ہے جہاں یہ چاہتا ہو کہ کوئی شخص اس کی طرف سے جھوٹے گڑبگڑا ہو جائے۔ اور جو مسلمان کسی مسلمان کی مدد کرنے کے لئے ایسی جگہ گڑبگڑا ہو جاتا ہے جہاں اس کی آبروریزی کی جا رہی ہو اور اس کی مٹی خراب کی جا رہی ہو تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے مقام پر اس کی نصرت و مدد فرماتا ہے۔ جہاں یہ چاہتا ہو کہ کوئی اس کی نصرت و مدد کر دیتا۔ (ابوداؤد)

(۶۰۱) ابوالدرداء کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے پھر ملتے خود سنا ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان بھائی کی آبرو کی حفاظت کے لئے جوابدہی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ پہرے حق ہو جائے کہ قیامت کے دن وہ آتش دوزخ سے اس کی حفاظت کرے۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ کہ مومنین کی مدد کرنا ہمارے ذمہ لازم ہے: (شرح السنہ)

(۶۰۱) ان جملہ حدیثوں سے ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر سب سے بڑا حق یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ حاضر و غائب اس کی آبرو و عزت کا نگہبان رہے جس دن سے مسلمانوں نے اس حق کو فراموش کیا ہے ان کی حالت دلت بدن زلی ہوئی چلی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو تعلیمات اسلامی پر صحیح صحیح عمل پہنچانے کی توفیق اندازی فرمائے۔

الاشراك بالله تعالى واقسامہ

شرک کی حقیقت اور اس کی اقسام

دین اسلام کے بدیہی مسلمات کو دل سے ماننا اور زبان سے ان کا اقرار کرنا ایمان اور ان بدیہی مسلمات میں کسی ایک بات کے کفار کا نام کفر ہے پس ایمان کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ دین کے تمام بدیہی مسلمات قلب و زبان سے مان لئے جائیں۔ اور کفر کی صورتیں بہت ہیں۔ لیکن دین کی بدیہیات میں سے اگر کسی ایک بات کا بھی انکار کر دیا جائے خواہ بقیہ سب کا اقرار موجود رہے تو بھی کفر عائد ہو جائیگا اس کی مثال ترازو کے دوپلوں کی سی ہے کہ ان کے اعتدال کی صرف ایک ہی صورت ہوتی ہے اور اختلاف کی بہت۔ عجب نہیں کہ عالم میں مومنوں کی قلت اور کافروں کی کثرت کا ایک راز یہ بھی ہو، ورنہ بظاہر ہر عالم میں مومنوں کی تعداد کافروں سے زیادہ ہونی مناسب تھی۔ پھر علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ کفر صرف قول ہی کے ساتھ خاص نہیں بعض افعال بھی موجب کفر ہو سکتے ہیں۔ جو خاص خاص افعال انسان کے قلبی کفر کے صریح ترجمان سمجھے گئے ہیں ان کے صدور کے بعد زبانی انکار کی ضرورت نہیں بلکہ ان کا صدور ہی کفر کی مستقل دلیل ہے۔ اسی لئے ہمارے فقہاء ایسے افعال کے صدور سے بھی کفر کا حکم لگا دیتے ہیں۔ بعض افعال ایسے ہوتے ہیں جو قلبی کفر کی گواہی دہن تو نہیں ہوتے مگر وہ صریح کافروں کے افعال سمجھے جاتے ہیں۔ ایسے افعال پر فقہاء کو کفر کا حکم نہیں لگاتا مگر حدیث ان پر بھی کفر کا اطلاق کر دیتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام احادیث کا اسلوب بیان صرف وہ نہیں جو ایک آئینی کتاب کا ہوتا ہے بلکہ ان میں اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام گفتگو کا مجموعہ بھی ہیں اس لئے ان کا اسلوب بیان بھی وہی ہے جو عام گفتگو کا ہوا کرتا ہے۔ اس میں ترغیب و ترہیب کے موقع پر تمام شروط و قیود کا استیفاء نہیں ہوتا بلکہ ایسی تعبیرات اختیار کی جاتی ہیں جو حکم کے مقصد پر عمل پیرا ہونے کے لئے زیادہ سے زیادہ محرک ہوں حضرت شاہ اسماعیل نے انبیاء علیہم السلام کے اظہار دعوت کے ذیل میں جو کچھ لکھا ہے وہ بہت زیادہ قابل قدر تحقیق ہے۔ اس میں نبی کی طرز دعوت کی بڑی تفصیل کی ہے اور خوب سمجھایا ہے کہ ان کے کلام کا اسلوب بیان کیا ہوتا ہے اور اسی طرح اس کے سمجھنے کا اسلوب کیا ہونا چاہئے۔ (دیکھو منصب امامت ص ۴۰)

حدیث و قرآن میں کفر کا اطلاق کچھ لغت کے قریب قریب ہے۔ کفر لغت میں حق ناشناسی کو کہتے ہیں اس لئے جہاں جہاں حق شناسی کی زیادہ ضرورت ہے اگر وہاں اس فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی ہو جائے تو

حدیث ایسی حق ناشناسی کو کفر کہہ دیتی ہے۔ مثلاً ایک بی بی اگر اپنے شوہر کے احسانات کا حق نہیں پہچانتی تو وہ بھی بے شبہ بڑی حق ناشناسی کی مرتکب ہے اس لئے اس کو بھی حدیث میں کفر کہا گیا ہے اسی طرح ایک غلام اگر اپنے آقا سے منہ موڑ کر بھاگ جاتا ہے تو اس کی حق ناشناسی بھی کفر سے تعبیر کی گئی ہے اور سب سے بڑی حق ناشناسی یہ ہے کہ بندہ اپنے مولیٰ حقیقی سے منہ پھیر کر بھاگ جائے۔ بارش وہ برساتے یہ ستاروں کا فکر گزار ہو، تمام بزرگیوں اور عظمتوں کا مرکز تو اس کی ذات ہو اور یہ دوسروں کی جبہ سائی میں مستغرق ہو، ان کی ناموں کی قسمیں اٹھائے اور ان کے ناموں کے جانور ذبح کرے۔ تمام نفع و نقصان کا مالک تو وہ ہو اور یہ مصیبتوں میں اس کی بنائی ہوئی مخلوق کو پکارے ان ہی سے مراد ہیں مانگے اور اپنی رغبت و رعبت کا اس رشتہ ان ہی کے ساتھ قائم رکھے اس قسم کی تمام ہیں حدیث نزلن میں کفر کے ذیل میں آتی ہے خواہ ان میں نیت کچھ رہے اس شخص کی بنا پر کفر کی بہت سی اقسام اسلام و ایمان کے ساتھ مل جی سکتی ہیں۔ لیکن ہمارے فقہاء صرف اسی قسم کے کفر سے بحث کرتے ہیں جس سے ایک انسان ملت اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اس لئے ان کے نزدیک اسلام اور کفر کی کوئی قسم قابلِ اجتماع نہیں۔

اس کے علاوہ حدیثوں میں ایسے افعال جو کافروں میں بہ نیت شرک و کفر کئے جاتے تھے مطلقاً کفری کے افعال سمجھے گئے ہیں خواہ ان میں اس درجہ کی فاسد نیت نہ ہو۔ جن افعال کا قالب اتنا خطرناک ہو کہ ان میں صریح کفر کی اتنی قریب استعداد موجود ہو کہ ذرا غفلت کر لے سے وہ کھلا کفر و شرک بن جائیں۔ بشریت ان میں منطقی تحلیل کرنی پسند نہیں کرتی بلکہ ان کو بھی کفری کے ذیل میں شمار کر لیتی ہے۔ اس اختلاف نظر اور اختلاف اسلوب کی وجہ سے فقہاء مزاج اس قسم کی بہت سی حدیثوں میں تاویل کرتا نظر آتا ہے۔ ناواقف یہ دیکھ کر سمجھتا ہے کہ شاید یہاں درحقیقت مسئلہ کا کوئی اختلاف ہوگا، حالانکہ یہاں مسئلہ کا کوئی اختلاف نہیں ہوتا اپنے اپنے موضوع فن کے لحاظ سے صرف اختلاف نظر اور طریقہ تعبیر کا اختلاف ہوتا ہے۔ مثلاً وہ محدث جو ایک ناشکر بی بی کی ناشکری پر کفر کا اطلاق کر دیتا ہے اگر آپ اس سے پوچھیں کہ کیا یہ عورت دائرہ اسلام سے خارج ہوگئی تو اس کے جواب میں وہ آپ کو ٹھیک ایک فقہ کے ہم آہنگ نظر آئے گا اور جواب نفی ہی میں دے گا۔ اسی طرح محدث کے نزدیک ایک مسلمان میں کفر کی باتیں پائی جاسکتی ہیں مگر اس کے باوجود اس کو کافر نہ کہا جائے گا بلکہ یوں کہا جائے گا کہ اس مسلمان میں یہ خصلت کفر کی ہے اسی طرح ایک کافر میں اسلام کے شے پائے جاسکتے ہیں مگر صرف ان شعبوں کی وجہ سے اس کو مسلمان نہ کہا جائے گا۔ ہاں یہ کہا جائے گا کہ اس کافر کے بہت سے کام اسلام کے ہیں۔ محدث کے نزدیک اسلام اور کفر علیحدہ علیحدہ عقائد اور اعمال کا ایک ایک مجموعہ ہیں۔ اس مجموعہ میں بہت سے اجزاء ہیں اور یہ اجزاء بیش و کم ہوتے رہتے ہیں بلکہ کبھی اسلام کے

اجزاء کافر ہیں اور کفر کے مسلمان میں بھی پائے جاتے ہیں مگر نہ صرف ان اجزاء کے ہونے سے ایک کافر مسلمان بنتا ہے اور نہ کوئی مسلمان کافر۔ ہاں ان کی یہ دو زندگیاں ضرور کافر یا مسلمان کی زندگیاں کے مشابہ لگ جاتی ہیں۔ البتہ جب ان اجزاء میں اشتراک ہوتے ہوئے عقائد میں بھی اشتراک کی نوبت آجاتی ہے۔ تو اس مرحلہ پر پہنچ کر اسلام و کفر کی سرحدیں پھٹ جاتی ہیں اب یا کافر ٹیٹ مسلمان کہلانے لگتا ہے اور یا مسلمان پر صاف ارتداد کا حکم لگا دیا جاتا ہے۔ فقہ کے زیر بحث کفر و اسلام کا صرف وہی ایک نقطہ ہوتا ہے جس میں کفر و اسلام کے مابین اشتراک کا کوئی احتمال نہیں ہوتا کیونکہ جس جز کے لحاظ سے احکام دنیائیں فرق پیدا ہوتے ہیں وہی ایک نقطہ ہوتا ہے۔ بقیہ اجزاء اگر مسلمان یا کافر میں کم و بیش ہوتے ہیں تو ان کے احکام دنیائیں کوئی تفاوت نہیں پڑتا یعنی مسلمان پر اسلام کے اور کافر پر کفری کے احکام چلتے رہتے ہیں۔ علاوہ ان میں محدث کی نظر میں صرف دنیوی احکام نہیں ہوتے وہ بارگاہ خداوندی کی پسندیدگی، ناپسندیدگی اور رحمت کے مراتب پہنکی حاوی ہوتی ہے۔ اس لئے جن اجزاء سے اس بارے کوئی تفاوت پیدا ہو سکتا ہے وہ بھی دنیوی احکام کی طرح اس کے ناوے نظریں داخل رہتے ہیں۔

اس کی نظر میں مسلمان و کافر کی دو زندگیاں بالکل جدا گانہ ہیں۔ عبادت ہی میں نہیں بلکہ باہم معاشرت کے ایک ایک جز میں بھی۔ اس لئے وہ کبھی ایک مسلمان میں کافر کی زندگی کے مشابہت دیکھتا پر داشت نہیں کر سکتا خواہ دنیوی احکام کے لحاظ سے اس کا حکم کچھ بھی رہے۔ اگر فقہ بھی ان حدیثوں کو محدثانہ نقطہ نظر سے دیکھے تو وہ بھی ان میں کبھی تاویل نہیں کرے گا اور اگر یہاں ایک محدث فقہ کی جگہ آجائے تو وہ بھی وہی رنگ اختیار کر لے گا جو یہاں ایک فقہ اختیار کرتا پس ان دونوں فرقوں مابین مسئلہ کا کوئی اختلاف نہیں، ان میں اختلاف صرف تعبیرات اور اپنے اپنے موضوع فن کا ہے۔

اس تحقیق کے بعد اب یہ غلط فہمی نہ رہنی چاہئے کہ ظالم کافر سے جبکہ بہت سے نیک کام سرزد ہوتے ہیں بلکہ بعض مرتبہ ایسے اچھے اچھے کام صادر ہوتے ہیں جو مسلمانوں سے بھی صادر نہیں ہوتے تو پھر ایسے انسان کو کافر کیسے کہا جاسکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جتنے اچھے کام ہیں بلاشبہ وہ اچھے ہی کام ہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ بعض مرتبہ وہ اسلام کے شعبے بھی ہوں مگر سوال یہ ہے کہ اسلام کے بنیادی عقائد کے بغیر کیا صرف ان شعبوں کے وجود سے کسی پر اسلام کا حکم لگا جاسکتا ہے۔ اس کے برعکس بعض مسلمانوں میں کافروں سے بدتر زشت کاریاں نظر آتی ہیں مگر دیکھنا تو یہ ہے کہ کیا وہ مرحلہ بھی آگیا ہے جس کے بعد ایک شخص حرم اسلام سے حتیٰ طور پر باہر ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو ان تمام زشت کاریوں کے باوصف اس کو مسلمان ہی کہا جائے گا۔ اگرچہ اس کا یہ اسلام کتنا ہی ناقص ہو مگر اس کو ہرگز کافر نہیں کہا جاسکتا۔ یا اختلاف نظر

تو وہ تھا جو علی دائرہ میں داخل تھا۔ اس سے آگے چل کر اختلاف جذبات و مذاق کا غلبہ آتا ہے۔ ایک دور وہ تھا جبکہ ہمارا اسلامی مذاق اتنا بلند تھا کہ حظلہ پیسے معاشی کو اپنے نفس کے متعلق نفاق کا شبہ ہونے لگتا تھا اور ان کو اتنا مضطرب بنا دیتا تھا کہ اس کی شکایت دربار نبوت تک میں پیش کرنے کی نوبت آجاتی تھی اور ایک دور انحطاط میں ہے جبکہ ہمارا اسلامی مذاق اتنا گرہ کا ہے کہ اس میں عقائد کی کوئی بحث ہی باقی نہیں ہی ایک شخص کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خواہ کتنا ہی گنہگار ہو، اس کی ذلت و صفات سے وہ کتنا ہی جاہل ہو، رسول کے مقام رفیع سے وہ کتنا ہی ناواقف ہو، عالم غیب اور اس کے ایک ایک جزو کا وہ کتنا ہی منکر ہو اور اعمال شرعیہ کی ادائیگی میں وہ کتنا ہی مقصر ہو، نماز کے قریب نہ جاتا ہو، ساغرے منہ سے جود نہ کرتا ہو، مگر مصنف ہو، ہمدرد ہو، متواضع ہو، ایشیاریش ہو اور شروع انسانی کا خادم کہلاتا ہو وہ ایک پکا مسلمان کہلا سکتا ہے بلکہ اس کا یہ اسلام ایک پکے مسلمان سے کہیں زیادہ ارفع و اعلیٰ سمجھا جاسکتا ہے۔ حضرت حذیفہؓ کی ایک صحیح حدیث میں اس دور کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے۔

وَيَقَالُ لِلرَّجُلِ مَا اعْقَلَهُ وَمَا اخْطَرَهُ
يَعْنِي اِيك زَانَتَيْنِ كَا جَبَلَةٍ اَدَى كِي تَعْرِيفُ صَوفِ اس پَر
وَمَا اَجْلَدَهُ وَمَا فِي قَلْبِهِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ
ہو کرے گی کہ وہ کتنا بڑا عاقل، کیسا خوش مزاج اور کتنا
من ایمان۔
تو کی دیا دے لیکن اس کے دل میں ایک دانے کے دانہ
کے بارہی ایمان کا پتہ نہ ہوگا۔

یہ اسی دور انحطاط... کی طرف اشارہ ہے اس لئے جو حدیثیں صحابہ کے ارفع و اعلیٰ مذاق پر آئی ہیں وہ بھی ہمارے دور میں قابل تاویل نظر آنے لگی ہیں ان کی تاویل کرنی بھی غلط ہے۔ اگر آج ہمارا مذاق پھر اتنا ہی بلند ہو جائے تو ہم بھی وہی تعبیرات اختیار کر لیں گے جو صحابہ نے کیں تھیں۔ خلاصہ یہ کہ محدثین و فقہاء کے اختلاف نظر ہمارے اور سلف کے اختلاف مذاق کی وجہ سے جو حدیثیں زیر بحث آگئی ہیں ان میں اصل مقصد کا اختلاف نہیں ہے وہ سب ایک ہی اصول کے ماتحت ہیں۔ ان میں کسی قسم کا اختلاف مجھنا خلاف واقع ہے۔

یوں تو کفر کی ہر قسم انسانیت کے لئے سب سے بڑا داغ ہے لیکن اس کی جو قسم سب سے بڑی ہے وہ شرک ہے یعنی خدا تعالیٰ کی ذلت، اس کی صفات، اس کی عبادت اور اس کی حدود و عظمت میں کسی اور کو شریک بنالینا قرآن و حدیث اس کا اعلان کرنے ہیں کہ قدرت نے ہر انسان کی فطرت شرک کی ہر قسم کی آلودگی سے پاک و صاف بنائی ہے اس کو اس قسم کی نجاستوں سے ملوث کرنے کا مجرم یا تو وہ خود ہے یا اس کے والدین ہیں۔ پروردگار عالم نے تخلیق عالم سے پہلے یہ طے کر دیا ہے کہ اس کی بارگاہ میں ہر کوئی تائب و مغفرت

میں سب سے پہلے ان کی قلبی موت اور قلبی بے حسی کو ذکر کیا گیا ہے۔ جب کسی کے ظاہری اور باطنی حواس اس طور پر معطل ہو جاتے ہیں تو اب اس سے عالم قدس کی طرف طیران کی کوئی توقع باقی نہیں رہتی اسی کو ختم اور قلبی مہر سے تعبیر کیا گیا ہے اسی حقیقت کو ذیل کی آیت میں ادا فرمایا گیا ہے۔

صَمٌّ بَصِيرٌ غَنَىٰ قَوْلُهُ لَا
وہ بہرے میں، گوشتے ہیں، اور غنہ میں، سودہ ہدایت
کی طرف لوٹ نہیں سکتے۔

حضرت شاہ عبدالقادر جگر فرماتے ہیں اگر راہ گیر کے کان ہوں تو وہ کسی کے بتائے سے راستہ پر آسکتا ہے اگر منہ میں زبان ہو تو وہ از غور پوچھ سکتا ہے۔ اور اگر اس کی آنکھیں ہوں تو خود راستہ دیکھ بھی سکتا ہے لیکن جس کے یہ تمام حواس بیکار ہو چکے ہوں اس کے لئے راہ یاب ہونے کی کیا صورت ہے اس کے لئے تو یہی ایک صورت ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے اسفل السافلین میں جا پڑے اور ان حیوانات سے بھی نیچے کے طبقے میں چلا جائے، جن کے حواس اپنے آفاق کی شناخت میں اس درجہ تو معطل نہیں ہوتے۔

حافظ ابن قیم نے شرک پر ایک بسیط مقالہ سپرد قلم کیا ہے مختصر فقراتوں میں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ شرک کی اصل حقیقت کسی مخلوق کو خالق کے مشابہ بنا دینا یا اپنے نفس کو خالق کے مشابہ سمجھ لینا ہے۔ یہ مشابہت ان صفات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جو خدا نے قدوس کی خصوصیات میں شمار ہوتی ہیں۔ مثلاً اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ نفع و نقصان اور عطا و منہج کا مالک وہی ہے۔ اس خصوصیت کو قرآن کریم میں جگہ جگہ نمایاں کیا گیا ہے اور مشرکین کو یہی الزام دیا گیا ہے کہ جب تمہارے مبود اس خصوصیت کے حامل نہیں تو تم نے کیوں کر ان کو خدا کا شریک تسلیم کر لیا ہے۔

قُلْ اَعْبُدُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا
يَخْلُقُ لَكُمْ مَصْرًا وَا لَا نَفْعًا۔ (مائہ)

قُلْ اِذْ غَوَّيْنَا عَنْ اٰلِ اٰدَمَ رَحْمَتَنَا مِنْ دُوْنِهِ
فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الصُّبْحِ عَنْكُمْ وَا لَا
تَحْوِيْلًا۔ (نبی سرائیل)

وَا لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ
وَا لَا يَضُرُّكَ۔ (یونس)

قُلْ اللّٰهُ يَخْتَارُ مَنْ يَّهْدِيْهِ وَا مَنْ يَّهْدِيْهِ
لَمْ يَكُنْ لَكُمْ شَيْءٌ كُوْنٌ۔ (الانعام)

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہی تم کو اس سے اور ہر شیخ سے
بجائے اس پہی تم شرک کہتے ہو۔

ان آیات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس صفت کا تقاضا یہ ہے کہ مصیبتوں میں اسی کو بچا جا جائے، خوف
 و جاکا تعلق اسی کی ذات کے ساتھ رکھا جائے اور اسی کی ایک ذات وحدہ لا شریک پر بھروسہ کیا جائے۔
 خدا سبحانی کی ایک اور خصوصی صفت اس کے سامنے اظہار بندگی بھی ہے۔ عبودیت اور بندگی کی حقیقت نہ
 چیزیں ہیں انتہائی محبت اور انتہائی عجز و نیاز۔ اس صفت کا تقاضا یہ ہے کہ اسی کو سجدہ کیا جائے، اسی کے
 نام کی قسم کھائی جائے اور اسی کی ذات پر بھروسہ کیا جائے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی ذات وہ ہے جو ہر پہلو سے کامل ہی کامل ہو اور اس میں عیب و نقصان کا
 کوئی شائبہ نہ ہو اس لئے انتہائی محبت اور انتہائی عجز و نیاز بھی اسی کا حق ہو سکتا ہے اسی کا نام عبادت ہے۔
 نہ اس کمال میں اس کا کوئی شریک ہے نہ عبادت میں اس کا کوئی اور شریک ہونا چاہئے۔ اب اگر کوئی شخص
 مذکورہ بالا امور میں کسی مخلوق کو اس کا شریک ٹھہرائے تو اس کے منہ ہی ہوں گے کہ وہ اس میں اس کی الوہیت
 کی صفت بھی تسلیم کرتا ہے۔ شرک کی یہ صورت تو مخلوق کو خالق کے ساتھ مشابہت کی تھی۔ اب خود خالق کے
 مشابہت کی صورت یہ ہے کہ غرور و تکبر کی وجہ سے لوگوں سے اپنی مدح سراہی کا طلب گار ہے، اس کا غرور
 ہو کہ وہ اس سے خوف کھائیں، اس سے امیدیں وابستہ رکھیں، اور اسی کو مشکلات میں اپنا مرجع و ماوی
 سمجھیں۔ یہ تو خاص الوہیت کی خصوصیات میں تشبیہ یا تشبہ کی صورتیں نہیں۔ خدائے قدوس کی بارگاہ بلند
 میں تو یہی تشبہ کی بھی اجازت نہیں ہے۔ اسی بنا پر حدیثوں میں ملک الاملاک (شاہان شاہ) نام رکھنے کی
 مانعت کی گئی ہے۔ (الحجواب الکافی ص ۱۸۲ تا ۱۸۴)

شرک کی انواع و اقسام اور عالم کے مختلف فرقوں پر اگر تفصیلی نظر ڈالی جائے تو ہمارا مضمون بہت طویل
 ہو جائے گا اس لئے ہم یہاں صرف اس مختصر بیان پر کفایت کرتے ہیں جو حضرت شاہ عبدالعزیز نے تفسیر
 فتح العزیز میں تحریر فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین عالم کے مشہور فرقے یہ ہیں۔

ثنویہ۔ یہ دو خالق مانتا تھا ایک خیر کا خالق دوسرا شر کا۔ اس کے سوا کوئی فرقہ خدا تعالیٰ کی ذات میں
 شرکت کا قائل نہ تھا۔ البتہ شرک کی اور بہت سی مختلف صورتوں میں گرفتار تھا۔

صائبیہ۔ ان کا عقیدہ تھا کہ خدا سبحانی کی خاص صفات جیسے صفت وجوب، قدرت اور علم و حکمت
 میں اگرچہ اس کا کوئی شریک و ہم نہیں مگر چونکہ اسی نے عالم کا نظم و نسق ارواح کو اکب کے حوالہ کر دیا ہے اس لئے
 تعظیم و تکریم اور عبودیت و نیاز کے جتنے آداب ہیں وہ سب ان ہی کے سامنے ادا کرنے چاہئیں۔ اس
 فرقے کی مفصل تحقیق ابو بکر دہلوی نے جن کو حصص بھی کہا جاتا ہے احکام القرآن میں بیان فرمائی ہے
 وہاں دیکھ لیا جائے۔

حافظ ابن تیمیہ نے صائبین اور اہل اسلام کی عبادت میں ایک اہم فرق تمیز کی ہے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ گروہ کو اکب اور ملائکہ کی عبادت میں مبتلا تھا اور ان کا نام عقول اور نفوس رکھا کرتا تھا اور خالق و مخلوق کے مابین ان کو ایک واسطہ تصور کرتا تھا ان کے مقابلہ میں ملت ضعیفہ تھی۔ جب ملت ضعیفہ نے ان کو خدا تعالیٰ کی عبادت اور رسولوں کی اطاعت کا حکم دیا تو انہوں نے الزام کے طور پر کہا کہ خدا اور مخلوق کے درمیان واسطہ تو تم بھی تسلیم کرتے ہو۔ فرق یہ ہے کہ تم بشر کا واسطہ مانتے ہو یعنی رسول کا اور ہم روحانیات کا۔ اس لئے ہم تم سے افضل رہے۔ شہرستانی نے اپنی کتاب مل و نخل میں ان کے جواب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ روحانیات کی نسبت بے بشری کو واسطہ بنانا افضل ہے۔ حافظ ابن تیمیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ان کے اس معارضہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شہرستانی کو بھی دین ضعیف کی پوری حقیقت منکشف نہیں ہوئی حقیقت یہ ہے کہ دین ضعیف میں خدا تعالیٰ کی عبادت میں واسطہ کی کو بھی نہیں بنایا جاتا نہ کسی ملک کو نہ کسی بشر کو اور نہ کسی کی روحانیت کو۔ یہاں اگر رسولوں کا واسطہ ہوتا ہے تو صرف خدا تعالیٰ کے امر و نہی پہنچانے کے لئے ہوتا ہے نہ کہ اس کی عبادت کے لئے۔ رسول کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسو نماز کے امام کی یا حاجی کے ساتھ مسئلہ بتانے والے معلم کی جیسا معلم حاجی کو صرف احکام حج بتاتا چلتا ہے ایسا ہی رسول بھی صرف خدا تعالیٰ کی عبادت کے طریقوں کی تعلیم کرتا ہے۔ حاجی کا معلم ہونا نماز کا امام دونوں خدا تعالیٰ کی عبادت میں قطعاً واسطہ نہیں ہوتے بلکہ وہ خود بھی اور لوگوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی بلا واسطہ عبادت کرنے میں شریک ہوتے ہیں اس کے برعکس صائبین عبادت ہی میں روحانیات کا واسطہ تعلیم کرتے ہیں۔ کتاب بارہ علی البکری مشتمل

حافظ ابن تیمیہ کی یہ تحقیق نہایت قابل قدر ہے اور اس سے اسلام کی توحید کی پائیداری اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ آج مسلمانوں میں بھی بعض جاہل فرقے صائبین کی طرح انبیاء و اولیاء کو خدا تعالیٰ کی عبادت میں شریک کرتے ہیں اور اسی کو اپنی عبادت کی قبولیت کا معیار سمجھتے ہیں بلکہ ان شرک صائبین سے بھی زیادہ عبرتناک ہے ان کا حال ان شرکین سے بہت ہی مشابہ ہے جو یہ کہتے تھے کہ

مَا نَعْبُدُ هَذَا لَا يُعْبَرُ تَوْنًا لِي
ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو
استغفر لہی۔ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں ذرا قریب کر دیں۔

ہنود۔ ان میں جو فرقہ ذرا ترقی یافتہ تھا اس کا عقیدہ یہ تھا کہ مدبر عالم در حقیقت حسین و جمیل روحانیات ہیں چونکہ وہ ہیں آنکھوں سے نظر تو آتی نہیں اس لئے ہم پر لازم ہے کہ ہم ان کے نام کے سونے اور چاندی کے خوبصورت خوبصورت بت تراش کر ان کے ملے آداب عبادت بجالائیں تاکہ ان کا تقرب حاصل ہو اور وہ ہم سے خوش ہو کر ہمارے کاموں میں ہماری مدد کیا کریں۔

دوسرا فرقہ جو ان میں ذرا جاہل ہے اس کا خیال یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات پاک خود تو اپنی برتری و تجرد کی وجہ سے ہماری عبادت سے مستغنی اور بے نیاز ہے۔ اب اس کی عبادت کی یہی ایک صورت ہو سکتی ہے کہ اس کی مخلوق میں سے کسی کو ہم اپنا قبلہ توجہ بنالیں لہذا حیوانات، نباتات اور جادات میں جو بھی انھیں آثار عجیبہ اور خواص غریبہ کا حامل نظر آیا اسی کو انھوں نے اپنی عبادت کا قبلہ توجہ مقرر کر لیا جیسے دریا رگگاہ، یا کسی کا درخت یا طاؤس وغیرہ

ایک فرقہ کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے مقدس و بزرگ بندے ریاضات و مجاہدات کے بعد جب مازیلِ قرب طے کر لیتے ہیں تو وفات کے بعد ان کی روحوں کو ایسی دسعت اور قدرت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر بن جاتے ہیں اور عالم میں پورے پورے تصرف کے مالک ہو جاتے ہیں اس لئے وفات کے بعد ان کی خوشنودی کے لئے ان کی تعظیم و تکریم کرنی چاہئے اور ان کو سجدہ کرنا چاہئے تاکہ وہ ہم سے خوش رہیں اور دینِ دنیا میں ہماری امداد کریں۔ ان سب فرقوں کا شرک یہ نہیں تھا کہ وہ خدا کی ذات میں تعدد کے قائل تھے بلکہ توحید کے قائل ہو کر رضائی تصرفات اور خدا کی صفات میں دوسروں کو شریک کیا کرتے تھے چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔

وَلَوْ أَنَّ سَائِلَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضَ وَنَحْنُ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ
كَيَقُولُوا اللَّهُ .

وَلَكِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ
مَاءً فَأَخْبَا بِهِ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ
مَوْتِهَا كَيَقُولُوا اللَّهُ . (العنکبوت)

اس مضمون کی آیات قرآن کریم میں متعدد جگہ موجود ہیں ان میں کفار کو یہی الزام دیا گیا ہے کہ جب خالق کی اصل صفات تمہارے نزدیک بھی ایک ہی ذات میں منحصر ہیں تو پھر تم الہیت اور خالقیت کے حقوق میں دوسروں کو یکے شریک کرتے ہو۔

قرآن کریم میں جرات بہت صاف صاف اور بار بار دہرائی گئی ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا نفع و نقصان پہنچانے کی طاقت اور کسی میں نہیں اس کی مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پاک ہی یہ طاقت نہ کسی دوسرے میں بالذات موجود ہے اور نہ اپنی جانب سے خدا تعالیٰ نے کسی اور مخلوق کے حوالہ کی ہے حتیٰ کہ دنیا میں سب سے بزرگ ہستیاں انبیاء علیہم السلام کی ہوتی ہیں پھر ان میں سب سے بزرگ تر

ہستی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے مگر یہ طاقت و قدرت آپ کو اپنے جان و مال کے بارے میں بھی عطا نہیں کی گئی۔ بلکہ آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ اس بارے میں اپنے عجز کا دنیا کے سامنے صاف صاف اعلان کر دیں تاکہ عجائب پرست دنیا تو آپ سے اس قسم کے تعصبات کی فرائش کو کہ آپ کو تنگ کرے اور نہ آپ کی زندگی میں حوادث کا مشاہدہ کرے کہ آپ کی رسالت میں شکوک و شبہات نکالے۔ شاید انبیاء علیہم السلام کی شکست میں ایک بڑی حکمت ان کے اسی عجز کا اظہار بھی ہو۔ اسی لئے فتح و ظفر کے عظیم الشان مظاہرے اور ہزیمت و شکست کے حوصلہ شکن مواقع پر ہمیشہ یہی ایک بات دہرائی جاتی تھی کہ وَمَا الْفَتْحُ إِلَّا مِنَّا وَعِنْدَ اللَّهِ أَمْرٌ إِنَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ لِمَا يَصْلُحُ لَهُمْ أَعْمَارًا۔ اور اگر ناکامی ہو تو یہی یہ گمان مت کرو کہ فتح کے اسباب حیات ہونے کی وجہ سے ہوئی۔ فتح و نصرت کا تمام معاملہ صرف اسی کی ذات پر منحصر ہے وہ چاہے تو تیرے کو ڈبا دے اور چاہے تو ڈوبنے کو تیرا دے۔ اور یہ خوب سمجھ لو کہ جو حضورؐ کی بہت قدرت تم کو عطا ہوئی ہے وہ صرف تمہارے کام چلانے کے لئے عطا ہوئی ہے وہ اتنی نہیں کہ تم دنیا کے تمام فائدوں کو حاصل کر سکو یا اس کے نقصانات سے اپنی کمزوری جان کو بچا سکو۔

قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الَّذِي قَسَمَ لَكُمْ تَحْتِ الْأَحْزَامِ (الاعراف) آپ کہہ دیجئے کہ میں تو اپنی جان کے نفع و نقصان کا بھی مالک نہیں ہوں مگر عین اللہ تعالیٰ چاہے صرف اتنے ہی پر میرا قابو ہے اسی کے ساتھ دوسری جگہ یہی واضح کثافات کر دیا گیا کہ جن کے متعلق تمہارا یہ خیال ظالم ہو رہا ہے اس کے مالک نہیں بلکہ خود اسے خوف و ہراس کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔

قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّبُرِ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَ اللَّهِ إِنَّ عَذَابَ اللَّهِ لَشَدِيدٌ (نہی اسرائیل) کہہ دو (وہ ان کو) پکارو جن کو تم نے اس کے سوا (خلفی سمجھ رکھا ہے وہ اس کا اختیار نہیں رکھتے کہ تم سے تکلیف کو دور کر دے اور اس کا کہ اس کو بدل کر کسی دوسرے پر۔ ڈالیں یا اس کو ہلکا کر دیں جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود ہی اپنے ہمدرد رنگ و سیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ کونسا بندہ بہت نزدیک ہے اور اس کی مہربانی کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ کچھ لوگ جنات کی عبادت کرتے تھے وہ جن تو مسلمان ہو گئے اور یہ اپنی قدیم جنات پر قائم رہے اس پر یہ آیت اتری یا یوں کہا جائے کہ جن، فرشتے اور حضرت مسیح علیہ السلام وغیرہ سب

اس میں شامل ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جن کو تم خدا کے سوا معبود سمجھ کر پکارتے ہو وہ نہ مستقل کوئی اختیار رکھتے ہیں اور نہ تمہارے نفع و نقصان پہنچانے کی ان میں قدرت ہے وہ تو خود اللہ تعالیٰ کے تقرب کی تلاش میں لیل و نهار سرگرواں ہیں اور اس فکر میں رہتے ہیں کہ کس عمل کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لپٹے لئے تقرب کا ذریعہ اور وسیلہ بنائیں جو خود اپنی فکر میں ہیں وہ تمہارے تفکرات بھلا کہا دور کہہ سکتے ہیں وہ تو خود ہی رجا و بیم کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔

اہل یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں خدا تعالیٰ کی غیب و غیب ذات کی طرف اگر کوئی میلان انہماک پیدا ہو جائے تو وہ صرف اسی لئے کہ اس کے نزدیک اس کے نفع و نقصان کا رشتہ اسی کی قائم و قائمات کے ساتھ وابستہ ہے اور اگر اس کے اس اعتقاد میں ضعف پیدا ہو جائے تو اس کا یہ میلان بھی ختم ہو جاتا ہے اور وہ بندہ خدا ہونے کے بجائے بندہ اسباب بن جاتا ہے۔ اس کی زبان پر اگر ذکر ہو جائے تو اسباب کا اس کے قلب میں اگر محبت ہوتی ہے تو ان ہی کی خوف ہوتا ہے تو ان ہی سے۔ حتیٰ کہ اس کے جلا و علو و معالمت کا مرکز ہی اسباب بن جاتے ہیں اور شدہ شدہ نیت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ نفع و نقصان کے اہل مالک و اس کو ایسا تو ہل ہو جاتا ہے کہ اس کے تکرار سے بھی اسے کوئی لگاؤ نہیں رہتا بلکہ اور انتہا میں پہنچنے لگتا ہے جو کیفیت اور حقوق و شوق اس کو یا رسول اللہ اور پافوٹ کے نعروں میں میرا ہے وہ نعرہ یا اللہ میں نصیب نہیں ہوتا جس محبت سے وہ بزرگوں کی غدو نیا کر رہا ہے اس کے عشر عشر سے خدا کی واجب کردہ قربانی ادا نہیں کرتا یہ توحید کا حق نہیں بلکہ مبادی کفر و شرک ہیں۔ ذیل کی آیات میں اسی طرف اشارہ ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّبِعُ مَن دُونِ اللَّهِ اَنذَرْتُكُمْ يَوْمَ تَمُوتُ كُمُوتُ وَالَّذِينَ
اَمْتُوا اَشَدُّ حُبًّا لِّهِ
ان کو سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے۔

وَلَا خَافُكُمْ اِنَّ اللَّهَ وَحْدَهُ اِفْتَرَا بَئِ
قُلُوبَ الْاِنْسَانِ لَا يُوَفِّيْهُمْ
اور جب نام لیا جاتا ہے ایک اللہ کا تو جو لوگ آخرت پر ایمان
نہیں رکھتے ان کے دل رک جاتے ہیں اور جب اس کے سوا
اور علی کا نام لیا جائے تو خوش ہونے لگتے ہیں۔

وَجَعَلُوا اَشْيَاءَ دَرَسَ اَمِّنَ الْخُرُثِ
وَالْاَعْتَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوا هَذَا
لِئِنْ يَرَوْهُمْ هَذَا الشَّرَّ كَانَتْ
فَمَا كَانَ يَشَاءُ فَمَنْ لِّعَمَلٍ اِلٰى
اور وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی کبھی اور موشیروں میں اس کے
نام کا ایک حصہ رکھتے ہیں پھر اپنے خیال کے مطابق یہ کہتے ہیں کہ یہ
حصہ (دیان) تو اللہ تعالیٰ کا ہے اور ہمارے شرکیوں کا سوچو
حصہ (دیان) ان کے شرکیوں کا ہو تا رہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف نہ پہنچتا

عَسَىٰ كَافِرٌ مِّمَّنْ كَانَ لَشَرِّكَاءِ خِيفَةٌ فَلَا يَجْعَلُ لِلّٰهِ اِلٰهًا اِلاَّ هُوَ - (الاحقاف)
اور جو اللہ تعالیٰ کا ہوتا وہ ان کے شرکوں کی طرف سے ہی جاتا
کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں۔

اسفل اس اقلین یا سی وادی شرک کا نام ہے جو فضلات کی سنگائی میں جا پڑا۔ سمجھ لو کہ وہ مخلوقات کے سب سے نیچے
جستے میں جا پہنچا۔ اب وہ اشرف المخلوقات نہیں رہا بلکہ سب سے ذلیل تر مخلوق بن گیا ہے۔ سورہ والہین میں انسان
کے اس سوراخ بنام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ عالم میں ایسے نادان فرقے بہت ہی شاندار و گندے ہیں جو خدا تعالیٰ کی ذات میں شرک
کے قائل ہوں۔ اکثر فرقے عبادت ہی میں شرک کیا کرتے تھے اور اس منکرات میں یہاں تک تجاوز کر گئے تھے
کہ ان کے نزدیک معبود حقیقی کا نمبر باطل معبودوں سے بھی نیچے کر گیا تھا۔ اس تمام گمراہی کی بنیاد صرف یہ تھی
کہ ان کے عقیدے میں ان کے نفع و نقصان کا رشتہ غیر اللہ کے ساتھ قائم ہو گیا تھا اسی لئے انبیاء علیہم السلام
کی دعوت کا اہل مرکز بھی شرک فی العبادۃ کی تردید ٹھکر گیا تھا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ اِلَّا نُوهِىَ اِلَيْهِمْ اَنْ يَّعْبُدُوْا اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْا -
یعنی اس جہان میں جو رسول بھی آیا وہ بھی ایک سبق لیکر آیا کہ اگرچہ
اللہ ایک ہی ہے مگر اس کا شرک کوئی نہیں تو یہ تم صرف وہی
ایک ہی کی عبادت کیوں نہیں کرتے اور اس میں دوسروں کو کیوں
اس کا شرک ٹھہرتے ہو۔

آیت بالا میں یہ بتایا گیا ہے کہ توحید الوہیۃ کا اہل منشا تو حید فی العبادۃ ہی کی تعلیم تھی۔ الوہیۃ سمیت کی
توحید اسلم ہونے کی وجہ سے اس وقت ایک تہیدی چیز سمجھی گئی تھی۔ مشرکین عرب اگرچہ بہت سے خدا تسلیم
کرتے تھے مگر صاحب تصرف ایک ہی کو مانتے تھے بقید سب کو اس کا ماتحت سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمران بن حصین سے پوچھا بتاؤ کفر کے زمانہ میں تم کتنے خداؤں کی پوجا کیا کرتے
تھے انھوں نے عرض کیا سات خداؤں کی چھ زمین میں اور ایک آسمان میں آپ نے فرمایا اچھا تو امید وہیم کے
مواقع پر کس کو یاد کیا کرتے تھے انھوں نے عرض کیا اس کو جو آسمان میں ہے۔

وَ اِذَا رَاكُمُ الْاِنْفَالُ دَعَا اللّٰهَ
مُخْلِصِيْنَ لَكَ الْوَيْلَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ
اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ بِشِمَاكُوْنَ -
جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو بڑے غلوں سے خدا کی
پکارت ہے ہر جہاں وہاں کو نجات دیکر خوشی پر آئے ہوں
تو نجات پاتے ہی شرک کرنے لگتے ہیں۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ جب کبھی کفار کسی زرغے میں پھنس جاتے تو اس وقت سب کو بھول کر
اللہ ہی کی ذات پاک کو یاد کرتے۔

ہمارا اشارہ نہیں کہ قرآن کریم یا انبیاء علیہم السلام کی دعوت میں شرک فی الثبات کی تردید شامل ہوتی
بلکہ مقصد یہ ہے کہ ان کے کلام میں جس امر پر زیادہ زور دیا گیا تھا وہ شرک فی العبادت کی تردید تھی۔ اسلام
کے جملہ ابواب میں اور ہر باب کے جملہ فصول میں جس نکتہ کی ہر ہر جگہ رعایت ملحوظ رہی ہے وہ بھی شرک فی
العبادۃ ہے۔ اس کا لازم ہے کہ مخلوق کی پیدائش سے اہل مقصد تو حید فی العبادۃ ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِي ہم نے جنات اور انسانوں کو صرف عبادت کے لئے بنایا ہے۔

اس لئے شیطانی طاقتیں ہمیشہ اسی مقصد میں خلل اندازی کی فکر میں رہتی ہیں اور اسی لیے انبیاء علیہم السلام بھی
کو بھی ہمیشہ اسی کے مقابلہ کے لئے آئے چاہیں اور ان کی بساط شریعت بھی اتنی صاف ہونی چاہئے کہ
اس میں شرک فی العبادۃ کی کوئی لٹنی ٹھکن بھی پیدا ہونے کا امکان نہ رہے۔ اسی لئے شرائع ساریہ میں سب سے
کامل شریعت وہی ہونی چاہئے جس کے حدود و توجہ سب سے زیادہ مستحکم ہوں۔ اسی نکتہ کے پیش نظر اسلام
نے ہر اس رگ کو جو جسے کاث و سلب ہے جس میں کفر و شرک کی اتنی رتق بھی پیدا ہونے کا احتمال تھا۔ عیسائی حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم میں حد سے تجاوز کرنے کی بدولت شرک میں مبتلا ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
صرف اپنی ذات کے متعلق اطراء اور مبالغہ آمیز کلمات سے ہی نہیں روکنا بلکہ عام توحید تعظیم کی بھی ایسی حد بندی
فرمادی کہ پھر اس راستہ سے کفر و شرک کا کوئی احتمال ہی نہ رہا۔ اسلام میں الوہیت کا تخیل صرف مجروری
مجرد نہ تھا اس میں خوف و طمع کے دونوں جذبات بھی شامل تھے۔ اس لئے یہاں بھی ایسے مضبوط بند
لگا دیئے کہ اب نفع و نقصان اور خوف و طمع کے لئے ایک مسلم کی نظر میں کوئی دوسری جگہ نہ رہی باقی نہ رہی
مگر اس کو نہیں سکھایا کہ وہ کسی سے محبت نہ کرے کسی کا خوف نہ کرے بلکہ یہ سکھایا کہ محبت کرے تو خدا کی
خاطر اور ڈرے تو اسی ایک خدا کی خاطر اس نے غیر اللہ سے نفع و نقصان کے تمام رشتے توڑ ڈالے اور
صرف مالک حقیقی سے بیم ورجاء کا ایک رشتہ اس کے قلب میں راسخ فرمادیا اس کے دماغ کو صرف صریح شرک و
کفر کی نجاستوں ہی سے پاک و صاف نہیں کیا بلکہ اس کو ایسا تازک بنا دیا کہ اگر اس کے گرد و پیش میں کہیں کفر و
شرک کا احتمال بھی ہو تو مارے تعفن کے اس کا دماغ پھٹنے لگا۔ وہ اپنا نام غلامِ فوت اور عبدِ البی رکھنے میں
وہی ناگواری محسوس کرنے لگا جو عبد المطلب یا عبد شمس یا عبد مناف یا عبد العزیٰ جیسے نام رکھنے میں محسوس
کرتا۔ اس کی نظر میں سب سے بڑا نام وہ بن گیا جس میں اس کی نسبت عبدیہ اسی ذات کی طرف ہو،
جس کا وہ درحقیقت عبد تھا یعنی عبد اللہ اور عبد الرحمن اسے جان آفریں کے سوا کسی اور کے نام پر جان
قربان کرنے میں غیرت آئے گی۔ وہ خدا کے گھر کی طرح اپنے گھر والوں کو لباس پہنانے سے شرمانے لگا
بتوں کی طرح اینٹوں اور پتھروں پر غلاف چڑھانے سے نفرت کرنے لگا جب اس کے کان میں ہوا باری

المصور کی آواز آتی تو مصور حقیقی کی نقالی کرنے سے اس کی آنکھیں بھی ہونٹیں اس کے ہاتھوں میں ریش پیدا ہو گیا اور اس کا قلم تصویر ہاتھوں سے چھوٹ گیا۔

اسلامی توحید کی ان نزاکتوں کا اندازہ آپ کو ذیل کی احادیث سے ہوگا۔ ناسی شریف میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک دن کسی شخص نے آپ کے سامنے یہ لفظ کہہ دیا ماشاء اللہ و شئت (جو اللہ تعالیٰ چاہے اور آپ چاہیں) آپ نے فوراً اس کو منع کیا اور ان الفاظ میں تنبیہ فرمائی، اے جھٹکی اللہ ندأ، تو مجھے اللہ تعالیٰ کا ایک شریک ٹھہرا دیا، قل ماشاء اللہ وحدہ (میں یوں کہہ جو صرف ایک اللہ چاہے)۔

امام احمد، ابوداؤد، اور نسائی وغیرہ نے حدیث سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تقولوا ماشاء اللہ و شاء فلان و قولوا ماشاء اللہ ثم شاء فلان۔ یعنی اگر سب حقیقی کے ساتھ تم کسی وقت سبب ظاہری کا بھی ذکر کرنا چاہو تو اس کا طریقہ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے باطل ہمارے اس شخص کا نام ذکر کرو جو ظاہر میں اس کا سبب بنا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا ادب یہ ہے کہ پہلے تم صرف اللہ تعالیٰ کا نام لو اس کے بعد پھر دوسرے نمبر میں اس شخص کا نام بھی لے سکتے ہو۔ حدیث شریف میں تین آدمیوں کے امتحان کا ایک طویل قصہ مذکور ہے ان میں ایک مبروص تھا دوسرا غیاث اور تیسرا اللہ صمدان کا امتحان میں مقدمہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ بصورت آدمی ہر ایک کے پاس علیحدہ علیحدہ آیا اور ان اپنی حاجت ان الفاظ میں ظاہر کی فلا بلاغی الیوم الا باللہ ثم بك۔ آج کے دن میری حاجت وہائی کے لئے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یا پھر اس کے بعد ظاہری اسباب میں آپ کی ذات نظر آتی ہے۔ پس جب اسلامی توحید کی نزاکت اتنا بھی برداشت نہیں کرتی کہ اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کے ساتھ کسی مخلوق کے نام کی صرف عبارت اور لفظی مساوات بھی گوارا کی جائے تو اس کے حقوق میں کسی کی مساوات کب برداشت کر سکتی ہے۔ اسلام نے توحید صرف علی دائرہ میں نہیں سکھائی بلکہ اس کو علی جامع پہنچانے کی بھی تاکید کی ہو اور قدم قدم پر اس کا لحاظ رکھا ہے کہ کس طرح اس کا نقش انسان کے قلب و دماغ پر جم سکتا ہے اس لئے اس نے عام گفتگو میں بھی کسی کو یہ آزادی نہیں دی کہ وہ خدائیتانی کے اسم مبارک کو دوسرے ناموں کی طرح جس طرح جی چاہے زبان پر لے آئے بلکہ یہ تنبیہ کی ہے کہ اس کی ہستی کا نقش عظمت اس کے قلب میں اتنا گہرا ہو نا چاہئے کہ جب کبھی بات کرنے کرتے وہ اس کے باعظمت نام پر چلنے لپے تو یہاں پہنچ کر اس کی زبان لکنت کر جائے اور وہ کسی بڑے سے بڑے شخص کے نام کے ساتھ اس کی تعبیری مساوات بھی گوارا نہ کرے یہ ایک حقیقت ہے کہ جب تک مسلمان کے ایک ایک عمل سے توحید اس طرح نہ نکپنے لگے اس وقت تک

اس کی توحید بھی صرف ایک دماغی فلسفہ کہلائے گی، علی دائرہ میں اس کو شرک سے کیا امتیاز ہوگا۔
ایک سطحی نظر کا شخص توحید مذکور کو صرف ایک تعبیری اصلاح سمجھے گا مگر ایک علم النفس کا
ماہر اس کا پورا ادراک کرے گا کہ فطری طور پر کسی حقیقت کے ذہن نشین کرنے کی اس سے زیادہ مؤثر کوئی اور
صورت نہیں نکل سکتی۔ اگر آپ کو کتاب الایمان میں احسان کی بحث فراموش نہیں ہوئی تو اتنا اور سمجھ لیجئے کہ
آپ کو اس مقام پر احسان کا ایک اور سبق دیا گیا ہے اور مقصد یہ ہے کہ ایک مومن کے قلب و دماغ پر
حق تعالیٰ کی ذات قدسی صفات کی محبت کا اس درجہ استحضار اور غلبہ ہو جائے کہ کچھ عبادات ہی میں
نہیں بلکہ عام بات چیت میں بھی اس کی غیرت - اس کی عظمت و توحید کے خلاف کوئی ادنیٰ شخص
برداشت نہ کر سکے۔ بقول شخصہ ۛ

شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری غیر کی ہو کے رہے باشب فرقت میری
ۛ غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندیم گوش را نیز حدیثے تو شنیدن ندیم
جب تک ایک مومن کا قلب خدا تعالیٰ کے شریک ٹھہرانے پر اسی درجہ غیور نہ ہو جائے وہ مقام محبت
سے آشنا نہیں ہوتا اور جب تک وہ اس وادی سے آشنا نہیں ہوتا اس وقت تک ذوق احسان سے
بھی آشنا نہیں ہوتا جب اس تصور کے ساتھ آپ اپنی زبان سے ماشارائے و اشار فلاں کا فقرہ ادا کریں گے
تو اس وقت اس معمولی سے کلمہ کی تلخی آپ کی زبان محسوس کر لے گی ادا سی دقت حدیث کی اس تعبیری
حرف کی حکمت بھی آپ پر روشن ہو سکے گی۔ اسی قسم کے ضمنی مقامات سے ایک فہم شخص کو یہ اندازہ لگانا چاہئے
کہ اس نبی عظیم الشان کی معرفت کا عالم کیا ہو گا جس کی شریعت میں توحید بانی کا ایک عام ادب یہ ہو کہ
سرسری بول چال میں بھی خدا تعالیٰ کے نام کے ساتھ شرکت و مساوات قائم کرنا حقیقی شرک کی برابر مکر وہ سمجھا
جاتا ہو۔ اسلام کی توحید سمجھنے کے لئے آپ کھلی کھلی آیات اور واضح احادیث کی طرف مت جائیے یہ تو
اس کے ابتدائی اسباق ہیں بلکہ ان علی گوشوں کو بڑے غور سے ملاحظہ کیجئے جن کی سطح میں بظاہر توحید
کا کوئی سبق نظر نہیں آتا مگر جب ذرا غور کیجئے تو اس کے عشق میں اصل مقصد ہی ایک درس توحید
ثابت ہوتا ہے۔ انسان کی فطرت ہے کہ وہ مسلسل ایک نوع کا عمل نہیں کر سکتا اس کی طبیعت اکتا جاتی ہے
اس لئے شریعت نے اس کے لئے مختلف لذتوں کی مختلف عبادتیں مقرر فرمادی ہیں لیکن ان سب کا اصل
مقصد ہی ایک نشہ توحید پیدا کرنا ہے اب آپ ذرا جنازہ کی غازی کو ملاحظہ کیجئے وہ بھی ایک قسم کی ناز
ہی تو ہے اولیٰ ذات پاک کے لئے ہوتی ہے جس کے لئے اور فرض نمازیں پھر کیا بات ہے کہ رکوع اور
عروج نماز کی اصل روح تھے وہ یہاں سے غائب ہیں۔ اگر آپ غور سے کام لیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا

کہ اس میں ایک حکمت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ایک جدیت کو سنانے رکھ کر اس کی طرف رکوع و سجود کرنا شاید اسلام کی توحید برداشت نہیں کرتی۔ خبر یہ تو ایک انسان صاحب کو جاہل تو میں کبھی سجدہ کر بھی لیتی ہوں مگر ایک معمولی خشک لکڑی جس کی کوئی عبادت نہیں کرتا اگر سترہ کے لئے سنانے گا ڈری جائے تو اس کے متعلق بھی مقدس اسلام کی ہدایت یہ ہے کہ وہ بھی ٹھیک سنانے نہ ہونی چاہئے بلکہ ذرا دائیں بائیں سمت مائل ہونی چاہئے تاکہ اس قوم کے سنانے جس کو پتھروں کو سجدہ کرنے کی عادت تھی کوئی عمل بھی ایسا نہ لائے پائے جو ان کی قدیم خصلت کی یاد دہانی میں ذرا بھی مدد معاون ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب قوم بنی اسرائیل کو دریائے نیل کے پار لیکر آئے تو یہاں ان کی قوم نے دیکھا کہ کچھ رنگ بت پرستی میں مشغول ہیں یہ دیکھ کر ان کے منہ میں پانی بھرا پا اور بڑے حسرت کے انداز میں وہ درخواست کرنے پر مجبور ہو گئے۔

قَالُوا يٰمُوسٰى اجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ
اِلٰهَةٌ قَالِ اِنَّكُمْ قَوْمٌ يَّجَاهِلُوْنَ

وہ کہنے لگے اے موسیٰ ہماری عبادت کیلئے بھی ایسا ہی
ایک بت بنا دیجئے جیسے بت ان کے ہیں انھوں نے

داعراف رحمہ فرمایا تم لوگ بڑے ہی جاہل ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر صحبت تربیت یافتہ صحابہ اتنے تو نہیں گئے لیکن ایک موقع پر جب انھوں نے دیکھا کہ مشرکین نے ایک درخت مقرر کر رکھا ہے جس پر وہ اپنے ہتھیار لٹکا دیا کرتے ہیں اور اسی مناسبت سے اس کو ذات اوقات کہا کرتے ہیں تو وہ بھی بے ساختہ درخواست کرنے پر مجبور ہو گئے کہ یا رسول اللہ! ہمارے لئے بھی ایک ایسا ہی درخت مقرر فرما دیجئے ہم بھی اس پر اپنے ہتھیار لٹکایا کریں گے ذرا سوچئے اس میں شرک کی کیا بات تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی سی بات کو بھی نہایت اہمیت دی اور بہت تشدید آئینہ سیمہ میں اس طرح تنبیہ کی کہ تمہاری یہ فرمائش ٹھیک ایسی ہی ہے جیسی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل کی وہ فرمائش تھی اجعل لنا الٰهًا كَمَا لَهُمْ اِلٰهَةٌ جیسا کہ آج بھی مانتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سب معاملات میں جہاں آپ کی کوئی خاص شریعت نازل نہ ہوئی مشرکین عرب کی نسبت اہل کتاب کی موافقت کرنی زیادہ پسند فرماتے۔ پس اسلام نے ہر ہر موقع پر جہاں کسی دور کے علاقہ سے بھی شرک کی رگ متحرک ہو سکتی تھی اس کو بھی جڑ سے کاٹ دینے کی کوشش کی ہے۔ ہمارے فقہاء اس حقیقت کو خوب سمجھتے تھے اور اسی لئے انھوں نے فرمایا کہ جو جو ان کبھی کسی قوم کا معبود رہ چکا ہو یا کوئی اور ایسی چیز جو کبھی معبود غیر اللہ بن چکی ہو اس کو کبھی سترہ نہ بنانا چاہئے اور اس کی طرف بھی نماز نہ ادا کرنی چاہئے۔ اسی طرح طلوع و غروب میں نماز سے محافعت کی حکمت بھی یہی ہے کہ یہ اوقات بھی مشرکین کی عبادت کے اوقات ہیں ہماری عبادت جہاں ان سے مقصد،

نیت اور اپنی ترتیب و صورت میں ممتاز ہے اسی طرح وقت میں بھی ممتاز رہی چاہے کوئی تنگ نظری نہیں بلکہ شرک فی العبادۃ کے بعید سے بعید رشتوں کے قطع کرنے کی سب سے بہتر صورت ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے لَا تَأْتُوا الصَّلَاةَ وَانْتُمْ تَسْعَوْنَ وَأَنْتُمْ عَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ ثُمَّ نَازَ كَ لَے دڑتے بھاگتے آیا کرو بلکہ اس طور پر وقار کے ساتھ آیا کرو گو یا تم سر تا پا سکون و وقار ہو۔

شیخ اکبر تحریر فرماتے ہیں کہ اس مخصوص ادب میں جو بڑی حقیقت یہاں ہے وہ یہ ہے کہ نماز کے لئے جب ایک مخصوص مکان مقرر کر دیا گیا، اس کے لئے ایک اعلان بھی کیا گیا اور اس کے بعد یہ نظر آنے لگا کہ مختلف سمتوں سے مختلف جماعتیں کسی ایک مقصد کے لئے کسی ایک جگہ جمع ہونے جا رہی ہیں اگر وہ بہت زیادہ بھاگ بھاگ کر جائیں گی تو دیکھنے والوں کے دماغ میں ہفتشہ آسکتا ہے کہ جس طرح اور مذاہب کو ان کے معبود کی ایک جگہ رکھے ہوئے مل جاتے ہیں شاید ان کو بھی اپنا معبود کی مسجد وغیرہ میں رکھا ہوا مل گیا ہے جس کی طرف یہ ایسے واہانہ انداز میں بھاگے جا رہے ہیں اس لئے فرمایا کہ تم بھاگنا مت کرو بلکہ اس طرح جایا کرو کہ ہر دیکھنے والا سمجھ جائے کہ جہاں تم جا رہے ہو وہاں کچھ بھی نہیں ہے تم کسی ایسے معبود کی تلاش میں ہو جو اس مکان میں بھی ہے اور اس سے باہر بھی۔ ہر حال میں وہ تمہارے ساتھ ہے۔ وہ تمہاری رگ جان سے بھی زیادہ تم سے قریب ہے۔ شیخ اکبر کے اس مضمون کی تائید ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے ایک مرقہ صحابہ کرام شدت شوق میں کسی سفر میں مسیح و حج کر لے کر آئے تیس دن تک وہاں رہے تھے آپ نے ان کو اتنے چیخنے سے منع فرمایا اور کہا کہ تمہاری اس حرکت سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا رب شاید تمہارے پاس نہیں کہیں غائب ہے یا اگر موجود ہے تو سننا نہیں ہے اس کو آہستہ بجاؤ کہو کہ وہ تمہارے اونٹ کی گردن سے بھی تمہارے قریب ہے اونٹ پر سواری کے وقت جو چیز سوار کو سب سے قریب نظر آتی ہے وہ اس کی گردن ہی ہوتی ہے اس لئے غیباتی طور پر اس کے قرب کا نقشہ جانے کے لئے یہی سب سے عمدہ مثال تھی فرمایا انکہ لا تدعون احتم ولا غاشبا۔ تم تو اس کو پکارتے ہو جو ہمہ وقت سننا ہے اور جواب دیتا ہے پس اسلامی توحید تو اس کو بھی برداشت نہیں کرتی کہ تمہارے کسی عمل سے خدا تعالیٰ کی ذات یا اس کی صفات کے متعلق کوئی ایسا مہوم ہے مہوم نقش بھی پیدا ہو سکے جو اس کی شان تقدس و تنزیہ کے خلاف ہو۔ چہ جائیکہ اس میں شرک کے آثار صاف صاف نمایاں ہو رہے ہوں۔ کیا ایسا مقدس مذہب جو نماز جنازہ میں رکوع و سجود سے منع کرے قبر کو سجدہ کرنا برداشت کر سکتا ہے حالانکہ وہ قابلِ تعظیم جداب زمین میں مدفون ہو چکا ہے۔

یہی حقیقت مشرکین کے لباس، وضع و قطع اور معاشی و معاشرتی مخالفت میں بھی یہاں ہے اس کا مقصد

بھی یہ ہے کہ توحید و شرک کا امتیاز صرف علی مرتبہ میں نہ ہے بلکہ ایک موجد و مسلم کی رگ رگ سے بھی ٹپکنے لگے۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ جو حق تعالیٰ کا مقرر کردہ طریقہ عبادت ہو اگر مشرکین بھی اسے اختیار کر لیں تو ہمیں اس کو چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ اس کے معنی تو یہ ہوتے ہیں کہ ہمارا خود کوئی اہل مرکز اور مقام ہی نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس راہِ مستقیم کے ہم مالک ہیں اگر اس میں دوسرے لوگ ہماری اتباع کرتے ہیں تو یہ ان کے شرک میں اسلامی تعلیم کا ایک عکس ہوگا اگر اس میں کچھ ناگواری کی بات ہو تو ان کے لئے ہونی چاہئے نہ یہ کہ ہمیں اپنا مقام چھوڑ کر اس سے ہٹ جانا چاہئے۔ اسی لئے مشرکین کی مخالفت میں اسلام نے ملت ضعیفہ کی اتباع ترک نہیں کی بلکہ ان کو یہ الزام دیا ہے کہ یہ تو ہمارا حق ہے اس میں تم ہمارے متبع ہو اگر تم اس کی اتباع کرتے ہو تو اس وجہ سے ہم اپنے اہل حق سے دست بردار نہیں ہوں گے۔

اِنَّ اَوْلٰى النَّاسِ بِاِبْرٰهٖمَ لَلَّذِيْنَ
اَتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَآلِهٖ
اَمَّا اَنْتُمْ فَاَنْتُمْ اَنْتُمْ
اور سلمان (جو ایمان لائے)

یہ فرق اس سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ تم ملت ضعیفہ کا دعویٰ تو کرتے ہو مگر اس کے ساتھ شرک بھی کرتے ہو اور ہم بھی دعویٰ کرتے ہیں مگر اس کے ساتھ شرک سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتے ہیں آؤ دیکھیں ملت ضعیفہ کی صحیح اتباع کیا ہو۔
فَاَنْتُمْ اَوْ تَوَّاهُوْا اَوْ تَصْنَعُوْا
قُلْ بَلٰی مَلِكًا اِبْرٰهٖمَ حَنِيفًا وَّمَا كَانَ
مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ - (بقرہ)
کہتے ہیں کہ یہودی یا نصرانی ہو جاؤ تو تم یہاں تک کہ
آپ کہہ دیجئے کہ ہرگز نہیں بلکہ ہم نے حضرت ابراہیم کی راہ
اختیار کی جو ایک ہی طرف کے تھے اللہ و شرک نہ تھے۔

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ تم تو صرف ملکی ہو مگر ان کے متبع ہم ہیں بلکہ ان کی اتباع کا بڑا حق ہمارا ہے اس لئے ہم کسی حالت میں اپنے حق سے دست بردار نہیں ہو سکتے۔ جو نعرہ مستانہ حضرت خلیل اپنی قدرت میں بطور یادگار چھوڑ گئے وہ تو یہ ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلٰوةَنِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ
وَمَمَاتِيْ بِشَوْرِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ
لَا وَبِذَا اللّٰكِ اُفْرُتْ وَاَنَا اَوَّلُ
الْمُسْلِمِيْنَ
آپ کہہ دیجئے کہ میری نماز میری عبادت، میرا جینا اور میرا
مرنا سب اللہ ہی کے لئے ہے جو مارتے جان کا پروردگار
کوئی اس کا شریک نہیں اور جھک کر ایسا ہی حکم دیا گیا ہے اور
میں اس کے فرمانبرداروں میں پہلا فرمانبردار ہوں۔

مَا كَانَ اِبْرٰهٖمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا
وَلٰكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَّمَا كَانَ
مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ
حضرت ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ صیغہ تھا
یعنی سب جھوٹے مذہبوں سے بڑا اور حکم کے بڑے فرمانبردار

مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔ اور شرک نہ تھے۔

ان عین اور حقیقت سے کبر نہ کلمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی توحید کا پورا پورا نقشہ صرف زبان سے کلمہ توحید پڑھ لینے سے عیاں نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ انسانی زندگی کے ہر ہر چھوٹے بڑے گوشے سے بھی ظاہر نہ ہونے لگے اور اس کا ہر ہر عمل اسی ایک ذات پاک کے لئے اس طرح خالص ہو کر رہ جائے کہ اس میں بشر اور لاشریک نہ کے مثبت اور منفی ہر دو پہلو جدا جدا ممتاز نظر نہ آنے لگیں یعنی اس کا لفظ ہونا بھی نمایاں ہو جائے اور شرک کے خلاف ہونا بھی اسی درجہ پر نمایاں ہو جائے۔ توحید کے دعوے کے ساتھ جہاں پہنچ کر ممانعت کی ادنیٰ ہی ادنیٰ گنجائش بھی ختم ہو جاتی ہے وہ اس کلامی منفی پہلو ہے اور اسی پہلو کے نمایاں ہوجانے سے اسلام و کفر میں کھلا ہوا امتیاز مہجالت ہے۔ شرک کی عام فضائل میں جب کبھی خدا کے برگزیدہ نبی آئے تو ان کا مقصد صرف توحید کا پرچم اُٹھانے سے پورا نہیں ہوا جب تک کہ انھوں نے علم کفر کو سرنگوں بھی نہیں کر دیا۔ اس لئے ان کے دعووں میں کبھی کوئی ایسا متداخل نہیں ہوا جس کے بعد کفر کو ان سے اپنے ساتھ سازگاری کی کوئی ادنیٰ سی طبع بھی باقی رہ گئی ہو۔ وہ ہمیشہ ایک شحوس اور علیحدہ جماعت بننے کا پروگرام لے کر دنیا میں آئے اور جب تک ان کا یہ مقصد پورا نہ ہو لیا روزِ شب اسی کے لئے سرگرم عمل رہے ان کی اس پالیسی سے اگر کسی فرد یا جماعت نے اتفاق نہ کیا اور دونوں طرف لگے رہنے کا ارادہ کیا تو انھوں نے ان کو منافق کا لقب دیکر اپنی جماعت سے ہمیشہ ایک علیحدہ جماعت سمجھا۔ خلاصہ یہ کہ توحید کے مرحلے پر جتنا اس کا مثبت پہلو اہم ہوتا ہے اتنا ہی اہم اس کا منفی پہلو ہو جاتا ہے اگر آپ اتنی بات سمجھ گئے ہیں تو اب سورۃ قل یا ایہا الکافرون میں ایک ہی مضمون کو دو دو پہلوؤں سے ادا کرنے کا راز بھی سمجھ گئے ہوں گے یعنی کفر و اسلام کے دو راستوں کی واضح علیحدگی کے لئے یہی ایک تعبیر تھی جس کے بعد ان کے مابین سازگاری کی کوئی توقع باقی نہیں رہ سکتی۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ اسلام و کفر کے درمیان کوئی نقطہ مشترک نہیں نکلتا جس جگہ کفر ہو وہاں اسلام نہیں اور جہاں اسلام ہے وہاں کفر کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسلام کے ساتھ ساتھ کفر کی کسی ایک ادوار کو بھی نبھایا نہیں جاسکتا اسی لئے قرآن کریم نے ایمان پر امن مرتب ہونے کے لئے یہ شرط لگا دی ہے کہ اس میں شرک کا کوئی میل نہ ہونا چاہئے۔

اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا يَكْسِبُوْنَ اِيْمًا هُمْ
يُظْلِمُوْنَ اَوْ اَنَّهُمْ لَا اٰمَنُوْا وَهُمْ
مُتَحَدِّثُوْنَ۔ (انعام)

جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان میں
شرک کی آمیزش نہیں کی بس یہی لوگ امن کے مستحق ہیں
اور یہی لوگ ہدایت یافتہ بھی ہیں۔

ایک نصرانی شخص صرف کلمہ توحید پڑھ کر مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا بھی صاف و صریح اقرار نہ کرے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ایک بندہ ہی تھے یہ اسی حقیقت پر مبنی ہے کہ توحید الہی کے ساتھ لاشریک نہ کا مظاہرہ ہونا بھی ضروری ہے جب تک جملہ شرکار پر لا کی تسمیہ نہیں چلائی جاتی اس وقت تک صحیح طور پر نعرہ توحید بلند نہیں ہوتا۔

اسلام نے جہاں ظاہری افعالِ شرک سے منع کیا ہے اسی طرح ان باریک باریک فروگزاشتوں سے بھی روکا ہے جن سے ایک موجد کا اچھا خاصا عملِ شرک کے عمل کے مشابہ بن جاتا ہے مثلاً ریاء و شہرت پسندی جو عمل خواہ وہ اپنی شکل و صورت میں کتنا ہی توحید کا عمل سمجھا جائے لیکن اگر وہ ریاء و شہرت سے آلودہ ہو جائے تو اسلامی نظریں وہ بھی ایک قسم کا شرکِ عمل سمجھا جاتا ہے اسی اہمیت کے پیش نظر قرآن کریم نے عمل کے صراح ہونے کے لئے یہ شرط لگا دی ہے کہ وہ شرک کی اس قسم سے بھی پاک و صاف ہو نا چاہئے اور ایسے ہی عمل کا نتیجہ تقادرب ہو سکتا ہے۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ

عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُطِرْ لَكُمْ يُحِيطُ بِذَاتِ

رَبِّهِ أَحَدًا۔ (کہن) پروردگار کی عبادت میں شریک نہ کرے۔

یہاں لا یشرک کی تفسیر لایرائی سے کی گئی ہے یعنی جس شخص کے پیش نظر تقادرب جیسا اہم مقصد ہو اس کے لئے لازم ہے کہ نیک عمل کیا کرے اور اپنی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ بنایا کرے۔ اس آیت میں یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ جس امر پر یہاں زیادہ زور دیا گیا ہے وہ وہی خدا تعالیٰ کی عبادت میں شرکت کی ممانعت ہے۔ ذاتی شرکت کا مسئلہ بھی گو کم اہمیت نہیں رکھتا وہ بھی ایک بدترین کفر ہے لیکن شرک کی جس خطرناک جھاڑی میں ایک مدعی توحید بھی الجھ سکتا ہے وہ صرف شرک فی العبادۃ ہے اور اس کی ایک نہایت دقیق اور باریک قسم ریاء و شہرت پسندی ہے قرآن کریم نے شرک میں عام ابتلاء کا شکوہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِالشُّعَا

وَهُمْ مُشْرِكُونَ۔ (یوسف) رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی شرک بھی کرتے رہتے ہیں۔

یعنی ابے لوگ بہت ہی کم ہیں جو ایمان کے زبانی دعوے کے ساتھ شرک جلی اور شرک خفی کے ہر سر شے سے احتراز رکھتے ہوں۔ غرض قرآن عزیز یہ اعلان کرتا ہے کہ محبوبِ حقیقی کے متلاشی کہاں مارے مارے بھرتے ہیں ان کے لئے اس کی ملاقات کا صرف یہی ایک راستہ ہے کہ نیک عمل کریں یہ تو اس کا مثبت پہلو ہوا اور

اس کا منفی پہلو ہے کہ اس کی عبادت میں شرک کے کسی نوع کی آلودگی بھی پیدا نہ ہونے دیں یہ منفی پہلو اس لئے ضروری ہے کہ بے اوقات نیک عمل میں بھی شرک خفی کے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں ایسا عمل گونیک نظر آئے مگر حقیقت نیک نہیں ہوتا۔ ٹھیک اسی طرح خدا تعالیٰ کی توحید بھی اس وقت تک خالص توحید نہیں کہلاتی جب تک کہ اس کے ساتھ لاشریک لہ اور ما انامن المشرکین کا اعلان بھی صاف صاف نہیں کر دیا جاتا۔ آج بھی اگر آپ اپنے ایمانوں کا جائزہ لیں تو اس میں بھی آپ کو توحید کا مثبت پہلو جتنا صاف اور واضح نظر آئے گا اتنا واضح اس کا دوسرا منفی پہلو نظر نہیں آئے گا خوب یاد رکھئے جب تک کہ اس کا یہ پہلو بھی اتنا ہی واضح نہ ہو جائے اس وقت تک آپ کی توحید کا نقشہ بھی نامکمل رہے گا۔ شکل دعویٰ توحید نہیں اس میں تو اکثر فوس آپ کی ہم آہنگ ہیں جو مرحلہ مشکل ہے وہ تمام شرکاء اور یارک سے باریک شریکوں سے بیزاری ہے اور اس سے بڑھ کر اس بیزاری کا اعلان ہے اسی لئے کلمہ لا الہ الا اللہ میں مثبت پہلو کی بنیاد منفی پہلو پر قائم کی گئی ہے۔ اتنی وضاحت کے بعد غالباً اب آپ خوب سمجھ گئے ہوں گے کہ اسلامی توحید کو اور مذاہب کی توحید سے کتنا امتیاز ہے ان کی توحید تو اہمیت اور ثلث کے عقیدہ کے باوجود قائم رہ سکتی ہے مگر اسلام کی توحید ریاضت پسندی کے باریکی بھی متخل نہیں ہو سکتی پس جس شرک سے ایک مسلمان کو بچنا ہے وہ صرف خدا کی ذات میں شرک نہیں اس کی عبادت میں شرک بھی نہیں بلکہ شرک کی وہ نوع بھی ہے جو اس کے خالص سے خالص عمل میں بھی خفیہ طور پر پیدا ہو جاتی ہے اور ایک مسلم کو بھی اس سے رستگاری نصیب نہیں ہوتی ۔

براہمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے ہوس چھپ چھپ کے سینہ میں بالائی پر تصویر خلاصہ کلام یہ ہے کہ شرک فی الذات، شرک فی الصفات (یعنی خدا تعالیٰ کی مخصوص صفات میں کسی کو اس کے برابر سمجھنا) اور شرک فی العبادت توحیقی شرک کے اقسام تھے۔ شرک فی القیہ، شرک خفی (یعنی ریاء و شہرت پسندی) اور عقیدہ توحید کے ساتھ بعض اور نازبیا طریقے جو اگرچہ شرک نہ ہوں مگر علاء شرک حقیقی کے مشابہ ہوں یہ سب شرک اور قابل ترک ہی سمجھے جائیں۔ کیونکہ ان کی سرحدیں حقیقی شرک کے ساتھ اتنی ملی جلی ہوتی ہیں کہ ان میں ذرا سی لغزش سے حقیقی شرک میں جا پڑنے کا ہر وقت احتمال ہوتا ہے اس لئے مذہب کی صحیح اتباع یہ نہیں کہ ایسے افعال کو تاویل کئے کیا جائے اور خوب اصرار کے ساتھ کیا جائے صحیح اتباع یہ ہے کہ جن افعال سے کفر کی بو بھئی آئے ان کو بھی کفر کی طرح ترک کر دیا جائے تاکہ دما انامن المشرکین کا پہلو اپنی پوری حقیقت کے ساتھ نمایاں ہو جائے اور کفر الیکم الکفر والصنوق والعصیان کا پورا پورا نقشہ سامنے آجائے۔ اس کے بعد یہاں شرک کی ایک قسم اور بھی ہے جس کی طرف عام نظریں نہیں پہنچیں اس پر محقق امت

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے خاص طور پر تیسرے فرمائی ہے۔

شاہ صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ شرک کی ایک قسم شرک فی الطاعت بھی ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی مخلوق کی اطاعت کرنی، ایسی اطاعت کہ اس میں خدا تعالیٰ کے صلہ و عطا کی کمی نہ ہونے کی حیثیت بھی ملحوظ نہ ہو حتیٰ کہ اگر اس کا حکم خداوندی حکم کے خلاف بھی ہو جب بھی اسی کی اطاعت کی جائے اس کا نام مستقل اطاعت ہے یہ صرف ایک خدائے وحدہ لا شریک لا کا حق ہے اس لئے اس میں بھی کسی کو شریک بنانا ایک قسم کا شرک ہی ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے اہل کتاب کی اس نوع کی اطاعت کو شرک ہی سے تعبیر کیا ہے۔

﴿تَعْبُدُوا أَجْبَارَهُمْ دُرُهَاثَهُمْ أَزْبَابًا﴾ ان لوگوں نے (اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے) مالوں اور
 قِرْنِ حُذُنِ اللّٰهِ۔ (۱۰ توبہ نصف) درویشوں کو خدا بنا رکھا ہے۔

آیت بالا کی تفسیر میں منقول ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اہل کتاب نے تو اپنے اجماع و علماء کو کبھی ارباب نہیں بتایا تھا اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کیوں نہیں، کیا انھوں نے اپنے اجماع کو مستقل مطاع کی حیثیت نہیں دی کیا جس کو انھوں نے حلال کہہ دیا انھوں نے اس کو حلال نہیں سمجھ لیا اور جس کو حرام بنا دیا اس کو حرام نہیں سمجھ لیا۔ اطاعت کا یہ منصب صرف ایک رب العزت کے لئے زیادہ تھا جب انھوں نے یہ منصب اٹھا کر اپنے اجماع کے سپرد کر دیا تو یہی اتھاذا رباب اور شرک ہے۔ اس مضمون سے حضرت شاہ صاحبؒ نے یہ استنباط فرمایا کہ قرآنی نظریں اس درجہ کی اطاعت بھی شرک کی ایک قسم ہے جس کو مستقل اطاعت کہا جاتا ہے۔ اسی قسم کی اطاعت کو قرآن کریم نے شرک سے تعبیر فرمایا ہے۔
 ﴿وَالْأَعْقَابُ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ﴾ اگر تم ان کی اطاعت کر دے تو تم شرک ہو گے۔

یہی غیر مستقل اطاعت جس میں مطاع کی کوئی مستقل حیثیت نہیں ہوتی بلکہ یہ اطاعت رب العزت کے حکم کے ماتحت ہوتی ہے جیسے رسول، مجتہدین امت، سلاطین و امراء، شہر و والدین اور غلام کی اپنے مالک کی اطاعت اس لئے یہ شرک بھی نہیں بلکہ بعض مرتبہ فرض اور واجب بھی ہوتی ہے عبادت اور اطاعت میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ عبادت کی حقیقت غایت تدلل اور انتہائی خشوع و خضوع کا اظہار ہے۔ یہ اسی کے لئے مناسب ہے جس میں غایت درجہ عظمت موجود ہو، ایسی عظمت کہ اس سے برتر دہم و گمان میں نہ آ سکے۔ اس درجہ کی عظمت صرف ایک ذات میں منحصر ہے اس لئے اس میں غیر مستقل طور پر بھی کسی کی شرک کے لئے گنجائش نہیں اس میں ہر قسم کی شرک ہے۔ اور اطاعت کے لئے صرف حکمرانی کی طاقت و دکار ہے یہ بطریق نبات مخلوق میں بھی پیدا ہو سکتی ہے اس لئے نباتہ غیر اللہ کی اطاعت

شرک نہیں۔ اس فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے امت کے چند فرق افراط و تفریط میں مبتلا ہو گئے ہیں ایک تو تاویل کر کے غیر اللہ کی عبادت جائز سمجھنے کا اور دوسرا طاعت مجتہدین کو شرک سمجھنے کا اور کوئی طاعت رسول کو بھی شرک کا ایک شعبہ قرار دے بیٹھا۔ یہ تمام راہیں حقیقت سے نا آشنا ہونے کی دلیل ہیں۔ قرآن کریم نے اس مسئلہ کو علمی اور عملی ہر دو پہلوؤں سے پورے طور پر صاف کر دیا ہے۔ علمی لحاظ سے تو اس نے یہ واضح کر دیا ہے کہ رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے علیحدہ اطاعت نہیں ہوتی اس کو مستقل اطاعت سمجھنا ہی غلط ہے اس لئے وہ شرک کیسے ہو سکتی ہے۔

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ جس نے رسول کا کہا مانا اس نے خدا ہی کا حکم مانا۔

اور عبادت کے متعلق اس قسم کا کہیں ایک حرف بھی نہیں فرمایا جس سے یہ خطرہ بھی گذر سکے کہ غیر اللہ کی عبادت کسی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کہی جاسکتی ہے اور علی دائرہ میں رسول کی اطاعت اور اولوالامر کی اطاعت کو خود قرآن ہی نے فرض و واجب قرار دیدیا پھر اس کو شرک کیسے کہا جاسکتا ہے۔ اس کے برعکس عبادت میں کسی کی شرکت کو کسی پنج سے بھی گوارا نہیں کیا بلکہ ایک ادنیٰ سی ریاہ کی نیت کو بھی شرک سے تعبیر فرمادیا اور فوز و فلاح کے لئے اس سے بھی احتراز کرنا شرط اول قرار دیدیا پس جتنی بات قرآن کریم سے کسی تاویل کے بغیر صاف اور صریح طور پر سمجھی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کے حکم کے ماتحت کچھ اشخاص یا جماعتوں کی اطاعت تو حبابِ مرتبہ اور عبادت میں اس کا حکم ہی یہ ہے کہ اس میں کسی کو شریک بھی نہ کیا جائے۔

أَمْرًا أَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم دیدیا ہے کہ عبادت بجز اس کے

اور کسی کی نہ کی جائے۔

پس مسئلہ تو اتنا صاف اور واضح ہے جتنا کہ ہو سکتا ہے لیکن تاویل کا دروازہ کب بند ہوا اس کو عبادت غیر اللہ کے مشتاق اور اطاعت رسول سے بیزار دونوں جماعتیں کھڑی کھٹکتی رہی ہیں اللہ تعالیٰ دونوں کو صحیح فہم مرحمت فرمائے اطاعت رسول کے متعلق ہم حجیت حدیث کے ذیل میں زیادہ بسط کے ساتھ گفتگو کر چکے ہیں ملاحظہ کیجئے۔

الاشراك بالله تعالى مما لم يفطر عليه الانسان

(۶۰۲) عَنْ عِيَّاضِ بْنِ حِمَارٍ الْجَمَّاشِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَاتَ يَوْمٍ فِي خُطْبَةٍ لَا إِلَهَ إِلَّا رَبِّي أَمَرَنِي أَنْ أَعْلِمَكُمْ مَا جَهِلْتُمْ مِمَّا عَلَّمَنِي يَوْمَئِذٍ هَذَا كُلُّ مَالٍ تَحْتَهُ عَبْدٌ أَحْلَالٌ وَإِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي خُفَاءَ كُلِّهُمْ وَأَعْتَمُ أَسْتَهُمُ الشَّيَاطِينُ فَاجْتَاكَتَهُمْ عَنْ دِينِهِمْ وَحَرَمْتُ عَلَيْهِمْ مَا أَحْلَلْتُ لَهُمْ وَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُشِيرُوا بِي مَا لَمْ أَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنَّ اللَّهَ نَظَرَ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ فَمَقَتَهُمْ عَمْرَ بَعْدَ وَجْهِهِمْ لَا بَقَايَا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَقَالَ إِنَّمَا بَعَثْتُكَ لَا بِسُلْطَانِكَ وَأَبْتَلِي بِكَ وَأَنْتَ لَتُتَّ عَلَىكَ كِتَابًا لَا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ تُعْرَأُ نَائِمًا وَيَقْظَانِ وَأَنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ

شرک انسان کی فطرت نہیں

(۶۰۲) عیاض بن حمار جماشی سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا میں لو میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ جو کچھ آج اس نے مجھے بتایا ہے اس میں کوئی حصہ میں تم کو بھی بتا دوں (اس نے فرمایا ہے) کہ جو مال میں نے کسی بندہ کو دیا وہ اس کے لئے حلال ہے اور فرمایا کہ میں نے اپنے تمام بندوں کو دین فطرت پر پیدا کیا ہے پھر ان کے پاس شیطان آئے اور ان کو اپنے دین سے ہٹا کر جو چیزیں میں نے ان کے لئے حلال بنائی تھیں حرام کر دیں اور اس پر ابھارا کہ میرا شریک ٹھہرائیں جس کی میں نے کوئی دلیل نہیں تادی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین پر نظر ڈالی تو عرب و عجم سب کو قابلِ نفرت سمجھا بجز ان چند لوگوں کے جو اہل کتاب میں سے باقی رہ گئے تھے اور منسرایا کہ میں نے تم کو رسول بنا کر اس لئے بھیجا ہے تاکہ تمہاری بھی آزمائش کروں اور تمہارے ذریعہ سے دوسروں کی بھی آزمائش کروں لوہیں تم پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس کو پانی دھو نہیں سکتا، تم سوئے جا گئے ہر وقت اس کو پڑھ سکتے ہو۔ (قرآن حافظ کے سینہ میں ہوتا ہے نہ پانی اسے دھو سکتا ہے نہ اس کے پڑھنے کے لئے آنکھوں سے دیکھنے کی ضرورت ہے) اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا بھی حکم دیا کہ

(۶۰۳) عرب بحیرہ اور سائبہ اور وسیلہ بنوں کے نام کے بہت سے جانور اپنے اوپر حرام کر لیا کرتے تھے حدیث کہتی ہے کہ جو جانور اللہ تعالیٰ نے حلال کئے ہیں ان کو حرام کرنے کا حق کسی کو بھی نہیں ہے۔ دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کی فطرت شرک و کفر سے پاک پیدا فرمائی ہے اس لئے شرک کرنے میں کسی کا کوئی عذر مسوع نہیں ہے۔

أَحْرَقَ قُرَيْشًا فَقُلْتُ رَبِّ إِذَا يَتْلُو رَأْسِي نِيدَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ لَا تَسْخَرِي جَهَنَّمَ كَمَا
 أَخْرَجُوهُ وَأَعَزَّهُمْ نَفَرًا وَلَئِنْ مَسْتَفِينٌ عَلَيْكَ وَابْعَثْ جَيْشًا تَهْتِكُ خِسْفَةً وَفَلَّةً
 وَقَاتِلْ مَنْ أَطَاعَكَ مِنْ عَصَاكَ. (مرہ اسم)

(۶۰۳) عَنْ زَيْدِ بْنِ سَلَامٍ أَنَّ أَبَا سَلَامٍ حَدَّثَهُ أَنَّ الْحَارِثَ الْأَشْعَرِيَّ حَدَّثَهُ
 أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَ يُحْيِي بَنَ رُكْبَةٍ بَا مَحْسِنٍ كَلِمَاتٍ
 أَنْ يَفْعَلَ بِهَا وَمَا مَرِيئِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يَفْعَلُوا بِهَا وَأَنَّهُ كَادَ أَنْ يُبْطِئَ بِهَا قَالَ عَيْنِي

میں قریش کو جلا کر تباہ کر ڈالوں اس پر میں نے عرض کیا وہ تو میرے سر کو کھل ڈالیں گے اور اس کو ایک
 روٹی کی طرح بنا کر رکھ دیں گے فرمایا تم ان کو نکال یا ہر کرو جہا انھوں نے تم کو وطن سے نکالا اور
 ان سے جنگ کرو ہم تمہاری مدد کریں گے اور خوب لشکر پر خرچ کرو ہم تمہیں خرچ دیں گے اور ان پر
 فتح کئی کرو ہم ان کی پہچاننی اپنی جانب سے اور بھیجیں گے اور اپنے تابعداروں کو ساتھ لیکر ان سے
 جنگ کرو جو تمہاری نافرمانی کرے۔ (مسلم شریف)

(۶۰۳) زید بن سلام سے روایت ہے کہ ان سے ابو سلام نے کہا کہ حارث اشعری نے
 ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو پانچ باتوں
 کے متعلق حکم دیا تھا کہ ان پر وہ خود بھی عمل کیا کریں اور بنی اسرائیل سے کہیں کہ وہ بھی ان پر عمل کریں
 حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل سے کہنے میں کچھ تاخیر ہونے لگی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا

آپ پہلے معلوم کر چکے ہیں کہ کسی کے کہنے پر حلال کو حرام سمجھ لینا بھی خدا کے شریک نہیں ہے اسی کو
 شرک فی الطاعة کہا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ شرک فی الذات پر بانی العبادت یا فی الطاعت یہ سب اولیٰ ان فی فطرت
 کے خلاف ہیں ان کا بانی صرف شیطان ہے اور جو اس کی تقلید کرتا ہے وہ عید رحمن نہیں اسی کا بندہ ہے۔ جب
 خارجی اثرات یا والدین کی تعلیم سے فطرت سے ہوجاتی ہے تو پھر عقائد شرک فطرت کا تقاضہ معلوم ہونے لگتے ہیں۔
 (۶۰۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ان پانچ باتوں کا امر فرمایا ہے جن کے بغیر پہلی باتوں
 پر بھی پورا عمل نہیں ہو سکتا۔ نماز، روزہ اور ہاتھوں میں زکوٰۃ و صدقات یہ مسلمانوں کی صرف انفرادی عبادتیں نہیں
 بلکہ ان کی اجتماعی عبادتیں بھی ہیں اور اجتماعی عبادتوں کا نظم و نسق بلا جماعت کے قائم نہیں رہ سکتا اور کوئی
 جماعت بلا کسی امام و امیر کے زندہ نہیں رہ سکتی اس لئے آپ نے ان اجزاء پر زیادہ زور دیا ہے جن کے بغیر
 اللہ تعالیٰ کی خالص عبادتیں پوری طاقت اور آزادی کے ساتھ ادا نہیں کی جاسکتیں آخری شریعت و حقیقت
 پہلی شریعتوں کے لئے مکمل ہے۔

إِنَّ اللَّهَ أَمَرَكَ بِخَمْسٍ كُلَّمَا بَلَغْتَ لَعْمَلٍ بِمَا وَأَمَرَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يَعْمَلُوا بِمَا قَامَا أَنْ
 تَأْمُرَهُمْ وَمَا أَنْ أَمَرَ هُمْ فَقَالَ يَحْيَىٰ أَخُوهُ إِنَّ سَبَقْتَنِي بِمَا أَنْ يُخَسَفَ بِي أَوْ أُعَذَّبَ
 فَجَمَعَ النَّاسَ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَامَتِلَا وَقَعْدُوا عَلَى الشَّرَفِ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَ فِي
 بِخَمْسٍ كُلَّمَا بَلَغْتَ أَنْ أَعْمَلُ بِهِنَّ وَأَمَرَ كُمْ أَنْ تَعْمَلُوا بِهِنَّ أَوَّلَهُنَّ أَنْ تَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا
 تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَإِنْ مَثَلٌ مَنْ أَشْرَكَ بِاللهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اشْتَرَى عَبْدًا مِنْ خَالِصِ
 مَالِهِ بِذَهَبٍ أَوْ وَرِقٍ فَقَالَ هَذِهِ دَارِي وَهَذَا عَمَلِي فَأَعْمَلْ وَأَذِئْ فَكَانَ يَعْمَلُ
 وَيُؤَدِّي إِلَى غَيْرِ سَيِّئَةٍ فَأَيُّكُمْ رَضِيَ أَنْ يَبُذَرَ عَبْدُهُ كَذَلِكَ وَأَنَّ اللَّهَ أَمَرَ كُمْ بِالصَّلَاةِ
 فَإِذَا صَلَّيْتُمْ فَلَا تَلْتَفِتُوا فَإِنَّ اللَّهَ يَنْصِبُ وَجْهَهُ لَوَجْهِ عَبْدٍ فِي صَلَاتِهِ مَا لَمْ
 يَلْتَفِتْ وَأَمَرَ كُمْ بِالْقِيَامِ فَإِنْ مَثَلٌ ذَلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ فِي عَصَابَةٍ مَعَ صُرْفٍ فِيهَا
 مِسْكٌ وَكُلُّهُمْ يُعْجِبُ أَوْ يُعْجِبُهُ رِيحُهَا وَإِنْ رِيحُ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ باتوں کے متعلق یہ حکم دیا تھا کہ آپ خود بھی ان پر عمل کیا کریں اور بنی اسرائیل
 سے بھی عمل کرنے کے لئے کہیں تو بات تو آپ ہی ان سے کہہ دیجئے یا پھر میں ان سے کہہ دوں۔ حضرت
 یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ (چونکہ حکم مجھے ہوا ہے اس لئے) مجھے خطر ہے اگر اس بارے میں آپ نے
 سبقت کی تو کہیں میں زمین میں دھنسانہ دیا جاؤں یا کسی اور عذاب میں گرفتار نہ ہو جاؤں اس کے بعد
 انہوں نے فوراً لوگوں کو بیت مقدس میں جمع کیا جب وہ خوب بھر گیا اور لوگ گیلریوں تک میں بیٹھ
 گئے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ باتوں پر خود عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کا کہ میں تم کو بھی
 ان پر عمل کرنے کی تاکید کروں۔ پھلی بات یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا
 شریک نہ ٹھیراؤ کیونکہ جو شخص کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنائے اس کی مثال ایسی ہے جیسی اس غلام کی
 جس کو ایک شخص صرف اپنے سونے چاندی کے مال سے بلا شرکت غیرے خریدے اور اس کو یہ بتائے
 کہ دیکھ یہ تو میرا گھر ہے اور میرا کام ہے تو مزدوری کرنا اور اس کی اجرت مجھے دیدیا کرنا۔ یہ غلام
 مزدوری تو کرے مگر اس کی اجرت اپنے آقا کی بجائے کسی اور شخص کو دیدیا کرے بھلا تم میں کون شخص یہ پسند
 کر سکتا ہے کہ اس کا غلام ایسا ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو نماز کا حکم دیا ہے لہذا
 جب تک نماز میں رہو اور دھر دیکھا نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی طرف پورا پورا متوجہ رہتا ہے
 جب تک وہ ادھر ادھر نہیں دیکھتا۔ تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو روزہ کا حکم دیا جو

بِخِ الْمَسْكِ وَأَمَرَ كُمْ بِالصَّدَقَةِ فَإِنْ مَثَلَ ذَلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَسْرَهُ الْعَدُوَّ فَأَوْثَقُوا
 يَدَهُ إِلَى عُنُقِهِ وَقَدْ مَوَّهَ لِيَحْضُرُوا عُنُقَهُ فَقَالَ أَفَأَفْدِيهِ مِنْكُمْ بِالْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ فَقَدْ أ
 نَفْسُهُ مِنْهُمْ وَأَمَرَ كُمْ أَنْ تَذْكُرُوا اللَّهَ فَإِنْ مَثَلَ ذَلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ خَرَجَ الْعَدُوَّ فِي أَقْرَبِهِ
 سِرَاعًا حَتَّى إِذَا أَتَى عَلَى حِصْنٍ حَصِينٍ فَأَحْرَزَ نَفْسَهُ مِنْهُمْ كَذَلِكَ الْعَبْدُ لَا يَحْرُرُ نَفْسَهُ مِنْ
 مِنَ الشَّيْطَانِ إِلَّا بِذِكْرِ اللَّهِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَمْرٌ كَمَنْ يَحْسِبُ أَنَّ اللَّهَ أَمْرٌ فِي
 مِنْ. التَّعَمُّقُ وَالطَّاعَةُ وَالْجِهَادُ وَالْجَمْعَةُ وَالْجَمَاعَةُ فَإِنَّهُ مَنْ قَارَى الْجَمَاعَةَ قَيْدَ شَيْءٍ فَقَدْ خَلَعَ
 رِبْقَتَهُ إِلَى سَلَامٍ مِنْ عُنُقِهِ إِلَّا أَنْ يَرِجِعَ وَمِنْ ادْعَى دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ فَإِنَّهُ مِنْ جُحَى جَهَنَّمَ
 فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَإِنْ صَلَّى وَصَامَ فَقَالَ وَإِنْ صَلَّى وَصَامَ فَادْعُوا بِدَعْوَى اللَّهِ
 الَّذِي سَأَلَكُمْ الْمُسْلِمِينَ الْمُؤْمِنِينَ عِبَادَ اللَّهِ. (سراہ الترمذی وقال هذا حديث حسن صحيح غریب)

روزہ کی مثال ایسی ہے جیسی کسی جماعت میں اس شخص کی جس کے پاس ایک قبیل ہو اس قبیل میں مشک ہو
 تو ہر شخص کو اس کی خوشبو اچھی معلوم ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو روزہ دار کے منہ کی بو مشک سے
 بھی زیادہ پیاری ہوتی ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو صدقہ کا حکم دیا ہے اس کی مثال ایسی
 ہے جیسی اس شخص کی جس کو دشمن نے قید کر لیا ہو اور اس کے ہاتھ اس کی گردن سے باندھ دیئے ہوں
 اور اس کی گردن مارنے کے لئے اس کو لئے جا رہے ہوں۔ یہ شخص کہے کہ میں اپنی جان کے عوض میں قصور
 بہت مال (جو کچھ مال میرے پاس ہے) سب دیتا ہوں اور اس طرح فدہ دے کر اپنی جان کو ان سے
 چھوڑا لے اور پانچویں بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ذکر اللہ کا حکم دیا ہے کیونکہ ذکر کی مثال ایسی ہر
 جیسی اس شخص کی جس کے تعاقب میں دشمن تیزی کے ساتھ آ رہا ہو اور یہ دوڑتے دوڑتے کسی مضبوط
 قلعہ کے اندر آجائے اور اس میں اگر اپنی جان کو دشمن سے بچالے اسی طرح بندہ بجز ذکر اللہ کے اور
 کسی طرح اپنے آپ کو شیطان سے بچا نہیں سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب میں تم کو اُن
 پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا حکم خدا تعالیٰ نے مجھ کو دیا ہے۔ اپنے حاکم کا حکم بغور سننا اور بخوشی ماننا
 تباد کرتا، ہجرت اور مسلمانوں کی جماعت جو اپنے امام کے ساتھ رہے اسی کے ساتھ تم بھی لگے رہنا کیونکہ
 جو امام وقت کی جماعت سے باشت بھر بھی علیحدہ رہا اس نے گویا اسلام کا طوق اپنی گردن سے اتار پھینکا
 مگر یہ کہ وہ اپنی اس حرکت سے باز آجائے اور پھر اس کی اطاعت کرنے لگے اور پانچویں بات یہ کہ جس نے
 اسلام میں بھڑمانہ جاہلیت کی آوازیں لگانی شروع کیں وہ شخص دوزخ کے خس و خاشاک میں داخل ہوا

(۶۰۶) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ أَوْصَانِي خَلِيلِي أَنْ لَا تُكْرِهَ بِاللهِ شَيْئًا وَأَنْ تُطْعَمَتْ وَخُرِفَتْ وَلَا تُتْرَكَ صَلَوةٌ مَكْتُوبَةٌ مُتَعَدِّدًا فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَدِّدًا فَقَدْ بَرِثَ مِنْهُ الذِّمَّةَ وَلَا تُشْرَبُ الْخَمْرُ فَإِنَّهَا مُفْتَاحُ كُلِّ مَكْرَمٍ (رواه ابن ماجہ)

(۶۰۷) عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ يَعْبُدُ اللهَ وَلَا يُكْرِهَ بِهِ شَيْئًا وَيُقِيمُ الصَّلَاةَ وَيُؤْتِي الزَّكَاةَ وَيَحْتَنِبُ الْكِبَارَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ قَالَ مَالِكُ الْكَبَائِرُ قَالَ أَلَا تُعْلَمُ أَنَّكَ يَا اللهُ وَالْفِرَارُ مِنَ الرَّحْمَتِ وَقَوْلُ الشُّفْرِ (رواه الحاكم في المستدرک)

(۶۰۸) عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ اللهُ تَعَالَى لَيَغْفِرَ لِعَبْدٍ مَا لَمْ يَقْعُرْ بِإِجَابَةِ قَوْلِ رَأْيِ رَسُولِ اللهِ وَمَا بِإِجَابَةِ قَوْلِ أَنْ تَمُوتَ نَفْسٌ وَهِيَ مُفْرَكَةٌ (رواه البيهقی في الدلائل والنشر)

(۶۰۹) عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَقِيَ اللهَ لَا يَعْبُدُ بِهِ شَيْئًا فِي الدُّنْيَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ مِثْلُ جَهَنَّمَ دُونَ عَقْرِ اللهِ لَمْ يَكُنْ (۔۔)

(۶۰۶) ابوالدرداء سے روایت ہے کہ میرے سب سے بزرگ محبوب نے یہ وصیت فرمائی ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہرانا اگرچہ تمہاری بوٹی بوٹی کر دی جائے اور تم کو جلا کر خاک بھی کر دیا جائے اور دیکھو جان بوجھ کر کوئی فرض ناز نہ چھوڑنا کیونکہ جو شخص جان کر ناز چھوڑ بیٹھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بری الذمہ ہو جاتا ہے اور شراب بھی دینا کیونکہ اس سے تمام برائیوں کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

(۶۰۷) ابویوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بندہ ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اس میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائے، ناز اچھی طرح پڑے زکوٰۃ ادا کرے، کبائر سے بچتا رہے مگر وہ ضرور بالضرور جنت میں جائے گا۔ لوگوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ کب لڑکی تفصیل کیا ہے فرمایا خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنا جہاد سے بھاگ جانا اور کسی کو ناحق قتل کرنا یہ سب کبیرہ ہیں۔ (مستدرک)

(۶۰۸) ابودرر روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے گناہ برابر بخشا رہتا ہے جب تک اللہ تعالیٰ کی رحمت (اور اس کے بندہ کے درمیان) پردہ نہیں پڑتا صحابہؓ نے پوچھا پردہ کیا چیز ہے فرمایا وہ پردہ یہ ہے کہ شرک کے عقیدہ پر کسی کی موت آجائے (کتا بالبعث والنشور)

(۶۰۹) ابودرر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دنیا میں کسی کو اللہ تعالیٰ کے برابر سمجھے بغیر مجھے اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرمادے گا اگرچہ اس کے سر پر پاؤں کے برابر بھی گناہ ہوں۔ (۔۔)

(۶۱۰) عَنْ أَبِي الْيُؤُوبِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
مَنْ مَاتَ لَا يُغْفِرُ لَهُ بِأَشْوَيْ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ. (رماء احمد والبخاری)

(۶۱۱) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى
مَنْ عَمِلَ آثِمًا ذُو قُرْبَىٰ عَلَيَّ مَغْفِرَةً الذُّرْبُ غُفْرَتُكَ وَأَنَا إِلَهِي مَا لَمْ يُشْرِكْ بِي شَيْئًا (رماء احمد والبخاری)
(۶۱۲) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذُّرْبُ وَابْنُ ثَلَاثَةِ
دِيَّانٍ لَا يَغْفِرُ اللَّهُ إِلَّا ذُرْبًا بِأَشْوَيْ شَيْئًا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنْ اللَّهُ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ -
وَدِيَّانٌ لَا يُشْرِكُ اللَّهُ بِهِ ظُلْمَ الْعِيَادِ فِيمَا بَيْنَهُمْ حَتَّى يَفْتَقَ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ وَدِيَّانٌ
لَا يَغْفِرُ اللَّهُ بِهِ ظُلْمَ الْعِيَادِ فِيمَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ اللَّهِ وَبَيْنَ الْعَرَالِ الشُّوَابِ شَاءَ عَدُوُّهُ وَ
إِنْ شَاءَ نَحْمُوزُ عَنَّهُ. (رماء البیهقی فی شعب الایمان)

(۶۱۳) عَنْ مُعَاذٍ قَالَ أَوْصَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشْرٍ كَلِمَاتٍ قَالَ

(۶۱۰) ابوایوب انصاری روایت فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہنے خود
شعبہ جو شخص شرک سے پاک و صاف مر جائے گا وہ ضرور جنتی ہوگا۔ (احمد و شعبین)
(۶۱۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث قدسی نقل فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ
کا ارشاد ہے جو شخص یقین رکھے کہ میں تمام گناہوں کی بخشش پر قدرت رکھتا ہوں میں اس کو بخش دوں گا
بشرطیکہ اس نے کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرایا ہو اور میں بڑا بے نیاز ہوں۔ (شرح السنہ)
(۶۱۲) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعمال کے دفاتر میں
قسم کے ہیں ایک شرک کا دفتر اس کی بخشش کا تو کوئی امکان ہی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرما چکا ہے خدا تعالیٰ
اس بات کی ہرگز مغفرت نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔ دوسرا دفتر وہ ہے جس کا انتقام نے بغیر
اللہ تعالیٰ نہیں چھوڑے گا یہ بندوں کے باہم ایک دوسرے پر حقوق ہیں۔ تیسرا دفتر ان حقوق کا ہے جو اللہ
اور اس کے بندوں کے درمیان ہیں۔ اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے چاہے تو ان پر
گرفت فرمائے اور چاہے دگنہ فرمادے۔ (شعب الایمان)

(۶۱۳) معاذ سے روایت ہے کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس باتوں کی وصیت
فرمائی ہے آپ نے فرمایا ہے۔ (۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اگرچہ تمہیں جان سے مار ڈالا
جائے اور جلا کر خاک بھی کر دیا جائے۔ (۲) اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرنا اگرچہ وہ بدی اور مال چھوڑ دے گا

لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَإِنْ قِيلَ وَخَرُفَتْ وَلَا تَعْفَنَ وَاللَّيْلُ وَلَكِنْ أَمْرًا أَنْ تَخْرُجَ
مِنْ أَهْلِكَ وَمَا لَكَ وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلَاةَ مَكْتُومَةٍ قَرَأَ مِنْ تِلْكَ الصَّلَاةِ مُتَعِدًّا أَفَقَدْ بَرَّيْتَ
مِنْهُ ذِمَّةَ اللَّهِ وَلَا تُكْثِرُ بَيْنَ خَيْرَيْنِ فَإِنَّهُ رَأْسُ كُلِّ فَا حِشَّةٍ وَلَا تَأْكُلْ وَالْمَعْصِيَةَ فَكُلْ
بِالْمَعْصِيَةِ حَلَّ مَخْطِئِ اللَّهِ وَلَا تَأْكُلْ وَالْفِرَارِ مِنَ الرَّحِيفِ وَإِنْ مَلَكَ النَّاسُ فَذَاذَا أَصَابَ
النَّاسَ مَوْتُ وَأَنْتَ فِيهِمْ قَائِمٌ وَأَنْفِقْ عَلَى عِيَالِكَ مِنْ طَوْلِكَ وَلَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ إِذَا بَا
وَأَخْفَهُمْ فِي اللَّهِ - (سواء احمد)

(۶۱۴) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرُ أَهْلِ النَّارِ
عَذَابًا أَبَاطُ طَالِبٍ وَهُوَ مُتَّعِلٌ بِعَلَلَيْنِ يَغْلِي مِنْهُمَا دَمَاعُهُ - (رواه البخاری)

بھی حکم دیں۔ (۳) کوئی فرض نماز نہ چھوڑنا کیونکہ جو شخص قصد نماز چھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے
بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ (۴) شراب نہ پینا کیونکہ یہ تمام بے جایوں کا سرچشمہ ہے۔ (۵) خدا کی
نافرمانی سے دور رہنا کیونکہ نافرمانی کرنے سے خدا کا غضب اترتا ہے۔ (۶) جہاد میں ہرگز نہ بھاگا
اگرچہ اور لوگ بھاگ جائیں۔ (۷) جب لوگوں میں ویار پھیلے اور تم ان میں موجود ہو تو ثابت قدم
رہنا (اور بھاگنا مت) (۸) اپنی اولاد پر اپنی وصیت کے موافق خرچ کرتے رہنا۔ (۹) بظرا د ب
اپنا دُعا ان سے نہ ہانا (۱۰) اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں انھیں ڈراتے بھی رہنا۔ (۱۱) (امہ)

(۶۱۴) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دوزخیوں
میں سب سے زیادہ ہلکا عذاب ابو طالب کو ہوگا وہ صرف آگ کے دو چیل پہنے ہوئے ہوں گے
اس کی وجہ سے ان کا دماغ کھولتا رہے گا۔ (اعاذا نا اللہ منہ) (بخاری شریف)

(۶۱۴) اگر شرک کے متعلق حتیٰ وعید میں قدرت کوئی استثناء گوارا کرتی تو شاید ان سے بڑھ کر اس کا کوئی
اور محل نہ ہوتا مگر یہاں بھی صحیح حدیثوں میں خدا کی وعید میں کوئی استثناء ثابت نہیں ہوتا۔ بعض روایات
میں جو تفصیلات مذکور ہیں وہ حدیثوں کو نہیں پہنچیں۔ یہ حدیث بالفاظ مختلف وارد ہوئی ہے ہم نے اس کے
مختلف الفاظ سے مختلف فوائد اخذ کئے ہیں اس لئے اس کو کئی جگہ ذکر کیا ہے مگر ہر جگہ لفظ نئے ہیں۔

(۶۱۵) عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَيَطْلِعُ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ يَغْفِرُ لِحَيِّمٍ خَلْقَهُ إِلَّا مَثْرُكًا أَوْ مُشَاحِنَ (مرہا ابن ماجہ و ترمذی و احمد عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص فی رہایتہ لائین مشارح وائل نفس۔)

(۶۱۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْفِرُ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْأَثْنَيْنِ يَوْمَ الْخَمِيسِ يَغْفِرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يَشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا إِلَّا رَجُلًا كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ آخِيَةِ شَعْبَانَ مِيقَالٌ دَعَا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا۔ (مرہا مسلم)

لا ینفع الايمان مع الاشراك بالله

(۶۱۷) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ

(۶۱۵) ابو موسیٰ اشعری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی شب میں اپنے بندوں کی طرف خاص طور پر توجہ فرماتا ہے اور سب کی مغفرت کر دیتا ہے بجز مشرک اور کینہ ور کے۔ (ابن ماجہ - احمد)

(۶۱۶) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کے دروازے میرے اور جمعرات کے دن کھولے جاتے ہیں اور ان میں تمام ان بندوں کی بخشش کر دی جاتی ہے جو کسی کو خدا تعالیٰ کا شرک نہیں ٹھہراتے بجز ان کے جن کے دل میں اپنے بھائی کا کینہ ہو۔ ایسے دو شخصوں کے متعلق یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ ان کا معاملہ ملتوی رکھو تا آنکہ وہ دونوں صلح کر لیں۔ (مسلم)

شرک و کفر کی ملاوٹ کے ساتھ ایمان بھی سودمند نہیں

(۶۱۷) ابن مسعود سے روایت ہے کہ جب آیت الذین آمنوا ثم عملوا سوءا وجرلوا ایمان لائے اور انھوں نے

(۶۱۶) آسمانوں میں دروازے ہیں وہ کھولے بھی جاتے ہیں اور بند بھی کئے جاتے ہیں یہ سب عالم غیب کے حقائق ہیں ان میں جگہ جگہ الجھنے اگر کئی طور پر آپ کو عالم غیب کا وجود مسلم ہو چکا ہے تو یہ سب اسی کی معمولی جزئیات ہیں اور اگر ابھی اس کے وجود ہی میں کچھ تردد ہے تو پہلے اسی کو طے کر لیجئے۔ یہاں مقصد یہ ہے کہ ارحم الراحمین کی مہربانیوں کی ایسی ایسی ساعات میں بھی شرک کرنے والا محروم ہی رہتا ہے اپنے ایک مسلمان بھائی سے بغض رکھنے والا شخص بھی کتنا بے نصیب ہے جو محرومی میں ایک مشرک کا شرک بن رہا ہے۔

(۶۱۷) ایمان میں شرک ملائے کی مختلف صورتیں ہیں۔ سب سے خطرناک یہ ہے کہ زبان پر توحید کی توحید کا دعویٰ ہو

سَقَىٰ ذَٰلِكَ عَلَىٰ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَيْنَاكَ لَمْ
يُظْلَمِ نَفْسُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ ذَٰلِكَ إِنَّمَا هُوَ الشِّرْكُ أَلَمْ تَسْمَعُوا قَوْلَ
لُعْمَانَ لِابْنِهِ يَا بُنَيَّ لَا تَشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ وَفِي حِوَاثِهِ لَيْسَ هُوَ كَمَا تَنْظُرُونَ
لَئِنْ هُوَ كَمَا قَالَ لُعْمَانُ لِابْنِهِ - (متفق عليه)

(۶۱۸) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ امْرَأَةً ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ أَتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا أَغْتَبَ عَلَيَّ فِي خُلُقٍ وَلَا دِينٍ وَلَكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ
فِي الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتُرِيدِينَ عَلَيَّ حَدِيثَ يَفْعَلُ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِقْبِلِ الْحَدِيثَ يَفْعَلُ وَطَلِّقِيهَا تَطْلِقُكَ - (رواه البخاری)

اپنے ایمان میں کسی قسم کا ظلم شامل نہیں کیا ہو، نازل ہوئی تو آپ کے صحابہ کو سخت پریشانی لاحق ہوئی اور
انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھلام میں ایسا کون شخص ہوگا جس نے کوئی بھی ظلم (گناہ) نہ کیا ہو۔ آپ
نے فرمایا یہاں ظلم سے یہ ظلم مراد نہیں بلکہ (سب سے بڑا ظلم) شرک مراد ہے۔ کیا تم نے لعمان کا وہ قول
نہیں سنا جو انہوں نے بطور وصیت اپنے لڑکے سے فرمایا تھا اسے ولد عزیز دیکھو شرک نہ کرنا کیونکہ
یہ بڑا ظلم ہے۔ (متفق علیہ)

(۶۱۸) ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ ثابت بن قیس کی زوجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے ثابت بن قیس اپنے شوہر کی عادت یا ان کے دین
پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن مجھے اسلام میں کفر کرنا گوارا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا ان کا وہ باغ جو انہوں
نے تم کو ہب میں دیا تھا واپس کر سکتی ہو انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے ثابت بن قیس سے فرمایا
میرا مشورہ یہ ہے کہ تم وہ باغ لے لو اور ان کو ایک طلاق دیدو۔ (بخاری شریف)

اور غلام اس کی عبادت میں کسی کو اس کا شریک بھی بنایا جائے۔ قرآن کریم نے حسب ذیل الفاظ میں ایسے ہی ایمان کا
شکوہ فرمایا ہے۔ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ الْآدَمُ مَشْرُكُونَ۔ ان میرا اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے مگر
وہ اس کے ساتھ ساتھ شرک بھی کرتے جاتے ہیں۔ جس کے ایمان میں کسی قسم کا بھی شرک شامل ہوگا وہ نہ تو ہدایت یافتہ
ہے اور نہ آخرت میں امن و اطمینان نصیب ہوگا۔ ایمان اسی وقت نجات بخش ہوتا ہے جبکہ اس میں شرک کا کوئی شائبہ نہ ہو
حتیٰ کہ جس عمل میں شرک محض یعنی ریاء کی بھی موجودگی آخرت میں کاسدہ ہو جائے گا۔

(۶۱۸) ثابت بن قیس پست قدم تھے ان کی بی بی کا دل ان سے ملتا تھا صاحب دل نہیں ملتا تو معاشرتی
زندگی میں بے سبب اختلافات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ (باقی صفحہ آئندہ)

لاتقبل الشفاعة في المشرك

(۶۱۹) عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا نِيَابُ مِنْ عِنْدِي نِيَابُ فَخَيْرُنِي بَيْنَ أَنْ يَذَّحَلَ يَصْفُ أُمَّتِي الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ فَأَخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ وَهِيَ لِمَنْ مَاتَ لَا يَشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا. (مرآة الترمذی دابن ماجہ)

(۶۲۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَلْقَى إِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ أَرْبَعَ يَوْمٍ الْيَوْمِ وَالْعَمَلِ وَجِبَارُ رَقِيقَةً وَغَيْرُهُ يَقُولُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ لَا تَعْصِنِي فَيَقُولُ

مشرک کے حق میں شفاعت قبول نہیں

(۶۱۹) عوف بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس میرے پردہ و گار کی طرف سے ایک فرشتہ آیا اور اس نے مجھے اختیار دیا کہ اگر میں چاہوں تو میری نصف امت جنت میں داخل ہو جائے اور چاہوں تو امت کیلئے شفاعت اختیار کر لوں۔ میں نے شفاعت کو پسند کر لیا ہے اور یہ ہر اس شخص کیلئے ہو کر رہے گی جو اس حالت پر مر جائے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہرائے۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

(۶۲۰) ابو ہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ عشر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے والد آزر سے جب اس حالت میں ملاقات ہوگی کہ ان کے چہرہ پتار کی چھائی ہوگی اور وہ غبار آلود

رہے گا (صفحہ ۱۷۸ شتہ)۔ بی بی کنی بھی، کنی دانا اور کنی دانتا رخصت کہ اپنی مقصد براری کیلئے اپنے شوہر کے سر کوئی جھوٹا مقصد بنا کر کھڑا نہیں کرتیں۔ ان پر کوئی تہمت لگائی نہیں بلکہ بڑی صفائی سے اپنے قلبی اختلاف کا اظہار کر دیتی ہیں کنی دینا میں کہ جدائی کی درخواست اس لئے پیش نہیں کرتیں کہ کوئی دنیوی نفع ان کے پیش نظر ہے بلکہ اس لئے کہ وہ اپنے اسلام میں کفر کی ادنیٰ آمیزش بھی برداشت نہیں کر سکتیں۔ جس اس وجہت کو ان کا اسلام تقاضا کرتا ہے وہ بصورت موجودہ اس کو نہا نہیں سکتیں ایک محسن کے ساتھ قلبی کراہت بھی ایک قسم کا کفر ہے جو اسلام خدا تعالیٰ کے ساتھ کفر سے روکتا ہے وہی اپنے شوہر کے ساتھ بھی کفر سے روکتا ہے اسلام کے ساتھ کفر کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا شبہ بھی جو تو وہ انسان کے اسلام کو برباد کر دیتا ہے۔ مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے اسلام سے کفر یا افعال کی جڑ بنیاد نکال پیچھے۔ اسی وقت اس کا اسلام سچا اور سچا اسلام کہلانے کا سختی ہے۔

(۶۱۹) یعنی آپ کی شفاعت کیلئے اور کسی تفصیل کی ضرورت نہیں صرف اتنی بات کافی ہے کہ شرک سے کلیتہً اجتناب رہے کیونکہ شرک آپ کی شفاعت کیلئے بھی حجاب ہو گا۔

(۶۲۰) والد ہر گوار کے لئے سفاکش نہیں تھی اس کی ممانعت تو پہلے ہو چکی تھی بلکہ یہ اس وعدہ کی یاد دہانی کر

أَبُوهُ فَالْيَوْمَ لَا أَعِصِيكَ فَيَقُولُ إِبْرَاهِيمُ يَا رَبِّ إِنَّكَ وَعَدْتَنِي الْأَخْثَرُ بَنِي يَوْمَ
يُحْشَرُونَ فَأَنَّى خَزِيٍّ أَخْزَى مِنْ أُنَى الْأَبْعَدِ فَيَقُولُ اللَّهُ إِنِّي حَرَمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى
الْكَافِرِينَ ثُمَّ يَقَالُ لَا إِبْرَاهِيمَ مَا مَعَتَ رَجُلِيكَ فَيَنْظُرُ فَإِذَا هُوَ بِذِيحْ مُنْطَلِحٍ فَيُخَذُّ
بِعَوَائِمِهِ فَيُلْقَى فِي النَّارِ (سورة البقرة)

(۶۲۱) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا يَسْتَغْفِرُ لِأَبَوَيْهِ وَهُمَا مُشْرِكَانِ فَقُلْتُ لَا تَسْتَغْفِرُ
لِأَبَوَيْكَ وَهُمَا مُشْرِكَانِ فَقَالَ أَلَيْسَ قَدْ اسْتَغْفَرَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَهُوَ مُشْرِكٌ كَذَكَرْتَهُ

ہوگا تو وہ فرمائیں گے کیا میں نے آپ سے دنیا میں نہیں کہہ دیا تھا کہ میری نافرمانی نہ کیجئے وہ جواب دیں گے
اجہاب نہیں کروں گا اس وقت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام (جوشِ محبت میں) دعا فرمائیں گے پروردگار
تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ محشر میں مجھے رسوا نہ کرے گا۔ آج میرے اس رحمت سے دور افتادہ والد کی
حالت سے بڑھ کر میری رسوائی اور کیا ہوگی۔ ارشاد ہوگا میں تو جنت کو کافرین پر حرام کر چکا ہوں۔ اس کے بعد
ان سے کہا جائے گا اچھا ذرا اپنے پیروں کے پاس تو دیکھو کیا چیز ہے وہ دیکھیں گے تو ایک کچھڑ میں بنٹری
ہوئی ہڈی کی سخ شدہ صورت ان کو نظر آئے گی (یہ مکروہ صورت دیکھ کر کونوی طور پر ان کے قلب سے
شفقت پذیری نکل جائے گی) سب آرزو کے پیروں کو کپڑا کدو رخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (بخاری شریف)

(۶۲۱) حضرت علیؑ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو اپنے مشرک والدین کے لئے استغفار کرتے
سنا تو میں نے کہا کہ تو ان کیلئے استغفار نہ کر کہو نہ وہ مشرک تھے اس نے کہا کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے

جوان کی رسوائی سے حفاظت کے متعلق کیا جاچکا تھا۔ قدرت نے اس کا یوں ایفاء کر دیا کہ اس کی شکل ہی کو مسخ کر دیا تاکہ
پہ شناخت ہی نہ ہو سکے کہ یہ کون ہیں اگرچہ اس یا ردہائی میں دوسرے پہلے سے سفارش کی ہو مگر یہ ایسا ہی
تھا جیسا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی مشرک امت کے حق میں شفاعت سے بچ کر فرمایا اِنْ تَعْبُوهُمْ فَمَعَهُمُ عَذَابُ اللَّهِ
وَلَنْ تَكْفُرَهُمْ فَلَمَّا نَكَحَ النَّعْمَ يُزَاوَجُكُمْ يُعْنِي فِي آجِ بَحْنِ نُبُوْتٍ تَوَكُّبٌ بُولٍ نَبِيْسٌ سَكَنَ لَمُتَرِي خَدَائِيْ اُور اِن كے
رشتہ بندی کو یاد دلانا ہوں اب تو چاہے تو اپنے بندے سمجھ کر ان کو عذاب دیدے اور چاہے تو بخش دے اسی طرح یہاں
ابراہیم علیہ السلام براہ راست تو کہ فرما پ کی سفارش نہیں کرتے مگر یوں فرماتے ہیں کہ پروردگار ان کی اس حالت کا اثر
آج کچھ تیرے خلیل پر بھی پڑتا ہے ان کو رسوائی سے بچانے بجایہ تیری مرضی مگر اپنے خلیل کو تو بچالے اس کے متعلق تو تیرا وعدہ ہے
قدرت نے اپنے دونوں وعدے پورے کر دیئے کہ فرما بخشا نہیں اور خلیل کو رسوا نہیں کیا۔ ولدا محمدی الاولیٰ والاخرہ

(۶۲۱) اس روایت سے معلوم ہوا کہ کافر کے لئے دفعہ مغفرت ہی نہ کرنی چاہئے کیونکہ جس کے حق میں عدم مغفرت کا
اعلان کر دیا گیا ہے ان اللہ کا ایغفران بشرک یہ اس کیلئے مغفرت کی دعا کرنی قرآن کریم کو یا معاصی نہ ہو۔ بطور ایک حق میں آپ کی
سزا شرفِ عذاب کے تخفیف کیلئے ہوگی اسکو بھی ملانے آپ کی خصوصیت پر محمول کیا ہے بہر حال مغفرت کا دروازہ کافر کیلئے بند ہے۔

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزَلَّتْ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ
وَلَوْ كَانُوا أَوْلَىٰ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّ لَهُمْ أَنََّّهُمْ أَصْحَابُ الْحُجُومِ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ
لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَأَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ
كَانَ زَاهِدًا حَلِيمًا. (مراہ: الحاکم فی التفسیر وصحیح الدہبی ایضاً والمحدث یروی فی الصحاح)

(۶۲۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ زَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ أَبِيهِ فَبَكَى وَأَبَاكَى مِنْ حَوْلِهِ
فَقَالَ لِمَ تَبْكُنِي فِي مَا نَسْتَغْفِرُ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي وَأَسْتَأْذِنُكَ فِي أَنْ أُرْوَرَ قَبْرَهَا فَأَذِنَ لِي

اپنے باپ کیلئے مغفرت طلب کی تھی حالانکہ وہ بھی مشرک تھے۔ یہ بات میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
ذکر کی اس پر یہ آیت نازل ہوئی: نبی اور مومنین کے لئے یہ شایان شان نہیں کہ وہ مشرکین کے حق میں استغفار
کریں اگرچہ وہ ان کے قریبی رشتہ داری کیوں نہ ہوں بالخصوص جبکہ ان پر یہ واضح ہو چکا ہو کہ مشرکین سب
دوزخی ہیں۔ رہا ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کیلئے استغفار کا معاملہ تو وہ صرف ایک وعدہ کی بنا پر تھا
جو انھوں نے پہلے سے کر رکھا تھا لیکن جب ان کو یہ واضح ہو گیا کہ ان کا والد خدا تعالیٰ کا دشمن تھا تو وہ بھی
ان سے الگ ہو گئے (اور سفارش ترک کر دی) ابراہیمؑ مزاج کے نہایت نرم اور بڑے گریہ و زاری کرنے والے نبی تھے۔ (حاکم)
(۶۲۲) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے پروردگار سے
اجازت مانگی تھی کہ اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کر لوں تو مجھ کو دہری اور میں نے اس کی اجازت مانگی کہ ان کی

(۶۲۲) اس قسم کی احادیث سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ شرک کا جرم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا بڑا ہے کہ اس پر
کے باشندے سب یکساں ناخوہوں گے اب اگر فرض کر لیجئے کہ کسی کی خاطر رحمت کوئی کرشمہ قدرت دکھادے اور کسی کو اسی
عالم میں دوبارہ زندہ کر کے ایمان کی توفیق بخش دے تاکہ مشرک کے حق میں اس کا آئین ہی محفوظ رہے اور رعایت کرنے کا
ایک سبب بھی پیدا ہو جائے تو یہ اس کی مرضی کی بات ہے اس میں کون مداخلت کر سکتا ہے لیکن اس قسم کا مضمون صحت
کے ساتھ ثابت نہیں ہوتا صحیح حدیثوں سے جتنا ثابت ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی توحید کے معاملہ میں کسی کے ملحق
بھی نرمی نہیں کی گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔

حافظ ابن قیمیہ نے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کی اہم خصوصیت پر حسب ذیل الفاظ میں تبیین فرمائی ہے۔
واصل ضلال المشرکین انھم ظنوا ان الشفاء
عند الله كالشفاعة عند غيره وهذا اصل
ضلال النصاری ایہ..... فمن ظن ان
الشفاعة المعهودة من الخلق للخلق تنفع
عند الله مثل ان يشفعوا الانسان عند من
یعنی مشرکین اور نصاریٰ کی گمراہی کی اصل حقیقت یہی تھی
کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش کا معاملہ
بھی مخلوق کی سفارش پر قیاس کر رکھا تھا جیسے یہاں ایک
انسان اپنی سفارش کیلئے ایسے شخص کا انتخاب کرتا ہے
جس کے متعلق وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کی سفارش کا اثر ہے

وَعِنْدَهُ أَبُو جَهْلٍ فَقَالَ أَيْ عَمِّ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَلِمَةً أَحَابَّ لَكَ عِنْدَ اللَّهِ فَقَالَ
 أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُمَيَّةَ يَا أَبَا حَالِبٍ أَسْتَغْنِي عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَلْ
 يَكَلِّمَاهُ حَتَّى قَالَ إِخْرَجْنِي كَلِمَةً لَهُمْ عَلَى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 لَا تَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْعَمْ عَنْكَ فَتَزَلَّتْ — مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا
 لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ — وَنَزَلَتْ
 إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ. (رواه البخاری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے۔ اس وقت ان کے پاس ابو جہل بھی موجود تھا،
 آپ نے ان سے کہا چچا جان لا الہ الا اللہ کہہ لیجئے تاکہ اس کلمہ کی وجہ سے مجھے اللہ تعالیٰ کی جناب
 میں آپ کے لئے کچھ گنت و شہید کا موقع مل جائے اس پر ابو جہل اور عبد اللہ بن امیہ فوراً بولے ابو طالب!
 کیا تم عبد المطلب کا آبائی دین چھوڑ دو گے اور اس سلسلہ میں وہ ابو طالب کو اتنا درغلالتے رہے یہاں تک
 کہ انہوں نے جو سب سے آخری بات اپنی زبان سے کہی وہ یہ تھی کہ میں عبد المطلب ہی کی ملت پر ہوں
 آپ نے فرمایا اس کے باوجود میں آپ کے حق میں استغفار کرتا رہوں گا تا آنکہ مجھے اس سے صاف طور
 پر روک نہ دیا جائے اس پر یہ آیت اتری۔ نبی اور مومنوں کے لئے یہ نامناسب ہے کہ وہ شرکوں کیلئے
 استغفار کریں خواہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں بعد اس کے کہ ان پر یہ بات واضح
 ہو چکی ہو کہ مشرک دوزخی جماعت ہیں نیز یہ آیت بھی نازل ہوئی جسے آپ جابیں اسے ہدایت نہیں
 دیکتے۔ (بخاری شریف)

(۲) إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيَّ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبِئْسَ زُجْرًا بَعْدَ آيَاتِهِمْ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَهُمْ فِي النَّارٍ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (آل عمران - ۲)

(۳) وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ (المائدہ - ۱۰)

(۴) وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا هَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَلْهَمُوا يَا شَوْهَدَاءُ آمَنُوا بِآيَاتِنَا مِنْهُمْ لَمَعْلَمٌ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَاصْبِرُوا خَائِرِينَ (المائدہ - ۷)

جو لوگ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے اور منافق پیغمبروں کو قتل کرتے اور نیک لوگوں کو قتل کرتے جو انھیں انصاف کرنے کو کہتے ہیں تو ایسے پیغمبر ایسے لوگوں کو مرد و نیک عذاب کی ترغیبی سادیکھے ہی ہیں جن کا سارا کیا دہرا دنیا اور آخرت دونوں میں اکارت ہوا اور خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

اور جہان کی (ان باتوں کو) نہانے تو اس کا کیا دہرا اکارت ہوا اور آخرت میں بھی وہ نقصان اٹھانوالوں میں ہوگا۔ اور سلطان و کفار کے حال پانفس کو کہ کہیں گے کیا یہی لوگ ہیں جو ظاہر میں بڑے نادر سے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا اور ہم سے کہا کرتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں (اور اللہ اللہ یہودی تائید میں کوشش کرتے تھے) تو ان کا سارا کیا دہرا اکارت ہوا اور وہ سراسر نقصان میں آگئے۔

یہ ہے اللہ تعالیٰ کی رہنمائی اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس طرح کی رہایت دے اور اگر یہ پیغمبر شرک کرتے تو ان کا سارا کیا دہرا ضائع ہو جاتا۔

اور جن لوگوں نے پہلی آیتوں کو اور آخرت کی بیشی کو نہ مانا ان کا کیا دہرا سب اکارت ہوا یہ منکران کو انی اعمال ہیکہ دیکھا جی جو دنیا میں وہ کرتے تھے۔

مشرکوں کو کوئی حق نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد رکھیں اور شرک کے افعال (واقوال) سے اپنے اوپر کفر کی شہادت بھی دینے جائیں ہی لوگ ہیں جن کا کیا دہرا سب اکارت ہوا اور ہی لوگ ہمیشہ ہمیشہ بددفع میں رہنے والے ہیں۔

منافق مردوں اور منافق عورتوں اللہ کا نفوں کے حق

(۵) ذَٰلِكَ هُدَىٰ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَلَٰكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (الاحزاب - ۹)

(۶) وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ هَلْ يُخْرَجُونَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (الاعراف - ۱۰)

(۷) مَا كَانَ لِلشُّرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارٍ هُمْ خَالِدُونَ (التوبة - ۲)

(۸) وَعَدَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَ

میں صاف دوزخ کے آگ کی قرا داد کرتی ہے کہ
لوگ ہمیشہ ہمیں اس میں رہیں گے اور یہی ان کو ہم کرتی
ہے اور خدا انسان کو کچھ یاد دیا ہے اور ان کیسے دعا لے
کر لے رہے ہے۔۔۔۔۔ یہی وہ لوگ تھے کہ سوزنا اور آخر
دفعہ میں ان کا کیا حال ہے یہ گات یہ لکھنا اور یہی
نفسان میں بھی رہے۔

جس کا مطلب دنیا کی زندگی اور دنیاوی مدنی ہوتی ہے
ہم ان کے علوں کا بدلہ میں دنیا میں ان کو پناہ دیا کرتے
ہیں اور وہ ظالم کی طرح گھاتے میں نہیں رہتے لیکن
وہ لوگ ہیں جن کی آفت میں دوزخ کے سوا اور کچھ نہیں
اور جو نیک عمل انھوں نے دنیا میں کئے وہ آخرت میں سب
کئے گئے گزشتہ برے اور ان کا جو کار خراب خواص۔

جنہوں نے اپنے بد اعمال کی آفت کو اور قیامت کے
دن اس کے گھنڈے میں ہمارے کھڑے ہونے کے عمل
اکامات میں لگے اور ہم قیامت کے دن ان کے نیک
اعمال کیلئے کافی صفت قائم نہیں کریں گے۔
یہ لوگ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے ان کے
عمل اور جو کچھ بھی کئے تھے ان کا رد کر دیئے۔

اسے غیر بلا شبہ ہماری طرف اور ان پیغمبروں کی طرف جو
تم سے پہلے ہو گئے وہی بھی جا چکا ہے کہ اگر تم نے شرک
کیا تو تمہارے سارے عمل جہنم ہو جائیں گے اور خود تم
گھاتے میں آ جاؤ گے۔

اور جو لوگ منکرا سلام ہیں ان کے اعمال نہ دھوکے
کی مٹی ہیں جیسے چیل میدان میں چلنا ہمارے کہوایا
اس کو دور سے پانی خیال کرتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے

الْكَافِرَ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا هِيَ
حَبْلُهُمْ وَعَنْهُمْ مَاءٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ
مُعْتَمِدٌ..... اُولَئِكَ حَبِطَتْ
اَعْمَالُهُمْ فِي النَّارِ تَوَدُّ اَنْ يُخْرَجُوْا مِنْهَا
هَٰذَا النَّارُ وَمَا فِيهَا

(التحریم - ۵)

(۹) اُولَئِكَ فِي النَّارِ الْحَبِطَةِ الَّذِيْنَ اَوْفَوْا بِمَا لَوْفَتْ
لَهُمْ اَعْمَالُهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُخْرَجُوْنَ
اُولَئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ
اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبَاطِلٌ
مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

(مجد - ۱)

(۱۰) اُولَئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْاٰيَاتِ رَجِمُوْا
لِقَائِهِمْ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا يَقِيْمُوْنَ لَهُمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وُزْنًا

(نکف - ۱۵)

(۱۱) اُولَئِكَ لَمْ يَخُصُّوْا مَا خُطِبَ عَنْهُ
اَعْمَالُهُمْ (احزاب - ۱)

(۱۲) وَلَقَدْ اَوْحٰى اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِكَ لَنْ اَشْرَكَتْ لِعِبَادَتِكَ عَمَلًا
وَلَنْ تَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

(الزمر - ۱۱)

(۱۳) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ مُّتَعٰتِلَةٍ
يَّخْبِئُهُ الظُّلُمٰنُ مَآءٌ حَتّٰى اِذَا جَآءَهُ
لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اِلٰهًا عَدُوًّا

قَوْلَاهُ حَابَهُ وَاللَّهُ سَرَّاهُ الْحَبَابِ پس آیا تو اس کو کچھ بھی نہ پایا اور (پیدا کر) پڑ کر گیا

(النور - ۴)

اور دیکھا تو خدا نے اس کے اعمال کا حسب پیدا کر چکا ہے۔

(۱۴) كَسَلٌ غَمِيظٌ اَعْجَبَ الْكَفَّارَ مَا تَدْعُوهُمْ

دنیا کی زندگی کی مثال بارش کی مثال ہے کس سے کھیتی

يَهَيِّجُهُمْ فِتْرَةً مُصَفَّرًا لَّهُمْ يَكُونُ حُطَاكُمَا

بلہانے لگتی ہے اور کاشتکار کھیتی کو دیکھ کر خوشیاں مناتے

وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ۔

لگتا ہے پھر یک کر خشک ہو جاتی ہے تو اسے مخاطب تو دیکھو

(الحجہ - ۲)

کہ پہلی ٹہنی ہے پھر وہ آخر کار رند میں آجاتی ہر دم

ان آیات میں صاف طور پر بتا دیا گیا ہے کہ کافروں کی سب نیکیاں آخرت میں اکارت ہو جائیں گی

اور ان کیلئے ہرگز نجات بخش نہ ہوں گی ان کی امیدیں سب غلط ہیں۔ ان کو نقصان ہی نقصان اور خسارہ

ہی خسارہ رہے گا۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے قابل قبول اعمال کو بے وجہ یونہی رد کر دے گا بلکہ

اس کی وجہ یہ ہے کہ آخرت کے مارکیٹ میں اس بے قدر متاع کو لانے میں خود انھوں نے غلطی کی ہے۔

سورہ محمد کی آیتوں میں کافروں کے اعمال کے نام قبول ہونے کی ذمہ داری خود ان ہی کے سر ڈالی گئی ہے

اور یہ کہا گیا ہے کہ جب کافروں نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کو نفرت سے دیکھا تو پھر اللہ تعالیٰ

ان کے اعمال کو رغبت کی نظر سے کیسے دیکھا انھوں نے خدا کے احکام سے نفرت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ

نے بھی ان کے اعمال سے نفرت اختیار کی۔ جب انھوں نے اس کی نارضاکی کو پسند کیا اور اس کی رضا جوئی

کو مکروہ سمجھا تو اس نے بھی ان کے اعمال کو مکروہ سمجھا اور ان کا اجر حبط کر دیا۔

ان کے اس معاذنا نہ رویہ کی سزا تو یہ تھی کہ انھیں اور اٹا عذاب دیا جاتا مگر شانِ رحمت نے ان

بے روح اعمال پر بھی علی الحساب دیوبی انعامات دے کر ان کا منہ بند کر دیا ہے تاکہ آخرت میں ان کو

ثواب کے مطالبہ کا کوئی حق ہی باقی نہ رہے۔ اب حسب ذیل آیات پڑھئے اس کے بعد اس باب کی حدیثوں

کو مطالعہ فرمائیے۔

(۱۵) الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاصْطَفَوْا شَرَّ مَا نَسُوا

جن لوگوں نے دین حق کو نہ مانا اور اللہ کے راستے سے لوگوں کو

اَصْدَرَا۟ اَعْمَآءًا لَّهُمْ۔ (محمد)

روکا، خدا نے ان کے کئے کر لئے اعمال اکارت کر دیئے۔

(۱۶) ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَتَّبَعُوْا

مومن کے اعمال کی قبولیت اور کفار کے اعمال کی ناخیریت

الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّبَعُوْا

اسوجہ سے ہے کہ جن لوگوں نے دین حق سے انکار کیا وہ غلط

الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ۔

راستے پر چلے اور جو ایمان لائے وہ اپنے پروردگار کے بتائے

(محمد)

ہوئے ٹھیک راستے پر چلے۔

(۱۷) وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعَا لَهُمْ عَذَابٌ
أَعْمَالُهُمْ ذَالِكِ بَأْسُهُمْ كُفْرُهُمْ أَمْ
أُتُوا اللَّهَ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ۔
(محمد)

(۱۸) ذَالِكِ بَأْسُهُمْ اتَّبَعُوا مَا اسْتَخَذَ اللَّهُ
وَكُفْرُهُمْ ضُلُّوهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ۔
(محمد)

(۱۹) أُولَٰئِكَ الَّذِينَ تَتَّقِلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا
هَلَكُوا وَتَتَّعَاوَزُ عَنْ سِتْرَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ
الْجَنَّةِ وَعَذَابُ الْعَذَابِ الَّذِي كَانَ
يُوعَدُونَ..... وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ
كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَدْعَبُهُمْ حَبَابُ النَّارِ فِي
حَيَاتِهِمْ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِمَا قَالْتُمْ
فَجَزَاءُ عَذَابِ النَّارِ وَكُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ
فِي الْأَرْضِ يَقُولُ الْكَافِرُ دِيمَا كُنْتُمْ
تُكْفَرُونَ۔ (الاحقاف: ۱۰)

یہ مسلمان لوگ ہیں کہ جنہوں کے ساتھ ہم ان کے نیک
عملوں کو قبول فرمائیں گے اور ان کی خطاؤں سے ہلکد
کریں گے۔ اس سچے وعدہ کے مطابق جو ان سے دنیا میں
کیا گیا تھا..... اس دن جبکہ کافر دوزخ کے سامنے
لئے جائیں گے تو ان سے کہا جائیگا کہ تم دنیا کی زندگی میں
اپنے اعمال کے منہ لوٹ چکے اور ان کا خاطر خواہ فائدہ
حاصل کر چکے اب ان کے بدلہ میں تمہارے لئے کیا رکھا ہے
تو تم کذبت کی منزل پر پہنچ گئے کہ تم ناقض زمین میں
اگر اکر نہ تھے اور اس لئے کہ تم نافرمانیاں کیا کرتے تھے۔

(۶۲۴) عَنْ عُمَرَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ
مُصْطَبِعٌ عَلَى رِمَالِ حَصِيرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فَرَّاشٌ قَدْ أَثَرَا الرِّمَالُ بِجَنَابِهِ مُشَكَّاءَ عَلَى
رِسَادَةٍ مِنْ آدَمَ حَتَّى هَالِكُ لَيْفٌ ثَلُثُ يَارَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ فَلْيُوسِعْ عَلَى أُمَّتِكَ فَإِنَّ

(۶۲۴) حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ایک
تکیہ کا سہارا لگائے ہوئے تھے جس میں کھجور کا جال بھرا ہوا تھا اور ایک گھڑے پورے پر لیٹے ہوئے تھے
آپ کے جسم مبارک اور پورے کے درمیان کوئی کپڑا نہ تھا اسلئے پورے کے بناوٹ کے نقش جسم نازک
پر بھرا آئے تھے۔ یہ سادہ کھجور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ آپ کی امت پر بھی کچھ

فَارِيسَ وَالرُّومَ قَدْ وَسَّعَ عَلَيْهِمُوهُمْ لَا يَعْبُدُونَ اللَّهَ فَقَالَ أَوَفِي هَذَا أَنْتَ يَا ابْنَ
الْخَطَابِ أُولَئِكَ قَوْمٌ مَحْمَلَتْ لَهُمْ طَبِيبَاتُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي رَوَايَةٍ أَمَّا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ
لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْآخِرَةُ. (متفق عليه)

(۶۲۵) عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ اسْتَسْقَى يَوْمًا عَمْرُؤُفِي مَاءً قَدْ شَيْبَ بِعَسَلٍ فَقَالَ
إِنَّهُ طَبِيبٌ لِكُنَى اسْمِهِ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ نَعَى عَلَى قَوْمٍ شَكَّوْا تَجَمُّدَهُ فَقَالَ أَذْهَبْتُمْ طَبِيبَاتِكُمْ فِي جَنَّتِكُمْ
الدُّنْيَا وَاسْتَمَعْتُمْ بِهَا فَلَخَّافَ أَنْ تَكُونَ حَسَنَاتُكُمْ مَحْمَلَتْ لَنَا فَلَمْ يَشْرِبْ. (مرآۃ ریزین)

(۶۲۶) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَطْلُمُ مَرْءًا
حَسَنَةً يَعْطَى بِهَا فِي الدُّنْيَا وَيُجْزَى بِهَا فِي الْآخِرَةِ وَأَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتٍ فَاغْلِبَ بِهَا
يَشْوِي الدُّنْيَا حَتَّى إِذَا أَقْضِيَ إِلَى الْآخِرَةِ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُجْزَى بِهَا. (مرآۃ مسلم)

وسعت فرمادے۔ دیکھیے تو سہی آخریہ فارس و روم میں تو ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں نہیں کرتے وہ کس طرح اصل
سہول رہے ہیں، آپ نے فرمایا ابن الخطاب! اچھا کیا ابھی تک تم اسی چمپدیگی میں بھنس رہے ہو،
ارے بھئی یہ تو وہ قوم ہے جن کی نیکیوں کا بدلہ بیٹگی طور پر دینا ہی میں دیدیا گیا ہے۔ دوسری روایت
میں ہے کیا تم اس تقسیم پر خوش نہیں کہ ان کے حصہ میں دنیا رہے اور ہمارے حصہ میں آخرت بخدا کی عطا
(۶۲۵) زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمرؓ نے پینے کے لئے پانی مانگا تو
ان کے سامنے شہد کا شربت پیش کیا گیا۔ فرمایا شربت تو بڑا مزے دار ہے لیکن کیا کروں کہ میں اللہ تعالیٰ
کا یہ ارشاد سنتا ہوں کہ اس نے کافروں کی من مانی خواہشات ملنے پر ان کی مذمت فرمائی ہے
اور کہا ہے کہ تم تو اپنی نیکیوں کے مزے دنیا ہی میں اڑا چکے، اس لئے مجھے خطرہ ہے کہ ہماری نیکیوں کا
بدلہ بھی کس جلدی جلدی دنیا ہی میں نہ دیا جا رہا ہو۔ یہ کہہ کر شربت ہر گز نہ پیا۔ (ریزین)

(۶۲۶) انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی مومن پر
اس کی کسی نیکی کے بارے میں ظلم نہیں کرتا۔ اس کا بدلہ دنیا میں بھی دیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی دیا
جاتا ہے۔ رہا کافر تو جو نیکیاں اس نے اپنی دانست میں خدا تعالیٰ کے واسطے کی تھیں ان کا پورا بدلہ
دنیا ہی میں نہ دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچتا ہے تو اس کی کوئی نیکی باقی
نہیں ہوتی جس کا ثواب اس کو وہاں دیا جائے۔

(مسلم شریف)

(۶۲۷) عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ اِنِّي بِطَعَامٍ وَكَانَ صَابِغًا فَقَالَ قُبِلَ مَصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي كُفْنٌ فِي بُرْدَةٍ اِنْ غُطِيَ رَاسُهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَلَوْ غُطِيَ رِجْلَاهُ بَدَتْ رَاسُهُ وَاَرَاهُ قَالَ وَقُبِلَ حَمْرَةُ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي ثُمَّ بَسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بَسِطَ اَوْ قَالَ اَعْطَيْنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا اَعْطَيْنَا وَلَقَدْ خَشِينَا اَنْ نَكُوْنَ حَسَنًا ثَنًا نَجَلْتُمْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي حَتَّى تَرَكَ الطَّعَامَ - (سواء البخاری)

(۶۲۸) عَنْ اَبِي سَعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا احْسَنَ مِنْ دُفْلٍ وَلَا كَافِرٍ اِلَّا اَنَّا بَشَاءُ اللهُ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ مَا اِنَّا بَشَاءُ الْكَافِرِ قَالَ اِنْ كَانَ قَدْ وَصَلَ رَحِمًا اَوْ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ اَوْ عَمِلَ حَسَنَةً اَنَّا بَشَاءُ اللهِ الْمَالُ وَالْوَلَدُ وَالصِّحَّةُ وَاشْبَاهُ ذَلِكَ قَالَ فَقُلْنَا مَا اِنَّا بَشَاءُ فِي الْآخِرَةِ فَقَالَ عَدَا اَبَادُونَ الْعَذَابِ قَالَ وَقُرْ

(۶۲۷) سعد بن ابراہیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالرحمن بن عوف کا روزہ تھا جب افطار کے وقت ان کے سامنے نہایت نفیس کھانا رکھا گیا تو فرمانے لگے کہ مصعب بن عمیر شہید ہوئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے مگر ان کو کفن کیلئے صرف ایک چادر نصیب ہوئی وہ بھی اتنی تھی کہ جب ان کا سر ڈھکا جاتا تو دونوں پر کھل جاتے اور جب پر ڈھکے جاتے تو سر نکلتا ہو جاتا تھا (روای کہتا ہے کہ میرے خیال میں حضرت حمزہ کا بھی ذکر فرمایا) کہ وہ بھی شہید ہوئے اور وہ بھی مجھ سے بدرجہا افضل تھے اس عسرت و تنگی کے دور کے بعد پھر ہمارے لئے دنیا کی جو کچھ فراوانی ہوئی وہ ہوئی۔ یہیں خطرہ ہے کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ کہیں دنیا ہی میں نہ نمایا جا رہا ہو، یہ کہہ کر اتنا روئے کہ کھانا (اسی طرح) چھوٹ دیا۔ (بخاری)

(۶۲۸) حضرت ابن مسعود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ مسلمان ہو یا کافر نیک عمل جو بھی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اس کا بدلہ ضرور دیتا ہے ہم نے پوچھا یا رسول اللہ کافر کے عمل کا بدلہ کیا ہے فرمایا جو کافر اپنے عزیزوں کے ساتھ سلوک کرتا ہے، یا صدقہ دیتا ہے یا اور کوئی بھلا کام کرتا ہو اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ مال، اولاد، تندرستی اور اسی قسم کی دنیوی نعمتوں کی شکل میں دیدیتا ہے ہم نے عرض کیا

(۶۲۸) بظاہر آیت سے استدلال کی تقریر ہے کہ جب اس آیت سے فرعونوں کا سخت ترین عذاب میں گرفتار ہونا ثابت ہوا تو دوسروں کے حق میں ان کی نسبت سے عذاب کی تخفیف بھی منہم ہونی لازماً ثابت ہوا کہ بعض کفار کو بعض کی نسبت عذاب میں تخفیف ہوگی اس تخفیف کا باعث کچھ ان کی نیکیاں بھی ہو سکتی ہیں۔

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدْخُلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ - (اخرجہ المحاکم
فی التفسیر ص ۲۶۶) وقال الذہبی فیہ عتبه یقظان واہ۔

حسنات الکافر اذا اسلم

(۶۲۹) عَنْ حَكِيمِ بْنِ حَزَامٍ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ رَسُولِ اللَّهِ
أَرَأَيْتَ أَمْرًا كُنْتُ أَعْتَمْتُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَدَقَةٍ أَوْ عَنَاقَةٍ أَوْ صِلَةٍ رَجِمَ
أَوْهَا آخِرُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْلُمْتُ عَلَى مَا اسْلُمْتُ مِنْ
خَيْرٍ - (سواء البخاری ومسلم والمحاکم فی مستدرک فی مناقب حکیم)

یہ تو دنیا میں بدلا ہوا آخرت میں ان کا بدلہ لیا ہوگا۔ فرمایا عذاب کی تخفیف اس کے بعد آپ نے
یہ آیت پڑھی ادخلوا آل فرعون الخ فرعونوں کو سخت عذاب میں جمونگ دو۔ (مستدرک)

اسلام قبول کرنے کے بعد کیا زمانہ کفر کی نیکیاں بھی قبول ہو سکتی ہیں

(۶۲۹) حکیم بن حزام سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ
فرمائیے میرے وہ نیک کام جو میں زمانہ جاہلیت میں کیا کرتا تھا جیسے صدقہ، غلام آزاد کرنا، اور عزیزوں کے
ساتھ سلوک کرنا کیا ان کا بھی مجھ کو ثواب ملے گا۔ آپ نے فرمایا تم جتنی نیکیاں پہلے کر چکے ہو، ان
سب کے ساتھ ہی مسلمان ہوئے ہو۔ (یعنی ان کا بھی ثواب ملے گا) (بخاری۔ مسلم۔ مستدرک)

(۶۲۹) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کافر کے نیک عمل اسلام کے بعد معجز ہو سکتے ہیں لیکن بحث طلب ہے کہ
کہ اگر وہ مسلمان نہ ہو جب بھی ان کا کوئی نفع ظاہر ہوگا یا نہیں۔ امام بخاری نے اس حدیث کو نکتہ، حق ماوراء رحمی
کے مختلف ابواب میں روایت کیا ہے اور ہر جگہ اس پر صدقہ مشرک اور حق مشرک کا عنوان قائم کر کے ثم اسلم (یعنی پھر اسلام
قبول کر لے) کی قید لگا دی ہے۔ یعنی اگر مشرک صدقہ یا غلام آزاد کرے مسلمان ہو جائے تو کیا اس کے یہ اعمال موجب ثواب
ہوں گے؟ حافظ ابن حجر نے غالباً اسی لئے یہ فیصلہ اختیار فرمائی ہے کہ کافر اگر اسلام قبول کر لے جب تو اس کے زمانہ کفر کی
نیکیوں پر جو ملے ہیں وہ نہیں۔ ہمارے نزدیک امام بخاری نے ان تراجم میں اس مسئلہ کے فیصلہ کی طرف کوئی اشارہ
نہیں فرمایا بلکہ اس کے پیچیدہ اور مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے کسی ایک جانب جزم کرنا خلاف احتیاط سمجھا ہے اور اس لئے
الفاظ حدیث ہی کو عنوان باب بنا دیا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ کافر کے طاعات حبر ہونے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے
کہ اس کے عذاب میں کچھ تخفیف ہو جائے یہی اس کے حق میں بہت بڑی بات ہے اس کے سوا اس کے حق میں
نجات اپنی کا کوئی نصری نہیں ہو سکتا بلکہ بحث عنقریب آنے والی ہے۔

حسنات الکافر اذا لم یسلم

(۶۳۰) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أُغْنِيَتْ عَنْ عَيْتِكَ فَإِنَّكَ كَانَ يَحْطُوكَ وَيَعْصَبُ لَكَ قَالَ هُوَ فِي مَخْضَجٍ مِنْ تَارِدٍ وَلَوْ لَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (مرآۃ البخاری فی قصۃ ابی طالب)

(۶۳۱) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ عِنْدَهُ عَنْ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ لَعَلَّهُ تَنَفَّعَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُجْعَلَ فِي مَخْضَجٍ

اگر کافر اسلام نہ لائے تو کیا اسکی نیکیاں سودمند ہیں

(۶۳۰) عباس بن عبد المطلب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا آپ نے اپنے چچا (ابو طالب) کو کیا نفع پہنچایا وہ آپ کی بڑی حمایت کرتے تھے اور آپ کی خاطر دوسروں سے ناراض ہو جایا کرتے تھے۔ فرمایا: دوزخ میں ان کو ٹخنوں تک عذاب ہوگا۔ اگر کہیں میری سفارش نہ ہوتی تو بے نیچے کے طبقے میں ہوتے۔ (بخاری)

(۶۳۱) ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں آپ کے چچا ابو طالب کا ذکر آیا تو انھوں نے ان کے متعلق آپ کو یہ فرماتے سنا، قیامت کے دن میری سفارش شاید ان کو کچھ نفع دیدے

(۶۳۱) ان احادیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کافر کی نیکیاں اصولی طور پر بھی تخفیف عذاب کا موجب ہو سکتی ہیں بلکہ صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ خاص موقع پر کسی سفارش کی وجہ سے اس کے حق میں تخفیف عذاب ہو سکتی ہے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا ہے کہ اگر میری سفارش نہ ہوتی تو ان کے عذاب میں تخفیف بھی نہ کی جاتی۔ مسلم شریف میں اس حدیث پر یہ باب ہے: شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب والغنیف عنہ سببہ۔ اس میں اسی طرف اشارہ ہے کہ ابو طالب کے حق میں جو تخفیف ہوئی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش کی بدولت ہی ہوئی۔ یہ دوسری بات ہے کہ آپ کی سفارش میں ان کی اس جاں نثاری کا دخل بھی ضرور تھا۔

حافظ ابن تیمیہؒ نے رسول کی ذات سے متمتع ہونے کی دو صورتیں تحریر فرمائی ہیں۔ الداعی انما ینتقم من وجہیں اما بد عام الرسول واما با بیان الداعی بد وطاعۃ و محبتہ فاذا کان الرسول لم یدخلہ وھو لم یؤمن بہ لم ینتقم بالرسول صلی اللہ علیہ وسلم فابو طالب مع کفرہ لما کان یھوط الرھول و ینفعہ شفعہ فیہ حتی خفف عنہ العذاب۔ (کتاب الرد علی البکری مکتبہ)

کسی دعا کر نہ لے کہ رسول کی ذات سے صرف دو طرح نفع پہنچ سکتے ہیں یا تو اس کے حق میں خود رسول دعا کرے یا یہ شخص خود اس رسول پر ایمان رکھتا ہو، اس کی اطاعت اور اس سے محبت کرتا ہو پس اگر نہ تو رسول اس کے حق میں دعا کرے اور نہ یہ اس پر ایمان رکھے تو اب رسول کی ذات سے اس کو کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا۔

مِنَ الْقَارِئِينَ لَمْ يُغَيِّرْ لُغِي مِنْهُ أَمْ دِمَاغِهِ رَحِمَاهُ الْبُخَارِيُّ
 (۶۳۲) عَنْ عَبْدِ عَمْرِو بْنِ حَارِثٍ الطَّائِي قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ كَانَ يَجْعَلُ لِمَنْ
 وَيَعْمَلُ وَيَفْعَلُ فَعَلٌ كُنِي ذَلِكُ يُغَيِّرُ مِنْ أَحَبِّي قَالَ إِنْ أَبَاكَ طَلَبَ أَمْرًا فَاصْأَبْ رَحِمَاهُ
 قَالَ لِهَيْئَتِي وَحَالِئِي وَطَهْرَتِي فِي الْكِبَرِ
 (۶۳۳) عَنْ عَائِشَةَ أُمِّهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ جُدَّ عَانَ كَانَ لَغَيْرِي الضَّيْفَ
 وَيَجْعَلُ الرَّجْمَ وَيَفْعَلُ وَيَفْعَلُ أَيْسَعُهُ ذَا إِلَهٍ قَالَ لَا إِنَّهُ لَمْ يَقُلْ يَوْمًا قَطُّ رَبِّ اغْفِرْ لِي
 خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ رَحِمَاهُ مُسْلِمٌ وَابْنُ جَرِيرٍ وَالحَاكِمُ وَصَحِيحُهُ

اور اس کی وجہ سے وہ جہنمی آگ میں رکھے جائیں جو صرف ان کے ٹخنوں تک پہنچے لیکن اس عذاب سے
 بھی ان کا دماغ تک کھول دیا ہے گا۔ (بخاری شریف)

(۶۳۲) عدی بن حاتم طائی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میرے
 والد صلہ رحمی کرتے اور یہی بہت اچھے کام کیا کرتے تھے انھیں کچھ ملے گا؟ راوی کہتا ہے کہ کچھ ان کا ثواب
 ملے گا آپ نے جواب دیا کہ تمہارے والد کی جو نیت تھی وہ انھیں حاصل ہوگی۔ یعنی شہرت مقصود تھی وہ انہی ہوگی کہ
 دنیا میں ان کی محالوت ضرب المثل ہوگی یہ کمال بلاغت تھی کہ بیٹے کے نہ پر باپ کی عدم حضرت بیان کرنے سے اعراض فرمایا (راوی ابو الجوزی)
 (۶۳۳) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ انھوں نے پوچھا یا رسول اللہ ان جہان بڑی جہان فواری بڑی
 صلہ رحمی کیا کرتا تھا اور یہی بہت اچھے کام کیا کرتا تھا کیا یہ کام اس کیلئے کچھ سود مند ہوں گے فرمایا نہیں اس نے
 کسی دن (بھولے سے) بھی نہیں کہا میرے پردہ و کارا قیامت میں میری خطاؤں کو دیکھ کر تانا۔ (ابن جریر و حاکم و مسلم)

اب طالب باوجودیکہ کافر تھے لیکن چونکہ وہ آپ کی حمایت کیا کرتے تھے (امام آپ نے ان کے حق میں دعا فرمائی تھی) اس لئے
 ان کے حق میں آپ کی سفارش کا رزم ہوئی امدان کے عذاب میں تخفیف کر دی گئی۔

یہاں ایک مشبہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ احادیث بالا سے کافر کے حق میں بھی شفاعت کا نافع ہوتا ہے جہاں اس کے
 برخلاف قرآن کی تصریح ہے کہ قَدْ أَتَيْنَاهُم بِذِكْرِهِمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ۔ کافروں کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت سود مند
 نہ ہوگی۔ ہمارے نزدیک اس کا سب سے بہتر اور بے تکلف جواب امام قرطبی کا ہے وہ فرماتے ہیں۔

الماد بھائی الایۃ الاخراج من آیت کی مراد یہ ہے کہ شفاعت کی وجہ سے کسی کافر کو عذاب و عفو
 النار و فی الحدیث المنفعة سے نجات نہیں مل سکتی اور حدیث میں شفاعت کا جو فزع ذکر
 ہے اس سے مراد صرف عذاب کی تخفیف ہے نجات نہیں۔

(فتح الباری)

(۶۳۴) عَنْ الرَّهْطِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَنْ وَثْقَةَ بْنِ الرَّبِيعِ فِي قِصَّةٍ أَنَّ ثَوْبَةَ مَوْلَا ۖ
لَا بَنِي لَهُ وَكَانَ أَبُو لَهُبٍ اعْتَقَهَا فَأَرْضَعَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا مَاتَ
أَبُو لَهُبٍ أَرِيَهُ بَعْضُ أَهْلِهِ بِشَرِّ حَبِيبَةٍ قَالَ لَهُ مَاذَا لَعِنْتَ قَالَ أَبُو لَهُبٍ لَمَّا لَقِيتُ بَعْدَكُمْ غَيْرَ
أَنِّي سَفَيْتُ فِي هَذِهِ بَعَثًا قَبْلِي ثَوْبَةَ (سواء البخاری) وَفِي الْقَوْمِ ذَكَرَ السَّجَلِيُّ أَنَّ الْعَاسِمَ قَالَ لَمَّا
مَاتَ أَبُو لَهُبٍ رَأَيْتُ فِي مَنَامِي بَعْدَ حُلُولِي فِي شَرْحِ الْحَالِ فَقَالَ مَا لَقِيتُ بَعْدَكُمْ رَاحَةً إِلَّا أَنَا بِالْعَذَابِ يَخْفِفُ
عَنِّي فِي كُلِّ يَوْمٍ اثْنَيْنِ قَالَ وَكَذَلِكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَدِ يَوْمِ الْأَثْنَيْنِ وَكَانَتْ ثَوْبَةُ بَشِيرَتِ
أَبِي لَهُبٍ بِمَوْلَاهُ فَاعْتَقَهَا

(۶۳۵) عَنْ عُمَرَ وَبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ جَدٍّ أَنَّ الْعَاصِمَ بْنَ دَاوُدَ أَوْصَى أَنِ
يُعْتَقَ عَنْهُ مَا تَعَرَّقَ بِهِ وَأَعْتَقَ ابْنُهُ هِشَامُ حَسَنَيْنِ رَقَبَةً فَأَرَادَ ابْنُهُ عُمَرُ أَنْ يَعْتَقَ عَنْهُ
الْحَسَنَيْنِ الْبَاقِيَتَيْنِ فَقَالَ حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ أَوْصَى أَنْ يُعْتَقَ عَنْهُمَا تَعْتَقُهُمَا وَكَانَ هِشَامًا أَعْتَقَ عَنْهُمَا حَسَنَيْنِ

(۶۳۴) زہری سے روایت ہے کہ عروہ فرماتے تھے ثویبہ ابولہب کی باندی تھی جسے ابولہب نے آپ کی
ولادت کی خوشی میں آزاد کر دیا تھا۔ اس آزاد شدہ باندی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا جب ابولہب
مر گیا تو اس کے گھر کے کسی آدمی نے اس کو بہت برے حال میں دیکھا اس سے پوچھا کہ کیا گندری ابولہب نے
کہا تم سے جدا ہو کر مجھ کوئی راحت نہیں مل سکی بجز اس کے کہ ثویبہ کو چونکہ میں نے آزاد کیا تھا اس لئے اس کے
بدل میں مجھ کو تھوڑا سا پانی بلا دیا جاتا ہے۔ فتح الباری میں یہی سے منقول ہے کہ عباس کہتے ہیں جب ابولہب
مر گیا تو میں نے اسے ایک سال بعد بہت خراب حال سے خواب میں دیکھا اس نے کہا تم سے جدا ہو کر میں نے راحت
کا ذائقہ تک نہیں چکھا۔ صرف پیر کے دن میرے عذاب میں ذرا سی تخفیف کروی جاتی ہے۔ عباس کہتے ہیں کہ اس
کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پیری کے دن ہوئی تھی جب ثویبہ نے ابولہب کو
آپ کی ولادت کی خوشخبری سنائی تو اس نے خوشی میں اکر اس کو آزاد کر دیا تھا۔ (بخاری شریف)

(۶۳۵) عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ عاصم بن دائل نے
مرنے وقت یہ وصیت کی تھی کہ میری طرف سے سو غلام آزاد کر دیئے جائیں ان کے ایک فرزند ہشام نے
تو یہ پاس غلام آزاد کر دیئے تھے دوسرے فرزند عمر نے بقیہ پاس ادا کرنے کا ارادہ کیا تو دل میں کہا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کئے بغیر مجھے یہ اقدام کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر

وَقَبِيتُ عَلَيْهِ خَمْسُونَ رَقِيبًا فَأَعْتِقْتُ عَنْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكَ لَوَ كَانَ مُسْلِمًا
فَأَعْتَقْتَهُمْ عَنْهُ أَوْ نَصَدَقْتَهُمْ عَنْهُ أَوْ حَجَّ جَنَّم عَنْهُ بَلَغَتْكَ الْإِثْمُ. (رمضان ابو داؤد)

(۶۳۶) عَنْ سَلَمَةَ بْنِ بَرْزِيدٍ الْجَعْفِيُّ قَالَ لَطَلْتُ أَنَا وَاصْبَغُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا مُمْلِكُكَ كَأَنَّ نَصْلَ الرَّجْمَةِ وَكُفْرِي الضَّيْفِ وَنَقْعَلُ وَنَقْعَلُ
مَلَكَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَمَهْلُ ذَالِكِ نَافِعُهَا شَيْئًا قَالَ لَا قَالَ قُلْنَا فَإِنَّمَا كَانَتْ وَأَدَّتْ لِمُخْتَلَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ
فَمَهْلُ ذَالِكِ نَافِعُهَا شَيْئًا قَالَ الْوَايِدُ وَالْمُوَزَّدُ فِي النَّكَارَةِ لَأَنَّ نَذْرَكَ الْوَايِدُ الْإِسْلَامُ فَيَعْتَقُ
اللَّهُ عَنْهَا. (رمضان احمد والطبرانی قال الهيثمی رجال احمد رجال الصحيح. وفي مشكل الآثار عن سلمة بن زيد
بدل يزيد مكافئ اسباب الوفاء وفيه مهمل ينفعه هل ان علمناه عنها له)

اور پورے یا رسول اللہ میرے والد ماجد نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت فرمائی تھی پچاس تو میرے بھائی ہشام
نے آزاد کر دیئے ہیں اور پچاس ابھی باقی ہیں اہانت ہو تو ان کی طرف سے وہ میں آزاد کر دوں۔ آپ نے فرمایا
اگر تم ہمارے والد مسلمان ہوئے پھر تم ان کی طرف سے غلام آزاد کرنے یا کچھ صدقہ دیتے یا حج کرتے تو ان اعمال کا
ثواب بیشک ان کو پہنچتا۔ (ابو داؤد)

(۶۳۶) سلم بن بزید سے روایت ہے کہ میں اور میرا بھائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلے
(حاضر ہو کر) پوچھا یا رسول اللہ ہماری والدہ بلکہ بڑی رنیک اور پاراسانی بی تھیں) صلہ رحمی کرتیں، جہان لوازی
کرتیں اور بھی بچے اچھے کام کیا کرتی تھیں۔ کفری کے زمانہ میں ان کا انتقال ہو گیا ہے کیا ان کے یہ اعمال انہیں
کچھ سود مند ہوں گے آپ نے فرمایا کچھ نہیں پھر تم نے پوچھا کہ انہوں نے ہماری ایک بہن کو زندہ درگد کر دیا تھا
کیا اس معصوم کو رگتہ کی تیز سے پہلے مرجانے سے کوئی فائدہ ہو گا آپ نے فرمایا کہ یہ رسم جلا داکرنے والی
اور وہ لڑکی دونوں دوزخ میں ہیں ہاں اگر اس جرم کا ارتکاب کرنے والی اسلام قبول کر لیتی اور
اللہ تعالیٰ اس کا یہ جرم بخش دیتا تو پھر نکاح کی صورت ہو سکتی تھی۔ (احمد و طبرانی)

(۶۳۶) یہ حدیث مشکوٰۃ میں بھی موجود ہے مگر اس میں حرف اتنا ذکر نہ کر کے الوائد والموزد فی النار اس سے خبر ہوتا ہو
کہ شاید یہ کہیے اور اس وجہ کو اطفال شرک کے مسئلہ میں اشکال پیدا ہو جائے۔ یہاں یہ واضح ہو گیا کہ اس کا شان نزول ایک خاص
واقعہ پر ہذا مسند سے بھی خاص مراد ہو گی۔ ابو داؤد میں حسانہ بن جواسے روایت کرتی ہیں اس میں اس کے خلاف ہے کہ وہ لڑکی فی الجملہ
دشمنہ (۳۳) مسند کی تفصیل کتاب الجنائز میں کی جا چکی، آنحضرت میں ہل نفع جو کہ غضاب دوزخ سے نجات دہکنے کے سائلین کے سوال پر آپ صریحاً نفع
کی نفی فرماتے رہے نیز کافروں کے اعمال کے معمولی سے نفع کی بے وجہ تفریح کرنا صاحب خبر کا کہنے کا زمانہ ہی تھا آپ دنیا کو شرک و
نفرت دلائے کیلئے آئے تھے خدا کی رحمت اور اس کی رحمتوں کے کرشموں کے بیان کرنے کے عمل اور ہے۔

(۶۳۷) عَنْ أَبِي نَعِيمٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ أَدْنَمٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ فَنَزَلَ عَلَى مَنْزِلِي

(۶۳۷) ابو نعیم روایت کرتے ہیں کہ اہل مدینہ میں سے ایک شخص ایک بڑا شخص (راوی کو شک ہے)

(۶۳۷) یہ امر تو غریباً طے شدہ ہے کہ کافر کی نیکیاں اس کے اسلام کے بعد مستبر ہو سکتی ہیں یعنی رحمت ان پر بھی اس کو ثواب دیکتی ہے بحث طلب مسئلہ یہ ہے کہ اگر کافر مسلمان نہ ہو تو کیا پھر بھی اس کی نیکیوں کا کوئی ثمرہ آخرت میں ظاہر ہو سکے گا یا نہیں۔ دوسری بحث یہ ہے کہ یہ تسلیم کرنے کے بعد کہ ان کی نیکیاں کس درجہ میں قابل اعتبار ہوں کیا یہ حکم ان کی عبادتوں کو بھی شامل ہے یا عبادتیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ان دونوں مسئلوں میں علماء کا اختلاف ہے۔ پہلے مسئلہ کے بارے میں محققین کے مختلف اقوال کا خلاصہ یہ ہے۔

فذهب ابن بطل وغيره من المحققين الى ان الكافر اذا أسلم ومات على الاسلام يثاب على ما فعله من الخير في حال كفره واستدلوا بحديث أبي سعيد الخدري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا أسلم الكافر فمن اسلامه كتب الله له كل حسنة زلفها ثم ذكره الدارقطني في غريب حديث مالك وفيه اه عن من تسم طرق وثبت فيها كلها ان الكافر اذا حسن اسلامه يكتب له في الاسلام كل حسنة عملها في الشر.

(التنوير ۵/۱ ص ۷۷)
قال الحافظ والحق انك لا ينضم من كتابه الثواب للسلطان في حال اسلامه فضلا عن الله و احسانا ان يكون ذلك يكون هذا الصادرة في الكفر مقبولا والحدیث انما انضمت كتابه الثواب ولم يتعرض للقبول ويحتمل ان يكون للقبول بصير ومعلقا على اسلامه فيقبل وثواب ان اسلم والاغلا وهذا قوی

قال ابن المنير المخالف للقرعاده وعوى ان يكتب له ذلك في حال كفره وامان الله بضعف الی حسنة في الاسلام ثواب ابن منیر کہتے ہیں کہ جرات قواعد شریعت کے خلاف ہے وہ صرف یہ ہے کہ کافر کی نیکیاں کفر ہی کے زمانہ میں نکلی جائیں رہی بات کہ مسلمان ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں

ابن بطل اور دوسرے محققین کا خیال یہ ہے کہ کافر اگر مسلمان ہو جائے اور اسی حالت پر اس کا انتقال ہو جائے تو جو نیکی کام وہ کفر کے زمانہ میں کر چکا ہے ان کا ثواب بھی اس کو ملتا ہے اس کی دلیل ابو سعید خدری کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کافر مسلمان ہو جائے اور خوب اچھی طرح مسلمان ہو جائے تو جو نیکیاں پہلے وہ کر چکا تھا اللہ تعالیٰ وہ سب نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ دارقطنی نے اس حدیث کو مالک کی غریب حدیث میں ذکر کیا ہے اور دارقطنی سے صحیح طور پر معنون نقل کیا ہے کہ جب کافر صحیح طور پر مسلمان ہو جاتا ہے تو تمام وہ نیکیاں جو شرک کے زمانہ میں وہ کر چکا تھا اسلام کے بعد لکھی جاتی ہیں۔ (نوری)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حدیث میں کافر کے متعلق اس کے مسلمان ہونے کے بعد اس کی نیکی کا ثواب لکھے جانے کا ذکر کر اس سے زیادہ کفر کے مل کا مقبول ہر لازم نہیں آتا۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ اسلام کے بعد یہ کتابت اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف اس پر ایک نعام و احسان کی طور پر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کی قبولیت کی بنا پر مگر یہ قبولیت اس کے اسلام لانے پر موقوف رہے مگر مسلمان ہو گیا تو قبول ہو جائے وہ نہ قبول نہ ہو اور یہی جواب نوری ہے۔

فَقَالَ مِمَّنْعَتْ عَبْدَ اللَّهِ مِنْ عَمْرِو بْنِ نُفَيْرٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَقِيَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا لَمْ تُصْرَفْ مَعَهُ خَطِيئَةٌ وَمَنْ مَاتَ وَهُوَ يُشْرِكُ بِهِ كَمْ تَنْفَعُهُ

آیا اور سروق کے یہاں مہمان ہوا۔ اس نے بیان کیا کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو کو دیکھا کہ کہتے خود سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس حالت پر مر جائے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہو تو کوئی گناہ اس کو جنت میں داخل ہونے سے روک نہیں سکتا اور جو شخص شرک کی حالت پر مرے تو کوئی

ماکان صد رملہا ماکان یظنہ خیرا فلا مانع منکما الا بفضل علیہما ابتداء من غیر عمل وکما یتفضل حل العاجز بثراب ماکان یعل وهو قادر فاذا جاز لسان یتکتب لہ ثواب ملکم یعل التبتہ جاز لہ ان یتکتب لہ ثواب ما عملہ غیر مونی الشرط۔

میں ان نیکیوں کے ثواب کا بھی اضافہ فرما رہے ہیں کہ وہ عبد اللہ بن عمرو کے ساتھ کسی کو شریک کر لینے میں کوئی امر مانع نہیں ہے جبکہ اس کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ کسی کو عمل کئے بغیر کوئی ابتداء ثواب دیدے یا عجز و مرض کے زمانہ میں اس کی صحت و قدرت کے اعلیٰ کے برابر ثواب بخندے تو اس کے اسلام کے بعد زیادہ کفر کے کئے ہوئے اعمال پر ثواب دینے کی قدرت کیوں نہیں اگرچہ ان کی قبولیت کی شرط اس وقت موجود تھی۔ (یعنی اسلام)۔ (نسخہ جلدی)

اس کا حاصل یہ ہے کہ کافر کی نیکیاں اسلام کے بعد تو مستبر ہو سکتی ہیں لیکن اگر وہ مسلمان نہ ہو تو ہجران کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

دوسرے مسئلہ میں امام نووی کی رائے یہ ہے کہ کافر کی عبادات طاعت اور قربات ہر قسم کی نیکیاں مستبر ہو سکتی ہیں۔ اس پلان کو یہاں تک اصل ہے کہ وہ فقہاء کے قول میں بھی تاویل کیلئے تیار رہ گئے ہیں۔ فقہاء فرماتے ہیں لا تعصم عبادۃ الکافر ولو اسلم لہ بعدتہما۔ کافر کی عبادت صحیح نہیں ہوتی حتیٰ کہ اگر وہ مسلمان ہی ہو جائے جب بھی اس کا اعتبار نہ ہوگا۔

شیخ اس کی یہ تاویل فرماتے ہیں:-

مراد ہم انہ لا یعتد لہ بحافی احکام الدنیا ولیس نعرض لثواب الاخرۃ۔ فقہاء کی مراد یہ ہے کہ احکام دنیا میں ان کا اعتبار نہ ہوگا آخرت کے ثواب کے متعلق ان کے قول میں کوئی حکم منکر نہیں ہو۔ دگوا اسلام کے بعد کافر کی گزشتہ عبادات کا ثواب آخرت میں مل سکتا ہے۔

یہاں حضرت استاد مرحوم کا فیصلہ یہ ہے کہ کافر کے نیک کام آخرت میں نفع بخش ہو سکتے ہیں گو اس کی صورت صرف تخفیف عذاب ہو۔ آخر ایک نصف اور ظالم کافر کے عذاب میں فرق یہی ہے۔ اس فرق کی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ نصف کافر کا انصاف ہی اس کے حق میں تخفیف عذاب کا موجب ہو نہ اہل کفر میں تو دونوں

۱۔ شیخ محمد الدین ندوی امام بیہقیؒ سے نقل فرماتے ہیں۔ (باقی مابقیہ بر صفحہ آئندہ)

مَعْنَى حَسَنَةٍ۔ قَالَ الْبَيْهَقِيُّ رَوَاهُ أَحْمَدُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَرَوَاهُ جَالِدُ رِجَالِ الصَّغِيرِ مَا خَلَا التَّابِعِي فَإِنَّهُ لَمْ يَسْلَمْ وَرَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي جُلْدٍ مِنْ رِجَالِهِ مَعْرُوفٌ وَرَوَاهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ كَثَّافٍ فِي رَحْمَةِ الْمَهْدَاةِ۔

نیکی اس کو سود مند نہیں ہو سکتی۔ (یعنی اس کی مغفرت نہیں ہوگی)۔ (احمد طبرانی)

ہمارے ہیں۔ پس حافظ ابن حجر کا صبر ثلثوں کی تاویل کرنا امد یہ فرمانا کہ کافر کے اعمال کا نفع ہو تو سکا ہے مگر یہ نفع اسی وقت ظاہر ہوگا جبکہ وہ مسلمان ہو جائے ظاہر کے خلاف ہے۔ ہاں شیخ محمد الدین نووی کی اتنی تعمیم کر دینی کہ ان کی سب نیکیاں معتبر ہیں جس تک کہ عبادتیں ہیں، یہ بھی دلپذیر نہیں۔ متوسط فیصلہ یہ ہے کہ کافر کی عام نیکیاں تو معتبر ہو سکتی ہیں مگر اس کی عبادت کوئی معتبر نہیں ہوگی عبادات اور دوسرے ایسے کاموں میں فرق یہ ہے کہ عبادت خاص اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ عبادت میں نیت اور صاحب حق کی معرفت بھی درکار ہے۔ کافر کو خدا تعالیٰ کی صحیح معرفت کا ایک ذہن بھی نصیب نہیں ہوتا اس لئے اس کی عبادت خدا تعالیٰ کی عبادت ہی نہیں ہوتی وہ صرف اپنے ایک خیالی معبود کی عبادت ہوتی ہے۔ اور نیک کاموں سے مراد وہ کام ہیں جن کو انسان اپنی فطرت سے ذریعہ کی قید بند کے بغیر بھی اچھا سمجھتا ہے ان میں نیت کرنا شرط نہیں۔ احادیث بالا میں اسی قسم کے اعمال کا ذکر ہے جیسے نئی نوع انسان کی ہمدردی، عدل و انصاف، صدقہ و خیرات، صلہ رحمی، میہان نوازی، غلام آزاد کرنا، اور اسی قسم کے اور اعمال۔ ملے

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ صفحہ گذشتہ) قَالَ الْبَيْهَقِيُّ وَقَدْ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ حَدِيثُ ابْنِ جَدْعَانَ وَمَا وَرَدَ فِيهِ مِنَ الْآيَاتِ وَالْأَخْبَارِ فِي بَطْلَانِ خَيْرَاتِ الْكَافِرِ إِذَا مَلَكَ عَلَى الْكَفْرِ وَدَفَعَتْ أَنْ لَا يَكُونَ لَهَا مَرْقَمُ الْفُطْرَيْنِ مِنَ النَّارِ وَأَدْخَالَ الْجَنَّةَ وَلَكِنْ يَخْتَفِ عَنْهُ مِنْ عَذَابِ الَّذِي يَسْتَرْجِعُ عَلَى جَوَائِزِ أَرْكَبِهَا سَرَى الْكَفْرِ بِمَا فُضِّلَ مِنَ الْخَيْرَاتِ أَمْ رَجَعَتْ إِلَى اللَّهِ بِمَنْ يَسْتَرْجِعُ مِنْهَا؟

ہی کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان مردمان کی حدیث ماہر سب آیتیں اور حدیثیں جن میں کہ کافر کے بھات کفر چلنے کے بعد اس کی نیکیوں کے برابر ہو جائے گا ذکر آیا ہے وہ اس پر معمول ہوں کہ ان نیکیوں کا نتیجہ اس کے حق میں عذاب و دوزخ سے نجات اور جنت نہ ہونے کے۔ اگرچہ یہ ممکن ہے کہ اس کی نیکیوں کی وجہ سے کفر کے علاوہ اس کے اندر بڑے افعال کی سزا میں ایک گونہ تخفیف کدی جائے۔

المم ہونے کی اس عبارت میں ہے اور وضاحت ہوگی کہ تخفیف عذاب سے مراد بھی اس کے گناہوں کے عذاب میں تخفیف ہے۔ کفر کے عذاب میں نہیں۔ گویا نیکیوں کا اکثر کفر کے معاملہ میں کچھ نہیں ہوگا۔

حاشیہ صفحہ ہذا۔

سے شیخ محمد الدین نووی ایک حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں۔ وَصَرَحَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ بَأَنَّ يَطْعَمُ فِي الدُّنْيَا بِمَا عَمِلَ مِنَ الْحَسَنَاتِ أَمَا بِمَا فَعَلَهُ مَتَرَفًا بِأَبَدٍ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى مَا لَا يَفْتَقِرُ إِلَى النِّيَّةِ كَصَلَاةِ الرَّحْمَةِ وَالصَّدَقَةِ الْعَقْلِ وَالضِّيَافَةِ وَتَسْهِيلِ الْخَيْرَاتِ وَغَوَّهَا۔ (صفحہ ۳۲۶)

یعنی جس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ کافر کی نیکیوں کا بدلہ اس کو دنیا ہی میں دیدیا جاتا ہے اس میں اسی قسم کی نیکیوں کا ذکر ہے جن کو انسان ثواب کے لئے کیا کرتا ہے مگر ان میں نیت شرط نہیں ہوتی جیسے عزیزیوں کے ساتھ سلوک۔ صدقہ۔ غلام آزاد کرنا اور میہان و غیرہ۔

العبادة لغير الله شرك وان اعتقد ان النفع والضرر بيد الله سبحانه

(۶۳۸) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بِي حُصَيْنٍ
كَمْ تَعْبُدُ الْيَوْمَ لَهَا قَالَ ابْنِي سَبْعَةً سَنَافِي الْأَرْضِ وَوَاحِدًا فِي السَّمَاءِ قَالَ فَأَيُّهُمْ تَعُدُّ
لِرَحْمَتِكَ وَرَهْبَتِكَ قَالَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ قَالَ يَا حُصَيْنُ أَمَا إِنَّكَ كَوْنًا اسَلَّمْتَ عَلَمَتَكَ

غیر اللہ کی عبادت کوئی شرک ہر اگرچہ غمزدین نفع و نقصان کا مالک خدا تعالیٰ کی ذات ہی کو تصور کرتا ہو۔

(۶۳۸) عمران روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد حصین سے پوچھا تم موجود
حالات میں کتنے خداؤں کی پوجا کرتے ہو میرے والد نے جواب دیا سات خداؤں کی جن میں حجۃ تو زمین میں ہیں
اور ایک آسمان میں۔ آپ نے پوچھا اچھا تو ان میں اپنی محبت اور خوف کے لئے تم نے کس کو بنا رکھا ہے
انھوں نے جواب دیا آسمان والے کو۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا حصین! اگر تم اسلام قبول کر لیتے تو

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) ظاہر ہے کہ یہ کام ایک کافر کے ہی اسی طرح اچھے کہلاتے ہیں جسطورہ ایک مسلمان
کے پس اس قسم کے کام تو کافر کے ہی معتبر ہو سکتے ہیں خواہ وہ اسلام لائے یا نہ لائے۔ ہاں عذاب و دوزخ سے ابہری نجات
صرف اسلام پر ہی ہوتی ہوگی۔ اسی طرح تمام عبادتوں کی قبولیت بھی بغیر اسلام کے نصیب نہیں ہو سکتی۔

اس لئے ممکن ہے کہ کافر کے نیک کام آخرت میں عذاب کی تخفیف کا فائدہ دیکھیں مگر یہ بھی مشیت الہیہ کے تابع
ہے جسکی ضابطہ نہیں۔ اب وہ کہیں وہ آیات جن میں کفار کے حق میں تخفیف عذاب کی نفی مذکور ہے تو ان سے مراد یہ ہے کہ
ان کی نیکیوں کی رعایت کو کہ جو عذاب ان کے لئے مقرر کر دیا جائے گا پھر اس میں کوئی تخفیف نہ کی جائے گی اور جو
تخفیف ہم نے یہاں ذکر کی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کافر کے پاس حسنات نہ ہوں تو عذاب عذاب اس کو اس وقت ہوتا
ان حسنات کے ہونے ہوئے اتنا عذاب نہیں ہوگا۔ یہ معنی نہیں ہیں کہ عذاب مقدر شروع ہو جائے گا بعد پھر اس میں کسی
قسم کی تخفیف کی جائیگی۔ اس لئے جو تخفیف ہم نے ذکر کی ہے وہ صرف ایک ذہنی امر ہے خارج ہر ماس کا کوئی ثمرہ
نہیں۔ خلاصہ یہ کہ شرک پر جس شدت کے ساتھ مغفرت کے مدعا سے بندہ بھی شاید تخفیف عذاب کے مدعا سے اس
شدت کے ساتھ بند نہیں۔ کسی کی سفارش یا کثرتِ رحمت کے صدق میں عذاب آخرت کے تخفیف کی گنجائش نکل سکتی ہے البتہ
دوسری فراوانی کو اس کے حق میں بھی ضابطہ کہا جاسکتا ہے۔ اس مسئلہ پر فقہی بحث ترجمان السنہ جلد اول ص ۱۵۷ پر بھی
گذر چکی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۶۳۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مختصر اور سادہ سوال و جواب نے حصین کی مسلم فطرت کو یہ سوچنے پر
مجبور کر دیا تھا کہ جب محبت اور خوف کا علائقہ اس کے نزدیک بھی صرف ایک ہی ذات کے ساتھ وابستہ ہے تو پھر
مغفرت میں بقیہ چند خداؤں کے آستانہ پر جبر سائی کا فائدہ؟ یہ صوف ہدایت کا ایک معمولی قالب تھا اس میں اعلیٰ
روح بھی چند لمحوں کی وہ کمیہ شرم محبت نمی جو کجی کی طرح سداوند قلوب میں دوڑ جایا کرتی تھی ایمان کی آن میں ان کے

كَلِمَتَيْنِ تَفْعَايَكَ قَالَ فَلَمَّا أَسْلَمَ حُصَيْنٌ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَيَّ الْكَلِمَتَيْنِ اللَّتَيْنِ
وَعَنْدِي فَقَالَ قُلِ اللَّهُمَّ أَهْنِ رُشْدِي وَأَعِزِّي مِنْ كَثْرَةِ تَقْصِيٍّ - (سواء الترمذی)

ان الله لا مكره له ولا يتعاضد عند شئ

(۲۳۹) عَنْ أَنَسٍ مَرْثِيًّا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلَاحَ
يَقُلْ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ سَبَّحْتُ أَوْ رَحِمْتُ أَوْ شَكَرْتُ أَوْ ذَكَرْتُكَ لَمْ يَنْفَعْنِي شَيْئًا وَلَنْ يَغْفِرَ لِي شَيْئًا
إِنَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَلَا مَكْرَهَ لَهُ - (سواء البخاری)

میں تم کو دو کلمے ایسے تعلیم کرتا جو تم کو بڑے سود مند ہوتے۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد جب حصین
حلف اسلام میں داخل ہو گئے تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ بات یاد دلائی اور عرض کیا
یا رسول اللہ مجھ کو دو کلموں کا آپ نے مجھے وعدہ فرمایا تھا اب وہ مجھے بتا دیجئے۔ آپ نے فرمایا
اچھا یہ پڑھ لیا کہ اللھم الغفر لی تو خدا یا میرے مقدر کی ہدایت میرے دل میں ڈال دے (کہ میں اس پر
عمل پیرا ہوں) اور میرے نفس کے فریب سے مجھے بچالے۔ (ترمذی)

اللہ تعالیٰ کی ذات پر حیر کر نہو الا کوئی نہیں اور نہ کوئی بڑے بڑا کام اس کے نزدیک بڑا ہو
(۲۳۹) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم دعا مانگو تو یوں مت کہا
کہو اے اللہ اگر توجا ہے تو مجھے بخش دے اور توجا ہے تو مجھ پر رحم فرما دے اور توجا ہے تو مجھے روزی دیدے
بلکہ خوبصورتی کے ساتھ کسی شرط و تردد کے بغیر دعا مانگا کر دے کیونکہ اس پر نہ بدستی کرنے والا کوئی نہیں وہ خود بخود
ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (بخاری شریف)

باطن کی کاپیٹ دیجی تھی اسی نے بیان حصین کے باطن میں بھی انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ اس حدیث سے مشرکین عرب کے
شرک کی کچھ تفصیل بھی معلوم ہوتی ہے اللہ بھی پتہ چلتا ہے کہ توحید کی اصل روح توحید فی العبادت ہے جب تک رشتہ
عبادت غیر اللہ کے ساتھ قائم رہے توحید نصیب نہیں ہوتی اور اس کا شمار شرکوں میں رہتا ہے اگرچہ اپنے زعم میں نفع
نقصان کا مالک ایک ہی ذات کو تصور کرتا ہو اسی لئے اسلام کی توحید کا نمایاں پہلو توحید فی العبادت ہے۔ آج بھی
بہت سے مسلمان اس جو کلمہ لا الہ الا اللہ زبان سے پڑھ کر غیر اللہ کی عبادت میں ڈوبے ہوئے نظر آتے ہیں۔
درحقیقت یہ اسلام کی توحید نہیں۔ اگر اسلامی توحید کا صحیح مفہوم دلغ میں آجائے تو بھران احوال کے قریب
پہنچ بھی سکتے ہیں مگر جن میں عبادت غیر اللہ کی ذرا بھی رہے۔

(۶۴۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلَا يَقُلْ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ وَلَكِنْ لِيَعْنِيَمْ وَلِيَعْظِمَ الرَّعْبَةُ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَتَعَاظَمُهُ شَيْءٌ أَعْطَاهُ - (سرواه مسلم)

(۶۴۱) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ أَخَذَ بِيَدِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي لَا حِجَّتَ يَا مُعَاذُ فَقُلْتُ وَأَنَا حِجَّتُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَلَا تَدْعُ أَنْ نَقُولَ فِي ذُبُرِكِ صَلَواتُ رَبِّ أَرْغَقَ عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ - (سرواه احمد وابوداؤد والنسائی)

(۶۴۲) عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ أَيْبُتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۶۴۰) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم دعا مانگا کرو تو یوں مت کہا کرو اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے بلکہ بلا شرط دعا مانگا کرو اور اپنی ہمت بلند رکھا کرو، کیونکہ اللہ کو بڑی سے بڑی چیز دینی بھی کچھ بھاری نہیں ہوتی - (مسلم)

(۶۴۱) معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں پکڑ کر فرمایا اے معاذ میں تم سے بہت محبت رکھتا ہوں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی آپ سے بڑی محبت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا تو میری نازوں کے بعد یہ کلمات پڑھنا چھوڑنا۔ اے اللہ اپنے ذکر و شکر اور اپنی عبادت اچھی طرح کرنے کے لئے میری مدد فرما - (نسائی - ابوداؤد)

(۶۴۲) ربیعہ بن کعب روایت کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہیں سوا تھا

(۶۴۰) حدیث بالا میں کلمات دعا کے اندر اس شرط لگانے کے (اگر تو چاہے) دوسری مفہوم نکل سکتے ہیں، یا تو حکم اپنی شان بے نیازی کا انہار چاہتا ہے اس لئے وہ اعزاز و استغناء میں سوال کرتا ہے اور لازمی طور پر اپنی درخواست کی منظوری کی حاجت ظاہر کرتا پسند نہیں کرتا یا مخاطب کی سہولت کی غرض سے ان الفاظ کا اضافہ کرتا ہے گو اس درخواست کی حاجت مخاطب کی سہولت پر چھوڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب میں سے دعائیں باتیں بے عمل اور نفعی ہیں اس کے سامنے نہ تو انہار بے نیازی کا موقع ہے اور نہ اس کے لئے کسی اعلیٰ سے اعلیٰ مقصد کے بخشنے میں کوئی دشواری ہے پھر دعا کے الفاظ میں یہ کلمات شرط بے معنی اور مراسر گستاخی ہی ہوتے۔

(۶۴۲) مطلب یہ تھا کہ بلند مقاصد صرف تمناؤں سے حاصل نہیں ہوا کرتے ان کے لئے مشقت اور محاہدوں کی جگہوں میں پسنا پڑتا ہے مشہور ہے العطا یا علی تن البلاء یا یعنی انعامات سخت ترین آزمائشوں میں گذر کر ہی نصیب ہوتے ہیں کامل دین یہ نہیں سکتا کہ فوز و فلاح کا راستہ بے عملی کے ساتھ صرف دعائوں سے طے ہو جائے گا وہ عمل اور صرف عمل سے طے ہو گا۔ یہی شرائط اور بزرگوں کے توسل کے بھروسہ پر عمل سے تعاطل برتا اسلامی تعلیم نہیں۔ مکمل و مکمل

قَامَيْنِ يَوْزُوهُ وَحَاجَّتْ فَقَالَ لِي سَلْ فَقُلْتُ أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ
أَوْعِزْكَ إِلَيَّ قُلْتُ هُوَذَا قَالَ فَأَعِيتِي عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ التَّجَوُّدِ - (رحمہ اللہ)

(۶۴۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا تَزَلْتُ وَأَنْذِرْتُ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَرِيضًا فَاجْتَمَعُوا فَعَمَّ وَخَصَّ فَقَالَ يَا بَنِي كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ أَنْتُمْ وَالْأَنْفُسُكُمُ مِنَ النَّارِ يَا بَنِي مُرَّةَ
بْنِ كَعْبِ أَنْتُمْ وَالْأَنْفُسُكُمُ مِنَ النَّارِ يَا بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ أَنْتُمْ وَالْأَنْفُسُكُمُ مِنَ النَّارِ يَا بَنِي عَبْدِ مَنَاذِرٍ
أَنْتُمْ وَالْأَنْفُسُكُمُ مِنَ النَّارِ يَا بَنِي هَاشِمٍ أَنْتُمْ وَالْأَنْفُسُكُمُ مِنَ النَّارِ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنْتُمْ وَالْأَنْفُسُكُمُ مِنَ النَّارِ

جب آپ کے وضو کے لئے پانی اور دیگر ضرورت کی اشیاں لیکر حاضر ہوا تو آپ نے (مسرود ہو کر) مجھ سے
فرمایا مانگو کیا مانگتے ہو میں نے عرض کیا جنت میں آپ کے قرب میں رہنے کا سوال رکھتا ہوں۔ فرمایا یہ کیا
مانگتے ہو کچھ اور مانگو میں نے عرض کیا میرا سوال تو یہی ہے۔ فرمایا تو اس اہم مقصد کے لئے اپنے نفس کے دشمن
بن جاؤ اور خدا کے تعالیٰ کے لئے ناز و دل میں حمد سے کر کے میری بھی کچھ مدد کرو۔ (مسلم)

(۶۴۳) ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب آیۃ واندھشیدک الافریہ بن

نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو بلایا ۱۰ جمع ہو گئے آپ نے ان کے عام اور خاص
سب قبائل کو پکار پکار کر کہا اے کعب بن لؤی کی اولاد دوزخ کی آگ سے اپنی جانوں کو بچاؤ۔ اے کعب

کہ اس اہل روح کے ساتھ یہاں آپ نے کس خوبی سے اپنی عہدیت و عجز کا اظہار بھی فرمادیا یعنی تمام مراتب قرب کے
باوجود باگاہے نماز میں خلاف آئین ساختوں کو نہ میں اور سب دیکھتا ہوں۔ اگر صل کا قدم اٹھا کر تم میری مدد کرنا وعدہ کرتے ہو
تو ساختوں کا قدم اٹھانے کا وعدہ میں کرتا ہوں۔ جس خدمات کے ساتھ اگر مجھے بھی ساختوں مل جائے تو فوز و فلاح کی امید رکھنا۔
قرآن شریف میں ارشاد ہے۔ "واجمعوا قلوبہ" سمجھو کہ آپ ہمارا قرب تلاش کیجئے۔ اس آیت میں قرب خداوندی کا
جو آئین آپ کو بتایا گیا تھا وہی آئین آپ نے یہاں قرب رسول کے اس خلائی کو تادیا اور اس ضمن میں یہ ارشاد بھی فرمادیا
کہ جنت میں تمہارے رسول کا مقام تمہاری تہات الہیہ کی سب سے قرب ترین منزل ہے جہاں پہنچنے کے لئے قدوسیوں کے
پر چلنے اور مغربیوں کے ہوش اڑانے ہیں۔ اس کے قرب کی ناکرناہت بڑا سوال ہے۔ اب اگر اس سوال کی ہمت رکھو
تو عمل کی ہمت بھی پیدا کر دو یہی وہ حقیقت تھی جس کا اعلان آپ نے بطریق عرب کو خطاب کرنے کے بعد اپنی سب
سے محبوب ترین صاحبزادی کے سامنے کر دیا تھا۔ خلاصہ یہ کہ اسلام کی توجید یہ ہے کہ کیا یہ دنیا کا زار کا معاملہ صرف
دست قدرت میں سمجھا جائے۔ عمل کا قدم اٹھانے جاؤ اور رسول کی شفاعت کے بعد اپنے ان پیچہ وریح اعمال
کے قبولیت کی امید رکھو۔ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی شریعت کا خلاف کر کے یہ امید رکھنا کہ رسول خدا تعالیٰ
کے ارادہ کے خلاف ہم کو نہ بدستی بخشوا لیں گے۔ رسول کی محبت نہیں اس کی مرعہ مخالفت ہے۔ اسی سفاہت پر
ابو ہریرہؓ کی حدیث میں حنبہ کیا گیا ہے۔

أَنْفُسُكُمْ مِنَ النَّارِ يَا فَاطِمَةُ أَنْفُسُكَ مِنْ النَّارِ فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا غَيْرَ
أَنْ لَكُمْ رَحْمَةً سَابِقًا بِهَا إِلَيْهَا - (مرہادہ مسلم وہو المتفق علیہ مع بعض تغیر)

(۶۴۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ
قَدْ كَرَّ الْعُلُولُ مَعْظَمُهُ وَعَظَمُ أَمْرُهُ ثُمَّ قَالَ لَا الْفَيْئَ أَمَدًا كُمْ يَحْيَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ
بَعِيرٌ لَهُ رِغَاءٌ يَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَغْنَيْتَنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا الْفَيْئَ
أَحَدًا كُمْ يَحْيَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ فَرَسٌ لَهُ صَفْحَةٌ يَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَغْنَيْتَنِي فَأَقُولُ
لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا الْفَيْئَ أَحَدًا كُمْ يَحْيَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ شَاةٌ
لَهَا نَعَاءٌ يَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَغْنَيْتَنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا الْفَيْئَ

ابن مرو کی اولاد اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ لے عبد شمس کی اولاد اپنی جانوں کو عذاب دوزخ
سے بچاؤ لے عبد المطلب کی اولاد اپنی جانوں کو عذاب دوزخ سے بچاؤ دے تو عام قبائل کو دعوت تھی
اس کے بعد بھرا پنے خاص قبیلہ کو دعوت دی) اسے فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنی جان کو آتش دوزخ
سے بچاؤ کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کی مدد نہیں کر سکتا۔ ہاں میرے تہارے مابین جو رشتہ کا تعلق ہے
میں اس کے حقوق ضرور ادا کرتا رہوں گا۔ (مسلم شریف)

(۶۴۴) ابویہ ریثہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے خطبہ دینے
کے لئے کھڑے ہوئے اس میں آپ نے خیانت کے معاملہ پر خاص طور پر زور دیکر فرمایا دیکھو میں ایسا نہ دیکھوں
کہ قیامت کے دن تم میں کوئی شخص اس طرح آئے کہ اس کی گردن پراونٹ لدا ہوا بڑبڑا رہا ہو اور وہ شخص مجھے
آواز دے یا رسول اللہ میری مدد فرمائے تو میں اس کے جواب میں کہہ دوں آج بھلا میں تیری کیا مدد کر سکتا ہوں
میں تو تجھ سے دنیا ہی میں سب کچھ صاف صاف کہہ چکا تھا۔ دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم میں کوئی شخص اس طرح آئے
کہ اس کی گدھی پر گھوڑا لدا ہوا ہو اور وہ ہنہار رہا ہو اور وہ شخص بچا رہا ہو یا رسول اللہ میری مدد فرمائیے
تو میں اس سے کہہ دوں آج بھلا میں تیری کیا مدد کر سکتا ہوں۔ میں تو تجھے دنیا ہی میں سب کچھ صاف صاف

(۶۴۴) اس حدیث میں ذی روح اور غیر ذی روح قسم کے مال کا ذکر ہے ذی روح کے بولنے اور غیر ذی روح
کی حرکت کے تذکرہ کرنے سے مقصد یہ ہے کہ اس دن کسی قسم کی خیانت پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ اول تو کا نہ سے پر لدا ہوا مال ہی
کب پوشیدہ رہ سکتا ہے پھر اگر جانور خاموش رہے تو بھی ممکن ہے کہ اس طرف کسی کا دھیان نہ جائے لیکن جب جانور بولتا
بھی رہے تو خواہ مخواہ اس کے بھی ہر شخص کی نظر اہل ہوتی ہے یہی حال کپڑے کی حرکت کا ہے۔ بہر حال اس حدیث میں اس پر

أَحَدُكُمْ يَحْيَىٰ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَىٰ رَقَبَتِهِ نَفْسٌ لِّهَا حَيَاةٌ فَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَغْنَيْتُ قَاوُلُ
لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا الْفَيْنَ أَحَدُكُمْ يَحْيَىٰ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَىٰ رَقَبَتِهِ نَفْسٌ لِّهَا حَيَاةٌ
فَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَغْنَيْتُ قَاوُلُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا الْفَيْنَ أَحَدُكُمْ يَحْيَىٰ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَىٰ رَقَبَتِهِ صَامِتٌ فَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَغْنَيْتُ قَاوُلُ لَا أَمْلِكُ لَكَ
شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ - (متفق عليه وهذا اللفظ مسلم وهو اتم)

(۶۴۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يُحْيِيَ أَحَدٌ مِنْكُمْ

کہہ چکا تھا دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم میں کوئی قیامت کے دن اس طرح آئے کہ اس کی گردن پر کمری لاری
ہوئی ہو اور وہ بول رہی ہو اور وہ شخص پکار رہا ہو یا رسول اللہ میری مدد فرمائیے تو میں کہہ دوں آج
بھلا میں تیری کیا مدد کر سکتا ہوں میں تو تجھ سے دنیا ہی میں سب کچھ صاف صاف کہہ چکا تھا۔ دیکھو ایسا نہ ہو
کہ تم میں کوئی شخص قیامت کے دن آئے اور اس پر کوئی انسان بیٹھا خنجر رہا ہو اور وہ شخص پکار رہا ہو ...
یا رسول اللہ میری مدد فرمائیے تو میں کہہ دوں آج بھلا میں تیری کیا مدد کر سکتا ہوں میں تو تجھ سے دنیا ہی میں
سب کچھ صاف صاف کہہ چکا تھا۔ دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم میں ایک شخص قیامت کے دن آئے اور اس کی
گردن پر کڑا لدا ہوا ہوا میں اٹھ رہا ہو اور وہ شخص پکارے یا رسول اللہ میری مدد فرمائیے تو میں کہہ دوں بھلا
آج میں تیری کیا مدد کر سکتا ہوں میں تو تجھ سے دنیا ہی میں سب کچھ صاف صاف کہہ چکا تھا۔ دیکھو ایسا
نہ ہو کہ تم میں ایک شخص قیامت کے دن آئے اور اس کے اوپر سونا چاندی لدا ہوا اور وہ پکار رہا ہو یا رسول اللہ
میری مدد فرمائیے تو میں کہہ دوں آج بھلا میں تیری کیا مدد کر سکتا ہوں میں تو دنیا ہی میں تجھ سے سب کچھ
صاف صاف کہہ چکا تھا۔

(۶۴۵) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کسی کو بھی صرف

زور دیا گیا ہے کہ کسی کو محض رشتے نانے کے بھروسہ پر نہ رہنا چاہیے۔ خدا تعالیٰ کی قاہر بارگاہ میں اس کے اذن کے بغیر
لب کٹائی کی ہمت کسی میں ہی نہیں۔ عمل کئے جاؤ اس کے بعد بھی بخشش کا بھروسہ صرف اس کی رحمت پر رکھو مگر دنیا ہے کہ
وہ عمل صالح اور خدا کی رحمت کو تو فراموش کر چکی ہے احباب محض بڑا گناہ نسبتوں پر بھروسہ کئے بیٹھی ہے یہ اسلامی تعلیم
نہیں نہ فوز و فلاح کا یہ راستہ ہے ۔

بندۂ عشق شدی حرکت کب نسب کن حامی کہ دریں راہ ظلال بن ظلال چیزے نیست

(۶۴۵) رسول بارگاہ اہندی میں مقرب سے مقرب ہو کر بھی سرتاپا آداب عبودیت میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں وہ
میں عالم استغراق میں بھی ایک حرف اپنی زبان پر آیا نہیں لاتے حمان کی شان عبدیت سے ذرا بھی اتھا ہوا ہو۔ دیکھو

عَمَلُهُ قَالُوا لَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَدَّى فِي اللَّهِ بِرَحْمَتِهِ قَسَدًا دُؤَا
وَقَارِبُوا وَأَعْدُوا وَارْزُقُوا وَخُذُوا مِمَّنْ الدُّجَّةِ وَالْقَصْدُ الْقَصْدُ بَلْغُوا مَنْفَعَتِ عِلْمِهِ بِالْبَيْتِ
غَوْهَ عَنْ عَائِشَةَ فِي الدَّهَوَاتِ الْكَبِيرِ كَمَا فِي بَابِ قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ مِنَ الشُّكُوفَةِ.

لیسأل العبد من ربه جميع حاجاته

(۶۴۶) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ أَلْحَدُكُمْ رَبِّهَ
حَاجَتَهُ كُلَّهَا حَتَّى يَسْأَلَ شَيْعَمَ تَعْلِيمٍ إِذَا النُّقْطَمَ رَزَادِي سِرَاوَيْتَهُ عَنْ ثَابِتِ الْبَنَانِيِّ مَرْسَلًا
حَقٌّ يَسْأَلُهُ الْإِلَهَ وَحَتَّى يَسْأَلَ شَيْعَمَ إِذَا النُّقْطَمَ رَوَاهُ (الترمذی)
(۶۴۷) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَكْفُلْ لِي أَنْ لَا يَسْأَلَ

اس کا عمل آخرت میں نجات نہیں دیکھا۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا یا رسول اللہ کیا آپ کو بھی فرمایا ہاں
بھٹکوبھی بجز اس صورت کے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنی رحمت میں گھیر لے لہذا ایمانہ روی کے ساتھ عمل کرتے
رہو اور زیادہ بلند ہوا زیاں نہ کرو۔ پس کچھ صبح و شام کچھ شب کی تاریکی میں میانہ رفتار کے ساتھ چلتے رہو
منزل مقصود کو جا پہنچو گے۔ (متفق علیہ)

بندہ کو چاہئے کہ وہ اپنی سب مرادیں اللہ تعالیٰ سے مانگے

(۶۴۶) انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم کو چاہئے کہ اپنی
سب حاجتیں اللہ تعالیٰ ہی سے مانگا کرو۔ یہاں تک کہ اگر چہل کاتسہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی خدا تعالیٰ
سے مانگو۔ اور ایک روایت میں ثابت بنانی سے مرسل طور پر آتا اور اضافہ منقول ہے کہ تکبیر بھی اس مانگو اور ذکر
(۶۴۷) ثوبان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بات کا کہن خاص ہوتا
ہے کہ وہ کسی شخص سے کچھ سوال نہ کیا کرے گا تو میں اس کیلئے جنت کا خاص ہوتا ہوں۔ ثوبان نے

یہاں رحمۃ العالمین کے سامنے جب بارگاہ رب العالمین کا ذکر کیا ہے تو وہ اس کی رحمت کی طرف احتیاج میں اپنی ذات کی
کئی استغاثہ نہیں فرماتا۔ مضر بن ابی انیس فرماتے ہیں کہ ہم الامم کی رحمت کا تو یہ بھی محتاج ہیں جس کا ان رحمۃ العالمین بنایا ہے۔
یہاں رحمت کی غیر تعلیمی سرگرمی کو کہہ کام بنایا ہوا نہ صرف رحمت کا ہر وہ کچھ کہ لازم ہو سکتا ہے اس امر پر اترت ہلازم ہے کہ رحمت کی طرف
نظر اٹھانے پرستے ایمانہ روی کے ساتھ قدم بڑھائے چلے وہ اپنی منزل مقصود پر ضرور جا پہنچے گا۔

(۶۵۰) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَسْأَلُ بِوَجْهِهِ شَيْءٌ إِلَّا أَجَبْتُهُ رُبَّمَا يَبُوءُ (ابوداؤد)

اسناد اکامورکلمہا الی اللہ سبحانہ سرائل التوحید

(۶۵۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَعْطَيْتُكُمْ وَلَا أَمْنَعُكُمْ

إِنَّمَا أَمْلَأْتُكُمْ خَوْفًا وَحَيْثُ أَثَرْتُمْ (مسند ابوداؤد البخاری)

(۶۵۰) جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے روئے انور کے طفیل میں صرف ایک جنت ہی ایسی متاع ہے جو طلب کی جاسکتی ہے۔ (ابوداؤد)

مسلمان کے قلب پر ایک اللہ تعالیٰ کی فاعلیت کا نقش ہو جانا توحید کا سب سے بلند مقام ہے

(۶۵۱) ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو میں تم کو اپنی طرف سے کچھ مال دیتا ہوں اور نہ منع کرتا ہوں میں تو صرف ایک تقسیم کرنے والا ہوں جہاں مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے وہاں شاکر بس اس کو رکھ دیتا ہوں۔ (بخاری شریف)

(۶۵۰) جنت بھی اللہ تعالیٰ کے اسم کے طفیل میں اس لئے مانگی جاسکتی ہے کیونکہ وہ اس کے حصار کا محل ہے وہ نہ مخلوقات میں یا کسی چیز میں کو خالق کے روئے اللہ کے طفیل میں طلب کیا جاسکے گا کیونکہ یہی نہیں ہے
قیمت خود ہر دو عالم گفتی نریغ بالا کن کہ ارزانی ہنوز
ان احادیث میں ایک موصو کو بہ بین دیا گیا ہے کہ تا امکان وہ کسی انسان سے سوال کرنے کا خیال ہی اپنے دل سے محال ٹالے، حتیٰ کہ اگر کوئی ابوہریرہ جیسا ناچھڑا چھڑا نظر لگتا تو اس سے یہ ایک شرط ٹھہرائی گئی۔ سوچے کہ جس شریعت میں اللہ تعالیٰ نے جہنم کیلئے بھی ایک سبب العزت ہی کا وعدہ نہ بتایا گیا ہو اس میں غیر اللہ سے ایسی ایسی ملوس مٹھنا جن کے پورا کرنے کا ان میں طاقت بھی نہ ہو کہ گولہ ہو سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو مال تقسیم کرنے پر خود قہار بیتے انما انا قاسم واللہ یعطي۔ دیکھو میں تو صرف ایک تقسیم کرنے والے کی حیثیت رکھتا ہوں وہ مال دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(۶۵۱) یعنی جیسی رسول کی خود اپنی ہستی بندہ اور اس کے خدا تعالیٰ کے درمیان صرف ایک واسطہ ہوتی ہے ایسے ہی وہ مال کی تقسیم میں بھی صرف ایک واسطہ ہی رہتی ہے وہ خدا کے دیئے ہوئے مال کو اس کے حکم کے مطابق صرف ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھ دیتی ہے۔ سبحان اللہ جس جگہ اعطاء و منع کا فعل حقیقتہً بھی آپ کے ہاتھوں سے ہوتا ہے اس جگہ بھی آپ مسلمان کی نظر کو اور بلند کر کے ایک ایسی عین حقیقت کی طرف لیجاتا ہے جس میں جہاں حقیقت بھی مجاز بن کر رہ جاتی ہے۔ اسلام کی توحید کا یہ بلند مقام ہے جہاں پہنچ کر قادر مطلق کی فاعلیت و اختیار و کشف ہو رہا ہے۔ بقیہ صرف آلات و وسائل کی شکل میں نظر آنے لگتے ہیں۔

(۶۵۲) عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُرِدِ اللَّهَ بِهِ خَيْرًا يَغْفِرْهُ فِي الدِّينِ وَإِنَّمَا أَنَا قَائِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِي. (متفق عليه)

(۶۵۳) عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ اسْتَفْعَلُونِي فَقَالَ وَاللَّهِ لَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ قَالَ ثُمَّ لَبِثْنَا مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ نَلْبَثَ ثُمَّ أَتَانِي بِثَلَاثِ زُودٍ عِزِّي الدُّدَى فَحَمَلْنَا عَلَيْهَا قُلُومًا أَنْ نَطْلُقَهَا قُلُومًا أَوْ قَالَ بَعْضُنَا وَاللَّهِ لَا يَأْرُكُ لَنَا أَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَفْعِلُ فَخَلَفَ أَنْ لَا يَحْمِلُنَا ثُمَّ حَمَلْنَا فَأَرْجُوْنَا إِنَّا

(۶۵۲) حضرت معاویہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس کے متعلق بہتری کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو دین کی فہم عطا فرماتے ہیں اور میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں دینے والا تو وہی ہے۔ (متفق علیہ)

(۶۵۳) ابویوسف اشعری فرماتے ہیں کہ میں اشعریوں کی ایک مختصر جماعت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سواری مانگنے کیلئے حاضر ہوا آپ نے قسم کھا کر فرمایا میں تم کو سواری نہیں دیکھتا اور نہ اس وقت میرے پاس تم کو دینے کے لئے سواری موجود ہے۔ راوی کہتا ہے اس کے بعد پھر جتنا وقفہ اس حال پر گذرنا مقدر تھا گذر گیا پھر کہیں سے سفید کوہان والے تین اونٹ آپ کی خدمت میں آگئے آپ نے وہ ہم کو دیدیئے۔ جب یہاں کو لیکر چلے تو ہم نے کہا یا ہم میں سے کسی نے کہا (راوی کو اس بارے میں شک ہے) خدا کی قسم ان میں کبھی ہمارے لئے برکت نہ ہوگی کیونکہ ہم آپ سے سواری مانگنے کے لئے آئے تھے اور

(۶۵۴) مال کی تقسیم سے زیادہ نازک مسئلہ فہم کی تقسیم کا ہے۔ حدیث کہتی ہے کہ یہ بھی اسی ایک ذات پاک کے ہاتھ میں ہے۔ رسول وحی الہی کی تبلیغ میں اپنی جانب سے کسی کی کوئی تخصیص نہیں رکھتا وہ تو اس کو اپنے سب امتیوں کو برابر سنا دیتا ہے اب اگر مراتب و فہم کے اختلاف سے ان کے علم و فضل کے مراتب میں کوئی تفاضل پیدا ہو جائے تو یہ رسول کے اعتبار کی بات نہیں خدا کے دین کی بات ہے کسی کو زیادہ فہم دیدی کسی کو کم اس کو کہہ حق ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں جے چاہے افضل اور جے چاہے مضبوط بنا دے۔ دریک بچھن مایشاء و بختار۔ یعنی صفت خلق پھر اس میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا یہ دونوں صفیں خدا تعالیٰ ہی کی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ رسول کی ذات کو نہ مال کی تقسیم میں ہتم سمجھنا چاہئے اور نہ وحی کی تقسیم میں اور نہ سب کچھ اس بنا پر کہ اصل متصرف صرف خدا تعالیٰ کی توانا امتداد مطلق ذات ہے۔ رسول درمیان میں صرف ایک سبب واسطہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

(۶۵۳) خطابی فرماتے ہیں کہ آپ کا جملہ مال اننا غنمکم (یہ اونٹ میں نے تم کو نہیں دیئے) ایک اخلاقی جملہ تھا اور مقصد یہ تھا کہ اس میں میرا تم پر کوئی احسان نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ اس کے حکم سے میں نے تم کو یہ اونٹ دیئے ہیں اور یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ میرے حلف کا مطلب مطلقاً دینے سے انکار نہیں تھا بلکہ خاص اس وقت دینے سے

إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَذَكَّرَهُ فَأَتَيْنَاهُ فَقَالَ مَا أَنَا حَلَمٌ بَلِ اللَّهُ حَلَمٌ وَلَا فِ
إِسْمَاءِ اللَّهِ لَا أَخْلِفْتُ عَلَى يَمِينٍ قَارِي عَمْرٍَا خَيْرًا مِنْهَا إِلَّا كَفَرْتُ عَنْ يَمِينِي وَأَتَيْتُ
الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَكَفَرْتُ عَنْ يَمِينِي. (رماء البخاری)

(۶۵۴) عَنْ الْمُخْبِرِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي ذُبُرِ كُلِّ
صَلَاةٍ مَثْرُوبَةً لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ. لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
إِلَهُهُ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُخْلِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُكَ الْجَدُّ مِنْكَ الْجَدُّ (منقول علیہ)

آپ نے مذہب کی قسم کھالی تھی پھر غالباً بھولے سے آپ نے ہم کو یہ اونٹ دیدیے ہیں چلو پھر لوٹ
چلیں تاکہ آپ کو آپ کی قسم کی یاد دہانی کرادیں۔ یہ کہہ کر ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے ہماری
گفتگو سن کر فرمایا میں نے تو تم کو یہ اونٹ نہیں دیئے یہ تو تم کو اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں اور اگر بالفرض میں کسی
ایسی بات پر قسم کھا لوں پھر اس کے خلاف میں بہتری دیکھوں تو میں یقیناً اپنی قسم کا کفارہ دیدوں گا اور
جس بات میں بہتری ہوگی وہ کروں گا یا پہلے وہ کام کرلوں گا اس کے بعد اپنی قسم کا کفارہ ادا کروں گا۔ دراولی
کون وہ باتوں کے درمیان صحیح ترتیب یاد نہیں رہی (بخاری شریف)

(۶۵۴) مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرض نمازوں کے بعد یہ کلمات
پڑھا کرتے تھے۔ جسود کوئی نہیں مگر صرف ایک اللہ اس کا کوئی شریک نہیں ملک اسی کا ہے اور تمام تعزینیں
بھی اسی کے لئے ہیں اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اسے اللہ جو تو دیدیے اس سے روکنے والا کوئی نہیں اور
جو نہ دے اس کا دینے والا کوئی نہیں اور میرے سامنے کسی صاحب ثروت کی دولت بھی اس کیلئے کچھ سود مند نہیں۔

ایکارتقا۔ جب لوٹ میرے پاس آگئے تو میں نے تم کو دیدیئے یہ ہمارے لئے ایک انعام ایزدی ہے۔
(۶۵۴) سبحان اللہ! اسلام کی توحید بھی کتنی بلند ہے جس میں منہ و اعطاری دو صورتوں میں بھی شرکت کی کوئی گنجائش
نہیں رکھی گئی۔ ایک مسلمان سوا خدا کا حامی ہے کہ وہ نفی و اثبات کی صورت میں خدا کی ان صفات کو رنج و فتنہ دہرایا کرے
یعنی جس طرح لا الہ الا اللہ کی صورت میں وہ معبودانِ ممال کی شرکت کی نفی کرتا ہے اسی طرح لا مانع لما اعطیت
کی شکل سے وہ اس کی ان دو صورتوں میں بھی شرکت کی نفی کیا کرے۔ کیونکہ جب ملک اس کا ہے تو حکم بھی اسی کا
چلنا چاہئے، وہی دینے والا ہے اور وہی چھیننے والا۔ پھر اس کی بارگاہ و نبوی بادشاہوں کی طرح نہیں جہاں، قرب کا
مدار دولت پر ہو وہاں صرف اخلاص و عمل کا رآمد ہو گا کسی ثروت دولت کچھ کارآمد نہ ہوگی۔

الاعتقاد بان لغير الله اثر افوق ما اراد منه كفر

(۶۵۵) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُعْفِيِّ أَنَّهُ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَوةَ الصُّبْحِ بِأَمْرٍ مِنْ نَبِيِّهِ عَلَى إِفْرِالِ السَّمَاءِ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَذَرُونَّ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِالْكَوْكِبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ بِنُورِهِ كَذَا وَكَذَلِكَ فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكِبِ - (سرواه البخاری)

(۶۵۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَثَرُ اللَّهِ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ

کسی مخلوق کے متعلق ظاہری سببیت بڑھکر حقیقی تاثیر کا اعتقاد رکھنا کفر ہے

(۶۵۵) زید بن خالد جعفی کہتے ہیں کہ شب کو بانی برس چکا تھا اس کی صبح کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حدیبیہ میں ہم لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہو چکے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کچھ جانتے ہو تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے۔ سب نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی زیارہ جلتے والے ہیں۔ آپ نے کہا یہ فرمایا ہے کہ آج صبح میرے بندوں میں (دو فریق ہو گئے) ایک مومن ہو گیا اور ایک کافر ہو گیا۔ جس نے یہ کہا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے پانی برسا وہ ہم پر ایمان لایا اور ستاروں کا منکر ہوا اور جس نے یہ کہا کہ فلاں فلاں ستارہ کی وجہ سے پانی برسا وہ ہمارا منکر ہو گیا اور ستاروں پر ایمان لایا۔ (بخاری شریف)

(۶۵۶) ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جو برکت بھی آسمان سے

(۶۵۶) یہاں قدرت کے فیاض ہاتھوں کو ناشکر انسان۔ یہ شکوہ ہے کہ اس کی فیاضی کا کتنا بڑا ناقہ رشاق ہے کہ بارش تو وہ پیسے ایسے اس کو اس کی مخلوق کی طرف نسبت کر دے جس کو اس میں کوئی بھی دخل نہ ہو۔ واضح رہے کہ جہاں کوئی جماعت کسی مخلوق میں حقیقی یا غلط واقع تاثیر کا اعتقاد رکھتی ہے وہاں شریعت اپنا لب و لہجہ سیاق و سباق میں نہایت سخت کر دیتی ہے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں بتاروں کے متعلق عرب کا اعتقاد تھا وہ بعض اپنے ہام کی بنا پر ان کو عالم کے بہت سے حوادث میں اسی طرح مؤثر سمجھتے تھے جیسا کہ آج بہت سے ضعیف الاعتقاد مسلمان بزرگوں کو سمجھ جیتے ہیں اور تاثیر بھی ایسی جو محض ہام کے دماغوں کی تراشیدہ اور صرف دہی ہوئی۔ شریعت نے عالم اسباب میں اشارہ کے اسباب خود مقرر فرمائے ہیں مگر اس سے روکا ہے کہ غیر سبب کو سبب یا سبب کو بڑھا کر مؤثر حقیقی کے برابر بنا دیا جائے اس نے عالم میں ایک غیر مرتبط سلسلہ کا ایک دوسرے کے ساتھ الجھا دیا ہے اور محض اپنی

بَرَکَہُ إِلَّا أَصْبَحَ فَرِحْتُ مِنَ النَّاسِ بِمَا كَا فَرِحَ يُنْزِلُ اللَّهُ الْغَيْثَ فَيَقُولُونَ بَلْكَوْکِ
کَذَا وَكَذَا۔ (سواء مسلم)

(۶۵۷) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَخْبَرَنِي رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نازل فرمانا ہے لوگوں میں ایک تا ایک فرقہ اس کا منکر ہو کر رہتا ہے (کتا ظلم ہے کہ) بارش کو خدا
بجھے اور لوگ یہ کہیں کہ فلاں فلاں ستارہ کی رفتار کی وجہ سے ہوئی ہے۔ (مسلم شریف)
(۶۵۷) ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے جو قبیلہ انھا

قدرت کا نام ہے ایک کا وجود دوسرے کے ساتھ وابستہ کر کے اسی کا نام عالم اسباب رکھ رہا ہے اور بندہ کو یہ بات
کری ہے کہ وہ اصل کار فرما کسی کی قدرت کو سمجھتا ہے۔ اسلام کی توحید اس مخلوق کو برداشت نہیں کرتی کہ کوئی
شخص عالم میں ایک ذرہ کی جنبش میں بھی یہ قدرت کے سوا کسی اور کو حقیقتاً شریک سمجھے اس کا ایک ایک ذرہ اسی
کی مخلوق ہے اور اسی کی قدرت سے حرکت کرتا ہے۔

عرب میں انسانی زندگی کے لئے سب سے ضروری چیز بارش تھی اگر اس میں بھی اس کے نزدیک تاثیر متکون
کی رہے تو پھر اس کے قلب میں اپنے حقیقی خالق کی طرف کیا کشش باقی رہ سکتی ہے۔ مائل فوق و خوف کے دو
باندھیے ہیں جو مخلوق کو طوعاً و کرہاً اپنے خالق کی عبادت کی طرف اڑائے لے جاتے ہیں۔ اگر ان دونوں
میں ایک بھی کمزور ہو جائے تو انسان کی وہی جانب مخلوق کی طرف جھکنے لگتی ہے پھر وہ خوف یا طمع سے اس کے
خالق کے ساتھ شریک کرنے پر فطرتاً مجبور ہو جاتا ہے اس لئے شریعت نے جا بجا یہ تنبیہ کی ہے کہ حوادث عالم
میں صرف اسی کی ذات اثر ہے اور اسی کو موثر سمجھنا چاہئے اور اس حقیقت کو اتنا ذہن نشین کیا ہو کہ جس سے بعض
موقات کسی کوتاہ اندیش کو یہ شبہ گزرنے لگتا ہے کہ شاید وہ سلسلہ اسباب ہی کی منکر ہے جی ہاں جن مقامات پر
صرف دہم پستی ہو وہاں ایسا ہی ہوتا چاہئے اگر شریعت یہاں تعبیرات میں اتنی شدت اختیار نہ کرتی تو جو قوم
مخلوقات ہی کی تاثیر میں الجھ کر رہ گئی تھی وہ مؤثر حقیقی تک کیسے پہنچتی۔

شیخ فوری فرماتے ہیں کہ اگر بارش کی نسبت تادل کی طرف ہماری اعتقاد کے ساتھ کی ہے جب تو صریح کفر ہے
اور اگر صرف ایک علامت ہونے کی بنا پر ہے جب بھی ایسے لفظ کے استعمال کی ضرورت کیلئے جو کفر اور غیر کفر دونوں
کا تحمل ہو کتاب الاذکار (۱) جو لوگ فوجی ایمانی نہیں رکھتے وہ ان نزاکتوں کو بھی نہیں سمجھتے امدان مقہور
اسباب ہر کسی اعتقاد کا نام روشن خیالی اور علم اور دست قدرت کی اصلی طاقت پر عبور نہ کرنے کا نام جھوٹ اور
جہل رکھ جیتے ہیں یہ بڑا قصور نظر ہے۔ خدا سب لے انصاف عطا فرمائے۔

(۶۵۷) آفتاب و مہتاب اور ستاروں کے متعلق غلط اعتقادات ہی نے عرب کے قلوب میں ان کی
بجا عظمت پیدا کر دی تھی اور کسی کے متعلق اس کی حد سے زیادہ اعتقاد و عظمت ہی حقیقت اس کی عبادت کا
پیش خیمہ ہو جاتا ہے اسی لئے قرآن وحدیث نے جگہ جگہ سلسلہ سببیت کو اتنا بے وقت بنایا ہے کہ بعض کوتاہ فہم
کو تو یہ شبہ پڑنے لگتا ہے کہ شاید شریعت مرے سے اس سلسلہ ہی کا انکار کرتی ہے۔ یاد رکھو خدا تعالیٰ کی

مِنَ الْاَنْصَارِ اَتَمُّهُنَا هُمْ جُلُوسٌ لَيْلَةً مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَضِيَ بِخَيْرٍ وَاسْتَأْذَنَ
 فَقَالَ لَهُمُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اِذَا رُمِيَ بِمِثْلِ
 هَذَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَعْلَمُ كُنَّا نَقُولُ وَلَيْدٌ لِّلَّيْلَةِ رَجُلٌ عَظِيمٌ مَاتَ رَجُلٌ عَظِيمٌ
 فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَانَهَا لَا يُرْفَى بِهَا الْمَوْتُ اَحَدٌ وَلَا يُحْيَوْنَهُ وَلَكِنْ
 نَبَأٌ لَّهُ اسْمٌ اِذَا قُضِيَ اَمْرًا اسْبَغَ حَمَلُكَ الْعَرْشِ ثُمَّ سَبَّحَ اَهْلُ السَّمَاءِ الَّذِيْنَ يَلُوْنُهُمْ
 حَتّٰى يَبْلُغَ السَّبِيْحُ اَهْلَ هَذِهِ السَّمَاءِ الدُّنْيَا ثُمَّ قَالَ الَّذِيْنَ يَلُوْنُ حَمَلَةَ الْعَرْشِ لِحَمَلَةِ
 الْعَرْشِ مَاذَا قَالَ رَجُلُهُمْ فَيُخْبِرُوْنَهُمْ مَا قَالَ فَيَسْتَحْزِرُ بَعْضُ اَهْلِ السَّمَوَاتِ بَعْضًا حَتّٰى
 يَبْلُغَ هَذِهِ السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَيُخَطِّفُ اِلَيْهَا السَّمْعَ فَيَقْدِفُوْنَ اِلَى اَوْلِيَائِهِمْ وَهُمْ دُوْرٌ مَّرُوْنٌ فَلَمَّا دُوْرٌ

میں کا تھا۔ مجھ سے بیان کیا کہ وہ ایک شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ستارہ
 ٹوٹا اور روشن ہو گیا۔ آپ نے ان سے پوچھا جب زمانہ جاہلیت میں اس طرح کوئی ستارہ ٹوٹا کرتا تھا تو
 تم لوگ اس کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے تھے؟ پہلے تو انھوں نے سوچا کہ یہ خدا اور اس کا رسول زیادہ عالم ہیں
 اس کے بعد کہا کہ ہمارا عقیدہ تھا کہ اس شب میں یا تو کوئی بڑا شخص پیدا ہوا ہے یا اس کی وفات ہوئی ہے۔
 آپ نے فرمایا ستارہ نہ تو کسی کی پیدائش کی وجہ سے ٹوٹتا ہے نہ کسی کی موت کی وجہ سے۔ اصل حقیقت یہ ہے
 کہ اللہ تعالیٰ جب کوئی حکم صادر فرماتے ہیں تو دربار گاہ الوہیت کے ادب کے موافق پہلے عرش کے فرشتے
 تسبیح پڑھنا شروع کر دیتے ہیں پھر ان کی تسبیح سن کر ان کے متصل آسمان کے فرشتے تسبیح میں مشغول ہو جاتے
 ہیں یہاں تک کہ فرشتوں کی تسبیح کا یہ سلسلہ اس دنیا کے آسمان تک متصل اور مسلسل ہو جاتا ہے۔ اس کے
 بعد جو فرشتے عرش والے فرشتوں کے متصل ہیں ان سے دریافت کرتے ہیں تمہارے پورا دنیا گارنے کیا حکم
 صادر فرمایا وہ جو کچھ ارشاد ہوا تھا ان کو بتا دیتے ہیں۔ اس کے بعد ایک آسمان والے دوسرے آسمان والوں
 سے اسی طرح پوچھنے چلے آتے ہیں۔ یہاں تک کہ نوبت اس آسمان والوں تک آ جاتی ہے جہاں شیاطین ان
 خبروں کو سننے کے لئے چھپ کر کھڑے رہتے ہیں اور ان میں کوئی کوئی بات سن کر اچک بچی لے جاتے ہیں پھر

تو میرا اعتقاد صرف اتنا ہی نہیں کہ وہ ایک ہے بلکہ یہ ہے کہ عالم میں جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ درحقیقت اسی ایک کا تصرف
 ہے بحریث کا معنوں ازادوں تا آخر بار بار پڑھئے تو آپ کا قلب تمام مخلوق کی عظمت سے خالی ہو کر ایک فساد
 علی الاطلاق ہستی کی عظمت سے معمور ہو جائے گا۔

یہ بات کہ شیاطین کا آسمانوں پر جانا اور غیب کی سموری خبریں لے جانا تو جو لوگ شیاطین کے تسخیر کے اعمال

عَلَىٰ وَجْهِهِ قَهْرٌ وَلَكِنَّهُ يُخَوِّفُ فَوْقَ وَتَزِيدُ فَوْقَ (مسوہ مسلم)
 (۶۵۸) عَنِ الثَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا مُسْتَجِدًّا
 إِلَى الْمَسْجِدِ وَقَدْ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى حَتَّى اجْتَلَتْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ أَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوا
 يَقُولُونَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ إِلَّا لِمَوْتِ عَظِيمٍ مِنْ عِظَمَاءِ أَهْلِ الْأَرْضِ
 وَإِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا يَحْيَوْنِهِ وَلَكِنَّهُمَا خِلْعَتَانِ مِنْ خَلْقِهِ يُجَدُّ

وہی بات اپنے عاملوں کے پاس لے آئے ہیں اس اشار میں ان کو مار بھاگایا جاتا ہے۔ اب جو کلمہ پڑھا
 پورے آئے ہیں وہ تو درست نکلے ہے لیکن وہ راہی طرف سے اس میں بہت کمی بیشی کر دیتے ہیں اور اس
 ان کی بہت باتیں غلط نکلتی ہیں (مسلم)

(۶۵۸) نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی جلدی مسجد میں
 تشریف لائے اس وقت آفتاب کو گہن لگ چکا تھا آپ نے انہی دیر تک نماز پڑھی کہ آفتاب صاف ہو گیا اس
 کے بعد فرمایا کہ جاہلیت کے زمانہ میں لوگوں کا یہ اعتقاد تھا کہ چاند اور سورج جب گہن ہوتے ہیں تو کسی ایسے
 شخص کی موت پر گہن ہوتے ہیں جو اس وقت زمین میں سب سے بڑی ہستی ہوتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ نہ
 ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ پیدائش کی وجہ سے، وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی مخلوق
 ہیں اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی تبدیلی اپنی مخلوق میں پیدا کر دیتا ہے۔ لہذا جب کسی کو گہن لگا کرے تو

کرتے ہیں ان سے آج بھی ہر ایک تصدیق ہو سکتی ہے۔ آپ کا علم تو ایسی ہے کہ جس چیز کا آپ کو علم نہیں درحقیقت وہ جبری
 نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ جس چیز کا دنیا کی ترقی یافتہ اقوام کو علم ہے وہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے گو اس کا آپ کو
 کوئی ادنیٰ سا علم بھی نہ ہو۔ آپ کے اقرار انکار کے یہ دونوں پہلو آپ کی انتہائی انصافی پر مبنی ہیں۔

(۶۵۸) یہ سلسلہ کا واقعہ ہے، صبح مسلم میں ہے کہ اسی دن حضرت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم کے صاحبزادہ کا
 انتقال ہوا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اس قسم کے موقع پر جو آپ کی شریعت تھی وہ بلا فراموشی اس کے بعد نہایت
 اہتمام کے ساتھ ضبط دیا، یاد آ کر انی شخص زمانہ جاہلیت کے خیال کے مطابق یہ سمجھ بیٹھے کہ آج بھی گہن آپ کے صاحبزادہ
 کے انتقال کی وجہ سے ہوا ہے اس لئے آپ نے اس خیال کی تردید کی اور فرمایا کہ یہ بالکل خلاف واقعہ بات ہے کسی مخلوق
 پر کسی مخلوق کی موت و حیرت سے کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ یہ خدائی تصرفات ہیں وہ اپنی قدرت کے کھرے طرح سے
 دکھایا کرتا ہے قبلہ یہ خیال مخلوق کی تعظیم میں افراط و تفریط اللہ تعالیٰ کے تصرفات کی عظمت میں تفریط پر مبنی ہے۔ خدائی تصرفات
 کو کسی مخلوق کا اثر قرار دینا بھی ایک قسم کا شرک و کفر ہے۔ مخلوق اور اس کے حدود اختیار بالکل محدود ہیں اور اللہ تعالیٰ قادر
 کے تصرفات لامحدود۔ ان دونوں میں خلط کرنا بڑی جہالت ہے۔ یہ معلوم رہے کہ دنیا میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اسباب و
 مسببات کے سلسلہ میں داخل ہے۔ حدیث نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ گہن کا کوئی سبب نہیں ہوتا بلکہ یہ سمجھایا ہے کہ گہن

اللہ فی خلقہ ما شاء فَاَيُّهَا الْمُتَحَفِّفْ فَصَلُّوا حَتَّى يَخْبُتَ اللَّهُ أَمْرًا۔ (سواء النسانی)
 (۶۵۹) عَنْ قَتَادَةَ قَالَ خَلَقَ اللَّهُ تَعَالَى هَذِهِ الْجُورُمَ لِثَلَاثٍ جَعَلَهَا رِيشَةً لِلشَّمَاءِ
 وَرُجُومًا لِلشَّيَاطِينِ وَعَلَامَاتٍ يُتَدَيَّ بِهَا قَسَمٌ نَأْوَلُ فِيهَا يَخْبِرُ ذَلِكَ أَحْطَاوُ
 أَصْنَاءُ نَصِيبُهُ وَتُكَلِّفُ مَا لَا يَعْلَمُ۔ (سواء البخاری تعلیقاً)
 (۶۶۰) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اقْتَبَسَ بَابًا

نازیں پڑھا کر تا آنکہ ماگوں میں جھوٹ جائے یا اللہ تعالیٰ کوئی دوسرا کرشمہ کھلائے (یعنی قیامت آجائے) (نسانی)
 (۶۵۹) قتلہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو تین فائدوں کے لئے بنایا ہے۔ آسمان کی
 خوشنماؤں اور زینت کے لئے، غیب کی خبریں سننے والے شیطانوں کو مار بھگنے کیلئے اور (شب میں مسافروں
 کے لئے) راستہ پہانے کی علامتیں۔ اب جس شخص نے یہی ان تین فائدوں کے سوا اس میں اور فائدے
 تلاش کئے اس نے غلطی کھائی، اپنا وقت ضائع کیا اور خواہ مخواہ ایسی بات کے درپے ہوا جس کا اس کو علم نہیں (تعلیقاً بخاری)
 (۶۶۰) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نجوم میں ان

خواہ کسی سبب کی بنا پر ہو لیکن قابل عبرت امر ہے کہ بہر حال وہ اسباب بھی اسی کی حکومت کے نیچے ہیں جس کے نیچے
 یہ شمس و قمر وغیرہ ہیں۔ قرآن کریم نے یل و نہار کی گردش کو بھی قدرت کا بہت بڑا نشان قرار دیا ہے کیا اس کے اسباب نہیں
 ہیں یہاں اسباب سے بھرا نہیں بلکہ اس کا انکار ہے کہ جہاں سببیت بھی نہ ہو وہاں حقیقی تاثیر کا اعتقاد رکھا جائے۔ یہ
 یاد رہے کہ آپ کی حیات میں قیامت کا اگرچہ کوئی امکان نہ تھا لیکن ایک فاعلی مختار کی قدرت کا تاثر دیکھنے والے
 کی نظروں میں آئین و حواہد کا استحضار نہیں رہا کرتا اس لئے اس کا خوف غیر اختیاری اور اس کا اضطراب فطری
 ہوتا ہے۔

(۶۶۰) عرب میں عام طور پر غیب دانی کے یہی ہیں اسباب تھے یا عمر جس میں غونا اور واریج خیشہ اور شیطاں سے
 استعانت ہوتی تھی یا نجوم یا کہانت۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طور و طریق چونکہ ان تینوں سے جدا تھے اس لئے
 وہ بہت ہو ہو کر کسی تو آپ کو کہیں کسی ساحر اور کسی معجز کہا کرتے تھے نبوت سے ان کو آشنائی نہ تھی کہ یہ احوال بھی
 ان کے دماغوں میں آتا۔ قرآن کریم نے ان میں سے ایک ایک کی بڑے دلائل کے ساتھ تردید کی ہے۔
 یہ معلوم رہنا چاہئے کہ غیب دانی بھی فطری بھی ہوتی ہے قدرت نے انسان کے باطن میں کچھ قوتیں ایسی ودیعت
 فرمائی ہیں جن کی بنا پر اس کو عالم بالا سے ایک قسم کا اتصال میرا جاتا ہے اور اس کی استعداد کے بعد کچھ مادی مجرب بھی
 اس کے آئینہ فطرت میں شمس ہونے لگتے ہیں۔ صفحہ ابن خلدون نے اس پر مفصل بحث کی ہے۔

اسلام ان بیکار مشغلوں میں ڈالنا پسند نہیں کرتا کیونکہ اول تو یہ طریقے بے بنیاد اور کلمات کفر پر مبنی ہوتے ہیں
 دوم انسان کی روحانی ترقیات کے لئے انہماک و رجحان صرفت رساں ہیں۔ یہ مشغلاں میں عالم قدس کی طرف حیران

مِنْ عِلْمِ الْغُيُومِ لِغَيْرِ مَا ذَكَرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَقَدْ أَقْبَسَ شُعْبَةً مِنَ الرَّتْجِ الْمُبْجَعِ
كَاهِنٌ وَالْكَاهِنُ سَاحِرٌ وَالسَّاحِرُ كَافِرٌ (سرواہ: زمین)

الاهلال بحیوان لغیر اللہ کفر

(۶۶۱) عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ سُئِلَ عَلِيُّ بْنُ هَاشِمٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَا خَصَّنَا
بِشَيْءٍ لَمْ يَكُنْ بِالنَّاسِ إِلَّا مَا فِي قِرَابِ سَيْفِي هَذَا فَأَخْرَجَ صَحِيفَةً فَبَيَّنَا لَعَنَ اللَّهُ مَنْ
ذَكَرَ لِغَيْرِ اللَّهِ وَلَعَنَ اللَّهُ مَنْ سَرَقَ مَنَارًا أَلَا رَضِيَ فِي سِرَاطِيهِ مَنْ غَدِرَ مَنَارًا أَلَا رَضِيَ

فائدوں کے سوا جن کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے کوئی اور شیا فائدہ مال کیا تو بدعت ہے۔ (مذہب کا امثال کیا
بخوبی کاہن کی طرح غیب کی خبریں بتاتے ہیں اور کاہن ایک قسم کا جادوگر کہتا ہے اور جادوگر کافر ہے۔ (مذہب)

غیر اللہ کے نام کا جانور ذبح کرنا کفر ہے

(۶۶۱) ابوالطفیل روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ کو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام امت سے علیحدہ کچھ خاص خاص تعلیمات بھی دی ہیں انھیں لے کر آیا (اس
بارے میں آپ نے کوئی فرق نہیں کیا) ہیں کوئی بات ایسی نہیں بتائی جو عام لوگوں کو نہ بتائی ہو بجز ان چند
امور کے جو میری اس تلوار کی میان میں لکھے ہوئے رکھے ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے ایک تحریر نکالی جن میں
یہ احکام درج تھے۔ خدا تعالیٰ اس پر لعل کرے جو غیر اللہ کے قرب کی نیت سے جانور ذبح کرے۔ خدا تعالیٰ
لعنت کرے اس پر جو کسی راستہ کے نشانات چمائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ان کو ادھر ادھر کر کے۔ خدا تعالیٰ

کی مستعدی حاصل کر دیتا ہے۔ جتنا غیب انسانی ترقیات کے لئے درکار تھا اتنا انبیاء علیہم السلام کے واسطے اس کو
بتا دیا گیا ہے اور جو نہیں بتایا وہ نہ تو اس کی حاجت کا تھا اور نہ اس کے دریافت کرنے کا کوئی صحیح راستہ ہے پھر اس میں
پر غلطی اور اضطراب وقت سروکار رکھا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ نے خود میں کچھ اور تفصیلات بھی لکھی ہیں یہ سب
ظنیات اور اجتہاد ہیں اچھی اچھی مصلحتوں کے غمراہ ہیں جنہی بات پر عقیدہ رکھا جاسکتا ہے اور اس کی دعوت دی جاسکتی ہے وہ
صرف وہی امور ہیں جن کی طرف احادیث بالا میں اشارہ کر دیا گیا ہے۔

(۶۶۱) غیر اللہ کے نام کی قربانی کرنی اور غیر اللہ کے نام پر جانور چھوڑنے کی رسم قبیح قدیم سے چلی آرہی تھی۔ اسلام نے
اکر دو لوگوں کو ختم کر دیا اور سمجھا یا کہ جان صرف جان آفریں کیلئے قربان کی جاسکتی ہے یہ خاص اسی کا حق ہے نہ کسی
کے لئے جان آفرین میں شرکت ہے اور نہ اس کی قربانی میں شرکت ہو سکتی ہے۔ قرآن کریم نے ایسے جانیوں کو سورت کے

وَلَعَنَ اللَّهُ مَن لَعَنَ وَالِدَهُ وَلَعَنَ اللَّهُ مَن أَوَى مُحِبًّا. (سرواہ مسلم)

(۶۶۲) عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ يَرْفَعُهُ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ الْجَنَّةَ فِي ذُبَابٍ وَدَخَلَ رَجُلٌ النَّارَ فِي ذُبَابٍ قَالُوا وَكَيْفَ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَرَّ رَجُلَانِ عَلَى قَوْمٍ لَهُمْ صَمٌّ لَا يَجُوزُهُ أَحَدٌ حَتَّى يَقْرُبَ لَهُ شَيْئًا فَقَالُوا لِأَحَدِهِمَا اقْرُبْ فَقَالَ لَيْسَ عِنْدِي شَيْءٌ قَالُوا قَرِّبْ وَلَوْ ذُبَابًا فَقَرَّبَ ذُبَابًا فَخَلَّوْا سَبِيلَهُ فَدَخَلَ النَّارَ وَقَالُوا لِأُخْرَى اقْرُبْ فَقَالَ مَا كُنْتُ إِلَّا بِمَنْعِكَ شَيْئًا ذَوَّنَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَضَرَبُوا عَقْلَهُ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ رَوَاهُ أَحْمَدُ فِي الْوَجْهِ الْكَافِي (ابن القيم ص ۴۱)

لنت کرے اس پر جو اپنے والد پر لعنت کرے اور خدا تعالیٰ لعنت کرے اس پر جو کسی مجرم کو نہ دے۔ (مسلم)

(۶۶۲) طارق بن شہاب مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ عرف ایک کھٹی کی بدولت ایک شخص توخت میں داخل ہو گیا اور دوسرا دوزخ میں لوگوں نے تعجب سے پوچھا یا رسول اللہ یہ کیسے؟ فرمایا کسی قوم کا ایک بت تھا ان کا دستور یہ تھا کہ کوئی شخص اس پر ہیئت چڑھائے بغیر ادھر سے گزر نہیں سکتا تھا اتفاق سے یہ دو شخص ادھر سے گندے انھوں نے اپنے دستور کے مطابق ان میں سے ایک شخص سے کہا نیاز چڑھاؤ وہ بولا اس کیلئے میرے پاس تو کچھ نہیں وہ بولے کچھ نہ کچھ تو ضرور چڑھاؤ خواہ ایک کھٹی ہی ہو۔ اس نے ایک کھٹی چڑھادی اور اس وجہ سے وہ دوزخ میں گیا انھوں نے اس کو تھپوڑ دیا اب دوسرے سے کہا کہ تو بھی کچھ چڑھاؤ بولا اللہ کی ذات کے سوا میں تو کسی اور کے نام کی نیاز نہیں لی سکتا، یہ سن کر انھوں نے اس کی گردن لٹادی اس نے جنت میں داخل ہو گیا (احمد)

گوشت اور مولیٰ معنی میں شام کیلئے گویا اس نے عمل نام زدگی کی وجہ سے اب وہ خنزیر کی طرح بن گیا ہے جس پر ایک ہزار بار بھی بسم اللہ پڑھو تو بھی حلال نہیں ہو سکتا۔ جانوروں کے معاملہ میں یہ غلط طریقے رائج تھے ان کو بت یا اور کسی غیر اللہ کے نام پر چھوڑ دیا جیسا آج کل ہندوستان میں سائنڈ و فریہ چھوڑے جاتے ہیں یا غیر اللہ کے نام پر ہیئت چڑھانا یا ان کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لینا اسلام نے ان پر سرس طریقوں کو قابل نفرت سمجھا ہے۔ — — — — — روائے والد پر لعنت کرنا تو اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ یہ شخص دوسرے کے والد پر لعنت کرے اس کے جواب میں وہ اس کے والد پر لعنت کرے۔ حدیث یہ کہتی ہے کہ جو تکہ یہ شخص اپنی بد اخلاقی کی وجہ سے اپنے والد پر لعنت کا سبب بنائے اس نے یہ بھی اس جرم کا ترکب شام ہوگا اور اب اس دوزخ جہنم میں تو ہوا و راست والد پر لعنت کرنے پر بھی کچھ تعجب نہیں رہا۔ — — — — — اسی طرح کسی مجرم کو نہ دے دینی خرافا اس کا جرم قتل و غارت ہو یا بد دینی و بدعت۔ یہ بھی لعنت کا موجب ہے۔ — — — — — سنائی میں سائل کے جواب میں مذکور ہے کہ حضرت علی کو اس پر اتنا غصہ آیا کہ چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا کہ یہ تو میری نہیں سکتا کہ آپ پوشیدہ طور پر مجھے کوئی بات عیوہ تعلیم فرماتے۔ ہاں عرف تاہم ہے کہ کسی وقت یہ پادریاں آپ نے فرمائی ہیں اس وقت اتفاق سے میں اور آپ ہی مگر میں موجود تھے۔ غرض ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کے سلسلہ میں جو جرائم نے تیار کئے گئے ہیں یہ سب بعد کی بگڑت ہیں۔ تعلیم و تعلم میں منصب ہو کر کسی تفریق کو برداشت نہیں کر سکتا۔

(۶۶۳) عَنْ بُيُشَةَ الْهَذَلِي قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنَّا لَنَكْفُرُ عَنْ بَيْتَةٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَمَا نَأْمُرُ نَا قَالَ إِذْ جَعَلُوا اللَّهَ عَنْ رَجُلٍ فِي آيَةِ شَيْءٍ كَانَتْ
وَبَرُّ وَابْنِهِ عَنْ رَجُلٍ وَأَطْعَمُوا - (رواه النسائي)

(۶۶۴) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ زَيْدَ بْنَ عَمْرٍو بْنَ
نَفِيلٍ يَأْتِيهِمْ بِلَدٍّ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَنْزِلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَحْيُ فَقَدْ مَثَّ إِلَى
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُرَّةً فَأَبَى أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا ثُمَّ قَالَ زَيْدُ بْنُ عَمْرٍو إِنِّي لَسْتُ أَكُلُ مِنْهَا
تَذْبُحُونَ عَلَى أَنْصَابِكُمْ وَلَا أَكُلُ إِلَّا مَا ذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنْ زَيْدُ بْنُ عَمْرٍو كَانَ يَغِيبُ
عَلَى كُفْرَانِشِ ذَبَا حُجْرُهُمْ يَقُولُ الشَّاهُ خَلَقَهَا اللَّهُ وَأَنْزَلَ لَهَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً وَأَبْنَتْ لَهَا مِنَ

(۶۶۳) بیٹھ ہنری روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ہم کفر کے زمانہ میں
ماورج میں تھیں تو اس کے نام کی قربانی کیا کرتے تھے اب اس کے متعلق آپ کا ارشاد کیا ہے۔ فرمایا
ہیں (جب جانور ذبح کرو) تو ایک خد کے واسطے ذبح کیا کرو خواہ وہ کسی مہینہ میں ہو اور اللہ تعالیٰ ہی
کی فرمانبرداری کیا کرو اور اسی کے نام پر کھانا کھلایا کرو۔ (نسائی)

(۶۶۴) عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ مقام بلدح کی تختانی سمت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی زید بن عمرو بن نفیل سے ملاقات ہوئی اس وقت تک آپ پر وحی کا نزول شروع نہیں ہوا تھا آپ
کے سامنے کھانے کا دسترخوان پیش کیا گیا آپ نے اس کو کھانے سے انکار فرمادیا اس کے بعد زید پر لے
جو جانور تم لوگ اپنے بتوں کے سامنے ذبح کرتے ہو میں ان کا گوشت نہیں کھاتا میں تو صرف اس جانور
کا گوشت کھاتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ زید قریش کے زیدوں پر نکتہ چینی فرمایا کرتے
اور کہا کرتے تھے عجیب بات ہے کہ بکری کو سید اقدس تعالیٰ کرے اور ہی اس کے لئے آسمان سے بارش بھیجے

(۶۶۳) یعنی یہ سب معارف خیر ہیں بشرطیکہ ان میں نیت اللہ تعالیٰ کی ہو۔ اگر نیت بدل جائے تو پھر یہ
اچھے اچھے کام بھی نیک نہیں رہتے۔ غیر اللہ کے نام پر قربانی کرنی کفر کی ایک قدیم رسم تھی اور اس کی مختلف صورتیں تھیں
شریعت نے یہاں ایک قاعدہ کلیہ بتا کر ان سب کو دیکھا ہے اور یہ قاعدہ یہ ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے نام کا
جانور ذبح نہ کرنا چاہئے۔

(۶۶۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو فعلی وحی سے قبل ہی صوم خیر کی رسم پر عمل فرما رہے تھے لیکن آپ کے علاوہ خال خال ایسے
لوگ ابھی موجود تھے جو بت پرستی کا اثر سے افعال خیر کے عزائم نہ کرتے تھے ان میں سے ایک یہ زید بن عمرو بھی تھے۔ حضرت شاہ
عبد العزیز نے لکھا ہے کہ غیر اللہ کے نام کا جانور ذبح نہ کرنا بھی ملت براہیم کا ایک حکم تھا۔ (دیکھو ترجمان السنہ ج ۱ ص ۵۴۱)

الْأَرْضِ ثُمَّ تَدْبَحُوهَا عَلَى غَيْرِ اسْمِ اللَّهِ تَكْفِيرًا لِّذَلِكَ وَلَعَلَّكُمْ مَآلِكُمْ (سورہ البقرہ)

(۶۶۵) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَتْ عَلَى النَّارِ فَرَأَيْتُ فِيهَا امْرَأَةً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ تُعَذِّبُ فِي هَرَّةٍ رَهْمًا رِبَطَتْهَا فَلَمْ تَطْغُمْهَا وَلَمْ تَدْعُهَا تَأْكُلْ مِنْ خُثَايِ الْأَرْضِ حَتَّى مَاتَتْ جُوعًا وَرَأَيْتُ عَمْرُو بْنَ عَامِرٍ الْخَزَاعِيَّ يَجْرُ قَصْبُهُ فِي النَّارِ وَكَانَ أَوَّلُ مَنْ سَيَّبَ السَّوَابِ - (سرواہ مسلم)

الحلف بغير الله كفر من الشرك

(۶۶۶) عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْأَمَنْ كَانَ حَالِفًا

اور وہی اس کے لئے سبزو اگائے پھر یہ کس قدر ظلم ہے کہ تم اس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرو اس تقریر سے زید کا مقصد ان کے اس فعل پر انکار کرنا تھا۔ (بخاری شریف)

(۶۶۵) جابر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے سامنے دو رخ پیش کی گئی تو میں نے دیکھا کہ اس میں ایک عورت کو عذاب ہو رہا ہے اس بنا پر کہ اس نے اپنی بی بی کو ماندہ رکھا تھا اور نہ تو وہ اس کو خود کچھ کھائے نہ کو دیتی اور نہ اس کو چھوٹی تھی کہ وہ خود جل پھر کر زمین کے کبڑے کھوٹے کھا لیتی یہاں تک کہ وہ بھوک کے مارے مر گئی اور میں نے اس میں عمرو بن عامر خزاعی کو بھی دیکھا کہ وہ دفن میں اپنی آنٹیں کھینچنے کھینچنے پھر رہا ہے یہ پہلا وہ شخص تھا جس نے نبی کے نام پر جانور چھوڑنا ایجاد کئے۔ (مسلم شریف)

غیر اللہ کے نام کی قسم کھانی ایک قسم کا شرک ہے

(۶۶۶) ابن عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا سن لو جس کو قسم کھانا ہی ہو صرف ایک اللہ تعالیٰ کے نام ہی کی قسم کھائے۔ قریش کی عادت تھی کہ وہ اپنے باپ

(۶۶۶) اس روایت سے معلوم ہوا کہ قسمیں کھانے کی عادت شریعت میں پسندیدہ نہیں ہے پس چاہئے کہ بے ضرورت قسمیں نہ کھائی جائیں اور اگر کسی مجبوری سے کھانا ہی ہو تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی قسم کھائی جائے باپ دادے یا کسی اور کی قسم نہ کھائی جائے۔ امام بخاری نے (مناقب ہاجرین کے باب سے قبل) ابراہیمؑ سے نقل کیا ہے کہ ابو ایضہؓ نے اعلیٰ الشہادۃ والحدود عن صفدر (لکھن میں ہیں) اس بات پر تنبیہ کی جاتی تھی کہ ہم باہمی گفتگو میں شہادت یا عہد وغیرہ کے الفاظ بے محابا استعمال نہ کریں تاکہ ان کی اہمیت ہمارے ذہنوں سے نہ نکل جائے۔ (ج ۱ ص ۵۱۵)

فَلَا يَحْلِفُ إِلَّا بِاللَّهِ فَكَانَتْ قُرْبَشٌ يَحْلِفُ بِأَبَائِهَا فَقَالَ لَا تَحْلِفُوا بِأَبَائِكُمْ (سواء البخاری وغیرہ)
(۶۶۷) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ
حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ أَشْرَكَ (سواء الترمذی)

سبب المسلم فسوق و قتال کفر

(۶۶۸) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَابُ الْمُسْلِمِ
فُسُوقٌ وَ قِتَالُهُ كُفْرٌ (سواء البخاری وغیرہ)
(۶۶۹) عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّكَ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي

دادوں کی قسمیں کھا پا کرتے تھے آپ نے منع فرمادیا کہ ان کے نام کی قسمیں مت کھایا کرو۔ (بخاری)
(۶۶۷) ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سلسلہ ہے کہ جن
نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔ (ترمذی)

مسلمان کو سخت و ست کہنا فسق کی بات ہے اور اس کے جنگ کی کفر کی حرکت ہے

(۶۶۸) عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو برا بھلا کہنا
فسق کی بات ہے اور اس سے لڑنا تو کفر کی بات ہے۔ (بخاری)
(۶۶۹) ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ میرے بعد

(۶۶۷) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہاں حلف بغیر اللہ کو ایسا ہی شرک کہا گیا ہے جیسا دوسری حدیث میں آیا کہ شرک
کہا گیا ہے۔ دونوں حدیثوں کا مطلب شرک کا حقیقہ حکم لگا دینا نہیں ہے بلکہ ان افعال کی اہمیت ذہن نشین کرنا ہے
اس لئے ان کو غلط نظر شرک کہنا چاہیے۔ بات یہ ہے کہ جن کی قسم کھائی جاتی ہے اس کی غیر معمولی عظمت قلب میں
جاگزیں ہوتی ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص غیر اللہ کی قسم کھاتا ہے تو اس کے یہی معنی ہیں کہ اس کے قلب میں غیر اللہ کی
عظمت اللہ تعالیٰ کے برابر ہے یہی شرک ہے۔

(۶۶۸) گویا سب و شتم کی برائی تو کسی حد تک قابل برداشت ہو سکتی ہے لیکن مسلمان سے قتل و قتال کرنا قابل
برداشت نہیں ہو سکتا یہ کفر کی حرکت ہے اور بڑی حد تک رشتہ اسلامی قطع کر دیتی ہے۔

(۶۶۹) ہم بتا چکے ہیں کہ جس طرح اسلام دراصل صرف شہادتین کا نام ہے مگر اس کے کچھ مخصوص افعال بھی ہیں جو
اس کی اس شہادت باطنی کے گواہ کہلاتے ہیں۔ ان افعال کو شہادتین کے ساتھ ایسا گہرا تعلق ہے کہ گویا یہ افعال ان کا
ایک قالب ہیں اس لئے ان کا اختیار کر لینا اسلام ادا ان کا ترک کرنا کفر سے موسم ہوتا ہے اسی طرح کفر اگر چہ

كَفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ. (مرہاہ البخاری عن ابن عباس وابی بکرۃ ایضا والحدیث متفق علیہ)

صنع صور الحیوان تشبیہ بخالقہ اللہ تعالیٰ

(۶۷۰) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يُصَاهَوْنَ بِحُلَيْنِ اللَّهِ. (متفق علیہ)

(۶۷۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَمَنْ أَكْثَلُهُمْ مِنْ ذَهَبٍ يَخْلُقُ يَخْلُقُ فَلْيَخْلُقُوا خَيْرًا أَوْ لِيَخْلُقُوا خَيْرًا أَوْ لِيَخْلُقُوا خَيْرًا (متفق علیہ)

(۶۷۲) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّ مَصْبُورٍ

بھڑکا قول کی سی حرکتیں نہ کرنے لگتا کہ آپس ہی میں ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

تصویر کشی اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت کی نقالی پر

(۶۷۰) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی خالقیت کی نقلیں اتارنا چاہتے ہیں (یعنی مصور) (متفق علیہ)

(۶۷۱) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بھلا اس سے بڑھ کر ظالم آدمی کون ہوگا جو (مخلوق ہو کر) میری طرح خالق بننے کا ارادہ رکھتا ہو اچھا تو ایک چوٹی ہی بنا کر دکھا دے (یہ نہ بھی) ایک دانہ یا ایک جوہی بنا کر دکھا دے۔ (متفق علیہ)

(۶۷۲) ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے خود سنا ہے کہ جتنے

اسلامی عقائد کے برخلاف عقائد کا نام ہے لیکن کفر کی زندگی کے بھی کچھ لازم ہیں جو بعض اوقات خود تو کفر نہیں ہوتے مگر انسان کے کافر ہونے کا جہن ثبوت شمار ہوتے ہیں۔ حدیث میں اس قسم کے افعال کو بھی کفر کے افعال کہا گیا ہے اور مومن کے لئے یہ پسند نہیں کیا گیا کہ اس کی زندگی میں یہ افعال کو کفر نظر آئیں۔ اسلام کے بعد اس قسم کے افعال سے کافر نہیں کہا جاسکتا مگر اس کفر نا اسلام کا اسلام کہنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ مسلمان کو چاہئے کہ جس طرح وہ شرک و کفر سے بچتا ہے اسی طرح ایسے افعال سے بھی بچتا ہے جن کو کفر کی زندگی کے افعال سے بہت ہی قریبی علاقہ ہو۔

(۶۷۲) خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت اور اس کی قدرت کا ملکہ کا سب سے بڑا مظہر انسان ہے اسی لئے قرآن کریم نے جا بجا انسان کی پیدائش پر غور و تفکر کی دعوت دی ہے اور اس کو اپنی ہستی کا یقین دلانے کا سب سے آسان راستہ یہی بتایا ہے بہرہست پرستی کی ابتداء تصویروں سے ہی شروع ہوئی۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہ تصویروں سے تراشیدہ

فِي الْمَاءِ يَجْعَلُ لَهُ كُلَّ صُورَةٍ صَوْرَةً مَا نَفْسًا فَيُعَدِّ بِنَفْسٍ جَهَنَّمَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَوْ أَنَّ كُنْتُ
لَا بَدَّ قَاعِلًا فَاصْنَعِ الشَّجَرَةَ وَمَا لَوْ رُوِيَ لَهُ فَيَعِدُّ (متفق عليه)

(۶۷۳) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ ائْتَلَقْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي الْإِجْلِسُ
وَصَعِدَ عَلَيَّ مَنِيَّ كَيْفِي فَنَزَلْتُ لَا تَبْهَيْ بِيهِمْ قَرَأْتُ أَيْ مَقِي صُغَرًا نَزَلَ وَجَلَسَ لِي

مصور ہوں گے ان کی ہر تصویر کے مقابلہ میں جو انھوں نے دنیا میں بنائی ہوگی ایک ایک شخص مقرر کیا
جائے گا جو ان کو دوزخ میں عذاب دیا کرے گا۔ ابن عباس فرماتے ہیں اس کے بعد بھی اگر نہیں تصویر
بنانا ہی ہو تو درخت کی بنا لو اور ایسی چیزوں کی بنا لو جو عاقلانہ نہ ہوں۔ (متفق علیہ)

(۶۷۳) حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلے آپ نے (بیت اللہ کے اندر) ایک
مجھ سے فرمایا بیٹھ جاؤ اور آپ میرے کانہوں پر چڑھ گئے میں آپ کو لے کر کھڑا ہونے لگا تو آپ نے

ہوتے ہیں۔ اور تصویر قلم کی کشیدہ نیز انہر قالی کے اسماء حسنی میں اس کا ایک اسم مبارک المصور بھی ہے قدرت کو اپنی
اس صفت پر بڑا نام ہے اس نے اپنی مصوری کے کارنامے جا بجا پیش کئے ہیں اور اس کا سب سے بڑا شاہکار انسان کی
صورت ہی کو قرار دیتے جو قدرت کے اس شاہکار کی نعل امانا چاہتا ہے قدرت اس کو معاف نہیں کرتی۔ نیز خالقیت
اس کی ایسی صفت ہے جس میں ایک سوئے چراغ کے انسان کے نزدیک بھی شرکت کا احتمال نہیں اسی لئے قرآن کریم نے
توحید فی الہدات کو مقبول بنانے کے لئے جگہ جگہ اپنی خالقیت کو ہی سامنے رکھا اور یہ مطالبہ کیا ہے کہ جب کسی چھوٹی
بڑی مخلوق کی پیدائش میں ہمارا کوئی شریک نہیں تو پھر ہمارے خاص حق عبادت میں کوئی شریک کیوں ہو۔ لہذا تصویر کشی
میں انسانی استطاعت کی حد تک خدا کی خالقیت کا ایک قسم کا مقابلہ بھی نظر آتا ہے اور اس میں خدا تعالیٰ کے سب سے
بڑے حق عبادت پروردگار بڑی بڑی ہے اس لئے چاہئے تو یہ تھا کہ ہر قسم کی تصویر کشی ممنوع ہو جاتی۔ غالباً اسی لئے حضرت
ابن عباسؓ نے درخت وغیرہ کی تصویر بنانے کی اجازت تو دیدی مگر بادل ناخراستہ دی لیکن اسلام کی یہ فراغ حوصلگی ہے
کہ اس نے کسی جگہ بھی سہولت کے دھماکے بند نہیں کئے اور ہر باب میں انسانی دماغ کی ترقی اور منافع دینا سے شغ کی
بڑی حد تک اجازت دیدی ہے دیکھئے کہ ہم کو صرف مردوں کے حق میں حرام فرمایا پھر ان کے لئے بھی ایک خاص مقدار تک
اجازت دیدی۔ اسی طرح کھانے اور پینے کی بہت چیزیں حرام کیں لیکن ان سے زیادہ حلال فرمائیں۔ سونے چاندی کے
ظروف ممنوع قرار دیئے مگر غرور توں کے حق میں ان کے زیورات پھر جائز کر دیئے اور مردوں کے کھیل تماشے کے لئے بھی چاندی
کی ایک مخصوص مقدار کی اجازت دیدی۔ تنظیم و تکریم میں اگر ایک جگہ کی ممانعت کی تو اس کے سینکڑوں اور پڑے جائز کر دیئے
اسی طرح مصوری میں اگر ایک ذی روح کی تصویر سے روکا تو اس کے علاوہ فی تصویر کی ترقی کیلئے بہت سی صورتیں مباح کر دی
مگر انسان حریف ہی نہیں بلکہ ایک برتری قسم کا باغی ہے کہ ان مباحات کی بیچارہ ستروں سے بھی اس کی نیت نہیں بھرتی آخر وہ ٹھیک حرام
میں قدم رکھ کر ہی دم لیتا ہے۔ قتل اکاذبان ماکذہ۔ یہاں مسئلہ تصویر پر بحث کرنا مقصود نہیں صرف ان احوال کو بتانا مقصود
ہے جن سے اسلام کی مقدس اور نازک توحید کو کہیں دور کے علاقہ سے بھی صدر پہنچ سکتا ہے۔

(۶۷۳) نبوت کے اس جبل عظیم الشان کا بار اسد اللہ بھی جتنا سنبھال گئے تعجب خیر تھا آخر اس کی تاب نہ لاسکے

بِئْسَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لِي اَصْعَدْ عَلَيَّ مِنْكُمُ فَقَصَّعْتُ عَلَى مَنِيْكَرٍ قَالَ
فَتَهَضَّ بِي فَرَأَيْتُهُ يُجْعِلُ اِلَيَّ اَنِّيْ لَوَسَّيْتُ لَوَلْتُ اُنْفُ الثَّمَاءِ حَتَّى صَوَدْتُ عَلَى الْمَنِيْكَرِ
وَعَلَيْهِ عِشَالٌ صُغُرٌ اَوْ حُمَامٌ اَنَا وَلَهُ عَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَيَمِيْنُ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ حَتَّى
اسْتَمْتَلْتُ مِنْهُ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِفْدَيْتَ بِهِ فَاَلَكْسَرِمَا يَنْكَبُ
الْفَوَارِيْهُ لَمْ تَزَلْتُ فَاَنْطَلَقْتُ اَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْنِيْنُ حَتَّى
لَوَارِيْنَا يَا لِبُؤْسِ خُفْيَةٍ اَنْ يَلْقَانَا اَحَدٌ مِنَ النَّاسِ - (رواه احمد)

محسوس کیا کہ مجھے اٹھنے میں کچھ دشواری ہو رہی ہے یہ دیکھ کر آپ اتر پڑے اور میرے سامنے خود بیٹھ گئے
اور فرمایا اچھا تو تم میرے کانڈھوں پر چڑھ جاؤ۔ میں آپ کے کانڈھوں پر چڑھ گیا۔ یہ فرماتے ہیں۔
آپ مجھ کو لے کر کھڑے ہوئے تو مجھے اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان
کو اٹھ لگا سکتا ہوں۔ اتنا اونچا ہوا کہ بیت اللہ پر پہنچ گیا۔ اس وقت بیت اللہ میں ہسٹل
یا کنبے کے بت رکھے ہوئے تھے میں ان کو اپنے دائیں، بائیں، سامنے اور پیچھے سے اٹھانے لگا
یہاں تک کہ میں نے سب اٹھائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ان کو پھینک دو
میں نے ان کو پھینک دیا اور وہ گر کر شیشے کی طرح چور چور ہو گئے پھر میں اتر آیا اور میں اور
اسحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جلدی جلدی گھروں کی دیواروں میں چھپتے ہوئے واپس آگئے کہیں
ایسا نہ ہو کہ کفار ہمیں دیکھ پائیں۔ (احمد)

اور بیٹھ گئے پھر جب آپ کے کانڈھوں پر جگہ مل گئی جن کی رخصت کے سلسلے عرض ہوئی تھی اٹھ اٹھ کر آسمانوں کی
بلندیوں کو ہاتھ لگانا ایک تماشہ نظر آنے لگا اور ایسا ہی ہونا بھی چاہئے تھا۔ معلوم ہے کہ یہ خاص خاص مناظر ہیں جو خاص خاص
مواقع پہنچنے پر ہوتے ہیں۔ بیت اللہ کی دیواروں سے بتوں کے مجھے تارنے کے وقت ایسے ہی نظارے کی ضرورت تھی چنانچہ
قدرت نے وہی نظارہ حضرت علیؑ کے سامنے کر دیا تھا۔ اس سے قبل جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل
ذبح اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام خاند کعبہ کی بناء فرما رہے تھے تو جس پتھر پر کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کی بنا ہو رہی تھی وہ بھی
جتنی ضرورت ہوتی اونچا ہو جاتا تھا۔ یہاں جو نظارہ نظر آیا اس کا ساکھ اور ہی تھا۔ اس جگہ خاتم الانبیاء علیہم السلام کی
فروتنی بھی قابل دید تھی کہ خدائے تعالیٰ کی راہ میں کس طرح اپنے چھوٹوں کے سلسلے اپنے نفس کو پیش کر دیا تھا۔

الضرب بکتاب الله بعضه ببعض کفر

(۶۷۴) عَنْ عُمَرَ بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمًا يَتَذَكَّرُونَ فِي الْقُرْآنِ فَقَالَ إِنَّمَا هَلَكُ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ هَذَا ضَرَبُوا كِتَابَ اللَّهِ بَعْضُهُ بِبَعْضٍ فَلَمَّا نَزَلَ كِتَابُ اللَّهِ بَصُدْتُ بَعْضُهُ بِبَعْضٍ أَكَلًا تَكْدِيًا بَوًّا بَعْضُهُ بِبَعْضٍ فَمَا أَهْلُهُمْ مِنْهُ فَقُولُوا وَمَا جَحَلْتُمْ فَيَكُونُوا إِلَى عَالَمِهِمْ (سواء احمد - وابن ماجه)

قرآن کی آیتوں میں باہم اختلاف پیدا کرنا کفر کی بات ہے

(۶۷۴) عمرو بن شعیب اپنے والدہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ کچھ لوگ قرآن کریم میں اس طرح بحث کر رہے ہیں کہ ایک شخص ایک آیت پر صائب دوسرا شخص اس کے مقابلہ میں دوسری آیت پر صائب جو اس کے خیال میں اس کے مخالف مضمون پر مشتمل ہوتی ہے پس نہ کرنا اپنے فرمایا کہ اسی حرکت کی بدولت تم سے پہلی قومیں گمراہ ہوئی اور ہلاک ہوئی ہیں وہ بھی یہی کیا کرتی تھیں کہ خدا کی کتاب کے ایک حصہ کو دوسرے سے ٹکرایا کرتیں حالانکہ اللہ کی تمام کتاب باہم ایک دوسرے کیلئے مصدق ہو کر اتری ہے اس لئے تم اس میں اختلاف پیدا کر کے اس کی تکذیب نہ کرو، اس کا جو حصہ سمجھ لو وہ تو بیان کرو اور جو تم نہ سمجھو اسے اس کے حوالہ کرو جو اس کا جاننے والا ہے۔ (احمد - ابن ماجہ)

(۶۷۴) داری کی ایک طویل حدیث میں ابوالدرداء سے روایت ہے کہ جو چیزیں اسلام کو فاسد کر دینے والی ہیں ان میں ایک بات منافق کا قرآن میں جھگڑا ڈالنا بھی ہے۔ امام احمد اور ابوداؤد اور عالم البوسری سے روایت کرتے ہیں کہ المرء فی القرآن کفر۔ (قرآن میں جھگڑنا کفر ہے) ان احادیث میں جبرال اور مراد کا مصداق بھی یہی تدار اور قرآنی آیات میں اختلاف پیدا کرنا ہے۔ جسے قرأت جوبظاہر مختلف ہیں ان کے متعلق زہری ارشاد فرماتے ہیں انما فی الامر نکون واحدا لا نختلف فی حلال ولا حرام (ہماری دین میں یہ تمام قرأتیں صرف الفاظ میں مختلف ہیں ان میں حکم ایک ہی رہتا ہے۔ حلال و حرام کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا پس حدیث کی ہدایت سے کہ قرآن حکیم دوسری سورتی کتاب کی طرح منکر بحث نہ بنانا چاہیے۔ خدا کی کتاب کا معاملہ نازک ہوتا ہے بیان حیات طے شدہ اور سب سے پہلے سلم پہنی چاہئے وہ پہلے کہ اس میں کوئی اختلاف و تناقض ممکن نہیں اس کے بعد اگر کہیں بظاہر اختلاف معلوم ہو تو اسے اپنی ہی تصویر علم سمجھنا چاہئے اور اسلوب بحث وہ اختیار کرنا چاہئے جس میں ان آیات کے درمیان توافقی پیدا ہو۔ علی نہ فریخ کر کے خواہ مخواہ آیتوں میں اختلاف پیدا کرنا اپنے لئے کفر اور دوسروں کے دلوں میں تذبذب پیدا کرنے والی بات ہے اسی لئے اس کو ہادیم اسلام قرار دیا ہے۔

الریاء شرک و خفی

(۶۷۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَتَى غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكُكَ لِي رَوَايَةٌ فَكَانَ مِنْهُ بَرِيءٌ هُوَ الَّذِي عَمِلَهُ (سرواہ مسلم)

(۶۷۶) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بِنِ أَبِي فَضَالَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَمَعَ اللَّهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِيَوْمِ لَا رَيْبَ فِيهِ تَنَادَى مُنَادٍ مَنْ كَانَ أَشْرَكَ فِي عَمَلٍ عَمِلَهُ يَهُوَ أَحَدًا أَفْلِي طَلَبُ ثَوَابِهِ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ أَغْنَى الشُّرَكَاءَ عَنِ الشِّرْكِ (سرواہ احمد)

(۶۷۷) عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَدِيسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَلَّى بِرَأْيِي فَقَدْ أَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ بِرَأْيِي فَقَدْ أَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ بِرَأْيِي فَقَدْ أَشْرَكَ (سرواہ احمد)

ریا کاری بھی ایک قسم کا خفی شرک ہے

(۶۷۵) ابوبررہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تمام شرکاء میں سب سے زیادہ شرک ہے بے نیاز میں ہوں جو شخص کوئی عمل کرتا ہے اور اس میں میرے ساتھ کسی غیر کو بھی شریک کر لیتا ہے تو میں اس کو اس شریک ہی کے لئے جھوٹ کر علیحدہ ہو جاتا ہوں اور ایک روایت میں یوں ہے کہ میں ایسے عمل سے بیزار ہوں بس وہ اسی کے لئے رہے جس کے لئے اس نے کیا ہے۔ (مسلم شریفین)

(۶۷۶) ابوسعید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ قیامت میں سب لوگوں کو جمع کرے گا جس میں کوئی شبہ نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی یہاں تک کہ جس جس نے کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے لئے کیا ہے پھر اس میں کسی اور کی بھی نیت کی ہو تو اسے چاہئے کہ (آج) اس کا ثواب اسی غیرے جا کر مانگے کیونکہ تمام شرکوں میں سب سے زیادہ شرک ہے بے نیاز اللہ کی ذات پاک ہے۔ (احمد)

(۶۷۷) شداد بن ادیس کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ جس شخص نے نائش کے لئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا جس نے نائش کے لئے روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے نائش کے لئے صدقہ دیا اس نے بھی شرک کیا۔ (احمد)

(۶۷۸) وَعَنْهُ أَنْ بَنِي فُضَيْلَ كَمَا يُبْكِيكَ قَالَ شَيْءٌ سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَخَوْثَ عَلَى أَمَقٍ الشِّرْكَ وَالشُّهُوَةِ الْخَفِيَّةِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَشِيرُكَ أَمْ تَكُ مِنْ بَعْدِكَ قَالَ أَمَّا أَهْمُ لَا تَعْبُدُونِ شُمُسًا وَلَا قَمَرًا وَلَا حَجَرًا وَلَا وَشَنًا وَلَكِنْ تَرَاؤُنَ بِأَعْمَالِهِمْ وَالشُّهُوَةِ الْخَفِيَّةِ أَنْ بُصِيحَ أَحَدُهُمْ صَائِمًا فَتَغْرِضَ لَهُ شَهْوَةً مِنْ شَهَوَاتِهِ فَيَنْتَرِكَ صَوْمَهُ (رواه احمد والبيهقي في شعب الايمان)

(۶۷۹) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ لَبِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَخَوْثَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ الشِّرْكَ الْأَصْغَرَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الشِّرْكَ الْأَصْغَرُ قَالَ الرِّيَاءُ رَوَاهُ أَحْمَدُ زَادَ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ يَقُولُ اللَّهُ لَهُمْ يَوْمَ يُجَازَى الْعِبَادَ بِأَعْمَالِهِمْ ذَهَبُوا إِلَى الَّذِينَ كُنْتُمْ تَرَاؤُنَ فِي الدُّنْيَا فَانْظُرُوا هَلْ تَجِدُونَهُمْ عِنْدَهُمْ حَزَنًا وَخَيْرًا۔

(۶۷۸) شہاد کے متعلق بیان کیا گیا کہ ایک مرتبہ ان پر گریہ طاری ہو گیا لوگوں نے سبب دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے ایک بات یاد آگئی جس کو میں نے آپ کو فرماتے خود سنا تھا اس نے مجھے روئے پر مجبور کر دیا۔ میں نے آپ کو فرماتے سنا تھا کہ مجھے اپنی امت کے متعلق شرک خفی اور شہوت خفی کا بڑا ڈر ہے وہ کہتے ہیں میں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا آپ کے بعد آپ کی امت بھی شرک میں مبتلا ہو جائیگی آپ نے فرمایا اس لئے تو وہ آفتاب و مہتاب کی عبادت کر لگی اور نہ کسی پتھر اور بت کی لیکن اپنے اعمال میں ریاء کاری کا شکار ہو جائے گی (یہ تو شرک خفی ہوا) اور شہوت خفیہ یہ ہے کہ کوئی شخص تم میں سے صبح کے وقت روزہ دار ہو پھر اس کے سامنے کوئی ایسی چیز آجائے جو اس کی مرغوب خاطر ہو اور صرف اتنی سی بات مردہ اپنا روزہ توڑ ڈالے۔ (احمد شعب الايمان)

(۶۷۹) محمد بن لبید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوب یاد رکھو مجھے تمہارے متعلق سب سے زیادہ ڈر ہے تو شرک اصغر کہ ہے لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ شرک کبھی کیا چیز ہے فرمایا ریاء اور نمائش۔ (مسند امام احمد) بیہقی نے اس میں اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیگا اس دن ریاء کاروں سے کہے گا جاؤ ان کے پاس جاؤ جن کی خاطر تم دنیا میں ریاء کاری کیا کرتے تھے اور دیکھو کہ کیا ان کے پاس تمہیں اس عمل کا بدلہ اور کچھ ثواب ملتا ہے؟

(۶۸۰) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ سَمِعَ عَلِيًّا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَحْنُ شِدَّةَ الْكُرْهِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ فَقَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ أَخَوْفُ عَلَيْكُمْ عِنْدِي مِنَ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ فَقُلْنَا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الشِّرْكُ الْخَفِيُّ أَنْ يَقُومَ الرَّجُلُ فَيُصَلِّيَ فَيَزِيدُ صَلَاتَهُ لِمَا يَرَى مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ (سواء امن ما جت)

النبی عن الجود لغیر اللہ عز وجل

(۶۸۱) عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ آمَنْتُ الْحَيْرَةَ قَرَأْتُهُمْ يُسَبِّحُونَ لِمَنَ زَاكَانَ لَهُمْ فَأَمَّيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّي آمَنْتُ الْحَيْرَةَ قَرَأْتُهُمْ يُسَبِّحُونَ

(۶۸۰) ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس باہر تشریف لائے اس وقت ہم سب دجال کا ذکر کر رہے تھے آپ نے فرمایا کیا میں تم کو وہ فتنے بتاؤں جن کا مجھے تمہارے متعلق دجال سے بھی زیادہ خوف ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور بتائیے فرمایا وہ شرک خفی ہے اور شرک خفی یہ ہے کہ مثلاً ایک آدمی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو اور اپنی نماز کو اس لئے اور بگاڑے کہ کوئی دوسرا شخص اس کو دیکھ رہا ہے۔ (ابن ماجہ)

غیر اللہ کو سجدہ کرنے کی ممانعت

(۶۸۱) قیس بن سعد بیان کرتے ہیں کہ میں مقام حیرہ میں پہنچا تو میں نے وہاں کے باشندوں کو دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں۔ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا، میں مقام حیرہ

(۶۸۰) سب دجال بلاشبہ بہت بڑا فتنہ ہو گا لیکن اس کا تعلق بہت محدود زمانہ اور محدود افراد کے ساتھ ہو گا۔ بالخصوص صحابہ کرام کو اس فتنہ سے کوئی تعلق ہی نہیں اور شرک خفی کا فتنہ ہر زمانہ اور ہر فرد کیلئے ہے اس لئے جن کی زبانوں پر ایک مستقبل فتنہ کا ذکر بڑی خان کے ساتھ آ رہا تھا ان کو آپ نے قید فرما کر ایک ایسے فتنے کی طرف متوجہ کیا جس کا اندیشہ ہر زمانہ میں ہو سکتا ہے اور ان کو بھی ہو سکتا ہے۔ وقتی طور پر متاثر قلوب کو کسی اور اہم معاملہ سے متاثر کرنے کا یہ بھی ایک فطری انداز ہے کہ جو متاثران میں پہلے سے موجود ہے اس کا رخ بدل کر اس کو کسی دوسرے معاملہ کے ساتھ قائم کر دیا جائے۔

(۶۸۱) اسلام سے قبل اپنے بادشاہوں اور سرداروں کو عمدہ تنظیمی بحال لانے کا عام رواج تھا فیصلہ اور ابرو سفیان کے طویل واقعہ کے آخر میں اس کی قوم کا سجدہ کرنا اسی رسم کے ماتحت تھا۔ اسلام نے اس رسم کا تو

لَمَزَيَانٍ لَهُمْ فَأَمَّا لَوْ كَانَ يَنْجُو لَكَ فَقَالَ لِي أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِى أَكُنْتُ تَجْعُدُ لَهُ
فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوا لَوْ كُنْتُ أَمْرًا أَحَدًا أَلَا يَجْعُدُ أَحَدٌ لَمْ يَمُتِ النِّسَاءُ أَنْ يَجْعُدَ

گیا تھا میں نے ان لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے سوا کو سجدہ کرتے ہیں۔ آپ تو اس کے سب سے زیادہ
مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا تاؤ اگر تم میری قبر پر گزندے تو کیا اس کو سجدہ
کرتے ہیں نے کہا نہیں فرمایا تو پھر اب بھی مت کرو اگر میں کسی کو یہ حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو یقیناً عورتوں

استیصال کیا ہی تھا لیکن اسی کے ساتھ اس نفاس کی بھی ممانعت کر دی کہ ایک انسان دوسرے انسان کے سامنے
دست بستہ کھڑا رہے یا اپنا سر جھکائے۔ ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام کی
نظروں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہر کر کوئی شخص بھی محبوب و محترم نہ تھا جب بھی وہ آپ کو دیکھتے تو بے اختیار اپنی
چشم و اہود کے بل کھڑا ہونا چاہتے مگر وہ اس کے باوجود کھڑے نہ ہوتے کیونکہ جانتے تھے کہ ان کا قیام آپ کو ناپسند ہے۔
دوسری روایت میں ہے کہ حضرت انس نے پوچھا یا رسول اللہ کیا ہم باہم ملاقات کے وقت ایک دوسرے کے سامنے تواضعاً
جھک سکتے ہیں آپ نے اس سے بھی منع فرمایا۔ پس جہاں قیام اور عام ملاقاتوں میں جھکنا نا پسند کیا گیا ہو
وہاں تعظیمی سجدوں کی بھلا کیا اجازت مل سکتی ہے۔

اسلام کا بڑا کمال یہ ہے کہ اس نے ہر امر میں اعتدال ملحوظ رکھا ہے عبادات تو درکنار مسرت و غم، عداوت و محبت
اور تعظیم و تکریم کی معمولی سی عادتوں میں بھی سجدہ انسان کی اختیاری تعظیم کی آخری حد ہے اس لئے اسلام نے اس کو
صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مخصوص کر دیا ہے وہ توحید کا سب سے بڑا عظم پرور ہے اس لئے ہر نقطہ پر اس نے
عبد و معبود کے حقوق متنازع کر دیئے ہیں، خالق کے حقوق مخلوق کے حقوق سے اور مخلوق کے حقوق خالق کے حقوق سے۔
ان حقوق میں علیٰ لحاظ سے خالق کا ایک واضح حق سجدہ بھی ہے اسی لئے قرآن حکیم نے اس حقیقت کا بار بار اعلان کیا ہے
کہ سجدہ کرنا صرف ایک اپنے خالق کو زیبا ہے۔ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ فَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ
تو آفتاب کو سجدہ کرو اور نہ ماہتاب کو بلکہ اس کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ پس سجدہ خالق اور صرف خالق
کا حق ہے اس میں مخلوق کے لئے شرکت کی کوئی گنجائش نہیں۔ وہ رعیتیں جو شاید ایک کامل شریعت کے نزول سے پہلے
قابل اغراض ہوں گی۔ اب سب ختم ہو گئیں اب دین ان تمام حقیقتوں کے ساتھ جلوہ گر ہو چکا ہے جو خالق کی نظر میں
پسندیدہ۔ شہرِ مکی میں اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں میں کہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ انھوں نے
آپ کو سجدے کرنے کی سنت قائم کی ہو۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیضِ تریمان سے ان پر دو نصاریٰ پر
لعنت ثابت ہے جنھوں نے اپنے انبیاء کی توبہ کو مسجد بناد ڈالا تھا۔ مذکورہ بالا حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو
صحابی صرف دوسروں کی تعالیٰ میں آپ کو سجدہ کرنے کے لئے مضطرب تھا آپ کی قبر کو سجدہ کرنا اس کے بھی وہم و گمان
میں نہ تھا۔ — یہاں آپ کے جواب سے ایک لطیف اشارہ حیرۃ النبی کے سلسلہ کی طرف بھی نکل سکتا ہے اور اس طرح
کہ اگر انبیاء علیہم السلام کی موت انسانوں کی موت کی طرح ہوتی تو آپ کا اس سے یہ سوال کرنا کہ اگر تو میری قبر پر گزند تو کیا

لَا تَزَوَّجْنِي لِمَا جَعَلَ اللَّهُ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ حِجَّتٍ (مراد ابو داؤد و مراد احمد عن معاذ بن جبل)
(۶۸۲) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ اَنَّى النَّشَامَ تَرَى النَّصَارَى تَجِدُوْهُ بَطَارِقَتَهَا وَاَسَافَتَهَا
قَالَ فَقُلْتُ لَا يَكُنْ تَصْنَعُوْنَ قَالُوْا هَذَا كَانَ نَحْنُ نَجِيَّتَهُ لِاَنْ نُبَيِّأَهُ قَبْلَنَا فَقُلْتُ نَحْنُ اَحَقُّ

کو حکم دیا کہ وہ اپنے شوہروں کو کیا کریں کیونکہ شوہروں کا حق اپنی بیویوں پر اِحتی ہے۔ (ابو داؤد احمد)
(۶۸۲) معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ وہ شام تشریف لے گئے تو انھوں نے دیکھا کہ نصاریٰ اپنے بزرگوں کو سجدے کرتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا تم لوگ یہ سجدے کیوں کرتے ہو انھوں نے کہا کہ ہم سے پیشتر نبیوں کے سلام کرنے کا طریقہ یہی تھا میں نے کہا تو پھر تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح سلام کرنے کے ان سے زیادہ حقدار ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں نے اپنے نبیوں کے سر پر جھوٹ اسی طرح لگا دیا ہے جس طرح اپنی آسمانی کتابوں میں

اس کو سجدہ کرنا، چنداں منقول نہ ہوتا کیونکہ وہ اس پر یہ عند کر سکتا تھا کہ قبر میں تو آپ زینہ نہ ہوں گے اور اب تو زینہ موجود ہیں اس لئے اگر قبر پر سجدہ نہ کروں تو اب سجدہ کرنے سے کیا امر مانع ہے لیکن آپ کے سوال سے کچھ ایسا مترشح ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے حیات و وفات کے تغیر سے ان کی حدود و تعظیم و تکریم میں شاید کچھ زیادہ فرق نہیں پڑتا وہ وفات کے بعد بھی زندہ حیات ہی کی طرح قائم رہتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام کے مدح میں جب کوئی شخص مسجد نبوی میں ذرا آواز بلند کرتا تو اس کو تنبیہ کی جاتی تھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ سجدہ تعظیمی آپ نے اپنی حیات میں کسی جائز قرار نہیں دیا۔ یہاں وفات کے بعد سجدہ کرنا تو یہ کسی کے نزدیک قابل تصور نہیں رہی نہ تھی۔ اس حاضرت کو آپ لیس ہزار سے زہیں نشین کیا کہ سجدہ تعظیمی جو قدیم سے کیا جا رہا ہے وہ حقیقت حکومت کے دیباہوں کی ایک رسم ہے اگر اسلام اس رسم کو برداشت کرتا تو سب سے پہلے زن و شوہر کے مابین برداشت کرتا کیونکہ انسانی تعلقات میں جہاں حاکمیت و حکومت کا رنگ سب سے زیادہ نمایاں ہے وہ یہی رشتہ ہے۔ والدین اگرچہ بہت بڑا حق رکھتے ہیں مگر حاکمیت اور حکومت کا جو رنگ زن و شوہر کے درمیان ہوتا ہے وہ یہاں نہیں ہوتا۔ اسی لئے سورت یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کو خاوا مصر سمجھ کر سجدہ کرنا مذکور ہے۔ بارگاہ نبوت اپنی ساری عظمتوں کے باوجود بارگاہ حکومت نہیں ہوتی بلکہ حدیث کا ملکہ کا مظہر اتم ہوتی ہے۔ اس کا سب سے بڑا فرض یہ ہوتا ہے کہ وہ عہد و مہود کے حقوق اور ان کے معنی صحیح امتیازات اس طرح واضح کر دے کہ خدا کی ساری عظمتیں معبود حقیقی کے لئے مخصوص ہو جائیں اور انسانی تعظیم و تکریم کے ادب بندوں کے لئے باقی رہ جائیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو ان کی تعظیم کر دہ توحید کا نقشہ بھی صرف خیالی رہ جائے۔ علما اس کو شرک سے کوئی امتیاز باقی نہ رہے پس جو تعظیم میرت اسلام میں نہیں اسے تو اسلام کے سرمت چمکاؤ اور چنانچہ تعظیم کی اس نے اجازت دیدی ہے اس کا انکار بھی نہ کرو۔ یہ ہے راہ اعتدال۔

أَنْ تَصْنَعُوا بَيْنَنَا وَصَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمْ كَذَبُوا عَلَيَّ أَيْمَانَهُمْ
كَمَا خَرَفُوا كِتَابَهُمْ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَبَدَ لَنَا خَيْرًا مِنْ ذَلِكَ السَّلَامُ بِحَيْثُ أَهْلُ الْجَنَّةِ رِجَالُ أَهْلِ
(۶۸۳) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتَكِنًا عَلَى عَصَا فَقَعَلَهُ
فَقَالَ لَا تَقُومُوا لِمَا تَقُومُوا إِلَّا عَاجِمُ يُعْظِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا - (رحمہ اللہ ابو داؤد)
(۶۸۴) عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَكَاؤُا إِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقُومُوا لِمَا يَعْبُدُونَ مِنْ كَرَاهِيَتِهِ لِيْلِكَ (رحمہ اللہ ترمذی) وقال هنا حدث حسن

تحریف کی ہے اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر ہم کو سلام کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے اور وہ لفظ السلام (علیکم) ہے، یہ طریقہ اہل جنت کے باہم سلام کرنے کا ہے۔ (احمد)
(۶۸۳) ابوامامہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لکڑی کا سہارا لے ہوئے باہر تشریف لائے ہم آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے فرمایا اس طرح مت کھڑے ہو اگر وہیں طرح غم کے لوگ کھڑے ہو کر بعض بعض کی تعظیم کرتے ہیں۔ (ابو داؤد)
(۶۸۴) انس کہتے ہیں صحابی کی نظروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص محبوب و محترم نہ تھا، اس کے باوجود جب وہ آپ کو دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ بات آپ کو ناپسند ہوتی ہے۔ (ترمذی)

(۶۸۳) عرب کی محبت بے تکلف اور مخلصانہ ہوتی ہے اس سے اسلام کے اخلاص میں فرق نہیں پڑتا۔ غم کی محبت پر تکلف ہوتی ہے اس میں اسلامی حدود کے ادھر ادھر سہٹ جانے کا خطرہ ہوتا ہے آپ نے ان کو تعظیم کی اسی منزل پر ہدایت دیا جہاں تک محبت بے لوث رہتی ہے اور عبادت کے ہم رنگ ہونے نہیں پاتی کسی کے سامنے دست بستہ کھڑا رہنا کھڑے رہنے والوں کی بھی ایک نفسی تعمیر ہے اور جس کے لئے تعظیم کی جائے اس کے حدود و تعظیم سے بھی زیادہ بات ہے
(۶۸۴) سبحان اللہ! صحیح محبت اسی کا نام ہے کہ ارمو صالحہ دیر بجا بھری + فاترک + ارمو لا یرید شاعر کہتا ہے کہ میں تو اپنے دل میں اس کے وصل کی تڑپ رکھتا ہوں مگر وہ میرے فراق پر تڑپا ہوا ہے اب میری محبت کا فیصلہ یہ ہے کہ میں اس کی آرزو کے سامنے اپنی آرزو و خاک میں ملا دوں اور شربت وصل کے بجائے تنہی فراق پر اصرار بر جاؤں۔ قیام فی نفسہ جا رہے مگر جہاں جہاں جذبات محبت میں حدود سے تجاوز کرنے کا خطرہ پیدا ہو سکتا تھا۔ وہاں آپ نے اپنے ہاں شادمان کو ان کے جائز حسرت و اربان بحال لینے کی اجازت بھی نہیں دی۔ اور ان کو یہ تلخ گھونٹ اس لئے پلا دیئے کہ آئندہ کہیں امت کے نادیہ ہمیں اپنی فرط محبت میں تعظیم کی حدود سے نکل کر عبادت کی سرحد میں نہ کود پڑیں۔

(۶۸۵) عَنْ أَبِي خَزِيمَةَ أَنَّهُ بَرَىٰ فِيمَا بَرَى النَّاسُ أَنَّكَ تَسْجُدُ عَلَى جَمْعَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَأَخْبَرَهُ فَأَضْطَجِعَ لَمْ يَوَقَّالْ صَدَقَ رُؤْيَاكَ فَتَسْجُدُ عَلَى جَمْعَتِهِمْ دَرَاهِمًا فِي شَهْرِ السَّنَةِ كَمَا فِي الشُّكْرِ
(۶۸۶) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي نَفْسِهِ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ
وَالْأَنْصَارِ بَعْدَ تَسْجُدِكَ فَقَالَ أَصْحَابُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَسْجُدُ لَكَ الْبُهَاقِيمُ وَالنَّجْمُ
فَتَقْنُ أَحَقُّ أَنْ تَسْجُدَ لَكَ فَقَالَ أَعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَالرَّحْمَةُ أَخَاكُمْ وَلَوْ كُنْتُ أَمْرًا أَحَدًا أَنْ
يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَا مَرَّتِ الْمَرْءَةُ أَنْ تَسْجُدَ لِرُؤُسِهَا وَلَوْ أَمْرَهَا أَنْ تَقْلَ مِنْ جَبَلٍ أَصْفَرَ

(۶۸۵) ابو خزیمہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک خواب میں یہ دیکھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی پیشانی پر سجدہ کر رہے ہیں یہ خواب آپ سے بھی ذکر کیا آپ لیٹ گئے اور فرمایا لو اپنا خواب پورا
کر لو، اس نے آپ کی پیشانی مبارک کے اوپر سجدہ کر لیا۔ (مشکوٰۃ شریف)
(۶۸۶) حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہاجرین و انصار کی
ایک جماعت میں تشریف فرما تھے کہ اونٹ آیا اور اس نے آپ کو سجدہ کیا یہ دیکھ کر آپ کے صحابہ نے
کہا، یا رسول اللہ! آپ کو جب جانور اور درخت بھی سجدہ کرتے ہیں تو ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں کیا آپ
کو سجدہ کریں، آپ نے فرمایا اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کی تعظیم کرو، اگر میں کسی کو یہ اجازت
دیتا کہ وہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرے تو عورت کو اجازت دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کر لے
اگر اس کا شوہر اسے یہ حکم دے کہ وہ زرد پہاڑ کو سیاہ پہاڑ کی جگہ اور سیاہ کو زرد کی جگہ اٹھا کر رکھ دے

(۶۸۵) کسی کے دل کی حسرت اگر اس طرح بڑی ہوتی ہے تو بھلا اس فیاض بارگاہ میں اس سے کیا
بخل ہو سکتا تھا! کتنی فروتنی فرمائی کہ کھڑے سے لیٹ گئے اور اپنے جسم کو بھی اسی خاک پر ٹا دیا جس پر وہ اپنے خدا
کو سجدہ کیا کرتا تھا۔ پھر اس سے کہا کہ اپنے خدا کو سجدہ کر خواہ اس زمین پر ہو یا اس جسم پر گویا سجدہ کا رخ بدلنے نہ
پائے مکان سجدہ خواہ کچھ رہے سہاں اضر وہ کیسا خوش نصیب ہو گا جسے آج اپنے بزرگ و برتر خدا کے سجدہ کے لئے
وہ مکان ہاتھ آ گیا جو عرضِ درسی سے بھی افضل تھا۔ جواب میں اس طرف اشارہ ہوا کہ یہ صورت بھی صرف
رؤیا و من کی تصدیق کی خاطر گولہ لائی گئی ہے صورتِ نفسِ سجدہ کے لئے کوئی وجہ فضیلت نہیں۔ قربان جائے ان
صحابہ پر جنھوں نے یہ سادہ اماں دیکھا اور پھر کسی نے یہ درخواست نہ کی۔ دراصل وہ اس حقیقت کو سمجھ گئے تھے کہ یہ صرف
ایک امتی کی ولداری ہے شریعت نہیں۔

(۶۸۶) اس حدیث میں آپ نے بڑے ایمان و ملافت کے ساتھ یہ بتا دیا کہ اخوت کا حق صرف تعظیم و تکریم
ہے عبادت نہیں۔ یہ صرف ایک ہی کا حق ہے اور اسی کے لئے بلا شرکتِ ادا کرنا چاہئے۔ ایک غیر مکلف جانور کے
سجدہ کی ایک مکلف انسان کو نقل اتارنا غلط ہے اس کا سجدہ تھا جس سے شریعت کا کوئی خطاب نہیں

إِلَى جَبَلٍ أَسْوَدَ مِنْ جَبَلٍ أَسْوَدَ إِلَى جَبَلٍ أَبْيَضَ كَانَ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تَفْعَلَهُ. (مرہا احمد)
ودعی الترمذی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت امر لحدّ النعم عن ابی ہریرۃ

(۶۸۷) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ الرَّجُلُ مِثْلِي أَخَاهُ أَوْ صَدِيقَهُ أَيْقِنِي لَهُ
قَالَ لَا قَالَ أَقِيلْتُمْ وَنَفِيتُمْ قَالَ لَا قَالَ أَقْبَا خُذْهُ بِيَدِهِ وَصَاحْخُذْهُ قَالَ نَعَمْ (مرہا الترمذی)

النہی عن اتخاذ قبور الصالحین مساجد ليقاد السرج علیہا

(۶۸۸) عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي

تو اس کا یہ فرض ہوگا کہ وہ اس کا مکہ کے لئے بھی تیار ہو جائے۔ (مسند امام احمد)
(۶۸۷) انس بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ اگر ہم میں ایک شخص اپنے بھائی
یا دوست سے ملے تو کیا اس کی تعظیم کے لئے جھک سکتا ہے فرمایا نہیں۔ انہوں نے کہا اچھا تو کیا اس کو چپ کر دینا
فرمایا اس کی بھی کیا ضرورت ہے پھر انہوں نے پوچھا کیا اس سے ہاتھ ملا کر مصافحہ کر سکتا ہے فرمایا اس میں مضائقہ نہیں (ترمذی)

بزرگوں کی قبروں کو سجدے کرنے اور ان پر چراغ جلانے کی ممانعت

(۶۸۸) عطاء بن یسار روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگتے تھے خدا یا میری قبر کو

اور یہاں بحث اس کی ہے جس کی ایک ایک جنبش کرنا کاتبین کے قلم کے پیچھے ہے۔ اسوہ صحابہ چھوڑ کر اسوہ حیران اختیار
کرنا انسانی عقل کا کام نہیں۔

(۶۸۷) اسلام نے مسرت و غم اور تعظیم و تکریم سب کی حدود مقرر فرمائی ہیں بندگی ان کی پابندی ہی میں
جران حدود سے جتنا باہر گیا یقین کر لو کہ اس نے اتنے ہی اپنے حدود بندگی توڑ ڈالے۔ اگر وہ اس پر غور ہے
تو یہ اس کی نادانی ہے۔

(۶۸۸) غضب الہی کا مشہور مورد فرقہ یہود ہے جتنی کہ مغضوب علیہم ان کا ایک لقب بن گیا ہے پھر نصاری
بھی ان ہی کے نقش قدم پر چل پڑے اور چونکہ انبیاء یہود ان کے نزدیک بھی قابل احترام تھے اس لئے انہوں نے
بھی اس بد عملی میں ان کی نقل اتاری اور جب کبھی ان کے کسی بچے آدمی کا انتقال ہوا تو انہوں نے بھی ان کی قبر کو
مسجد بنانے کا وہی دستور جاری رکھا اسی لئے حدیث میں جب خاص نصاری کی گمراہی کا ذکر آتا ہے تو رجل صالح
کا لفظ آتا ہے اور جب خاص یہود کا ذکر آتا ہے تو صرف انبیاء کا ذکر آتا ہے اور جب ان کی مشرک گمراہی کا حال مذکور ہوتا
ہے تو انبیاء اور صالحین دونوں کا ذکر ہوتا ہے جیسا کہ الفاظ ذیل سے ظاہر ہے اس کے علاوہ راوی کے
توسعات ہیں۔

وَمَا يُعْبَدُ إِلَّا اللَّهُ غَضَبَ اللَّهُ عَلَى قَوْمٍ اتَّخَذُوا الْقُبُورَ أَنْبِيَاءَهُمْ مَسَاجِدَ (رواه مالك مسند)
 (۶۸۹) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا اسْتَشْفَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ بَعْضُ بَنَاتِهِ
 كَيْفَ سَقَتْ لَهَا مَازِيَةً وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَأُمُّ حَبِيبَةَ أَتَا رَحْلَ الْحَبَشَةِ فَقَرَأَتْ مِثْلَ
 حَبَشَةٍ وَتَصَارِيهَا قَرَأَتْ فَسَقَتْ فَسَقَتْ فَقَالَ أُولَئِكَ إِذَا مَاتَ فِيهِمْ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنُوا عَلَى قَبْرِهٖ
 مَسْجِدًا ثُمَّ صَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّورَ أُولَئِكَ شِرَارُ خَلْقِ اللَّهِ - (متفق عليه)
 (۶۹۰) عَنْ جُنْدُبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَلَا وَرَأَيْتُمْ مَنْ كَانَ

ایک بت نہ بنا دینا کہ اس کی عبادت کی جائے۔ خدا بتوں کی کافروں کو پرہیزگار اٹھا جنہوں نے
 اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنا ڈالا۔ (مالک)
 (۶۸۹) حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہوئے تو آپ کی
 بعض بیویوں نے اس گرجے کا قصہ ذکر کیا جس کا نام ماریہ تھا۔ یہ گرجہ حبشہ میں تھا اور حضرت ام سلمہؓ اور
 حضرت ام حبیبہؓ پہلے وہاں جا چکی تھیں جب انہوں نے اس کے حسن و خوبی اور تصویروں کا حال بیان کیا
 تو آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا یہ وہ لوگ تھے کہ جب ان میں کسی بیک آدمی کا انتقال ہو جاتا تو
 وہ اس کی قبر پر ایک مسجد بنا دیتے اور اس میں ان کی تصویر بنا دیتے تھے یہی لوگ خدا کی مخلوق میں
 سب سے برتر مخلوق ہیں۔ (متفق علیہ)

(۶۹۰) جناب بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے آپ فرماتے تھے

(۶۸۹) حضرت ام حبیبہؓ و حضرت ام سلمہؓ اپنے اپنے پہلے شوہروں کے ساتھ مکہ سے ہجرت کے حبشہ
 چلی گئی تھیں۔ حضرت ام حبیبہؓ کے شوہر کا تو وہیں انتقال ہو گیا تھا پھر شاہ حبشہ نے ان کا عقد آپ کے ساتھ کر دیا تھا
 اور ان کا مہر بھی اپنی جانب سے ادا کر کے ان کو آپ کی خدمت میں روانہ کر دیا تھا۔ حضرت ام سلمہؓ کے شوہر کا انتقال
 وہاں سے واپس آ کر ہوا ہے اس کے بعد وہ آپ کے نکاح میں آ گئیں تھیں۔ اس تقریب سے ان دونوں نے کئی ماریہ
 دیکھا تھا۔ مریض کی خاطر داری میں عام طور پر متفرق باتوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے اسی طرح آپ کی منزل میں اس کا ذکر بھی
 آ گیا تھا مگر خدا کے مقدس رسول کو جس بات سے سب سے زیادہ دلچسپی تھی وہ خدا کے بندوں کو شرک سے نجات
 دلانا تھا اس لیے آپ کی زبان اپنی حیثیت کے آخری لمحات تک جس امر کے لیے اُتار دیا وہی خدا کی توحید تھی۔

(۶۹۰) استہدائیں ان بزرگوں کی نقشاہر گرجوں میں محض تبرک رکھی جاتی تھیں پھر رفتہ رفتہ جاہلوں نے ان کی
 عبادت بھی شروع کر دی اور ان کی قبروں پر اس طرح مسجدیں بنائیں کہ جب سجدہ کرتے تو سجدہ ان کی طرف ہوتا
 تھا۔ پہلی استہدائیں کے ہر زشت کھڑا ہے دیکھ کر آپ نے اپنی است کو اپنی حیات کے آخری سال تک تذکرہ بالا
 الفاظ میں اس کی سخت ممانعت فرمائی۔ پھر بعد میں یہ اتہام کیا گیا کہ آپ کی قبر مبارک کو کھلا ہوا نہیں رکھا گیا۔

قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وُصَايَاهُمْ مَسَاجِدَ ۚ لَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ
مَسَاجِدَ ۚ لَئِنْ أَنتُمْ كَانُمُ عَنْ ذَلِكَ ۚ (سورہ مسلم)

(۶۹۱) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَاوِرَاتِ الْقُبُورِ
وَالْمُتَخَذِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالشُّجَمَ. (رواه ابو داود والترمذی والنسائی)

النبی عن کسوة الحجارة والطين

(۶۹۲) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِي عَرَاةٍ فَأَخَذَتْ مِطْأَةً
فَسَكَرَتْهُ عَلَى الْبَابِ فَلَمَّا قَدِمَ قَرَأَ الْقُطْعَةَ فَبَدَّ بِهَا حَتَّى هَتَكَتْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللَّهَ لَمْ

بغورس لو کہ تم سے پیشتر امتیں اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کو مسجدیں بنالیا کرتے تھے۔ دیکھو تم
قبروں کو مسجدیں نہ بنانا میں تم کو اس حرکت کی سختی سے مانعت کئے جاتا ہوں۔ (مسلم)
(۶۹۱) ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے
جو قبروں پر جاتی ہیں اور جاجا کر ان کو سجدے کرتی ہیں اور چراغ جلاتی ہیں۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

گارے اور تھپڑوں کی تعمیر پر چاروں ٹالنے کی مانعت

(۶۹۲) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ کے لئے تشریف
لے گئے تھے۔ میں نے آپ کے پیچھے ایک نقشین چادر لیکر دروازہ کے اوپر ڈال دی جب آپ تشریف لائے

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ اگر جاہلوں کی بالغہ آنحضرت کا خطرہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر مبارک کھول دی جاتی پھر
جب مسجد مبارک اور وسیع کی گئی تو یہ احتیاط غلطی کی گئی کہ اس کے ارد گرد مہ اندراج مطہرات کے محروم کے ایک
چاندیاری بھی کھنچوا دی گئی تاکہ ان کی جانب سجدہ کی کوئی صورت ہی نہ رہے۔ سلف نے واتنی احتیاطیں بریں مگر
افسوس کہ امت کے ناخلف افراد نے یہ کمال دکھایا کہ جب تک زیارت کے وقت اس عمارت ہی کی طرف سجدہ نہیں
کر لیتے اپنی حاضری بیکار سمجھتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ کل اس رسول عربی کعبہ کیا حجاب دیں گے جس نے جتنے ہی اپنے لئے
کسی کا کھڑا ہونا بھی پسند نہیں فرمایا اور وہاں سے چلتے چلتے یہ ہدایت کر دی کہ دیکھنا پہلی استر کی طرح تم میری قبر کو
سجدہ نہ کرنا۔ واللہ المستعان علی ما تصفون۔

(۶۹۲) سوچو کہ اگر اپنی جات میں آپ کو اپنے گھر کی مدد دیا کہ یہ زینت پسندہ آئی تو کیا یہ زینت وفات
کے بعد اپنی قبر کی پسنداسکتی ہے پھر آپ نے اس کو بچاؤ ڈالتے پر ہی کفایت نہیں فرمائی بلکہ اس کی نوبت کو اس طرح

يَا مَعْزَكَ اَنْ تَكْتُمُوا بَحَارَةَ وَالطَّيْنِ. (متفق علیہ)

(۶۹۳) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ قَالَ لَا تَاكُلُوا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَظْلَمَ عَلَيْكُمُ الْمَصْعَبُ بْنُ عَمِيْرٍ

اور آپ نے وہ چادر پڑی ہوئی دیکھی تو اس کو کھینچ کر بھاڑ ڈالا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ حکم نہیں دیا کہ ہم پتھر اور گارے کو لباس پہنایا کریں۔ (متفق علیہ)

(۶۹۳) محمد بن کعب قرظی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے یہ حدیث اس شخص نے ذکر کی ہے جس نے خود حضرت علیؑ کو شائع کیا۔ وہ کہتے تھے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ مصعب بن عمیر آئے اس وقت ان کے جسم پر صرف ایک چادر تھی جس میں چڑے کا پرند لگ رہا تھا

واضح بھی فرمادیا کہ جو نعمت لباس ہمارے باپ آدم کو پڑی آہ و زاری کے بعد میرا آئی تھی کیا وہ اس قابل ہے کہ اس کو سب سے ذلیل مخلوق کی تذکرہ کیا جائے یعنی اینٹوں اور پتھروں کے۔ بالخصوص جبکہ اس میں اس قوم کے ساتھ پوری پوری مشابہت بھی پیدا ہوتی جو حرامی طرح جن کو بغرض تعظیم مزین کیا کرتی تھی جہاں عمل شرک کا ہموار شریعت زیتوں کا فرق نہیں کرتی۔ ظاہر ہے کہ یہاں حضرت عائشہؓ کی نیت نہ تو پتھروں کی تعظیم تھی اور نہ ان کی نیت، بلکہ آپ ہی کی تعظیم اور آپ ہی کی خوشنودی مطلوب تھی۔ مگر خدائے تعالیٰ کے رسول ایسی تعظیم سے کبھی خوش نہیں ہوتے جو بے معنی ہونے کے ساتھ ان کی حدود تعظیم سے متجاوز اور اعلیٰ شرک سے ملتبس ہوں۔ اس کے بعد اب یہ انصاف تم ہی پر ہے کہ جب خدا تعالیٰ کے سب سے برگزیدہ نبیؐ اپنے اپنے گھر کی دیواروں پر چادریں لٹکا پائیں نہیں فرمائیں تو کیا اس کی امت کے برگزیدہ افراد اپنی قبر پر بیش قیمت دو شالے پڑے ہوئے دیکھنا پسند کریں گے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توقع دے کہ وہ انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کے ساتھ ایسی بجا عقیدت نہ رکھیں جو ان کے لئے موجب تکلیف و ندامت ہو۔

صحیح حدیث میں موجود ہے کہ قیامت میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سٹارٹ کرنے کیلئے عرض کیا جائیگا تو وہ ان الفاظ میں معذرت فرمائیں گے "انی عبدت من دون الله" مجھے تو ایک قوم کی قوم خدا کے سوا مبراؤ بنائے نہیں ہے اس میں غلطی اگرچہ سراسر اسی کی ہے مگر چونکہ وہ ہے میری امت اس لئے ان کی غلطی سے آنکھیں میری نیچی ہیں۔ عیسائی اس غریب میں مبتلا ہیں کہ وہ عیسیٰ پرستی سے اپنی محبت کا حق اور ان کا تقرب حاصل کر رہے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ وہ سراسر خدا کی حق تکلفی اور عیسیٰ علیہ السلام کی ایذا رسانی کے جرم کے مرتکب ہیں۔ افسوس اس امت پر جو آخر میں اس لئے آتی تھی کہ پہلی امتوں کی گمراہیاں سن سنکر ان سے احتراز کرے مگر وہ چھانٹ چھانٹ کر ان میں ایک ایک کو اختیار کر رہی ہے۔ صدق اللہ و رسولہ لستقن من من قبلکم شہادۃ شہود ذرا عا بعد ۶۔

(۶۹۳) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ کی پوشش کا دستور آپ کے زمانہ میں بھی تھا اور یہ اسی کی صورت سمجھی جاتی تھی جس طرح خدا تعالیٰ کی ذات پاک کی تعظیم، بندوں کی تعظیم سے ممتاز تھی اسی طرح اس کے گھر کی تعظیم بھی بندوں کے گھروں کی تعظیم سے علیحدہ تھی۔ قبروں کے اور چادریں چڑھانے کا تو وہاں کوئی خیال ہی نہ تھا آپ نے اپنے انہوں سے اپنی محبوب ترین ہستیاں سپرد خاک کیں حتیٰ کہ حضرت عمرؓ کے متعلق تو فرمایا کہ اگر مجھے ان کی ہیرہ کا خیال

مُوتُ الشَّيَاطِينِ فَلَمَّا رَأَوْهَا كَانَتْ سَعِيدًا يَقُولُ لَا أَرَاهَا إِلَّا هَذِهِ الْأَقْصَاصُ الَّتِي يَسْتُرُ
النَّاسُ بِالْقَبْرِ يَبَاجِرُ - (سواء ابوداؤد)

(۶۹۵) عَنْ أَبِي هَتَمَةَ الْأَسَدِيِّ قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي هَتَمَةَ قَالَ لَا أَرَاهَا إِلَّا هَذِهِ الْأَقْصَاصُ الَّتِي يَسْتُرُ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ لَدُنْهُمْ مَقَامًا لَا يَلْمُوهَا إِلَّا هَلَسَتْ وَلَا فَمَرَّ امْتَرَفًا إِلَّا سَوِيَّتْ (رواه مسلم)

(۶۹۶) عَنْ أَبِي مُرَّةٍ الْغَنَوِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْهَلُوا
عَلَى الْقُبُورِ وَلَا تَصَلُّوا إِلَيْهَا - (سواء مسلم)

جن کو اس نے خوب فربہ کر رکھا ہے اور ان میں سے کسی ایک پر بھی سوار ہونے کی نوبت نہیں آتی اور اپنے ایک
ایسے خستہ حال بھائی کے پاس سے گذرتے ہیں جس کی سواری ہلاک ہو چکی ہے اور اس غریب کو سواری کیلئے
نہیں دیتا سہ گئے شیاطین کے مکانات وہ میں نے نہیں دیکھے - (سعيد زراوى حديث) کہتے تھے میرے خیال
میں ہوں نہ ہوں وہی پتھر سے کجاوہ ہیں جن کو لوگ ریشم ڈال کر مرنے کرتے ہیں - (ابوداؤد)

(۶۹۵) ابوالہیاج اسدی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علیؑ نے فرمایا کیا میں تم کو بھی اسی خدمت پر
مامور کروں جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مامور فرمایا تھا وہ یہ تھی کہ جس تصویر کو دیکھو اسے مٹاؤ اور
اور جس قبر کو اونچا دیکھو اسے نیچا کر دینا - (مسلم)

(۶۹۶) ابوہریرہ غنوی روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (دیکھو قبروں پر
نہ تو بیٹھا کرو اور نہ ان کو سامنے کے کے ناز پڑھا کرو - (مسلم)

لوگوں کی جرم بھی نہیں ہے گرد پاؤں رسوم شرک سے بہت کچھ مشابہت پیدا ہو رہی ہے خوب سن لو اس کی جوابدہی ہرگز ان جبروتوں کو ذمہ
نہیں ہو سکتی جنہوں نے اپنی ساری زندگی ایک ہی کلمی میں گزار دی ہر اس کا جواب ان کو دینا ہے جنہوں نے ان کی وفات کے بعد جسد و ریشم کو
تڑا ہے -

(۶۹۶) قبروں کے معاملہ میں متوسط تعلیم ہے ہر مردوں کی توہین اور ان کی حد سے تجاوز و تسلیع دونوں سے خالی چنانچہ
ایک طرف تو یہ ہے توحید کا عقائد تو یہ ہے کہ اس کی قبر کی بلا وجہ توہین کی جائے اور اس میں اتنا عمل قابل تحمل ہے کہ قبر کی
طرح اس کو سامنے رکھ کر اس کی طرف نمازیں ادا کی جائیں - افسوس کہ دنیا اس متوسط تعلیم کو بھی قائم نہ رکھ سکے کی یا تو اس نے قبروں کو
کھود کر بھیک ڈالنا اقتضائے توحید سمجھا یا پھر اس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھنا بھی خلاف توحید نہ جانا بلکہ قبروں کو سجدہ کرنا اور
ان پر جاجا کر چراغ جلا نا فرض و واجب کے درجہ پر سمجھ لیا - اسلام یہ کہتا ہے کہ جس کی قبر میں عمل کی روشنی نہ ہو اس کی قبر پر چراغ
کی روشنی کرے کیا حاصل ہو - پہلی حدیث میں قبروں کے نیچا کرنے کا مطلب - تو اگر ان کو سہارا دینا دین کی سنت ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی قبر مبارک کو صحابہ کرام اور ائمہ زہدین سے ایک ہشتادویں رکھتا - ابداؤد کی روایت میں قائم بن محمد اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں
کہ میں نے بیٹم خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو جاکر دیکھا تو وہ بالکل زمین کے برابر نہ تھی - افراط و تفریط کے دونوں واسطے
غلط ہیں - بلکہ قبروں کے متعلق جمہور احکام بیان کئے گئے ہیں ان کی ادائیگی کی صورت کیا رہتی -

الصلوة حين يعبد الكفار تشبه بمن يعبد غير الله

(۶۹۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ الصَّنَائِعِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا انْشَمَسَ نَظَلْتُمْ وَمَعَهَا قَرْنُ الشَّيْطَانِ فَإِذَا الزَّكَّافَةُ فَارْقَهَا ثُمَّ إِذَا اسْتَوَتْ فَارْقَهَا فَإِذَا أَرَأَيْتَ فَارْقَهَا إِذَا دَنَتْ لِلْغُرُوبِ فَارْقَهَا فَإِذَا أَغْرَبَتْ فَارْقَهَا وَهِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کفار کی عبادتوں کے اوقات میں نماز پر طہنی غیر اللہ کی عبادت کے مشابہ ہے

(۶۹۷) عبد اللہ صناعی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آفتاب نکلا ہو تو اس وقت اس کے ساتھ شیطان ہو جاتا ہے پھر جب آفتاب بلند ہو جاتا ہے تو وہ اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ جب آفتاب ٹھیک درمیان میں آجاتا ہے تو پھر وہ اس کے ساتھ ہو جاتا ہے اور جب ڈھل جاتا ہے تو پھر اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ جب غروب ہوئے لگتا ہے تو پھر وہ آجاتا ہے اور جب آفتاب غروب ہو جاتا ہے

(۶۹۷) سنت میں قرن کے متعدد معانی مذکور ہیں۔ امام ابن قیمؒ اپنی کتاب تلویل مختلف الحدیث میں لکھتے ہیں کہ یہاں اس کے معنی جانبیں اس کے ہیں اسی علامہ کے مطابق وہ حدیث ہے جو مشرق کی خدمت کے بارے میں آئی ہے۔ من ہذا یظلم قرن الشیطان، یعنی اس سمت سے شیطان کا سر ظاہر ہو گا۔ (یعنی اس کے فتنہ کا آغاز ہو گا) یہاں بھی قرن کے معنی سینگ کے نہیں بلکہ جانب اس ہی کے ہیں اور اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ شریعت نے ہم کو اس حقیقت کی اطلاع دی ہے کہ آفتاب کے طلوع و غروب کے وقت چونکہ کھانا اس کو سوجھ کر دیتے ہیں اس لئے شیطان اس کے ساتھ اس طرح رہتا ہے کہ آفتاب اس کے سر کے اوپر سے گزرتا ہے اس لئے شریعت ہم کو یہ حکم دیتی ہے کہ ہم ان اوقات میں نماز پڑھا کریں کہ چونکہ ان اوقات میں کفار اور شیطان کی عبادت کرتے ہیں۔ یہ تمام حقیقت ایک فیہی حقیقت ہے اگر عقل کے نزدیک اس میں کوئی امر قابل انکار ہو تو ہم اس کی تائید کر لیتے۔ لیکن جب عقلا ممکن ہے اور شریعت ہمیں اس کی اطلاع دیتی ہے تو جہاں اس کے اعتبار پر ادبی حقائق تسلیم کی گئی ہیں یہ حقیقت بھی تسلیم کر لینی چاہئے۔ (ص ۱۵۵ و ۱۵۶)

جس گرجا میں تصویریں ہوں اس میں نمازیں پڑھنے کی ممانعت کے ذیل میں مانتا ہوں تیسرے لکھتے ہیں: فالمصلیٰ فیہا مشابہ لمن یعبد غیر اللہ وان کانت یتعد الصلوة کما ان المصلی عند طلوع الشمس وعند غروبها لما نہ أبعد من یعبد غیر اللہ فی حق ذلك سد الذریعہ۔ (کتاب الرد علی المبکر فی منہج جو شخص یا تصویر گرجا میں نماز پڑھتا ہے وہ اس شخص کے مشابہ ہو جاتا ہے جو غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے اگرچہ اس کی نیت نماز ہی کی کیوں نہ ہو اسی طرح وہ وہ شخص بھی جو آفتاب کے طلوع اور غروب کے وقت نماز پڑھتا ہے وہ بھی غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کے مشابہ ہو جاتا ہے اس لئے مسند بیہ کے لئے ان اوقات میں بھی شریعت نے نماز ادا کرنے کی ممانعت فرمادی ہے۔

حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ جو قوم بھی کسی غیر اللہ کی عبادت کرتی ہے وہ حقیقت وہ شیطان ہی کی عبادت کرتی ہے چنانچہ مشرکین میں ایک جماعت فرشتوں کی عبادت کی قائل تھی وہ بزرگمذہب بھی سمجھتی تھی کہ وہ فرشتوں کی عبادت کر رہی ہے مگر حقیقت

عَنِ الصَّلَاةِ فَإِنْ جِئْتُمْ مِنْ سَجْدَةٍ ثُمَّ قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ فَانْصَرَفُوا فَإِنَّ الصَّلَاةَ كَثُورَةً مِمَّا قَامُوا
فَعَصَوْا عَنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ ثُمَّ أَقْبَلُوا فِي الصَّلَاةِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَإِنَّهَا تَغْرُبُ
بَيْنَ قَرْنَيْ الشَّيْطَانِ وَجِئْتُمْ بِسُجْدَةٍ لَهَا الْكَفَّارُ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ قَالَ وَصَوْهُ حَدِّثْنِي
عَنْهُ قَالَ مَا مِنْكُمْ رَجُلٌ يَغْرُبُ وَطُغُوهُ وَيَسْتَمْتِقُ فَيَسْتَعِيرُ الْأَخْرَثَ خَطَايَا وَحِيمٍ
فَفِيهِ وَخِيَا شَيْئِهِ ثُمَّ إِذَا هُوَ أَهْلٌ وَحَمْدٌ لِمَا أَمَرَهُ اللَّهُ إِلَّا أَخْرَثَ خَطَايَا وَحِيمٍ مِنْ
أَخْرَافِ بَحِيَّتِهِ مَعَ الْمَاءِ ثُمَّ يَعْمَلُ يَدْبِرُ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ إِلَّا أَخْرَثَ خَطَايَا يَدْبِرُ مِنْ أَتَابِهِ مَعَ
الْمَاءِ ثُمَّ يَمْسُ رَأْسَهُ إِلَّا أَخْرَثَ خَطَايَا رَأْسِهِ مِنْ أَطْرَافِ شَعْرِهِ مَعَ الْمَاءِ ثُمَّ يَعْمَلُ
قَدْ مَيَّو إِلَى الْكَعْبَيْنِ إِلَّا أَخْرَثَ خَطَايَا رِجْلَيْهِ مِنْ أَنَا مِيلِهِ مَعَ الْمَاءِ فَإِنْ هُوَ

ناز میں خدا تعالیٰ کے فرشتے آتے اور شریک ہوتے ہیں اس کے بعد نماز پڑھو کیونکہ اس وقت
دوزخ دھماکی جاتی ہے جب سایہ ڈھسل جائے تو پھر نماز پڑھ سکتے ہو یہاں تک کہ عصر کی
نماز سے فارغ ہو جاؤ کیونکہ اس نماز میں فرشتے آتے اور شریک ہوتے ہیں پھر جب تک آفتاب غروب
نہ ہو جائے نماز نہ پڑھو یہاں تک کہ آفتاب غروب نہ ہو لے کیونکہ جب وہ غروب ہوتا ہے تو شیطان کے
سر کی دو جانبوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اسی وقت کافراں کی عبادت کرتے ہیں۔ پھر میں نے
عرض کیا یا نبی اللہ اچھا وضو کے ثواب کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیے۔ فرمایا تم میں جو شخص بھی اپنے وضو کے لٹو
پانی لے کر وضو کرے اور ناک میں پانی ڈال کر ناک صاف کرتا ہے تو اس کے منہ اور اس کے کنھوں کی
ساری کوتاہیاں نکل کر جاتی ہیں پھر جب اس کے بعد شریعت کے حکم کے موافق منہ دھوتا ہے تو پانی کے
ساتھ ساتھ اس کے چہرہ کی کوتاہیاں بھی اس کی ڈاڑھی کے کناروں سے ٹپک جاتی ہیں اس کے بعد جب
کنھوں تک اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کی اٹھلیوں کے پوروں سے اس کے ہاتھوں کی
کوتاہیاں بھی نکل جاتی ہیں پھر جب سر کا مسح کرتا ہے تو سر کی کوتاہیاں بھی پانی کے ساتھ اس کے بالوں کے
کناروں سے نکل جاتی ہیں پھر جب وہ اپنے دونوں پیرنخوں تک دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے پیروں کی

دوزخ کے دھماکے بند کر دیے جاتے ہیں۔ بندوں کے اعمال ان کے آسمانوں پر اٹھائے جاتے ہیں اور فرشتوں کا نزول ہوتا ہے
اسی طرح طاغوتی مظاہروں کے بھی کچھ مخصوص اوقات مقرر ہیں شریعت نے اوقات رحمت کی اطلاع دیکر ان میں عبادت کی ترغیب
دی ہے اور اوقات شیطان میں نمازوں سے روک دیا ہے اس کے برخلاف شرک کے مذاہب میں ٹپک ان ہی اوقات کی ترغیب دی گئی ہے
جن میں شیطان طاغوت کا رجحان ہوتا ہے اس روحانی اعانت و مدد کے وجہ سے دونوں جہنم کے عبادت گزاروں کو اپنی اپنی
عبادتوں میں قرب لطف حاصل ہوتا رہتا ہے اور اپنے اپنے مذاق کے موافق جدا جدا دوپہار سے آداب قبولیت بچھ رہتے ہیں۔

قَامَ قَصَلَى مُحَمَّدَ اللَّهِ وَابْنَى عَلَيْهِ وَبَعْدَهُ بِالَّذِي مَوْلَهُ أَهْلُهُ وَقَرَعَ قَلْبَهُ
بِاللَّهِ إِلَّا انْصَرَفَ مِنْ خُطْبَتِهِ كَيْفَ شَاءَ يَوْمَئِذٍ ثَمَامَةُ (سرواہ مسلم)

النہی عن الصلوۃ الی السترۃ

(۶۹۹) عَنْ الْمُقَدَّادِ بْنِ الْأَسْوَدِ قَالَ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُصَلِّي إِلَى غُجْرَةٍ أَوْ عَمُودٍ وَلَا شَجَرَةٍ إِلَّا جَعَلَهُ عَلَى حَاجِبِهِ إِلَّا يَمَنَ أَوْ إِلَّا يُسَمِّي
وَلَا يَضُمَّدْلَهُ صَمَدًا ۱- (سرواہ ابوداؤد)

کو تاہیاں اس کے پیر کی انگلیوں کے پروں سے نکل جاتی ہیں اب اگر کہیں وہ کھڑا ہو گیا اور نماز
بھی پڑھ لی اور سبحانک اللہم پڑھ کر خدا کی حمد و ثنا کی ایسی حمد و ثنا جس کا وہ مستحق ہے اور اپنا
دل اللہ کے واسطے خالی کر لیا تو جب وہ نماز سے فارغ ہو گا تو گناہوں سے ایسا پاک صاف
ہو گا جیسا اپنی ماں سے پیدائش کے دن پاک صاف تھا۔ (مسلم)

نماز کی حالت میں سترہ ٹھیک سامنے رکھنے کی ممانعت

(۶۹۹) مقداد بن اسود کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی لکڑی یا
ستون یا درخت کی طرف نماز پڑھتے دیکھا تو ہمیشہ یہی دیکھا کہ آپ اس کو اپنے دائیں یا بائیں جانب
کر لیا کرتے تھے اور اس کو ٹھیک اپنے سامنے نہ رکھتے۔ (ابوداؤد)

بت کا بھاری گھنٹی بجا بجا کر اس کی آواز میں مست ہے اور ایک مسجد حقیقی کا عبارت گذار مؤذن کی مدائے اللہ اکبر میں
سرشار ہے۔ انبیاء علیہم السلام تشریف لاکر اس التماس کو رد کر دیتے ہیں اور توحید حقیقی کا اعلان نہ دلا دیتے ہیں کہ ہر سولے
اصدائے ندل میں کسی کی ساتھی رہتی ہے نہ زبان پر کسی کی گنجائش۔ اکثر مقامات پر طریقت نے صرف امر و نہی پر کفایت کی ہے
لیکن انسانی معرفت اللہ اس کی علمی ترقی کے لئے جہاں کسی باطنی علت پر متبغیر مائی ہے وہاں ہی نادان انسان اور اچھ گیا ہے۔
اب سوچو کہ اگر ہمارے خیال کے موافق شریعت ہر جگہ اسباب و علل کو واضح کر جائے تو ہماری فنی طبیعت اعتقاد تسلیم کے
بجائے جنگ و جدل کے کتنے راستے تلاش کر لیتی۔

(۶۹۹) کسی چیز کو سترہ بنا کر سامنے رکھ لینا بھی شرعی مصلحت کی بنا پر ضروری تھا مگر اس سے پہلے ضروری تھا کہ غیر اللہ
کے لئے سجدہ کرنے کی عادی قوم اسلام میں پھر اس نقشہ کو کہیں دیکھنے نہ پائے اس لئے اس مصلحت کے قائم رکھنے اور اس مضدہ
سے بچنے کے لئے یہ صورت تجویز کی گئی کہ سترہ تو ہے مگر اس کو دائیں بائیں کر لیا جائے تاکہ جس جگہ مسجد حقیقی کے لئے سجدہ ادا
کیا جا رہا ہے وہاں اسی کا تصور برآورد کوئی نہ ہو۔

النهي عن عتق بعض العبد لئلا يكون فيه شرك بالله عز وجل

(۷۰۰) عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ شَقِصًا مِنْ غُلَامٍ فَقَدْ كَرَّ ذَا الْمَلِكِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَيْسَ لِلَّهِ شَرِيكَ فَأَجَازَ عَتَقَهُ - (رواه ابوداؤد)

ترك الصلوة من غير عذر كفر

(۷۰۱) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْكُفْرِ بَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ (رواه مسلم)

نا تمام غلام آزاد کرنے کی ممانعت کیونکہ اس میں غلام کی مالکیت میں اللہ تعالیٰ کی ساتھ شرک کا شبہ پڑتا ہے

(۷۰۰) ابوالملیح اپنے والد بزرگوار سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے غلام کا ایک حصہ آزاد کیا اور اس کا تذکرہ آپ کی خدمت میں کیا آپ نے فرمایا اللہ کا شریک کوئی نہیں یہ کہہ کر اس کے پورے غلام کی آزادی کا حکم دیدیا۔ (ابوداؤد)

کسی عذر کے بغیر نماز قضا کر دینا کفر ہے

(۷۰۱) جابر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ اور کفر کے درمیان واسطہ صرف نماز چھوڑ بیٹھنا ہے۔ (یعنی ادھر نماز چھوڑی اور کفر کی سرحد میں داخل ہوا) مسلم

(۷۰۰) توجہ کی منزل جتنی قطع ہوتی جاتی ہے۔ شاید مسلم کفر و شرک کی بدبو سونگنے میں اتنا ہی زیادہ نازک ہوتا جلا جاتا ہو جیسا کہ اس کی طبیعت نفرت کا عالم یہ ہو جاتا ہے کہ کسی امر سے نفرت پھیلانے کے لئے اس کے سامنے شرک کا نام آجائے کافی ہوتا ہے اس مرحلہ پر ہرچیز اس کے حق میں کسی امر کی نفرت یا رغبت دلانے کا سب سے زیادہ مؤثر طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو یہ بتا دیا جائے کہ فلاں بات میں شرک کی بو ہے اھ فلاں میں نہیں۔ دیکھتے یہاں حدیث مذکور میں جلا شرک کی کیا بات تھی لیکن شریعت کو منظور ہے تھا کہ اس کے ہاتھوں سے اس کا بقیہ ملک غلام بھی آزاد کر دیا جائے مگر اس طرح آزاد کر دیا جائے کہ اس کی طبیعت پر ذرا میل نہ آنے پائے بلکہ وہ خود ہی اس کے آزاد کرنے کیلئے مضطر ہو جائے اس لئے جو تعبیر اس کے سامنے اختیار کی گئی وہ یہ تھی کہ تیرے اس عمل میں میں نے شک ہے کہ اب اس کی ملکیت میں تو اور خدا دونوں شریک بن گئے۔ ادا تھا تو ادا تھا اس کا کیا تیری غیرت توجہ دینے کے لئے یہ شرک برداشت کر گئی کہ اس کو تعبیر کا لطف آپ اس وقت تک ہرگز نہیں اٹھا سکتے جب تک آپ کی نظر میں عظومات شرعیہ مکدوبات طبیعتی جگہ نہ آجائیں۔

ذوق اس بادہ نہ دانی بخدا تاناہ چشی

(۷۰۲) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ أَوْصَانِي خَلِيلِي أَنْ لَا تُشْرِبَ إِلَّا بِاللهِ شَيْئًا وَإِنْ قُطِعَتْ
وَحْمَتُكَ وَلَا تُنْزِلْ صَلَوةً مَكْتُوبَةً مُتَعِدًّا أَمَّنْ تَرْكُهَا مُتَعِدًّا أَفْقَدَ بَرِيئَتَ مِنْهُ
الْيَمَّةَ وَلَا تُشْرِبِ الْخَمْرَ فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ - (رواه ابن ماجہ)

(۷۰۳) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَيْبَةَ قَالَ كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا يَتْرُونَ شَيْئًا مِنْ الْأَهْوَائِ تَرْكُهَا كُفْرٌ غَيْرُ الصَّلَاةِ - (رواه الترمذی)

(۷۰۴) عَنْ بَرِيدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ
الصَّلَاةُ أَمَّنْ تَرْكُهَا أَفْقَدَ كُفْرًا - (رواه احمد والترمذی والنسائی وابن ماجہ)

(۷۰۲) ابوالدرداء فرماتے ہیں کہ دنیا میں سب زیادہ محبوب ہستی نے مجھے یہ وصیت فرمائی ہے کہ
دیکھ خدا تعالیٰ کا کسی کو شریک نہ بٹھانا اگرچہ تیری بوٹی بوٹی اڑادی جائے یا تجھے جلا کر خاک بھی کر دیا جائے اور
کوئی فرض نماز جان بوجھ کر ترک نہ کرنا کیونکہ جو قصد نماز قضا کرے اللہ تعالیٰ اس سے بری الذمہ ہو جاتا ہے
اور ایک بات یہ نہ بھولنا کہ شراب ہرگز نہ پینا کیونکہ وہ تمام گناہوں کی کنجی ہے۔ (ابن ماجہ)

(۷۰۳) عبد اللہ بن شعیب بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بجز نماز کے کسی اور
چیز کو ایسا نہیں سمجھتے تھے جس کا چھوڑ دینا کفر ہو۔ (ترمذی)

(۷۰۴) بریدہ کہتے ہیں کہ ہمارے ادا ان کے درمیان جس چیز کی بنا پر عہد ہے وہ نماز ہے تو
جس نے نماز چھوڑ دی اب (اس سے عہد باقی نہیں رہا) وہ کافر ہو گیا۔ (نسائی)

(۷۰۲) اس حدیث میں شراب غرامہ ترکہ صلوة کو ایک ہی جگہ ذکر کیا گیا ہے شراب تمام برائیوں کی کنجی ہے اور
نماز تمام برائیوں پر قفل ہے جس نے نماز باندی کے ساتھ شروع کر دی اس نے گویا برائیوں کے دروازوں پر قفل
ڈال دیا۔ آیت ذیل میں نماز کی اسی خصوصیت کی طرف اشارہ ہے ان الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنکر۔ اس کے
بمطابق شراب کی خاصیت ہے۔ اس بیان سے ان دونوں کے درمیان مناسبت بھی ظاہر ہو گئی۔

(۷۰۳) بعض علماء کا خیال ہے کہ یہاں ضمیر کا مرجع منافقین ہیں چونکہ یہ جماعت دراصل کافر تھی مگر مسلمانوں کے
ساتھ نمازوں میں شریک بھی رہتی تھی اس لئے اس بدشعن عمل کے بعد ان کو کھلا کافر کہنا آئین اسلام کے تحت نہ آ سکتا
تھا جب ان سے یہ عمل چھوٹ جائے تو اب ان کے کافر کہنے میں کوئی امر مانع نہیں رہتا۔ عقیدہ کے لحاظ سے تو
وہ پہلے ہی کافر تھے اب عمل کے لحاظ سے بھی کافر ہو گئے لہذا اب ان کے جان و مال کے احترام کا جو عہد تھا وہ ختم ہو جاتا
ہے اور ان کے ساتھ وہی معاملہ ہوتا ہے جو ایک کافر کے ساتھ ہونا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کا
جولفتہ ہے اس کے مطابق تو ان حدیثوں میں کوئی اشکال ہی نہیں اس میں دوسری قسم کی جامعیت نظر آتی ہیں یا پھر
نرسن یا کافر کافر کو نماز سے قفل ہی کیا ہو سکتا ہے۔ (باقی حاشیہ بر صلوۃ آئندہ)

النہی عن اطراء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طراء النصارى بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام

(۷۰۵) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَطْرُؤُنِي لَمَّا أَطْرَتْ
النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ وَرَسُولُهُ فَقُولُوا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ - (متفق علیہ)

(۷۰۶) عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشَّيْخِ قَالَ بَانْطَلَقْتُ فِي وَفْدٍ بَنِي عَامِرٍ إِلَى
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا أَمْتٌ سَيِّدٌ نَأْتِيكَ التَّيْدُ اللَّهُ فَقُلْنَا وَأَفَضَلْنَا أَفْضَلًا وَ
أَعْظَمْنَا طَوْلًا فَقَالَ تُولُوا أَوْلَكُمْ أَوْ تَعْصُونَ قَوْلَكُمْ وَلَا يَسْتَعْرِضُكُمْ الشَّيْطَانُ - (مسند احمد ابو داؤد)
(۷۰۷) عَنْ أَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں ایسی باتیں کرنے کی ممانعت تھی جیسا کہ حضرت عیسیٰ کی شان میں کیں

(۷۰۵) ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اتنی زیادہ بالاتر تیر
تشریفیں نہ کیا کرو جتنی نصاریٰ نے ابن مریم کی شان میں کیں، میں تو صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا
ایک رسول ہوں لہذا مجھ کو عبد اللہ اور رسول اللہ کہا کرو - (متفق علیہ)

(۷۰۶) مطرف بن عبد اللہ بن الشیخ روایت کرتے ہیں کہ میں وفد بنی عامر کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ
کی خدمت میں حاضر ہوا تو ہم نے آپ سے عرض کیا کہ آپ ہمارے سید و آقا ہیں آپ نے فرمایا دراصل
سید و آقا تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ہم نے عرض کیا اچھا تو سب میں افضل اور سب سے بزرگ ہیں اس پر
آپ نے فرمایا ہاں یہ کلمہ کہہ سکتے ہو یا اس سے بھی کچھ اور مختصر اور دیکھو کہیں شیطان نہیں زیادہ جری اور
بہادر نہ بنا دے - (مسند احمد - ابو داؤد)

(۷۰۷) انس بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) اس نقشے کے مطابق کافر کی سب سے کھلی ہوئی علامت ترک صلوٰۃ ہی تھی
دوسرا انقلاب و انحطاط نے اب درمیان میں ایک طبقہ ایسا پیدا کر دیا ہے جو مومن ہونے کے ساتھ تارک صلوٰۃ بھی ہے
اسی نے ان حدیثوں میں اشکال پیدا کر دیا اور ان اشکال پیدا کر دیا کہ بعض علماء کے نزدیک صلوٰۃ اسلام کا ایک ایسا
لازمی جز بن گیا ہے کہ اس کے ترک سے کفر کا اطلاق کسی تامل کے بغیر بھی جائز سمجھا گیا ہے اگرچہ اگرچہ رحمان اس کی
تاویل ہی کی طرف ہے۔ بہر حال نماز کو شریعت میں اتنی اہمیت حاصل ہے جتنی کسی دوسرے عمل کو نہیں کہ اس کی تاویل و
مذمہ تاویل کی بحث سے علیحدہ ہو کر مومن کا یہ تو بہر حال فرض ہونا چاہئے۔ کہ ایسے عمل سے دور رہی ہے جس پر
حدیثوں میں کفر کا اطلاق آچکا ہو۔

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاكَ الْوَلَدُ ابْرَاهِيمُ - (سواء مسلم)

(۷۰۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ تَلَقَّى عَيْسَى مَجْتَنُو لِقَاءَهُ اللَّهُ فِي قَوْلِهِ يَا عَيْسَى بْنُ مَرْيَمَ أَنَا مَتَّ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَإِخْوَةَ الْهَيْدِينَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا هُتَمَاتُكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّهِ الْآي - (سواء الترمذی)

اس نے آپ کو یوں خطاب کیا، اے مخلوق میں سب سے بہتر مٹی آپ نے (ازراہ کفری) فرمایا یہ کلمہ تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال پر بیان فرماتا ہے۔ (مسلم)

(۷۰۸) ابو ہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مشرق میں سوال ہو گا کہ انت قلت ثم کیا لوگوں سے تم نے کہا تھا کہ خدا کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو معبود ٹھہراؤ۔ تو اس کا جواب ان کو حق تعالیٰ ہی کی جانب سے یہ تعلیم ہو گا کہ تیری ذات پاک ہے میری کیا مجال تھی کہ میں ایسی بات زبان سے نکال سکتا جس کا مجھے کوئی حق نہ تھا۔ (ترمذی شریف)

(۷۰۸) دیکھیے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان حقیقتوں نے بات کہاں سے کہاں پہنچائی آخر یوم حساب میں جب ان جاہلوں نے ادعا راہ الوہیت کی تہمت اس معصوم رسول کے سر پہ ڈالی تو انصاف الہی کا تقاضا یہ تھا کہ مدعی علیہ سے کم از کم اس کی صفائی تو طلب کر لی لی جائے پھر جواب دی کا معاملہ دوسری عدالت میں بھی کیا کشمکش ہو جاتا ہے یہ تو حکم الحاکمین کی بارگاہی کس کے من میں زبان بھی کہ جواب دیتا۔ آخر جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو کلمات توبہ کی تلقین فرمائی اور حضرت یونس علیہ السلام کو بھیل کے حکم میں سیج کی تلقین فرمائی تھی۔ اسی نے آج حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی رہنمائی فرمائی اور انھوں نے بڑے ادب و نیاز کے ساتھ سب سے پہلے خدائے تعالیٰ کی تمام عیب سے پاکی بیان فرما کر عرض کیا کہ ایسی بات میں بھلا کب منہ سے نکال سکتا تھا جس کا مجھے کوئی حق ہی نہیں پہنچتا۔ اس کے بعد اپنے جواب میں بڑی تفصیل فرمائی جو قرآن کریم میں مذکور ہے۔ اور اس میں اس عجب انداز میں اپنی برکات کے ساتھ اپنی اس تاہل امت کی سفارش کی طرف بھی اشارہ فرمایا کہ یہ کلمات خاتم الانبیاء علیہم السلام کو ایسے پیارے معلوم ہوئے کہ ایک مرتبہ آپ نے ساری شب ان ہی کلمات کے تکرار میں گزار دی اور اتنا بالائفہ فرمایا کہ رکوع میں جاتے تو وہی کلمات زبان پر ہوتے اور جب سجدے میں جاتے تو وہی وہی زبان پر ہوتے۔

یہ سلام رہے کہ مشرق میں حق تعالیٰ نے اپنے علم ازلی پر فیصلے صادر فرمانے کا وعدہ نہیں فرمایا بلکہ اس دن کے لئے نبوت اور جواب دہی کا آئین مقرر فرمایا ہے اور انصاف احکم الحاکمین رکھا ہے۔ اس لئے اس دن رسول کو بھی جواب دہی کرنی ہوگی خواہ دنیا ان کو خدا کے برابر یا اس کی انیت کا کوئی لقب بھی دیا کرے (الیہما بالہ)

(۷۰۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَنِي آدَمَ يَطْعَنُ الشَّيْطَانَ فِي جَنْبَيْهِ بِأَصْبَعَيْهِ حِينَ يُولَدُ غَيْرَ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ ذَهَبَ يَطْعَنُ فَطَعَنَ فِي الْجَنَابِ (متفق عليه)

(۷۱۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَرَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ فَقَالَ الْمُسْلِمُ وَالَّذِي اصْطَفَى مُحَمَّدًا أَعْلَى الْعَالَمِينَ فَقَالَ الْيَهُودِيُّ وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى

(۷۰۹) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی جینی اولاد ہے پیدائش کے ساتھ ہر ایک کے پہلوؤں میں شیطان اپنی انگلیاں مارتا ہے بجز حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ اس نے یہاں بھی اس کا ارادہ کیا تھا تو اس کے اودان کے درمیان قدرت نے ایک حجاب ڈال دیا جس کی وجہ سے اس کی انگلیاں اس حجاب میں رو گئیں اودان کا اثر ان کی ذات تک نہ پہنچ سکا۔ (متفق علیہ)

(۷۱۰) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک مسلمان اودا ایک یہودی میں باہم کچھ تیز نزواتیں ہو گئیں مسلمان نے کہا اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری مخلوق پر فضیلت بخشی اودا یہودی بولا اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساری مخلوق پر فضیلت بخشی۔ یہ سننا تھا کہ مسلمان

(۷۰۹) عام انسانوں کی پیدائش کے مقابلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی اس خصوصیت کا اس لئے خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان کے حق میں حسب ذیل دعا پوری ہو گئی اودا اس طرح پوری ہوئی۔
لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ يَا إِلَهُ الْعَالَمِينَ وَذُرِّيَّتُكَ تَحْتَكُمِينَ
میں اس کو اودا اس کی اولاد کو شیطان بھکاریہ ہوئے سے
الشَّيْطَانُ اللَّهُ جَعَلَهُ - تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے حق میں نہ تو کمال یہ ہے کہ سرے سے ان کی خصوصی امتیازات ہی کا انکار کر دیا جائے اور نہ یہ کہ جو کمال ان کی ذات کے لئے کوئی کمال نہ ہو اس کو محض اپنی خوش عقیدگی کی راہ سے زبردستی ان کے سر تعویذ دیا جائے۔ دیکھیے جن حدیثوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بندگی کا اقرار ایمان کی شرط اول قرار دیا گیا ہے ان ہی میں ان کے اس خاص کمال کا بھی بڑا اظہار کیا گیا ہے انبیاء علیہم السلام کی شانوں میں ذرا سا باغداد اور دوسری گستاخی دونوں بڑی خطرناک غلطیاں ہیں یہ وہاں صراط ہے جس کی دونوں ہی طرف آتش و دوزخ ہے۔

(۷۱۰) انبیاء علیہم السلام کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس ساری جماعت میں اول سے لے کر آخر تک ایک فریبی ایسا نظر نہیں آتا جس کی تسلیم میں اصولاً کوئی ادنیٰ اختلاف ہو اور نہ ان میں کوئی ایسا ملتا ہے جو ایک دوسرے کے احترام کے منہج ادنیٰ تک میں برداشت کر سکا ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب ایک ہی صداقت کی کڑیاں ہیں ورنہ

عَلَى الْعَالَمِينَ قَرَّمَ الْمُسْلِمِينَ، عِنْدَ ذَلِكَ فَكَلَّمَهُ وَجَّاهُ الْيَهُودِي فَذَهَبَ الْيَهُودِي
إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ بِمَا كَانَ مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الْمُسْلِمَةَ مَسْأَلَهُ عَنْ ذَلِكَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَخْتَرُونِي عَلَى مُوسَى
فَوَاتِ النَّاسَ يُصَعَّفُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَصْنَعُوا مَعَهُمْ مَا كُنْتُمْ أَوَّلُ مَنْ يُعْنِي فَوَإِذَا
مُوسَى بِأَطْيَسٍ بِجَانِبِ الْعَرْشِ فَلَا أَذْرَى كَانَ فَيَقْنُ صَبْرًا فَنَاقَى قَبْلِي أَوْ كَانَ فَيَقْنُ نَسْتَنِي اللَّهُ رَحْمَةً

فوز ایک تھراٹھا کر اس کے منہ پر سید کر دیا یہودی چلا اور اس نے آکر اپنا اور اس کا سارا قصہ آپ کی خدمت
میں عرض کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسلمان کو بلایا اور اس معاملہ کی تحقیق کی، اس نے جو
بات سنی صاف کہہ دی۔ آپ نے سن کر فرمایا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تم مجھے اس طرح فضیلت
مست دو، کیونکہ قیامت میں ایک وقت آئے گا کہ تمام لوگ بیہوش ہو جائیں گے میں بھی ان میں ہو گا پھر رب
پہلے بیہوش مجھے آئے گا کیا دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام عرش عظیم کا پایہ ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہیں
اب میں نہیں جانتا کہ وہ بیہوش ہوئے تھے یا مجھ سے پہلے بیہوش ہو چکے تھے، یا ان میں
داخل تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اس بیہوشی سے مستثنیٰ قرار دیدیا تھا۔ (متفق علیہ)

جن کے ماہین ہزاروں سال کی مدت قابل ہو، کیسے ممکن ہے کہ ان کے اصول میں سر پر بھی کوئی اختلاف نہ ہو سکے یا ان میں کا
افضل سے افضل تصب سے متافا خالی ہو کہ اپنے کسی فرد کے متعلق کوئی ادنیٰ کلمہ سننا بھی برداشت نہ کر سکے۔ ان کے علاوہ
آپ میں جماعت کو دیکھیں گے ان میں آپ کو یہ یک رنگی نظر نہ آئی جتنی کہ مرفیاء کو کم کی جماعت جن کی پوری زندگی مجاہدہ و ایثار
کا جسم مرتعہ ہوتی ہے ان کی تعلیمات میں بھی بڑا اختلاف نظر آتا ہے بلکہ تعلیم سے آگے چل کر ان کے ماہین خردان کی شخصیات کی
مقبولیت اور ناقصیت کے بارے میں بھی بڑا اختلاف نظر ہوتا ہے۔ ان جماعتوں سے علیحدہ ہو کر یہی حال ان خلافتوں
کا ہے جو دنیوی علوم کا سرچشمہ میں عربی کہا گئے ہیں۔ یہ ایک اور صرف ایک ہی جماعت ہے جس کا پہلا انسان امداد آخری
انسان نہ اپنی تعلیم میں کوئی اختلاف رکھتا ہے اور نہ اپنی جماعت میں کسی کے احترام کے خلاف کوئی ادنیٰ کلمہ برداشت کر سکتا
ہے۔ دیکھتے خاتم الانبیاء علیہم السلام کو اس کلی فضیلت کے باوجود جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مرحمت فرمائی تھی۔ برداشت
نہ ہو سکا کہ آپ جو ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت اس درجہ پامال کی جائے کہ ان کی شان میں کوئی باندھ
کرنے والا اعتقاد رکھانے کا مستحق سمجھا جائے۔

بلاشبہ یہاں آپ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک بڑی فضیلت بیان فرمائی مگر فضیلت کلیہ تو اسی کیلئے
لکھی جا چکی ہے جو عرش پر حسین رحمان میں جلوہ افروز ہو گا۔ یہاں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ان سارے فضائل کے ہوتے ہوئے
حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس واقعہ میں آپ کو اپنی لاعلمی کے اظہار کرنے میں کوتاہی نہیں ہوئی۔ کیونکہ آپ خوب
جانتے تھے کہ جن علوم کا احاطہ خالق کے لئے کمال ہو۔ اگر وہ کسی افضل سے افضل مخلوق کے دامن میں نہ ہوں تو یہ
اس کے لئے کسی ادنیٰ نقصان کا بھی موجب نہیں ہو سکتا۔

(۷۱۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ بَعِي جِبَالُ الذَّهَبِ جَاءَنِي مَلَكٌ وَإِنْ تُحْزَنُ لَتَسَاوَى الْكَعْبَةُ فَقَالَ لَنْ رَيْكَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامُ وَيَقُولُ لَنْ شِئْتُ نَبِيًّا عَبْدًا أَدُلُّنَ شِئْتُ نَبِيًّا مَلِكًا فَتُظَرَّتْ إِلَى جِبْرِئِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَشَارَ لِي أَنْ ضَعُ نَفْسَكَ فِي رَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَالْتَفَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جِبْرِئِيلَ كَالْمُسْتَشِيرِ لَهَا فَاشَارَ جِبْرِئِيلُ بِيَدِهِ أَنْ تَوَاضَعُ فَقُلْتُ نَبِيًّا عَبْدًا أَقَالَتْ تَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ لَا يَأْكُلُ مِثْلُكَ يَقُولُ أَكُلْ كَمَا يَأْكُلُ الْعَبْدُ وَاجْلِسْ كَمَا يَجْلِسُ الْعَبْدُ (رواه في شرح السنن)

(۷۱۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَسْبِقُنِي الْعَبْدُ

(۷۱۱) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ اگر میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ ساتھ چلا کرتے میرے پاس ایک فرشتہ آیا تھا اس کے تہ بند باندھنے کی جگہ کبھی برابر بند تھی، اس نے کہا آپ کا بعد دگا آپ کو سلام فرماتا ہے اور کہتا ہے کیا پسند کرتے ہو نبوت کے ساتھ بندگی یا نبوت کے ساتھ بادشاہی (جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام) میں نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا تو انھوں نے اشارہ کیا کہ تواضع اختیار کیجئے۔ ابن عباس کی روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کی طرف اس طرح دیکھا جیسا کوئی مشروب لینے والا دیکھا کرتا ہے انھوں نے اپنے ہاتھ کا اشارہ کر کے فرمایا کہ تواضع اختیار کیجئے۔ میں نے جواب میں عرض کر دیا کہ میں نبوت کے ساتھ بندگی چاہتا ہوں اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانا بھی سہارا لگا کر نہ کھاتے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں اسی طرح کھاتا ہوں جیسے ایک بندہ کھایا کرتا ہے اور اسی طرح بیٹھتا ہوں جیسے ایک بندہ بیٹھا کرتا ہو (بخاری)

(۷۱۲) ابو ہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندہ کے لئے یہ مناسب

(۷۱۲) حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بشری ضعف اور اس پر عتاب الہی کا ذکر خود تشریح کریم میں موجود ہے لیکن یہ بارگاہ نبوت کی شان کے مناسب خالق السموات والارضین کے مواضع کی باتیں ہیں۔ افضل الرسل نے اپنی امت کو یہاد سکھایا کہ ان مواضع دل کو دیکھ کر کسی امتی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنے ذہن میں ان کے متعلق کثرت کا کوئی ادنیٰ تصور بھی لائے۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت میں اس کے رہبانہ عذبات اس کو کسی تعصب کی طرف رجحان نہیں ہے اس لئے کہ بنیاد علیہم السلام کی جتنی جماعت بھی ہے اس میں بافضل و مفضل تو ضرور ہیں مگر کثرت کوئی نہیں مادان میں باہم تعصب پیدا کرنے والے کے لئے بھی کوئی گناہ نہیں۔ یہ سب ایک ہی صداقت کے مظہر ترقی ہیں۔ جن میں راجح و ماضی و ضروریہ مگر گنہگار کوئی بھی نہیں۔ ہیں اس حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کے اجماعی حقیقت سے کوئی محاصرہ نہیں ہے اس

اَنْ يَقُولَ اِنِّي خَيْرٌ مِنْ يُوْسُفَ بْنِ مَتَّى. (متفق علیہ)
 (۷۱۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ النَّاسِ أَكْرَمُ
 قَالَ أَكْرَمُهُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَنْفَاهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَنْ هَذَا أَسْأَلُكَ قَالَ فَأَكْرَمُ النَّاسِ يُوْسُفُ
 بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ نَبِيِّ اللَّهِ بْنِ نَبِيِّ اللَّهِ بْنِ خَلِيلِ اللَّهِ قَالُوا لَيْسَ عَنْ هَذَا أَسْأَلُكَ قَالَ فَعَنْ
 مَعَاذِ الْعَرَبِ نَأْتُوْنِي قَالُوا نَعَمْ قَالَ فَيُنَادِيَكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا انْفَعُوا (متفق علیہ)

نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں یوسف بن متی سے بہتر ہوں۔ (متفق علیہ)
 (۷۱۳) ابو ہریرہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا لوگوں میں
 زندگ ترستی کس کی ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑھ کر وہ ہے جو سب میں زیادہ
 متقی ہو انھوں نے عرض کیا اس سوال سے ہمارا یہ منشا نہیں آپ نے فرمایا تو پھر زندگ ترستی حضرت یوسف
 علیہ السلام کی ہے جو خود نبی اور ان کی چار بیٹیں نبی اور ان کی چوتھی بیٹ بیٹ خلیل اللہ ہیں۔ انھوں نے عرض کیا
 ہم یہ بھی نہیں پوچھتے آپ نے فرمایا اچھا تو قبائل عرب کے متعلق پوچھتے ہو انھوں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا
 جو تم میں کفر کے زمانہ میں بہتر تھا وہی اسلام میں بہتر ہے بشرطیکہ دین کی سمجھ حاصل کرے۔ (متفق علیہ)

قمر کی جتنی حدیثیں ہیں ان سب کا تعلق ایسی فضیلت اور تمجید سے ہے جس سے دوسری جانب میں کسی نقصان کا شبہ گندنے کی
 گھانٹا نہیں ہو سکتی ہے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصے کے بیان سے آپ کو اس خیال کی مزید تصدیق ہو گئی ہوگی۔
 ہر حال نبی کا ذہن ہمیشہ افراط و تفریط سے خالی رہتا ہے وہ نہ کسی نبی کے متعلق اطوار کا کوئی کلمہ سن سکتا ہے اور نہ اپنے
 نفس کے متعلق کوئی ادنیٰ مبالغہ آمیزی برداشت کر سکتا ہے اتنی احتیاطوں کے باوجود انصاف سے دیکھئے تو آپ کو معلوم
 ہو جائے گا کہ امت کے بہت سے افراد ہیں جنھوں نے رسول کے صبح تمام کو نہیں پوجا یا ان کو خالق کی جانب میں اتنا بلند کیا
 کہ پھر دینی کا تصور بھی ان کے نزدیک کلمہ کفر بن گیا اور یا عوام بشر میں ان کو اتنا ملایا کہ مقام رسالت بھی معنی سے خالی ہو کر
 رہ گیا۔ واللہ بہدی الحق و بہدای السبیل۔

(۷۱۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض مرتبہ نبی کا ذہن خاص اپنے ماحول سے ہی اتنا لاعلم ہوتا ہے کہ اس کو اپنے
 مخاطب سے اس کے سوال کی قطعی تفہیم کرنی پڑتی ہے۔ ہمیشہ اور ہر جزئی کا علم حاصل ہونا تو علیحدہ بات ہے یہاں یہ بات
 بھی خاص طور پر قابل ملاحظہ ہے کہ ان کی خوف کے متعلق نبی کا خیال کتنا بلند ہوتا ہے کہ وہ صرف شخصی شرف و کثرت ہی نہیں
 گنتا اس کے نزدیک کسی انسان کی شرافت کا معیار اس کے کمالات اور اس کی ذاتی صفات ہوتی ہیں اور ان ہی کی بناء پر
 اس کی نظریں انسانوں کی تقسیم ہوتی ہے۔ جب یہاں مخاطبین نے آپ پر اور زور دیا تب بھی ان کے جواب میں آپ نے
 اپنے نفس نفیس کو پیش نہیں کیا جو ملاحظہ جملہ کمالات سب سے زیادہ جامع تھا بلکہ خدا تعالیٰ کے ایک اور رسول کا ذکر
 فرمایا جن میں انسان کے اور مظاہر کی کمالات کے سوا یہ خصوصیت بھی تھی (باقی حاشیہ بر صفحہ ۷۱۴)

(۷۱۴) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا لَيْلًا قَالَتْ فَخَرَجْتُ عَلَيْهِمْ فَأَمَرَأَى مَا أَصْنَعُ فَقَالَ مَالِكُ يَا عَائِشَةُ خَرَجْتَ فَقُلْتُ وَمَالِي لَا يَخَارُ مِثْلِي عَلَى مِثْلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ جَاءَ لِي شَيْطَانُكَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمَعْنِي شَيْطَانُ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَمَعَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ نَعَمْ وَلَكِنْ أَعَانَنِي اللَّهُ عَلَيْهِ

(۷۱۴) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر سے کہیں تشریف لے گئے مجھے آپ پر غیرت آئی (اور اس خیال میں پڑ گئی کہ آپ کہیں کسی دوسری بی بی کے یہاں تشریف لے گئے ہوں) اتنے میں آپ تشریف لے آئے اور آپ نے میری پریشانی کا حال دیکھا تو فرمایا اے عائشہ! ایسی پریشان کیوں ہو کہ تم کو مجھ پر غیرت آگئی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ جیسی بی بی آپ جیسے شوہر پر بھلا غیرت کیسے نہ کرتی آپ نے فرمایا تمہارے دل میں یہ دوسو ساں شیطان نے ڈال دیا ہے جو تمہارے (ادھر انسان کے ساتھ ایک ایک) رہتا ہے۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا میرے ساتھ کوئی شیطان ہوا ہے فرمایا جی ہاں۔ پھر میں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا آپ کے ساتھ بھی ہے؟ فرمایا میرے ساتھ بھی ہے مگر اللہ تعالیٰ

کہ اس کی چار پشتوں میں خدا کے مقدس رسول گزرے تھے اس پر بھی جب غیابین کا سوال مل رہا تو پھر آپ نے قبائل عرب کے متعلق جواب دیا مگر یہاں بھی اسی معیار کو سامنے رکھا جو انبیاء علیہم السلام کا معیار ہونا چاہیے یعنی وہی حق فی الدین اور تقویٰ اس کے بعد آپ نے ان کے فطری جذبات کو بھی پامال نہیں فرمایا اور انھیں مطمئن کیا کہ تمہارا قدیم خوف بھی ضرور ملحوظ ہے مگر وہ اسی شرط کے ساتھ ہے جبکہ شرافقوں کا اہل مرکز باقی رہے۔ انصاف کیجئے کہ سائے انسانی کمالات و فضائل کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نفس کتنا مقدس ہو گا جس کو تین مرتبہ میں اپنی بزرگی بیان کرنے کا ایک بار بھی خیال نہ آیا۔ ہاں خدا نے تعالیٰ کی اس نعمتی ہوئی نعمت کو تحدیث بالنعمة کے طریق پر ضرور ذکر فرمایا ہے مگر وہ بھی صرف بیان واقعہ کی حد تک اپنی مدح سرائی کی غرض سے نہیں۔ کیا اس مقدس رسول کی بزرگی اور صداقت جانچنے کے لئے اس کی ہی ایک صفت کافی نہیں ہے۔

(۷۱۴) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح اور انسانوں کی پیدائش کے ساتھ ساتھ خیر و شر کا جذبہ ابھارنے والی دو خارجی قوتیں پیدا کی جاتی ہیں اسی طرح انبیاء علیہم السلام بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام عام انسانوں سے اپنی خلقت میں جدا نہیں ہوتے البتہ عصمت میں جدا ہوتے ہیں۔ خدائی مدد اس طرح ان کے شامل حال ہوتی ہے کہ گمراہی کی قوتیں ان پر کبھی غالب نہیں آ سکتیں۔ دیکھئے انبیاء علیہم السلام میں سب سے مقدس ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے مگر یہاں بھی بار بار شوقِ مصداق ثبوت ملتا ہے اور اس طرح شر کی طرف رجحان سے بیدارے بعد رکھنے اور خیر کی طرف میلان کی قریب سے قریب استعداد پیدا کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی ذات ہمیشہ سے ربانی تربیت کے تحت رہی ہے۔ پس ان کا کمال یہ نہیں کہ انسان نہیں ہوتے

حَتَّى اسَلَّمَ - (سواء مسلم)

(۷۱۵) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَسِيرٍ
فَكَهَنَتْ عَنْهُ مَعَ النِّسْوَةِ فَقَدْ هَبَ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا فَعَلَ الْأَسِيرُ
قَالَ كَهَنَتْ عَنْهُ مَعَ النِّسْوَةِ فَخَرَجَ فَقَالَ مَا لَكَ قَطَعَ اللَّهُ يَدَكَ أَوْ يَدِيكَ فَخَرَجَ فَادْنِ
بِالنَّاسِ فَطَلَبُوهُ فَجِئُوا بِهِ قَالَتْ قَدْ دَخَلَ عَلَىَّ وَأَنَا أَقْلِبُ يَدِي فَقَالَ أَجِئْتِ قُلْتُ
دَعَوْتُ وَأَنَا أَقْلِبُ يَدِي أَنْظُرْ أَيُّهُمَا نَقَطَعَا فَحَمِدَ اللَّهُ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ
مَدًّا وَقَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي بَشَرٌ أَغْضِبُ لَكُمَا يَغْضِبُ الْبَشَرُ فَإِنَّمَا مُؤْمِنٌ أَوْ مُؤْمِنَةٌ

اس کے مقابلہ میں ہمیشہ میری مدد فرماتا ہے تو میں اس کے مکروہ فریب سے ہمیشہ محفوظ رہتا ہوں (مسلم شریف)
(۷۱۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قیدی لے کر میرے
گھر تشریف لائے۔ میں عورتوں کے ساتھ بات چیت میں اس قیدی کی طرف سے ذرا غافل ہو گئی تو وہ
جلد یا آپ تشریف لائے تو آپ نے پوچھا وہ قیدی کدھر گیا۔ میں نے صاف عرض کر دیا کہ عورتوں
کے ساتھ بات چیت میں مجھ سے غفلت ہو گئی اور وہ نکل بھاگا آپ نے فرمایا تم نے یہ غفلت کیوں کی
اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں کو قطع کرے۔ یہ کہہ کر آپ باہر تشریف لے گئے اور لوگوں کو اطلاع دی وہ
تلاش کر کے اس کو پکڑ لائے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں اس کے بعد آپ اندر تشریف لائے تو میں اپنے ہاتھوں
کو لوٹ پلٹ رہی تھی۔ آپ نے فرمایا یہ کیا بے عقلی کی حرکت کر رہی ہو۔ میں نے عرض کیا جب سے کہ آپ کی

یہ اگر کمال ہوتا تو خدا کے وہ فرشتے جو خلیفہ کے وجود سے پہلے موجود تھے اس کمال کے لئے کافی تھے وہ شرعاً بے حیج
کہ ان کے غیر ہی میں شرکی کئی استعداد موجود نہیں۔ لایسعون اللہ امر ہم و فعیلون یا یومرون۔
لیکن اگر وہ شرکی استعداد نہ رکھتے ہوئے شرکی طرف کوئی رجحان نہیں رکھتے تو یہ کمال کیا ہے وہ اگر خدائے تعالیٰ کی
صحبیت کوئی بھی چاہیں تو نہیں کر سکتے بلکہ چاہ بھی نہیں سکتے۔ کمال اس ضعیف انسان کا ہے جو ساری استعدادوں کا مالک
ہو کر شرکی طرف اقدام سے اپنے نفس کو روکتا ہے پھر ان کی کفیل کے لئے اللہ تعالیٰ کچھ ایسے نفوس بھی پیدا فرمادیتا ہے
جو انسانوں کی طرح مخلوق ہو کر خدائی ترکیب کے ماتحت اس طرح تربیت پاتے ہیں کہ ملائکہ اللہ بھی ان کی صحبت سے
نقدیس کے منازل طے کرنے لگتے ہیں۔ پس نبیوں کی انسانیت اور بشریت کا انکار درحقیقت آنکھوں سے نظر آنی والی
حقیقت کا انکار ہی نہیں بلکہ ان کے اصل کمال کا بھی انکار ہے۔

(۷۱۵) دیکھئے فقر المرسلین اپنے ان دعائیہ کلمات کی معذرت میں خدائے تعالیٰ کے سامنے اپنی بشریت کا تذکرہ
فرماتے ہوئے صرف نادانانہ طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حق میں ہی دعائیں فرماتے بلکہ فرما محبت میں اپنی ساری امت کو
باد فرماتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اگر ان قبیل ہونٹوں سے کسی اور کے حق میں بھی کوئی کلمہ نکل گیا ہو آج جس برکت میں

دَعَوَتْ عَلَيْهِ فَاجْعَلْهُ لَكَ زَكَاةً وَظَهْرًا - (رواہ احمد)

لَا عِبْرَةَ لِلْمَشِيَةِ الْعَبْدِ بِجَنْبِ مَشِيَةِ اللَّهِ تَعَالَى

(۷۱۶) عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُولُوا مَا شَاءَ اللَّهُ وَشَاءَ فُلَانٌ قُلُوا مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ (رواہ احمد) و (بخاری و مسلم) و فی شرح السنۃ منقطعاً
کما فی مشکوٰۃ فی باب الاسامی لا تقولوا ما شاء الله وشاء محمد وقولوا ما شاء الله وحده

زبان سے بددعا کے کلمات نکلے ہیں، میں اپنے ہاتھوں کو اسی طرح کر رہی ہوں، دیکھتی ہوں کہ ان دونوں میں کون سا قطع ہوتا ہے۔ یہ سن کر آپ نے خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور اپنے دونوں ہاتھ دعا کیلئے پھیلا دیئے اور فرمایا اے اللہ میں ایک آدمی ہی ہوں اور جس طرح آدمی کو غصہ آتا ہے مجھے بھی غصہ آ جاتا ہے تو جس کی مومن مرد یا عورت کے متعلق میری زبان و بددعا کے کلمات نکل گئے ہوں اس کے حق میں ان کو پاکی اور صفائی کا موجب بنا دو (احمد)

اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سامنے بندہ کی مشیت کچھ نہیں

(۷۱۶) حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں مت کہا کرو کہ جو اللہ تعالیٰ نے چاہا اور فلاں نے (یعنی مثلاً محمد صلی اللہ علیہ وسلم) چاہا بلکہ یوں کہو کہ پہلے جو اللہ تعالیٰ نے چاہا اس کے بعد جو فلاں نے چاہا (یعنی ادب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کے برابر کسی کا ذکر بھی نہ آئے۔ پہلے ہر چیز کی نسبت اس کے نام کی طرف ہو پھر کسی اور کی طرف ہو) (مسند احمد)

آپ کی یہ اہل بیت شریک ہوں وہ بھی شریک ہو جائے یہ بات بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ وہاں سے تجات دعائے کلمات کے تابع رہتی ہے خواہ ان میں نیت کچھ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں قطع اللہ پر ہے آپ کا شانہ مبارک یہ تو ہر نہیں مٹا کہ حضرت عائشہ کو کوئی گزرتے پہنچ جائے مگر رسول کی تعمیل زبان سے جو کلمات نکل گئے تھے وہ اپنا اثر رکھتے بغیر بیان ہی نہیں رہے ہیں بارے میں بڑی احتیاط لازم ہے کہ کبھی کسی کے حق میں خراب کلمات نہ سے نہ نکلے جائیں مگر اگر کوئی زبان زیادہ مقدس نہ ہو تو وہ وقت استجاب تھا کہ اگر وہاں کا اظہار ہو جائے اسی بنا پر قدیم دسترخواں کو غصہ بھی ہو کر سامنے جاتا تھا اب بھی اس طریق کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

(۷۱۶) زبان پاک مومن کی زبان کو شرک کے موم کلمات بھی احتراز کرنا چاہئے اعلیٰ اس کے قلب زبان پر صرف یک لہر کی خاصیت کا نش ہونا چاہئے۔ خطائی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اسلامی آداب متعلق ہر عقائد سے نہیں چونکہ وادعویٰ زبان میں جمع اللہ شریک کیلئے آنا براہم ترتیب کیلئے اس کو آجپے بتایا کہ اللہ کی مشیت کے ساتھ کسی اور کی مشیت کو حرف واد کے ساتھ جمع نہ کرنا چاہئے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت جیسا کہ ہم مشیت پر مقدم ہے اسی طرح اس کی تعظیم ہم حرف ترتیب کے ساتھ ظاہر بھی کرنا چاہئے۔ (کنز بلاذری) حافظ ابن تیمیہ نے اس حدیث کا ایک عمل اور بھی بیان کیا ہے۔ دیکھو کتاب اللہ فی البکری ۱۱۰۔ یہاں ترجمان اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ بھی ملاحظہ کیا جائے۔

(۷۱۷) عَنْ الْأَسْوَدِ بْنِ سَرِيعٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي مُدَحِّثُ اللَّهَ بِمُدْحَةِ وَدَحْنِكَ
يَا خُرَاشِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَاتِي وَأَبْدِي أُبَمِدْحَةَ اللَّهِ تَعَالَى (رواه احمد كافي الرحمة المهداة)
(۷۱۸) عَنْ الْأَسْوَدِ بْنِ سَرِيعٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي بِأَسِيرٍ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي

(۷۱۷) اسود بن سریع روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے ایک مدحیہ قصیدہ تو
اللہ تعالیٰ کی شان میں لکھا ہے اور دوسرا آپ کی شان میں۔ آپ نے فرمایا اچھا لاؤ (سنائو) لیکن پہلے وہ
قصیدہ شروع کرو جو اللہ تعالیٰ کی شان میں ہے۔ (مسند احمد)

(۷۱۸) اسود بن سریع روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک قیدی

(۷۱۷) اگرچہ رسول کی تعریف میں ہی اصل تعریف خدا تعالیٰ ہی کی ذات کی تکمیل ہے مگر جاں نثاری سے
جمع ہوتا ہے وہاں آپ نے خدا تعالیٰ کی بلا واسطہ تعریف کو مقدم کرنا طرقتہ ادب سمجھا۔ اب بھی دعا کا ادب یہ ہے کہ پہلے
خدا تعالیٰ کی شکر کی جلستے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج جائے اس کے بعد اپنی حاجت کے لئے دعا کیجئے۔

(۷۱۸) حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ توبہ۔ حلف و نذر و تجر و طواف بیت کی طرح خاص اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے
اس میں کسی غیر اللہ کے شرکت کی گنجائش نہیں۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے اس توجید بھرے
کلمہ کی داد دی۔ (دیکھو الجواب الکافی ص ۱۵۸)

حافظ ابن تیمیہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اسی کے قریب قریب وہ کلمات ہیں جو حضرت عائشہؓ کی زبان مبارک سے قصہ
افک میں نکلے تھے جبکہ قرآن کریم میں ان کی بابت نازل ہوئی اور ان کی والدہ ماجدہ نے فرط مسرت میں آکر فرمایا قومی
الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ عائشہؓ اور اس خوشی میں کھڑی ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کو تو انھوں
نے ناگہاری و نازکے کا بین عالم میں یہ جواب دیا واللہ لا اقوم الیہ ولا احمده ولا اباکم لقد سمعتم فلا انکرتم ولا
غیرتم ولا احمدا الا اللہ الذی انزل برأؤی۔ میں آپ کی یا اپنے والدین کی اس معاملہ میں کیا تعریف کروں آپ
لوگوں نے توجہ اس پر نہ کچھ انکار کیا نہ اس کے ازالہ کی کوئی فکر کی۔ میں تو اپنے اس خدا عزوجل کی تعریف کروں گی جس
نے آسمان سے میری براءت نازل فرمائی۔ (بخاری شریف)

انہی ہمہ پہنچنے والے حضرت عائشہؓ کے ان کلمات نازکے متعلق جو جواب حضرت عبداللہ بن المبارک سے بسانا نقل کیا ہے
وہ ٹھیک یہی ہے جو اس وقت آپ کے سامنے لسان نبوت سے موجود ہے یعنی تعریف دراصل ایک حق سبحانہ تعالیٰ کا ہی حق ہے
اس سیون از قیاس و گمان انعام پر حضرت عائشہؓ کی زبان سے تعریف کا کلمہ بیا خدا ہی ذات کے لئے مخلقا جو حقیقت
تعریف کی ستمی تھی اور اس وقت انھیں اس میں کسی کیلئے شرکت کی گنجائش نظر نہ آئی۔ (کتاب الرد علی البکری)

اس سلسلہ میں حافظ ابن تیمیہؒ نے ایک بیحد تحقیق ذکر فرمائی ہے اس کا ملاحظہ خاطر رکھنا ایمان و کفر میں امتیاز کا ایک اہم ترین
نکتہ ہے۔ رسول کی تسنیم اور خدا کی توحید دونوں اسلامی رکن ہیں مگر یہاں بھی انھوں نے ایک عبارتی کشمکش پیدا کر دی ہے
بعض موجدین تو یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک رسول کی شان رفیع میں گستاخانہ کلمات نہ سے نہ نکلے جائیں اس وقت تک
گویا خدا نے تعالیٰ کی توحید کا حق ادا ہی نہیں ہوتا اور محبت رسول کے مقام کے دم بھرنے والے بعض جاہلی یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ

اَتُوبُ إِلَيْكَ وَلَا اَتُوبُ إِلَى الْخَلْقِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَفَ الْحَقُّ لَا اَهْلًا -
(سدا واما سعد کما فی الرحمة المهدلة ورواه ابو عبدی فی الاموال عن عبد الرحمن بن مہدی عن سلم)

حاضر کیا گیا اس نے کہا اے اللہ میں تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا اس شخص نے توبہ جس کا حق تھا اس کو پہچان لیا۔ (مسند احمد)

توحید خداوندی کی زیادہ توضیح کرنے سے بھی رسول کی عظمت شان کو گویا نہیں ملتی ہے وہ اگر انہی زبان سے ایک مرتبہ یا اللہ کہہ دیتے ہیں توجہ تک سو مرتبہ یا رسول اللہ نہیں کہہ لیتے ان کو میں نہیں پڑتا حتیٰ کہ بعض مزارات پر جا کر دیکھو تو تم کو محسوس ہوگا کہ اس فضا میں جہاں کبھی صرف ایک اللہ ہی کا نام پاک گوئے جا کرتا تھا آج یا اللہ کہنا سب سے بڑا کفر بنا ہوا ہے۔ یہ دونوں راہیں افراط و تفریط کی راہیں ہیں۔

حافظ ابن تیمیہؒ نے یہاں بہت بسیط بحث کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ تقیص کے مواضع کیا ہیں اور تقیص کے مواضع کیا اور اس کی بڑی تفصیل کی ہے۔ بعض مرتبہ نعت کے بدل جانے سے کلمہ اتنی تقیص تقیص نہیں رہتا جیسے دراعنا۔ یہود جب اس کلمہ کو اپنی زبان سے ادا کرتے تو چونکہ ان کی نیت فاسد مورتی تھی اس لئے ان کی زبان سے کلمہ تقیص تھا لیکن چونکہ مسلمانوں کی نیت نہ تھی اس لئے ان کی زبان سے یہی کلمہ اتنی تقیص کا موجب بھی نہ تھا یہ دوسری بات تھی کہ یہود چونکہ اس کو غلط طور پر استعمال کرتے تھے اس لئے مسلمانوں کو بھی اس کے استعمال سے روک دیا گیا تھا۔

اسی طرح جبکہ گفتگو بیان توحید میں ہو تو اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی خصوصیات کو خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے سلب کرنا موجب کسر شان شمار نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ بلند بارگاہ ہے کہ جہاں وہ کر وہاں کوئی نہیں اس لئے اس کی ذاتی خصوصیات سلب کرنے میں کسی کی کوئی کسر شان نہیں ہوتی۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ رسول مٹا ہوں کی محضرت نہیں کرتا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات مٹا ہوں کی محضرت کر سکتی ہے۔ (ہاں رسول محضرت کی سفارش کر سکتا ہے اور حق تعالیٰ کی بلند بارگاہ میں رسول کی سفارش کبھی خالی نہیں جاتی) تو اس میں رسول کی کوئی کسر شان نہ ہوگی۔ کیونکہ یہاں جس صفت کو رسول کی ذات سے سلب کیا گیا ہے وہ حقیقت وہ اس کے لئے ثابت ہی نہیں تھی وہ خاص خدائے تعالیٰ کی صفت ہے۔

ہاں بے حاجت ان صفات کی نفی کا مشغلہ لگائے رکھنا بھی سودا ہی گستاخی اور انتہا درجہ خطرناک ہے مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نصاریٰ نے خدا بنایا تو ان کی ذات سے خدائی صفات کی نفی کرنی عین حکمت ہے۔ لیکن جن انبیاء علیہم السلام کے حق میں نہ کسی کا اس قسم کا عقیدہ ہوا نہ اس کا اندیشہ تو ان کے حق میں اس قسم کی عبارتیں توہین کی حد میں بھی داخل ہو سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے اس سلسلہ میں جو اسلوب بیان حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں اختیار کیا ہے وہ اور رسولوں کے لئے اختیار نہیں کیا حالانکہ جب حکم خدا اللہ تعالیٰ ہو اور رسالہ رسولوں کا آجائے تو وہاں توہین کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا پس بے وجہ رسولوں کی ذات سے خدائی صفات کی نفی کا مشغلہ بھی توحید کا اقتضا نہیں اور نہ توحید کو گنہگار رسول کی کوئی عظمت کی بات ہے۔

(کتاب الرد علی البکری)

(۷۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ ثَلَاثَةً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَبْرَصٌ وَأَقْرَعٌ وَأَعْمَى فَأَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَبْلُغَهُمْ مَبْعَثَ إِلَهُهُمْ مَلَكًا فَأَتَى الْأَبْرَصَ فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ لَوْ نَحَسَّنُ وَجْهًا وَجِلْدًا حَسَنًا وَبَدَنًا حَسَنًا الَّذِي قَدْ قَدَّرَنِي النَّاسُ قَالَ فَتَحَنَّنْ فَذَهَبَ عَنْهُ قَدْرُهُ وَأُعْطِيَ لَوْنًا حَسَنًا وَجِلْدًا حَسَنًا قَالَ فَأَتَى الْمَلَأَ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْإِبِلُ أَوِ الْبَقَرُ شَكَرَ فَاسْتُغْنِيَ لَهَا أَنْ الْأَبْرَصَ وَالْأَقْرَعُ قَالَ أَحَدُهُمَا الْإِبِلُ وَقَالَ الْآخَرُ الْبَقَرُ قَالَ فَأُعْطِيَ نَاقَةً عَشْرَاءَ فَقَالَ بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِيهَا قَالَ فَأَتَى الْأَقْرَعُ فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ شَعْرٌ حَسَنٌ وَبَدَنٌ حَسَنٌ هَذَا الَّذِي قَدْ قَدَّرَنِي النَّاسُ قَالَ فَتَحَنَّنْ فَذَهَبَ عَنْهُ قَالَ وَأُعْطِيَ شَعْرًا حَسَنًا قَالَ فَأَتَى الْمَلَأَ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْبَقَرُ فَأُعْطِيَ بَقَرَةً حَامِلًا قَالَ بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِيهَا قَالَ فَأَتَى الْأَعْمَى فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ أَنْ يُرَدَّ اللَّهُ إِلَيَّ بَصَرِي فَأُبْصِرَ بِهِ النَّاسُ قَالَ فَتَحَنَّنْ

(۷۹) ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے ایک مبرص، ایک گنجا اور ایک اندھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کا ارادہ فرمایا تو ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔ پہلے مبرص کے پاس گیا اور اس نے پوچھا کہ آپ کی سب سے بڑی تنگدلی ہے اس نے کہا خوبصورت رنگت اور خوبصورت کھال اور یہ بات کہ جس بھانگ کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں یہ جاتا رہے۔ فرشتے نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا اور وہ ساری بدنمائی ختم ہو گئی اس کا رنگ اور کھال دونوں خوشنما ہو گئے۔ اس کے بعد پوچھا کہ آپ کو مال کونسا پسند ہے اس نے اونٹ بتائے یا گائے۔ راوی حدیث اٹھ کر اس بارے میں شک ہے لیکن یہ یقینی ہے کہ مبرص اور گنچے میں ایک نے اونٹ بتائے تھے تو دوسرے نے گائے۔ غرض اس کو ایک ایسی اونٹنی مل گئی جس کے حمل کی دس ماہ کی مدت پوری ہو گئی تھی اور وہ بیٹے والی تھی اس کے بعد اس فرشتے نے یہ دعویٰ کیا۔ جیسے اللہ تعالیٰ آپ کی اونٹنی میں برکت دے۔ اس کے بعد وہ گنچے کے پاس گیا اور اس سے پوچھا آپ کو کیا چیز سب سے زیادہ پیاری ہے اس نے کہا خوبصورت بال اور یہ بات کہ جس بیماری کی وجہ سے لوگ مجھے گندہ سمجھتے ہیں یہ بیماری جاتی رہے۔ اس نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور وہ ساری بیماری جاتی رہی اور اس کے بال نہایت خوبصورت ہو گئے۔ اس کے بعد پوچھا کہ آپ کو مال کونسا پسند ہے اس نے کہا گائے، اسے بھی ایک حاملہ گائے مل گئی۔ فرشتے نے اس کو بھی دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی

قَرَأَ اللَّهُ إِلَيْهِ بَصَرًا قَالَ فَأَتَى الْمَالَ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْغَنَمُ فَأَعْطَى شَاةً وَلَدًا فَأَنْجَحَ
 هَذَانِ وَوَلَدَ هَذَا أَفْكَانَ لَهَذَا وَأَادِمٌ مِنَ الْإِبِلِ وَلَهَذَا وَأَادِمٌ مِنَ الْبَقَرِ وَلَهَذَا وَأَادِمٌ مِنَ الْغَنَمِ
 قَالَ ثُمَّ لَنَأْتِيَ الْآبِرَصَ فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ فَقَالَ رَجُلٌ مُسْكِنٌ قَدْ انْقَطَعَتْ رِي
 الْحَبْلُ فِي سَفَرِي فَلَا بَلَاعَ لِي الْيَوْمَ إِلَّا بِاللهِ ثُمَّ لَكَ بِأَلَدِي أَعْطَاكَ اللّٰهُ الْغَنَمَ
 وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ وَالْمَالَ بَعِيرًا أَتَّبَعْتُمْ فِي سَفَرِي فَقَالَ الْحَقُّوْكَ كَثِيرَةً فَقَالَ إِنَّهُ كَانَ فِي
 آخِرِ فَلَكَ أَلَمْ تَكُنْ أَبْرَصَ بَعْدَ زِلْكَ النَّاسُ فَوَيْدًا فَكَعْطَاكَ اللهُ مَا لَاقَالَ رَأْسًا وَتَرِثَ هَذَا
 الْمَالَ كَأَمْرٍ لَّعَنَ كُلُّ رَجُلٍ فَقَالَ إِنْ كُنْتُ كَاذِبًا فَصَيِّرْكَ اللهُ إِلَى مَا كُنْتُ قَالَ فَأَتَى الْآفِرَصَ فِي
 صُورَتِهِ فَقَالَ لَكُمْ مِثْلُ مَا قَالَ لَهَذَا وَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ عَلَى هَذَا فَقَالَ إِنْ كُنْتُ كَاذِبًا
 فَصَيِّرْكَ اللهُ إِلَى مَا كُنْتُ قَالَ وَأَتَى الْآعْتَى فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ فَقَالَ رَجُلٌ مُسْكِنٌ

گائے میں برکت دے۔ اس کے بعد نابینا کے پاس آیا اور اس سے بھی پوچھا کہ آپ کو سب سے
 زیادہ کیا بات پسند ہے اس نے کہا، یہ کہ اللہ تعالیٰ میری بینائی بھرے تو بارے اور میں لوگوں کو دیکھنے
 لگوں، فرشتے نے اس کی آنکھوں پر ماتہ پھیرا اور اس کی بینائی ٹوٹ آئی اس کے بعد پوچھا آپ کو کونا
 مال مرغوب ہے وہ جواب دیا کہ میرا سے بھی ایک حقے والی تیارگیری مل گئی کچھ دنوں بعد ہی وہ اونٹنی اٹھ گئے
 یہاں گئیں اور اس تیارگیری کے بھی بچہ پیدا ہو گیا (اور ایسی برکت ہوئی) کہ ابرص کے پاس ایک وادی بھر کے
 اونٹ ہو گئے اور گننے کے پاس ایک وادی بھر کر گائیں اور اس نابینا کے پاس بھی ایک وادی بھر کر گائیں
 ہو گئیں۔ اس کے بعد وہی فرشتہ اپنی اسی شکل میں میرٹھ کے پاس پہنچا اور بولا میں ایک مسکین ہوں سفر
 کی حالت میں جتنے اسباب و ذرائع تھے سب ختم ہو چکے ہیں اب منزل مقصود تک رسائی کا ذریعہ کوئی نہیں
 رہا، سوئے اللہ تعالیٰ کے یا پھر بظاہر اسباب آپ کی ذات کے۔ میں آپ سے اس خدا کا واسطہ دیکھا ایک
 اونٹ مانگتا ہوں جس نے آپ کو یہ خوشنارنگ اور یہ خوشنما کھال مرحمت فرمائی۔ اس نے کہا میری
 ذمہ داریاں بہت ہیں اس نے کہا مجھے کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کو پہچانتا بھی ہوں۔ کہنے لگا آپ
 میری صورت تھے لوگ آپ سے نفرت کرتے تھے مقلح تھے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ سارا مال و دولت بخشا
 اس نے کہا یہ مال تو میرے باپ دادے سے مجھے وراثت میں پہنچا ہے۔ اس نے کہا بہت اچھا اگر تو جھوٹا ہے
 تو خدا تجھ کو پھر ویسا ہی کر دے جیسا تو پہلے تھا اس کے بعد وہ اپنی پہلی ہی شکل میں گئے کے پاس پہنچا اور
 اور وہی سوال اس سے بھی کیا اس نے بھی وہی جواب دیا اس پر فرشتے نے کہا کہ اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ

(۷۲۱) عَنْ قَتِيلَةَ امْرَأَةٍ مِنْ جُهَيْنَةَ أَنَّ يَهُودِيًّا آتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّكُمْ تَسْتَدْحُونَ وَلَا تَكْفُرُ ثُمَّ كُنْ تَقُولُونَ مَا شَاءَ اللَّهُ وَتَقُولُونَ وَالْكَعْبَةُ قَامَرُكُمْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادُوا أَنْ يُخْلَعُوا أَنْ يَقُولُوا رَبِّ الْكَعْبَةِ وَيَقُولُوا أَحَدٌ مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ شِئْتُ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ۵۱۵ وَاخْرَجَاهُ مِنْ سَعْدِ الْبَطْنِ مِنْ هَذَا الْمَكَامِ الدَّرِ الْمَشْهُورِ ۳۲۲ حَتَّى قَوْلَهُ تَعَالَى فَلَا تَجْعَلُوا إِلَهًا

(۷۲۲) عَنْ طُفَيْلِ بْنِ سَجَرَةَ أَنَّهُ رَأَى فِيمَا بَرَى النَّاسِ كَانَتْ مَرَّ يَرْهَطُ مِنَ الْيَهُودِ فَقَالَ أَنْتُمْ نِعْمُ الْقَوْمُ لَوْلَا أَنْكُمْ تَزْعُمُونَ أَنَّ عَزْرِي بْنَ اللَّهِ فَقَالُوا وَأَنْتُمْ نِعْمُ الْقَوْمُ لَوْلَا أَنْتُمْ تَقُولُونَ مَا شَاءَ اللَّهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ ثُمَّ مَرَّ يَرْهَطُ مِنَ النَّصَارَى فَقَالَ أَنْتُمْ نِعْمُ الْقَوْمُ لَوْلَا أَنْكُمْ تَقُولُونَ الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ قَالُوا وَأَنْتُمْ نِعْمُ الْقَوْمُ لَوْلَا أَنْكُمْ تَقُولُونَ مَا شَاءَ اللَّهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ فَلَمَّا أَصْبَحَ أَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخُطِبَ فَقَالَ إِنَّ طُفَيْلًا رَأَى رُؤْيَا وَلَا أَنْتُمْ تَقُولُونَ كَلِمَةً كَانَ يَمْنَعُنِي الْحَيَاءُ مِنْكُمْ فَلَا تَقُولُوا هَذَا وَلَكِنْ قُولُوا مَا شَاءَ اللَّهُ وَحْدًا

(۷۲۱) قبیلہ جہینہ کی ایک بی بی سہ قتیلہ بیان کرتی ہیں کہ ایک یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا تم خدا تعالیٰ کا ہمسرہ تجویز کرتے ہو اور دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہو، ایک تو تم یوں کہتے ہو ماشارا اور شئت (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشیت اور ارادہ کی مشیت برابر برابر ذکر کرتے ہو) اور دوسرے کعبہ کی قسم کھاتے ہو (حالانکہ کعبہ مخلوق ہے) اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیدیا کہ آئندہ جب قسم کھانے کا ارادہ کریں تو رب کعبہ کی قسم کھایا کریں اور آپ کی مشیت کا تذکرہ خدا کی مشیت کے ساتھ ہرگز نہ کریں بلکہ خدا کی مشیت کے بعد اس کا ذکر ہم نہیں کریں (یعنی)

(۷۲۲) طفیل بن سجرہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک خواب میں دیکھا کہ ان کا ایک یہودی جماعت کے پاس سے گزر رہا انھوں نے اس سے کہا اگر تم لوگ حضرت عمر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا نہ سمجھتے تو کیا اچھے لوگ ہوتے وہ بولے اگر تم مسلمان بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مشیت کا ایک ساتھ ذکر نہ کیا کرتے تو تم بھی بہت اچھے لوگ ہوتے۔ جب صبح ہوئی تو انھوں نے اس خواب کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا۔ اس پر آپ نے خطبہ دے کر فرمایا کہ طفیل نے ایک خواب دیکھا ہے تم ایک ناموزوں کلمہ کہا کرتے ہو مجھے تم کو اس سے روکنے میں ذرا لحاظ مانع آتا رہا۔ اب آئندہ یہ کلمہ نہ کہا کرو بلکہ صرف ایک اللہ تعالیٰ کی مشیت کا ذکر

لَا شَرِيكَ لَهُ۔ (اخرجه احمد وابن ماجه والبيهقي كما في الدر المنثور۔ ۲۵)

الجمع بين الله ورسوله في ضمير واحد ينحالف الادب الاسلامي

(۷۲۳) عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ اَنَّ حَاطِبًا خَطَبَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ يُطِيعُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشِدَ وَمَنْ يَعْصِهِمَا فَقَالَ قُمُوا قَالَ اِذْهَبْ فَبُئْسَ الْخَطِيبُ اَنْتَ (رواه ابو داود وكتاب الادب كتاب الجمع) وفي رواية للمسلم ومن يعصهما فقد غر على فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم بئس الخطيب انت قل ومن يعص الله ورسوله۔

کیا کرو جس کا کوئی شریک نہیں۔ (احمد۔ ابن ماجہ۔ بیہقی)

خدا اور اس کے رسول کو ایک ضمیر میں جمع کرنا اسلامی ادب کے خلاف ہے

(۷۲۳) عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ ایک خطیب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خطبہ کیا اور اثناء خطبہ میں یوں کہا کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ راہِ راست پر رہا اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی۔۔۔ اس پر آپ نے فرمایا کھڑا ہو جا یا چلا جا (راوی کو اہل لفظ میں شک ہے) تو نالائق خطیب ہے۔ (ابوداؤد) مسلم کی روایت میں یہ معنوں میں اس طرح ہے کہ خطیب نے یوں کہا کہ جو ان دونوں کی نافرمانی کرے وہ یقیناً گمراہ ہو گیا اس پر آپ نے فرمایا تو نالائق خطیب ہے تجھے یوں کہنا چاہئے تھا کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے۔

(۷۲۳) یعنی لائق خطیب وہ ہے کہ جب وہ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت اور محبت کا ذکر کرے تو دونوں کے ناموں کو بھی علیحدہ علیحدہ ذکر کرے صرف ایک ضمیر میں جمع نہ کرے۔ یہاں اس خطیب نے اطاعت کے ذیل میں تو خدا اور رسول کا نام علیحدہ علیحدہ ذکر کیا تھا لیکن جب ان کی نافرمانی کے ذکر پر پہنچا تو اس نے ان کو ایک ہی ضمیر میں جوڑ دیا اس میں ایک قسم کی مساوات کی پو آتی ہے۔ اسلام کی توحید انہی سی مساوات کی بھی دواوار نہیں۔ کبھی قابل اور کبھی غافلین کے حالات کے لحاظ سے ذرا سی فروگزاشت اہمیت اختیار کر لیتی ہے جب تک کسی نوکوز قوم کے قلب و زبان میں خدا سے قربانی اور اس کے رسول کی عظمت کا امتیاز پورے طور پر قائم نہ ہو جائے اس وقت تک اس کی معمری فروگزاشت پر بھی سخت الفاظ میں ٹوکتا ضروری ہوتا ہے ہاں جب توحید کا نقش اپنی اہل صورت پر قائم ہو جائے تو اب ضمیر کی شرکت قابل اغماض ہو سکتی ہے۔ ہمارے نزدیک یہاں الہام طحاوی کا جواب بہت لطیف تھا مگر وہ ابوداؤد کے الفاظ میں تو جمل سکتا ہے صحیح مسلم کے ایک لفظ میں اس کی گنجائش نہیں ہے اس لئے ہم نے اس کو اختیار نہیں کیا۔

نہی المولیٰ عن قولہ فی غلامہ عبدی

(۷۲۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُولُوا أَحَدُكُمْ عَبْدِي وَأَمْنِي فَكُلُّكُمْ عَبْدُ اللَّهِ وَكُلُّكُمْ لِمَاءُ اللَّهِ وَلَكِنْ لِيَقُلْ غُلَامِي وَجَارِيَّتِي وَقَتَايَ وَقَتَاتِي وَلَا يَقُلْ الْعَبْدَ رَبِّي وَلَكِنْ لِيَقُلْ سَيِّدِي وَفِي مَرْأَيْتُكَ لَا يَقُلْ الْعَبْدَ لِسَيِّدِهِ مَوْلَايَ فَإِنَّ مَوْلَاكُمْ اللَّهُ - (رحمہ اللہ) مسندہ وروند البخاری وابی داؤد وغیرہا ایضا

(۷۲۵) عَنْ أَبِي رَمَثَةَ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ أَبِي قُرَآئٍ

آقا کو اپنے غلام کو عبد کہنے کی مانعت

(۷۲۴) البورہیہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کوئی شخص یوں نہ بولا کرے "میرا بندہ" "میری باندی" کیونکہ تم میں جتنے مرد ہیں درحقیقت وہ سب عبد خدا کے ہیں اسی طرح جتنی عورتیں ہیں وہ باندیاں اسی کی ہیں ہاں اس کے بجائے "میرا غلام" اور "میری لونڈی" کا لفظ بول سکتے ہو اسی طرح کسی غلام کو اپنے آقا کے حق میں رب کا لفظ استعمال نہ کرنا چاہئے ہاں سردار اور آقا کہہ سکتا ہے۔ ایک روایت میں یہ مضمون اس طرح ہے کہ غلام کو اپنے آقا کو میرا مولیٰ نہ کہنا چاہئے کیونکہ تم سب کا مولیٰ تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ (مسلم شریف)

(۷۲۵) البورہیہ بیان کرتے ہیں کہ بن اپنے والد کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

(۷۲۴) یہ حدیث بھی عقائد کے باب کی حدیث نہیں صرف ادب و تہذیب کے باب کی حدیث ہے یہاں بھی مقصود ہے کہ عبدیت کی جو نسبت بڑی برسی ہے اس کو عمل و بے عمل استعمال کر کے بے سنی نہ بنا دینا چاہئے وہ جتنی طور پر ایک ہی ذات کے ساتھ قائم ہے اور اس لئے اس کا استعمال بھی اسی کے ساتھ قائم رہنا چاہئے گو مجازی طور پر اس میں شرکت کی گھٹائش بھی مگر چونکہ اس میں اصل حقیقت سے غفلت کا اندیشہ ہو سکتا ہے اس لئے اس مجاز و استعارہ سے بھی احتراز کرنا مناسب ہے۔ فیض الباری شرح صحیح بخاری میں ہم نے اس حدیث کی اور زیادہ تشریح کی ہے۔

(۷۲۵) ہر نبوت پر مرض کے اس گمان کو نہ دے کہ جواب میں کسی ادنیٰ ناگاہی کے بجائے آپ نے اس سے ایسے بصیرت افروز کلمات فرمائے کہ خود اس طبیب کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ سمجھ گیا کہ انسانی ہی خواہی کی حدیث سے بہت ظاہری مہرہری اور درافت تک ہو سکتی ہے اس لئے اس کی حیثیت بھی ایک رفیق کی حیثیت سے زیادہ نہیں ہو سکتی شفاء و مرض کا اصل رشتہ خدا تعالیٰ ہی کے دست قدرت میں ہے اس لئے طبیب کا اصل لقب پانے کیلئے اسی کی ذات پاک منقول ہے وہ بھلا طبیب ہونے کا کیا دعویٰ کر سکتا ہے جس کو مرض اور شفاء کے درمیان بھی تفرق نہ ہو۔

عرفی نظریں گو کسی انسان کو طبیب کہہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن آپ نے تیرے فرائض کو ایک مومن کے قلب میں

الَّتِي يَظْهَرُ فِيهَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا أَعْلَمُ بِهَا فَإِنِّي طَبِيبٌ قَالَ أَنْتَ رَفِيقٌ وَاللَّهِ
الطَّبِيبُ وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى عَنْ أَبِي كَثِيرٍ مِثْلُ الشَّخَاخَةِ قَالَ أَنِّي إِنِّي طَبِيبٌ أَلَا أَعْلَمُ بِهَا

حاضر ہوا انہوں نے آپ کی پشت مبارک پر ہیز نبوت دیکھی تو عرض کیا یا رسول اللہ فرمائیے تو میں اس کا
علاج کر دوں کیونکہ میں طیب ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم تو رفیق ہو، طیب حقیقی تو دراصل اللہ تعالیٰ کی
ذات ہے۔ دوسری روایت میں یہ مضمون اس طرح مذکور ہے کہ میں نے آپ کے بازو مبارک کی جانب
سبب کی طرح ابھری ہوئی ایک چیز دیکھی (یعنی ہیز نبوت) تو میرے والد نے عرض کیا میں طیب ہوں ارشاد فرمایا

تو جبر کا نقش آیا اگر ہونا چاہئے کہ اس کی نظر میں ایک قابل سے قابل طیب کی حیثیت بھی ایک ضعیف رفیق کی رہ جائے
اور طیب کا لقب صرف اس ذات کے ساتھ مخصوص نظر آئے جو شفاء و مرض کا سر رشته ہے۔

طیب مدفن کا یہ فرق صرف وقتی اور منتقلی ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص صحابی کی رگ و پے میں
اس طرح سوائت کر گیا تھا کہ جب ان میں کسی سے بیماری میں طیب کی طرف مراجعت کیلئے کہا جاتا تو تمام طبیبوں سے بے نیاز
ہو کر صرف ایک طیب حقیقی ہی کو بلایا کرتا۔ چنانچہ شمس الامائر کو ہی امام اعظم کے خائب میں لکھے ہیں کہ جب صدیق اکبر کی علالت
میں کسی طیب کے بلانے کے لئے ان سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے یہ فرمایا کہ دیکھو! اگر اللہ تعالیٰ (مناقب امام اعظم علیہ السلام) سے
طیب (حقیقی) ہی نے توجہ بیاڑا والا ہے حافظ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں اس واقعہ کی حسب ذیل تفصیل کے ساتھ
نقل کیا ہے۔

واخرهم ابن سعد وابن ابی الدینار عن ابی السفر قال دخلوا علی ابی بکر فی مرضه فقالوا یا خلیفۃ
رسول اللہ انا ندعولک طیباً بنظر الیک قال لا قد نظر انا فقالوا ما قال لك قال ا فی
فعال لما یزید - (تاریخ الخلفاء ص ۶۰)

ابن سعد وابن ابی الدینار نے اس سفر سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم کی دوران علالت میں صحابہ کرام ان کی
عیادت کیلئے حضور سے اور عرض کیا اے خدا کے رسول کے خلیفہ! ارشاد ہو تو ہم کسی طیب کو بلا کر آپ کو دکھا دیں آپ نے
فرمایا نہیں، طیب حقیقی مجھے دیکھ چکا ہے انہوں نے پوچھا تو پھر اس نے دیکھ کر کیا کہا۔ فرمایا یہ کہ ہے کہ جارا وہ ہم
کر لیتے ہیں پھر وہی کوہ کے رچے ہیں۔

حافظ ابن کثیر نے اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت ابن مسعود کا نقل کیا ہے۔

وقد شهد ابن مسعود بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مواقف کثیرۃ منها الیوموک وغیرھا وکان قد ام
من العراق حاجا فمر بالمریضة فشهد وادفاه ابی ذر ودفنہ ثم قدم الی المدینۃ فمرض بها فاجاءه عثمان
عائلا فہدی انا قال لا ما تشکی قال ذر فی قال فانتشی قال رحمتی قال الا امرک بطیب
فقال الطیب امضی فقال الا امرک بمطائک وکان قد ترکہ سفین فقال لا حاجت لی فیہ فقال
یکون لبناک بعدک قال اغشی علی بناتی الفقرا فی امرت بناتی ان یتھمن کل لیلۃ سورۃ الواقعة وانی
سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من قرأ الواقعة کل لیلۃ لم یصب ما یتدبر (ابو داؤد المزیلی ص ۶۵)

فَقَالَ طَبِيبُهَا الَّذِي خَلَقَهَا: (رحمہ اللہ) احمد وخرج صاحب المشکوۃ فی باب القصاص

الغی عن التسمیۃ بملک الاملاک

(۷۳۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَفُّ الْأَسْمَاءِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عِنْدَ اللَّهِ رَجُلٌ يَسْمَى مَلِكَ الْأَمْلاَكِ۔ (بخاری) فی ثریۃ مسلم قَالَ أَخْبَرْتُ

میں اس کا علاج کروں آپ نے فرمایا اس کا طبیب تو وہی ہے جس نے اس کو پیدا فرمایا ہے۔ (احمد)

شہنشاہ نام رکھنے کی ممانعت

(۷۳۶) ابویہریۃ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قابلِ شرم وہ شخص ہوگا جس کا نام ملک الاملاک ہو (شہنشاہ) (بخاری شریف) اور سلم کی ایک روایت میں یوں آئے ہیں قیامت میں جس شخص پر اللہ تعالیٰ کو سخت غصہ آئے گا اور وہ سب سے

حضرت ابن مسعودؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہی بہت سے غزوات میں شریک ہوئے ہیں ان میں سے ایک غزوہ یرموک بھی تھا۔ یہ حج کے دوران سے واپس آ رہے تھے جب مقام رندہ پہنچے تو دن کو معلوم ہوا کہ ابوذرؓ اس جہان فانی سے گنہگار ہیں۔ بیان کی وفات میں شریک ہوئے اور ان کو دن کر کے پھر مرتضیٰ علیہ آئے اور یہاں آکر چار دن تک حضرت عثمانؓ ان کی عیادت کیلئے تشریف لائے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے ان سے چچا آپ کو کیا تکلیف ہے فرمایا اپنے گناہوں کی۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا تو پھر آپ کیا چاہتے ہیں حضرت ابن مسعودؓ نے جواب دیا اپنے ہونہار کی رحمت حضرت عثمانؓ نے فرمایا آپ کیلئے کسی طبیب کو نہ بلائیں انھوں نے جواب دیا کہ طبیب ہی نے تو مجھے بیمار ڈالا ہے پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا آپ کا طبیب نہ جاری کروں یہ دو سال سے سرکاری دوا دیکھ چھوڑ چکے تھے فرمایا مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے حضرت عثمانؓ نے فرمایا تو آپ کی رگوں کے کام آجائے گا۔ فرمایا کیا آپ کو مری رگوں کے متعلق احتیاط کا خطروہے دس لیٹے ہیں ان سے تاکید کر چکا ہوں کہ نہ شرب سورۃ الواقعة پڑھ لیا کریں ہوس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود شاربہ کہ شرب سورۃ الواقعة پڑھتا ہے گا اس کو کبھی فائدہ نہ ہوگا (ابو داؤد وغیرہ)

ان اولیٰ العزم اور مقدس ہستیوں کے بعد جب امت کے دورے جائے تو شریکوں کا دور شروع ہوا تو انھوں نے بھی اپنے اپنے زمانہ میں دین کے تمام طبیبوں سے بے نیاز ہو کر طبیبِ حقیقی کی کو ان العاقلین یاد کیا ہے۔

لے طبیب جملہ علتہائے ما ۛ اے ترافلاطون بحالیہوس

یہ تمام تاثرات جواب تک آپ نے ملاحظہ فرمائے قرآن کی اس ایک آیت کی تفسیر یہی ہے۔ وَلَا ذَا عَمِ صُنْتُ فَهُوَ يَفْعِلُ فَعَلُوا۔ (جب میں بیمار ہوں تو وہی مجھ کو شفا دیتا ہے۔

(۷۳۶) ہمارے دوسری اسرار میں کوئی تاثیر ہی نہیں سمجھی جاتی مگر شریعت یہ کہتی ہے کہ ان کو بھی نفس کی اصلاح و ترقی ہو

رَجُلٍ عَلَى اسْمِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاحْبَبْتُ رَجُلًا كَانَ يُسَمَّى مَلِكَ الْأَمْلاِكِ لَا مَلِكَ إِلَّا اللَّهُ.

النهي عن التكني بابي الحكم

(۷۲۷) عَنْ شَرِيحِ بْنِ هَاشِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ لَمَّا وَقَدَّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ قَوْمِهِ يَتَوَكَّمُونَ نَبِيَّيَ الْحَكَمِ فَقَدَّاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَكَمُ وَاللَّهُ الْحَكَمُ فَلَيْسَ بِنَبِيِّي أَبَا الْحَكَمِ قَالَ إِنَّ قَوْمِي إِذَا اخْتَلَعُوا فِي شَيْءٍ أَتَوْنِي فَحَكَمْتُ بَيْنَهُمْ فَرَحِي كُلَّ الْفَرِيقَيْنِ فَحَكَمْنِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْسَنَ هَذَا

بجہ ہوگا وہ شخص جس کا نام شاہان شاہ رکھا جائے۔ حالانکہ وہ مل شاہی صرف خدا تعالیٰ کے لئے ہے۔

ابو الحكم کنیت رکھنے کی ممانعت

(۷۲۷) شرح بن ہاشم اپنے والد بزرگوار سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ اپنی قوم کے ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے سنا کہ وہ لوگ ان کو ابو الحكم کی کنیت سے بلاتے تھے آپ نے ان کو بلایا اور فرمایا (دیکھو) الحكم تو اس کا نام ہے اور اس لئے ہے کہ تمام جہان کا مقتد فیصلہ کرنے والا وہی ہوگا۔ تم کہہ تمہاری کنیت ابو الحكم کیسے پڑی انھوں نے عرض کیا کہ قصہ یہ ہے کہ میری قوم کے لوگ جب کبھی کسی معاملہ میں اپنا جھگڑالے کر میرے پاس آجاتے تو میں ان کے باہم ایسا فیصلہ کر دیتا کہ دونوں فریق اس سے خوش ہو جاتے (اس لئے میری کنیت ابو الحكم ہو گئی) آپ نے فرمایا یہ بات تو

بہت بڑا دخل ہے انسان کو ایسے نام رکھنے چاہئیں جو اس کے ضعف و نقصان پر شاہد ہیں۔ ان کے ہر وقت استعمال سے ہر وقت آپ کے نفس پر نقص رونے کا اثر پڑتا رہے اس کے برخلاف ایسے اسماء جو کمالات میں بھی علیٰ علی کے علی کمال کے معنی پر مشتمل ہوں اس کے لئے موزوں نہیں کہہ نہ سکتے تھے تو وہ اس کی ناقص سچی کو صحیح قرار نہیں دے سکتے پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ خالق کے اسماء مبارکہ کے ساتھ ٹکرا جاتے ہیں ایک ذلیل مخلوق کے لئے یہ کتنا نامناسب ہے کہ وہ اس عزیز و جبار ہستی کے ناموں میں اپنا حصہ چار لے لے جو اس کی خالق ہے۔ غلامیہ کہ جو اسماء خالق کے لئے معروف ہو چکے ہیں ان کا استعمال مخلوقات کے دائرہ میں ممنوع ہے اور اسی طرح جو اسماء مخلوق کے دائرہ میں معروف ہو چکے ہیں ان کا اطلاق بارگاہِ نبیہ میں ممنوع ہے۔ یہاں صرف نقلی مصلحت کافی نہیں کہہ ادب بھی ملحوظ رہنا چاہئے اور اس طرح مخلوق و خالق کے مابین جہاں ذاتی اور صفاتی شرکت نہیں وہیں اسکی شرکت بھی ختم ہو جانی چاہئے۔

فَمَّا لَكَ مِنَ الْوَلَدِ قَالَ ابْنِي شَرِيحٌ وَمُسْنَمٌ وَعَبْدُ اللَّهِ قَالَ فَمَنْ أَكْبَرُهُمْ قَالَ قُلْتُ شَرِيحٌ
قَالَ فَانْتِ ابْنُ شَرِيحٍ (رواه ابو داود والنسائي)

نیبغی للمؤمن ان یجتنب اسم الجاهلیہ ان لم تکن کفرا

(۷۲۸) عَنِ الْمَعْرُورِ قَالَ لَقِيتُ أَبَا ذَرٍّ بِالرَّبَذِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلَى غُلَامِهِ حُلَّةٌ مِثْلُهَا
عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ إِنِّي سَأَيْتُ رَجُلًا فَعَيَّرَنِي بِمَا قَرَأْتُ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَا أَبَا ذَرٍّ عَيَّرَنِي بِمَا تَرَأَى فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ إِخْوَانُكُمْ حَوْلَكُمْ جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَحْتَ

بہت اچھی ہے (مگر اس پر بھی مخلوق کو اپنے خالق کے نام کی کنیت رکھنا بڑی نازیبا حرکت ہے) یہ بناؤ کہ
تمہارے کتے بچے ہیں، یہ بولے تین ہیں، شریح، مسلم، عبد اللہ۔ آپ نے پوچھا ان میں سب سے بڑا کن ہے
یہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا شریح، فرمایا اچھا جاؤ تو تمہاری کنیت ابو شریح ہے۔ (کہ یہ درست
بھی ہے اور عرب کے دستور کے مطابق بھی) (ابوداؤد و نسائی)

مومن کو چاہئے کہ وہ زمانہ کفر کی عادتوں کو دور ہے اگرچہ وہ کفر کی حد تک ہوں

(۷۲۸) معروڑ کہتے ہیں کہ میں نے ابو ذرؓ سے مقام ربذہ میں ملاقات کی۔ وہ اور ان کا غلام ایک ہی قسم کا
حُلّہ پہنے ہوئے تھے (حِلّہ ایسی چادر اور لٹگی کو کہتے ہیں جو ایک ہی قسم کی ہوں) میں نے ان سے اس یک رنگی
کا سبب پوچھا، اس پر انھوں نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے غلام کو کچھ سخت و سست کہا
اور اس سلسلہ میں اس کو ماں کی عار دلائی (یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی) تو آپ نے فرمایا ابو ذر!
کیا تم نے اس کو اس کی ماں کی عار دلائی ہے ابھی تک تم میں جاہلیت کی خوب بو باقی ہے تمہارے غلام دراصل
تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے (صرف کفر کی پاداش میں) انھیں تمہارا زیر دست بنادیا ہے تو جس شخص کا

(۷۲۸) ابو ذرؓ کے اس واقعہ کو امام بخاریؒ نے کتاب الادب میں ذرا تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں اتنا اور
مذکور ہے کہ کان مینی وہیں رجل کلام وکانت امہ اعجمیہ قتلت منها مینی میرے اور ایک شخص کے درمیان کچھ تیز تیز
باتیں ہو گئیں اس کی والدہ عجمی عورت تھی میں نے عرب کے خیال کے موافق اس کی نسبت کو از دلو حقیردار کیا اس پر آپ نے فرمایا
انک امرؤ فیک جاہلیتہ ابو ذرؓ تجھ میں ابھی تک وہی زمانہ جاہلیت کی خوب بوی جاتی ہے۔ میں نے عرض کیا علی ساقی ہذا
من کبر السن قال نعم کیا اب تک جبکہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا جی ہاں ابھی تک۔
ماں کی عار دلا نا اگرچہ کفر تو نہیں مگر اسلامی اخلاق کی بات بھی نہیں۔ اسلام یہ تقاضا کرتا ہے کہ ایک مسلمان کو کفر تو کفر

أَيُّ نِيْلِكُمْ فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيَلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا تَحْكُمُوهُمْ
مِمَّا يَغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَفْتُمُوهُمْ فَاعْيَنُوهُمْ۔ (بخاری)

(۷۲۹) عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنْ يَنْحَرَّ أَبْلًا يَبْقَاةً فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
هَلْ كَانَ يَنْهَادُنِي مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْعُدُ قَالَوَالَا قَالَ فَمَهْلُ كَانَ فِيهَا عَيْدٌ مِنْ أَعْيَادِهِمْ
قَالُوا لَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ بَسْ بِكَ فَإِنَّهُ لَا وَقَاءَ لِيَنْدِرِي مَعْصِيَةً

بھائی اس کے قبضہ میں ہو اسے چاہئے کہ جو خود کھائے اس کو بھی کھلائے اور جو خود پہنے وہی اس کو بھی پہنائے
(اس لئے میں نے وہی حلہ اس کو پہنایا ہے جو خود پہنا ہے) اور دیکھو اپنے غلاموں سے وہ کام نہ لو جو (ان کی
طاقت سے زیادہ ہو اور) انھیں عاجز کر دے اور اگر کوئی ایسا کام لو تو خود بھی ان کا ہاتھ بناؤ۔ (بخاری شریف)

(۷۲۹) ثابت بن ضحاک روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ
نذر کیا تھی کہ وہ مقام بوانہ میں ایک اونٹ کی قربانی کرے گا۔ وہ آپ کے پاس آیا اور اپنی نذر کا قصہ بیان کیا آپ نے
پوچھا کیا اس مقام پر زمانہ جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت رکھا تھا جس کی پوجا کی جاتی ہو؟ لوگوں نے کہا نہیں
پھر آپ نے پوچھا اچھا وہاں کافر کوئی عید منایا کرتے تھے؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو دعاؤں (اپنی نذر ادا کر)

عادات کفر سے بھی علیمہ رہنا چاہئے۔ اسلام و کفر صرف آچھے یا برے عقائد ہی کا نام نہیں بلکہ ان عقائد کے ساتھ کچھ مخصوص
افعال و شعائر کا نام بھی ہے جو ان عقائد کے لازمی اثرات ہوتے ہیں مثلاً جس کے قلب و دماغ میں توحید کا نقش قائم ہو چکا
ہے ضروری ہے کہ اس کے افعال میں بھی اس نقش کے اثرات نمایاں ہوں وہ اپنی عبادات میں ایک ہی خدا کا تصور رکھے
معبودوں میں اسی کو بیکارے ادا ہی کے سامنے مجبور و انکار کا سر جھکائے۔ اس کے برخلاف جس کا نفس نجاست کفر و شرک سے
آلودہ ہو چکا ہے اس کے افعال میں بھی اس آلودگی کے نشانات پائے جانے ضروری ہیں۔ حدیث مذکور کہتی ہے کہ وہ اسلام
کچھ خوشنما اسلام نہیں جس کے ساتھ رسوم جاہلیت اور زائد کفر کی عبادات بدستور قائم رہیں اب اسے چاہئے کہ ان تمام
رسوم کو کلیتہً ترک کر دے اور کفر کا کوئی تسکین نہ رکھے۔ آپ نے یہاں ابوذر کو یہ تنبیہ فرمائی کہ اب نیا نیا اسلام کے بعد
کفر کے دور کی خامیاں تم پر زیب نہیں دیتیں۔

(۷۲۹) اس شخص نے اللہ تعالیٰ ہی کے لئے قربانی کی نذر کی تھی مگر صرف اس لئے کہ عہد جاہلیت ابھی بہت
قریب گذرا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ نذر اسلامی کی ادائیگی میں زمانہ جاہلیت کے ساتھ کوئی مشابہت پیدا ہو جائے اس لئے
آپ نے تحقیق کے بغیر اس جگہ نذر اسلامی ادا کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اوقات مکروہ میں نماز کی مانعیت بھی ماسی مشابہت
سے اجتناب پر مبنی ہے۔ حدیث کہتی ہے کہ یہ کفار کی عبادت کا وقت ہوتا ہے لہذا تم اس وقت عبادت مت کرو ابیام حج
میں کفار کا یہ دستور تھا کہ مزدلفہ سے طلوع آفتاب کے بعد روانہ ہوتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کی مخالفت کرو

اشو ولا ینما لا یحک انہ نام۔ رحمہ ابو داؤد ورمی زین غوہ قصۃ امرئۃ۔

(۷۳۰) عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْمَشْرُكِينَ كَانُوا لَا يُضَيِّضُونَ مِنْ تَجَمُّعٍ حَتَّى تَشْرِقَ عَلَى شَيْءٍ فَقَالَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنَاضَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔ (رواہ البخاری وغیرہ)

(۷۳۱) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَتْ عُمَاظٌ وَجَحْتَةٌ وَذُو الْمَجَازِ اسْوَأَ قَانِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ تَأْتَمُّرًا مِنْ الْجَعَانَةِ فِيهَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ لَيْسَ عَلَيْكُمْ حُجُومٌ فِي مَوَاسِيهِمْ فَجَرَّ قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَذَا۔ (رواہ البخاری)

کرد کہ چونکہ جند رائدہ تعالیٰ کی نافرمانی کے لئے ہودہ پوری نہیں کرنی چاہئے اور نہ وہ جس کا ابن آدم خود مالک ہو۔

(۷۳۰) عمرو بن ميمون کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا مشرکین مزدلفہ سے اس وقت تک واپس نہیں ہوتے تھے جب تک کہ آفتاب شیر پہاڑ پر چلنے نہ لگتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے طریقے کی مخالفت کی اور آپ آفتاب طلوع ہونے سے قبل مزدلفہ سے روانہ ہو گئے۔ (بخاری)

(۷۳۱) ابن عباسؓ روایت فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عکاظ، جحۃ اور ذوالمجاز میں بازار لگا کرتے تھے جب اسلام کا زمانہ آیا تو صحابہ نے ان بازاروں میں تجارت کرنا گناہ سمجھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہو گئی۔

اگر تم ان بازاروں میں تجارت کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے یعنی حج کے ایام میں۔ ابن عباسؓ اس لفظ کو (بطور تفسیر) پڑھ دیا کرتے تھے۔ (بخاری)

اور طلوع آفتاب سے قبل ہی روانہ ہو جا کر ویکس اس مخالفت کی مدد وہاں تک ہیں یہ بہت اہم مسئلہ ہے مخالفت معرفت اور نامستول امور میں کی جائے گی نہ کہ مشروع اور مستول باتوں میں بھی۔

(۷۳۱) زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ حج کے موسم میں مقام عکاظ میں ایک بازار کیم ذبیحہ کو لگتا۔ جس دن کے بعد پھر کیم ذی الحجہ تک وہ بازار مقام ہجہ میں لگتا اس کے بعد ہر ذی الحجہ تک ذوالمجاز میں لگتا اس کے بعد لوگ مٹی جا یا کرتے تھے۔ ان بازاروں میں عرب اپنے آبار و اچراد کے مخاغبیان کیا کرتے تھے اس لئے یہ بازار زمانہ کفر کی ایک یادگار بن گئے تھے۔

تسلطانی لکھتے ہیں کہ یہ بازار خوارج کے زمانہ تک لگتے رہے۔ مسئلہ میں سب سے پہلے عکاظ کا بازار اکھڑا پھر ہجہ کا بازار اکھڑا اور آخر میں ذوالمجاز کا بازار ہی اکھڑا گیا۔

جب اسلام کا دور آیا تو ایام حج میں پھر ان ہی بازاروں میں تجارت کو نامعنا بہ کو تشبہ بالکفار معلوم ہو نہ لگا۔

قرآن کریم نے یہ فیصلہ کیا کہ تجارت ایک معاشی چیز ہے عبادات سے اس کا کوئی تعلق نہیں اس لئے یہاں اپنے معاش کا سامان کرنا کوئی گناہ کی بات نہیں اور نہ تشبہ کے مسئلہ سے اس کا کچھ تعلق ہے۔

(۷۳۲) عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى امْرَأَةٍ مِنْ أَحْسَنِ يُقَالُ لَهَا زَيْنَبٌ فَرَأَاهَا لَحْمًا قَالُوا اجْعَلْ مِثْلَهُ فَقَالَ لَهَا تَكَلَّمِي فَإِنَّ هَذَا لَا يَحِلُّ. هَذَا مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ فَتَكَلَّمْتُ فَقَالَتُ مَنْ أَنْتَ قَالَ امْرَأَةٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ قَالَتْ أَيْ الْمُهَاجِرِينَ قَالَ مِنْ قُرَيْشٍ قَالَتْ مِنْ أَيْ قُرَيْشٍ أَنْتَ قَالَ إِنَّكَ لَسَوَّلٌ أَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَتْ مَا بَقَاؤُنَا عَلَى هَذَا الْأَمْرِ الصَّالِحِ الْإِنِّي جَاءَ اللَّهُ بِهِ بَعْدَ الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ بَقَاؤُنَا عَلَيْهِ مَا اسْتَقَامَتْ بِكُمْ أَيْمَتُكُمْ قَالَتْ وَمَا الْأَيْمَةُ قَالَ أَمَا كَانَ إِفْطُومُكَ رُؤْسٍ وَأَشْرَافُ يَأْمُرُونَ نَهْمَهُ فَيُطِيعُونَ نَهْمَهُ قَالَتْ بَلَى قَالَ فَهَمْهُ أَوْلَيْتَ عَلَى النَّاسِ - (سرواہ البخاری)

(۷۳۲) قیس بن ابی حازم روایت فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر قبیلہ احس کی ایک عورت کی طرف گذرے اس کو زینب کہتے تھے دیکھا تو اس نے بات چیت کرنا بند کر رکھا تھا لوگوں نے کہا کہ اس نے خاموش رہ کر حج کرنے کا ارادہ کیا ہے آپ نے اس سے کہا بی بی بولو یہ خاموشی ناجائز خاموشی ہے یہ جاہلیت کی حرکت اس نے بولنا شروع کر دیا اور ابو بکر سے پوچھا آپ کون ہیں انھوں نے فرمایا ایک مہاجر آدمی ہوں وہ بولی مہاجر میں کس قبیلہ کے ہیں فرمایا قبیلہ قریش کا اس نے کہا آخر قریش میں آپ کون ہیں فرمایا تو تو بری سوال کر نبوی عورت معلوم ہوتی ہے (سُن) میں ہوں ابو بکر اس کے بعد اس نے پوچھا فرمائیے ہم لوگ اس عہد دین پر جو جاہلیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں مرحمت فرمایا ہے کب تک قائم رہیں گے فرمایا جب تک تمہارے امام تمہیں سید سے سید سے لئے چلے جائیں گے اس نے پوچھا اماموں سے آپ کی کون لوگ مر لو ہیں۔ فرمایا کیا تیری قوم میں پہلے ایسے سردار نہ ہوتے تھے جو لوگوں کو حکم دیتے ہوں اور لوگ ان کے احکام مانتے ہوں اس نے کہا بیشک ہوتے تھے نہ فرمایا تو صحرا اماموں سے ہی حاکم لوگ مراد ہیں۔ (بخاری شریف)

(۷۳۲) اس عورت کی یہ حرکت آمیز گفتگو دیکھئے اور حضرت ابو بکر کا عاجزانہ جواب ملاحظہ فرمائیے تو یہ بخوبی واضح ہو جائے گا کہ ملکیت اور اسلامی خلافت میں کتنا تفاوت ہے۔ یہاں خلیفہ اول کو اپنے متفق یہ دوسرے بھی نہیں گذرتا کہ وہ عام مسلمانوں سے کوئی غلیفہ امتیازی شان ہی رکھتا ہے وہ ایک عدوت کے سوال کرنے پر ایسا تعارف عام سے عام صورت میں پیش کرتا ہے اور جب بہت مجبور ہو جائے تو صرف اپنا نام بتا کر خاموش ہو جاتا ہے۔ ملکیت کا دماغ ان عاجزانہ کلمات سے آشنا نہیں ہوتا۔ سچا ابو بکر کی تقریر سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ان کی نظر قوموں کے اسباب عروج و زوال پر کتنی گہری فکری تھی انھوں نے اسلام کے عروج و زوال کے متعلق چند جملوں میں وہ سب کچھ کہہ دیا جو زائد خاصی کی تاریخ کے مفصل مطالعہ کے بعد کہا جاسکتا تھا۔ انھوں نے اجتماعی اور انفرادی زندگی کی خصوصیات کو بھی خوب سمجھا اور فرمایا کہ مسلمانوں کی جیات اجتماعی کی ترقی ان کے امام کے دم سے وابستہ ہے جب اماموں کی رفتار گرجا جائے تو اسلام کے اجتماعی نظام کا بھی خاتمہ سمجھ لینا چاہئے اس کے بعد اگر کوئی خیر باقی رہے گی تو وہ خیر انفرادی خیر ہوگی۔ انفرادی خیر صرف اس شخص کی ذات تک محدود ہوتی ہے، قومی جیات سے اس کا کوئی علاقہ نہیں ہوتا۔ اس سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ امام کے خیر مسلمانوں میں اجتماعی جیات پیدا ہو سکتی ہے یا نہیں۔

(۴۳) عَنْ عُمَرَ بْنِ حَصِينٍ وَأَبِي بَرْزَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَى قَوْمًا قَدْ طَرَحُوا الرِّدْيَةَ فَهَمُّشُونَ فِي قُمْصٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْفَعَلِ الْجَاهِلِيَّةُ تَأْخُذُونَ أَوْ يَضْمِعُ الْجَاهِلِيَّةُ شَهْرُونَ لَقَدْ هَمُّتُ أَنْ أَدْعُو عَلَيْكُمْ دَعْوَةً تَرْجِعُونَنِي فِي غَيْرِ صُورِكُمْ قَالَ فَأَخَذُوا الرِّدْيَةَ ثُمَّ وَلِمَ يَعُودُوا إِلَيْكَ رَجُلًا ابْنِ مَاجِهٍ (۴۴) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْحَدَّ وَدَسَّخَ الْجَيِّبَ وَدَعَى يَدْعُو الْجَاهِلِيَّةَ - (متفق عليه)

(۴۵) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ عَاشِرُ رَأْيَوْمٍ نَصُومُهُ فَمَرَّ نَيْسُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصَامِهِ فَلَمَّا نَزَلَ

(۴۳) عمران بن حصین اور ابو بزرہ روایت فرماتے ہیں کہ وہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی جازو میں شرکت کے لئے نکلے تو آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگوں نے اپنی چادریں اتار کر بیکندی ہیں اور صرف قمیصوں میں ننگے (جازو کے ساتھ ساتھ جارہے ہیں آپ نے فرمایا اچھا کیا یہ جاہلیت کے طریقے یکہ یہ کہ جاہلیت کے رنگ و دھنگ سے مشابہت مقصود ہے میرے دل میں آیا تھا کہ میں نہیں ایسی بددعا دوں کہ تمہاری صدقین بگڑ جائیں۔ راوی بیان کرتا ہے کہ یہ سن کر انھوں نے (چپکے سے) اپنی اپنی چادریں بٹھال لیں اور کبھی ایسی حرکت کی حرمت نہ کی۔ (ابن ماجہ)

(۴۴) عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو اپنے رخساروں کو چھپے اور گریبان چاک کرے اور جاہلیت کے زمانہ کی طرح چنچ دیکار کی آوازیں نکالے اس کا ہم سے کوئی واسطہ نہیں۔ (متفق علیہ)

(۴۵) حضرت عائشہ روایت فرماتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قریش دسویں محرم کا روزہ رکھا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی خود اس دن روزہ رکھتے تھے جب آپ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے خود

(۴۳) عرب فطرۃ درشت خصلت تھے خود کی رسوم ان کی رگ رگ میں سرایت کئے ہوئے تھیں۔ باطنی فطرت رسول نے چاہا کہ ان کے مزاج کے مناسب ان کو تنبیہ کرے کہ یہ رسوم جاہلیت ان کی مرثیت سے ہمیشہ کے لئے نکل جائیں۔

(۴۵) یہ روزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از خود رکھا کرتے تھے اگر کفار کسی اچھے کام میں شریک رہیں تو ان کی مخالفت میں اچھا کام ترک نہیں کیا جائے گا۔ اسی لئے مخالفت اور موافقت کے بعد پہچاننے کے لئے بڑا علم و دیکار ہو گا نہ ہر کہ عمر بن قلعہ قلندری داند

رَمَضَانَ كَانَ مِنْ شَاءَ صَائِمُونَ شَاءَ لَا يَصُومُونَ (مراہ البخاری وغیرہ)

(۷۳۶) عَنْ أَبِي وَائِلٍ الْبَيْهَقِيِّ أَنَّهُمْ خَرَجُوا مِنْ مَكَّةَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى حُنَيْنٍ قَالَ وَكَانَ لِلْكَفَّارِ سِدْرَةٌ يَتَكَلَّفُونَ عِنْدَهَا وَيَعْلِفُونَ بِهَا اسْلِحَتَهُمْ يَقَالُ لَهَا ذَاتُ أَنْوَاطٍ قَالَ قَتَرُ بْنُ سَيْدَرَةَ خَضِرًا عَظِيمَةً قَالَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ اجْعَلْ لَنَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتُ أَنْوَاطٍ فَقَالَ قُلْتُمْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوسَى لِمُوسَى اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ قَالَ أَلَكُمُ قَوْمٌ يَجْهَلُونَ أَنَّ هَؤُلَاءِ مَتَبَرَةٌ مَا هُمْ فِيهِ وَبَاطِلٌ مَا كَانُوا يَعْبُدُونَ (مسند ابن کثیر ج ۳ ص ۲۳۸ وابن جریر واحد وابن ابی حاتم)

(۷۳۷) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ السَّبْتِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ

اس دن کا روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا لیکن جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہو گئے تو پھر جس نے چاہا یہ روزہ رکھا اور جس نے چاہا نہ رکھا۔ (بخاری شریف)

(۷۳۶) ابوداؤد البیہقی بیان کرتے ہیں کہ صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ سے حنین کی جانب روانہ ہوئے۔ راوی کہتا ہے کہ کفار نے ایک بیری کا درخت مقرر کر رکھا تھا یہاں آکر وہ ٹھہر گئے اور اس پر اپنے ہتھیار لٹکایا کرتے تھے۔ اسی مناسبت سے اس کو ذاتِ انواط (یعنی ہتھیاروں کے لٹکنے کا درخت) کہا جاتا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ جب صحابہ ایک لیکر کے درخت کے پاس سے گذرے جو بہت بڑا اور سرسبز و شاداب تھا تو پہلے یا رسول اللہ ہمارے لئے بھی ایسا ہی ایک ذاتِ انواط مقرر کر دیجئے جیسا مشرکوں کیلئے ہے۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ بات تو تم نے ایسی ہی کہی جیسی موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے (ایک قوم کو بت پرستی پر تادیکھ کر) کہی تھی کہ اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایک ایسا ہی معبود بنا دے جیسا ان کا ہے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم لوگ بڑے ہی جاہل ہو۔ (ابن کثیر)

(۷۳۷) ام سلمہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ روزے شنبہ اور کھنبہ کے

(۷۳۷) ایک دفعہ تھا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کی موافقت کرنا پسند فرمایا کرتے شاید یہ بدعت رسول عربی کے ان اخلاق سے کہ فائدہ اٹھائیں اور اسلام کو اپنے قریب تر دیکھ کر اس کو قبول کر لیں لیکن جب آپ کی ملامت نے ان پر کوئی اثر نہ کیا تو پھر آپ نے اس طریقہ کو چھوڑ کر وہ راستہ اختیار کیا جس سے امتیاز بین الشرائع کا دوسرا اہل فائدہ پورا ہو جاس تک یاد ہے حافظ ابن حجر نے اس تغیر کی تاریخ فتح مکہ تحریر فرمائی ہے اس سے ظاہر ہے کہ آپ نے کس حد تک سلسلہ ملامت جاری رکھا اور آخر تک اگر بالکل آخر میں دوسری راہ اختیار فرمائی۔ حدیثوں میں تصریح ہے کہ آپ کی موافقت کا

أَلَمْ يَأْتِصُومُ مِنَ الْأَيَّامِ وَقَوْلُ أَهْلِ يَوْمِ عِيدٍ لِلْمُشْرِكِينَ فَأَنَا حِبٌّ أَنْ أَخَالَغَهُمْ (رمہاء احمد)
(۷۳۸) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يَتَشَرَّدُونَ وَلَا يَأْتِرُونَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشَرَّدُوا وَتَزَرَّدُوا وَخَالَغُوا أَهْلَ الْكِتَابِ (رمہاء احمد)

دن رکھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ دو دن مشرکین کے عید منانے کے ہیں اس لئے میں چاہتا ہوں
کہ ان کی مخالفت کیا کروں۔ (احمد)

(۷۳۸) ابوامامہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ اہل کتاب باجام پہنتے ہیں اور ازار نہیں پہنتے
(ہم کیا کریں) آپ نے فرمایا تم باجام اور ازار دونوں پہناؤ اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ (احمد)

دارہ صرف ان امور تک محدود تھا جن میں آپ کی مخصوص شریعت نازل نہ ہوئی اور جہاں نازل ہو جاتی پھر کسی کی مخالفت
وعدم مخالفت کا کوئی سوال ہی نہ ہوتا۔

(۷۳۸) یہ بات بڑی اہمیت سے یاد رکھنی چاہئے کہ شریعت نے کسی موقع پر بھی کسی قوم کی نفس مخالفت کرنی اپنا نصب
نہیں بتایا بلکہ ہمیشہ اس نے ایک نہایت معتدل اور فربصرت عمل کی تسلیم دی ہے جس کو اس قوم نے ناقص سمجھ دیا تھا،
اسی عمل کی اس نے تاکید فرمائی ہاں اس کا عزان ضرور مخالفت رکھا ہے۔ اسی مذکورہ بالا جھوٹی سی جزئی کو لے لیجئے اگر
شریعت کا نصب العین صرف مخالفت ہوتا تو کیا آپ باجام پہنتے کی بھی مخالفت فرمادیتے مگر آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ
اہل کتاب کا باجام پہننے سے بے وجہ احتراز کرنا چونکہ خود ایک نامعقول حرکت تھی اس لئے آپ نے ازار و باجام ہر دو پہننے کی
اہواز دینی اور اسی کا عزان مخالفت رکھا۔ اسی طرح اس سے پہلی حدیث میں شنبہ اور یکشنبہ کے دن روزه رکھنے میں مکمل
صرف مخالفت مطلوب نہ تھی بلکہ اس پر تنبیہ کرنی مقصود تھی کہ ہر دو نصاریٰ نے یوم عید کے انتخاب میں ایک اصلی اور
قوی غلطی کما ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یوم عید کے انتخاب کرنے میں قوموں کا امتحان لیا گیا خاص سب سے غلطی کھائی
صرف امت محمدیہ کا یہاں رہی۔ درحقیقت وہ دن عید کا دن تھا پھر کسی نے اس کو شنبہ اور کسی نے یکشنبہ بنا لیا۔ اب
سوچئے کہ اس مقصد کے پیش نظر روزه رکھ کر مخالفت کس درجہ اہم ہوگئی۔ اسی طرح اس باب کی جملہ حدیثوں کو قیاس کر لیجئے
ہر جگہ کسی نہ کسی اہم غلطی کی اصلاح مد نظر رہی ہے۔ مگر اس کا عزان مخالفت اس لئے رکھا گیا کہ یہ بات پوری وضاحت سے
ثابت ہو جائے کہ اب وہ کتاب آجکی ہے جو جلد اریان کی تاریخ ہے اگر اصول میں وہ پہلی کتابوں کی مصدق ہے تو فردع میں
ان کے لئے تاریخ ہونے کا بھی حق رکھتی ہے اور اس کے ان پر وہ پہلوں میں اس کے کمال ہی کا ثبوت ملتا ہے۔ وہ حکم ہے کہیں مخالفت
اور کہیں مخالفت :- دونوں اس حق میں ہیں۔ بہر حال مخالفت صرف عزان میں ہے ضد درمل مخالفت کے ترکیب وہ لوگ
ہیں جنہوں نے ایک معقول طریقہ کو چھوڑ کر غیر معقول طریقہ اختیار کیا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر
دعویٰ کی تکمیل شریعت کیلئے لازم ہیں اسی طرح حق کی مخالفت اور ناحق کی مخالفت کرنی دونوں احقاق کیلئے ضروری ہیں مخالفت
کے صرف عزان سے بیکرنا نہیں چاہئے بلکہ اس پر غور کرنا چاہئے کہ جہاں مخالفت کا امر آیا ہے وہ مقام درحقیقت مخالفت کا
عمل ہے بھی یا نہیں پھر جہاں مخالفت کی حکمت آپ کی فہم میں نہ آئے اس کو اہل علم سے دریافت کر لیجئے صرف اپنی عقلی
نارسا اور علم ناقص پر قبضہ کر ڈالنا بھی انصاف نہیں و فوق کل ذی علم علیم۔

(۷۳۹) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالَفُوا الْمُشْرِكِينَ
أَوْفُوا وَاللَّهِ وَأَخْفُوا الشُّوَارِبَ. (متفق عليه)

(۷۴۰) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُورُ نَقَالُ الْأَعْمَى وَنَقَالُ
بِهَا الْعَمَى وَنَجْلِفُونَ لِحَاظَهُمْ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَسْتَقْرِضُ سَبْلَتَهُ قَهْرَهُمَا كَمَا جَزَاءُ الشَّاةِ. (رواه ابن أبي شيبة)

(۷۴۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى
لَا يَصْبِرُونَ فَمَا لَعَنُوهُمْ (متفق عليه)

(۷۴۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُوا الشَّيْبَ
وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ. (سداہ القرمذی ورواہ النسائی عن ابن عمر والزبیر)

(۷۳۹) ابن عمر روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی معاشرت اور طور،
طریق میں مشرکین سے جدا رہو، اپنی ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور موچیں ترشواؤ۔ (متفق علیہ)

(۷۴۰) ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوس کا ذکر کیا اور فرمایا کہ وہ اپنی
موچوں کے دو طرفہ بال بے بے رکھتے ہیں اور اپنی ڈاڑھیاں منڈاتے ہیں اسی لئے ابن عمر اپنی موچیں
اس طرح باریک کر دیتے تھے جیسے بکری کے بال باریک کرادیئے جاتے ہیں۔ (الرحمة المہدات)

(۷۴۱) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود اور نصاریٰ خضاب
نہیں کرتے اس لئے تم اپنی ہیئت ان سے جدا رکھو اور خضاب کیا کرو۔ (متفق علیہ)

(۷۴۲) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود کے ساتھ مشابہت
پیدا نہ کرو اور بڑھاپے کی سفیدی ذرا خضاب لگا کر بدل لیا کرو۔ (ترمذی - نسائی)

(۷۴۰) اس ہیئت کا حکم بھی صرف مخالفت کی بنا پر نہیں تھا بلکہ دراصل یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی ایک سنت تھی تمام عرب ان ہی کا تبع تھا اور دین محمدی کی زمین بھی ہی ملت ابراہیمی ہے۔ پہلے گزر چکا ہے کہ ملت ابراہیمی
کو دین فطرت کہا گیا ہے اس لئے ان امور کا اختیار کرنا فطرت کے مطابق اور ان کا ترک فطرت کی مخالفت پر مبنی
قرار دیا گیا ہے۔ اگر فریج کٹ ڈالی اور گرزین فیشن موچوں میں کوئی غفلت نہیاں ہے تو ملت سماویہ کے ماننے
والوں میں اسوۂ ابراہیمی کی اتباع میں اس سے زیادہ غفلت نہیاں تھا اب جس کو جس کی طرف انتساب کا شوق ہو وہ جلنے
اگر کسی برعصیب مسلمان کو کسی وحشی انگریز کی اتباع ہی میں اپنی شان نفرت آتی ہو تو اس کا علاج مناظرہ نہیں دعا ہے۔
دوسری قوموں کی نقالی کتنا نفسیانہ بات ہے کہ اس کے مقابلہ میں کوئی اہل فتنہ بیان کیا جائے۔

(۷۴۲) اگر شریعت کسی کردہ مکمل کے بدلے کو کسی مقول صریح کے اختیار کرنا کیا نام مخالفت کہتی ہے تو کیا صرف لفظ مخالفت
کو دیکھ کر اس پر ایک کوئی اعتراض ہونا چاہیے یا یہ سمجھنا چاہیے کہ ناقول امر کی مخالفت ہی حقانیت مذہب کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

(۴۳) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ مَوَافَقَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ فَمَا لَمْ يُؤْمَرْ بِهِ وَكَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَسْتَدِلُّونَ أَشْعَارَهُمْ وَكَانَ الْمُشْرِكُ كُونَ يُفَرِّقُونَ رُؤُوسَهُمْ فَسَدَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاصِيَتَهُ ثُمَّ فَرَّقَ بَعْدَ (متفق عليه)

(۴۴) عَنْ الْحَجَّاجِ بْنِ حَسَّانَ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَخَدَّيْنِي الْمُبْعِثَةُ قَالَتْ وَرَأَيْتَ يَوْمَئِذٍ عَلَامٌ وَلَكَ قَرْنَانِ أَوْ قُضْبَانِ نَسَمَ رَأْسَكَ دَبْرًا عَلَيْكَ وَقَالَ اخْلُقُوا هَذَيْنِ أَوْ قُضْوَاهَا فَإِنَّ هَذَا أَدْوَى إِلَيْهِمْ (رواه ابوداؤد)

(۴۵) عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَانَ مَنْ لَمْ يَأْخُذْ مِنْ شَارِبِهِ فَلَيْسَ مِنَّا (رواه احمد والترمذی)

(۴۶) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصُ أَوْ يَأْخُذُ مِنْ شَارِبِهِ وَكَانَ إِبْرَاهِيمُ خَلِيلُ الرَّحْمَنِ رَحِمَهُ اللَّهُ يَفْعَلُهُ (رواه الترمذی)

(۴۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ قَالَ رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى نَوْبَتِهِ مَعْصَرَيْنِ فَكَانَ إِنْ هُوَ مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبِسُهُمَا وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى لَهَا قَالَ

(۴۸) ابْنِ عَبَّاسٍ سے روایت ہے کہ جن باتوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت نازل ہوئی اس میں آپ مشرکین کی بنیست اہل کتاب کی موافقت کنی زیادہ پسند فرماتے تھے۔ اہل کتاب کا دستور یہ تھا کہ وہ بیٹانی کے بال سامنے لٹکاتے اور مشرکین نبی سے مانگ نکالتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی اصول کے ماتحت پہلے اپنے بال بیٹانی پر لٹکے پھر بعد میں مانگ نکالنا شروع کر دی۔ (متفق علیہ)

(۴۹) حجاج بن حسان کہتے ہیں کہ ہم انس بن مالک کے پاس گئے اس وقت میری ہمیشہ وغیرہ نے فرمایا کہ تم اس وقت کچھ تھے اور تمہارے سر پر بالوں کے دو کچھ تھے۔ انہوں نے تمہارے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا برکت فرمائی اور فرمایا یا تو ان دونوں کو منڈا دو یا کٹوا دو کیونکہ یہ طریقہ تو یہود کا ہے۔ (ابوداؤد)

(۵۰) زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنی مویچوں کے بال نہ ترشوائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (احمد-ترمذی)

(۵۱) ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مویچوں کے بال ترشویا کرتے تھے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ (ترمذی)

(۵۲) عبد اللہ بن عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم پر دو

بَلِّغُوا إِلَهُكُمْ مَا لَكُمْ بِهِ حَقٌّ (سواء مسلم)

- (۴۸) عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَا أَعْلَمُ إِلَّا رَفَعَ الْحَدِيثَ أَنَّهُ كَانَ يَأْمُرُ بِقَتْلِ الْحَيَّاتِ وَقَالَ مَنْ تَرَكَهُنَّ خَشِيَتْ فُلُكُهُنَّ فَلَيْسَ مِنَّا (رواه في شرح السنن)
- (۴۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا سَأَلْتَنَاهُمْ مِنْذُ حَارَبْنَاَهُمْ وَمَنْ تَرَكَ شَيْئًا مِنْهُمْ خِيفَةٌ فَلَيْسَ مِنَّا (رواه ابوداؤد)
- (۵۰) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْتُلُوا الْحَيَّاتِ كُلَّهَا فَمَنْ خَافَ ثَارَهُنَّ فَلَيْسَ مِنِّي (رواه ابوداؤد والنسائي)
- (۵۱) عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَلَّ عَلَيْنَا السَّيْفَ فَلَيْسَ مِنَّا (سواء مسلم)

زرد رنگ کے مصفر بن رنگے ہوئے کپڑے دیکھے تو فرمایا یہ کفار کا لباس ہے ان کو مت پہنو۔ ایک روایت میں ہے میں نے عرض کیا ان کو دھواؤں فرمایا بلکہ جلادو۔ (مسلم)

(۴۸) عکرمہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں جہاں تک میرا گمان ہے انہوں نے یہ مصنونہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ہی نقل کیا تھا کہ آپ سانپوں کے مارنے کا حکم دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو انکے انتقام کے ڈر سے انہیں مارنا چھوڑ دے وہ ہم میں سے نہیں۔ (شرح السنن)

(۴۹) ابوسہرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سانپوں کی ہماری جنگ فطری ہے جو جنگ کے بعد سے کبھی ہم نے صلح نہیں کی جو ڈر کے مارے انہیں مارنا چھوڑ دے وہ ہم میں سے نہیں۔ (ابوداؤد)

(۵۰) ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر قسم کے سانپوں کو مار دیا کو جو ان کے بدلے کے خوف سے ڈر جائے وہ ہمارے مشرب کا آدمی نہیں۔ (ابوداؤد والنسائي)

(۵۱) سلمہ بن اکوع روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسلمانوں پر تلوار نکال لے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (مسلم)

(۵۰) جس طرح کسی کی حد سے زیادہ تعلیم اس کی عبادت کا ذریعہ بن جاتی ہے اسی طرح حد سے زیادہ خوف بھی عبادت کا ذریعہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اہل اللہ ہر دو کو بھی دیتا رہتا ہے۔ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ ایک مسلمان کے دل میں خدا کی محبت اور اس کا خوف اتنا غالب ہو جانا چاہئے کہ اس کے سامنے ساری محبتیں اور سارے خوف دل سے نکل جائیں۔ شرک صرف یہ نہیں کہ ذات و صفات ہی میں شرکت کا اعتقاد رکھا جائے بلکہ حقوق الوہیت میں شرکت بھی شرک ہے۔

(۷۵۲) عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السَّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا وَلَا يَرْوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَزَادَ مُسْلِمٌ مِنْ هُنَا فَلَيْسَ مِنَّا
 (۷۵۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَلَ لِمَوْلَاهُ عَلَى زَوْجِيٍّ أَوْ عَبْدًا أَهْلًا سَيِّدًا ۲- (رواه ابوداؤد)
 (۷۵۴) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَى الْمُنْتَقِبِ قَطْعٌ وَ مَنْ لَنْتَقِبَ مُتَّعِدٌ مَشْهُورَةٌ فَلَيْسَ مِنَّا. (رواه ابوداؤد)
 (۷۵۵) عَنْ جَبْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ حَمَلَ إِلَى عَصِيْبَةٍ وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَصِيْبَةً. (رواه ابوداؤد)
 (۷۵۶) عَنْ وَائِلَةَ بْنِ الْأَسَدِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْعَصِيْبَةُ قَالَ لَنْ تُعَيِّنَ قَوْمَكَ عَلَى الظُّلْمِ. (رواه ابوداؤد)

(۷۵۲) ابن عمرؓ اور ابو ہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جو مسلحان ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں (بخاری شریف) مسلم شریف میں اس پر اتنا اضافہ ہے کہ جو زمین کو کھدائی نہیں کرتے
 (۷۵۳) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہم میں سے نہیں جو کسی عورت کو اس کے شوہر یا کسی غلام کو اس کے آقا کی طرف سے بھڑکائے۔ (ابوداؤد)
 (۷۵۴) جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوٹ مار کرنے والے کے ہاتھ نہ کاٹنے جائیں اور جو بدن دہارے۔ جرم کو بے گاہ وہ ہم میں سے نہیں (اگرچہ اس پر سارق کا اطلاق نہ ہونے کی وجہ سے حد صرف قائم نہ ہو سکے) (ابوداؤد)
 (۷۵۵) جبیر بن مطعمؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صرف قوی عصیت کی دعوت دے اور صرف عصیت کی بنا پر جنگ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ (ابوداؤد)
 (۷۵۶) عائشہ بن اسحقؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ عصیت کی کیا تعریف ہے فرمایا یہ کہ تو ظلم پر بھی اپنی قوم کی مدد پڑاؤ ہے۔ (ابوداؤد)

(۷۵۳) یعنی جو شخص معاشرتی زندگی کو گندہ کرنے کے لیے بدچلے بد کردار ہے اسلام کے لئے ایک بد نادر ہے اسلام میں تمدنی اور معاشرتی زندگی کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اسی لئے وہ شخص جو اسلام کی اجتماعی وحدت میں خلل انداز ہو مسلمانوں میں شمار ہونے کے قابل نہیں ہوتا۔

(۷۵۷) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَصَرَ قَوْمَهُ عَلَى غَيْرِ الْحَقِّ فَهُوَ كَالْبَعِيرِ الَّذِي رُدِّيَ فَهُوَ يُنَزَّرُ بِذَنبِهِ. (رواه ابوداؤد)

(۷۵۸) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ كَثِيرَةَ الشَّامِيِّ مِنْ أَهْلِ فَلَسْطِينَ عَنْ امْرَأَةٍ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهَا قَسِيلَةُ أَمَّا قَالَتْ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمِنَ الْعَصِيَّةُ أَنْ يُحِبَّ الرَّجُلُ قَوْمَهُ قَالَ لَا وَلَكِنْ مِنَ الْعَصِيَّةِ أَنْ يَنْصُرَ الرَّجُلُ قَوْمَهُ عَلَى الظُّلْمِ (رواه احمد ابن ماجه)

(۷۵۹) عَنْ سِرَاقَةَ بْنِ مَالِكٍ بْنِ جُعْثَمٍ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُكُمْ الْمَدِافِعُ عَنْ عَشِيرَتِهِ مَا لَمْ يَأْتُمْ. (رواه ابوداؤد)

(۷۶۰) عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَتَيْنِ أَوْامُ يُفْتَحُونَ بَابَايُكُمْ الَّذِينَ مَاتُوا تَامَهُمْ نَحْمٌ مِنْ جَهَنَّمَ أَوْ لَيْكُونَنَّ أَهْوَنَ عَلَى اللَّهِ مِنَ الْجَعْلِ الَّذِي يَدُ هَذِهِ الْأَهْرَاءُ بِأَنْفُسِهِمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْهُمْ عُيْبَةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفُتِحَ مَا بَالَاءُ أَيْمَانَهُمْ وَمِنْ نَفْيٍ أَوْ فَاجِرٍ

(۷۵۷) ابن مسعود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے جو شخص حق کے خلاف میں بھی اپنی قوم کی مدد پر اڑا رہے اس کی مثال اس اونٹ کی سی ہے جو کہیں لو نہ دھاگر جائے پھر اس کو دم پکڑ کر نکالنا چاہیں (ادودہ نکل نہ سکے) (ابوداؤد)

(۷۵۸) عبادہ بن کثیر شامی فلسطین کے باشندے اپنی ہی قبیلہ کی ایک عورت سے روایت کرتے ہیں جس کا نام قسیلہ تھا وہ بیان کرتی ہے کہ میں نے خود اپنے باپ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا اپنی قوم سے محبت کرنی بھی عصیت میں داخل ہے فرمایا قطعاً نہیں عصیت یہ ہے کہ اپنی قوم کی ظلم پر بھی مدد کرے۔ (احمد۔ ابن ماجہ)

(۷۵۹) سراقہ بن مالک بن جعشم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار خطبہ دیا اور اس میں فرمایا کہ تم میں وہ شخص سب سے اچھا ہے جو اپنے قبیلہ کی طرف سے جواب دہی کرے جب تک کہ اس میں گناہ نہ ہو۔ (ابوداؤد)

(۷۶۰) ابو ہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ یا تو لوگ اپنے ان باپ دادوں پر فخر کرنے سے باز آجائیں جو مر چکے ہیں اور دوزخ میں حل کر کوئد بن چکے ہیں نہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کبرے سے بڑھ کر ذلیل ہو کر رہیں گے جو اپنی ناک سے پاخانہ ہٹا ہٹا کر چلتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے تم کو مالیت کے باپ دادوں پر فخر کرنے سے روک دیا ہے۔ اب (قومیت کی تقسیم نہیں ہے) صرف دو قسمیں ہیں یا متقی مومن

شَقِيَ النَّاسُ كُلُّهُمْ بَنُو آدَمَ وَأَدَمُ مِنْ تَرَابٍ. (مرہاہ الترمذی و ابوداؤد)
 (۷۶۱) عَنْ أَبِي عُقْبَةَ وَكَانَ مَوْلَى مِنْ أَهْلِ فَارِسَ قَالَ سَمِعْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ
 أَحَدًا فَضَرَبْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَقُلْتُ خُذْ هَامِيَّتِي وَأَنَا الْعَلَامُ الْفَارِسِيُّ فَالْتَقَتِ إِلَيَّ
 فَقَالَ هَلَّا قُلْتُ خُذْ هَامِيَّتِي وَأَنَا الْعَلَامُ الْاَنْصَارِيُّ (مرہاہ ابوداؤد)

یا شقی فاجر۔ سب لوگ ایک آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور ان کی حقیقت یہ تھی کہ وہ مٹی سے بنائے
 گئے تھے۔ (بھریہ نقصان سب ہی میں ہے اب ہا ہم فخر کرنے کی بات کیا رہی) (ترمذی۔ ابوداؤد)
 (۷۶۱) ابوعقبہ فارس کے غلام تھے یہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ احد
 میں شریک ہوا ہوں۔ میں نے ایک مشرک کے تلوار ماری اودہ کہا کہ میں فارسی بچہ ہوں یہ ضرب میری جانب کر
 لیتا جا۔ آپ فوراً میری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا تو نے اس کے بجائے یہ کیوں نہ کہا کہ میں انصاری
 بچہ ہوں یہ ضرب میری جانب سے لیتا جا۔ (ابوداؤد)

(۷۶۱) مذکورہ بالا حدیثوں میں جہاں جہاں نہیں مناد ہم سے نہیں) کا کلمہ آگیا ہے علامہ نے اس کی
 مختلف مرادیں تحریر فرمائی ہیں یہاں سب سے اچھی شرح امام طحاویؒ کی معلوم ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہی کلمہ
 قرآن کریم میں دو جگہ استعمال ہوا ہے۔
 (۱) فَتَنَ شَرِيبٌ مِنْهُ ثَلَاثِينَ سِنًا وَمِنْ لَمَّ
 يَطْعَمُهُ فَإِنَّهُ صَبَأٌ
 (۲) فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي
 فَإِنَّكَ غَافِرٌ رَحِيمٌ
 جس نے اس نہر کا پانی پیادہ ہلانا نہیں اودھس نے اُس کو
 نہ چکھا تو وہ بیشک ہلا رہا ہے۔
 جس نے میرا اتباع کیا وہ ہمارا ہے اور جس نے نافرمانی کی تو
 بیشک تو بڑا بخشنے والا اور رحم فرماتے والا ہے۔
 ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو شخص نبی کے حکم اور اس کی شریعت کا تبع ہوتا ہے وہ اس کا اور اس کی جماعت
 کا فرد شمار ہوتا ہے اور جو اس کا تبع نہیں ہوتا وہ اس کا جماعتی آدمی نہیں سمجھا جاتا۔ پس بعض افعال ایسے ہوتے ہیں
 کہ ان کو اسلامی شریعت سے کسی ایسے بیچ کا علاقہ ہوتا ہے کہ اس سے علیحدگی گویا اسلامی معاشرت سے علیحدگی
 تصور کی جاتی ہے ایسے موقع پر حدیث اس کلمہ کا اطلاق کر دیتی ہے۔ اگر یہ علیحدگی اور برہہ جائے تو کفر کی حد
 تک بھی پہنچ سکتی ہے اور اسی معنی سے حضرت نوح علیہ السلام کے لڑکے کے متعلق ارشاد ہوا۔
 لَمَّا لَبَسَ مِنْ أَهْلِكَ
 وہ تمہارے گھر کا آدمی نہیں
 لہذا اس قبیلہ سے بہت ہشیار رہنا چاہیے کیونکہ وہ صرف کسی بے عزتی تک جا کر نہیں ٹھہرتی۔ بلکہ بعض مرتبہ
 اس سے آگے بھی تجاوز کر سکتی ہے۔

(۷۲) عَنْ عُمَرَ بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ بَيْنَ مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا لَا تَشَبَّهُوا بِالْهُودِيِّ وَلَا النَّصَارَى فَإِنَّ سَلِيمَ الْيَهُودِيَّ إِشَارَةً بِالْأَصَابِعِ وَتَسْلِيْمُ النَّصَارَى إِشَارَةً بِالْأَلْفِ كَلْتُمْ. (رواه الترمذی وقال اسنادہ ضعیف قال علی القاری فی المرقاة وعل وجہانہ من عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ وفیہ خلاف وقد اسندہ السیوطی فی الجامع الصغیر الی ابن عمر۔ فارفعم التزام۔)

(۷۲) عمرو بن شعیب اپنے والدہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دوسروں کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے اس لئے تم سلام کرنے میں نہ تو یہودی کی مشابہت اختیار کرو نہ نصاریٰ کی۔ یہود تو سلام کے لئے انگی کا اشارہ کرتے ہیں اور نصاریٰ اپنی پتیلی کا۔ (تم صرف لفظ السلام علیکم پر کفایت کیا کرو۔ منہوت ہو تو دوسری بات ہے)۔ (ترمذی ضریف)

(۷۲) حافظ ابن قیم کی کتاب اقتضاء العباد المستقیم سے معلوم ہوتا ہے کہ تشبہ بالکفار کا تعلق منہطاری یا ان اختیاری افعال کے ساتھ نہیں ہے جو انسان کے فطری تقاضے سے مراد ہوتے ہیں بلکہ یا تو صرف عبادات کے ساتھ ہے یا اگر وہ عادات اور معاشرت سے متعلق ہیں تو پھر ان کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ افعال ایسے ہیں جو خود قبیح ہیں جیسے ٹخنوں سے نیچا یا ریشیں کھڑا ہینا یا کوئی ایسی حرکت جس سے باطل مجبوروں کی کوئی عظمت ظاہر ہوتی ہو اس قسم کے امور تو فی نفسہ بھی منوع ہوں گے اسیان میں تشبہ بالکفار ان کے لئے دوسری وجہ ممانعت رہیگی۔ اور اگر وہ امور ایسے ہیں جن میں فی نفسہ کوئی قباحیت نہ ہو تو اگر وہ کسی قوم کا شعار ہیں جیسے کسی قوم کے ساتھ اس طرح مخصوص ہو چکے ہوں کہ ان کا اختیار کرنے والا بطور اسی قوم کا فرد معلوم ہوتا ہو تو ان میں بھی تشبہ منوع ہوگا اور اگر وہ امور مباح ہیں اور کسی کا شعار نہیں تو پھر اگر مجاہدے پاس ان کا بدل موجود ہے تو پھر بھی ان کا ترک کر دینا اولیٰ لا نسب ہوگا کہ یہی اسلامی غیرت کا تقاضا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کے ہاتھ میں ایک فارسی طرز کی کمان دیکھی تو فرمایا اپنے ہاتھ میں یہ کیسے ہوئے ہے ایسی عربی طرز کی کمان رکھہ میں میری ہاتھ میں ہے جس کے درمیان سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں فتوحات نصیب فرمائی ہیں اور اگر وہ اشیاء ایسی ہیں جن کا ہمارے پاس کوئی بدل نہیں جیسا جدید معنوعات تو ان کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ ان میں تشبہ کی نیت نہ ہو اور اگر ان کے استعمال میں کفار کے ساتھ تشبہ ہی کی نیت ہو تو وہ بھی منوع ہوں گے۔ قال فی الجہر اعلم ان التشبہ باهل الکتاب لا یکو فی کل شیء فلما فاکل ونضرب کما یفعلون انما الکلام التشبہ فیاکان مذموماً و فیما یقصد به التشبہ - ام اس باب کی اصل درج ہے: کہ تو قوں کی حاجت اور ان کا ذہن جبہ شریک ہو جاتا ہے تو پھر اس کی سرحدیں بہت جلد مذہب اور دین سے بھی ٹکرانے لگتی ہیں کیونکہ اسلام کا دائرہ ایسا وسیع ہے جس سے ہمارا تمدن بھی خارج نہیں ہے اس لئے معاشرت کے عام شعبوں میں تشبہ بالکفار سے بھی اسلامی معاشرت کے ساتھ ٹکراؤ پیدا ہوتا ناگزیر ہو جاتا ہے پھر رفتہ رفتہ یہ ٹکراؤات کی حدود میں بھی ہونے لگتی ہے اور شدہ شدہ دین اسلام کی صورت ہی رخ ہونے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ)

(۷۶۳) عَنْ عُمَرَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ نَقُولُ اَنْعَمَ اللهُ بِكَ عَيْمًا وَ
اَنْعَمَ صَبَاحًا فَلَمَّا كَانَ الْاِسْلَامُ جُمِعَا عَنْ ذَلِكَ - (رواه ابو داؤد)

(۷۶۴) عَنْ عَقِيلِ بْنِ ابْنِ طَالِبٍ قَالَ اَدَّكَ تَزْوِجَ اَمْرَةٍ مِنْ بَنِي جُثَيْمٍ فَقَالُوا بَارِكًا
وَالْبَيْنِ فَقَالُوا لَا تَقُولُوا هَكَذَا وَلَكِنْ قُولُوا لِمَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ

(۷۶۳) عمران بن حصین روایت کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ہم سلام کے موقعہ پر یوں کہا کرتے کہ خدا تعالیٰ
تہاری آنکھیں ٹھنڈی رکھے اور اطمینان و آرام کے ساتھ ہمیں صبح نصیب ہو۔ جب اسلام کا وعدہ آیا تو اس نے
ہم کو اس طریقہ سے روک دیا۔ (اور اس کے بجائے سلام علیکم کا لفظ تعلیم کیا) (الرواد)

(۷۶۴) عقیل بن ابی طالب سے روایت ہے کہ انہوں نے قبیلہ بنی جثیم کی ایک عورت سے نکاح کیا تو رگوں
نے ان کو مبارکبادی دینے کے لئے وہی الفاظ کہے جو اس موقعہ پر زمانہ جاہلیت میں کہے جاتے تھے یعنی نکاح مبارک کرنا

(بقیہ صفحہ گذشتہ) یہی حکمت ہے کہ شریعت نے ان امور سے بھی احتراز کرنا لازمی قرار دیا ہے جو کسی پہلو سے شہرہ اکرم ہیں خواہ ان
میں کفار کے ساتھ کوئی تشبیہ نہ پایا جائے۔ پس مسئلہ تشبیہ کی بنیاد صرف کفار کے ساتھ مخالفت نہیں بلکہ دلائل دینی کی حدود کے تحت ہے
یہی وجہ ہے کہ ایک عورت کو کفر کے ساتھ ایک مرد کو عورت کے ساتھ تشبیہ کی بھی مخالفت فرمائی گئی ہے اگرچہ وہ دونوں مسلمان ہوں اسی
طرح اس کی بنیاد کی تنگ نظری پر بھی نہیں ہے بلکہ اگر کوئی حقیقت اپنی کوئی صورت فی نفسہ پاؤں ہے تو جب تک اس کی حدود و ممانعتیں
نہ ہوں معدوم کی حقیقت سے متاثر نہ ہوں نہیں سکتی۔ چنانچہ ظاہری اشارہ کا باہم امتیاز بھی ان کے حدود کے تحت ہی پر موقوف ہے۔ ایک
ملک دوسرے ملک سے ایک مرد دوسرے مرد سے ایک عورت دوسرے عورت سے اور ایک عورت دوسرے عورت کی اپنی الگ الگ شکل و صورت
کی بدولت ہی متاثر نظر آئے ہیں پس جس طرح ان کے یہ امتیازات کسی تعصب یا مخالفت کی بنیاد نہیں بلکہ اپنی اپنی حقیقت کے تحت
کی بنیاد پر ہیں۔ اسی طرح دین و دنیا میں کسی تعصب پر مبنی نہیں بلکہ صرف اپنی حقیقتی شکل و صورت کے تحت پر مبنی ہے
اور اگر بالفرض اسلام کہنے کے لئے تشبیہ کی کوئی وجہ قرار دیا جائے تو یہ ان حدود کی ایک حد کہنے کیلئے کوئی وجہ مخالفت نہیں
عمل سکتی۔ اہل مسئلہ تشبیہ کی مخالفت نہ تو کسی دلیل پر مبنی ہے اور نہ کسی عین یا سبب پر بلکہ صرف اس حقیقت کے حق سے ناواقف ہی
جنی ہے جس سے ادیان کا امتیاز قائم رہ سکتا ہے چنانچہ مجھے خیال آتا ہے حق این مخلوق نے تو یہاں تک کھدیا ہے کہ جب کسی
قوم سے قوی تعصب نکل جاتا ہے تو وہ بہت جلد فاجر جاتی ہے لیکن اسلام نے تعصبات سے تو روک دیا ہے مگر تشبیہ یا کفار کی
بھی اہانت نہیں دی تعصبات اور تشبیہ کافروں کو آپ اس باب کی احادیث کے متن میں معلوم کر لیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۷۶۳) عرب کا طریقہ تھا کہ جب وہ کہیں غارت گری کرتے تو بیچ ہی کے وقت کرتے اس لئے ان کے مذاق کے مطابق
ہذا لفظ دعا عاقبت کے مراد تھے اسلام نے ان الفاظ سے روک دیا کہ اس میں ایک ہی رسم کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ آج کل انگریزی
زبان میں سلام کے موقعہ پر جملہ الفاظ مستعمل ہوتے ہیں وہ بھی اسی کے ہم سنی ہیں۔ اب اہل فہلہ خود آپ ہی فرما دیجئے کہ جب یہ
مضمون عربی زبان میں پسندیدہ نہیں تو کیا انگریزی زبان میں پسندیدہ ہوگا۔

بَارِكْ لَهُمْ وَيَا رِكَ عَلَيْهِمْ۔ (سواء النساء و ابن ماجہ واحمد بمعناه)

(۷۵) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا فَقَالَ مَا هَذَانِ الْيَوْمَانِ قَالَ لَنَا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَبَدَ اللَّهُ إِلَهُكُمْ اللَّهُمَّ خَيْرُ أَمْتِهِمَا يَوْمُ الْاَصْحَى وَيَوْمَ الْوُطْرَيْنِ (۷۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا فَرْعَ وَلَا عَتِيرَةَ قَالَ وَالْفَرْعُ أَوَّلُ كَانَ يُنْتَجَمُ لَهُمْ كَأَوْدَانِ يَحْوُونَ لَطَوِافِيهِمْ وَالْعَتِيرَةُ فِي رَجَبٍ۔ (متفق عليه) (۷۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الدِّينُ ظَاهِرًا

اور باہم انس و محبت اور اولاد و نرینہ نصیب ہو، اس پر دوسرے لوگوں نے کہا یوں مت کہو بلکہ وہ کلمات کہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے ہیں اسے اشہان کے نکاح میں برکت دے اور خود ان کے اوپر بھی برکت نازل فرما۔ (نسائی۔ ابن ماجہ۔ احمد)

(۷۵) انس ثیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اس وقت ان کے یہاں (سال میں) دو دن مقرر تھے جن میں وہ خوشی منایا کرتے تھے آپ نے پوچھا یہ دو دن کیسے ہیں انھوں نے جواب دیا ہم ان میں زنا و جاہلیت سے خوشی مناتے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اب اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں تمہاری خوشی منانے کے لئے اس کے بہتر دو دن مقرر فرمادیئے ہیں ایک عید قربان کا دوسرا عید فطرہ۔ (ابوداؤد) (۷۶) ابو ہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا ہے کہ فروع اور عتیرہ اسلام میں کوئی چیز نہیں (فروع) جانور کے اس پہلے بچہ کہتے ہیں جو بچوں کے نام پر ذبح کیا جاتا تھا اور عتیرہ وہ ہوتا تھا جو رجب میں بتوں کے نام پر ذبح ہوتا تھا۔ (متفق علیہ)

(۷۷) ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک لوگ افطار کرتے ہیں

(۷۵) اہل اسلام کے ایام عیدان کی خاص خاص عبادتوں کی یاد گاری ہیں ان میں مسرت اور خوشی شام صرف ایک پہرہ ہے ان کی اصل حقیقت عبادت ہے۔ پس کفار کے ایام عید کو ان ایام سے کہا نسبت ہو سکتی ہے ان کی حقیقت آخرت سے غفلت اور لہو و لعب ہے اور ان ایام کی حقیقت کبیرات اور ذکر اللہ سوچو کہ جس قوم کی مسرت و خوشی میں بھی عبادت کی حقیقت پنہاں ہو اس کی عبادت کی حقیقت کیا ہوگی۔ یہ قیاس کن زنگھتا بن من بہار مرا۔

یہ بہت بڑی غفلت اور جہالت ہے کہ مسلمانوں نے اپنے ایام عید کو بھی دوسرے مذاہب کی طرح ایک تہوار سمجھ لیا ہے۔ تہوار ان ایام میں خوشی منانے کی اصل روح یہ ہے کہ تم نے ان ایام میں ایک بڑے شرعی پروگرام کی تکمیل کی ہے اس لئے اس خوشی میں بھی ذکر و عبادت کی شان غالب ہونی چاہئے نہ کہ لہو و لعب کی۔

مَا جَعَلَ النَّاسُ الْفُطْرَ لَكَ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى يُؤْتَحَرُونَ - (رحمہ اللہ ابو داؤد وابن ماجہ)
(۷۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْتَنَانِ فِي النَّاسِ هُمَا
يَهْنَكُ الْطَعْنُ فِي الشَّيْبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ - (رواه مسلم)

الرجبة عن الألباء وابق العبد عن مواليه كفر

(۷۹) عَنْ عِزِّ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ لَا تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ آبَائِهِ فَهُوَ كُفْرٌ - (رواه مسلم)

دیر نہ کریں گے دین اسلام برابر غالب رہے گا کیونکہ یہود و نصاریٰ دیر سے افطار کرتے ہیں۔ (ابو داؤد ابن ماجہ)
(۷۸) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں دو باتیں کفر کی ہیں
نسب میں طعن کرنا اور مردوں پر نوحہ کرنا۔ (مسلم شریف)

اپنے والد کے باپ ہونی سے انکار کرنا اور غلام کا اپنے آقا کے پاس بھاگ جانا کفر کے ہم پلہ ہے
(۷۹) عراک بن مالک کہتے ہیں کہ انھوں نے ابو ہریرہ کو بیان کرتے سنے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اپنے والد کی طرف انساب سے نفرت نہ کیا کرو حتیٰ شخص نے (صرف فخر و جہالت کے لئے) اپنے
والد سے رشتہ توڑا (اور کسی مشہور شخصیت سے جوڑا) تو یہ بھی ایک کفر کی بات ہے۔ (مسلم شریف)

(۷۷) اسلام میں مخالفت حدود کی بڑی ناپسندیدہ بات ہے اور یہاں پر ماعت کیونکہ جب تو میں کسی اجنبی تہن اجنبی میں شریک
باندھی اثرات کا شکار ہوتی ہیں تو سب سے پہلے اس کا اثر ان حدود کی خلاف ورزی ہوتا ہے۔ یہ حدود ہی تھی جس میں اجنبی یہ درمیانی حدود تھے
گنتی میں تو یہ قوموں کے جملہ حدود طریق اس طرح خلط ملط ہو جاتے ہیں کہ ان میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا جس قوم کی یہ حدود پہلے تھیں
سمجھ لو کہ اس کی مغنویت کا آغاز ہو گیا تو یہی غلطی ان حدود کی ایک کڑی ہے۔ جن گروہوں سے نصراۃ اسلام میں داخل ہو سکتی ہو
ان میں سے ایک یہ بھی ہے عبادات میں روزہ ایک ہم عبادت ہے جس سے اس میں بھی اپنی حدود سے تغافل کرنا اس امر کی دلیل ہے
کہ دوسرے گروہوں میں بھی خاصا تغافل پیدا ہو چکا ہے۔

(۷۸) اس قسم کی احادیث کا مشاہیر کو مسلمانوں کو ان عادات سے پرہیز کرنا چاہئے۔ عرب کے خاندان میں چونکہ نسب بھی مثال
خاص لئے دوسروں کے نسبوں پر طعن کرنا بھی ان کی مفروضہ شان کا ایک جزو تھا تو یہی ان کے نزدیک انسانی شرف و
بزرگی کی نشانی کا ایک خاص طریق تھا یہ عارضی عائلی نامائشیں اسلامی مزاج کے موافق نہیں آتیں۔

(۷۹) سب سے بڑا کفر یہ کہ انسان اپنا رشتہ غلوۃ فائق سے توڑ کر غیر فائق جوڑے اور دوسرے کا کفر یہ کہ کھنڈن کی میت (رشتہ نیست
اندر لے کر جملہ فیوہا لکھ کر قاتل کرے) اسکی قریب غلام کر جائے آقا مالک کو قہر کرے جگ جگے یا رشتہ مانتے ہوئے لکے کے براہِ غیر لکے کے قاتل کرے۔

(۷۷) عَنْ جَبْرِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ابْنُ الْعَبْدِ كَرِهَ قَبْلَ لَهْ صَلَواتِهِ وَرِوَايَتُهُ عَنْهُ قَالَ ابْنُ عَبَّادٍ الْآخِ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ قَالَ ابْنُ عَبَّادٍ الْآخِ مِنْ مَوْلَاهُ فَقَدْ كَفَرَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَيْهِمْ (رواه مسلم)

لا ينبغي للمؤمن ان يقول انا بريء من الاسلام

(۷۸) عَنْ بَرْثِيَّةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ اَنَا بَرِيءٌ مِنَ الْإِسْلَامِ فَإِنْ كَانَ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَإِنْ كَانَ صَادِقًا فَلَنْ يَرْجِعَ إِلَى الْإِسْلَامِ سَائِلًا (سواء النساءى داود داود ابن ماجه)

(۷۹) ترجمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی کا غلام اپنے آقا و سربراہ کو چلا جائے تو اس کی کوئی نافرمانی نہیں ہوتی اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ہری الذمہ ہو جاتا ہے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ وہ کافر ہو جاتا ہے جب تک کہ اس کے پاس پھر واپس نہ جائے (مسلم شریف)

یوں کہتا مومن کی شان کے خلاف ہے کہ اگر فلاں کام نہ کروں تو میں مسلمان نہیں

(۸۰) بریدہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص یوں کہے کہ میں اسلام سے بیزا ہوں تو اگر اس نے جھوٹ کہا تو واجب تو وہ درحقیقت مسلمان نہیں رہا اور اگر سچ کہا تو واجب بھی اس کا اسلام صحیح و سالم نہیں بچتا (کچھ نہ کچھ زعمی ہو جاتا ہے) (داود داود نسائی ابن ماجہ)

(۸۱) مذکورہ بالا مسئلہ کی صورت میں بیان کی گئی ہے کہ اگر کسی شخص نے زید سے بات کی پھر یہ کہا کہ اگر میں نے زید سے بات کی ہو تو میں مسلمان نہیں تو اگر اس نے یہ جھوٹ دانستہ بولا ہے تو اس قسم کا مطلب یہی ہے کہ اس کے نزدیک اپنے اسلام کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور اگر وہ سچا تھا اور حقیقت اس نے زید سے بات نہ کی تھی پھر بھی اس نے کم از کم نہ خیرہ و غصہ برکباد ہو جائے کہ اس کے نزدیک اسلام کسی نہ کسی صورت میں قابل ترک فرض کیا جاسکتا ہے۔ ایمان کی نزاکت بے غلطی کی تھی جس میں برداشت نہیں کرتی۔ اسی طرح یوں قسم کھانا کہ اگر میں نے ایسا کیا ہوا ایسا کروں تو مجھے مرنے دم ایمان نصیب ہو بہت ہی سخاوت ہے اسلام سے عروسی کسی صورت میں بھی قابل برداشت نہ ہوتی جائے کامل مسلمان وہ ہے جو اپنی زندگی میں ہر بات کا تصور کر سکتا ہے مگر ترک ایمان کا تصور کسی نہیں کر سکتا۔ ولا تموت الا وانتم مسلمون میں اسی عزیمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ اسلام پر موت کس کے پس کی بات ہے۔ اسلام انبیاء و اطاعت کے صرف چند کلمات کا نام ہے اسی لئے اس کے خلاف چند کلمات کہنے سے مجروح ہی ہو جاتا ہے۔

من رجا خاہ المسلم بالفسوق او الکفر ارتد علیہ

(۷۷۲) عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُنْفِي رَجُلٌ رَجُلًا بِالنُّسُوقِ وَلَا بِمُضِيءٍ بِالْكَفْرِ إِلَّا أَنْ تَدْعَاهُ عَلَيْهِمْ أَنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبُ كَذِّ الْإِثْمِ - (رحمہ اللہ البخاری وغیرہ)
(۷۷۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لَا أُخِيذُ بِكَافِرٍ فَقَدْ بَاوَدَّ بِهَا أَحَدَهُمَا - (رحمہ اللہ البخاری وغیرہ)

جو مسلمان بھائی پر بے باغی فتنہ و کفر کی تہمت لگانا ہو وہ لوٹ کر اسی پر آپڑتی ہے

(۷۷۲) ابو ذر بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کوئی شخص کسی پر فسق یا کفر کی تہمت نہیں لگانا مگر وہ لوٹ کر اسی کے اوپر آپڑتی ہے اگر وہ شخص جس کے سر پر تہمت رکھی گئی ہے اس کا اہل نہیں ہوتا۔ (بخاری)

(۷۷۳) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو اوکافر کہتا ہے تو دونوں میں سے ایک نہ ایک پر یہ کلمہ چسپاں ہو کر رہتا ہے۔ (بخاری)

(۷۷۳) احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کلمہ نہ سے نکلتا ہے وہ کبھی فارغ نہیں ہوتا۔ ظاہر میں سمجھتا ہے کہ وہ صرف ایک سیال صورت تھی جو نہ سے نکلی اور فضا، عالم میں معدوم ہو گئی۔ لیکن حدیث یہ کہتی ہے کہ ایک ایک کلمہ جو کسی کے منہ سے نکلتا ہے وہ سب بدستور محفوظ رہتا ہے صرف کرنا کاتبین کے رجسٹروں میں نہیں بلکہ فضا، عالم میں بھی۔ ابو داؤد میں حضرت ابو الدرداء سے روایت ہے کہ جب کوئی شخص کسی پر لعنت کرتا ہے تو یہ کلمہ سب سے پہلے آسمان کی طرف جاتا ہے جب اسے رحمت کی سمت جگہ نہیں ملتی تو زمین کی طرف آتا ہے پھر دائیں بائیں گھومتا ہے جب یہاں بھی جگہ نہیں ملتی تو اب خاص اس شخص کی طرف بڑھتا ہے جس پر لعنت کی گئی تھی اگر وہ بھی اس کا اہل نہیں ہوتا تو آخر لوٹ کر خود لعنت کرنے والے کی طرف آ جاتا ہے۔

کوئی خیال کرتا ہے کہ اس کے اقوال و افعال حیوانات کی طرح کسی حساب میں نہیں حدیث بھٹاتی ہے کہ وہ سب اشرف نور ہے اس کو اپنے ایک ایک حرف کا حساب دینا ہوگا۔ فقہانے اس حقیقت کو خوب سمجھا ہے اور اسی لئے کسی عاقل بالغ شخص کے کسی کلام کو اتنا امکان بیکار جانے نہیں دیتے کوئی نہ کوئی توجہ بحال کر اس پر کوئی نہ کوئی حکم لگا ہی دیتے ہیں۔ کسی کو کافر کہنا کچھ نہیں مذاق نہیں بڑی ذمہ داری کی بات ہے۔ یہ کلمہ سبلی بول چال میں بھی زبان پر لانے کے قابل نہیں۔ یا کافر صرف ایک نذاریہ کلمہ ہے کوئی فتویٰ نہیں ہے لیکن بے عمل اس کلمہ کا استعمال بھی اپنا اثر کھائے بغیر نہیں رہتا۔

من کفر متاولا وجاهلا لم یکفر

(۷۷۴) حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُمُيَّاتِي قَوْمَهُ فَيُصَلِّي بِهَمْ صَلَوةً فَقَرَأَ بِهِمُ الْبَقْرَةَ قَالَ فَتَجَوَّزَ رَجُلٌ فَصَلَّى صَلَوةً خَفِيفَةً فَلَمَّ ذَلِكَ مُعَاذٌ فَقَالَ إِنَّهُ مُنَافِقٌ فَلَمَّ ذَلِكَ الرَّجُلُ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا قَوْمٌ نَعْمَلُ بِأَيْدِينَا وَنُسَبِّحُ بِزَوَاضِعِنَا وَإِنَّا مُعَاذٌ أَصَلَّى بِنَا الْبَارِحَةَ فَقَرَأَ الْبَقْرَةَ فَتَجَوَّزَ ثُمَّ عَمَّا كُنَّا مُنَافِقِينَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاذُ أَفَنَأْنِئْتُ ثَلَاثًا أَفَرَأَى وَالشَّمْسُ وَضَحَّتْ وَأَسْمَجَ اسْمُ رَبِّكَ الْأَعْلَى - (سرواه البخاری وغیره)

تاویل یا ناواقفی سے کسی کو کافر کہنا نہیں

(۷۷۴) جابر بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ معاذ بن جبلؓ کی یہ عادت تھی کہ وہ رسول اللہؐ کے ساتھ نماز پڑھتے اس کے بعد وہ اس آکر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے ایک دن انھوں نے سورہ بقرہ پڑھی (ان کی اس لمبی قرأت کی وجہ سے) ایک شخص نے علیحدہ ہو کر ہلکی سی نماز پڑھ لی معاذ کو بھی یہ خبر لگی تو فرمایا وہ منافق ہے یہ بات اس شخص کو معلوم ہو گئی یہ آپؐ کی خدمت میں جا پہنچا اور عرض کی یا رسول اللہؐ ہم کا وہ باری لوگ ہیں اپنے ہاتھوں سے مزدوری کھاتے ہیں اور اونٹوں کے ذریعہ سے پانی بھرتے ہیں آج شب معاذؓ نے ہمیں نماز پڑھائی اور اس میں سورہ بقرہ شروع کر دی اس لئے میں نے اپنی نماز علیحدہ پڑھ لی اس پر معاذ خیال کرتے ہیں کہ میں منافق ہوں، آپؐ نے فرمایا معاذ کیا فتنہ برپا کرو گے تین بار فرمایا صرف والشمس وضحت اور سج اسم ربک الاعلیٰ جیسی سورتیں پڑھ لیا کرو۔ (بخاری شریف)

(۷۷۴) عہد ہجرت میں جماعت میں شریک نہ ہونا نفاق کی کھلی علامت تھی یہاں اس شخص نے ایک معقول عندک بنا پر جماعت میں شرکت نہ کی مگر قوت عمل کے زمانہ میں معتمدیوں کی طرف کس کا خیال اس لئے معاذؓ نے حسب ضابطہ اس کو بھی منافق کہہ دیا۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قصہ سُن کر تطویل قرأت پر تو خاص طور پر تنبیہ کی مگر منافق کہنے پر اپنی تنبیہ نہیں کی جیسا کہ حاطب بن ابی یثمہ کے واقعہ میں بھی ان کے متعلق حضرت عمرؓ کے منافق فرمانے پر بھی کوئی تنبیہ نہیں فرمائی کہ نہ ان مقامات پر منافق کہنا گویا غلط تھا تاہم کچھ تاویل کی بنا پر تھا۔ اگر تاویل قابلِ نفاذ ہو تو قائل پر سخت گیری نہیں کی جاتی۔

ادمان الخمر يشبه عبادة الوثن

(۷۷۵) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدُّ مِنْ الْخَمْرِ
إِنْ مَاتَ لَقِيَ اللَّهَ كَعَابِدٍ وَثَنٍ. (رواه احمد وروى ابن ماجه عن ابى هريرة والبيهقي في شعب الایمان
عن محمد بن عبد الله عن ابيه وقال ذكر البخاری فی التاریخ عن محمد بن عبد الله عن ابيه)
(۷۷۶) عَنْ أَبِي مُوسَى (الْأَشْعَرِيِّ) أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ مَا أَبَالِي شَرِبْتُ الْخَمْرَ أَوْ عَبَدْتُ
هَذَا السَّارِيَةَ دُونَ اللَّهِ. (رواه النسائي)

لا يغفر لمشرك ولا لقاتل المؤمن عمداً

(۷۷۷) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ ذَنْبٍ
عَنِ اللَّهِ أَنْ يَغْفِرَهُ إِلَّا مَنْ مَاتَ مُشْرِكًا أَوْ مَنْ يَقْتُلُ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا -
(رواه ابو داود وروى النسائي عن معاوية)

شراب نوشی کی عادت بت پرستی کی برابر ہے

(۷۷۵) ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرابی آدمی اگر مرے
تو اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک بت پرست کی طرح حاضر ہوگا۔ (احمد)
(۷۷۶) ابو موسیٰ فرمایا کہتے تھے کہ شراب پی لوں یا خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر اس ستون کی عبادت کر لوں
میں تو ان دونوں باتوں میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتا۔ (نسائی)

مشرک اور مسلمان کے ناحق قاتل کی مغفرت نہ ہوگی

(۷۷۷) ابو الدرداء، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ
اللہ تعالیٰ شاید ہر گناہ کو بخشدے مگر جو شرک کی حالت میں مر جائے یا جان بوجھ کر کسی مسلمان کو
ناحق قتل کر دے اس کی مغفرت کی کوئی توقع نہیں۔ (ابو داؤد۔ نسائی)

نہی المؤمن عن تکثیر سواد المشرکین

(۷۷۸) عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ قُطِعَ عَلَى أَهْلِ الْمَدِينَةِ نَجَتْ فَأَلْتَرْتُمْ فِيهِ فَلَقِيتُ
عُكْرَمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَأَخْبَرْتُهُ فَتَهَانِي عَنْ ذَلِكَ أَشَدَّ التَّهْنِي ثُمَّ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ
إِنَّ تَأْسِيسَ الْمُسْلِمِينَ كَانُوا مَعَ الْمُشْرِكِينَ يَكْثُرُونَ سَوَادَ الْمُشْرِكِينَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي السَّهْمُ فَيُرْمَى بِهِ فَيُصِيبُ أَحَدَهُمْ فَيُقْتَلُ أَوْ يُضْرَبُ فَيُغْلَبُ
فَاتَّزَلَّ اللَّهُ تَعَالَى إِنْ الَّذِينَ تَوَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي الْأَنْفُسِ هَذَا (رواه البخاری)

مومن کی شان یہ ہے کہ وہ مشرکین کی جماعت میں شامل نہ کران کی کثرت اور تقویت کا باعث بنے
(۷۷۸) عبد الرحمن ابوالاسود نے بیان کیا کہ اہل مدینہ نے اہل شام سے جنگ کیلئے ایک لشکر تیار کیا
اس میں میرا نام بھی لکھا گیا میں نے حضرت ابن عباسؓ کے غلام عکرمہ سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے مجھے
شدت سے منع فرمایا اور یہ قصہ بیان کیا کہ حضرت ابن عباسؓ نے مجھ سے ذکر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ میں کچھ مسلمان مشرکوں کے ساتھ ملے جلے رہتے تھے اور ان کی وجہ سے جنگ کے موقع پر مشرکین کی
جماعت کی تعداد میں اضافہ ہوتا تھا (اگرچہ ان کی دلی مشاعرے کی نہیں تھی) ان میں ایک شخص کے
تیرا کر لگتا اور وہ ختم ہو جاتا یا ٹکڑے زخمی ہوتا اور مر جاتا ان کے متعلق یہ آیت نازل ہو گئی إِنَّ الَّذِينَ
تَوَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ لَمْ يَدْخُلُوا جَنَّاتٍ مِنْ دُونِهَا يَدْخُلُونَ فِيهَا مِنْ دُونِ أَبْوَابٍ أُولَٰئِكَ هُمُ الَّذِينَ
يَرْتَابُونَ فِي مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (تو فرشتوں نے ان سے پوچھا تم کس حال میں تھے انھوں نے جواب دیا ہم اس ملک کے
ضعیف اور بے بس باشندوں میں تھے (خوف کی وجہ سے اظہار اسلام بھی نہ کر سکتے تھے) فرشتوں نے
کہا کیا تمہارے واسطے کہیں زمین ماری گئی تھی کہ تم وہاں ہجرت کر جاتے (بخاری شریف)

(۷۷۸) اس واقعہ کے نقل کرنے سے عکرمہ کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جب مسلمانوں کیلئے یہ پہنچ نہیں فرمایا کہ وہ کسی باطل
جماعت کے ساتھ شریک رہیں تو یہی وجہ جنگ میں تباہی شرکت پسند نہیں کرنا کیونکہ میرے نزدیک یہ چلونی سبیل اللہ نہیں ہے
اگر ہم ان کے ساتھ رہیں تو تباہی وجہ سے کم از کم ان کو جاتی شرکت و حاصل ہوگی یہ بھی باطل کی اعانت میں شامل ہے -
خلاصہ یہ ہے کہ اسلام نے اپنے اختلاف سے اس امر کی ہرگز اجازت نہیں دی کہ مسلمان کفر کے زیراقتدار رہنا بخوشی برداشت
کرے اس کے لئے موت دہا سکتے ہیں یا ہجرت کر جائیں اور یا بدجہ مجبوری کفر کے اقتدار سے آزادی کے لئے ہر وقت
ہمدرد و جبر کرتا رہے۔ یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے۔ (صحیح)

(۷۷۹) عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَاءَهُ
الْمُشْرِكِينَ وَسَكَنَ مَعَهُمْ فَمُوتُوا - (رواه ابوداؤد)

(۷۸۰) عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنُ كَبْرٍ
وَعُمَرُ كَانُوا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ لَا تَحْتَمِلُهُمُ الشَّرِكَاءُ وَكَانَ مِنَ الْأَنْصَارِ فَهَاجَرُوا لَأَنَّ لِلدِّيْنِ بَيْنَتًا كَانَتْ
حَازِمَةً فَبَاذِلُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا لَكَ الْعَقَبَةُ - (رواه النسائي)

(۷۸۱) عَنْ جَبْرِ قَالَ بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَنْ أَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَاكَ
الزَّكَاةَ وَالشَّحِيرَ كُلَّ سَبِيلٍ وَعَلَى خِرَافَةِ الْمَشْرِكِ وَدَفْعِهِ عَلَى أَنْ لَا يَكُنِيَ الْمُشْرِكِينَ - (رواه النسائي)

(۷۷۹) سمون جنرب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا رہنا ہنسا مشرکوں کے
ساتھ وہ ان ہی کی مثل ہے۔ (ابوداؤد)

(۷۸۰) جابر بن زید سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور
ابو بکر و عمر تو اس لئے ہاجر کہلائے کیونکہ انھوں نے مشرکین کو چھوڑ دیا تھا لیکن انصار میں بھی کچھ لوگ ہاجر
تھے کیونکہ ابتداء میں مدینہ بھی دارشُرک تھا۔ جب کچھ لوگ ان مشرکین کو چھوڑ کر بللہ العقبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس چلے آئے (تو اس لحاظ سے وہ بھی ہاجر کہلائے)۔ (نسائی شریف)

(۷۸۱) جبر شہنہ ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امور دین پر بحث کی تھی۔ ماز قائم کرنا، زکوٰۃ دلانا
ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنا اور مشرکوں سے علیحدہ رہنا۔ (نسائی شریف)

(۷۸۰) ہجرت بظاہر ترک وطن کا نام ہے مگر ترک وطن کوئی مطلوب چیز نہیں۔ مگر کہ وہ جیسا وطن ایسا وطن نہ تھا جس کو
بخوشی کوئی ترک کر سکا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے وقت مشرکوں کو مکرر کہہ کر ہجرت بھری نظروں سے دیکھتے جاتے اور فرماتے جاتے
اے مشرک اگر میری قوم ہی تمھو کو تیرے نزدیک سے نہ رہی نہ نکالی تو میں ہرگز اپنے امتیاز سے غم نہ سوا کہیں اور نہ ہا پندہ کرتا اس لئے ہجرت
کی مدح ترک وطن نہیں بلکہ شرک اور مشرک سے علیحدہ رہنا ہے جہاں شرک کا اقتدار ہو وہاں اسلامی حیات ہرگز نمودار نہیں ہو سکتی
اس حالت میں اسلام کی حفاظت صرف ہجرت سے ہو سکتی ہے۔ درج کے بعد مسئلہ ہجرت کا مفصلہ مسند شریف میں ہے۔ (پیش رو)

(۷۸۱) اسلام کے ابتدائی عہد میں ہر گز تمام اقتدار کفر کے ہاتھ میں تھا مشرکوں سے علیحدہ رہنا بھی بیعت کا ایک اہم جزو
قرار دیا گیا تھا۔ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ طہار ہجرت کے بعد اپنی قوم کے زشت افعال کے ماحول و ان سے منارت
اختیار نہ کی انسان ہی کے ساتھ ہم نوالہ وہم یا بالہ بنے رہے تو اس ممانعت کی وجہ سے بے دینی کے جلاہم ان میں بھی
سراپٹ نہ کئے لہذا آخر کار وہ بھی لغت کے تحت آ گئے۔ دوسروں نے اسی فلسفہ کے تحت ہجرت کا مسئلہ ایجاد کیا تھا
انھوں نے تو ایک غلط قدم کو دین سمجھا اور ہم نے دین کی ایک خصوصی دفعہ کو تعصب سمجھ کر ترک کر دیا۔
یہاں ترجمان السنہ ج ۲ ص ۱۵۲ و ۱۵۳ بھی ملاحظہ کر لینا چاہئے۔

التطير وتصديق الكاهن ونحوهما نوع من الشرك

(۷۸۲) عَنْ أُمِّ كُرَيْزٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَقْرَبُوا الطَّيْرَ عَلَى مَكَاتِرِفَا. (سرواه ابو داؤد والترمذی)

(۷۸۳) عَنْ فَيْصَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيفَانَةُ وَالطَّرْنُ وَالطَّيْرَةُ مِنَ الْجَبْتِ. (سرواه ابو داؤد)

(۷۸۴) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَطِيفَةُ شِرْكٍ قَالَ لَهُ ثَلَاثًا. (سرواه ابو داؤد والترمذی)

(۷۸۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ آتَى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ أَوْ آتَى إِفْرَاءً تَدَّ حَائِضًا أَوْ آتَى إِفْرَاءً تَدَّ فِي ذُبُرِهَا فَقَدْ بَرِئَ مِنَّمَا أُتِرِلَ عَلَى الْحَمْدِ (صلى الله عليه وسلم) (سرواه احمد وابو داؤد)

بدفالی کا عقیدہ رکھنا اور کاهن کی تصدیق کرنا ایک قسم کا شرک ہے

(۷۸۲) ام کرز روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہر کہ پرندوں کو اپنے گھونلوں میں بیٹھا رہنے دو اور انھیں اڑا کر اچھی یا بری فال نہ لیا کرو۔ (ابو داؤد - ترمذی)

(۷۸۳) قبیلہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پرندوں کو اڑا کر عرب کے طریقے پر نیک فال لینا یا رمل کا عمل کرنا یا بدفالی یہ سب شرک کے عمل ہیں۔ (ابو داؤد)

(۷۸۴) عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدفالی ایک قسم کا شرک ہے۔ تاکید تین بار یہی فرمایا۔ (ابو داؤد - ترمذی)

(۷۸۵) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کاهن کے (غیب کی) خبر پر بتلنے والے پاس جائے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے یا ایام حیض میں اپنی بی بی سے محبت کرے یا اس عمل میں محبت کرے جس میں محبت کرنے سے اللہ تعالیٰ نے اس کو منع کیا ہے تو جو قرآن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نازل ہوا تھا وہ اس سے پیچیدہ ہو چکا۔ (احمد - ابو داؤد)

(۷۸۶) عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمْرًا لَنَا نَسْنَعُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ - كُنَّا فِي الْكُفَّانِ قَالَ فَلَا تَأْكُلُوا الْكُفَّانَ قَالَ لَنَا نَسْنَعُهَا قَالَ ذَاكَ شَيْءٌ يُعَذِّبُ أَحَدَكُمْ فِي نَفْسِهِ فَلَا يَصُدُّكُمْ قَالَ قُلْتُ وَمِنْ أَرْجَالٍ يَحْطُونَ خَطَا قَالَ كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ يَحْطُ مَمْنً وَاقٍ خَطَرًا فَذَلِكَ (مرہاء مسلم)

(۷۸۷) عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا هَامَةَ وَلَا عَذَى

(۷۸۶) معاویہ بن حکم بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ کچھ باتیں ہم کفر کے زمانہ میں کیا کرتے تھے (اب ان کا کیا حکم ہے) ہم کا ہنوں کے پاس جا کر (غیب کی خبریں دریافت کیا کرتے تھے) فرمایا اب ان کے پاس مت جاؤ، انہوں نے عرض کیا کہ (دوسری بات یہ ہے کہ ہم پرندے اڑا کر نیک و بد فال کے بھی قائل تھے فرمایا بلی ایک ایسی چیز ہے جس کے تم سدا سے عادی چلے آتے ہو اس لئے تمہارے دلوں میں اس کا اثر ہو گا لیکن تم کو چاہئے کہ اس کی وجہ سے اپنے کام سے نہ روکیں۔ میں نے عرض کیا ہمارے کچھ لوگ خطوط کہیں فکر غیب کی خبریں معلوم کر لیا کرتے تھے فرمایا خدا کے نبیوں میں ایک نبی ضرور اس علم کے مالک تھے۔ اب اگر کسی کا خدا ان کے ساتھ مطابقت کر جاتا ہو گا تو وہ بھی درست ہو جاتا ہو گا۔ (مگر یہ خبر کیسے ہو)۔ (مسلم شریف)

(۷۸۷) سعد بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہامہ اور عذی اور نحو

(۷۸۷) انسانی سیئت کا بڑا ارتقا یا اپنے گھر سے ہوتا ہے یا اپنے گھوڑے سے یا اپنی بی بی سے آج دوسری قسم کی سواریاں ایجاد ہو جانے کی وجہ سے اگرچہ گھوڑے کا تعلق ہماری سمجھ میں نہیں آتا مگر کل تک عرب میں گھوڑا ضروریات زندگی کا سب سے اہم جز سمجھا جاتا تھا خوشت کا اگر کوئی وجود ہوتا تو ان چکروں میں اس کا قائل ہونا ایک الجھل ایک معقول بات تھی لیکن انسان کو ان سے ہر وقت کا واسطہ پڑتا تھا کسی معاملہ میں پرندوں کو اڑا کر خوشت یا سعادت کے تصورات بنانا یہ کسی طرح بھی معقول بات نہیں کسی جانور کا تجربہ سے اچھا برا ثابت ہو جانا کسی مکان کا حسب منشا آرام دہ ہونا یا اس کی آب و ہوا درست ہونا اسی طرح کسی عورت کا بد مزاج یا غیر منظم ہونا یہ سب اپنی اپنی جگہ حقائق ہیں۔ ان کو خوشت کے غلط نظریہ سے کیوں قہر کیا جائے خود خدیشوں میں بہت سے گھوڑے قابل پسند سمجھے گئے ہیں اور بہت سے بچی اور خراب قرار دیئے گئے ہیں۔ لیکن کسی جوان کے داغ، وجہ یا کسی عورت کے صرف شکل و شائیل یا کسی مکان کی ساخت سے ذکر اس کو تنہا سمجھ لینا مسلمان تو مسلمان ایک ادنیٰ ہر مسند انسان کا بھی کام نہیں لیکن کیا کیا جلتے کر جیسا انسان غلط یا صحیح طریقہ پر کسی عقیدہ کا شکار ہو جاتا ہے تو اس کی نظریں دنیا بھر کے تمام حوادث اسی کے زاویہ خیال کے مطابق درجے چلے جاتے ہیں اسدہ ہر بات کو اپنے وہم کی ایک دلیل سمجھتا چلا جاتا ہے عربی میں ایک قول مشہور ہے۔ ان الوہم خلاق۔ درحقیقت یہ تمام کار فرمائی اس کے وہم کی غایت کردہ ہوتی ہو اور بس۔ غیر اللہ سے لٹنا خوف اور اللہ تعالیٰ کے حقیقی تصرف سے اتنا ذہول کہ شرک ہے وہ اس کا پیش خیمہ کو مزید ہے۔

وَلَا طِبْرَةَ قُلَانٍ مَكْنٍ الطَّبْرَةُ فِي شَيْءٍ فِي الدَّارِ وَالْعَرَسِ وَالْمَرْأَةِ. (رواہ ابو داؤد)
(۷۸۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عُدْوَى وَلَا هَامَةَ وَلَا نَوَ
وَلَا صَفَرَ. (رواہ مسلم)

(۷۸۹) عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا عُدْوَى وَلَا

یہ سب باتیں بے حقیقت ہیں اگر کسی چیز میں نخوست ہوتی تو میں چیزوں میں ہوتی مگر، گھوڑا، زمین۔ (ابو داؤد)
(۷۸۸) ابو ہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا مرض کا لگ جانا، آلو،
بجھتر، صغیر، سب وہم پرستی کی باتیں ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ (مسلم شریف)
(۷۸۹) جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ مرض لگ جانا،

(۷۸۸) مرض اگر نہیں لگتا جیسا اکثر اہل ہند کا عقیدہ ہے جہاں سببیت قطعی طور پر دریافت ہو جائے وہ علیمہ
بات ہے۔ اہل یہ ہے کہ جب انسان کی قوتِ ایانی یا آپ کی زبان میں قوتِ ارادی اور قوتِ غریزہ کمزور پڑ جاتی ہے
تو اس کے دل میں عدوی کا عقیدہ جم جاتا ہے اور جہاں مرض نہیں لگتا اس کے لئے وہ عند ترائشے لگتا ہے۔
ابن قتیبہ تصریح فرماتے ہیں کہ مریض کے ساتھ بروقت کی غالطت و محالست اس کے ساتھ خود نوش میں
بے احتیاطی اور اس کے جسمانی ربطات سے احتراز نہ کرنے کی وجہ سے دوسرے شخص یا پر مسکتا ہے مگر یہاں اس کے اسباب
بھی موجود ہیں۔ عدوی جاہلیت نہیں۔ عدوی جاہلیت یہ ہے کہ ایک شہر میں طاعون آئے اور آدمی اس شہر ہی کو چھوڑ کر
بھاگ جائے۔ ختمی بے احتیاطی شریعت کی تعلیم ہے نہ اتنی احتیاط۔ ہندوستان کے قدیم ہندو اسی دوسری قسم کے
عدوے کے قائل ہیں (تاویل مختلف الحدیث منہا۔ وزاد المعاد)

اسامہ صغیر کے متعلق اختلاف ہے ان کی حقیقت کیا تھی کوئی کہتا تھا کہ جس منزل کا قصاص نہ لیا جانا اس
کی روح جسم کی شکل میں نکلتی پھرتی کہ میرا قصاص لیا جائے میں پیاسی ہوں۔ اور صغیر ایک جانور ہے جس کے کاٹنے سے
انسان کو بھوک محسوس ہوتی ہے۔ اس کے سوا اور بھی اسی قسم کے غلط تصورات ہیں۔ شریعت ان سب کو بے اہل قرار
دیتی ہے اور انسانی شرافت اہل اس کے اعتقادات کے لائق نہیں سمجھتی۔

(۷۸۹) قول صرف وہ انسانی خیالات ہیں جو حالتِ خوف میں مشکل ہو کر اس کی آنکھوں کے سامنے آجائے
ہیں۔ ایک جماعت تو ان کے وجود کو حقیقی وجود تسلیم کرتی ہے اور دوسری جماعت جنات کے حقیقی وجود سے بھی
انکار کرتی ہے اس عالم میں جہاں دیکھو افراط و تفریط ہی کا تاثر دیکھو گے۔

صَغْرًا وَلَا غَوْلَ - (سرواۃ مسلم)

(۷۹۰) عَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ ذُكِرَتْ الطَّيْرَةُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَحْسَنُهَا النَّعَالَ وَلَا تُرْدُّ سُلَيْمًا فَوَإِذَا رَأَى أَحَدَكُمْ مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُلْ اللَّهُمَّ لَا يَأْتِي بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا يَنْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ - (رماء ابوداؤد مرسل)

صغرا و غول بیابانی سب خیالات ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ (مسلم شریف)

(۷۹۰) عروہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے برفالی کا ذکر آگیا آپ نے فرمایا کہ یہ اس حد تک تودست ہے کہ کسی کا نام اچھا سنا اور اس سے خوش ہو جانا لیکن قال کسی مسلمان کو اپنے کام سے رکھی نہیں۔ (کہونکہ قال کا مقدر است پر کوئی اثر نہیں پڑتا) لہذا اگر تم میں کوئی شخص ایسی بات دیکھے جس کی وجہ سے اس کے دل میں برفالی پیدا ہو تو اسے چاہئے کہ یہ کلمات پڑھے اللہم لایاتی الخ اسے تو ہی بھلائی پہنچاتا ہے اور تو ہی ملاؤں سے حفاظت کرتا ہے اور بھلائی کے حاصل کرنے اور برائی کو بچنے کی طاقت بھی تو ہی عنایت فرماتا ہے۔ (ابوداؤد)

(۷۹۰) امام ابن قتیہ مکر سے ناقل میں کہ ایک مرتبہ ہم ابن عباس کی خدمت میں بیٹھ ہوئے تھے اس طرف سے کہیں ایک ہندہ جینا ہوا نکلا حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا جبر ہے۔ ابن عباس نے فرمایا نہ خیر ہے نہ شر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو صرف اتنی بات ثابت ہے کہ آپ اچھا نام اور نیک قال پسند فرماتے تھے۔ اسی سے منقول ہے کہ انہوں نے ابن عون سے قال کے معنی پوچھے انہوں نے فرمایا کہ نیک قال یہ ہے کہ کوئی مریض جیسا سالم کی آواز سے اور اپنی تسدستی کی بشارت پر محمول کرے یا کسی کا مال گم ہو گیا ہو اور وہ یا عاجز کا لفظ سے اور اسے اپنے مال کے ملنے کی خوشخبری کہے۔ امام ابن قتیہ فرماتے ہیں کہ صرف اتنی بات کہ عرب کی قال اور برفالی سے کوئی علاقہ نہیں یا انسان کی فطرت ہے کہ اسے اچھی بات اچھی اور بری بات بری لگتی ہے۔ مثلاً بار کے پاس جا کر صحت کے کلمات اور پریشان شخص کے سامنے بشارت کے کلمات کہنا ہر شخص کو پسند ہوتا ہے حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ یہاں کہنے والے اور سننے والے دونوں کا یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ اس کے ان کلمات سے تقدیرات الہیہ بدلتی ہیں اسی طرح اچھی صحت سے مراد اور بری صحت سے انتہا میں ہی انسان کی فطرت ہے۔ چروں سے جھکا ہوا چرس اور پتا ہوا پانی ہر شخص کو پیارا معلوم ہوتا ہے اور اس کے برعکس صورتیں ہر شخص کو فطرتاً پسند ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اچھے نام سے خوش ہونا اور بدنام سے ناغوش ہونا اسی فطرت کے ماتحت تھا۔

رواہ دہلی مختلف الحدیث ص ۱۲۱۳ -) عرب جو قدیم سے برفالی کا شکار رہتا چلا آیا تھا جب اس نے اسلامی دہریں قدم رکھا تو پہلی قدم ہلاس کو ان سب خیالات کو چھوڑنا پڑا۔ یہ بہت ممکن تھا کہ اپنی قدیم عادت کی وجہ سے کسی برفالی کے موقع ہلاس کے دل میں فریضی لہریں اثرات پیدا ہوتے ملتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (باقی پر صفحہ آئندہ)

رقی الجاہلیۃ من عمل الشیطان

(۹۱) عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشَّعْرَةِ فَقَالَ هُوَ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ - (رواہ ابوداؤد)

(۹۲) عَنْ عِيسَى بْنِ حَزْمَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَكِيمٍ وَبِهِ حُمْرَةٌ فَقُلْتُ أَلَا تُعَلِّقُ

کافروں کی جھوٹے شیطان کی کام میں

(۹۱) جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شتر کے متعلق پوچھا گیا آپ نے فرمایا کہ یہ ایک شیطان کی کام ہے۔ (ابوداؤد)

(۹۲) عیسیٰ بن حمزہ فرماتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن حکیم کے پاس گیا انھیں سرخ بادہ کی تکلیف تھی میں نے کہا کہ اس کے لئے آپ مجھے میں شکر کیوں نہیں لکھا لیتے انھوں نے فرمایا کہ میں ان باتوں سے اللہ تعالیٰ سے

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) ایسے وقت کے لئے چند مقدس کلمات تعلیم فرمادیئے جن کی برکت سے یہ تمام باطل تاثرات اعتماد بالشر اور توکل سے بدل جائیں گے۔ اللہم لا یأتی بالחסنات ثم

اسلامی توحید کا یہ وہ بلند تصور ہے کہ جس کے دل میں یہ تصور قائم ہو گیا پھر اس کے قلب میں غیر اللہ کا کوئی خوف نہ رہا باقی نہیں رہتا اور اس کا قلب توجہ ایک ہی ذات پاک رہ جاتی ہے و حقیقت یہی توحید کی اصل روح ہے جب عقیدہ توحید میں یہ مدح باقی نہیں رہتی تو پھر اس میں شرک کے وہ تمام شعبے پھوٹتے گئے ہیں جو آپ عرب کے نقشہ زندگی میں ملاحظہ کر چکے ہیں۔

(۹۱) نہا یہ میں ہے کہ جس شخص کو یہ دم ہو جاتا تھا کہ اس پر جن کا اثر ہو گیا ہے وہ اس شتر سے اپنا علاج کر لیا کرتا تھا۔ عرب کا گمان تھا کہ اس شتر کی جنات کے اثرات کے ازالہ میں بالذات تاثیر ہے۔

(۹۲) نہا یہ میں ہے کہ عرب چند شے لیکر اپنے بچوں کے گلوں میں نظر گذارنے کے خیال سے ڈال دیا کرتے تھے ان کا گمان تھا کہ اس عمل سے نظر نہیں لگتی۔ اسلام چونکہ وہیم پرستی کی ریخ و بنیاد کھانٹنے آیا تھا اس لئے اس نے اس خیال کی بھی تردید کی اور بتایا کہ ایک مخلوق کو دوسری مخلوق میں بالذات کوئی تاثیر نہیں۔ تمام کائنات میں حقیقی مؤثر صرف خالق کا ارادہ ہے چند شے اندر خدات کے میں لٹکا کر یہ عقیدہ قائم کر لینا کہ یہ خوبصورت شجر کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں صرف ایک جا بڑا نہ وہیم پرستی ہے۔ تو کہہ سکی اسی کی دوسری شکل تھی وہ اس جادو کو تو لکھا کرتے تھے جس کے ذریعہ زن و شوہر کے مابین محبت پیدا ہو جاتی تھی ان کا خیال تھا کہ اس عمل سے تقدیر الٰہی تک پلٹ جاتی ہے جس طرح ان بے بنیاد جھاڑ پھونک کا قائل ہونا وہیم پرستی ہے اسی طرح اساء الہیہ اور کلام الہی کی برکات کا انکار بھی خدائن کا انکار ہے۔ خدا کے کلام پاک اور اس کے اسماء کے غیر المعقول اثرات و برکات سے احادیث نبویہ بھری پڑی ہیں لیکن انسان کی فطرت میں توازن مفقود ہے۔

قَمِيمَةً فَقَالَ تَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا
وَكَلَّ الْيَبْرَ - (ابوداؤد)

(۷۹۳) عَنْ زَيْبِ بْنِ اِمْرٍ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ رَأَى فِي عُنُقِ خِطَاةٍ فَقَالَ

بِئْرَاهُ مَا لَنَا هَؤُلَاءِ - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو اپنے گلے میں اس قسم کی چیزیں لٹکائے
اس کی جان کی حفاظت خود اسی کے حوالہ کر دی جاتی ہے - (ابوداؤد)

(۷۹۳) عبد اللہ بن مسعود کی بی بی بیان کرتی ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود نے میری گردن میں ایک
دھاگا بندھا ہوا دیکھا اور چھایہ دھاگا لکھا ہے - میں نے کہا پڑھا ہوا لکھا ہے - وہ کہتی ہیں کہ ابن مسعود نے

اسی لئے قرآن نے اس کا لقب "طالع" اور "منوع" رکھا ہے: خلق الانسان هلوًا خاضعًا لشيء جزعًا ولا مفسدًا
الخبر صريحاً "انسان کی خلقت یہ ہے کہ جب اس پر مصیبت آتی ہے تو بے صبر ہو جاتا ہے اور جب اس پر فراغت کا دور آتا ہے
تو بے توجہ ثابت ہوتا ہے۔ وہ اگر کتبہ تو ہم پرستی پڑا کرتا ہے اور اگر تلبہ تو اس کا خالق سے بھی باگ نہیں کرتا۔ خالق کے
کلام اس کے اسرار اس کے رسول کے کلمات، بلکہ اس کے رسول کے مستقل بانی اولاد کے مستقل کپڑوں میں بڑی برکتیں ہیں
مگر یہ سب برکتیں خدای کے نام کی ہیں۔ سمندر ان سون پیدا کرتا ہے سورج خورانشانی میں مشغول ہے۔ ابرو باد بارش لاسے
ہیں مگر نہ ان میں حقیقت کوئی تاثیر و فاعلیت ہے اور نہ مقدمات الہیہ کے خلاف حرکت کرنے کی تاب و طاقت ہے۔ لا الشمس
تنبغي لها ان تدرك القمر ولا الليل سابق النهار: آفتاب اپنی سیل و نہار کے درمیں کبھی چاند کو کبڑا سکتا ہے اور نہ رات
دن کے خاتمہ سے پہلے آسکتی ہے۔ یہ سب ایک ارادہ الہی کے سلسلے سرنگوں ہیں اسی طرح تمام برکتیں اور تمام تبرکات نہ تو حقیقتی
ہیں اور نہ مقدمات کو طے کتے ہیں۔ نہ جہالت میں یہ دونوں عقیدے موجود تھے اور نہ چیزوں کے متعلق ان کا گمان تھا کہ
ان کو قلب و خالق یا قلب مقدمات میں تاثیر ہے۔ ان سب میں سموری سمیٹ بھی موجود تھی اس لئے اسلام نے اس کو صرف
ایک وہم پرستی قرار دیا اور اس کی بجائے اس کو صحیح عقائد کے ساتھ تبرک بالاسرار اور تبرک بالاملا الصالحین کا صحیح راستہ بتا دیا ہے
اس تبرک کی بھی حدود ہیں ان حدود سے تجاوز نہ کرنا چاہئے ورنہ پھر وہ بھی رسم و جاہلیت میں داخل ہو جائے گا۔

(۷۹۳) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان انسانی اجسام میں اس قسم کے تصرفات بھی کر سکتا ہے۔ آخر جب
انسان کی نظر لگ سکتی ہے اور اس کے دست و پا سے دوسرے انسانوں کو ایذا پہنچ سکتی ہے تو شیطاں کی ایذا رسانی کو
انکار کیا وجہ ہے وہ تو اس سے کہیں زیادہ قوی مخلوق ہے۔ احادیث سے شیطاں کے بہت سے تصرفات ثابت ہیں۔ استحاضہ
کو شیطاں کا اثر کہا گیا ہے۔ میرے خوراں میں ان کا دخل تسلیم کیا گیا ہے۔ نماز اور وضو میں وسوس ڈالنا مال چاکر لہانا حتی کہ
خاتم الانبیاء علیہم السلام کی طرف ایک آگ کا شعلہ لیکر بڑھنا اور کچھ کی پیدائش کے وقت اس کا جھڑنا یہ سب کچھ
حدیثوں میں آچکے ہیں گو علماء نے کہیں کہیں اس کی تاویلات بھی کی ہیں مگر میری رائے ان میں قدرے مشترک شیطانی تصرفات ایک
ناقابل انکار حقیقت ثابت ہوتی ہے اولی حقیقت کی بنا پر شریعت نے اس کی مضرورت سے حفاظت کے سموری طریقے تعلیم
فرمادیے ہیں۔ مادی نظریہ ان کی مضرورت سے آشامی اور نہ ان سے حفاظت کے طریقے جانتی ہیں اس لئے وہ ان

مَا هَذَا فَقُلْتُ خِيَطُ رُقِيٍّ فِيهِ قَالَتْ فَأَخَذَهُ فَقَطَعَهُ ثُمَّ قَالَ أَنْتُمْ أَلِ عَمِلَ اللَّهُ لَا غِنَاءَ
عَنِ الشِّرْكِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الرُّقِيَّ وَالْقَائِمَةَ وَالنَّوْلَةَ
شِرْكٌ فَقُلْتُ لِمَ يَقُولُ هَكَذَا فَقَدْ كَانَتْ عَيْنِي تَعْدِفُ وَكُنْتُ أَخْتَلِفُ إِلَى فُلَانٍ

اسے لے کر توڑ پھینکا اور فرمایا ابن مسعود کے گھر والو! تمہیں تو شرک کی باتوں سے بے نیاز رہنا چاہیے۔ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جہاز بھونک، نظر کے لئے منکے اور زوجین کے
لئے محبت کے جاؤ، سب باتیں شرک ہیں میں نے کہا آپ ایسی بات کیسے فرماتے ہیں۔ اس سے پیشتر جب
کبھی میری آنکھ دکھتی تو میں فلاں یہودی کے پاس چلی جایا کرتی تھی وہ اس کو جھاڑ دیا کرتا تھا اور فوراً

کلمات اور تعویذات کا تسخیر ادا کرتی ہیں جو اس سلسلہ میں شریعت نے تعلیم کئے ہیں جب ان کے نزدیک شیطان اور اس کے
تصرفات کی کوئی حقیقت ہی نہیں تو یہ کلمات تعوذ اور اذیہ کا سارا باب بھی محض ایک وہم پرستی نہ ہو تو اور کیا ہو سیکر
جن کے نزدیک ان کی ہستی پھر انسانی معیشت میں ان کی طرح طرح ظلم اندازی اور دست درازی دونوں پایہ ثبوت کو
پہنچ چکی ہیں ان کے نزدیک ان کلمات تعوذ کی اہمیت بھی اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اسباب ظاہری کے تعطل کے قائل ہیں اور ہر بیماری و اختلال مزاجی کا سبب ان معنوی
اسباب ہی میں منہمک تھے ہیں یہ تو بدابست کا انکار ہو گا بلکہ ہمارا مطلب یہ ہے کہ جس طرح علوم کائنات نظر و تافیراً اسباب ظاہری
میں بھی دینی تر اسباب کی طرف راہنمائی کرتی جاری ہے حتیٰ کہ موجودہ زمانہ میں اکثر باریوں کا سبب ایسے جراثیم ثابت ہو گئے
ہیں جو ان آنکھوں سے نظر بھی نہیں آسکتے تو اگر شرعی تحقیق سے کچھ ایسے اسباب بھی دریافت ہو جائیں جو ہماری اس خود دین
کے دست و پاؤں سے باہر ہوں تو اس کے انکار کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے تفسیر
فتح العزیز میں لکھا ہے کہ شریعت اسباب ظاہری کی منکر نہیں بلکہ اس کے ساتھ کچھ اور اسباب باطنی کی بھی اطلاع دیتی ہے کہ
جو ان اسباب ظاہری کے پس پردہ متور ہوتے ہیں اور اس حقیقت کو بہت مشرق بیان فرمایا کہ جو قابل دیدہ ہے (دیکھو تفسیر
مذکورہ ص ۱۱۵) — اس حدیث سے ایک اور اہم بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ گمراہی کا سبب جس طرح شیطانی و مادی ہونے
ہیں اسی طرح بعض مرتبہ اس قسم کے شیطانی تصرفات بھی ہو جاتے ہیں۔ دیکھئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہی یہاں یہ
مجھے بیٹھی تھیں کہ ان کی آنکھ کو کاہن کی شرک آمیز جھاڑ بھونک سے شفا ہو جاتی ہے اور معلوم یہ ہوا کہ اس میں شیطان کا
تصرف شامل تھا۔ اس نے ایسی صورت پیدا کر رکھی تھی کہ ان کے دماغ میں خود بخود یہ گمراہی پیدا ہو جائے بعض ضعیف لاعقل
مسلمان آج بھی اسی قسم کی گمراہی میں مبتلا نظر آتے ہیں جب ان کو کوئی نقصان پہنچتا ہے تو وہ یہی کہہ دیتے ہیں کہ اس مہینہ میں ہم
فلاں بزرگ کی خدمت نیاز نہیں کی تھی اس لئے ہم کو یہ نقصان پہنچ گیا اور اتنا نہیں سوچتے کہ جن بزرگوں نے اپنی تمام عمریں مخلوق
کی ابتلا میں برداشت کرنے میں صرف کی ہیں اور اسی کو اپنا مبارک زندگی سمجھا ہوا کسی غریب کے نیاز نہ دلائے پاس کو کب
کوئی ابتلا دیکھتے ہیں۔ حضرت خواجہ محبوب الہیؒ کے حسب ذیل شعر سے ذرا اندازہ کیجئے کہ جو لوگ ان کے درپے آ رہے تھے
ان کے حق میں ان کا جذبہ کیا تھا ہے

الْیَهُودِیُّ فَاِذَا رَآهَا سَكَنتَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اِنَّمَا ذَلِكَ عَمَلُ الشَّیْطَانِ كَانَ
بِفُحْشِهَا یَسْبِیْهِ فَاِذَا رَآیَ کَفَّ عَنْهَا اِنَّمَا یُکَلِّفُکَ اَنْ تَعُوْزَ لِمَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی

آرام ہو جایا کرتا تھا بعد افسر نے فرمایا یہ شیطان کی حرکت تھی وہ آنکھوں کو اپنے ہاتھ سے کرید کرتا تھا جب
وہ جھاری جاتی تھی تو کریدنا بند کر دیتا تھا تم کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ یہ سکون جھالکا اثر ہے) نہیں یہ بات کافی ہے
جو کلمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے وہی تم پڑھ لیا کرو اذہب الباس الخ۔ اے لوگوں کے

ہر گھڑ مار بچ سازد یار اور ارباب باد ہر گھڑ کز باغ عرش بشغف بے خار باد
کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ جس آئین کے تحت ساری دنیا کو نفع و نقصان پہنچے ہیں اسی آئین کے تحت اس کو بھی یہ نقصان پہنچا ہو
اور کیا یہ ممکن نہیں کہ جس طرح شیاطین انسانوں کے عقائد و فاسد کرنے کے لئے اس قسم کے کچھ تلشے دکھایا کرتے ہیں یہ تماشہ
بھی اسی قسم کا ایک تصرف ہو۔ بزرگوں کی طرف اس کی نسبت کرنے کی ضرورت کیا ہے کفار بھی اپنے معبودوں کے متعلق اسی
قسم کی گمراہیوں میں مبتلا تھے چنانچہ حضرت علیؓ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا کہ تم ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہو کہیں ایسا
نہ ہو کہ وہ تم کو باگل بنادیں (معاذ اللہ) تو انھوں نے جواب دیا وہ یہ تھا۔ وَلَا اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْکُنُ الرَّحْمٰنُ
یعنی میں ان سے بھلا کیا ڈرا جن کے قبضے میں خود اپنا نفع و نقصان بھی نہ ہو بخلیف و راحت سب اللہ تعالیٰ ہی کے دست
قدرت میں ہے وہ جس کو چاہے اس کا سبب بنا دے یہاں حضرت شاہ عبدالقادرؒ کے فوائد قابل مراجعت ہیں۔

حضرت ہرود علیہ السلام کی قوم نے بھی ان کو یہی دیکھ کر ہی کہی اِنْ تَقُوْلُ الْاَعْتَرَاۤلَ الْاَوْ بَعْضُ الَّذِیْنَ یَسُوۡۤہُ ہَاکِ
خیال میں تو ہمارے کسی معبود نے تجھے سنا رکھا ہے۔ ان کے جواب میں انھوں نے فرمایا اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ وَرَبِّیْ وَرَبِّکُمْ وَرَبِّیْ
اَلَا اُوْخِذُ بِمَا یَصْنَعُہَا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کیا ہے جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے جو ہر چیز کی زمین پر چلتی ہے
سب اسی کے تصرف میں ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ شیطان کی تصرفات کا حال لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ فکثیر من ہول الامور الذین یعظمون القبور
والمشاخ و یستغنیون ہم و یطلبون حوائجہم منہم یطیعہم ما لشیاطین بسبب ذلک فی بعض الامور و ذلک
من جنس السحر و الشراک۔ واما تفرق بہ الشیاطین و تحذ مسلمانہ من الکفر و الزندقہ و من الفسوق
والعیسان۔ وانا اعرف من ہولاء عد و اکثر ابائ الشام و مصر و الحج و الزائمن و اما الحجیر و العرق و الخاسد
و الزوم فیہا من ہذا الجنس اکثر ما بالشام و غیرہا و الذی علی السبکی مشہور جو لوگ تہذیب و تمدن کی حد سے زیادہ تعظیم
کرتے ہیں ان سے فریادیں کہتے ہیں اور اپنی ضروریات میں عقدہ کشائی طلب کرتے ہیں کسی کسی شیطان اس اعتقاد کو بوجہ کرنے
کیلئے ان کے سمجھ بوجھ جاتے ہیں و حقیقت یہ ایک قسم کا سحر اور شرک ہوتا ہے اسی کفر زہرہ و دھن کی وجہ سے شیطان ان کے دھوکا
بن جلتے ہیں۔ میں نے اس قسم کے لوگ نام و مصر اور حجاز و یمن میں بہت دیکھے ہیں اندھیرے و عراق و خراسان اور روم میں تو اس قسم
کے لوگ اور بھی زیادہ موجود ہیں۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔ و الذین یسجدون الشمس و القمر و الکواکب و یدعونہا تنزل علیہم ادا من الجن
و تقضی لہم کثیرا من حوائجہم و یسحرہا روحانیۃ فکلا الکواکب و هو شیطان۔ و من الشیاطین من یطیر بصاحبہ

يَقُولُ اَذْهَبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ وَشِفَاؤُكَ لَا يَبْعَادُ سَقَمًا (سورہ ابوداؤد)

پور دگر بیماری دور کر دے اور شفا بخش دے کیونکہ شافی صرف تو ہے۔ درحقیقت شفا تیری ہی طرف سے ہے ایسی شفا سے کہ بھر بیماری کا نام و نشان باقی نہ رہے۔ (ابوداؤد)

من الالبس في الهوام ويضع على رأس الجبل ويدخل النار فيصنع حرها (الرد على البكري ص ۱۷) مینی جو لوگ کتاب مانتا ہوں اور بت دے کر کہتے اور مصیبتوں میں ان کو بکارتے ہیں ان کی املا کیلئے جنت کی ارواح آتی ہیں امدان کی بہت سی ضروریات ہماری مدد میں ہیں جو حقیقت سے تو آشنا نہیں ہوتے امدان کو ان کی روحانیت سمجھنے میں حالانکہ یہاں ان سے امدان کی روحانیت کو نہیں سمجھتے یہ صرف شیطان ہوتے ہیں پھر بعض شیطان ایسے تصرفات بھی کرتے ہیں کہ ایک انسان کو انکار ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا کر حرکت دیتے ہیں اور بھی اس کو آگ میں پھلتے ہیں اور آگ اس پر اثر نہیں کرتی۔

حافظ نے اس قسم کے بہت سے واقعات اپنے ہی زمانہ کے تحریر فرمائے ہیں اور تصنیف مذکور میں بہت سے مقامات پر اس قسم کے جناتی تصرفات کا ذکر کیا ہے۔ اس حدیث سے بھی ان کی تصدیق ہوتی ہے۔

فرض اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جو فتنہ و نقصان انسان کو اسباب کے ساتھ پہنچتا ہے اس میں بھی اصل مؤثر خدا تعالیٰ ہی کی قدرت کو سمجھنا چاہئے اسباب ظاہری بعض اس کے اودادہ کے مظاہر ہیں خود ان میں کوئی تاثیر نہیں۔ اگر فرض کر لو کہ کوئی جہیز مدد یا سرکش جن ہماری توحید کو گنہہ کرنے کیلئے کوئی صورت اختیار کر لے تو ہم کو چاہئے کہ ان کلمات سے اس کا مقابلہ کریں جو اس کیلئے شریعت نے ہم کو بتائے ہیں اگر اس کو ایذا کی قدرت دی گئی ہے تو ہم کو اس سے حفاظت کی تدبیر بھی بتادی گئی ہے ہم کو چاہئے کہ ہم جنگ میں اپنے دشمن پر غالب آنے کی کوشش کریں نہ یہ کہ اسی کو خدا بنا بیٹھیں والہماذا بنہ اگر مومن کی قوت ایمانی بڑے طور پر مستحکم ہو جائے تو بہت سے نقصانات جو اس کی قوت و اہم کی بدولت اس کو پہنچتے ہیں صرف اس کی قوت عزم سے ٹل سکتے ہیں۔ عرب کی قوم تو ضعف اعتقاد میں یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ اس کی معیشت کی تمام بنیاد خال اندہ ہر مالی پر قائم تھی یہ سب خدا تعالیٰ کی ذات پر بے اعتدالی اودادہ ہوں یا ہم پر اعتماد کرنے کے نتائج تھے۔ کسی بچہ کی اتفاقاً حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی انہوں نے اس بچہ سے خوش ہو کر فرمایا یا بٹا مانگ کیا مانگتا ہے وہ بچہ حاضر رہا جب ان کا اصرار بہت بڑھا تو اس نے کہا اچھا مجھے وہ دیکھئے جو میری تقدیر میں نہ ہو کیونکہ جو مختار ہو چکے وہ تو مجھے ٹل کر ہی رہے گا خواہ کسی ذریعہ اودادہ سے ہو۔ سبحان اللہ یہ بچہ بھی کیسا مستحکم العقیدہ بچہ تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام اس کا جواب سن کر بہت مسرور ہوئے اور اس کو بڑی دعا مانگی دیں۔

اس مقام پر حافظ ابن تیمیہ کی ایک اودادہ تحقیق بھی قابل یادداشت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جن اسباب کے ارتکاب کی شریعت نے ممانعت فرمائی ہے ان کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ وہی یا غیر مؤثر ہی ہوں بلکہ جن اسباب کی تاثیر واقعی ثابت ہو جائے اگر ان میں کوئی اسلامی حضرت موجود ہو تو بھی ان سے ممانعت کی جائے گی۔ مثلاً جادو (جس کی حقیقت شرک اور شیطان کے ساتھ تلبس ہے) اگر اس کی تاثیر حتمی طریقہ پر ثابت بھی ہو جائے تو بھی ممنوع رہے گا خواہ اس کا مقصد کسی کافر اور دشمن اسلام کا ہلاک کرنا ہی کیوں نہ ہو۔ (کتاب الرد علی البکری ص ۱۷) (باقی بر صفحہ آئندہ)

(۹۴)، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَلْمُجَعِيِّ قَالَ لَمَّا تَرَفْتِي فِي الْحَاوِلِيَةِ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ

(۹۴)، عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ أَتَجْعَلِي فَرَمَاتِي هُنَّ كَهَمِ زَانَةٍ جَاهِلِيَةٍ فِي مَنَازِلِهِ كَهَمِ جَاهِلِيَةٍ كَيْفَ تَعْنِي

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) جو لوگ محرک بے حقیقت سمجھتے یا اس کی تاثیر کے منکر ہیں اس وقت ہمارا ان سے خطاب نہیں ہے بلکہ جن کے نزدیک محرک تاثیر ثابت ہے ان کو اس طرف متوجہ کرنا ہے کہ تولد، عروج اور طہرہ وغیرہ کی مانعیت دیکھ کر ان کے ذہن میں پیکلیہ نہ بنیو جانا چاہیے کہ شریعت کے نزدیک اسباب کے ارتکاب کی اصل بنیاد صرف ان کا دینی اور بے حقیقت ہونا ہے اس لئے یہاں اسباب کی تاثیر میں واقعیت ثابت ہو جائے وہاں شریعت علی الاطلاق اجازت دیدیگی بلکہ ان کی واقعیت کے بعد بھی یہ دیکھنا لازم ہوگا کہ ان میں فی نفسہ کوئی شرعی عطل تو نہیں ہے۔ پس اگر شرعی عطل موجود ہے تو بھی وہ مانعیت ہی کے تحت رہیں گے۔ اس بنا پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بی بی کی آنکھ کی شفا میں شیطانی تصرف کو تسلیم نہ بھی کیا جائے جب بھی کاہن کے پاس جاکر کھانا شربت شراب کے ذریعہ سے استشفاء ممنوع رہے گا۔ بلکہ دہل بھی مانعیت کی اہل وجہ ہے۔

اس مقام پر ایک اور ہم کٹہہ بھی یاد رکھنا چاہئے وہ یہ کہ شریعت بعض اوقات امر دینی کے سلسلہ میں ایسے اسباب کا ذکر بھی کرتی ہے جو محض غیبی ہوتے ہیں اس کی وجہ مومنین متقین کے سامنے اس غیبی حقیقت کا واضح گمان کرنا اور اس امر دینی کے متقینی پر پورے جذبات کے ساتھ عمل کرنے کی اسپرٹ پیدا کرنی ہوتی ہے۔ ایسے اسباب کو شرعی حکمت تو کہا جاسکتا ہے غیبی علت نہیں کہا جاسکتا جب ان اسباب کا وجود ہی ہمارے ادراک سے بالاتر ہے تو ہم کو ان پر احکام دائر کرنے کا مکلف کیسے بنایا جاسکتا ہے۔ مثلاً سنت یہ ہے کہ جنازہ کے ساتھ پیادہ پا جانا چاہئے اس کی غیبی علت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نفس حل ہے لیکن اس عمل کی حکمت یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ سوار ہو اور خدا کے فرشتے پیادہ پا چاہے ہیں۔ یہ تعلیل ان کے لئے تو مناسب ہو سکتی ہے جن کی نظروں نے یہ مشاہدہ کر لیا ہو مگر ہمارے نزدیک پیادہ جانے کی اہل علت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہی ہوگا۔ ہاں حکمت کے درجہ میں ہم یہ بات بھی کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح مسجد میں قصد اہرٹ کرنا، محروم میں تصویریں لٹکانا اور کتے پالنا وغیرہ ان تمام مقامات پر مانعیت کی اہل علت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہوگا اس کے بعد جو کچھ اس جگہ حدیثوں میں مذکور ہے ہمارے حق میں وہ حکمتیں کھلائی گئی دیکھو خدا انتہائی کی تعظیم کرنا ہمہ وقت فرض ہے، تلاوت قرآن ہمہ وقت عبادت ہے اور روزہ بھی اسلام کی محبوب ترین خصلت ہے مگر ان کی عام حکمتوں کے پیش نظر کیا ان کو علی الاطلاق ادا کیا جاسکتا ہے یا بطور ع و غروب کے وقت نماز ممنوع رہے گی، رکوع و سجود میں تلاوت قرآن اور یا ہم تشریف میں روزہ ممنوع رہے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت روزہ شریف عبادت ہوگی اور قیام بے سنی ہوگا اور پھل تو آپ کی شان مبارک میں ایک بڑی گستاخی ہوگی کہ یہ سمجھ لیا جائے کہ ہر ہر عقیدہ شخص جب چاہے جہاں چاہے آپ کی ذات کو حاضر کر سکتا ہے۔ یہاں شریعت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر جو یا رسول کا اس وقت ہم کو وہ کرنا ہے جس کا ہم کو حکم ملا ہے اور بس۔

(۹۴)، معلوم ہوا کہ رقیہ احد تعویذات ایک حد تک جائز ہیں جب اپنی حد سے تجاوز کر جائیں اور حد و شرک میں داخل ہو جائیں تو پھر ناجائز ہیں۔ اسلام احد میں رہ کر رقیہ وغیرہ کی اجازت دیتا ہے اور جب شرک یا دہم پرستی کی حدود میں داخل ہو جائیں تو اس کی مانعیت کرتا ہے۔ یہاں اگرچہ تقاضائے مصلحت تو یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت کے ہر قسم کی جہاز بھونک کر

تَرَىٰ فِي ذَٰلِكَ نَقَالَ اِعْمُرُوْا عَلٰی رُفَاكُم لَا اَسَ بِالرَّثٰی مَا لَمْ یُکُنْ فِیْهِ شِرْکٌ (رواه مسلم)
 (۹۵) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا كَانَتْ تُؤْتِي بِالْحَصْبَانِ اِذَا وُلِدُوا وَاقْتَدَحُوْا لَهُ بِالْبَرَكَهَةِ
 فَارْتَبَتْ بِصَبِيٍّ نَذَّهَبَتْ وَسَادَتْهُ فَاِذَا حَتَّتْ وَسَادَتْهُ مُوسَىٰ نَسَا لَهُمْ عَنْ الْمَوْسَىٰ فَكَانُوا
 يَجْعَلُهَا مِنْ اِلْحَمٍّ فَلَخَذَتِ الْمَوْسَىٰ فَرَمَتْ بِهَا وَهَنَتْهُمْ عَنْهَا وَقَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 كَانَ يَكْرَهُ الطَّيْرَةَ وَبَعْضُهَا وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَقْنُ عَنْهَا (رواه البخاری فی الادب المفرد)
 (۹۶) عَنْ اَبِي بَشِيْرٍ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمائیے اب ان مشرکوں کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے۔ فرمایا ان کو میرے
 سامنے پیش کرو۔ اگر ان میں مشرک کی کوئی بات نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ (مسلم)
 (۹۵) حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ یہ دستور تھا کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو ان کی خدمت میں
 پیش کیا جاتا اور وہ اس کے لئے برکت کی دعا فرمادیتیں۔ ایک مرتبہ ان کے سامنے ایک بچہ پیش کیا گیا وہ اس کا
 تکیہ رکھنے لگیں کیا دیکھتی ہیں کہ اس کے نیچے ایک استرا رکھا ہوا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے ان لوگوں سے اس
 استرے کا سبب دریافت کیا۔ انھوں نے کہا ہم یہ جنات کے خیال سے رکھ دیتے ہیں۔ انھوں نے استرا اٹھا کر
 پھینک دیا اور اس حرکت سے ان کو منع کیا اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو سخت
 ناپسند فرماتے تھے اور ان سے نہایت نفرت رکھتے تھے۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت عائشہؓ بھی اس قسم کے
 لوگوں کی ممانعت فرماتی تھیں۔ (الادب المفرد)
 (۹۶) ابو بکر انصاری بیان فرماتے ہیں کہ وہ کسی سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے

ممانعت کر دی جاتی مگر قانون بشر کا تعناہ ہوا کہ جس چیز کا نفع تجربہ میں آچکا ہو اور قوم میں اس کی عام عادت بھی ہو
 اس سے اغراض کر لیا جائے۔ بشرطیکہ اس میں شریعت کے خلاف کوئی بات موجود نہ ہو۔ شریعت حنفیہ کی تمام تر بنیاد
 بشرط قائم ہے۔ الدین بشر کی شرح کے ذیل میں تفصیل کے ساتھ اس پر بحث گزر چکی ہے۔ ترجمان السنہ جلد اول
 میں ملاحظہ کریں۔

(۹۶) آپ نے اس حکم کے مختلف اسباب بیان کئے گئے ہیں مگر لہام مالک کی جو رائے ان کی کتاب موطا سے ظاہر ہوئی ہے
 وہ یہ ہے کہ عرب نظر نگد کے خیال سے حیوانات کی گردنوں میں تانت وغیرہ کا گذر اذالہ باکرتے تھے اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اس
 عمل سے نظر لگنے سے حفاظت رہتی ہے۔ شریعت نے اس قسم کے تمام اودام کو باطل قرار دیا ہے حقیقت یہ ہے کہ جو ایک خدا کر
 نہیں دے تا اس کو ہر ادنیٰ کمی خلق سے نڈا پڑتا ہے اور جس کا عقیدہ یہ ہو گیا کہ نفع و نقصان سوائے ایک خالق کے
 ادنیٰ کے ہاتھ میں نہیں رہتا تمام مخلوق کے ذمے آزاد ہو گیا۔

أَسْفَارِهِ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا لَا تُبْعَثُ فِي رَقَبَةٍ بَعْدِي فَلَا دَةَ
مِنْ دَرٍّ أَوْ قِلَادَةٍ إِلَّا قُطِعَتْ - (متفق عليه)

(۷۹۷) عَنْ أَبِي وَهَبٍ الْجَنْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبْطُلُوا الْخَبِيلَ
وَأَسْخَرُوا بَنِي لُحْيَةٍ فَأَوَّجَارَهَا أَوْ قَالَ أَلْكَأَلَهَا وَقِلْدُوهَا وَلَا تَقْلُدُوهَا وَلَا وَنَارَ - (ربما: ابوداؤد والنسائي)

لامقدار لعلم النبی بجنب علم الله تعالیٰ

(۷۹۸) عَنْ إِبْنِ عَبَّاسٍ فِي قِصَّةِ الْخَضِرِ وَمُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ الْخَضِرَ قَالَ يَا مُوسَى إِنِّي عَلَى
عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا تَعْلَمُهُ أَنْتَ - وَأَنْتَ عَلَى عِلْمٍ عَلَّمَكَ اللَّهُ لَا أَعْلَمُهُ قَالَ سَقِئُ فِي

آپ نے ایک قاصد یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا کہ کسی اونٹ کی گردن میں تانت کا قلابہ یا کوئی قلابہ
(رہلوی کو شک ہے) ایسا باقی نہ رہے جو کاٹ نہ ڈالا جائے۔ (متفق علیہ)

(۷۹۷) ابوہب جندی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھوڑے ہالا کرو (کہ
یہ آلہ جہاد ہے) اور ان کی میٹانیوں اور ٹخموں پر ماتہ پھیرا کرو اور ان کے گلوں میں کوئی پٹہ نہ دلا کرو
مگر تانت کا پٹہ نہ ڈالا کرو (کہ یہ دور جاہلیت کا طریقہ ہے) ابوداؤد - نسائی

نبی کے علم کو خدا تعالیٰ کے غیر متاہی علم سے کوئی نسبت نہیں ہوتی

(۷۹۸) حضرت خضر اور موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام
نے فرمایا اے موسیٰ جو علم اللہ نے مجھے دیا ہے وہ تم نہیں جانتے اور جو تمہیں دیا ہے وہ میں نہیں جانتا (اس لئے
تم میرے ساتھ چل نہیں سکو گے) انھوں نے فرمایا آپ مجھے انشاء اللہ تعالیٰ نہایت صابر بنائیں گے۔ میں کسی

(۷۹۸) حضرت موسیٰ علیہ السلام تو بالافتاح ایک اولوالعزم رسول ہیں اور حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت گزیر اختلاف ہو
مگر پھر بھی بڑی ہستی ہیں۔ ان دونوں میں کھری جزئیات کا علم شاید حضرت خضر علیہ السلام کو زیادہ مرحمت ہوا تھا اور تشریف جزئیات
کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زیادہ۔ مگر ان دونوں کے علوم کو بتلوان کے خدا تعالیٰ کے غیر متاہی علوم کے مقابلہ میں وہ
نسبت بھی نہ تھی۔ قطرہ کو دریا سے ہوتی ہے۔ علم الہی کے متعلق ان دو حضرات کا عقیدہ تو یہ تھا آخر میں سب سے بزرگ بزر
رسول یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی سن لیجئے۔ آپ فرماتے ہیں کاش موسیٰ علیہ السلام کچھ اور صبر کر لیتے تو ہمیں
کائنات کے عجائبات کا علم کچھ اور حاصل ہر جاتا۔ معلوم ہوا کہ کائنات ہستی کے تمام واقعات کا علم تو درکنار آپ کو ان چند واقعات
کے علوم پہنچے پورا احاطہ حاصل نہ تھا جو ان دو بزرگوں کے ماہرین بہت ہی محدود زمانہ میں پیش آئے۔ علم الہی کے متعلق ان تین

اِنْ شَاءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَلَا اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا فَاَنْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ لَيْسَ لَهَا مَا يَسِفِنُهُ
فَمَرَّتْ بِمَا يَسِفِنُهُ فَكَلَّمَتْهُمَا اَنْ يَخْلُوْهُمَا فَعَرَّتِ الْخَضِرُ فَعَمَلُوْهُمَا بِغَيْرِ زَوْلٍ فَبَاءَ عَصْفُوْرٌ وَقَعَتْ
عَلَى حَزْنِ السَّفِيْنَةِ فَمَقَرَّتْ لَفْرَةً اَوْ لَفْرَتَيْنِ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ الْخَضِرُ يَا مُوسٰى مَا لَقَعَصَ عَلَيْكَ
مِنْ هٰذَا اِنَّهُ تَعَالٰى بِالْاَكْثَرِ هٰذِهِ الْعَصْفُوْرُ فِي الْبَحْرِ غَمْرٌ وَقَصَتْهَا وَفِي اَمْرِهَا قَالِ الْيَسٰى عَلَى اَسْمٰى عَلَيْهِ سَلَامٌ
يَرْسُمُ اللّٰهُ مَرْسٰى لَوْ رَدُّ نَاوُصَرَّ حَتّٰى نَقَصَّ عَلَيْنَا مِنْ كَمَرٍ هٰذَا - (رواه البخارى فى كتاب العلم)

معاطم میں بھی آپ کے حکم سے باہر نہیں جاؤں گا۔ اس عہد و معاہدہ کے بعد دونوں نے سفر شروع کیا چلتے چلتے سمنہ
کے کنارہ پہنچے تو وہاں کوئی کشتی موجود نہ تھی۔ اتفاقاً ایک کشتی دوسرے گدڑی تو انھوں نے کشتی والوں سے بات چیت
شروع کی کہ انھیں سوار کر کے دریا پار تار دیں تو کیا لیں گے اس دریا میں حضرت خضر علیہ السلام کو کسی نے پہچان
لیا اور کہا ہے لئے بغیر ان کو کشتی میں بٹھالیا دلاستہ میں ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر آ بیٹھی۔ اس نے سمنہ میں
ایک دو چوڑیں ماریں تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اے موسیٰ ہمارے اور تمہارے دونوں کے علموں نے ملکر
بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں اتنی کی نہیں کی جتنی سمنہ کے پانی میں اس چڑیا کی ایک دو چوچروں نے۔ اس کے بعد
راوی نے ان کے سفر کا تامہ واقعہ نقل کر کے آخر میں بیان کیا کہ حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کے واقعات سن کر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مراتب علیا عطا فرمائے ہیں مگر اتنی کہ موسیٰ علیہ السلام
اگر کچھ ممبر فرماتے تو ان دونوں کے کچھ اور واقعات بھی ہمارے سامنے بیان میں آجاتے۔ (بخاری شریف)

مقدس ہستیوں کا عقیدہ تو یہ ہے اب جو عقیدہ آپ کا ہو وہ آپ کا جس بندہ کا کمال یہ نہیں کہ وہ اپنے حدود بندگی سے باہر بجائے
بلکہ کمال بندگی، بندگی کامل میں ہے کسی مخلوق کی صفات کا موازنہ مخلوقات ہی کے دائرہ میں کرنا چاہئے نہ کہ خالق کے دائرہ میں
مخلوق کی کوئی صفت خالق کی ہمسری نہیں کر سکتی ان دونوں میں اگر کوئی شرکت ہو سکتی ہے تو صرف اسم کی شرکت ہو سکتی۔ بندہ کو
خدا تعالیٰ سے کوئی نسبت نہیں۔

صحیح بخاری کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ سارا ساتھ سفر صرف ان کے اس کلمہ کا
نتیجہ تھا جو ایک سائل کے جواب میں ان کی زبان سے اپنے اوپر اعلم اطلاق کیے گئے تھے۔ کوئی شبہ نہیں کہ نبی وقت اپنی امت
میں سب سے زیادہ عالم و بلند ہے اداس لحاظ سے ان کا یہ قول یقیناً صحیح اور واقع کے مطابق تھا مگر صفت علم کے بارے میں
علم مطلق کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ اطلاق بھی ناپسند ہوا اور آخر ان کو ایک ایسے بندے کی ملاقات کی طرف دعوت
دی گئی جس کے علم کی جزئیات میں سے ان کو ایک جزئی کا بھی علم حاصل نہ تھا بلکہ اس کی نوعیت علم ہی ایسی تھی جس کے ایک سبق کو
بھی ان کو صبر کے ساتھ پڑھنا مشکل تھا۔

یہاں یہ بھی واضح رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی جو خاص خاص صفات ہیں جیسے احیاء و لماتہ یا غیب کا علم وغیرہ ان میں
عموم و اطلاق کا دعویٰ کرنا بڑی بے احتیاطی ہے یہاں صحیح اور مستدل راہ یہ ہے کہ ان صفات کو علی الاطلاق تو صرف صانع

الغی عن اسناد علم الغیب الی الحد

(۷۹۹) عَنْ الرَّبِيعِ بْنِ مَعُوذٍ قَالَ: دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةً بَنِي عَلَى فَجَلَسَ عَلَى فِرَاشِهِ كَتَجْلِيكِ مَيِّتٍ وَجَوَازِيكَ يَضْمُرُونَ بِالدَّفْنِ يَتَذَبُّونَ مَنْ قَتَلَ مَنْ أَبَائِي يَوْمَئِذٍ حَتَّى قَالَتْ جَارِيَةٌ: وَفِينَا نَبِيُّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدَاةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

کسی کی طرف غیب دانی کی نسبت نہیں کرنی چاہیے

(۷۹۹) ربیع دختر معوذ بیان کرتی ہیں کہ شب زفاف کی صبح کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میرے بستر پر اس طرح بیٹھ گئے جیسے تم بیٹھے ہو۔ کچھ لڑکیاں دف بجا بجاکر میرے ان باب و احوال کا مرثیہ پڑھ رہی تھیں جو مرد میں مقول ہو چکے تھے۔ یہاں تک کہ جب ان میں ایک لڑکی نے یہ کہا کہ ہم میں ایسے نبی موجود ہیں جو کل کی باتیں جانتے ہیں۔ تو آپ نے فوراً منع فرمادیا اور

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) حقیقی کے لئے تسلیم کیا جائے اور مخلوق کے دائرہ میں جتنا جس کے حق میں قطعی طور پر ثابت ہو جائے صرف اس کا اقرار کر لیا جائے۔ یہاں ہم الفاظ یا بعض ظنی دلائل یا جذبات محبت کی بنا پر کسی اور قطعی حکم لگانا قطعاً مناسب نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور ان کا تذکرہ آپ کے جان ثاروں کی زبانی حرف بحرف منقول ہے اگر مجمع حقیقت کا پتہ چلانا ہے تو ان سادہ کلمات کو خالی الذہن ہو کر پڑھتے چلے جائے اور آخر میں نتیجہ پر آپ کا ذہن پہنچے اسی کو منزل مقصود سمجھے اسی مقصد کے پیش نظر ہم بہت محدود اور بہت محدود اوقات آپ کے سامنے رکھتے ہیں جن کو صرف شے نمود از خودارے کہا جا سکتا ہے آپ ان کو اپنے دل پر کرپہے طور پر صاف کر کے پڑھ جائیے پھر آپ کا ضمیر جو فیصلہ دے وہی اپنا عقیدہ رکھے۔

(۷۹۹) نبی کا غصہ اور مسرت بلکہ انداز غصہ و مسرت بھی بڑا پُر اسرار اور معنی خیز ہوتا ہے۔ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماضیت تو فرمائی مگر زیادہ شدت سے نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اول تو یہ ایک محض مسرت تھی، نہ کہ مجلس تعلیم و تعلم (جہاں مقصود ہی تعلیم عقائد ہو ا کرتی ہے) پھر یہ ایک شاعرانہ نظم تھی نہ کہ ایک متین عبارت، پڑھنے والی بھی کچھ تو عمر لڑکیاں تھیں نہ کہ فہیم اور سن رسیدہ عورتیں اور جو گلہ اپنی دنیاؤں سے کہہ رہی تھیں وہ بھی ایک حرکت صمیمہ تھا اگرچہ اس کی کلیت میں کلام ہو لیکن صاحب فوت اپنی موجودگی میں ایسی موسم عبارت بھی برداشت نہ فرما سکے جو قرآن کریم کی خاطر آیت سے ذرا بھی ٹکرائے۔ سورہ لقان ہر ہر کہ پانچ بائیں محتاج غیب میں داخل ہی انہیں کوئی نہیں جانتا منجملہ ان کے ایک کل کی بات کا علم ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کی بہت سی خبریں دیں مگر غیب دانی کے دعوے کی بنا پر نہیں بلکہ علم الہی کے سامنے اپنی بے نیکی کے اعتراف کا سر جھکا کر۔ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو اپنے غیر متناہی خزانہ غیب سے کچھ عطا فرمادیتا ہے اس سے وہ غیب داں نہیں کہلاتے بلکہ غیب داں کے پیغمبر کہلانے لگتے ہیں۔

لَا تَقُولِي هَكَذَا أَوْ قُولِي مَا كُنْتِ تَقُولِينَ - (سورہ البخاری)

(۸۰۰) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَاتِلُهُمُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ - إِنْ اللَّهُ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنْزِلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ عَذَابًا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ - (انفراد باخراج البخاری)

کہا یوں مت کہو، بس وہی کہے جاؤ جو پہلے کہہ رہی تھیں۔ (بخاری شریف)

(۸۰۰) ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مقاتل غیب پانچ ہیں جن کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ قیامت کب آئے گی اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے اور وہی مینہ برساتا ہے (اس کا صحیح علم بھی کسی کو نہیں) اللہ یہ بات بھی وہی جانتا ہے کہ رحیم مادر میں کیا ہے اور یہ بھی کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کرے گا اور نہ یہ جانتا ہے کہ کس جگہ مرے گا بیشک اللہ ہی ان سب باتوں کا جاننے والا اور ان سے باخبر ہے۔ (بخاری شریف)

دنیا اس صداقت کے بجائے خود انہیں ہی غیب داں کہنے لگتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مگروں کے معاملات بتا دیا کرتے تھے جیسا کہ قرآن میں موجود ہے لیکن اس کے باوجود عالم الغیب نہیں بنے مگر عیسیٰ نہ مانے آخر انہیں غیب داں خطاب کم از کم اس کا بیٹا شہر کر ہی چھوڑا۔ (نور اللہ شاہ ذلک)

(۸۰۰) قرآن کی اصطلاح میں علم وہ ہے جو خود واقعہ سے حاصل ہوا اور کسی واقعہ کے متعلق جو اپنی جانب سے تخمینہ کیا جائے وہ ظن کہلاتا ہے۔ موجودہ زمانہ میں علامات کے ذریعہ بعض ان باتوں کا علم بھی ہو جاتا ہے جو حدیث میں مذکور ہیں لیکن ان کا براہ راست علم اب تک بھی کسی کو نہیں ہوتا جو کچھ ہوتا ہے وہ صرف استدلال اور علامات کی بنا پر ہوتا ہے۔ محضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات قیامت خود بتائیں مگر اس کے باوجود قیامت کے معاملہ میں ہمیشہ اپنی لاعلمی ہی کا اظہار کیا۔ اہل علم نے عل کے مذکورہ مؤثر ہونے کی شناختیں لکھی ہیں اسی طرح ہمارے بعد میں فضائی اثرات سے موسم کا اندازہ بھی کر لیا جاتا ہے مگر یہ سب ظن کے مرتبہ سے مستبعد نہیں۔ یہ علم استدلالی تو ہے لیکن براہ راست واقعہ کا علم نہیں۔ واقعات کا براہ راست علم اللہ تعالیٰ ہی کا خاصہ ہے۔ ہم حوادث کے غائب رکیز پر استدلال ان کو معلوم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ خود حاضر و ناظر ہو کر ان کا علم رکھتی ہے۔ واللہ علی کل شیء شہید کا یہی مطلب ہے۔ اس حدیث کے متعلق حدیث جبریل علیہ السلام کا تفصیلی نوٹ بھی ملاحظہ کریجئے۔ اور اسی کے ساتھ حدیث۔ بی بی حواش مذکورہ ترجمان السنہ ج ۱ ص ۵۵۹ بھی ضرور ملاحظہ کیجئے۔

(۸۰۱) عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدٍ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ أُمَّ الْعَلَاءِ اِمْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ بَايَعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهُمْ اِفْتَسَمُوا الْمُهَاجِرِينَ قُرْعَةً قَالَتْ فَطَارَ لَنَا عَثْمَانُ بْنُ مَطْعُونٍ وَانْزَلَنَا هُوَ فِي آبَائِنَا فَوَجَّعَ وَجَّعَهُ الَّذِي تَوَفَّى فِيهِ فَلَمَّا تَوَفَّى عِيسَى وَكُنِيَ فِي أَنْوَابِهِ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَقُلْتُ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ أَبَا السَّائِبِ فَشَقَّ دَاقِي عَلَيْكَ لَقَدْ أَلَزَمَكَ اللَّهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَذْرُؤُكَ أَنْ اللَّهُ أَلَزَمَهُ فَقُلْتُ يَا أَبِی أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَمَنْ يُكْرِمُهُ اللَّهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا هُوَ قَوْلُ اللَّهِ لَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِينُ وَاللَّهُ إِنِّي لَا رَجُوكُمْ الْخَيْرِ وَاللَّهُ مَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُولُ اللَّهِ مَاذَا يَفْعَلُ فِي ظِلِّكَ وَاللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَعَنَّا أَبَدًا - (رداء المباحی فی فضائل)

(۸۰۱) خارجہ بن زید بن ثابت کہیں کہ امّ علاء ایک انصاری بی بی تھیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی وہ کہتی ہیں کہ انصار نے ہاجرین کی تقسیم قرعہ اندازی کے ذریعہ سے کی تو ہمارے حصہ میں عثمان بن مظعون نکلے ہم نے انہیں اپنے گھروں میں بطور مہمان ٹھہرایا۔ اتفاقاً وہ ایسے بیمار پڑے کہ اس سے جان بر نہ ہو سکے۔ وفات کے بعد جب انہیں غسل دیا گیا اور ان کے کپڑوں میں انہیں کفن پنادیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے امّ علاء کہتی ہیں میں نے کہا ابوالسائب (ان کی کنیت ہے) تم پر خدا کی رحمت میں تمہارے حق میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ضرور تمہیں اپنی رحمت سے نوازا ہو گا آپ نے فرمایا بھلا تمہیں یہ پتہ کیسے چلا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو رحمت سے ضرور نوازا ہو گا میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو بھی رحمت سے نوازے تو اور کس کو نوازے گا۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم ان کی تو وفات ہو گئی اور مجھے بھی ان کے حق میں مغفرت کی بڑی امید ہے مگر تفصیلی طور پر تو میں اپنے متعلق بھی نہیں بتا سکتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ یہ سنکر امّ علاء نے کہا خدا کی قسم آج کے بعد آسمان میں کسی کی اس طرح حتی طور پر تعریف نہ کروں گی۔ (بخاری شریف)

(۸۰۱) مدیث مذکور میں قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے قُلْ مَا كُنْتُ بِدُعَايِنِ الرَّسُولِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ فِي وَلَا يَكْفُرُ۔ (احاف)

(۸۰۲) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دُعِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جَنَازَةِ صَبِيٍّ مِنْ الْأَنْصَارِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ طُوبَى لِهَذَا عَصْفُورٍ مِنْ عَصَافِيرِ الْجَنَّةِ لَمْ يَعْمَلِ السَّوَاءَ وَلَمْ

(۸۰۲) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک انصاری بچہ کے جنازہ کی نماز کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا۔ اس بچہ کے متعلق میری زبان سے کہیں یہ نکل گیا کہ یہ بچہ کیسا خوش نصیب تھا یہ تو جنت کی چڑیوں میں ایک چڑیا تھی۔ اس نے کوئی گناہ کیا نہ اتنی عمر پائی کہ گناہ کرتا یہ میں کہ آپ نے فوراً فرمایا تم تو

(۸۰۲) خلاصہ یہ کہ بخشش و مواخذہ کا معاملہ تمام تر عالم غیب سے متعلق ہے اس میں کسی انسان کو لئے زنی کرنے کا کوئی حق نہیں۔ مغفرت و عدم مغفرت کے مختلف آئین ہیں کسی کو کیا معلوم کہ قادر مطلق نے کہاں کس آئین کے نافذ کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔ پس اس حدیث میں بھی کسی مقامی غلطی کی اصلاح منظور نہیں۔ بلکہ ایک قاعدہ کلیہ کی اصلاح منظور ہے خواہ مقامی اعتبار سے وہ کتنا ہی صحیح ہو۔ مثل شہور ہے کہ خطا اگر راست آید تاہم خطا است۔ قرآن کریم نے علم غیب کو جا بجا خدائی خصوصیات میں شمار کیا ہے اور کسی استثناء کے بغیر عالم الغیب کا لقب صرف اپنی ذات کے لئے مخصوص قرار دیا ہے۔ اسی لئے حدیثوں میں بھی اس معاملہ میں احتیاط برتنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے اور کسی کو بھی یہ اجازت نہیں دی گئی کہ وہ غیب کے امور میں جرم و ملوثی کے ساتھ کوئی ادنیٰ دخل و اندازی کرے حتیٰ کہ اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے نفس فطری کو شامل کر کے ارشاد فرمایا کہ میں کی آنکھوں سے شب و روز میں نہ معلوم کتنے غیب سے پہلے اٹھائے جاتے ہیں اپنی مغفرت کی تفصیلات کے بارے میں پورے پہلے علم کا وہ بھی مدعی نہیں بنتا۔

قرآن کریم کی کھلی کھلی آیات و احادیث رسول کے بشیارت و خیر و صلاح و کرام کے عشق نبوی سے لبریز کلمات کے انبار آپ کے ملنے ہیں۔ ان سے کہیں پتہ نہیں چلتا کہ رسول کو عالم الغیب کہاں بھی اسلامی عقیدہ سمجھا گیا ہو۔ مذہب اسلام کی سب سے واضح خصوصیت یہ ہے کہ اس میں خدائیت الٰہی و بندوں کی صفات اتنی واضح بتائی گئی ہیں کہ ان میں کسی موقع پر بھی التباس پیدا نہیں ہوتا۔ صفت علم حقیقی تعالیٰ کی ایک نمایاں ترہی صفت ہے اس کے مظاہرے کے لئے ازل میں ملائکہ اللہ کا وہ مقررہ الآراء واقعہ پیش آیا تھا جس میں انھیں انی اعلیٰ و لا تعلون کا لقب آمیز فقرہ سننا پڑا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صرف ایک کلمہ "انا اعلم" کی بدولت کتنا حیران و پریشان ہوا تاہم اللہ سب سے آخر میں وہ رسول بھی آگیا جس کو علم الاولین و الآخین کا مجموعہ بنا کر بھیجا گیا تھا مگر خالق السموات و الارضین کے علم کے سامنے وہ بھی ہمیشہ اپنے فقرہ نیاز کا سر جھکائے رہا۔ اور رب ذی علو کی ہی دعائیں مانگا کیا اور کسی نے کبھی شاعرانہ رنگ میں بھی اگر اس کے متعلق عموم و اطلاق کے ساتھ علم غیب کی نسبت کر دی تو اس نے وہی اس کو رد کر دیا۔ یہاں بالذات اللہ بالواسطہ کا فرق پیدا کرنا ایک مضحکہ خیز خیال ہے۔ بندہ میں خدائیت الٰہی کی کوئی صفت نہ بالذات سماسی ہے نہ بالعرض خدائے تعالیٰ الٰہا یکتا و یحجاء ہے کہ نہ اس کی ذات میں اور نہ اس کی صفات میں سے کسی صفت میں کوئی شریک ہے نہ اس کا افعال ہو سکتا ہے۔

میں جس جگہ تک میری رسائی ہے اس کے بس اس طرف میری خدائی ہے

اسی طرح کائنات ہستی کے جیسے ماکان اور مایکین کا علم بھی کسی کے حق میں تسلیم کرنا اسلامی عقیدہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے مادہ اگرچہ بشمار علوم اور بھی ہیں مگر وہ انسانی و مادی کے تصور سے باہر ہیں انسانی و مادی صرف ان ہی علوم کا تصور کرنا ہے جو کائنات میں

يُذَرِكُهُ فَقَالَ اَوْغَيْرِ ذَٰلِكَ يَا عَائِشَةُ اِنَّ اِلَهَآءَ خَلْقِ الْعَالَمِ اَهْلًا خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِيْ اَصْلَابِ اَبَائِهِمْ وَخَلَقَ لِلنَّارِ اَهْلًا خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِيْ اَصْلَابِ اَبَائِهِمْ - (مسلم و امام)

یغین کے ساتھ یہ حکم لگا رہی ہو، کیا خبر ہے کہیں معاملہ کچھ اور ہو۔ اسے عائشہ (جنت و دوزخ کا فیصلہ کچھ ظاہری اعمال پر ہی منحصر نہیں) اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق جنت کے لئے بنائی ہے اور اس کو اسی وقت جنتی بنادیا تھا جبکہ وہ اپنے باپوں کی پشت ہی میں تھی اور اسی طرح ایک مخلوق دوزخ کیلئے بنائی ہے اور ان کو بھی اسی وقت دوزخی بنادیا تھا جبکہ وہ اپنے باپوں کی پشت میں موجود تھی۔ (مسلم شریف)

اس کو نظر آتے ہیں پس اگر ان علوم میں خالق اور مخلوق سادی ہوں تو پھر مصنفیت علم کے بارے میں وہ خالق کی برتری کا کوئی تصور کر ہی نہیں سکتا حالانکہ اسلام میں خالق کی برتری کا تصور اتنا اعلیٰ سکھایا گیا ہے کہ اس کے نام کے برابر بھی کسی مخلوق کا نام لینا اس کی برتری کے خلاف سمجھا گیا ہے پھر ذرا یہ بھی تو سوچنا چاہئے کہ کائنات جتنی ہی ایسی اشیاء بھی بشار موجود ہیں جن کا علم خالق کے لئے تو ضرور واجب کمال ہے مگر انسان کے لئے کوئی کمال نہیں۔ مثلاً کسی میدان کے ریت کے ذرات یا کسی درخت کی شاخوں کے پتے یا اسی قسم کے اور علوم جو انسانیت کی تکمیل کے لئے غیر ضروری بلکہ اور محل میں یہ جب عام انسانوں کے حق میں کوئی کمال نہیں سمجھے جلتے تو ان میں جو سب سے بزرگ تر بہتیاں ہوں ان کے لئے کیا موجب کمال ہو سکتے ہیں۔ یہ محض جاہلانہ خوش عقیدگی ہے جس کو شرف انسانی سے کوئی تعلق نہیں۔ چہ جائے کہ ان کو اسلامی عقیدہ کہا جائے۔ خدا کے مقدس رسولوں کے علم کے متعلق اس کی ضرورت یہی کیا ہے کہ اس کے لئے پورے دوزخ کرنے کی کوشش کی جائے کیا ان کا کیا کافی نہیں ہو سکتا کہ وہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ ان مباحث میں ہر کربے وجہ اپنے ایمان کو زخمی نہ کیجئے رسولوں کی پوری عظمت سے دل مسدود رکھئے اور ان میں خاتم المرسل کی امتیازی شان کو اپنا دین ایمان سمجھئے پس یہی ماہ سیدی ہے فاتحہ

یہ یاد رہے کہ اسلامی عقائد و اس کے مذاق کا اندازہ صرف قرآن حکیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات قدسیہ سے لگنا چاہئے۔ عشاق کے براہ جذبات کلمات یا شاعروں کے باغداد آمیز بیانیوں سے نہیں۔ علمائے پختہ کی ہر کہ جو الفاظ مقام خدمت یا مقام صریح کے ذیل میں آجاتے ہیں ان سے کسی مسئلہ کا استنباط کرنا صحیح نہیں وہ صرف حکم کے جذبات احترام یا اس کے جذبات توہین کے ترجمان ہوتے ہیں ان کا مقصد مخاطب کے ذہن میں کسی کی محبت یا کسی سے نفرت قائم کرنا ہوتا ہے کسی عقیدہ کی تعلیم دینا نہیں ہوتا۔

دیکھو قرآن حکیم نے بغیس کے شاہی ساز و سامان کی فراوانی کے متعلق دَاوُودُ مِثْرَیٰ مِثْرَیٰ (اس کو تمام چیزیں عطا ہوئی تھیں) کا کتنا عام لفظ استعمال فرمایا مگر کیا اس فصیح و بلیغ انداز بیان سے کوئی شخص یہ عقیدہ رکھنے کا مجاز ہو سکتا ہے کہ اس کو حقیقتہً تمام اشیاء عطا کر دی گئی تھیں حتیٰ کہ تمام غیب کا علم بھی۔ یا یہ صرف اس کی شانِ ملوکیت کی عظمت کا ایک بلیغ انداز بیان تھا۔ یاد رکھو کہ مصائب الہیہ میں مصیبت علم ایک بڑی متاز صفت ہے اس میں کسی بنو کو اس طرح شریک کر دینا کہ خدا اور بندہ کے درمیان اس میں کوئی التباس پڑنے لگے یہ فحش مشرک نہ رہے۔ (بانی برصغیر آئندہ)

(۸۰۳) عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ مَيْمُونَةَ فَأَتَى بِصَبِيٍّ مَعْنُودٍ فَأَهْرَى إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فَقَالَ لِبَعْضِ النِّسْوَةِ أَخْبِرِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا يَرِيدُ أَنْ يَأْكُلَ فَقَالَ هُوَ صَبِيٌّ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَرَمَهُ يَدَهُ فَقُلْتُ أَحْرَامٌ هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَا وَلَكِنْ لَمْ يَكُنْ بِأَرْضِ قَوْمِي فَأَجِدُنِي أَعَافُهُ قَالَ خَالِدٌ فَاجْتَرَرْتُهُ فَأَكَلَتْهُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ. (رواه البخاري)

(۸۰۳) خالد بن ولید بیان کرتے ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت میمونہ کے گھر گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک بچی ہوئی گوہ پیش کی گئی۔ آپ نے اس کی طرف اپنا دست مبارک بڑھایا۔ اس پر آپ کی بیبیوں میں سے کسی نے کہا جس چیز کے تناول فرمانے کا آپ ارادہ فرمایا ہیں آپ کو اس کی اطلاع دیدو۔ اس پر انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ گوہ ہے یہ سن کر آپ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا یہ جانور حرام ہے؟ فرمایا نہیں تو لیکن ہمارے ملک میں نہیں ہوتا اس لئے مجھے اس سے نفرت ہے خالد کہتے ہیں میں نے اس کو کھینچ کر اپنی طرف بڑھالیا اور آپ کے سامنے اس کو کھانا دیا۔ (بخاری شریف)

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) مشرکین عرب بھی اپنے بتوں کو خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت میں شریک ٹھہراتے اور جب ان پر ساتات اور شرک کا احترام کیا جاتا تو اسی طرح مختلف قسم کے چٹے، پھانے بنا دیتے۔ کبھی کہہ دیتے کہ ہم تو ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ خدائے تعالیٰ کی بجاہ میں ہم کو ذرا قریب کر دیں اور کبھی ان کی شفاعت کا بہانہ کر دیتے ان تمام تاویلوں کے باوجود ان کا سر نہانا اگر جھکتا تو ان بتوں ہی کے سامنے جھکتا اور جب کبھی ان کے سامنے خدائے وحدہ لاشریک کا ذکر آجاتا تو وہ ہمیشہ اکر جاتے۔ خوب سن لیجئے کہ مذہب اسلام میں نہ کسی ایسے عقیدہ کیلئے کوئی گنجائش ہے اور نہ کسی مشرک کا عمل کے لئے وہ ذہنی اور عملی ہر لحاظ سے کفر سے آسان تر ہے جتنا دن، رات سے۔ واللہ ولی الامر۔ اب آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے مشن، نرینہ انزہار سے چند روزہ مر کے وہ واقعات ملاحظہ فرمائیے جن سے آپ کو صحیح صحیح اعجاز ہوجائے گا کہ جس کے سینہ میں علوم ہدایت کے سمندر جاریئے گئے تھے دنیا کے غیر ضروری امور میں اس کا حال کیا تھا۔

(۸۰۳) = مذہب کا ایک ساتھ واقعہ ہے دیکھیے یہاں حاضرین مجلس حتی کہ اہل بیت المؤمنین جیسی خاص ہستیوں میں سے کسی ایک کے ذہن میں بھی یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کا اس طرح احاطہ حاصل تھا کہ عالم کا کوئی ذرہ آپ کے علم سے باہر نہ تھا کہ کس مصلیٰ سے ایک معمولی سی کمانے کی چیز کے متعلق آپ کو لوگ بتی ہیں اور آپ بھی فوراً متنبہ ہو کر اس کے تحلیل فرمانے سے دست کش ہو جاتے ہیں اور یہ نہیں فرطنے کہ تو میں خود بھی جانتا تھا۔ واضح رہے کہ یہ واقعہ حضرت مسمیہؓ سے عقد کے بعد کا واقعہ ہے۔ جو آپ کی بہت آخروں کا ہے۔

(۸۰۴) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّمَا تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ الْخَيْرُ مِجْتَمِعًا مِنْ بَعْضٍ فَأَقْضِي لَهُ عَلَى عَوْمٍ مَا أَمَعَرُ مِنْهُ

(۸۰۴) حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں ایک انسان ہی ہوں اور تم لوگ اپنے جھگڑے لے لے کر میرے پاس آتے رہتے ہو، ہو سکتا ہے کہ تم میں ایک آدمی اپنے دلائل بنا سنوار کر بیان کرنے میں دوسرے شخص سے زیادہ ماہر ہو اور میں (اس کے بیان سے متاثر ہو کر) جیسا اس کا بیان سنوں اسی کے مطابق فیصلہ صادر کر دوں تو اگر میں کسی کے کھائی کے حق کا فیصلہ اس کے حق میں

(۸۰۴) شرح معانی الآثار میں اس حدیث کے الفاظ اس طرح منقول ہیں (انما انما بشر ولا اھدی باطن ما تھا کھو فی بعدی و تختمون فمعدی ظنا اقصیٰ بینکم علی ظاہر ما تقولون یعنی میں ایک انسان ہوں اور جن معاملات کے فیصلے تم میرے پاس لے کر آتے ہو ان کی حقیقت تو میں جانتا نہیں۔ میں تو عیاں تم مجھ سے بیان کر دیتے ہو اسی کے مطابق فیصلہ کر دیتا ہوں امام بخاریؒ نے باب اثم من ظالم فی باطلہ دو بطور (۲۴۲) میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس میں یہ نظر دیا کہ میں فیصلہ کر لیتا ہوں ان کیوں ان میں بعض کا بعض فاحصا نقد صدق۔ ہو سکتا ہے کہ تم میں کوئی دوسرے سے زیادہ لسان ہو اور اس بنا پر میں یہ خیال کر لوں کہ جو بات اس نے کہی ہے وہ سچ ہی کہی ہے۔ علامہ قطانیؒ انما انما بشر کی وجہ سے میں لکھتے ہیں۔ لاندہ حصہ خاص ای باعتبار علماء الباطن و یہی عند علماء الیابن قصر القلب کا مذاق بہ علی المراد علی من زعم ان من کان رسولاً یعلم الغیب فیظلم علی الباطن ولا یظنی علی المظلم و فحذو ذلک فاشا علی ان الوضو البشری یقتضی ان لا یدر من الامور الا ظواہرھا فان خلق خلقا لا یسلو من قضایا فجمہ عن حقایق الاشیاء فاذا اتر علی ما جبل علیہ من القضایا البشریة ولم یوید بالوقی المعاری طرأ علیہ ما یطرأ علی سائر البشر۔ (۲۴۲) یعنی بیان آپؐ نے اپنی بشریت کو بصیغہ صراحت کے ذکر کیا ہے حالانکہ آپؐ بہت سے اوصاف میں عام بشریت سے کہیں بالا و برتر تھے تاکہ ان لوگوں کی ترویج ہو جائے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ جب رسولؐ کے پاس غیب کی خبریں آئی ہیں تو اس پر ہر حالہ کی حقیقت بھی شبک شبک طور پر پوش ہو جاتی ہوگی اور وہ یہ بھی جان لیتا ہوگا کہ فریقین میں مظلوم کون ہے اور ظالم کون۔ اس خیال کی تردید کے لئے آپؐ نے فرمایا کہ بشری ساخت ہی اللہ تعالیٰ نے ایسی بنائی ہے کہ بشر صرف ظاہری حالت ہی کا ادراک کر سکتا ہے اور اس کو ایسے حالات پیش آتے ہیں جو چاہو نہیں ہوتا جو اس کے لئے اشارہ کی حقیقت کے ادراک سے مانع آجائیں پس جب تک قدرت اس کو اپنی فطرت کے خلاف نہ چلائے اور آسمانی وحی سے اس کی تائید نہ فرمائے اس پر وہی حالات ظاہری ہوتے ہیں جو دوسرے انسانوں پر ظاہری ہو کر رہتے ہیں۔ علامہ قطانیؒ کے بیان سے یہ حقیقت خوب واضح ہو گئی کہ انبیاء علیہم السلام عالم الغیب کیوں نہیں ہوتے اور وہ یہ کہ انسان کی بشری ساخت ہی میں اس کی صلاحیت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسے حالات و احوال کے ساتھ پیدا فرمایا ہے جن کی وجہ سے اس کو فحاشیات کا بلا واسطہ علم ہو ہی نہیں سکتا اور جن باتوں کا اس کو علم ہوتا ہے یہ اس کی فطرت کا تقاضا نہیں بلکہ صرف حق تعالیٰ کی وقتی اطلاع سے حاصل ہوتا ہے اس لئے اس میں اطلاق و عموم کہاں اس کے بعد علامہ موصوف اس کی حکمت بھی لکھتے ہیں کہ رسولؐ کو اپنے مقدرات کے متعلق غیب کا علم کیوں نہیں دیا۔

فَمَنْ قَضَيْتَ لَهُ مِنْ حَتَّىٰ آخِرَةٍ فَلَا يَأْخُذَنَّ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ (متفق علیہ)

اس طرح دیدوں تو اسے چلبے کہ وہ میرے اس طرح کے فیصلے پر غم نہ کر کے اس کا مال دبانے اور بچے کہ جو مال اس کو اس فیصلے سے ملا ہے وہ حقیقت میں آگ کا ایک انگارہ ہے۔ (متفق علیہ)

تاکہ شاہدین کا قصہ ہی ختم ہو تا اور رسول اپنے یقین کی بنا پر جس طرح اور احکام شریعت بیان کیا کرتے تھے اسی طرح مقدمات کے فیصلے ہی صادر کر دیا کرتا۔ ولہ یطلعہ اللہ تعالیٰ علی حقیقۃ الامر فی فَلَکَ حَتَّىٰ لَا يَجْتَابَ إِلَىٰ بَيْنَةِ وَبَيْنِ تَعْلِيمِ الْمُتَّقِينَ بِمَا تَسْتَأْذِنُ لَوْ حَكَمَ فِي الْقَضَا بِمَا يَقْبَلُهُ الْحَاصِلُ مِنَ الْغَيْبِ لَمَّا امْكُنَ الْحَكْمُ لَا مَقْدَمَ مِنْ بَعْدِهِ (۴۱ ص ۳۰) مدد دیتی دیکھیں لیکن لما امر الله استبعا بعدہ... اجری لہ حکمہم فی عدم الاطلاق علی باطن الامر لیکن حکم الالہی فی ذلک حکم فاجری اللہ تعالیٰ احکامہ علی انظار اللہ فی ستر فیہ وہ وغیرہ لیستعمل الاطلاق بدو تنظیم نفوس العباد للاقتداء بالاحکام الظاہیۃ من غیر نظر الی الباطن واللہ تعالیٰ اعلم (۴۲ ص ۳۲)

علامہ قسطلانی اور امام نووی کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو تمام مقدمات میں صحیح حالت کی اطلاع دیدیا کرتا تو نہ صرف اپنے علم کی بنا پر مقدمات کے فیصلے صادر کر دیا کرتے تو ان کی امت اس بارے میں کیسے ان کی اتباع کر سکتی اس لئے اس نے واقعات اور معاملات کی اطلاع دینے کے بجائے تعقیب و اجتہاد کرنا اور مدعی سے ثبوت اور مدعی علی سے فسخ فیضان کے لئے آئین مقرر کیا اور تمام امت کو حکم دیا کہ وہ بھی اسی طرح معاملات کے فیصلے کیا کریں۔ البتہ مدعی کو یہ اخلاقی نہایت بھی کر دی کہ اس شرعی آئین سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے اور یقین رکھے کہ اگر وہ اپنی جرب زبانی کی بدولت ظاہری آئین سے فائدہ اٹھائے گا تو باطنی آئین کی گرفت سے باہر نہیں جاسکا اگر کوئی مال اس نے ناجائز شہادت سے حاصل کر لیا تو توقیعت میں وہ اس کیلئے آتش دوزخ کی شکل میں نظر آئے گا مدعی علیہ اگر یہاں کی آئینی مجبوری سے ناکام ہو گیا ہو تو وہ احکم الحاکمین کی عدالت میں ناکام نہیں ہوگا کچھ اسی جگہ نہیں بلکہ اسلام میں ظاہری آئین کی روح ہر جگہ ہی تعلیم کی گئی ہے اگر ظاہری آئین کی پشت پر عالم باطن کی گرفت کا خوف نہ ہو تو پھر صرف ظاہری آئین نظم و نسق کے بجائے منہ پر خور و خا کا صبر بھی ہو سکتا ہے۔ رہا واقعات کی پوری اطلاع کے بعد پھر ہی کو واقعات کے خلاف فیصلے دینے کا حکم تو یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں تھا۔ یہاں صرف یہی دورانیہ تھیں ایک یہ کہ اگر ظاہری آئین پر فیصلے کا آئین مقرر کیا جائے تو تمام واقعات کی صحیح اطلاع دینا آئین شرع اور اس کا صحیح معنی واقعات کی اطلاع دینا آئین ضروری تو پھر شہادت اور قیام پر فیصلہ کرنا آئین حدود ہو بھی سکتی ہے کہ حضرت علی الصلوٰۃ والسلام حضرت علی الصلوٰۃ والسلام کو ظاہر شریعت کا مکلف بنایا گیا تھا تو حقائق کے چوں سے کتاب کتابی کا ان سے کوئی رد نہیں کیا گیا بعد از حضرت علی الصلوٰۃ والسلام پر پہلی کتابت کمرے گئے تھے تو پھر نفس ظاہر شریعت کا مکلف بھی نہیں بنایا گیا کہ ان کا خلاف حقائق جگہ جگہ ظاہری آئین کے خلاف کا قصہ نہ دیکھ لیا اسی طرح ظاہری آئین حاکم عالم کے قسطنطنیہ میں غلغلہ مچا رہا تھا وہ نظر قدرت میں ہر طرح کے بعد گئے بچے ہوئے ہیں اسی طرح ظاہر و باطن پر ہونے چاہئیں امت میں شریعت ہر طرح پابند چاہا جلتے ہیں اسی طرح ناظر و ناظر ہونے خواہ واقعات کے حقائق کا انتقا کچھ بھی ہو اگر ایسا نہ کیا جاتا تو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حیا لہذا لغیرہ رسول حضرت علیہ السلام کی اتباع مبرکوں کے ساتھ نہ کر سکتا تو یہ جہل و امتیہ امت اللہ رسول کی ابتداء بھلا کیا کر سکتی۔

یہاں پر اعتراض ہے کہ میں نے مخالفت نہ کی کہ حقیقت حال پر مشابہ کر دیا جاتا ہو مگر یہ اہل حق کے علم پر نہ کہ آئین کے طور پر۔

(۸۰۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَمَّا تَلَّاهُ انْصَرَفَ وَ
 أَوْبَى إِلَيْهِمْ أَنْ كَلَّمَا أَنْتُمْ ثُمَّ خَرَجَ فَأَعْتَسَلَ لَمْ جَاءُوا وَلَا مِنْهُ يَنْظُرُ فَصَلَّى بِمِيزَةٍ فَلَمَّا صَلَّى قَالَ
 إِنِّي كُنْتُ جُنًا فَنِيئْتُ أَنْ أَعْتَسِلَ. (رواه احمد وموى مالك عن عطاء بن يسار مرسلاً)

(۸۰۶) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ
 فَلَمَّا تَلَّاهُ عَمْرُؤُا فَانْصَعَى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى بَعْضِ مَجْرِي نِسَائِهِمْ فَقَرَعَ النَّاسُ مِنْ مَرْعِيَةٍ
 فَمَرَجَّ عَلَيْهِمْ قَرَأَى أَحْمَقُ قَدْ عَجِبُوا مِنْ مَرْعِيَةٍ قَالَ لِي كُنْتُ شَيْئًا مِنْ تَبَرُّعٍ عِنْدَ نَافِكٍ كُنْتُ
 أَنْ يَخْبِسَنِي فَأَمَرْتُ بِعَتَمَتِهِ. (رواه البخاري)

(۸۰۵) ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کیلئے باہر تشریف لائے۔ قریب تھا
 کہ تکبیر کہنے کے فوراً آپ واپس تشریف لے گئے اور لوگوں کو اشارہ کیا کہ جس طرح تم اب ہو اسی طرح رہنا
 غسل کر کے پھر باہر تشریف لائے اور آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا۔ آپ نے نماز پڑھائی اور فارغ
 ہو کر فرمایا میں جنابت کی حالت میں تھا اور غسل کرنا بھول گیا تھا۔ (احمد۔ مالک)

(۸۰۶) عقبہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ میں نے مرزہ طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچے عمر کی
 نماز پڑھی۔ آپ سلام پھیر کر لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے جلدی جلدی کسی بی بی صاحبہ کے گھر تشریف
 لے گئے۔ لوگ آپ کی یہ بخلت دیکھ کر گھبرا گئے۔ جب آپ باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ آپ کی اس بخلت
 پر حیران ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اپنے گھر میں سونے کی ایک ٹلی رکھی ہوئی یاد آئی تھی۔ مجھے یہ بات ناپسند
 ہوئی کہ عبادہ میرے قلعن خاطر کا باعث بنے۔ اس لئے میں اس کو تقسیم کرنے کیلئے کہہ آیا ہوں۔ (بخاری شریف)

(۸۰۶) یہ کہنا ہے علامہ قسطلانی نے کہ قدرت نے انسان کو پیدا ہی ایسی وضع رکھا ہے کہ غیب کے علوم کا احاطہ
 تو نہ کرنا اس کو حاصل شدہ علوم کا دائمی استحضار رہتا ہے شکل ہے۔ ایک وقت انسان کی ملکی قوت عروج کرتی ہے تو وہ
 عرش کی غریب دینے لگتا ہے اور ایک وقت اس پر بشریت کا دباؤ ہے تو وہ خدا کی صلوات بھی فراوانی کرتا ہے اسی
 معجزہ میں انسانی ترقی کا راز مضمر ہے۔ خطا و نسیان انسان کے لئے عیب نہیں۔ غیر محدود اختیار اور عزیمات و کلیات
 غیب کا احاطہ اس کی نوع کا کمال نہیں۔ قدرت نے اس کی قدرت ایسی ہی ضعف و ناتوانی کے اندر بنائی ہے کہ وہ خطا
 بھی کرے گا اور مجبورے گا بھی مگر اس کا یہ فطری نہایت اس کے لئے موجب نقصان نہ ہوگا بلکہ اور موجب کمال ہوگا۔ ایک
 روایت میں ہے انما انسی لا متن یعنی لوگ تو خود مجبورے ہیں مگر خود بر قدرت انسان ڈلا جاتا ہے تاکہ نبی آدم نسیان
 کے احکام سیکھیں۔ پس جس طرح نبی کے نسیان سے مقصد نسیان کی سنت بتائی ہے اسی طرح واقعات و حوادث
 کی حقیقت سے بے خبر کہ کہ صرف ان کی سطح پر نبی کو فیصلہ صادر فرمانے کے حکم سے مقصد مقدمات میں فیصلہ کرنے کا
 آئین لکھا ہے۔

(۸۰۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى عَلَىَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلَّى عَلَىَّ نَائِيًا أُبْلِغْتُهُ. (رواه البيهقي في شعب الایمان)

(۸۰۸) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ إِنَّ جَبْرِائِلَ الْيَهُودِ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ الْبِقَاعِ خَيْرٌ مُسَكَّتٍ عِنْدَ وَقَالَ أَشْكْتُ حَتَّى يَحْيَى جَبْرِائِلُ مُسَكَّتٌ وَجَاءَ جَبْرِائِلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسَأَلَ فَقَالَ مَا السُّؤَالُ عَنْهَا يَا عَلْمَهُ مِنَ السَّائِلِ وَلَكِنْ أَسْأَلُ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى ثُمَّ قَالَ جَبْرِائِلُ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي دُرُوتُ مِنَ اللَّهِ نَوْأَ مَا دُرُوتُ مِنْهُ وَنُظُّ قَالَ وَكَيْفَ كَانَ يَا جَبْرِائِلُ قَالَ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ رَجُلٍ مِنْ تَوْرَةٍ فَقَالَ شَرُّ الْبِقَاعِ أَسْوَأُ أَهْلِهَا

(۸۰۷) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس آکر محمد پر دعا بھیجتا ہے اسے تو میں خود سننا ہوں اور جو مجھ پر بددعا دے وہ بھیجتا ہے اسے فرشتے میرے پاس پہنچا دیتے ہیں۔ (شعب الایمان)

(۸۰۸) ابوامامہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عالم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا فرمائیے سب سے بہتر جگہ کونسی ہے۔ آپ نے کہا کہ خاموش ہو رہے کہ میں ذرا جبرئیل کے آنے تک خاموش رہتا ہوں اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام آگئے، آپ نے ان سے یہ سوال کیا۔ انھوں نے عرض کیا کہ جس سے آپ پوچھ رہے ہیں اس کو بھی سائل سے زیادہ اس کا علم نہیں۔ لیکن دیکھئے میں اپنے پروردگار سے جا کر پوچھتا ہوں اس کے بعد انھوں نے عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج مجھے اللہ تعالیٰ سے اتنا قرب نصیب ہوا کہ اس سے قبل کبھی نصیب نہیں ہوا تھا آپ نے پوچھا اے جبرئیل آخر کتنا قرب نصیب ہو گیا؟ عرض کیا کہ

(۸۰۷) یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام کی وفات عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتی وہ جس طرح اپنے بعض بیات کے احکام میں متاثر ہوتے ہیں اسی طرح بعض وفات کے احکام میں بھی متاثر ہوتے ہیں۔ ان کی بیرونی تقسیم نہیں ہوتی، ان کی ازواج مطہرات کو محاکم حرام ہوتا ہے البتہ قریب وبعید باتوں کے سنے اور جاننے کا جو آئین ان کی زندگی میں عادی آئین ان کی وفات کے بعد بھی قائم رہتا ہے یعنی جس طرح اپنی بیات میں وہ قریب کی بات خود نہ کرتے تھے اسی طرح وفات کے بعد قریب کی حدود شریف بنفسی نصیب خود ہی سنے ہیں اور جس طرح پہلے دھوکے باتوں کا علم ان کو کسی قاصد یا خطوط کی معرفت ہوا کرتا تھا اسی طرح بعد وفات کے جو آئین بنیادی نظم و نسق قائم رہتا ہے بقیہ معاملات کا نظم کس طرح ہے اس کا ذکر اس حدیث میں نہیں۔ یہی جس نے دعویٰ کیا کہ حیات یا وفات میں ہمہ وقت رسول کو ہر ہر جزئی دیکھی کا علم ہوتا ہو یہ بھی بے دلیل دعویٰ ہے اور جس نے رسول کے متعلق عام انسانوں جیسا عقیدہ رکھا وہ بھی مقام رسالت سے قطعاً نا آشنا و نا بلند ہے۔

وَحَبِيبُ الْبَقَاعِ مَسَاجِدُهَا. (رواہ ابنِ حبان فی صحیحہ عن ابن عمر وحدث ابیہ البغض البقاع
طاحب البقاع مروی عن ابی ہریرۃ عند مسلم ولكن بدون تلك القصة)

(۸۰۹) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِيهِمْ فَذَكَرَ لَهُمْ أَنَّ الْجَمَلَةَ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْإِيمَانَ بِاللهِ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ
إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَكْفُرُ عَنِّي خَطَايَايَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ
إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَنْتَ صَاحِبُ نَحْتِيبٍ مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ قُلْتَ فَقَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَيْكْفُرُ عَنِّي
خَطَايَايَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَأَنْتَ صَاحِبُ نَحْتِيبٍ مُقْبِلٌ غَيْرُ
مُدْبِرٍ إِلَّا الَّذِينَ قَالَ لِي ذَاكَ. (رواہ مسلم)

(۸۱۰) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ مِمَّا

میرے اور اس کے درمیان نور کے ستر ہزار حجاب قائم تھے (ان حجابات کے اندر سے ارشاد فرمایا)
کہ سب سے بدتر مقامات بازار ہیں اور سب سے بہتر مسجدیں ہیں۔ (ابن جان)

(۸۰۹) ابو قتادہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تقریر
فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے اس میں آپ نے فرمایا کہ اللہ کے لئے جہاد کرنا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا بہت
بہتر عمل ہیں اس پر ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے پوچھا یا رسول اللہ فرمائیے اگر میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں تو
کیا میری سب خطائیں بخشتی جائیں گی۔ آپ نے فرمایا جی ہاں بشرطیکہ تو صبر اور نیک نیتی کے ساتھ آگے
بڑھتا ہوا مارا جائے اور تیرا قدم پیچھے نہ ہٹے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اچھا پھر پوچھا کیا پوچھتا تھا اس نے
پھر پوچھا کہ اگر میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں تو کیا میری سب خطائیں بخشتی جائیں گی۔ آپ نے فرمایا
بیشک بشرطیکہ تو نیک نیتی اور صبر کے ساتھ آگے بڑھتا ہوا مارا جائے اور تیرا قدم پیچھے نہ ہٹنے پلٹے۔ مگر نیک
حق کی معافی پھر بھی نہ ہوگی اور وہ قرض ہے۔ جبریل علیہ السلام نے ایسی ہی آکر تجھے کہا ہے۔ (مسلم)

(۸۱۰) ابو سعید خدری روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن بالوں کا
مجھے تباہی متعلق اندیشہ ہے ان میں سے دنیا کی وہ دونوں اور اس کی وہ فتوحات ہیں جو میرے بعد تم کو

(۸۱۰) حدیث میں ایسی مثالیں کثرت ملتی ہیں جسے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جن باتوں کا
علم نہ ہوتا ان کے جواب کیسے کہیں تو جبریل علیہ السلام ان خود تشریف لے آتے اور کہی آپ ان کی آمرکا انتظار فرماتے اور

أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِي مَا يَفْقَهُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَرَيْتَ مَا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ
 أَوْ يَأْتِي الْخَيْرُ بِالْقَرِّ فَسُكْتُ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ قَالَ فَسَمِعْتُ عَنَ الرَّحْمَنِ وَقَالَ آيُنَ
 السَّيْلِ وَكَأَنَّهُ حَمْدُهُ فَقَالَ لِمَ لَا يَأْتِي الْخَيْرُ بِالْقَرِّ فَإِنْ مِمَّا يُنْبِئُ الرَّبَّ عَمَّا يُفْعَلُ جَطَا
 أَوْ يَلْمُ لَا أَكَلَةَ الْخَيْرِ أَكَلْتُ حَتَّى أَمْتَدْتُ حَاجِرَ كَاهِلِ اسْتَفْهَلْتُ عَيْنَ الشَّمْسِ فَتَلَطَّطُ
 وَبَالَثْتُ لَمَّةً عَادَتْ فَأَكَلْتُ وَلَنْ هَذَا الْمَالُ خَيْرٌ مِنْ خُلُوعٍ فَمَنْ أَخَذَهُ وَحَقَّقَهُ وَوَضَعَهُ
 فِي حَقِّهِ فَنِعْمَ الْمَعُونَةُ هُوَ مَنْ أَخَذَهُ بِغَيْرِ حَقِّهِ كَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَيَكُونُ
 شَهِيدًا عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ - (متفق عليه)

نصیب ہوں گی۔ اس پر ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ (ﷺ) تو اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہوگی بھلا
 کیا نعمت بھی کسی خطرہ کا سبب بن سکتی ہے اس پر آپ اس طرح خاموش ہو گئے جس سے ہم یہ سمجھ گئے کہ
 آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ حسب دستور آپ نے اپنے روئے انور سے پسینہ پوچھا
 (جو بوقت نزول وحی آجایا کرتا تھا) اور فرمایا وہ سوال کرنے والا کہھر گیا (آپ نے اس طرح پوچھا) گویا
 اس کے سوال کی تعریف کی اور فرمایا بھی نعمت تو کسی نقصان کا موجب نہیں بنتی (البتہ اس کا بے جا
 استعمال نقصان کا موجب بن جاتا ہے) آخر موسم بہار سبزاگاتا ہے اور دعویٰ سبز کبھی جانور کی موت کا باعث
 بھی بن جاتا ہے یا اس کو موت کے قریب پہنچا دیتا ہے۔ ہاں ایک وہ جانور جس نے خوب کھایا اور جب اس
 کی دونوں کوکھیں تن گئیں تو وہ ہوپ میں جا بیٹھا پھر چیرا اور میٹاب کیا، اس کے بعد بھر گیا اور پھر سبز کھایا۔
 اسی طرح مال دولت کی حالت ہے وہ بھی دیکھنے میں خوشنما اور زائقہ میں شیریں چیز ہے جو شخص اسے جائز طور پر
 حاصل کرتا ہے اور اس کو بر محل صرف کرتا ہے اس کا تو کیا کہنا وہ تو انسان کے لئے ایک عمدہ سہارا ہے لیکن جو اس کو
 ناجائز طور پر حاصل کرتا ہے تو اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کھائے چلا جائے مگر اس کا پیٹ نہ بھرے
 (کا سہ چشم حریصاں پر نہ رشد) اور یہ قیامت کے دن اس کے خلاف گواہی دے گا (متفق علیہ)

آپ کے جواب میں اگر کوئی اجمال نہ جانتا تو جبریل علیہ السلام فطاس کی ضرورت تفصیل کر دیتے۔ درحقیقت یہ نبی کا بہت
 بڑا کمال ہے لہذا اس کی صداقت کی سب سے واضح دلیل ہے کہ وہ دین کے بارے میں ایک حرف کی اپنی جانب سے نہیں
 کہتا جس طرح نبی کی فتح و شکست اس کے صداقت کی دہنیں ہوتی ہیں اسی طرح اس کا لفظ و سکوت بھی اس کی صداقت
 کا ایک حکم ثبوت ہوتا ہے۔ بیان بے علم پیکس اس کو نقصان کا موجب گردان لیتا ہے۔ منکرہ۔ بلا سوال ہی کو دیکھتے
 اگر یہ ہم سے کہا جاتا تو ہم اپنی عقل سے بھی اس کا کوئی نہ کوئی جواب تلاش دیتے مگر نبی اجتہاد کے لئے بھی پہلے وحی کا انتظار
 کرتا ہے اسی لئے اس کا لفظ و سکوت دونوں وحی سمجھے جاتے ہیں۔ احوال یہ بیس سال تک جو کچھ بھی آپ سے کہا جاتا تھا

(۸۱۱) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَلَاةٍ بِأَصْحَابِهِ إِذْ خَلَعَ ثِيَابَهُ فَوَضَعَهُمَا عَنْ يَسَارِهِ فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ الْقَوْمُ الْقَوَائِمَ عَلَيْهِمْ فَلَمَّا فَخَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ قَالَ مَا حَمَلَكُمْ عَلَى الْقَائِمِ عَلَيْكُمْ قَالُوا أَرَأَيْتَ إِنْ كُنَّا لَنَنْتَفِعُ نَفْسِنَا بِالْقَيْنِ لَعَنَّا أَفْعَالَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ جَبْرِئِلَ أَتَانِي فَأَخْبَرَنِي أَنَّ فِيهِمَا قَيْدًا إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَنْظُرْ فَإِنْ رَأَى قَيْدًا فَلْيَمْصُحْهُ وَلْيُصَلِّ فِيهِمَا۔ (رواه ابوداؤد)

(۸۱۲) عَنْ عَائِشَةَ ؓ أَنَّهَا قَالَتْ قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا رِيحَ مَضِينَ

(۸۱۱) ابوسعید خدری بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو نماز پڑھا رہے تھے کہ دفعہ آپ نے تعلین مبارک تار کر اپنی بائیں جانب رکھ لے۔ یہ دیکھنا تھا کہ صحابہ کرام نے بھی اپنے اپنے جہل اٹھا ڈالے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز پوری فرما چکے تو ان سے پوچھا تم لوگوں نے اپنے جہل کیوں اٹھا دیئے۔ انھوں نے عرض کیا ہم نے آپ کو جہل اٹارتے دیکھا تو ہم نے بھی اٹھا ڈالے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس تو جبریل علیہ السلام آئے تھے انھوں نے مجھ سے کہا کہ (آپ کے) جہلوں میں کچھ گندگی لگی ہوئی ہے۔ تم جب مسجد میں آیا کرو تو پہلے اپنے جہل دیکھ لیا کرو۔ اگر ان میں کوئی گندگی نظر آئے تو اس کو صاف کر کے پھر ان سے نماز پڑھ لیا کرو۔ (ابوداؤد)

(۸۱۲) حضرت عائشہ ؓ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے قصہ میں نقل کرتی ہیں) کہ آپ جو تھی پانچویں ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ تشریف لائے جب میرے پاس تشریف لائے تو اس وقت آپ پر غصہ کے آثار

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) سارا کا سارا غیب ہی کا علم تو تھا ہی کیا اس میں کسی مسلمان کو کلام ہو سکتا ہے کہ قدرت نے آپ کے سینے میں بے شمار غیب کے سمندر بہا دیئے تھے مگر جو کچھ تعریف اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتنی طرح کیا عالم کی ہر ہر جزئی کا ہر وقت بھی آپ کو علم حاصل تھا اس طرح کے علم کا ثبوت حدیثوں سے ہم کو تو نہیں مل سکا۔ اگر کسی ایک حدیث میں کوئی لفظ ہم ملا بھی تو یہ سب حدیثوں میں بڑی وضاحت کے ساتھ اس کی تشریح بھی مل گئی۔ پھر کیا صاف صاف تشریحات کو چھوڑ کر ہم الفاظ کو غیبہ جالیانہ کوئی دین کی بات ہم کی۔

(۸۱۲) مکہ مکرمہ میں پہنچ کر آپ نے ایک دینی مصلحت کی وجہ سے لوگوں کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ سب اپنے اپنے احرام کھول ڈالیں اور حج کے بجائے عمرہ ادا کر لیں پھر جب حج کا وقت آئے تو حج کا احرام باندھ کر حج کر لیں۔ یہ تنسیخ کی شکل ہر جا کی لیکن جو لوگ حج کا احرام باندھ چکے تھے ان کو حج کی ادائیگی سے پہلے اپنا احرام کھول دینا بہت شاق گذرا یا مخصوص جبکہ انھوں نے آپ کو دیکھا تو آپ نے بھی اپنا احرام نہ کھولا۔ آپ چونکہ اپنے ہمراہ ہی لائے تھے اس لئے بہری کی موجودگی

وَنَزَى الرَّحْمَةُ اَوْ تَحْمِسُ فَدَخَلَ عَلَيَّ وَهُوَ غَضَبَانُ فَقُلْتُ مَنْ اَعْضَبَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
اَدْخَلَهُ اللَّهُ النَّارَ قَالَ اَوْ مَا شَعَرْتَ اَنِّي اَمَرْتُ النَّاسَ بِأَمْرٍ فَإِذَا هُمْ يَتَرَدَّدُونَ وَلَوْ
إِنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا سَفَعْتُ الْهَدْيَ مَعِيَ حَتَّى أَشْتَرِيَهُ ثُمَّ أَحِلَّ لَكُمْ لَحُلُوكُمْ (۸۱۳)
عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي قُرْطُكُمُ عَلَى الْخَوْرِ
مَنْ مَرَّ عَلَى شَرِبٍ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَطْمَأْ أَبَدًا لَيَرِدَنَّ عَلَى آقْوَامٍ أَعْرَفُهُمْ وَيَعْرِفُونَنِي ثُمَّ
يُحَالُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَاَقُولُ إِنَّهُمْ مَوْتِي يُقَالُ إِنَّكَ لَا تَذَرُنِي مَا أَخَذْتُوَابْعَدَكَ فَاَقُولُ

نایاں تھے۔ میں نے عرض کیا آپ کو کس نے خفا کیا، خدا تعالیٰ اس کا برا کرے۔ آپ نے فرمایا تجھ کو یہ خبر نہیں
کہ میں لوگوں کو ایک بات کا حکم دیتا ہوں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ وہ اس پر عمل کرنے کے بجائے اس میں اور ہل
جٹ کر رہتے ہیں۔ کاش اگر میں اس کو پہلے سے جانتا تو میں بھی اپنے ہمراہ ہری نہ لانا اور یہاں سے ہی خرید لیتا اور
اپنا احرام بھی اسی طرح کھولتا تا جہاں طرح ادلوگوں نے کھولا۔ (مسلم)

(۸۱۳) سہل بن سعد روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حوض کوثر پر تہا رہا، بیش
ہوں، تہا سے لئے پانی پیئے کا بندوبست کرونگا جو شخص میرے حوض پر آئے گا وہ اس کا پانی پئے گا اور جو اس کا
پانی پی لے گا پھر کبھی پیسا نہ ہوگا۔ میرے حوض پر کچھ لوگ میرے شناسا بھی آئیں گے جن کو میں پہچانتا ہوں گا
اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے پھر ان کے اور میرے درمیان ایک حجاب ڈال دیا جائے گا۔ میں کہوں گا کہ یہ تو میرے
تابعین ہیں مجھے جواب ملے گا آپ کو یہ علم نہیں کہ انھوں نے آپ کے بعد کیا نئی نئی باتیں پیدا کر ڈالی تھیں اس وقت

میں احرام کھول کر آپ کے لئے دست نہ تھا۔ یہ حالت دیکھ کر آپ نے فرمایا اگر مجھے پہلے یہ خبر ہوتی کہ اس بنا پر لوگ اپنے
احراموں کے کھولنے میں تردد کریں گے تو میں بھی اپنے ہمراہ ہری نہ لانا اور ان کے ساتھ ہی احرام کھول دیتا۔ یہ حجۃ الوداع کا
واقعہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس بے لطفی کا باعث کل یہ ہوا کہ رسول کو ہمیشہ ہر بات کا علم نہیں ہوا کرتا۔ ورنہ آپ اپنے ہمراہ
ہری ہی نہ لاتے۔ اب اس جہان سے گزر کر کچھ عسکر کا حال سنئے۔

(۸۱۴) بعض روایات میں اصمائی اصمائی کا لفظ بمعنی تصغیر ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ جماعت بہت مختصر سی
جماعت ہوگی۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ وہ منافقین کی جماعت ہوگی جو چاہاں میں بھیجیں آپ کے ساتھ لگی رہا کرتی تھی اور
در اصل کافر تھی دیکھو کتاب تامل مختلف الحدیث لابن قتیبہ ص ۱۶۹۔ قرآن کریم میں ہے۔ وَصْنٌ حُوکِمَ مِنَ الْاَعْلَابِ مَنَافِقُونَ
وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ مَرَحُوا عَلَى الْتِفَاقٍ لَا تَعْلَمُهُمْ وَخَنَ تَعْلَمُهُمْ۔

کسی نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ وہ مختصر سا فرقہ ہے جو عہدِ حدیث میں مرتد ہو گیا تھا۔ بہر حال مختصر سی ملائکہ اللہ کی شہادت سے
یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اس جماعت کے ارتداد کا آپ کو کچھ علم نہ تھا اسی طرح آئندہ حدیث بھی منسخر کی ہے اس میں بھی سامعین

مُخَصَّصًا مَعًا لِمَنْ يُخَيَّرُ بَعْدَهُ . وَفِي كِتَابِ الْخُصُوصِ يُقَالُ إِنَّكَ لَا تَعْلَمُ لَكَ بِالْحَدِّ ثَوَابًا بَعْدَهُ (متفق علیہ)

(۸۱۴) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ يُؤْذَنُ لَهُ بِالشُّجُورِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يُؤْذَنُ لَهُ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ فَإِنِّي إِذَا نَظَرْتُ إِلَى مَا بَيْنَ يَدَيَّ فَأَعْرِضُ عَنْهُنَّ مِنْ بَيْنِ الْأَئِمَّةِ وَمِنْ خَلْفِي مِثْلَ ذَلِكَ وَعَنْ عَمِيئِ بْنِ رِثْلٍ ذَلِكَ وَعَنْ شَيْكَاكِي مِثْلَ ذَلِكَ فَقَالَ رَحُلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ تَعْرِضُ أَفَتَعْرِضُ مِنْ بَيْنِ الْأَئِمَّةِ فِيمَا بَيْنَ تَوَجُّهِكَ إِلَى أَمَتِكَ قَالَ هُمْ عَرُفُ حُجَّتُونَ مِنْ أَتْرَافِ الْوُضُوءِ كَيْسَ أَحَدٌ كَذَلِكَ عَزِيزُهُمْ وَأَعْرِفُهُمْ أَهْمُ يُؤْذَنُونَ لِنَبِيِّهِمْ بِأَمْرٍ مُجْتَمِعٍ وَأَعْرِفُهُمْ تَسْمَعِي بَيْنَ أَيْدِيهِمْ ذُنُوبُهُمْ . (علاء احمد و عبد مسلم عن ابی ہریرہ وغوہ)

میں کہوں گا جس نے میرے بعد میرے دین میں نئی نئی باتیں ایجاد کیں وہ مجھ سے دودھ پی دور رہے۔ (متفق علیہ)
(۸۱۴) ابوالدرداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سب سے پہلا شخص ہوں جس کو یہ سب سجدہ کرنے اور سجدہ سے سر اٹھانے کی اجازت ملے گی میں اپنے سامنے دیکھوں تو اور تمام امتوں میں اپنی امت کو پہچان لوں گا میری امت اتنی ہی کثرت کے ساتھ میری بھلی جانب ہوگی اور اتنی ہی دائیں اور بائیں جانب ہوگی۔ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ اتنی امتوں میں جو نوح علیہ السلام سے لے کر آپ کی امت تک ہوں گی آپ اپنی امت کو کس طرح شناخت کریں گے آپ نے فرمایا وضو کے پانی کے نشانوں سے ان کے چہرہ روشن اور ہاتھ پیر چمکدار ہوں گے ان کے سوا اور کوئی امت ایسی نہ ہوگی اور میں اس بات سے بھی ان کو شناخت کروں گا کہ ان کے اعمال ان سے ان کے دائیں ہاتھوں میں ہوں گے اور اس بات سے کہ ان کی اولاد ان کے آگے آگے دودھ پی ہوگی (راحمد)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز خطاب سے یہی واضح ہوتا ہے کہ کسی کے ذہن میں بھی آپ کے متعلق عالم الغیب ہونے کا عقیدہ نہیں تھا بلکہ جس طرح کسی انبوہ کثیر میں کسی مختصر جماعت کی معرفت عام طور پر مشکل ہوتی ہے اسی طرح آپ کے حق میں بھی مشکل سمجھی گئی پھر جو جواب آپ نے دیا وہ یہ نہیں تھا کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں اس بنا پر مجھے اپنی امت کی معرفت ہر وقت حاصل ہے بلکہ ایک ایسی کھلی علامت بیان فرمائی جس کے بعد اس کے امتیاز میں کسی کے لئے بھی دشواری کا سوال پیدا نہیں ہو سکتا۔

(۸۱۴) اس قسم کی حدیثوں کو بڑے غور سے پڑھا جائے جن میں ضمنی طور سے یہ امر بہت نمایاں ہوتا ہے کہ یہاں حکم و مخاطب کے دونوں میں علم عیناً کا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے وہ بڑی سادگی سے سوال و جواب کرتے ہیں اور نہ تو سائلین آپ کے متعلق کسی علم کی نسبت قطع کرنے میں جھجکتے اور نہ آپ اس غلطی پر ان کو تنبیہ کرتے نظر آتے ہیں بلکہ جواب دیتے ہیں اس سے اور ان کے عقیدہ کی تائید ہی ہوتی ہے۔

(۸۱۵) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ زَوَى لِي الْأَرْضَ قَرَأْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَأَنَا أَمْنِي سَبَلَكُمْ مَلِكُهَا مَا زَوَى لِي مِنْهَا وَأَعْطَيْتُ الْكَثَرِينَ الْأَشْخَرُوا الْأَبْيَضَ وَإِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي لَا يَقُوقُ أَنْ لَا يَهْلِكُمْ بِسِنَةِ عَامَةٍ وَإِنْ لَا يَسْلُطُهَا عَلَيْهِمْ عَدُوٌّ مِنْ سِوَايَ أَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيحُ بَعْضُهُمْ وَأَنْ رَبِّي قَالَ بِالْعَمْدِ إِنِّي إِذَا قَضَيْتُ قَضَاءَ قَوْمٍ لَا يَرْضَوْنِي أَعْطَيْتُكَ لَا مَمْلُوكَ أَنْ لَا أَهْلِكُمْ بِسِنَةِ عَامَةٍ وَإِنْ لَا أَسْلُطُ عَلَيْهِمْ عَدُوٌّ مِنْ سِوَايَ أَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيحُ بَعْضُهُمْ وَلَوْ أَجْتَمَعُوا عَلَيْهِمْ مِنْ بَأْطَارِهَا حَتَّى يَكُونَ بَعْضُهُمْ يَهْلِكُ بَعْضًا وَيَسْتَبِيحُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا. (رواه مسلم)

(۸۱۵) ثوبان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے لئے تمام روئے زمین کو سکیر دیا تو میں نے مشرق و مغرب سب دیکھا اور یقیناً میری امت کا ملک ان گوشوں تک پہنچ کر رہے گا جو حصہ زمین میرے سامنے سکیر کر دکھایا گیا ہے۔ مجھے دو خزانے بھی مرحمت کئے گئے ایک سرخ لود ایک سفید (یعنی سونا اور چاندی) اور میں نے اپنی امت کے لئے یہ دعا کی کہ اس کو عام قحط میں مبتلا کر کے ہلاک نہ کیا جائے اور یہ بھی کہ کسی غیر دشمن کو ان پر اس طرح مسلط نہ کیا جائے کہ وہ ان کے بندے بچے تک سب تباہ کر ڈالے میرے پروردگار نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا اے محمد جب میں کسی بات کا فیصلہ کر چکتا ہوں تو وہ اٹل ہوتا ہے تمہاری امت کے بارے میں یہ بات تو میں نے منظور کی کہ ان کو عام قحط سے ہلاک نہ کروں گا اور ان پر کسی غیر دشمن کو اس طرح مسلط نہیں کروں گا کہ وہ ان کا ختم و مٹاؤ اس وقت تک کہ وہ خود ہی ایک دوسرے کو ہلاک کرنے اور قید کرنے کے درپے نہ ہو جائیں۔ (مسلم شریف)

(۸۱۵) بارگاہ رب العزت نے اپنے حبیب کو نہ معلوم کن کن خصوصیتوں سے نوازا ہر گان کی تخیل تو دی جانے لیکن یہاں ایک عجیب نظارہ کا ذکر ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جیسے کبھی کبھی آپ کو جنت و جہنم جیسی وسیع مخلوق کا نقشہ کسی دیوار پر دکھایا گیا ہے ایسے ہی ایک بار سالار گروہ زمین اس طرح سمیٹ کر آپ کو دکھلا دیا گیا جیسا کسی بڑی چیز کے ذریعہ کو چھڑا کر کے دکھایا جاتا ہے اسی قسم کا ایک نظارہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں بھی دکھایا گیا تھا وکن لا یزنی ابراہیم ملکوت السموات الارض لیکن غم کے نافر ہے کہ کیا اس نظارہ کو علم سے تعبیر کئے ہیں ایک انسان پیادہ کی چوٹی پر چڑھ کر سطح زمین کی بڑی سے بڑی آبادی کا مشاہدہ کر لیتا ہے بڑے بڑے دیہات اس کو ناگے کی طرح بیٹے ہوئے نظر آجاتے ہیں اور بڑی بڑی عمارات اس کی آنکھوں کے سامنے غنچوں کی شکلوں میں نمایاں ہوتی ہیں مگر کیا اس کو اپنے اس وسیع مشاہدہ میں ہر روزہ کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ ذرا انصاف کیجئے کہ اگر وہ اپنے اس غیر معمولی نظارہ کو بیان کرے تو کن الفاظ سے بیان کرے گا۔ اس کے الفاظ میں کتنا غم ہو گا لیکن پھر بھی اس مشاہدہ میں اس کو علم کتنے حصہ کا ہو گا اگر آپ ان حسی واقعات سے اس غیبی جنت کو بھی سمجھنے کی کوشش کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ بہولت یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

(۸۱۶) عَنْ جَابِرٍ أَنَّ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَمَّا كَذَّبَ بَنِي قُرَيْشٍ مُحَمَّدٌ فِي الْحَجِّ وَعِنْدَ سَلَمٍ فَسَأَلْتَنِي عَنْ أَشْيَاءَ لَمْ أَتَيْتُهَا فَاذْكُرْ بَيْتَ كَرَامًا كَرُمْتُ مِثْلَهُ فَعَلَى اللَّهِ بَيْتُ الْمُقَدِّسِ نَطَقْتُ أَخْبَرْتُهُمْ عَنْ آيَاتِهِمْ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَعِنْدَ سَلَمٍ مَرَّ فَعَدَّ اللَّهُ لِي أَنْظُرَ إِلَيْهِ مَا يَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَمَّا تُهَمُّ.

(۸۱۷) عَنْ أَنَسٍ قَالَ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ غَضَبَانُ فَخَصَبَ النَّاسَ فَقَالَ لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ الْيَوْمَ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ بِهِ وَفَعَلْتُ فَرَأَى أَنَّ جَبَدَهُ مِثْلَ مَعَهُ.

(۸۱۶) جابر روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جب قریش نے مجھے جھٹلایا تو میں اس وقت حمزہؓ کھڑا ہوا تھا اور سلم شریف میں ہے کہ قریش نے مجھ کو بیت مقدس کے متعلق ایسے ایسے سوالات کرنے شروع کئے جن کا مجھے اچھی طرح دھیان بھی نہ رہا تھا اس وقت مجھے ایسی محنت کوفت ہوئی کہ اس سے قبل کبھی نہ ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت بیت مقدس میری آنکھوں کے سامنے کر دیا اور میں دیکھ دیکھ کر ان تمام باتوں کے جوابات ان کو دیتا رہا اور صحیح مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میرے سامنے اس طرح اٹھا کر رکھ دیا کہ میں اس کو دیکھنے لگا اور میں بات کو وہ مجھ سے دریافت کرتے فوراً دیکھ کر ان کو بتا دیتا۔

(۸۱۷) انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور اس وقت آپ پر غصہ کے آثار تھے آپ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دے کر فرمایا آج تم مجھ سے جو جو

(۸۱۶) صحیح مسلم کی اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوئیں (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کو کمالِ بیداری ان آنکھوں سے دیکھا تھا۔ (۲) اس کی بہت ہی چشم دیر باتیں آپ کے حافظہ سے محفل گئی تھیں بلکہ اس وقت آپ نے شاہان کو ضرور دیکھا بھی نہیں تھا۔ (۳) کسی چیز کے مشاہدہ سے اس کا دل بیدار علم حاصل ہونا ضروری نہیں۔ (۴) مشاہدہ سے جتنا علم حاصل ہوتا ہے اس کا بقا و دوام بھی ضروری نہیں۔ (۵) عقلی علم تفصیلی علم کو مستلزم نہیں۔ (۶) تفصیلی علم کو مستلزم نہیں۔ ان امور سے یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عجیبی مشاہدات کی ذمیت اگرچہ دی تھی جو عالم بیداری کے مشاہدات کی ہوتی ہے لیکن جس طرح کسی چیز کے خوردبین سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے ہر گوشہ کا علم حاصل ہو جائے اسی طرح اس کی عقل سے بھی اس کا تفصیلی علم حاصل ہونا ضروری نہیں ہوتا بلکہ جو اجالی انکشاف بیان ہو جاتا ہے اس مشاہدہ کے بعد اس کا تہا بھی ضروری نہیں ہوتا۔ اس قسم کے علم کے افانہ کا مقصد نفس انسانی میں کمال کی استعداد پیدا کرنی یا صرف ایک اکرام اور تشریف ہوتی ہے جس طرح علوم و رسمیک تعلیم کا مقصد بھی صرف ملک و مہد پیدا کرنا ہوتا ہے خود ان علوم کا استحضار نہیں۔

(۸۱۷) یہ روایت صحیح بخاری میں بھی موجود ہے اور علم انسانی کے زیرِ عنوان ترجمان السنہ جلد اول میں بھی گزر چکی ہے

قلت فذكر الحديث الى ان قال فقال عمر يا رسول الله انك انما احببتني عهدا بجاهلتي فلا
 تُبد عليا سوا اتنا فاعف عفا الله عنك - رحمه الله ابو يعلى قال الهيثمي ورجال الصحيح
 (۸۱۸) عَنْ حَذِيفَةَ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَاتَرَفًا شَيْئًا
 يَكُونُ إِلَى يَكْلَمِ السَّاعَةِ إِذَا حَدَّثَ بِهِ حِفْظُهُ مِنْ حِفْظِهِ وَتَسْمِيَةٍ مِنْ لَيْبِهِ قَدْ عَلِمَهُ أَحْصَانِي
 هُوَ كَوْنُهُ وَأَنَّهُ لِيَكُونَ مِنْهُ الشَّيْءُ قَدْ تَسَمَّيْتُ فَأَرَاهُ فَأَذْكُرُهُ كَمَا يَذْكُرُ الرَّجُلُ وَجْهَ الرَّجُلِ
 إِذَا غَابَ عَنْهُ ثُمَّ إِذَا أَرَاهُ عَرَفْتُهُ (متفق عليه)
 وعندنا داود عن أبي سعيد الخدري قال قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سوالات کرو گے میں تم کو جوابات دوں گا۔ راوی کہتا ہے کہ ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ اس وقت حضرت
 جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے ساتھ ساتھ ہیں۔ اس کے بعد راوی نے پورا واقعہ بیان کیا یہاں تک
 کہ آخر میں حضرت عمرؓ کا یہ قول ذکر کیا یا رسول اللہ! ہم لوگ ایسے ہیں کہ ہمارا کفر کا دورا بھی قریب ہی گزرا ہے
 آپ ہماری غلطیوں اور عیوب پر سخت گیری نہ فرمائیں اور ان سے درگزر فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ کے
 درجہ بلند فرمائے۔ (ابو یعلیٰ)

(۸۱۸) حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان خطبہ دینے
 کے لئے کھڑے ہوئے اور قیامت تک جو حروقات بھی رونما ہونے والے تھے آپ نے سب ہی بیان
 کر ڈالے۔ جس نے یاد رکھے، یاد رکھے اور جس نے بھلا دیئے، بھلا دیئے۔ یہ بات میرے پیٹ رفقا بھی جانتے
 ہیں اور ایسا ہوتا رہتا ہے کہ مجھے کوئی بات فراموش ہو جاتی ہے لیکن جب وہ میری آنکھوں کے سامنے
 آتی ہے تو پھر مجھ کو اسی طرح یاد آ جاتی ہے جیسا ایک آدمی کہیں غائب ہو جائے پھر وہ اس کا چہرہ
 سوچتا رہے اور جب اس کو دیکھ پائے تو فوراً پہچان لے۔ (متفق علیہ)

ابو داؤد میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار
 عصر کے بعد خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور جو حروقات قیامت تک ظہور میں آنے والے تھے وہ سب

مکریہاں سند ابو یعلیٰ کی روایت میں صحابہ کے ان الفاظ کی زیادتی اور ہے دغ نری ثم اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کے
 نزدیک آپ کے فرمان تم مجھے جو سوال کرو گے میں اس کا جواب دوں گا کی بنیاد یہ نہ تھی کہ نبی کو ہر وقت ہر بات کا علم
 حاصل ہوتا ہے بلکہ اس قسم کے اوقات میں حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے ساتھ ہوتے ہیں اور بذریعہ وحی اسی وقت
 آپ کو سائلین کے سوالات کے جوابات کی اطلاع دیدی جاتی ہے۔

خَوَّلَيْنَا بَعْدَ الْعَصْرِ فَلَمْ يَدْعُ شَيْئًا يَكُونُ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا ذَكَرَ حِفْظَهُ مِنْ حِفْظِ
وَتَبَيَّنَ مِنْ نَبِيَّةٍ - (الحديث)

(۸۱۹) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ وَاللَّهِ مَا أَدْرِي أَلَيْسَ أَصْحَابِي أَمْ تَنَاسُوا دَاشُو مَا شَرَكُوا

آپ نے ذکر کر دیئے جس نے یاد رکھے یاد رکھے اور جس نے بھلا دیئے بھلا دیئے الہ -

(۸۱۹) حذیفہ بیان فرماتے ہیں، خدا کی قسم میں نہیں سمجھتا کہ میرے رفقاء فی الواقع بھول چکے ہیں یا وہ تجاہل عارفانہ کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے خاتمہ تک فتنوں کا کوئی ایسا سرخسہ نہیں

(۸۱۹) پہلی حدیث میں بزرگ مشائخ کے لفظ میں اگرچہ بہت عموم ہے لیکن یہ علم ایسا ہی ہے جیسا وادعت من کل نبي میں کی گلام کے معنی سمجھنے کے لئے مشکل و مخاطب کے مفروضات اور ماحول کے اقتدار سے قطع نظر نہ کرنی چاہئے سوچو کہ اگر یہاں آپ نے تمام واقعات پر سے استیجاب کے ساتھ بیان کر ڈالے تھے حتیٰ کہ ریت کے ذرات اور بادش کے قطرات بھی تو اول تو صحابہؓ کے سامنے اس قسم کے علم بیان کرنے سے نبوت کے کس باب کی تکمیل ہوتی تھی؟ پھر کیا اس کے بعد تمام صحابہؓ کو بھی عالم الغیب کہنا صحیح تھا۔ اور اگر انسان کے بعد وہ عالم الغیب نہیں رہے تھے تو پھر ریت کے لئے ان کو عالم الغیب بنانے سے کیا فائدہ تصور تھا پھر کیا اس کا کوئی قطعی ثبوت دیا جاسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کبھی بنیاد طاری ہی نہیں ہوا تھا۔ سیدھی سی بات یہ ہے کہ اس مجلس میں آپ نے فتن احقائیر فتن کے متعلق کوئی بسیط بیان فرمایا تھا اور اس سلسلہ میں اس درجہ تفصیل فرمائی تھی کہ سننے والوں کا تخمینہ یہ تھا کہ آپ نے اب کوئی اہم نکتہ اٹھائیں دیکھا جس کو اس وقت ذکر نہ کر دیا ہو۔ اسی اہم نکتہ کو حذیفہ کی دوسری حدیث میں کھول دیا گیا ہے جس امت میں فتنوں کی کثرت مقدور تھی اس کے نبی کے لئے یہ باب کتنا اہم تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ہلکی پوری توضیح و تفسیر سے کام لیا ہے اس علم کے سب سے زیادہ صحیح مطلب حضرت رسالت کی نگاہ میں غالباً حذیفہ ہوں گے اسی لئے اس نوع کی اکثر حدیثیں انھیں سے مروی ہیں ان کے تتبع سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہاں الفاظ حدیث کا تمام رخ اسی قسم کے واقعات کی طرف ہے۔ دنیا کے غیر متعلق حوادث سے ان کا کوئی تعلق نہیں یہ کتنا مضحکہ خیز خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مجلس میں کمیوں اور خشات الارض تک کے اعداد و شمار پیش کئے ہوں اور اسی قسم کے ایسے غیر متناہی امور کا تذکرہ فرمایا جو جن سے امت کی ہدایت کا ذرہ برابر بھی تعلق نہ ہو اس قسم کی خوش عیندی سے مقام رسالت کی جہد صرف اپنے ہی ذہن میں ثابت ہو تو ہو مگر کوئی دانشمندان اس کو اہمیت نہیں دیکھا۔ قالی اللہ اشکلی۔

اس جگہ ایک اہم نکتہ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ علم حصولی کی جو قسم یہی ہے اس پر بنیاد طاری ہو سکتا ہے یہاں جب اس شی کی صورت دیکھ کر انسانی سے غائب ہوجاتی ہے تو اس کا علم ہی غائب ہوجاتا ہے۔ علم کی دوسری قسم حدیث کو علم حضوری کہا جاتا ہے صورت کے واسطے سے نہیں ہوتا بلکہ یا تو خود وہ شی عالم کا عین ہوتی ہے یا اس کا معلول ہوتی ہے یا اس کی صفت ہوتی ہے۔ اس لئے یہاں ذہل ممکن نہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو غیب کا جتنا علم بھی ہوتا ہے وہ سب

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدٍ فَنُتْرِلِي أَنْ تَقْضِيَ اللَّهُ شَيْئًا يُلْهِمُ مَنْ مَعَهُ مَلَكًا
فَصَاعِدًا إِلَّا قَدْ سَمَّاهُ لَنَا بِاسْمِهِ وَلَا سَمٍ إِلَّا سَمٍ فَبَيِّنْ لَنَا - (مرآۃ ابوداؤد)

چھوڑا جس کی جماعت میں سویا اس سے اوپر تک پہنچی ہو مگر اس کا اور بس کے باپ اور قبیلہ کا
نام لے لے کر ہم کو بتا دیا ہے۔ (ابوداؤد)

علم حصول کی صورت میں ہوتا ہے یعنی حق تعالیٰ ان پر ان علوم کا اس طرح افاضہ فرمادیتا ہے کہ ان کی صورت ان
کے ذہن میں منتقل ہوجاتی ہے۔ مثلاً کئی نبی کے ذہن میں یہ افادہ فرمادیتا ہے کہ فلاں شخص کے باپ کا نام یہ ہے یا
فلاں واقعہ اس طرح ہو گا گو تعلیم کی جو صورت عام انسانوں میں علم و تعلم کے درمیان صورت ہے اسی نوع کی کوئی صورت
حق تعالیٰ اپنے اہل رسول کے درمیان پیدا فرمادیتا ہے سب وہ خواہ ملک کے ذریعہ سے ہو یا بلا واسطہ ملک ہو لیکن
خود حق تعالیٰ کے علم کی نوعیت اس طرح نہیں اس کے سامنے سارا عالم خود حاضر ہے اسی لئے اس کی جناب میں غیب و
شہد کی کوئی تقسیم نہیں یہ تقسیم صرف ہمارے کاؤسے ہے۔ اسی لئے جن لوگوں نے رسول کے منتقل کلی علم غیب کا دعویٰ
کیا ہے ان کو انبیاء علیہم السلام کے منتقل حاضر و ناظر ہونے کا دعویٰ بھی کرنا پڑا ہے گو یہ کائنات کے ایک ایک ذرہ کے
ساتھ جس نوعیت سے محدود کار عالم کی محبت ہے۔ اسی نوعیت کی محبت انبیاء علیہم السلام کی بھی تسلیم کی ہے۔
پس یہاں صرف یہ غور کرنا نہیں ہے کہ عالم کی تمام جزئیات کا علم انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے یا نہیں بلکہ ان کے
حاضر و ناظر ہونے کا مسئلہ بھی اسی کے ساتھ لپٹا ہوا ہے اب دیکھنا ہے کہ کیا قرآن کریم سے ان کے علوم کی بھی
نوعیت ثابت ہوتی ہے اور کیا نام جہاں میں حق تعالیٰ کی طرح ان کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوتا ہے (واللہ اعلم بالصواب)
و واضح ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کو کئی کائنات کا علم علیٰ حضوری ہے تو پھر بھی کیا بزرگ
کہ تمام کائنات ان کی معلول ہیں اور وہ ان کی علت ہیں اسی لئے جس جماعت نے رسولوں کے عالم انبیاء پر کیا
دعویٰ کیا ہے اس نے تو صاف افظوں میں آپ کو عالم کی علت تو نہیں کہا مگر معروف اور کار ساز ہونا تسلیم کر لیا ہو
یہاں تک کہ افظوں میں یہ بھی اقرار کر لیا ہے کہ احمد و احد میں صرف ایک حرف بیم ہی کا ہمدون تھا جو شب و صبح
میں اٹھ گیا تھا کیا اس تعلیم کو رضائی کے عقائد سے کوئی ادنیٰ امتیاز حاصل ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اجداد
موتی اور گھروں کے واقعات کی خبریں بتانے سے ان کی قوم کے مخالفہ لگا کہ یہ خدائی اوصاف میں ایذا
ہوں نہ ہوں یا وہ خدا ہیں نہیں تو پھر اس سے کوئی ایسی نسبت ضرور رکھتے ہیں جس میں اثنینیت کے ساتھ اتحاد
کی بھی گنجائش ہے۔ اگر اسلام کی وحید بھی یہی ہے تو سوچو کہ اس کو انجیل کی توحید سے کیا امتیاز ہو گا اس قسم کے
عقائد سے شان رسالت کی عظمت تو ثابت نہیں ہو سکتی ہاں شان ربوبیت کی توحید ضرور ہوتی ہو انصاف مطلوب

اللہم ادرنا الحق حقا والباطل باطلا

الطاعة فيما خالف الشرع من الشرك

(۸۲۰) عَنْ عَبْدِ بْنِ حَكِيمٍ قَالَ آمَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي غَنِيٍّ صَلَيبٍ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ يَا عَبْدُ اللَّهِ إِطْرَحْ عَنْكَ هَذَا الْوَشَنَ وَتَجْعَلْنِي نَقْرًا فِي سُورَةِ بَرَاءَةِ أَوْ أَخَذُوا أَجَارَهُمْ وَرُحْبَاهُمْ أَرَبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالَ أَمَّا أَتَمُّهُمْ أَنْ يَكُونُوا يُعْبُدُونَ وَهُمْ وَلَكِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا أَحَلُّوا لَهُمْ شَيْئًا اسْتَحْلَوْهُ وَإِذَا حَرَّمُوا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوهُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِضُهُ لَكُمْ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ حَرْبٍ وَانْجَرَجَ السَّيوطِيُّ فِي الدُّرَرِ لِلشُّرَفِيِّ طَرَفًا (۲۳۵ ص ۲۲)

(۸۲۱) عَنْ الثَّوْرِيِّ بْنِ يَحْيَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَلْقِ - (رواه في شرح السنن)

خلاف شرع امور میں غیر اللہ کی اطاعت کرنی بھی شرک کی ایک قسم ہے

(۸۲۰) عدی بن حاتم روایت کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت میرے گے میں سونے کی صلیب لگی ہوئی تھی آپ نے فرمایا اے عدی اپنی گردن سے اس بت کو نکال پھینک۔ اس وقت میں نے آپ سے سورہ براءت کی یہ آیت بھی سنی۔ اَتُخَذُوا اَجَارَهُمْ اَوْ رُحْبَاهُم اس کی تفسیر میں آپ نے فرمایا خوب سن لو کہ وہ لوگ ان اجارہ رہبان کی مزین عبادت تو نہیں کرتے تھے لیکن جس چیز کو وہ حلال بتا دیتے اس کو وہ حلال سمجھ لیتے اور جس کو حرام کر دیتے تھے اس کو حرام سمجھ لیتے (اسی کو قرآن کریم نے رب ٹھہرانے سے تعبیر کیا ہے۔ (ترمذی شریف)

(۸۲۱) نور بن سمان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خذ ابیتعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں کرنی چاہئے۔ (شرح السنن)

(۸۲۰) شرک کے اقسام کے عنوان کے تحت اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے خلاف شرع اور جس کسی کی اطاعت کرنا بھی شرک کی ایک قسم قرار دیا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شرک ٹھہرانا شرک ہے اسی طرح غیر انسانی اور واجب اطاعت بھی شرک ہے۔

(۸۲۲) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِرَاجَةَ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمُ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ وَأَمْرَهُمْ أَنْ يَسْمَعُوا لَهُ وَيَطِيعُوهُ فَأَعْصَبُوهُ فِي شَيْءٍ فَقَالَ اجْعَلُوا لِي حَظًّا مِمَّا جَمَعْتُمْ لَهُ ثُمَّ قَالَ أَوْ قَدْ دَانَا فَأَوْقَدْ وَانْمَ قَالَ أَلَمْ يَأْمُرْكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَسْمَعُوا لِي وَتَطِيعُوا قَالُوا بَلَى قَالَ فَادْخُلُوهَا فَانْظُرْ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ وَقَالُوا إِنْ تَأْمُرْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّارِ كَمَا نُوَلِّكَ الْإِكَّ حَتَّى سَكَنَ عَصَبُهُ فَطَوَّيْتِ النَّارَ فَلَمَّا رَجَعُوا ذَكَرُوا ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ دَخَلُوهَا فَأَخْرَجُوا مِنْهَا أَبَدًا وَقَالَ لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ - (متفق عليه)

عنایت السلف بسد مداخل الشریک

(۸۲۳) عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عُمَرَ بَلَغَهُ أَنَّ قَوْمًا يَأْتُونَ الشَّجَرَةَ فَيُصَلُّونَ عِنْدَهَا فَتَزَعِدُهُمْ

(۸۲۲) حضرت علی بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹا سا انشکرم ترپ فرمایا اور اس پر ایک انصاری شخص کو لایا اور مقرر فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ اس کی بات سنیں اور اس کا حکم مانیں۔ ان لوگوں نے کسی معاملہ میں اس کو خفا کر دیا اس نے غصہ میں آکر حکم دیدیا کہ آگ جلانے کی لکڑیاں جمع کرو انھوں نے جمع کر دیں اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ ان کو دھکا کر ان کے اگلے باندھو انھوں نے باندھے پھر کہا کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو اس کا حکم نہیں دیا تھا کہ جو میں تم کو حکم دوں اس کو سنا اور ماتا۔ انھوں نے جواب دیا جی ہاں حکم تو دیا ہے اس نے کہا تو پھر اس آگ میں داخل ہو جاؤ یہ سن کر وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور بولے کہ آگ سے بچنے کی خاطر تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھاگ کر آئے تھے (اب اسی میں پھر کیسے داخل ہو جائیں) وہ اسی بحث میں تھے کہ اتنی دیر میں اس کا غصہ فروگیا اور آگ بھی گل ہوگئی۔ جب یہ لوگ واپس ہوئے تو انھوں نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ذکر کیا آپ نے فرمایا اگر کہیں یہ لوگ اس آگ میں داخل ہو جاتے تو پھر اس سے کبھی نہ بچتے۔ پھر فرمایا اطاعت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نہیں ہوا کرتی۔ اطاعت جائز باتوں میں ہوا کرتی ہے۔ (متفق علیہ)

استیصال شرک کے متعلق سلف کا اہتمام

(۸۲۳) نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو یہ خبر ملی کہ لوگ اس درخت کے پاس آکر نازیں پڑھتے ہیں

(۸۲۳) صحیح بخاری میں تصریح موجود ہے کہ یہاں درخت کچھ دنوں بعد ہی اکڑے گا جس کے ذہن سے فرائض پر چکا تھا مگر

ثُمَّ أَمَرَ يَقْطَعُهَا - (رواہ ابن سعد کما فی الصطلاحی)

(۸۲۴) عَنْ عَائِشِ بْنِ رَمِيعَةَ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ يَقْبِلُ الْحَجْرَ وَيَقُولُ إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبِلُ مَا قَبَلْتُمْ (متفق علیہ)

جس کے نیچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار صحابہ سے بیعت لی تھی اس پر انہوں نے ان کو ڈانٹا اور درخت کے کاٹنے کا حکم دیدیا چنانچہ حسب الحکم وہ کاٹ دیا گیا۔ (ابن سعد)

(۸۲۴) عائشہ بن رمیعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو حجر کو بوسہ دیتے دیکھا وہ بوسہ دیتے جاتے اور یہ فرماتے جاتے میں خوب جانتا ہوں کہ تو صرف ایک پتھر ہے نہ نفع دیکھتا ہے نہ نقصان اگر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو ہرگز تجھ کو بوسہ نہ دیتا۔ (متفق علیہ)

اس کے باوجود لوگ یونہی جھنسی طہر کی درخت کے پاس اگر تبرکنازیں پڑھنے لگے تھے حضرت عمرؓ کی شان حرم و احتیاطتہ بروقت اس طرف تو جبر کی وہ جانتے تھے کہ بعض مرتبہ تبرکات کی حد سے زیادہ تعظیم آئندہ جبل کران کی عبادت کا پیش خیمہ ہوجاتی ہے ان حالات میں ایک مشکوک تبرک کے قائم رکھنے سے یہ بدرجہا بہتر تھا کہ اس منصفہ شرک کو جڑ سے ختم ہی کر دیا جاتا۔ اس حدیث سے تبرک آثار الصالحین کے خلاف شک کرنا بھی زیادتی ہے۔ مستند تبرکات اگر انہی پر رکھے جائیں تو بلاشبہ تبرکات کا موجب ہیں ان کا استعمال بھی بے اعتدالی ہے اور فرضی تبرکات کو عوام کے سامنے ایک تماشہ بنائے رکھنا بھی ایک فتنہ کا دروازہ کھولتا ہے۔

(۸۲۴) یہ پتھر کتنا ہی متبرک پتھر ہی، جنت سے آیا، زمین میں میں اللہ کرے لایا، نہ معلوم کتنے انبیاء علیہم السلام اور عطا کر کے اس کو بوسہ دیئے اور نہ معلوم کیسے کیسے خواص کا وہ حال بھی ہے۔ مگر ان سب اوصاف کے باوجود وہ نبی عربی رضوانہ علیہ کے ایک زیر تربیت صحابی کی نظر میں ایک پتھر ہی رہا۔ دیکھو وہی حضرت عمرؓ ہیں جو غیر مستند تبرک کی توجہ کاٹ دیتے ہیں اور اس کے ساتھ کوئی ایسا نیا معاملہ کرنا پسند نہیں فرماتے جو پڑھ کر آئندہ کسی ادنیٰ فتنہ کا موجب ہو سکے اور پھر یہی وہ ہیں جو ایک مستند پتھر کے سب سے بڑے محافظ بنے ہوئے ہیں، یہ اس کو بوسہ تو دیتے ہیں مگر اس کی بجا تعظیم کے جذبہ میں نہیں بلکہ رسول عربی کے والہانہ اتباع کے جذبہ میں اور اپنے اسی مہمانہ انداز میں اپنی زبان سے ایسے توجیدانہی سے لبریز کلمات بھی ادا فرماتے جاتے ہیں جن کے بعد امت کے کسی بوسہ دینے والے کی نظر میں اس پتھر میں اتباع رسول کے سوا اور کوئی کشش ہی باقی نہیں رہتی۔

پھر ایک باب پہلے بھی تنبیہ کر آئے ہیں کہ مناسب انداز میں کسی حقیقت کا اظہار تو میں شمار نہیں ہوتی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حجر اسود ایک بہت بڑا متبرک پتھر ہے، اس کی تقبیل بڑی سعادت اور اس کا مس کرنا نبی آدم کی خطاؤں کے لئے قہر آب ہے لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اس میں نفع و ضرر رسائی کی کوئی ادنیٰ طاقت بھی نہیں۔ اس لئے اس کی ذات سے ان اوصاف کا سلب کرنا ہرگز اس کی توہین شمار نہیں ہو سکتی۔ ہاں ان کلمات کا بلا داعیہ اور بلا سبب یونہی شغلہ لگائے رکھنا بھی فعلی عبث ہوگا لیکن یہی اگر اپنے گرد و پیش کسی غلط فہمی کے ازالہ کے لئے ہوں تو بیشک بر محل اور ضروری بھی ہیں۔

الفاق واقسامہ

اسلام کی تاریخ میں ایک گروہ اہتیار درجہ خطرناک گذرا ہے جس کو منافق کہا جاتا تھا۔ کفار تو اسلام کی دشمنی کھلم کھلا کر کے اپنے دلوں کی بھڑاس نکال لیا کرتے تھے اور یہ مارا ستین بن کر اندر ہی اندر اس کی جڑ کاٹنے کی فکر میں لگے رہتے۔ بظاہر تو وہ سب کچھ کرنے کو تیار نظر آتے جو خلعین صحابہ کرتے، مگر باطن اسلام کی بیخ کنی میں کھلے کافروں سے بھی دس قدم آگے رہتے۔ حافظ ابن تیمیہ (کتاب الایمان میں) لکھتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں کفار چونکہ پورے اقتدار و طاقت کے مالک تھے اس لئے یہاں تو انھیں اسلام کی برباد دشمنی سے کوئی امر ملنے نہ تھا۔ لیکن مدینہ طیبہ میں اگر جب اسلام کو بھی طاقت و شوکت میسر آنے لگی تو اب پہلے کی طرح علی الاعلان دشمنی کرنے کا ان کو حوصلہ نہ رہا اس لئے اب عداوت کی شکل بدل دینی پڑی اور یہیں سے ففاق کی بنیاد قائم ہو گئی۔ یعنی بظاہر مسلمانوں کے ساتھ رہنا اور اندرونی طور پر کافروں کا ہمنوا ہونا جب مسلمانوں میں آجیٹا تو ان کی سی باتیں بنادینا اور جب کافروں میں جانا تو اپنا قلبی رجحان ان کے ساتھ ظاہر کرنا۔ اس جماعت کی اتنی اہمیت محسوس کی گئی کہ ان کے نام پر مستقل ایک سورت ”المنافقین“ تبارک و تعالیٰ فرمادی گئی اور اس کے علاوہ بھی قرآن کریم میں ان کی وسیع کاربوں سے مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا۔

عجب ہے کہ اتنی تفصیلات کے باوجود اس جماعت کی صحیح تشخیص و تشخیص میں کیسی غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں کسی نے تو یہ خیال کر لیا کہ یہ جماعت مسلمانوں ہی کی ایک جماعت تھی اور اپنے آپ کو مسلمان ہی سمجھتی تھی البتہ ان کے ایمانوں میں کامل مومنین کا سا جذبہ نہ تھا اور کسی نے یہ سمجھ لیا کہ یہ کافروں کی کوئی جماعت تھی جو کہیں سے اگر مسلمانوں کے بیس میں جاسوسی کی خدمت انجام دیا کرتی تھی۔ یہ دونوں باتیں ایک واضح حقیقت کے معنی رو جانے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ یہ کافروں کی جماعت تھی جو اپنے فطری جھن لود بزدلی کی وجہ سے نہ کھلم کھلا مقابلہ کی طاقت رکھتی تھی اور نہ اپنے قلبی کفر کے باعث کشادہ دلی و اسلام قبول کرنے کی روادار تھی اس کے متعلق یہ سمجھنا کہ وہ اپنے آپ کو حقیقۃً مسلمان سمجھتی تھی منافقین کی اس تاریخ کو جو قرآن کریم نے بیان فرمائی ہے قطعاً بدل دینے کے مراد ف ہے یہ، درست ہے کہ ان کی اولاد میں خالص مومن بھی تھے مگر کیا کافروں کی اولاد میں کوئی خالص مومن نہ تھا پھر مگر کے کسی فرد کے خالص مومن ہو جانے سے یہ نتیجہ کیسے اخذ کیا جاسکتا ہے کہ جس کو منافق کہا گیا تھا وہ بھی مسلمان تھا اور اپنے نفس کو مسلمان ہی تصور کرتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ منافقین نے کبھی دل سے اسلام قبول نہیں کیا۔

اور ہمیشہ حقیقت کا وہ اپنی محفلوں میں اعلان کرتے رہے۔ اگر بالفرض وہ ایسا کر لیتے تو وہ کھلے ہوئے کفریات جو شب و صفیان کی زندگی کا شعلہ بنے ہوئے تھے کہو مگر ان سے سرزد ہو سکتے اس لئے سمجھنا غلط ہے کہ نفاق کی حقیقت کفر و ایمان کے درمیان ہے جس کی انتہا کفر تک بھی ہو سکتی ہے بلکہ وہ ایسے بغض ایانی کا نام ہے جو ایسے زشت اعمال کا شمار ہو کہ اگر وہ اعمال کسی مومن سے بھی سرزد ہو جائیں تو اس پر نفاق کی تہمت لگ جائے پس نفاق کی حقیقت ایمان و کفر کے درمیان نہیں بلکہ کفر سے بھی بالاتر ہے اور اسی وجہ سے قرآن کریم نے ان کا مقام مدغض میں کافروں سے بھی نیچے بیان فرمایا ہے اور اسی لئے ان کی تفصیل میں بڑا اہتمام فرمایا ہے۔ تصدیق و اقرار ایمان کے دور کن ہیں۔ اور ان کے لحاظ سے یہاں عقلی طور پر بھی تین قسمیں پیدا ہو جاتی ہیں اگر وہوں موجود ہوں تو وہ مومن ہے اگر وہوں نہ ہوں تو کھلا کافر ہے۔ اگر صرف اقرار ہو اور تصدیق نہ ہو تو یہ منافق ہے۔ حافظ ابن تیمیہ کی تفسیر سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ صورت صرف اسلام کی طاق و شوکت کا تجویز تھی۔ وہی کہ جو کہ کرم میں علی الاعلان مقابل تھا اسلامی شوکت کے بعد اب اس صورت میں بدل گیا تھا۔ لہذا یہ سمجھنا بھی غلط ہے کہ یہ کافروں کا گروہ ملاؤں میں کہیں باہر سے جاسوس بن کر آگیا تھا بلکہ ان ہی کافروں کا یہ ایک بد نصیب گروہ تھا جو اپنے دیگر بھائیوں کی طرح اسلام تو قبول نہ کر سکا بلکہ برعکس کفر کے اسی قعر مذلت میں پڑا رہا جیسا کہ صحابہ کا دوسرا گروہ بھی کہیں باہر سے نہیں آیا تھا ان ہی میں سے پیدا ہوا تھا کہ وہ خوش نصیب جماعت تھی جو قلبے قالب کے ساتھ آپ کی جاں نثاری اور آخر شرف صحابیت سے مشرف ہو گئی مگر جس کا ایمان صرف زبان تک رہا اور اس کا قلب بدستور کفر میں ڈوبا رہا وہ بد نصیب کافروں ہی کی صف میں گھر ڈال رہا جس نے خود ہی اپنے نفس کو کافروں میں شامل رکھنا پسند کیا ہوا اس کو اسلام اپنے وفا داروں کی فہرست میں کیونکر شمار کرتا۔ پس نہ تو منافقوں کی جماعت کہیں باہر سے جاسوس بن کر آئی تھی اور نہ صحابہ کی جماعت کہیں باہر سے آپ کی ہمدین کر آئی تھی بلکہ یہ دونوں جماعتیں اپنے اپنے جذبات اطاعت و وفاداری کے فرق سے ان ہی کافروں میں بن گئی تھیں جنہوں نے کسی قسم کی کوئی حرکت بھی نہ کی تھی وہ اب بھی اسی جگہ تھے جہاں آپ کی بعثت سے قبل کمرے تھے ہاں آفتاب رسالت کے طلوع کے بعد ان کی ناحق شامی کا جرم اب اور زیادہ قابل مواخذہ بن گیا۔

دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ جب کبھی کوئی اصلاحی تحریک پیدا ہوئی ہے تو اس فضا میں یہ تینوں قسم کے گروہ پیدا ہوتے رہے ہیں۔ ایک اس کو پوری طرح تسلیم کرنے والا، دوسرا پورا مد مقابل اور تیسرا وہ گروہ جو اندرونی طور پر اپنے خیالات کا حامل نہ کر صرف ظاہر میں شامل ہونے والا۔ یہ تیسرا گروہ ہمیشہ دوسرے کے

بھی زیادہ خطرناک سمجھا گیا ہے کیونکہ وہ تو کھلا ہوا دشمن ہوتا ہے اور یہ دوست نادر دشمن۔ اسلام ایک ایسے مضبوط و مستحکم عقد کا نام ہے جس میں جزم و اعتقاد کے لحاظ سے ذرا بھی تردد کی گنجائش نہیں ہوتی۔ جس اعتقاد کا یہ عالم ہو کہ اس میں ہمہ وقت تردد ہی تردد رہے اس کو اسلام نہیں کہا جاسکتا۔ بالخصوص جبکہ قلب عداوت سے معمور ہوا اور جو بظاہر نائشی انبیاء ہو اس میں بھی تذبذب، کسبندی، ریاکاری اور فتنہ پردازی کے آثار کھلے طور پر نمایاں ہوں۔ ایسے ایمان کو کمزور ایمان نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ اس کا نام کفر ہو گا جس کا رخ ایمان کی طرف کہ جب سبب، گرسدات و سنگیری فرمالے تو ہو سکتا ہے کہ اس ریب و تردد کے عالم سے نکال کر یقین کی طرف راہنمائی فرما دے اور اس وقت اس کا نام ایمان بن جائے گا۔

اب رہی وہ خامی جو قلبی جزم و وثوق و اہل ہو جانے کے بعد ظاہری اعمال میں نظر آتی ہے تو وہ بھی یقیناً ایک بڑی خامی اور بڑی کوتاہی ہے لیکن یہ خامی وہ نہیں جس کے لئے مذہب اسلام میں کوئی گنجائش نہ مل سکتی ہو۔ ایسے مسلمان کو دشمن کی صف میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔ مگر یہ کہ اس کی سیدہ کاری کی نوبت یہ آجائے کہ پھر اس کی قلبی تصدیق بھی مشکوک نظروں سے دیکھی جانے لگے۔ اس لئے منافقین حقیقت کے لحاظ سے کوئی تیسری جماعت نہ تھی وہ کافر ہی تھے مگر انہوں نے اسلام کا صرف ایک لفظ ڈال لیا تھا قلب ان کا بیمار تھا البتہ ان کی زبانیں تندرست نظر آتی تھیں۔ اسلامی صحت کے آثار یہ ہیں کہ قلب و جوارح سب ہی اسلامی رنگ میں رنگین نظر آئیں۔ قلب کے بیمار پڑ جانے کے بعد صرف جوارح کی صحت قطعاً کارآمد نہیں ہو سکتی چونکہ منافق کا ایک رخ ہمیشہ تندرست نظر آتا ہے اور دوسرا اہل باطنی رخ آفت زدہ ہوتا ہے اس لئے اس کا مرض بھی ظاہری صحت کی وجہ سے ادراک میں نہیں آتا اس لئے قرآن کریم نے ان ظاہری تندرستوں کی بیماری پر ان الفاظ میں تنبیہ فرمائی ہے "فی قلوبہم مرض" ان کی بیماری ان کے قلوب میں ہے۔ اور جب قلب بیمار ہو تو ان کے جوارح کی سلامتی بے سود ہے۔ اب حسب ذیل آیت کو پڑھئے۔

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا لَوْ أَنَّهُمْ
إِنَّا لَنَرُّوهُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ
لَمُرْسِلُهُمْ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ
لَكَاذِبُونَ۔ (المنافقون)

اے پیغمبر آپ کے پاس یہ منافقین آتے ہیں تو آپ کو خوش کرنے لگیں
کہہ دیتے ہیں کہ ہم دل سے قائل ہیں کہ آپ جینک خدا کے رسول
ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ آپ جینک اس کے رسول ہیں مگر اللہ تعالیٰ
اس کی گواہی دے دے کہ یہ منافق جھوٹ کہتے ہیں۔

اے قاضی جیسا دئی اس متن کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "و نفوسہم کاذبہ مؤمنہ بالکفر والاعتقاد و معاذاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
اس جماعت کے قلوب کفر اور بد اعتقادات پر جلد رات محضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت کے مریض تھے۔"

اس آیت میں یہ بات خوب واضح کر دی گئی ہے کہ منافقین ظاہر میں جتنے کٹر مسلمان بننے ہیں اللہ اس کی شہادت دیتا ہے کہ وہ باطن میں اتنے ہی کٹر کافر ہیں اگرچہ ان کا دوسرا رخ یعنی جسم کتنا ہی تندرست نظر آئے۔

فَلَا ذَرَاءَ يَنْفَعُكَ أَجْسَاؤُهُمْ
وَلَنْ يَقُولُوا أَسْمَعُ لِقَوْلِهِمْ كَأَقْمَرٍ
خُشْبٌ مِّنْ سَكَنٍ يَّخْتَبُونَ كُلَّ
صَيْعَةٍ عَلَيْهِمْ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ
فَاتْلُوهُمْ اللَّهُ أَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ
دَلِيلٌ إِنْ كَانُوا لَهُمْ إِيْمًا
(المنافقون)

دلے پنیر اگر آپ ان کو دیکھیں تو ان کے ظاہری ڈیل ڈل
آپ کی نظر میں گھپ جائیں اور بات کہیں تو اس فصاحت
کتاب پرے ذوق و شوق سے اس کو سنیں آپ کے سامنے
اس طرح ٹیک لگا لگا کر بیٹھے ہیں گو انہوں نے کتے
ہیں جو دیواروں کے سہارے لگے رکھے ہیں ہر ایک زور کی
آواز کو سمجھتے ہیں کہ ان ہی پر طرانی (آپ کے جانی دشمن) ہی ہیں
تو آپ ان سے بچتے رہئے ان کو ضلک مار کر مرچے چلے جا کر یا۔

آیت مذکورہ میں ہم العدو (فاحذروہم) آپ کے دشمن ہی ہیں ان سے بچتے رہئے کے الفاظ ان کا باطنی نقشہ
سمجھنے کے لئے کافی ہیں۔ سورہ توبہ میں یہ بات اور صاف کر دی گئی ہے کہ یہ گروہ ہرگز مسلمان نہ تھا صرف
خوف لدرد کی وجہ سے مسلمانوں کے سامنے باتیں بنا دیتا تھا۔

وَيَخْلِفُونَ بِأَنفُسِهِمْ لَئِنْهُمْ لَسِئْتُمْ
وَمَا لَهُمْ مِّنْكُمْ وَلَا تِلْكَ لَهُمْ قَوْلُ
يَعْقُوبَ - (التوبة)

خدا تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم ہی میں سے ہیں حالانکہ
وہ تم ہی نہیں ہیں بلکہ وہ لوگ تم سے دُرتے ہیں (اس لئے
ایسی باتیں بنا دیتے ہیں)

پھر اسی سورت میں ارشاد ہے۔

يَخْلِفُونَ بِأَنفُسِهِمْ لَئِنْهُمْ لَسِئْتُمْ
وَرَسُولُهُ أَحْسَنَ أَلْفَيْنِ
كَانُوا مُؤْمِنِينَ - (التوبة)

تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ کہیں باطنی کرلیں حالانکہ
اگر یہ واقعی مومن ہوتے تو مجھے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس
بات کا زیادہ عقیدہ ہے کہ اسے واقعی دیکھیں۔

سورہ بقرہ اور سورہ نسا میں یہ تصریح ہے کہ منافقوں کا یہ سنیائی ایمان بھی محض حذاع اور مسلمانوں کے ساتھ
ایک قسم کا فریب تھا۔ سورہ منافقون میں بھی ان کی جھوٹی قسموں کا یہی منشا بیان فرمایا گیا ہے اخذوا
ایمانہم جنتہ۔ انہوں نے اپنی جھوٹی قسموں کو اپنی جان و مال کی حفاظت کے لئے صرف ایک ڈھال بنایا
پھر ان کے کمزور فریب کا یہ دائرہ صرف مسلمانوں تک محدود نہ تھا بلکہ ان سے تجاوز کر کے خدائے تعالیٰ کی ذات
عالم الغیب والسرّات تک بھی چلا جاتا تھا بلکہ اس جہاں سے گذر کر محشر تک رہے گا۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالَىٰ تَرَىٰ أَنَّ النَّاسَ - (النسار)
 منافق لوگ اشر قالی سے دعا بازی کرتے ہیں اور وہی ان کو
 دغا کا بدلہ دے گا اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو الٹے
 ہوئے صرف لوگوں کے دکھانے کیلئے۔
 وَهُمْ يَحْبِبُهُمُ اللَّهُ يَجْعَلُ لَهُمُ اللَّهُ مَخْرَجًا وَيُخْلِقُ لَهُ مَا يَخْلُقُونَ لَكُمُ - (صدیہ)
 جس دن اشر قالی ان سب کو قیامت میں پھانسلے گا تو
 اس دن بھی وہ اس کے سامنے قیس کھائیں گے جیسی تمہارے
 سامنے قیس کھاتے ہیں۔

اب رہے ان کے ظاہری اعمال تو ان کی بنیاد بھی ایمان و اذعان پر نہ تھی بلکہ اپنے ظاہری نقاب کی
 صرف ایک پاسداری تھی۔

وَمَا اسْتَعْمُوا أَنْ تَغْلِبَ مِنْهُمُ نَفَقًا لَهُمْ
 إِلَّا أَنْهَزَهُمْ نَفَرًا وَابِلًا مِّنْ سُلُوبٍ
 وَلَا يَأْتُونَ النَّاسَ إِلَّا دَهُمًا كَسَالَىٰ
 وَلَا يَتَفَقَّهُونَ إِلَّا دَهُمًا كَارِيُونَ -
 ان کی خیرات قبول ہونے کی کوئی اور وجہ نہیں بجز اس کے
 کہ انہوں نے اشر اور اس کے رسول کا انکار کیا اور نماز کو
 اتنے ہیں تو بس الٹے ہوئے اور ادا و خدا میں غریب کوئے
 ہیں تو بس مجبور ہو کر بے دلی سے۔

اس آیت میں اس امر کی پوری وضاحت کر دی گئی ہے کہ ان کی ظاہری نماز اور ان کے ظاہری صدقات
 کی طرف نظر نہ کرنی چاہئے وہ محض بے روح ہیں وہ نمازوں میں تمہارے ساتھ چلے تو ضرور آتے ہیں مگر
 طوع و رغبت سے نہیں بلکہ صرف نمائش کے لئے۔ یہی وجہ ہے کہ جن نمازوں میں کھسک سکتے ہیں کھسک
 جاتے ہیں جیسے عشاء و فجر ہے وہ صدقے بھی ضرور دیتے ہیں مگر محض بہ جبران کی نمازیں جو اسلام کا سبک
 بڑا عمل ہیں ذکر کی روح سے قطعاً معری ہوتی ہیں۔ ان میں ذکر اللہ کا صرف اتنا ہی حصہ ہوتا ہے جتنا
 تم کو ان کے ظاہری رکوع و سجود میں نظر آتا ہے مگر ان کے باطن میں کوئی روح نہیں ہوتی اور یہ سب کچھ
 اس لئے ہے کہ وہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے منکر ہیں۔ ان کے اس کفر کو حسب ذیل آیت میں اور
 زیادہ شد و حد سے اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔

اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ
 تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ
 تَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا
 بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
 الْفَاسِقِينَ - (توبہ)
 آپ ان کے حق میں مغفرت کی دعا کریں یا نہ کریں دونوں
 باہر ہیں کیونکہ اگر آپ ان کیلئے ستر بار بھی مغفرت کی دعا کریں
 جب بھی خدا تعالیٰ ان کو بھی نہ بخشنے کا یہ اس بات کا نتیجہ ہے
 کہ انہوں نے اشر قالی اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے لہٰذا
 فاسق قوم کو اللہ تعالیٰ ہر بات نصیب نہیں کیا کرتا۔

وَلَا تَصْلُحُ عَلَىٰ أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَكْبَدًا
وَلَا تَقْعُدُ عَلَىٰ قَبْرِهِمْ إِلَّا تَحْزَنُوا بِلَا نَفْعٍ
وَرَسُولٌ وَمَا تَوْأَدُّكُمْ فَاسْمِعُوا
انہیں سے کوئی مچائے تو آپ بھی اس کے جانے پر ناز نہ کریں
لہذا اس کی قبر پر کھڑے ہیں انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے
ساتھ نذر کیا ہے اور حق کی حالت میں مرے ہیں۔

ان آیات میں ان کا قلبی کفر و معوجہ جس تاکید کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے اس سے زیادہ اور کیا ممکن ہے حتیٰ کہ آپ کی اس پیغمبرانہ دلسوزی کو جو ان کے ساتھ رہ رہ کر پیدا ہوتی تھی اس طرح ختم کیا گیا ہے۔

تَحْزَنُونَ لِكُلِّ أَتْرَافٍ وَلَهُمْ فَسَادٌ
تَرْضَوْنَ عَنْهُمْ قَوْلَ اللَّهِ كَذِبٌ
آپ کے سامنے تھیں کھلتے ہیں تاکہ آپ ان سے راضی
ہو جائیں تو اگر آپ ان سے راضی بھی ہو جائیں جب بھی اللہ تعالیٰ
عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ۔

سورہ توبہ میں ان کے صدری مکتوبات اور جلی خصائل کی اور زیادہ تفصیل کی گئی ہے اور ان کی علامات خوب کھول کھول کر بیان کی گئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔ چاد کے موقعہ پر ہر پھر مچ کر تانا اسکان اس میں شریک نہ ہونا اور اگر شرکت کی نوبت آئی جائے تو اس کا مقصد مسلمانوں میں تفرقہ اندازی اور فتنہ پردازی کے سوا کچھ نہ ہونا۔ نمازوں میں سست اور اعتراض کرنے میں بڑے جہت۔ نہ مسلمانوں کو جھوٹیں نہ خدا کے مقدس رسول کو بخشیں، بڑے باتون، دو طرفہ باتیں ملانے والے، پرلے درجہ کے جھوٹے اور وعدہ خلاف انتہاد جگہ نرمل اور مڈپوک ان کے دلوں کو دیکھو تو ان میں ہمہ وقت تردد و شک کی کھٹک، مگر کفر پر اسی طرح اڑیل۔ اس تمام سورت میں جو چیز ان کی زیادہ تر روغن کی گئی ہے وہ ان کا اندرونی کفر اور غلو رسول اور جماعت اسلام کے ساتھ ان کا بغض و عداوت ہے۔ یہ کچھ ایسے امور نہ تھے جن کو قرآن کریم نے ان کے سر الزام کے طور پر لگایا ہو بلکہ اپنی اس پالیسی کو خود بھی اچھی طرح محسوس کرتے تھے اور اسی لئے براہِ بردار کرتے تھے کہ کہیں اس پالیسی کا راز فاش نہ ہو جائے۔

يَحْذَرُ لَكُنَّا نَقُولُ اِنْ شَرَّ زَلَّ عَلَيْهِمْ
مُؤَرَّعًا مِنْهُمْ مَا قِيْلَ لَكُمْ قُلْ
اَسْتَهْزِئُ بِاللَّهِ فَهِيَ حَرَجًا
خَذَرُونَ۔
خائف اس بات سے خائف رہتے ہیں کہ مبادا پیغمبر کے ذمہ
مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت نازل ہو جائے جو ان کے
دلوں کا راز فاش کر دے آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ
وہ بات ظاہر کرے کہ جس کا تم کو ڈر ہے۔

بلاخرہ جو ان کا یہ خوف سامنے آگیا اور سورہ توبہ میں ان کے قلبی کفر و عداوت کی قلعی کھول کر رکھ دی گئی اس کے بعد ان کے جتنے جیلے پہلے تھے سب مردود قرار پائے۔ اسی لئے اس سورت کا ایک نام فاصمہ بھی رکھا گیا ہے۔

قُلْ لَا تَعْدُوا زُرَّاءَ الْوُثْنِ لَكُمْ قَدْ
 تَبَيَّنَا اللَّهُ مِنْ أَجَابِكُمْ -
 آپ کہہ دیجئے معذرت کی باتیں نہ بناؤ اب ہم تمہارا اعتبار کرنے
 والے نہیں اشرقتالی نے ہیں تمہارے حالات سے پوری طرح
 آگاہ کر دیا ہے۔

قرآن کریم نے جگہ جگہ منافقین اور کافروں کو ایک ہی صف میں شامل رکھا ہے۔ اس سے بھی یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے
 کہ باطنی لحاظ سے یہ کوئی جدا گروہ نہ تھا بلکہ یہ وہی کافر تھے جو اپنی دورخی پالیسی نبھانے اور دوطرفہ فتنے حاصل
 کرنے کے لئے بظاہر مسلمانوں کے ساتھ بھی لگے رہا کرتے تھے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفْرَ وَالْمُنَافِقِينَ
 وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ غَلَبُ عَلَيْهِمْ ذَمًا وَاهُمُّ جَحْدُهُمْ
 وَسَاءَتْ مَصِيرًا -
 اے پیغمبر کافروں اور منافقوں دونوں سے جہاد کیجئے
 اور ان کے ساتھ سختی سے پیش کیجئے ان سب کا ٹھکانا
 دوزخ ہے۔

إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ
 فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا -
 اشرقتالی منافقوں اور کافروں کو دوزخ میں ایک جگہ
 جمع کرے گا۔
 سچے خاص منافقین کے حق میں ہے۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَجَةِ الْأَسْفَلِ
 مِنَ النَّارِ (نساء)
 بیشک منافق دوزخ کے سب سے نیچے کے
 درجے میں ہیں۔

ان دلائل کی روشنی میں یہ کہنا کتنا سخت مشکل ہے کہ منافقین کا گروہ کافروں کا گروہ نہ تھا بلکہ ایمان و کفر کے
 درمیان کوئی ایسا متوسط گروہ تھا جو تھا تو درحقیقت مسلمان مگر ان کا کچھ رجحان کفر کی طرف تھا ہاں اگر
 اس لحاظ سے ان کو متوسط کہہ دیا جائے کہ وہ اپنے ظاہر و باطن کے لحاظ سے نہ مسلمان کہلانے کے قابل
 تھے نہ کافر تو بجا ہو گا کیونکہ ان کے ظاہر کا ایک رخ اگر مسلمانوں کے ساتھ رہتا تھا تو ان کے باطن کا دوسرا
 رخ کافروں کے ساتھ رہا کرتا تھا اسی کو قرآن کریم نے ان کے تذبذب سے ادار کیا ہے۔

مَذْبَنٍ بَيْنَ يَتَيْنِ ذَٰلِكَ لَا إِلَىٰ هُوَ لَا
 وَلَا إِلَىٰ هُوَ لَا
 درمیان میں ٹٹے ہوئے ہیں نہ پورے ان کی طرف ہیں
 اور نہ ان کی طرف۔

اس آیت میں ان کی عملی زندگی کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ ان کے اعتقادی پہلو کا اور جبکہ اسی آیت کے شروع
 میں یہ مذکور ہے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کو بھی دھوکا دیتے ہیں تو پھر ان کے اعتقاد میں بھلا کیا تذبذب ہو سکتا ہو۔
 قرآن کریم کی مختلف آیتوں میں یہ پوری وضاحت موجود ہے کہ ادعا اسلام کو نکالے مطیع نظر اپنی جان و مال کی
 حفاظت کے سوا کچھ نہ تھا۔ اسی نکتہ کی بنا پر قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی ان کے حق میں لفظ اسلام کا

اطلاق آگیا ہے اس کے ساتھ ہی فوراً ان کا کفر بھی بیان کر دیا گیا ہے تاکہ صرف اس ظاہری اطلاق کی وجہ سے ان کے مسلمان ہونے کا شبہ نہ کر لیا جائے۔

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَخُلِعَ
عَلَى قُلُوبِهِمْ (منا فون) تو ان کے دلوں پر پھر لگا دی گئی۔

وَكَفَرُوا بِآيَاتِنَا سُلُوكًا مِّمَّكَ (توبہ) اور انہوں نے اسلام لانے کے بعد پھر انکار کیا۔

اس میں کیا شبہ ہے کہ جب منافقین اپنی زبانوں سے کلمہ اسلام پڑھتے تھے، نماز میں بھی شرکت کر لیتے تھے اور زکوٰۃ بھی دیتے تھے تو ان ظاہری اعمال کے لحاظ سے ان کی طرف اسلام کا انتساب بھی صحیح تھا لیکن جب قرآن کریم نے ان کے کفر یا ظن کی وجہ سے ان کو شخص اور معین طور پر کافر قرار دیا تو اب ان کے کفر میں کسی کو کیوں تامل ہو۔ لیکن کسی کے باطن کا علم چونکہ ہم کو نہیں ہو سکتا اس لئے ہم کو حق نہیں کہ ہم کسی کے ظاہر کو تسلیم کریں۔ اسی لئے حضرت حذیفہ فرماتے تھے کہ آئندہ اب کسی پر یہ حکم نہ لگایا جائے نہ رسولِ وحی کا زمانہ بالکل جدا تھا اس وقت وحی الہی جس کے متعلق نفاق کا حکم لگا دیتی تھی لگ سکتا تھا اب معاملہ صرف ظاہر پر ہے گا جو اسلامی احکام ادا کرے گا مسلمان ہو گا اور جو اس سے منحرف ہو گا کافر شمار ہو گا۔ قلبی حالت کا ہم کو علم ہو سکتا ہے نہ اس بنا پر کسی پر کوئی حکم لگایا جائے گا۔ (بخاری شریف)

تعب ہے کہ جس جماعت میں کفار بداندیش کی ساری ہنگامہ آرائیاں نظر آرہی ہوں، اسلام کے برخلاف ان کے منصوبے برابر چلے جا رہے ہوں، خدا اور رسول کے ساتھ استہزاء ان کے ساتھ عداوت اور مسلمانوں میں باہم تفریق پیدا کرنی ان کا اہم پروگرام ٹھہر چکا ہو، ہر نازک مرحلہ پر مسلمانوں کے قدم اکھاڑنا ان کی ایکیم میں داخل ہو، دشمنوں سے ساز باز کرنا ان کا مستقل نصب العین بنا ہوا ہو، راہِ حق کی کسی قربانی میں وہ پورے نہ اترتے ہوں، اور اسلام کے ہر عمل میں ان کے قدم ہمیشہ لڑکھڑاتے ہوں، دینِ حق کے بارے میں ان کی زبانیں جھوٹی ثابت ہو چکی ہوں، عہد شکنی ان کا شعار بن چکا ہو، اور بے بہتے تنبیہوں کے بعد بھی وہ متنبہ نہ ہوتے ہوں تو کیا صرف ایک زبانی کلمہ پڑھ لینے سے ان کے متعلق یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ دوسرے مسلمانوں کی طرح، بنِ اسلام کو بطور عقیدت قبول کر چکے تھے اور کیا صرف ان نمازوں کی وجہ سے، ان صدقات کی وجہ سے، جس کا منہ صرف نمائش اور اپنی جان و مال کی حفاظت ہو ان کو مسلمان کہا جاسکتا ہے اسی تمام حقیقت کو قرآن کریم نے واضح سے زیادہ واضح طریق پر بیان فرمایا ہے کیا اس کے بعد بھی اس کی گنجائش نکل سکتی ہے کہ نفاق کی حقیقت صرف ایک قسم کا ایمانی ضعف قرار دی جائے جو تڑپ کر کے کفر تک بھی پہنچ سکتی ہے۔ یوں تو صریح کفر بھی شدت سے اترتے اترتے کبھی اسلام کی صورت قبول کر سکتا ہے

اور بڑھتے بڑھتے شدید ترین سکتا ہے مگر کیا اس لئے کفر کو کوئی درمیانی حالت کہا جاسکتا ہے؟ کسی ایک آیت سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ منافقین کا ایمان صرف نائش اور کذب و خداع کے سوا رکھنی حقیقت بھی رکھتا تھا۔ ان کے باطن اور قلب کی وہ رونماد معلوم ہو جانے کے بعد جو قرآن کریم نے ذکر کی ہر ایک لمحہ کے لئے یہ ماننا مشکل ہے کہ وہ اس اسلام کو اپنے خیال میں بھی اسلام تصور کرتے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو ان کو پرلے درجہ کا جھوٹا اور دھوکہ باز قرار دیا جانا۔ کذب و خداع یہ دو خصلتیں آج بھی مسلمانوں میں موجود ہیں مگر منافقین کے کذب و خداع میں بڑی بات باعث شاعت یہی تھی کہ انھوں نے اپنے ایمانوں کی بنیاد ہی ان پر قائم کر دی تھی اب یہ معمولی فریب و کذب نہ رہا تھا جس کا دائرہ باہمی خرب کذب پہنچتا یہ خداع کذب کی وہ صورت تھی جو خدا اور رسول کے ساتھ بھی پیدا کر لی گئی تھی۔ سوچا جائے کہ جو صفات باہم مخلوق میں بھی انتہا درجہ خفیس شمار ہوں اگر ان کو خدا اور رسول کے معاملہ میں بھی جائز سمجھ لیا جائے تو ان کی شاعت کس درجہ پر چا پنے گی۔ ہمارے اس بیان سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جب نفاق اتنی بدقسم کا کفر تھا تو حدیثوں میں اس کی علامات اتنی معمولی کیوں مقرر کی گئی ہیں آئندہ اپنے موقع پر اس سے زیادہ تفصیل آ رہی ہے۔

لیکن یہ واضح رہنا چاہئے کہ جس طرح ایمان و کفر کی قسمیں مختلف تھیں اسی طرح نفاق کی بھی مختلف قسمیں ہیں۔ جس طرح ایک ایمان کامل تھا اور دوسرا ناقص۔ پھر کامل ایمان کے بہت سے شعبوں کو بھی ایمان کہہ دیا گیا ہے یا جیسا کفر ایک وہ تھا جس کی جزاء جہنم میں خود ہے پھر بہت سی نافرمانیوں پر بھی کفر کا اطلاق کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح نفاق بھی چند قسم پر ہے ایک نفاق اعتقادی ہے اور دوسری حقیقی نفاق ہر جس کا تذکرہ آپ الہی سن چکے ہیں۔ پھر اس جماعت کے جو خصائل بد قے ان پر بھی نفاق کا اطلاق کر دیا گیا ہے۔ چونکہ یہ خصائل انسان کی امانت و دیانت کے بالکل برعکس ہوتے ہیں اس لئے ان کو ایک لمحہ کیلئے بھی ایمان کے آثار نہیں کہا جاسکتا بلکہ یہ اس کی اس غفلت کا نتیجہ ہوتے ہیں جو بڑی یا طبع و نبوی کے وجہ سے اس کے ایمان پر طاری کھاتی ہے پھر حسی غفلت غالب آتی جاتی ہے اتنا ہی ان افعال کا مدد بھی بڑھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک وقت وہ آجائے کہ اس کے اعمال کی سطح پر منافقین کے اعمال کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور اس کا نقشہ عمل ٹھیک وہی ہو جاتا ہے جو ایک کھلے منافق کا۔ وہ بولتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، وعدہ کرتا ہے تو پورا نہیں کرتا اور جھگڑے پر آمادہ ہوتا ہے تو حق و باطل میں امتیاز نہیں کرتا۔ ہلکے اس مسلمان کو اعمال ظاہری کے لحاظ سے منافقین سے کوئی بھی امتیاز باقی نہیں رہتا۔ پھر اس کے کما س کے گوشہ قلب میں خدا اور رسول پر ایمان ہوتا ہے اور منافق کے قلب میں یہ بھی نہیں ہوتا لیکن قلبی شہادت ایسی شے نہیں جو آنکھوں سے نظر آئے اس لئے حدیث تو کفر کے اطلاق کی طرح کبھی کبھی

ایسے مسلمان کو منافق کہہ دیتی ہے لیکن فقیہ جس کا موضوع دنیوی احکام ملحوظ رکھتا ہے وہ اگر اس کو مسلمان کہتا ہے تو اس کو اعمال کی شہادت اس کے برخلاف نظر آتی ہے اور اگر منافق کہتا ہے تو اس کا اندرونی ایمان اس کو اس خطاب سے مانع ہوتا ہے اس لئے وہ نفاق کی تعظیم کو نہ پر مجبور ہو جاتا ہے اور ایسے نفاق کو نفاقِ علی کہہ دیتا ہے۔ حدیث اس تفصیل کو پسند نہیں کرتی کہ اس تقسیم سے علی نفاق کی ہیبتِ قلوب سے گھٹی ہے۔ اشرارک بانشر کے باب میں حدیث و فقہ کے اس تعبیری اختلاف کی تفصیل گزر چکی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اصل نفاق تو وہی نفاقِ اکبر یا نفاقِ اعتقادی تھا لیکن جب دورِ انحطاط میں مسلمانوں کے اندر بھی منافقوں کی خصوصی صفات پیدا ہونے لگیں تو اصحاب اصطلاح نے ان کو علی منافق کہہ دیا۔ پس نفاقِ اکبر تو یہ ہے کہ بظاہر اللہ تعالیٰ کی توحید، رسول کی رسالت فرشتے اور حشر و نشر کا اعتقاد رکھنا مگر قلب میں اس کا پورا پورا انکار و انحراف مضمر ہونا۔ اسی حقیقت کو سورۃ منافقون وغیرہ کی گزشتہ آیات میں ادا کیا گیا ہے اور یہی آپ کے دور کا نفاق تھا اسی کو قرآن کریم نے کفر کہا ہے اور حد تک اس نفاق کی وعید بھی اسی کے بارے میں آئی ہے۔

رہا نفاقِ علی تو وہ حضرت حسنؑ کے نظروں میں انسان کے ظاہر و باطن کے اختلاف کا نام ہے اس بنا پر جو شخص باطنی طور پر اسلامی عقائد کا معتقد ہو مگر ظاہری اعمال میں مقصر ہو اس کو علی منافق کہا جاسکتا ہے کیونکہ اس کا ظاہر بھی اس کے باطن کے برخلاف ہے ہاں تنبیہ کے یاق میں اس کو صاف منافق کہا جائے گا البتہ تحقیق کے موقع پر اس کے نفاق کو علی نفاق سے تعبیر کیا جائے گا بھر جو تارکِ صلوة پر کفر کے اطلاق سے مقصد تھا وہی مقصد اس کے منافق کہنے سے رہے گا۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ اس تعبیر کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی یہ صرف مصلحت ہی مصلحت پر مبنی ہوتی ہے یقیناً اس کی بھی بڑی حقیقت ہے اور اس کا منشا یہ ہے کہ نفاقِ علی کبھی کبھی نفاقِ حقیقی کا سبب بھی بن سکتا ہے جیسا کہ بعض اوقات معصیتوں کا ارتکاب کرنے کو نفاقِ حقیقی کی نوبت بھی آسکتی ہے۔ آخر شجرۂ ایمانی اعمالِ ایمانی کی بجائے اعمالِ کفر کی آبیاری کے ساتھ ساتھ کب تک شاداب رہ سکتا ہے اس میں نفاق کی بیاری پیدا ہو سکتی ہے۔

لنت کے متبع سے معلوم ہوتا ہے کہ نفاق ایک قسم کے فریب و خداع کا نام ہے منافق کی پوری کی پوری زندگی چونکہ اسی مذموم صفت کا مرقع ہوتی ہے اسی لئے اس کو منافق کہا جاتا ہے نفاقِ اکبر ہو یا نفاقِ اصغر لنت کی یہ حقیقت دونوں جگہ ٹیک موجود رہتی ہے لیکن جب انسان فریب و مکر کی یہ چال خدا اور اس کے رسول کے ساتھ بھی چلنے لگتا ہے تو اس کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے اور اب یہ جرم ناقابلِ برداشت بن جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ عہدِ سلف میں جب کبھی کسی کے متعلق فسادِ باطن کا شبہ

پڑ گیا ہے تو اب اس کو ناقابلِ عفو مجرم سمجھ لیا گیا ہے۔ آخر صاحب بن ابی مہنفہ کے بددلی صحابی ہونے کے باوجود حضرت عمرؓ نے ایک زلے سے شبہ پران کے حق میں دعویٰ حاضر بن عقیق ہذا المنافی (مجموعہ اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں) کے سخت کلمات فرمایا دیئے۔ اب اندازہ کیجئے کہ ان کی نظروں میں نفاق کا جرم کس درجہ کا سمجھا گیا ہو گا۔ اگر درحقیقت نفاق انسان کی صرف کسی کمزوری کا نام ہوتا تو کیا مسلمان کے حق میں ان کی یہ تعبیری شدت گوارا کر لی جاتی۔ جنگ کے میدانوں میں جب کبھی مقابلہ شدید سے شدید ہمت کے موقعہ پہنچی مکملہ اسلام پڑھ لیتے یا علی طور پر صرف کوئی اسلامی علامت ظاہر کر دیتے تھے تو بارگاہِ نبوت سے اسی وقت سرکشی ہوئی تلوار کو بچ کر دینے کا حکم صادر ہو جاتا تھا اور اگر کسی فرد نے کبھی لاعلمی میں اس طرزِ عمل کے خلاف کیا بھی تو اس کا کوئی عذر مگر مسموع نہ ہوتا تھا۔ ضعیف الاسلام افراد کے ساتھ جو طرزِ عمل عہدِ نبوت میں ثابت ہوتا ہے وہ تالیفِ قلوب کا ہے نہ کہ منافق کہہ کر ان کو دشمن کی صف میں شمار کر کے۔ پس منافقین کے معاملہ میں یہ سمجھ لینا کتنی جھلک غلط فہمی ہے کہ یہ جماعت مسلمانوں کی جماعت تھی لیکن ایمان ان کے حلق کے نیچے نہیں اترتا تھا۔ اگر ان کا یہ ایمان اس درجہ پر اچکا تھا کہ اس کو خدا اور رسول بھی ایمان کہہ دیں تو پھر اسی وقت سے ان کے ساتھ طرزِ خطاب بدل جاتا ہے وہ اسلامی آغوش میں آجانے کے بعد اب ہرگز اس قابل نہیں رہ سکتے کہ ان کو کافروں کے ساتھ ساتھ مخاطب بنایا جائے اور اگر ان کا ایمان اس قابل نہ تھا تو اس کا نام کفر رکھ دینے میں پس و پیش کیا ہے اور کہیں۔

صحیح بخاری کی ایک حدیث میں منافق کی تلاوتِ قرآن کو نازبو کے درخت سے تشبیہ دی گئی ہے جس کی خوشبو بڑی خوشگوار ہوتی ہے مگر نازبو انا گوار ہوتا ہے۔ اس تشبیہ میں یہی تشبیہ کرنی مقصود ہے کہ جس طرح نازبو کی ظاہری خوشبو اور مہک عمدہ ہوتی ہے مگر اس کا اندرونی ذائقہ سخت تلخ ہوتا ہے اسی طرح منافق کی تلاوت کا رخ تو بڑا خوشنما نظر آتا ہے مگر اس کے باطن کا دوسرا رخ نازبو کی طرح سخت تلخ ہوتا ہے کسی پھل کی خوبی صرف اس کی خوشبو میں نہیں جب تک کہ اس کا ذائقہ بھی عمدہ نہ ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اہل خوبی صرف ظاہری اعمال سے نہیں بلکہ باطن اور قلب کی سلامتی سے حاصل ہوتی ہے اگر قلب بیمار ہو تو ظاہر کی سلامتی بیکار ہے۔

کبھی کبھی حدیثوں میں اولوالعزم صحابی کی زبانوں سے اپنے نفسوں پر بھی نفاق کے خطرہ کے الفاظ نظر آتے ہیں حالانکہ یہاں نفاق کے کسی قسم کا شبہ بھی نہیں ہوتا بلکہ یہ انسان کے کمالِ ایمانی اور اپنے اعمال کے پورے پورے محاسبہ کا ثمرہ ہوتا ہے جب ایک کامل مومن اپنے نفس کا محاسبہ شدت سے شروع کرتا ہو تو اس کو اپنی ہر حرکت و سکون پر یہ شبہ گزرنے لگتا ہے کہ کہیں اس میں سرورِ علانیہ کا کوئی ادنیٰ سا اختلاف تو نہیں ہے اس لئے

وہ اپنی ظاہری و باطنی صلاح و فلاح پر کبھی غور نہیں ہوتا وہ ہر عمل میں اپنے نفس کو ہمیشہ متہم کرتا رہتا ہے آخر اس سہمی میں اس کی عمر تمام ہو جاتی ہے اور وہ اپنے معیار کے مطابق ایک سجدے بے ریا کرنے میں بھی کامیاب نہیں ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ دین ضعیف اس کو برداشت ہی نہیں کرتا کہ کسی عبد ضعیف میں دورِ رخ باقی رہیں۔ اس کے باطن کا رُخ کچھ اور ہوا و ظاہر کا کچھ اور وہ اس کو ایک ایسی یک رنگی کی دعوت دیتا ہے جس کے بعد ظاہر و باطن میں سرِ موخلاف کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اسی کو اس احسان کا خلاصہ سمجھنا چاہیے جس کا تذکرہ آپ پہلے حدیث جبرئیل میں پڑھ چکے ہیں۔

جب انسان کے دماغ پر عالم ربوبیت کا یقین عالم شہود کی طرح مستولی ہو جاتا ہے تو پھر اپنے اعمال و نیات کو متہم کرتا اس کی فطرت بن جاتی ہے۔ اس کے بعد اس کو وہ مقام نصیب ہو جاتا ہے جہاں پہنچ کر وہ نماز جس کے عجز و نیاز میں کوئی ادنیٰ خامی رہ جائے ایک منافق کی نماز معلوم ہونے لگتی ہے۔ بعض سلف سے منقول ہے خشم النفاق ان تری الحمد خاشعاً و القلب لیس بخاشع۔ پس انسان کا ایمانی کمال جس کو حدیث جبرئیل میں احسان سے تعبیر کیا گیا ہے اس کے ظاہر و باطن کی کامل یک رنگی کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے جب اس میں یہ یک رنگی پیدا ہو جاتی ہے تو اب جتنا اس کا ظاہر عجز و نیاز میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے اس کا باطن اس سے زیادہ اس میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔ یہی وہ حقیقت تھی جو حضرت خظلہؓ کی حدیث میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں جب انہوں نے دیکھا کہ اپنے اہل و عیال میں جا کر ان کے قلب کا وہ رنگ نہیں رہتا جو آپ کی محفلِ تذکیر میں رہتا تھا تو ان کی نظر خشیت میں اتنا سا اختلاف بھی بلکل نفاق کھلنے لگا امدان کو اس غیر خستہ ای اختلاف کا شکوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کرنا پڑا۔ حقیقت یہ ہے کہ مرتبہ احسان میں جتنا جتنا کمال میسر آتا جاتا ہے اسی کے بقدر یک رنگی کے شرائط بھی سخت تر ہوتے جاتے ہیں حتیٰ کہ عمر ختم ہو جاتی ہے اور جس درجہ اخلاص و یک رنگی کی طبیعت تلاشی ہوتی ہے وہ حاصل نہیں ہوتی۔ اسی لئے حضرت حسنؓ نے قسم کھا کر فرمایا ما مضی مؤمن قط الا وھومن النفاق غیر آمن و ما مضی منافق قط ولا یبقی الا وھومن النفاق آمن۔ (کوئی مومن جو پہلے گنہ گار یا اب موجود ہے ایسا نہیں جس کے دل میں اپنے نفس کے متعلق نفاق کا خطرہ نہ گذرتا ہو اور کوئی منافق جو گنہ گار یا اب موجود ہے ایسا نہیں جو نفاق سے بے خطر نہ ہو۔ (جامع العلوم)

ایک شخص نے دیکھا کہ ابو الدرداء نماز سے فارغ ہو کر نفاق سے پہلہ کی دعا مانگ رہے ہیں۔ اس نے پوچھا بھلا آپ کو نفاق کا کیا خطرہ ہے انہوں نے جہنم فرمایا کہ آدمی اچھا فاسق مومن ہوتا ہے پھر کسی فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے اور ان کی آن میں اس کا دل لپٹ جاتا ہے اور وہ نفاق میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (جامع العلوم)

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ان کو اپنے نفس کے متعلق ہمیشہ نفاق کا خطرہ لگا رہتا تھا۔ امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ ان کو یہ خطرہ نفاق اصغر سے تھا۔ یہ بات دوسری ہے کہ نفاق اصغر پر اصرار سے نفاق اکبر بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ صبح بخاری میں ابن ابی بلکہ سے روایت ہے کہ تیس صحابہ سے میری ملاقات ہوئی ہے سب کو اپنے نفس پر نفاق کا خطرہ لگا رہتا تھا، ان میں کوئی نہ کہتا تھا کہ ہمارا ایمان حضرت جبریلؑ و میکائیلؑ کے ایمانوں کی طرح خطرہ نفاق سے مامون ہے۔ ابراہیمؑ بھی فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے قول و عمل کو ملاتا تو ہمیشہ مجھ کو یہ اندیشہ رہتا تھا کہ کہیں میں جھوٹا نہ قرار پاؤں۔ امام احمدؒ سے پوچھا گیا جس شخص کو اپنے متعلق نفاق کا خطرہ بھی نہ گذرتا ہو اس کے متعلق آپ کا ارشاد کیا ہے انہوں نے تعجب سے فرمایا ایسا کون مومن ہو سکتا ہے جس کو اپنے متعلق یہ خطرہ بھی نہ آتا ہو۔ (جامع العلوم)

ان جملہ اکابر کے پیش نظر یا تو میتات ادا اعمال کی وہ باریکیاں صین جن میں سروا اختلاف سے اچھے سے اچھا عمل ایک منافق کا سا عمل بن سکتا ہے یا قادی مطلق کی وہ طاقت تھی جس کے سامنے ایک مخلص کا قلبی منافق بن جانا کوئی دشوار نہیں ہوتا۔ بہر حال یہاں ان سب خطرات کا نشانہ ال ایمانی تھا۔ نفاق کی کسی قسم کا یہاں کوئی عمل نہ تھا۔ امام غزالیؒ نے ان مومن انشا اللہ کے ضمن میں اس کی بڑی تفصیل فرمائی ہے (دیکھو احیاء العلوم ص ۹۲ و ۹۳)۔

واضح رہے کہ نفاق علی نفاق کی کوئی علیحدہ قسم نہیں بلکہ جب منافقین کے اعمال مسلمانوں سے بھی سرزد ہونے لگے تو لاچار علما کو نفاق کی تقسیم کرنے پڑی۔ وہی اعمال جو نفاق اعتقادی کے اثرات کہلاتے ہیں اگر تصدیقی قلبی کے ساتھ بھی نظر آنے لگیں تو اسی کا نام نفاق علی رکھ دیا جاتا ہے۔ پس اگر نفاق اعتقادی نہ ہوتا تو نفاق علی کی یہ تعبیر ہی پیدا نہ ہوتی جیسا کہ اگر شرک و کفر حقیقی معنوں کے لحاظ سے نہ ہوتے تو یہاں و ترکیب مصلوۃ کو بھی شرک و کفر نہ کہا جاتا۔

پس جس طرح کفر کی اہلی حقیقت کفر باللہ ہے اور کسی مصیبت پر کفر کا اطلاق آجانے سے یہ حقیقت نہیں بدلی۔ اسی طرح اہلی نفاق اسی فساد باطن کا نام ہے اور چند مخصوص معاصی پر نفاق کے اطلاق سے اس کی حقیقت بھی نہیں بدلی چونکہ نفاق حقیقی انسان کی ایک باطنی حالت کا نام ہے اس لئے حضرت عذیرہؓ فرماتے ہیں کہ عہد نبوت کے بعد اب کسی کو کسی کے باطن پر حکم لگانے کا کوئی حق نہیں رہا اس لئے یہ حکم لگانا عہد نبوت پر ختم ہو گیا ہاں نفاق علی کا محاسبہ ہمیشہ جاری رہنے والی چیز ہے۔

المنافقون فی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۸۲۵) حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهَبٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ حَنْبَلَةَ فَقَالَ مَا يَبْقَى مِنْ أَصْحَابِ هَذِهِ الْأَيَّةِ (قَاتِلُوا أُمَّةَ الْكُفْرِ) إِلَّا ثَلَاثَةٌ وَلَا مِنَ الْمَنَافِقِينَ إِلَّا أَرْبَعَةٌ فَقَالَ أَهْلُ الرَّايِ أَنْكُمْ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدٌ وَكَانَ لَنْدَرِي فَمَا بَالُ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ يَنْفَرُونَ بِمَوْتِنَا وَيَسْتَفْتُونَ أَعْلَانًا قَالَ أُولَئِكَ الْفُسَّاقُ أَجَلُ لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ إِلَّا أَرْبَعَةٌ أَحَدُهُمْ شَيْخٌ كَبِيرٌ كَثُرَ عَلَيْهِ الْمَاءُ الْبَارِدُ لَمَّا وَجَدَ بَرْدَهُ - (سرواہ البخاری فی التفسیر)

(۸۲۶) عَنْ قَيْسٍ قَالَ قُلْتُ لِعَلَّارٍ أَرَأَيْتُمْ صَنِيعَكُمْ هَذَا الَّذِي صَعَقْتُمْ فِي أَمْرِ عَلِيٍّ أَمَّا يَا أَيْمَنُ قُرْهُ أَوْ شَيْئًا عَمِدَهُ الْيَكْمُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا عَمِدَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَعْهَدْهُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَلَكِنْ حَنْبَلَةَ خَبَّرَنِي عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَصْحَابِي إِثْنَا عَشَرَ مَنَافِقًا فِيمَنْ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے منافقوں کا کچھ تذکرہ

(۸۲۵) زید بن وہب بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت حذیفہ کی خدمت میں حاضر تھے تو انہوں نے فرمایا کہ اس آیت کے مصداق میں سے بجز تین اشخاص کے اور کوئی زندہ نہیں رہا قَاتِلُوا أُمَّةَ الْكُفْرِ (کفر کے سرواہل کو قتل کرو) اور اسی طرح منافقین میں سے بھی چار آدمیوں کے سوا اور کوئی نہیں رہا۔ اس پر ایک بادہ نشین شخص بولا آپ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں ہم سے ایسی باتیں بیان فرماتے ہیں جن کو ہم تو کچھ سمجھ نہیں سکتے (اچھا اگر منافقوں میں صرف چار اشخاص ہی بچے ہیں) تو یہ ہمارے گھروں میں نقب زنی کرنے والے اور ہمارے قیمتی مال چوری کر کے بھانسنے والے لوگ کون ہیں۔ انہوں نے فرمایا یہ تو فاسق لوگ ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ منافقوں میں سے تو صرف چار آدمی ہی بچے ہیں ان میں ایک تو اتنا بوڑھا ہو گیا ہے کہ اگر ٹھنڈا بانی پئے تو اس کو اس کی ٹھنڈک کا احساس بھی نہ ہو۔ (بخاری شریف)

(۸۲۶) قیس کہتے ہیں کہ میں نے عمارؓ سے پوچھا فرمائیے حضرت علیؓ کے معاملہ میں جو روش آپ نے اختیار کی یہ آپ کی ذاتی رائے تھی یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کے پاس کوئی حکم تھا۔ انہوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے کوئی بات ایسی نہیں فرمائی جو عام مسلمانوں سے نہ کی ہو۔ لیکن حذیفہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے میری امت میں بارہ منافق ہوں گے۔ آٹھ

ثَمَانِيَةً لَّا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ثَمَانِيَةً مِنْهُمْ تَلْفِيهِمُ الدَّبِيلَةُ وَارْبَعَةٌ لَّمْ يَحْفَظْ مَا قَالَتْ شُعْبَةُ فِيهِمْ - (سرواہ مسلم)

(۸۲۷) عَنْ حَدِيثَةٍ قَالَتْ كُنْتُ إِحْدَاجِطَامِ نَاقَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْدُرُ بِهِ وَعَمَّارُ بْنُ سُوَيْبٍ النَّاقَةَ وَأَنَا سَوْفٌ وَعَمَّارُ يَقْدُرُهَا حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْعَقْبَةِ قَالَا إِنَّا بَيْنِي عَشْرَ رَاكِبًا قَدْ اعْتَرَضُونَا قَالَتْ فَاتَّبَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ نَصَرَ خَرَجَهُمْ فَوَلَّوْهُمُ دَبِيرَيْنِ فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ عَرَفْتُمُ الْقَوْمَ قُلْنَا لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَانُوا أَمْلَثَيْنِ وَلَكِنَّا قَدْ عَرَفْنَا الزَّيْرَ كَابَ قَالَ هَؤُلَاءِ الْمَنَافِقُونَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَهَلْ تَذْكُرُونَ مَا أَرَادُوا قُلْنَا لَا قَالَ أَرَادُوا أَنْ يُزَاجِمُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ان میں ایسے کثر ہیں کہ جب تک اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل نہ ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ ان کے پشت پر ایک سی پھوڑا نکلے گا اور وہی ان کے لئے کافی ہو جائے گا۔ (ان کے شر سے حفاظت کے لئے ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت نہ ہوگی یعنی اس کی وجہ سے ان کی موت واقع ہو جائے گی) اور چار کے متعلق مجھے یاد نہیں رہا شعبہ (راوی حدیث) نے کیا کہا تھا۔ (مسلم شریف)

(۸۲۷) مزید بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی ہار پکے ہوئے اس کو آگے سے کھینچ رہا تھا اور عمار اس کے پیچھے پیچھے تھے یا معاملہ اس کے برعکس تھا۔ یہاں تک کہ چلتے چلتے جب ہم گھاٹی پر پہنچے تو دفعہ کیا دیکھتے ہیں کہ بارہ اشخاص اونٹوں پر سوار سائے آ رہے ہیں۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی آہ سے متنبہ کیا آپ نے ان کو زور سے آواز دیا تو وہ پشت پھر کر بھاگ

(۸۲۷) طبرانی نے مسند ضعیفہ میں ان اصحاب عقبہ کے نام پر ایک عنوان قائم کیا ہے اور ان منافقین کے حسب ذیل نام روایت فرمائے ہیں۔ متعب بن قشیر۔ وابتہ بن ثابت۔ جابر بن عبد اللہ۔ عمار بن یزید۔ اوس بن قیل۔ عمار بن سوید۔ سعد بن زیدارہ۔ قیس بن مہدی۔ سوید۔ داعس۔ قیس بن عمرو۔ زید بن العصیت۔ سلاق بن اطام۔ (تفسیر ابن کثیر) حافظ ابن کثیر دین حولکم منافقون کی تفسیر کے ذیل میں لکھتے ہیں: "وہذا تخصیص لا یقتضی انما اطعم علی اسمائہ محمد و اعیانہ محمد کلہم (۲۸۸ ص ۱۷۷) اس تخصیص کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ آپ نے ان کو کتنے منافقین بھی تھے سب ہی کے اسماء اور اشخاص بتا دیئے تھے۔

واضح رہے کہ جن رعایات میں منافقین کی تعداد بارہ آتی ہے وہ خاص اس واقعہ میں شریک ہونے والے منافقین تھے جیسا کہ اس روایت میں موجود ہے۔ تعجب ہے کہ بعض مفسرین نے یہ کیسے سمجھ لیا ہے کہ یہ تعداد کل بڑے منافقوں کی تھی۔

فِي الْعَقَبَةِ مَلْفُؤُهُ مِنْهَا قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا نَبْعَثُ إِلَى عَشَائِرِهِمْ حَتَّى يَبْعَثَ إِلَيْكَ كُلُّ قَوْمٍ
رَأْسَ صَاحِبِهِمْ قَالَ لَا أَلَا لَمْ أَكُنْ أَنْ تَقْعُدُوا الْعَرَبَ بَيْنَهُمَا أَنْ يَحْمِدُوا أَقَاتِلَ بِقَوْمٍ حَتَّى إِذَا
أَظْهَرَهُ اللَّهُ بِهِمْ أَمْلَ عَلَيْهِمْ بِقَتْلِهِمْ ثُمَّ قَالَ - اللَّهُمَّ ارْزُقْهُمْ بِالْذِّبِيلَةِ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ
وَمَا الذِّبِيلَةُ؟ قَالَ شِهَابٌ مِنْ نَارٍ نَقَعُ عَلَى رِجَالِ قَلْبِ أَحَدِهِمْ فَيَهْلِكُ - (سواء البیهقی فی
کتاب دلائل النبوة و اخراجان کنیری فی تفسیر سورة البقرة)

(۸۲۸) عَنْ جَابِرِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمٌ مِنْ سَفَرٍ فَلَمَّا كَانَ قُرْبُ
الْمَدِينَةِ هَاجَتْ رُوحُ شَدِيدَةٍ فَكَادَ أَنْ تُدْفِنَ الرَّاكِبَ مِنْهُمْ أَنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ بَعِثْتُ هَذِهِ الرُّوحَ لِمَوْتِ مَنْافِي فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَكَادَ امْنَأَفِقُ عَظِيمٌ مِنَ الْمَنَافِقِينَ
قَدْ مَاتَ - (سواء مسلم)

کھڑے ہوئے اس کے بعد آپ نے فرمایا تم نے ان کو کچھ بچانا؟ میں نے عرض کیا جی نہیں یہ لوگ اپنے منہ پر ڈھلے
باندھے ہوئے تھے لیکن ان کے اذخوں کو سچان لیلہ فرمایا یہ منافقین تھے جو ہمیشہ منافق ہی رہیں گے اور تم کو
کچھ یہ بھی معلوم ہے کہ ان کا ارادہ کیا تھا ہم نے عرض کیا جی نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کے رسول کو اس
گھائی میں گرا دینا چاہتے تھے۔ ہم نے عرض کیا آپ ان سب کے قبائل کی طرف کھلا بھیجے تاکہ وہ ان میں جو
اس شرارت میں شریک تھا اس کا سر کاٹ کر آپ کی خدمت میں بھیج دیں۔ آپ نے فرمایا میں اب نہیں کروں گا
مجھے پسند نہیں کہ میرے متعلق عرب یہ چہ بیگوریاں کریں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک قوم سے جنگ کی
اور جب ان کو اللہ تعالیٰ نے ان پر غالب کر دیا تو پھر وہ ان کو قتل کرنے لگا اس کے بعد آپ نے بددعا فرمائی
خدا یا! ان کو دبیلا میں مبتلا فرما۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ دبیلا کیا چیز ہے فرمایا وہ ایک
زہریلا پھول ہے جو شعلہ کی طرح دل کی رگوں کو بھونک دیتا ہے اور موت کا باعث
ہوتا ہے۔ (دلائل النبوة)

(۸۲۸) جابر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے واپس آ رہے تھے کہ
اتنی تیز ہوا چلی کہ سوار کو بھی مٹی میں دفن کر دے۔ راوی کا گمان ہے کہ اس پر آپ نے فرمایا یہ ہوا ایک
منافق کی موت کے لئے چلی ہے جب آپ مدینہ شریف تشریف لے آئے تو معلوم ہوا کہ منافقوں
میں ایک بڑا منافق مر گیا ہے۔ (مسلم شریف)

(۸۲۹) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي قَالَ عَدُوُّ نَاصِرٍ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مَرَّوْكَا وَصَنَعْتُ يَدِي عَلَيْهِ فَقُلْتُ وَاللهِ مَا أَمِيتُ كَالْيَوْمِ رَجُلًا أَشَدَّ حَرًّا فَقَالَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَشَدَّ حَرًّا مِنْهُ يَوْمَ الْيَوْمِ هَذِهِ سَيِّئَةُ الرَّجُلَيْنِ الرَّجُلَيْنِ الرَّجُلَيْنِ الْمُتَّقِيْنِ لِلرَّجُلَيْنِ جَنَّتَيْنِ مِنْ أَصْحَابِهِ . (مسند امام مسلم)

(۸۳۰) عَنْ عَبْدِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ لَمَّا تَوَفَّى عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي دُعِيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصَّلَاةِ عَلَيْهِ فَقَامَ إِلَيْهِ فَلَمَّا وَقَفَ عَلَيْهِ بُرِئِدَ الصَّلَاةُ تَحَوَّلَتْ حَتَّى قُمْتُ فِي صَدْرِهِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَعْلَى عَدُوِّ اللهِ عَبْدُ اللهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْغَالِبِ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا بَعْدَ ذَلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّبِعُ حَتَّى إِذَا كَثُرَتْ عَلَيْهِ قَالَ آخِرُ عَنِّي يَا عُمَرُ إِنِّي قَدْ خَيْرْتُ فَأَخْبَرْتُ قَدْ قِيلَ لِي اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللهُ لَهُمْ لَوْ أَعْلَمْتُ أَنِّي لَوْ زِدْتُ عَلَى السَّبْعِينَ غِفْرًا لَهَزِدْتُ

(۸۲۹) ابواساس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک تپ زرد شخص کی عیادت کی۔ میں نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا تو کہا خدا کی قسم تمہاری اتنا جلتا ہوا شخص جتنا آج میں نے دیکھا ہے اتنا کبھی نہیں دیکھا آپ نے فرمایا کیا میں تم کو وہ شخص نہ بتا دوں جو روزِ محشر اس سے بھی زیادہ جلتا ہوا ہو گا پھر آپ نے اپنے ہمراہوں میں سے دو شخصوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ یہ دو منافق ہیں جو گھوڑے پر سوار اپنا منہ پھیرے کھڑے ہیں۔ (مسلم شریف)

(۸۳۰) ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو یہ فرماتے خود منابہ کہ جب عبد اللہؓ ابی (منافق) کا انتقال ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر نازِ جنازہ پڑھنے کے لئے بلایا گیا آپ تشریف لے چلے جب نماز کے ارادہ سے کھڑے ہوئے تو میں آپ کے سامنے آگیا اور میں نے عرض کیا کیا اس عبد اللہؓ ابن ابی خدا کے دشمن پر بھی آپ نماز پڑھائیں گے جس نے فلاں فلاں دن ایسے ایسے کلمات منہ سے نکالے تھے حضرت عمرؓ نے اس کے گدشتہ ایام کے کفریات سب گن گن کر بتائے) راوی کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ملتے رہے اور سر کھاتے رہے حتیٰ کہ جب میں نے حد سے زیادہ اصرار کیا تو فرمایا عمرؓ جانے بھی دو جب مجھے دو باتوں میں اختیار دیا

(۸۳۰) علماء کو یہاں بہ سخت اشکال گذرے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنی کھلی ہوئی مہمت کیسے پڑی ہو سکتی ہے؟ بیہشک تاحی ایمریکرائی نے اس حدیث کی صحت ہی سے انکار کر دیا ہے امام الحرمینؒ یہ کہہ بیٹھیں کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے ہی نہیں۔ امام فرائی امداد دہی جیسے علماء نے یہ تصریح کوئی ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں لیکن ان جیسے مقامات کا

ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُ فَقَامَ عَلَى قَبْرِهِ حَتَّى فُرِعَ مِنْهُ قَالَ فَجَعَلَ لِي دُخْرًا نِي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَشْهُدُ رَسُولُ اللَّهِ أَكْبَرُ مَا كَانَ إِلَّا يُبِيرُ أَحَقُّ تَرَكْتَ هَذَا نِ الْآيَاتِ وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ الْآيَةُ قَالَ فَكَمَا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَهُ عَلَى مُنَافِقٍ وَلَا قَامَ عَلَى قَبْرِهِ حَتَّى قُبِضَ اللَّهُ . (رواه الترمذی، ہذا المسمی فی الصفا)

(۸۳۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ جَعَلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ مَاتَ الْوَلَدُ فَقَالَ أَطْعَمَنِي فِيمَا صِلَ أَكْفَنُهُ فِيمَا وَصَلَ عَلَيْهِ اسْتَغْفِرُكَ فَاعْطَاهُ فِيمَا وَصَلَ قَالَ إِذَا فَرَعْتُمْ فَأَذِّنُوا نُونِي فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ جَذَبَهُ عُمَرُو بْنُ الْخَطِّابِ قَدْ نَحَى اللَّهُ أَنْ يُصَلِّيَ

کیا ہے تو جو میرے لئے ان میں مناسب تھی وہ میں نے اختیار کر لی ہے (مجھ سے کہا گیا ہے کہ آپ خواہ ان کے حق میں استغفار کریں یا نہ کریں۔ اگر آپ ستر بار ان کے لئے استغفار فرمائیں گے تو بھی اللہ تعالیٰ ہرگز ان کو نہ بخشے گا) اگر مجھے یقین ہو جائے کہ میں ستر بار سے زیادہ استغفار کروں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی تو ضرور اس سے زیادہ استغفار کروں گا یہ کہہ کر آپ نے اس کی ناز پڑھادی اور اس کے جنازہ کے ساتھ ساتھ بھی تشریف لے گئے اور اس وقت تک برابر قبر پر کھڑے رہے جب تک اس سے فراغت نہ ہو گئی۔ بخدا ابھی زندہ سا وقفہ ہی گزرا ہو گا کہ یہ دعا آئیں نازل ہو گئیں۔ ولا تقم علی قبرہ الا یہ۔

اس کے بعد آخری دم تک پھر نہ تو آپ نے کسی منافق کی ناز پڑھائی نہ کسی کی قبر پر جا کر کھڑے ہوئے نہ دعویٰ (۸۳۱) ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابی کے بیٹے اپنے والد کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا آپ اپنی قمیص مرحمت فرمادیں تو میں اپنے باپ کو اس کا کفن دے دوں اور اس کی ناز بھی پڑھائیں اور اس کے حق میں دعا و مغفرت بھی فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

دعائیں نہ عرضی جیسا شخص ہو سکتا ہے علماء کلام یہاں اپنی علمی وقوف میں ہی الجھنے لگا کر اس میں حقیقت یہ ہے کہ بلاشبہ انھوں نے آپ سے زیادہ سمجھے والا اور کثرت ہو سکتا ہے لیکن اس انتہائی دلہیزی کی بنا جس کا جوئی نہی کے سینہ میں جوتا ہے بنی مقصد الفاظ کی ظاہری گنجائشوں سے فائدہ اٹھالینا چاہتا ہے وہ اپنی امت کے معاملہ میں دوسرے خلاف پہلو کو تا مسکن زمین میں لانا ہی نہیں جب تک کہ الفاظ میں اس کے لئے آخری گنجائش بھی ختم نہ کر دی جائے ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ ایک ہمہ دوکیل آئیں کی دستوں سے آخری حد تک فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے بلکہ اس سے کہیں اور بڑھ کر بنا پھر اسی واقعہ میں جب مرحمت سے ممانعت آگئی تو پھر کئی واقعہ میں آپ کی ناز ثابت نہیں ہوئی۔

(۸۳۱) شارحین بخاری شریف نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اتار کر اس منافق کو دی ضروری گمراہ کے ساتھ یہی فرما دیا تھا وما یغنی عنہ قمیصی وصلو علی من اللہ واللہ انی کنت ارحم الراحمین وسلم بد الف من

عَلَى الْمَنَافِقِينَ فَقَالَ أَنَا بَيْنَ خَيْرَ تَمَنٍّ اسْتَغْفِرُ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرُ لَهُمْ فَعَلَىٰ عَلَيْهِمْ فَانزَلَ اللَّهُ وَلَا تَصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ فَذَكَرَ الصَّلَاةَ عَلَيْهِمْ. (رواه الترمذی)
وقال هذا حديث حسن صحيح

(۸۳۲) عَنْ عُمَرَ بْنِ دِينَارٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ كُنَّا فِي غَزَاةٍ قَالَ سَفِيَانُ بَرُونَ
أَمَّا غَزْوَةُ بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَكُنَّا مِنْ رَجُلٍ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ يَا لَيْلَ مَا جَرَّحَ
وَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ يَا لَلْأَنْصَارِ فَتَوَعَّمُوا ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَالُ دَعَاؤِي

اسی وقت اپنا قمیص دیدیا اور فرمایا جب اس کے غسل وغیرہ سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دیدینا جب آپ
اس کی نماز پڑھالے گئے کھڑے ہوئے تو عرضے آپ کو کبھی کیا اور عرض کیا اللہ تعالیٰ نے اس بات کی ممانعت نہیں
فرمائی کہ آپ منافقین کی نماز پڑھائیں آپ نے فرمایا مجھے دونوں باتوں میں اختیار ملا ہے خواہ ان کے حق میں
استغفار کروں یا نہ کروں یہ کہہ کر اس کی نماز پڑھادی اس کے بعد فوراً یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تَصَلُّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ
پھر آپ نے منافقین پر نماز ترک فرمادی۔

(۸۳۲) عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے جابر بن عبد اللہ کو پھر ملے خود سنا ہے کہ ہم ایک غزوہ
میں تھے (سفیان کہتے ہیں کہ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ وہ غزوہ غزوہ مثنیٰ اصطلاح تھا) کہ ایک ہاجر نے ایک انصاری
کے لات مار دی اس پر ہاجر نے دوسرے ہاجروں کو جھگڑے کی دعوت دی اور انصاری نے دوسرے انصاروں کو

تو مدد دی انہ اسلم الف من قہم لما راؤہ بترک قمیص النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ بھلا اللہ تعالیٰ کے یہاں میری یہ قمیص
اور نماز اس کو کیا فائدہ دیکھتے ہیں مجھے تو یہ امید تھی کہ اس عل سے شاید اس کی قوم کے ایک ہزار افراد اسلام قبول کر لیں گے۔ چنانچہ
معاہد میں ہے کہ جب اس کی قوم نے آپ کی شفقت و رحمت کا یہ علم دیکھا تو ہزار افراد نے اسلام قبول کر لیا۔ ان نصر کھات سے
یہ صاف سمجھ میں آ جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سارا عمل کس جذبہ کے ماتحت تھا۔ آپ اس کی قوم کے اسلام کی اس لگنے
بیٹھے تھے یا یہ کہ درحقیقت اس کی مغفرت کے خیال میں تھے حضرت عمرؓ کے اصرار پر آپ کا فاموش رہے چلے جانا پھر آخر میں مسکرا دینا
کیا اسی کی غمازی نہیں کر رہا تھا کہ آپ یہاں ایک اہم مقصد کے پیش نظر صحت آئینی و معنوی سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ غرض اپنی طبعی
طاووت کی وجہ سے جس طرف مائل ہوئے ان کو اسی طرف مائل ہونا چاہئے تھا لیکن وہ اس میں حکمت تک کہاں پہنچ سکتے تھے جس کا نتیجہ
پھر میں ہوا اور جس کی بدولت ایک جماعت اسلام کے حلقہ گمراہ ہو گئی اسی کے قریب جنگ جند میں حضرت ابوبکرؓ کا واقعہ ہے وہ بھی آنحضرت
کی حد سے بڑھتی ہوئی اصلاح فساد سے دور رہنے پر کراؤں زیادہ اصلاح فساد سے آپ کو روک رہے ہیں اور تہلیل دے رہے ہیں مگر یہی کہ اصل مسئلہ
نئے کہ اپنے ہمدردوں کے سامنے اتنے بے اختیار ہوئے چلے جاتے تھے کہ آپ کی مصلحت بابرک بھی آپ کے شانوں سے گری جا رہی تھی
خاتم نبوت والے ہی اس منظر اب کو یا اس واقعہ میں اتنے سکون کہ پہچان سکتے ہیں۔

(۸۳۲) امام بخاری نے اہاب المناقب کے باب ما بینہ عنہ من دعویٰ المجاہلینہ کے ضمن میں بھی اس حدیث کو

الْمُحَابِلَةُ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ كَسِبَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَقُّوَهَا فَإِنَّهَا مَنِينَةٌ فَتَمِيمَ ذَلِكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي إِيْنٍ سَلَوُلُ فَقَالَ أَوْ قَدْ فَعَلُوْهَا لَيْنَ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ لِكَيْفَ جَنَ الْأَقْرَبُ مِنْهَا الْأَذَلُ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ دَعْنِي أَهْرَبُ عَنْكَ هَذَا الْمُنَافِقُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْنِي لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ وَ قَالَ عُمَرُ فَقَالَ كَيْفَ بَنُو عَبْدِ اللَّهِ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَابْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَابْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَتَّى يُقَرَّ أَنَّكَ الدَّلِيلُ وَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَزِيْزُ فَعَفَلَ - (رَبَاهُ التَّوَدَى قَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ)

آپ نے یہ فعل شورنا تو فرمایا یہ کیا زمانہ جاہلیت کی سی آوازیں آرہی ہیں۔ لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ ایک مہاجر شخص نے کسی انصاری کے لات مار دی ہے (اس پر کچھ ہنگامہ برپا ہو گیا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان ناشائستہ کلمات کو چھوڑ دو۔ یہ قصہ کہیں عبد اللہ بن ابی اس نے بھی سُن پایا اس نے کہا اچھا کیا مہاجر نے یہ فعل کیا ہے چلو فدائدیہ چلیں تو جو باعزت فریق ہے وہ ذلیل کو نکال باہر کرے گا۔ اس پر عرض فرمایا کیا یا رسول اللہ آپ اجازت دیں تو میں اس منافق کی گردن اڑا دوں آپ نے فرمایا رہے دو۔ کہیں لوگ یہ مشہور نہ کر دیں کہ میں اپنے لوگوں کو بھی قتل کر دیتا ہوں۔ عمرو بن دینار کے علاوہ بعض اور راویوں نے اس قصہ میں اتنا اور فعل کیلئے کہ ابن ابی کے اس گستاخانہ فقرہ پر اس کے بیٹے عبد اللہ نے کہا خدا کی قسم تو مدینہ طیبہ میں اس وقت تک گھس نہیں سکتا جب تک اپنے منہ سے اس کا اقرار نہ کرے کہ تو ہی ذلیل ہے اور معزز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخر اس نے اس کا اقرار کر لیا۔

روایت کیا ہے اس میں اس مہاجر شخص کے متعلق یہ لفظ مدیت کئے ہیں وکان من المهاجرین رجل لقاب شارحین نے اس کے مدعی لکھے ہیں ایک یہ کہ اس شخص کے مزاج میں خوش طبعی اور رازداری کا شعور تھا اور کسی نے لکھا ہے کہ یہ نیزہ گھمانا خوب جانتا تھا۔ حافظ ابن کثیر نے اس کا نام ہجاء بن قیس لکھا ہے۔ عمرؓ کی درخواست پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کی تشریح کرتے ہوئے امام خطابیؒ تنبیہ فرماتے ہیں کہ آپ کے ان مختصر کلمات سے دینی سیاست کا ایک اہم باب کھل جاتا ہے اور وہ ہے کہ کسی شخص کا قلبی ایمان عافان معلوم کرنے کے لئے اس کے سوا مادہ کیا صورت نکل سکتی ہے کہ اس کے کسی ظاہری عمل ہی کو اس کا معیار مقرر کیا جائے اب اگر منافقوں کے صرف باطنی کفر پر مزع کفر کے احکام لگا دیئے جاتے تو دشمنانِ دین کو بظنی پھیلانے کا موقع مل جاتا کہ مسلمان اسلام کے حلقہ گروہوں کو بھی کفر باطن کا پھانہ لپکر جب چاہتے ہیں قتل کر ڈالتے ہیں اس لئے اسلام کی مزع حلقہ گروہی کے بعد بھی جان و مال کے محفوظ ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ اس پر پوچھنا اب تو نے کیلئے یہ صورت اختیار کی تھی کہ جب تک کسی کے ظاہری اعمال سے بھی کفر ثابت نہ ہو جائے صرف اس کے باطنی کفر کی وجہ سے اس کو کافر قرار نہ دیا جائے۔

(۸۳۳) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَصْعَدُ الشَّيْئَةَ
ثَنِيَّةَ الْمَرَارِ فَتُحِطُّ عَنْهُ مَا حِطَّ عَنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ قَالَ فَأَقُولُ مَنْ صَعِدَ مَا خَلْنَا خَيْلُ بَنِي
الْأَمْزَرِ ثُمَّ تَنَامُ النَّاسُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّكُمْ مُغْفَرُونَ إِلَّا الصَّاحِبَ الْجَلَّ
الْأَمْزَرَ فَإِنِّي أَنَا نَقْلُهَا لِيَسْتَغْفَرَ لَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَاللَّهِ لَئِنْ أَجَدُ
صَاحِبِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لِي صَاحِبُكُمْ قَالَ وَكَانَ رَجُلٌ يَنْشُدُ ضَالَّةً لَهُ - (رماء مسلم)

(۸۳۴) عَنْ الْأَسْوَدِ قَالَ لَتَانِي حَلْفَةُ عَبْدِ اللَّهِ ثُمَّ اخُذَ يَفَةً حَتَّى قَامَ عَلَيْنَا فَكَلَّمَ ثُمَّ قَالَ
لَقَدْ أُنْزِلَ الْيَقَاقُ عَلَى قَوْمٍ خَيْرٌ مِنْكُمْ قَالَ الْأَسْوَدُ لِمَ كَانَ اللَّهُ يَقُولُ إِنَّ الْمَنَافِقِينَ فِي
الدَّرَجَةِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَقَبْلَكُمْ هَذَا اللَّهُ وَجَلَسَ حَتَّى يُفَعِّدَنِي لِحَاجَةِ الْمَسْجِدِ فَقَامَ عَبْدُ اللَّهِ
تَفَعُّدَنِي أَحْمَدُ بَدْرُ مَافِي بِالْأَحْصَاءِ ثَنِيَّةً فَقَالَ حَتَّى يُفَعِّدَنِي عَجِبْتُ مِنْ خُفْيَتِكُمْ وَقَدْ عَرَفْتُ مَا قُلْتُمْ

(۸۳۳) جابر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس قبیلہ جس کا نام مزار ہے پہلے کون
چڑھے گا کاس کے گناہ اسی طرح معاف ہو جائیں جیسے بنی اسرائیل کے معاف ہوئے تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ سب
پہلے ہمارے قبیلہ بنی خزیمہ کے گھوڑے اس پر چڑھ گئے اس کے بعد ہر سب لوگ یکے بعد دیگرے چڑھنا شروع
ہو گئے تب لے فرمایا مغفرت میں تم سب ہی شریک ہو گئے صرف وہ سرخ اونٹ والا شخص رہ گیا ہم اس کے پاس
آئے اور ہم نے اس سے کہا چل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تیری بخشش کی بھی دعا کرالیں۔ وہ بولا خدا کی قسم
تمہارے اس صاحب کی مغفرت کی دعا سے میں یہ بدرجہا بہتر سمجھتا ہوں کہ میرا کھو یا ہوا جو اور مل جائے۔ راوی
کہتا ہے کہ یہ شخص اپنا جانور تلاش کرنے کے لئے آیا ہوا تھا۔ (مسلم شریف)

(۸۳۴) اسود بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود کے حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت حذیفہ
آکر ہمارے سامنے کھڑے ہو گئے۔ سلام کیا اس کے بعد فرمایا (مطہن رہنے کا مقام نہیں) نفاق ان لوگوں میں بھی
پیدا ہو چکا ہے جو تم سے بہتر تھے کہو کہ وہ عبد مہاجر میں تھے اور تم طبقہ تابعین میں ہو یہ سن کر اسود نے اڑا تو تعجب کہا
ہو جان اللہ! کیسے ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو منافقین کی شان میں فرماتا ہے ان المنافقون هم وہ دونخ کے
سب سے تمہاری طبقہ میں ہوں گے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود مسکرائے۔ حضرت حذیفہ مسجد کے ایک
گوشہ میں جا بیٹھے اس کے بعد حضرت عبداللہ کی مجلس ختم ہو گئی اور ان کے شاگرد بھی متفرق ہو گئے تو حضرت
نے ایک کنکری مار کر بلایا اور فرمایا مجھے حضرت عبداللہ بن مسعود کی مسکراہٹ سے تعجب ہوا وہ میری مراد

(۸۳۳) اس روایت سے بھی یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ منافقین کے بارے میں سلف کا تصور کیا تھا۔

لَقَدْ أُنْزِلَ الْبَقَاءُ عَلَى قَوْمِهِمْ كَأَنَّهُمْ أَحَدٌ أَوْ كَثِيرٌ ثُمَّ تَابُوا مُقَابِلَ اللَّهِ عَلَيْهِمْ رِوَاةُ الْبُخَارِيِّ
 (فی التفسیر)

(۸۳۵) عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى أَحَدٍ فَرَجَعَ نَاسٌ
 مِنْ كَانٍ مَعَهُ فَكَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِمْ فَرَجَعَتَيْنِ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضِهِمْ
 وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا فَتَرَكْتُ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فَمَتَّيْنِ (رواه مسلم)

(۸۳۶) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رِجَالًا مِنَ الْمُنَافِقِينَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 كَانَ إِذَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْغَزَى وَخَلَعُوا عَنْهُ وَفَرَّجُوا مَقْعِدَهُمْ خِلَافَ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا أَقْبَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَدُوا إِلَيْهِ وَخَلَعُوا
 أَحِبُّوهُ أَنْ يُجْعَلُوا مَعَهُ يَفْعَلُوا فَمَنْ لَيْسَ لَا يُحِبُّهُنَّ الْإِنْسَانُ يَفْرَحُونَ بِمَا كَانُوا يُجْعَلُونَ أَنْ يُجْعَلُوا مَعَهُ
 يَفْعَلُوا فَلَا تُحْسِبُهُمْ مِمَّا رَوَوْا مِنَ الْعَذَابِ (رواه مسلم)

سمجھ گئے تھے۔ بیشک ایک زمانہ میں تم سے بہتر لوگوں میں نفاق پیدا ہو گیا تھا لیکن آخر انھوں نے توبہ کی اور
 مخلصین صحابہ میں سے بن گئے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی توبہ قبول فرمائی۔ (پہلے حضرت حذیفہؓ نے بغرض تنبیہ
 صرف ان کے ابتدائی حال کو ذکر فرمایا تھا بعد میں ان کی توبہ اور اخلاص کو ذکر فرمادیا تو پھر کوئی اشکال
 نہ رہا۔ (بخاری شریف)

(۸۳۵) زید بن ثابتؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ احد کے لئے نکلے تو
 بعض منافقین جو آپ کے ساتھ آگے نئے واپس لوٹ گئے۔ ان لوگوں کے معاملہ میں صحابہ کرام کی دو جماعتیں
 ہو گئیں ایک نے کہا ہم ان کو قتل کریں گے دوسری نے کہا نہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہو گئی۔ تم کو کیا ہو گیا کہ
 منافقین کے بارے میں تمہاری دو جماعتیں ہو گئیں۔ (مسلم شریف)

(۸۳۶) ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافقین کا یہ دستور تھا کہ
 جب آپ کسی غزوہ کے لئے تشریف لے جاتے تو یہ لوگ پیچھے رہ جاتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف
 بیٹھ کر خوش ہوا کرتے پھر جب آپ واپس تشریف لے آتے تو آپ کے سامنے اس کا کوئی نہ کوئی عندیہ تلاش دیتے
 اور قسمیں کھا جاتے اور یہ چاہتے کہ جو کام وہ نہیں کر سکے اس پر بھی ان کی تعریف کی جائے اس پر یہ آیت نازل
 ہو گئی۔ جو لوگ اپنی کارستانیوں پر خوش ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جو کام وہ نہیں کرتے اس پر ان کی تعریف ہو
 آپ یہ گمان نہ فرمائیں کہ وہ عذاب کی گرفت سے باہر ہیں۔ (مسلم شریف)

النفاق العَمَلی

(۸۳۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجِدُونَ شَرَّ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ذَا الرَّحْمَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هُوَ لَكَ وَبُحْمٌ وَهُوَ لَكَ وَبُحْمٌ. (متفق عليه)

(۸۳۸) عَنْ عُمَارَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ ذَا رَحْمَيْنِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ سَاتَانِ مِنْ نَارٍ. (رواه الدارمی)

(۸۳۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ ذَا رَحْمَيْنِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ سَاتَانِ مِنْ نَارٍ. (رواه الدارمی)

عَمَلِ نِفَاقٍ

(۸۳۷) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت میں سب سے بدتر شخص تمہارے پاس کو پاؤ گے جو دوسرا ظاہر ان کے پاس آئے تو ان کی سی باتیں بنادے اور ان کے پاس جائے تو ان کی سی باتیں بنادے۔ (متفق علیہ)

(۸۳۸) عمارت روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دنیا میں دوزخی باتیں بنائے گا قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی دوز بانیں ہوں گی۔ (دارمی)

(۸۳۹) ابن ہریرہ سے روایت ہے کہ ان سے پوچھا گیا ہم لوگ جب اپنے بادشاہ کے دربار میں جاتے ہیں تو ان سے اور قسم کی باتیں بناتے ہیں اور جب ان کی مجلس سے باہر نکل آتے ہیں تو دوسری قسم کی باتیں کہتے ہیں

(۸۳۸) امام غزالی تحریر فرماتے ہیں۔ وانفقوا علی ان ملاقات الاثنین یوجہین نفاق۔ یہ متفق علیہ بات ہے کہ دو طرفہ باتیں بنانا نفاق کی خصلت ہے پھر اس کی تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ خصلت چٹھوڑی سے بدتر ہے کیونکہ چٹھوڑی تو صرف ایک دشمن کی بات دوسرے کے سامنے نقل کرنے کا نام ہے اور یہاں دو طرفہ ایک کی مخالف بات دوسرے کے سامنے نقل کرتی ہے جیسے۔ اگر میں نے دو دشمنوں کے کلمات نقل تو نہیں کئے مگر ان کے مخالف کلمات کو میں میں کر دوں گی کی تصدیق کرتا ہوں اور دونوں کی باتیں ہاں ملتا رہا۔ یا ہر ایک کے سامنے ان کی باہم دشمنی پر تعریف کرتا رہا۔ یا ان میں سے ہر ایک کی بدگوار وعدہ کرتا رہا تو ان سب صورتوں میں اس کو دوزخ میں اور دوزخ میں کہا جائے گا اسے چاہئے یا تو بسبب عذر ری خاموش رہے یا ان میں سے جو حق پر ہو اس کی تعریف کرے اس کے سامنے بھی، پس بدست بھی اور اس کے دشمن کے بددعویٰ بھی۔ (رجار العلوم ج ۵ ص ۱۱۰)

(۸۳۹) امام بخاری نے کتاب الاحکام میں حدیث ذکر کو کوئی قصداً تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ جانتا ہوں رجب نے سند امام احمد سے روایت حدیث بھی مصنف ان النفاق میں نقل کیا ہے انکم متکلمون کلاماً انکم التعمد علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النفاق وفی روایت قال ان کان الرجل یسکت بالکلمۃ علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصیر عیالاً فاقوا فی لا سمعھا من احدکم فی الیوم اور المجلس عشر مرات۔ تم آج ایسی باتیں

حَرْجًا مِّنْ عِندِهِ قَالَ لَمَّا نَعُدُّ هَذَا نَفَاًا - رسولہ البخاری
(۸۴۰) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا أَخَافُ عَلَى هَذِهِ
الْأُمَّةِ كُلِّ مَنَافِي يَتَكَلَّمُ بِالْحِكْمَةِ وَيَعْمَلُ بِالْجَوْدِ (رواه البيهقي في شعب الایمان)

(اس اختلاف بیانی کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں) انھوں نے فرمایا اس حرکت کو ہم ایک قسم کا نفاق
شمار کیا کرتے تھے۔ (بخاری شریف)

(۸۴۰) عفرے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس امت پر اگر خطرہ ہے
تو صرف اس منافق کا ہے جو باتیں بڑی پر حکمت بنائے مگر اس کے کارنامے سب ظلم کے ہوں۔ (شعب الایمان)

مذہبے نکالتے چون کہ ہم عہد نبوت میں نفاق شمار کیا کرتے تھے ایک روایت میں یہی مضمون اس طرح ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جس کلمہ کو زبان سے نکالتے ہر آدمی منافقوں میں شمار جاتا تھا آج وہ دن ہے کہ اسی کلمہ
کو ہم ایک مجلس میں تہاڑی زبانوں سے دس دس بار سن لیتے ہیں۔ (جامع العلوم) الخاکیہ کئی جلدی زندہ کہاں سے کہاں چاہیچا
جوابات کل تک نفاق مئی جاری تھی آج وہ زبانوں پر بے محابا آ رہی ہے۔ لیکن واضح رہنا پہلے کے یہاں نفاق سے وہی ظہور
باطن کا اختلاف مراد ہے پھر جس کا تقویٰ جتنا زیادہ تھا اس کی گرفت بھی اسی قدر باریک تھی سلف کے حالات کو اپنے حال پر
قیاس نہ کرنا چاہئے۔ اہم غزالی فرماتے ہیں کہ بادشاہوں کے سامنے جا کر اس قسم کی باتیں بتانا اس وقت نفاق شمار کیا جاتا
ان کے پاس جانگی اور شناختی کی کوئی کمی نہ ہو۔ اب اس شخص کا جہاں ان کی تعریفیں کرنا اور باہر آ کر خدمت کرنا مقصد بلا حجت
ہے اور نفاق ہے۔ کیونکہ اس نے محض حب جاہ و مال کے لئے اپنے خیر کے خلاف تعریف کی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ جب مال و جاہ قلب میں نفاق کی اس طرح پوش پوش کوئے میں جیسا پانی بڑھ کر کہ یعنی یہ دو خصلتیں انسان کو اس پر ابھارتی
ہیں کہ وہ بادشاہوں کی خدمت میں جا کر اپنے خیر کے خلاف باتیں بنائے اور نفاق میں گرفتار ہو، لیکن اگر ان کے دماغ میں جلنے
بغیر گذر نہ ہو انسان کی تعریف کے بغیر کوئی جاہ نہ ہو تو اب دفع شر کے قصد سے جو تعریف ہوگی وہ نفاق شمار نہ ہوگی۔ حضرت ابوہریرہؓ
فرماتے ہیں کہ میں بعض مرتبہ ایسے لوگوں کے سامنے بھی حاکم کالہ پنے پڑتے ہیں جن پر ہمارا دل حسرت کرتا ہے۔ سلف میں جہاں اس
قسم کی مثالیں ملتی ہیں ان کا دائرہ صرف ظاہری توجہ، مسکراہٹ اور کشادہ روی کے اندر محدود ہے، عجز، جھوٹ اور مزاح تصدیق
پھر بھی مکروہ عمل ہے۔ (ایضاح ج ۳ ص ۱۱۰)

(۸۴۰) حافظ ابن ربیع نے اسی مضمون کو حضرت عفرےؓ سے الفاظ ذیل موقوفہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ انھوں نے نہر پر فرمایا تھیں
متعلق مجھے سب سے زیادہ خطرہ اس شخص کا ہے جو منافق عظیم ہر لوگوں نے پرچا منافق ہو کر پھر اس کو عظیم ہی کہا جائے۔ کیسے ہو سکتا
ہے؟ فرمایا اس کی باتیں بڑی پر حکمت ہوں گی مگر اس کا عمل حق کے خلاف ہوگا۔ حضرت حذیفہؓ سے منافق کی تعریف میں منقول ہے
الذی یصفت الایمان ولا یصل بہ۔ بلال بن سعد فرماتے ہیں المنافق یقول ما یعرف ویعمل ما ینکر (جامع العلوم والحکم)
یہ سب باتیں ایک ہی مضمون کی مختلف تعبیرات ہیں ان سب میں جزیلی الفاظ حضرت عمرؓ کی ہیں اور یہاں نفاق سے ان
کی مراد نفاق علی ہے۔

(۸۴۱) عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ لَرَأَى الْمُنَافِقِينَ الْيَوْمَ شَرًّا مِنْهُمْ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَأَنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ يُسْرِوْنَ وَالْيَوْمَ يُخْفَرُونَ. (رماء البخاری فی الغنن)
(۸۴۲) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ إِنَّمَا كَانَ النِّفَاقُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا الْيَوْمَ
فَأَنَّهُمْ هَوَّ الْكَفَرُ بَعْدَ الْإِيمَانِ. (رماء البخاری)

شعب النفاق

(۸۴۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَخْرُؤْ
وَلَمْ يَخُذْ بِمَنْ نَفْسُهُ مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ. (رماء مسلم)

(۸۴۱) حذیفہ فرماتے ہیں کہ آج کے منافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے منافقوں سے زیادہ بھیاں
ہیں۔ اس وقت کے منافق تو اپنا نفاق چھپاتے پھرتے تھے اور آج تو بے دھڑک ظاہر کرتے پھرتے ہیں
(اور جنگ میں مقابلہ پر نکل آتے ہیں)۔ (بخاری شریف)
(۸۴۲) حذیفہ فرماتے ہیں کہ نفاق کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد پر ختم ہو گیا اب ہم اس کو
ایمان کے بعد کفر یعنی ارتداد شمار کریں گے۔ (بخاری شریف)

نفاق کے شعبے

(۸۴۳) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مر گیا اور اس نے اللہ تعالیٰ کے
راستہ میں نہ کبھی جنگ کی اور نہ اس کے دل میں اس کا خطرہ گذر تو وہ اپنے ساتھ نفاق کا ایک شعبہ لے کر مرا۔ (مسلم شریف)

(۸۴۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں غزوات ہی سے مومن غلبے اور منافق کے درمیان پورا امتیاز ہوا کرتا تھا۔
جو مومن تھے وہ تو ہوا نہ دارا تیش جنگ میں کو دھڑتے تھے اور جو منافق تھے وہ دم چڑا جاتے تھے۔ درحقیقت ایک مومن کی شان
ہی ہوتی تھی چاہے کچھ خدا و داس کے رسول کی ماہ میں اپنی جان قربان کرنے کے لئے بے چین نظر آئے اور ہی اس کا ثبوت ہوگا
کہ خدا اللہ رسول کی محبت اس کے قلب میں تمام محبتوں پر غالب آچکی ہے۔ اگر بالفرض کوئی ایسا نادار ہو کہ اس کے ہاتھ
نہ آئے تو کم از کم اس قتل میں تو اس کا دل ہمیشہ تڑپتا رہتا ہے۔ اگر ایسا بھی نہیں تو یہ اس کی علامت ہوگی کہ اس کا دعویٰ
ایمان صرف زبانی ہی زیادتی ہے اس کا قلب جذبات محبت سے یکسر خالی ہے۔ یہ بھی ظاہر و باطن میں ایک قسم کا اختلاف ہے
اس لئے اس کو بھی نفاق کا شعبہ کہا جائے گا۔

(۸۳۴) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيمَانُ وَالْبَدَأُ وَالْيَأْنُ شُعْبَتَانِ مِنَ الْإِيمَانِ وَالْبَدَأُ وَالْيَأْنُ شُعْبَتَانِ مِنَ الْإِيمَانِ - (رواه الترمذی)

(۸۳۵) ابوامامہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شروع و کم غنی اور حجب ایمان کے دو شعبے ہیں اور بد زمانی اور زبان آوری نفاق کے دو شعبے۔ (ترمذی شریف)

(۸۳۵) یعنی (مجھنے) سے یہاں مراد وہ نہیں جو زبان میں کسی عیب کی وجہ سے پیدا ہو جائے بلکہ وہ ایک صفت ہے جس کی وجہ سے غم سے بے خوفی اور بے باکی سے بات نہیں کرتا وہ اپنے ہر ہر لفظ کو گرا تا کاہنیں کے قلم کے تحت تصور کرتا ہے اور ایک ایک کلمہ سے خدائی محاسبہ کا خوف رکھتا ہے وہ جمع ہونے نہ دیکھتا ہے چھاپنا نہیں چاہتا اس کے تھانہ گفتگو میں تواضع، الفاظ میں سادگی اور بے تکلفی پائی جاتی ہے۔ غرض جب گفتگو کرتا ہے تو کسی تعصب کے بغیر قصود حاجت گفتگو کرتا ہے اس کے معنی یہ نہیں کہ اس کے کلام میں فصاحت نہیں ہوتی اس کا بیان غیر مرتب اور بے مغز ہوتا ہے اور اس میں کوئی مدنی و جاذبیت نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنی ساری زیرائش و آرائش کے باوجود انتہاء درجہ مؤثر و نہایت پرشکوہ اور ذوقی بھی ہوتا ہے اس کے خلاف وہ بیان ہے جس کا مقصد انہار علم اور افہام ختم ہو۔ حق کو باطل اور باطل کو حق کر کے دکھانا ہو اور اپنے الفاظ کے طعرات سے مخاطب کو صرف مرعوب کر دینا ہو اسی کو حدیثوں میں منطع اور تشقی سے قیہ کیا گیا ہے۔ بیان سراسر تعصب اور تکلف ہی تکلف ہوتا ہے۔ قلوب میں اس کا فردی اثر ہو جاتا ہے اور با اوقات اس کے ذریعہ سے بڑے بڑے انقلابات بھی رونما ہو جاتے ہیں مگر ان سب کا وجود اسلام کی نظریہ وہ نفاق کا ایک شعبہ ہی رہتا ہے۔ وہ بیان نہیں جس کو سورۃ الرحمن میں وَعَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَم میں بطریق اعتقاد فرمایا گیا ہے بلکہ وہ بیان ہے جس کی طرف غائبانہ واقعات من الیہام لہم۔ میں اشارہ فرمایا گیا ہے۔ اسی لئے حدیث مذکور میں بیان کے ساتھ بد زبانی کا لفظ اور حق کے ساتھ جھانک کا لفظ رکھا گیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہاں بیان سے وہ بیان مراد ہے جو انسان کی سبب باکی کو بد زبانی کا اثر ہوتا ہے اسی طرح حق سے وہ کم غنی مراد ہے جو انسان کی ایمانی جہاد کا اثر ہوتی ہے۔ خلاصہ کہ مومن چونکہ خرمیلا ہوتا ہے اس لئے تراخ و تراخ باتیں نہیں کرتا اور منافق چونکہ بے باک ہوتا ہے اس لئے بڑے بڑے کہنے سے نہیں بچتا۔ امام ابن قیم نے ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ ایک نوجوان نے حضرت ابو بکر سے ان کے زیادہ ابتلا میں کچھ عرض کیا تو حضرت ابو بکر علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ کیا تجھے خبر ہے۔ کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن کو صرف اس کے خوف نے مراکز صامت بنا رکھا ہے۔ نہ گونگے ہیں نہ ان کی زبانیں بھی کوئی عیب ہے بلکہ بڑے فاضل، بڑے بولنے والے بڑے فصیح و بلیغ ہیں اور اللہ اور اس کی کریمہ سالوں کے بڑے عارف ہیں لیکن جب ان کے سامنے خدائی عظمت کا نقشہ آجاتا ہے تو مارے خوف کے ان کے دلوں کے گوشے اڑ جاتے ہیں ان کی زبانیں گونگی ہو جاتی ہیں اور ان کی عقلیں حیران ہو جاتی ہیں۔ (زاوید مختل الاہ وریث ص ۲۸۲) پس نہ یہاں نفاق کا شعبہ ہے اور نہ ہر کم غنی ایمان کا شعبہ۔ مراد صحت اور موارد ذم کو سمجھنا محض الفاظ سے حاصل نہیں ہوتا۔ اس کیلئے کیفیات نفسانیہ اور مختلف حالات کا ہمیشہ نظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ نہ ہر کم مرستہ راشد قلندی دانہ۔ حدیث کے مطالب پر غور و فحس کرنے کیلئے آپ ہر جگہ اس دقیقہ پر نظر رکھئے۔

(دیکھو تاویل الاحادیث لابن قیم۔ ص ۲۸۲)

(۸۴۵) عَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْحَيَاءَ وَالْعِفَّةَ وَالْبِقَعَ عَنِ اللِّسَانِ لَا يَجْعَلُ الْقَلْبَ وَالْفِكَهَ مِنَ الْإِيمَانِ وَهُنَّ ثَلَاثُ مَعَارِضٍ فِي الْآخِرَةِ وَيَنْقُصُنَ مِنَ الدُّنْيَا وَيَايِزُدُنَ فِي الْآخِرَةِ أَكْثَرُ وَأَنَّ الْبَلَدَاءَ وَالْجَمَلَةَ وَالشُّمَّ مِنَ الْبِقَاعِ وَهُنَّ ثَلَاثُ مَعَارِضٍ فِي الدُّنْيَا وَيَنْقُصُنَ فِي الْآخِرَةِ وَمَا يَنْقُصُنَ فِي الْآخِرَةِ أَكْثَرُ (رواه احمد)

صفات المنافق

(۸۴۶) عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الْخَمَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ تَغْنِثُهَا الزَّرِّيَّاتُ تُصَرِّعُهَا مَرَّةً وَتَعْدِلُهَا أُخْرَى حَتَّى يَأْتِيَ أَجَلُهُ وَمَثَلُ

(۸۴۵) عرو بن عبد اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کی وساطت سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بلاشبہ شرم، پاکبازی، کم سخنی اور سچے سب ایمان کی باتیں ہیں اور کم سخنی سے عداوت سانی اور زبان کی طعنائی کا ترک کر دینا سب سے قیمتی باتیں ہیں (یعنی وہ کم سخنی نہیں جو ناگہی کی وجہ سے پیدا ہو اور یہ تمام باتیں اخروی ترقیات کا موجب ہیں اور دنیوی نقصان کا اور ان کا اخروی نفع ان کے دنیوی نقصان سے زیادہ ہے۔ اسی طرح بزدلی، درشت مزاجی اور بخل غنا کی باتیں ہیں اور یہ چیزیں دنیوی ترقیات کا موجب ہیں اور اخروی نقصان کا اور ان کا اخروی نقصان ان کے دنیوی نفع سے زیادہ ہے۔ (احمد)

منافق کی صفات

(۸۴۶) کعب بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی مثال گہوڑوں کی اس تیلی اور نازک شلخ کی سی ہے جس کو ہوائیں اور سرد ہر گراتی رہتی ہیں اس طرف کی ہوا چلی تو اوجھر دے بچھا ادا اس طرف کی ہوا چلی تو بھراس کو سیدھا کھڑا کر دیا اس کی روش پوٹھی رہا کرتی ہے یہاں تک کہ اس کی

(۸۴۶) اس حدیث میں مومن و منافق کی کچھ حقیقتات مذکور ہیں اور ان کے انفرادی مقصد مومن کی تسلی اور منافق کو اجتناب ہر مومن ساری دنیا کو خدا کا پیام سنانا ہے اور سارے جہان کو اپنا مدخل بنالیتا ہے ہر رحمت اس کی غلی کو تاہیوں کی طرح طرح سے مکافات کرتی رہتی ہے اس لئے ہر طرف سے حوادث کی آماجگاہ بن جانتا ہے منافق کو نہ دینا سنا ہے نہ رحمت کے انتہاء کا اہل ہے اس کے لئے استدراج و اہمال کا قانون ہے وہ ایک باغی کی طرح جب گرفتار ہوتا ہے تو ایک ہی مزاج یعنی مزاج موت پالیتا ہے سبحان اللہ کہتے مختصر کلمات ہیں مگر حقیقت سے کہنے لبریز اور عبرت سے کہنے بھرے ہوئے۔

الْمُتَّاقِينَ كَمَثَلِ الْآزْرِ الْمَجْدِبَةِ الَّتِي لَا يَصِيبُهَا شَيْءٌ حَتَّى يَكُونَ انْجِعَافُهَا مَرَّةً وَاحِدَةً (متفق علیہ)
(۸۴۷) عَنْ ابْنِ جُرَاجٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُتَّاقِينَ كَالثَّاءِ وَالْعَائِزَةِ
بَيْنَ الْعَقَمَيْنِ لَعِبُوا لِي هَذِهِ مَرَّةً وَآلِي هَذِهِ مَرَّةً - (رواه مسلم)

(۸۴۸) عَنْ عَامِرِ الرَّائِمِ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَسْقَامَ فَقَالَ إِنَّ
الْمُؤْمِنِينَ إِذَا أَصَابَهُ السَّقَمُ ثُمَّ عَافَاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَمَنْ كَانَ لِفَارَقِهِ مَا مَضَى مِنْ دُنُوبِهِ وَ
مَوْعِظَةٍ لَهُ فَمَا يَسْتَقْبِلُ وَإِنَّ الْمُتَّاقِينَ إِذَا مَرَضُوا ثُمَّ عُوِيَ كَانَ كَالْبُعِيرِ عَقْلَهُ أَهْلُهُ ثُمَّ أَرْسَلُوهُ
فَلَمْ يَدْرِ لَهُ عَقْلُوهُ وَلَمَّا أَرْسَلُوهُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْأَسْقَامُ وَاللَّهُ مَا مَرَضْتُ

موت آجاتی ہے اور منافق آدمی کی مثال اس مضبوط اور جے ہوئے چبڑکے درخت کی سی ہے جس پر کوئی
آفت نہیں آتی پھر جب اکھر تپا ہے تو ایک دم جڑ سے اکھر کر جا پڑتا ہے (متفق علیہ)
(۸۴۷) ابن جریر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی مثال اس بکری کی سی ہے
چوز کی تلاش میں دو گلوں کے درمیان کبھی اس طرف اور کبھی اس طرف ماری ماری پھرتی ہے۔ (مسلم شریف)
(۸۴۸) عامر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیاریوں کے ثواب کا تذکرہ فرمایا اس سلسلہ میں بھی
فرمایا کہ کامل مومن جب بیمار پڑتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کو شفاء دیدیتا ہے تو اس کی بیماری اس کے گزشتہ
گناہوں کے لئے تو کفارہ دین جاتی ہے اور آئندہ اس کے لئے نصیحت کا باعث بن جاتی ہے لیکن جب
منافق بیمار پڑتا اور شفا یاب ہو تپا ہے تو وہ اس اونٹ کی طرح ہوتا ہے جس کو اس کے مالک نے باندھا اور
پھر کھول دیا مگر نہ وہ یہ سمجھا کہ کیوں تو اس کو باندھا اور کیوں کھولا تھا۔ حاضرین مجلس میں ایک شخص بولا میں تو

(۸۴۷) منافق ذلیل کی مثال اس بکری سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی چوز کی تلاش میں بکری بکری پھرتی ہے اسی طرح منافق
بزدل جماعت کبھی اپنے نفس کی خاطر مسلمانوں میں اور کبھی کافروں میں ماہے ماہے پھرتے ہیں ان کا سارا نقطہ نظر صرف
دنیا کا مال اور جان کی حفاظت ہے تا کہ ہر دھوکے کی طرح مقابلہ کی ہمت نہیں رکھتے اور دھوکوں کی طرح دوسروں کی آغوش میں عافیت
کے متلاشی رہتے ہیں۔ اس مرض سے نفرت پیدا کرنے کیلئے اس سے زیادہ مؤثر تشبیہ اور کیا ہوگی۔

(۸۴۸) اس حدیث کا معنوں میں تقریباً یہ ہے جو اس باب کی پہلی حدیث کتب میں مالک کا تھا اس میں بھی یہی سمجھا گیا تھا
کہ منافق کو نہ یوی صاحب کی طرح بھی نہیں لگتی۔ باطنی اسباب کے علاوہ میان کچھ ظاہری اسباب بھی اس کے ہیں جو ملتے ہیں۔ اور وہ
یہ کہ شرعی قیودات اور اخوت کا غم مومن کے لئے ایسا بار بن جاتا ہے جو اس کو ابھرنے نہیں دیتے۔ منافق ان تمام غموں سے
آزاد ہوتا ہے اس لئے اول تو بیماری کہ بڑھتا ہے اور اگر بڑھتا ہے تو عبرت نہیری کی اس میں کوئی مدد نہیں ہوتی۔

یہاں اس شخص نے بڑی گستاخی کی کہ ایسے نازک مرحلہ پر جبکہ آپ کی محفل میں مومن و منافق کے امتیازات بیان
ہو رہے تھے اپنے نفس میں خود منافقین کی صفت بیان کر دی مگر لسان نبوت سے پھر بھی یہ ارشاد نہیں ہوا کہ جاؤ منافق ہر

قَطُّ فَقَالَ فَمَعْنَاهُ فَلَسْتُ وَمَا - (سرواہ ابوداؤد)

(۸۴۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُنْتَزَعَاتُ وَالْمُحْلَعَاتُ هُنَّ الْمَنَاقِبَاتُ - (سرواہ النسائی)

(۸۵۰) عَنْ سَمْعِلَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَا مُؤْمِنُ خَيْرٌ مِنْ عَمَلٍ وَعَمَلُ الْمُنَانِي خَيْرٌ مِنْ نِيَّتِهِ وَكُلُّ عَمَلٍ عَلَى نِيَّتِهِ فَإِذَا عَمِلَ الْمُؤْمِنُ عَمَلًا فَأَرِنِي قَلْبَهُ لَوْ رَوَاهُ فِي الْحَلِيبِ

یہی نہیں جانتا کہ بیماری ہے کیا چیز خدا کی قسم میں تو کبھی بیمار نہیں پڑا۔ اس پر آپ نے فرمایا جو تم میں سے نہیں (ابوداؤد)
(۸۴۹) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورتیں اپنے نفسوں کو اپنے شوہروں سے خلع کر کے علیحدہ کر لیتی ہیں یہ بھی منافق ہیں۔ (نسائی)

(۸۵۰) سہل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر رہتی ہے اور منافق کا عمل اس کی نیت سے زیادہ خوشنظر آتا ہے اور ہر شخص کا عمل اس کی نیت کے تابع رہتا ہے۔ جب مومن کوئی عمل کرتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کے قلب میں ایک نور چمک اٹھتا ہے۔ منافق کی نیت چونکہ بھی نہیں ہوتی اس لئے اس کا عمل بے نور ہوتا ہے۔ (حلیہ)

صرف اپنی غلطی کی وجہ سے اتنا ضرور ہوا کہ اس عقل میں شمار نہ ہو سکا اب اگر یہ شخص کوئی منافق ہی تھا جب تو بات ظاہر ہے روز پھر بھی بڑی محرومی رہی۔

(۸۴۹) جو عورتیں نکاح کے بعد بے وجہ خلع کرنے پر تیار رہتی ہیں ان کا ظاہر و باطن بھی یکساں نہیں ہوتا۔ اگر وہ دل میں رضامند نہیں تو اب خلع کیوں کرتیں۔ یہی خصلت منافق کی ہے یہاں اس عمل کی خدمت ذہن نہیں کرنے کے لئے غفلت کو منافقات کا لقب دیدیا گیا ہے۔ مالک علی الاطلاق کے ساتھ فریب کرنے والا بھی منافق ہوتا ہے اور جو اپنے شوہر کے ساتھ یہ چال چلے وہ بھی اسی زمیں شمار ہے۔ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ شوہر کو شریعت میں کچھ مالکانہ حقوق دیئے گئے ہیں اب یہی عوام میں شوہر کو مالک سے تعبیر کیا جاتا ہے اسی تناسب سے شوہر کی حق ناشناسی کو حدیثوں میں کفر سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ من لم یسکر الناس لم یسکر اللہ۔

(۸۵۰) حدیث مذکور سند کے لحاظ سے گو کوئی بڑا پایہ نہ رکھتی ہو مگر لحاظ معنوں بہت جزیلی ہے اور اس کے ہم معنی اعلیٰ درجہ کی اور حدیثیں ملتی ہیں مستبر علیانے بھی اس کی شرح میں کافی دلچسپی لی ہے۔

انام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ انسان کی عبادات و طاعات کا تمام کارخانہ اس کے دعوں سے مل کر بنتا ہے۔ عمل جوارح اور نیت۔ یہ دونوں اس کے عمل ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ نیت قلب کا عمل ہے اور ظاہری عمل اعضا و باطن کا۔ اس کے بعد دونوں عمل اپنی اپنی حد پر موجب اجر ہوتے ہیں اس لئے دونوں ہی بہتر شمار ہوں گے لیکن اگر سوال ان دونوں میں افضل کے متعلق ہو تو حدیث کا فیصلہ یہ ہے کہ نیت اس کے عمل جوارح سے بہتر رہے گی اس کی وجہ یہ ہے کہ عبادت کا

علامات النفاق

(۸۵۰) عَنْ أَبِي مُرَّةٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِمَنَّا بَيِّنَاتٍ عَلَامَاتٍ بَيِّنَاتٌ فَوَنَّمَا يَخِيئُهُمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَطَعَامُهُمْ هَيْبَةٌ وَغَنِيمَتُهُمْ غُلُوبٌ وَلَا يَفْرَجُونَ الْمَسَاجِدَ إِلَّا

نفاق کی نشانیاں

(۸۵۱) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافقوں کی چند علامتیں ہیں جن کے ذریعہ سے وہ شناخت کئے جاتے ہیں۔ سلام کی بجائے ان کی زبانوں پر لعنت کا لفظ رہتا ہے۔ لوٹ کا مال ان کی خوراک ہوتی ہے، خیانت کا مال ان کا مال غنیمت ہوتا ہے، مسجدوں کے قریب نہیں آتے مگر مسجد پروردہ

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) جو اصل مقصد ہے اس میں معنی تاثیریت کی کہتی ہے اتنی ظاہری عمل کی نہیں ہوتی مثلاً نماز کا اصل مقصد اپنے رب کے سامنے تواضع اور اظہارِ غرور و مباہلہ ظاہری اماکان اس کیلئے صرف نیک وسیلہ میں اللہ تعالیٰ نے قلب و جوارح میں ایسا حکم ملا رکھا ہے کہ جب قلب پر کوئی خوفِ خدا یا پرہیزگاری اعضا بھی قوراز کرنے لگے ہیں اسی طرح جب کسی تنیم و یکس کے سر پر ہاتھ پیرا جائے تو فوراً قلب میں رقت و نرمی کا اثر پیدا ہونے لگتا ہے۔ دُعا و تہجد کا مقصد بھی صرف ان اعضا کو جھکانا یا زمین پر رکھنا نہیں بلکہ قلب میں خشوع و خضوع کی کیفیت پیدا کرنی ہے پس ہر کوئی شخص دینی افکار میں گرفتار ہو کر جب وہیں جا پڑے اور اپنا مقصد بھی نظر نہیں رکھتا تو ظاہر ہے کہ اس عمل سے اس کے قلب میں تواضع و نیاز کا کوئی اثر پیدا نہیں ہو سکتا پھر جب اس کا کوئی نفع نہ ہو تو کیا یہ کہ ہمچ نہ ہو گا کہ یہ عبادت ہی باطل ہے کیونکہ اس کا کرنا نہ کرنا دونوں برابر برے ہیں اگر کسی اس نے کسی کی نافرمانی کر لی تو اب معاملہ عدت ہو جائے اور بیعت بطلان کے عملِ غیر عصیت کی صورت اختیار کر لیتا ہے اس سے ثابت ہو گیا کہ نوس کے عمل سے اس کی نیت کا مرتبہ بلند ہو گیا کیونکہ عملِ خیر کی خیریت بھی نیت کی خیریت پر موقوف ہے۔ (راجا، العلوم ج ۲ ص ۳۳۳)

امام غزالیؒ کی اس شرح سے حدیث کے دوسرے جملہ کی شرح خود بخود روشن ہو جاتی ہے معنی منافق انسان جو عملِ خیر بھی کرتا ہے اس کی روح میں اتنی ہی ہوتی ہے جو ظاہر میں نظر آ رہی ہے لیکن اس کا عملِ باطن معنی نیت وہ بالکل بے روح ہوتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس کے اس عمل کا اس پر کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ اس کے برعکاس جس کے عمل سے اس کا قلب منور ہو جاتا ہے جیسا کہ ابھی امام غزالیؒ کے کلام سے معلوم ہوا۔

(۸۵۱) معلوم رہے کہ بعض منافقین کے کافر ہونے کے باوجود حدیثوں میں جب ان کی علامات ذکر کی گئی ہیں تو وہ صرف چند خاص ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ منافق کی ظاہری سطح ہمیشہ مسلمانوں ہی کے ساتھ ملتی جلتی ہے۔ اگر اس کا کفر بالکل عیاں ہو جائے تو اس کو منافق ہی کہیں کہا جائے اس لئے اس کی علامات بھی از ظہرِ عامی ہی ہو سکتی ہیں غرض اتنا ہے کہ یہ عامی مسلمان سے واقف تائید رہے ہیں اور منافق کی مرشد میں داخل ہوتے ہیں۔ ان عامی کا خلاصہ۔ بد اخلاقی، مطلب پرستی، خیانت اور دین سے بیزاری ہے جب انسانی اخلاق بگڑ جاتے ہیں تو اس کی زبان گندی اور اس کی حرکات خفیف ہو جاتی ہیں

مُحَمَّدًا وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا ذُبُرًا مَسْكُورِينَ لَا يَأْتُونَ وَلَا يُؤْتُونَ خُشْبًا بِاللَّيْلِ
صَحْبًا بِالنَّهَارِ (سواء احمد واخرجه الحفاظ ابن كثير في تفسير سورة المنافين)

کہو اس کرتے ہوئے، اور نماز میں شریک نہیں ہوتے مگر سب سے آخر میں۔ اترتے ہوئے، نہ خود کسی سے الفت رکھتے ہیں۔ نہ ان سے کوئی الفت رکھتا ہے، شب میں ہنسی کی طرح بستروں پر پڑے رہتے ہیں اور دن میں خود بجاتے بھرتے ہیں۔

جب اس میں امانت کا شعور نہیں رہتا تو لوٹ کا مال اس کو مال طیب نظر آنے لگتا ہے اور خیانت کرنا اس کی نظر میں بالیٰ غنیمت کی طرح محبوب بن جاتا ہے جب اس میں مطلب پرستی کی خصلت سراپت کر جاتی ہے تو اس کے پیش نظر بجز اپنے مطلب کے اور کچھ نہیں رہتا، اس کے دل میں کسی سے الفت نہیں رہتی اور اس لئے دوسرے لوگوں کے قلوب سے بھی اس کی الفت نکل جاتی ہے۔ خود غرض ان لوگوں کا ہمیشہ ہی حشر ہوتا ہے اور جب قلب میں دین سے بیزاری پیدا ہو جاتی ہے تو نماز میں جیستی باقی نہیں رکھتی۔ منافقین کی معاشی اور معاویہ زندگی کا یہ اتنا سچا نقشہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان کا اس سے زیادہ نقشہ کیسے تیار کرے تو نہیں کھینچ سکتا۔ ان میں سے ایک ایک عمل تمام ایمانی کے برخلاف ہے۔ ایمن امن اور امانت سے مشتق ہے وہ خیانت، خود غرضی اور ابدی آزمائش کو برداشت نہیں کرتا۔ رہ نماز کا معاملہ تو اس کا ایسا عمل ہے کہ قرآن کریم میں اس کو ٹھیک جہان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ وَاَكَاَنَ اللّٰهُ لِيُضَيِّعَ اِيْمَانَكُمْ۔ اس میں سستی بھلاؤں سے کہے ممکن ہے لیکن جس طرح خارجی باب کی بنا پر کبھی کبھی ایک ہونے سے بھی ٹکر کے اعمال سرزد ہو جاتے ہیں اسی طرح کبھی کبھی اس سے نفاق کے اعمال بھی سرزد ہو جاتے ہیں۔ ایسا مسلمان جو اپنی عملی زندگی میں کچھ منافق سے کوئی امتیاز نہیں رکھتا حدیث کے الفاظ میں منافق کے نسب سے پاک یا کافرا ہے اور جبکہ اس کا نقشہ عمل ٹھیک منافقوں کی طرح ہو۔ تو وہ اسی کا سنی ہے لیکن اپنی تصدیق رکھتا ہے اس لئے بلحاظ احکام اس کو اس منافق کی برابری نہیں رکھا جاسکتا جس کا باطن تصدیق سے خالی ہے اس لئے فقہی تعبیرات یہاں مختلف ہو گئی ہیں۔ کسی نے اس کا نام نفاق علی عمل رکھا اور کسی نے اس کو نفاق اصغر کہا ہے۔

۱۔ بات بہت اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ کسی کلام کا مفہوم سمجھنے کیلئے اس کے ماحول کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے اس لئے ان احادیث کو بھی اسی ماحول میں پڑھئے جبکہ ایک طرف منافقین کی جماعت تھی جو ان مذموم خصال میں از سر تا پا غرق تھی۔ دوسری طرف مسلمانوں کی جماعت تھی جو ان کو انتہائی نفرت کی نظر سے دیکھتی تھی۔ تو سلم یا غیر صحبت یافتہ جماعت زیر بحث ابھی نہیں سکتی، طبعاً کچھ عرصہ بعد یا تو مذہب و مرتب ہو کر قدیم العہد مسلمانوں کی طرح بن چکا تھا۔ اگر اسلام ان کے عقوم کے نیچے نہیں ترا تو وہ اپنا راستہ اختیار کر چکا تھا یہ حال مسلمانوں کا وہ گروہ جس کو اسلامی جماعت کہا جاتا تھا ان زشت اعمال سے اسی درجہ بیزار تھیں کہ ان کو ہونا چاہیے ان حالات میں ان احادیث میں کسی بحث کی ضرورت ہی نہ تھی لیکن ہمارے دور یا انحطاط میں جب ایک قدیم العہد مسلمان میں بھی یہ خصال موجود نظر آنے لگے تو بلاشبہ اب معاملہ قابل بحث بن گیا اور نفاق اعلیٰ اور علی کی تعبیریں کرنی پڑیں۔ اس سے غرض یہ نہیں کہ یہ تقسیم پہلے موجود تھی بلکہ یہ مقصد ہے کہ سلف کی نظروں میں علی نفاق بھی اعلیٰ نفاق کی برابری نظر آتا تھا اس لئے وہ اس تقسیم کے قابل نہ تھے وہ اسلام کے خلاف اعمال میں ایسی تاویلات سوچا ہی پسند نہیں کرتے تھے جن کی بنا پر ان اعمال کی اسلام میں کوئی گنہائش نکل سکے۔ ان کے نزدیک اسلام کے ساتھ بس اسی کے اجزاء ہونے پڑیں اگر نفاق کی کوئی خصلت وہ کسی مسلمان میں دیکھ لیتے تو یہ ان کے نزدیک ایک غیر معقول ضرورت تھی اور

(۸۵۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا أَتَاهُ خَانٌ - (سواء البخاری)

(۸۵۳) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعٌ مَنْ لَمْ يَفِ

(۸۵۲) ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کا خلاف کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ (بخاری شریف)

(۸۵۳) عبد اللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں یہ چاروں

(یعنی سارے صفہ گذشتہ حقیقت میں یہ ہے کہ ایک مسلمان میں وہی اعمال نظر آئے گا جس میں کا اسلام تقاضا کرتا ہو اس سے اس میں ایسا کوئی نقص و نقصان نہیں کوئی تقسیم نہیں ہے نہ اسلام کے جوئے اعمال کو اسلام کہتے تھے اور کفر و فحاشی کی ایک ایک فصلت سے انتہا اور جہیزار تھے تقسیم اور تاویلیں کرنا ان کے ملنے فحاشی کے خلاف چیزیں تھیں۔ اس قسم کی حدیثوں کا اصل مشار یہ نہیں کرتے ہیں کہ مسلمان کے لئے یہ ہرگز دیا نہیں کہ وہ اپنی زبان سے تو اسلام و ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اور اس میں کلمہ ہونے منافق کی علامتیں پائی جائیں۔ اس کے لئے لازم ہے کہ وہ فحاشی کی ایک ایک فصلت سے بیزار ہو اگر وہ اسلام کا دعویٰ ہے تو اپنے ظاہر و باطن میں ہر ایک رنگی پیدا کرے اور اپنے فتنہ عمل کو اتنا بد بنا ہونے سے کہائے جسے دیکھ کر حکم لگانا حدت ہو کہ یہ ٹھیک ایک منافق کا فتنہ عمل ہے۔

(۸۵۴) حافظ ابن رجب حنبلی تحریر فرماتے ہیں کہ فحاشی علی اگر یہ صوف انسان کے ظاہر و باطن کے اختلاف کا نام ہے جس کی بہت قسمیں نکل سکتی ہیں مگر ان کے اصول صرف پانچ ہیں۔ (۱) جھوٹ بولنا۔ (۲) امانت میں خیانت۔ (۳) وعدہ خلافی۔ (۴) غصہ میں آکر بے قابو ہو جانا۔ (۵) عہد کو ترک کرنا۔ (جامع العلوم)

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ منافقین نے یہ تمام چالیں جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ بھی چلیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قیامت تک کیلئے ان کو قلوب میں منافق کا روگ بکھیر دیا گیا۔ فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي ظُهُورِهِمْ يُدْرِكُهُم يَوْمَ يَعْلَمُونَ كَذِبًا أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ذُو الْعَرْشِ الْكَرِيمُ۔ پس اس بات کا یہ نتیجہ نکلا کہ ان کے دلوں میں فحاشی کا روگ اس وقت تک کے لئے بیٹھ گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ سے طیس رہیں اب دور ہونے والا نہیں (اور یہ اس لئے کہ انھوں نے جو اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا اسے جان بوجھ کر ادا نہیں کیا اور اس لئے بھی کہ وہ جھوٹ بولتے رہے۔

آیت مذکورہ: لا سے معلوم ہوا کہ وعدہ خلافی اور عہد شکنی کا شر و فحاشی ہر قسم کے نیر یہ بھی معلوم ہوا کہ ان جرائم میں زیادہ شدت اس لئے پیدا ہوئی تھی کہ انھوں نے خدا اور رسول کے معاملہ میں بھی ان کا ارتکاب جائز رکھا بلکہ اپنی حالت بنایا اسی طرح ان کی بقیت براہ طور پر بھی خدا اور رسول کے ساتھ رہی جیسا کہ سہہ برائے میں اس کی تفصیلات موجود ہیں۔ اس سے یہ بات بھی خوب روشن ہو گئی کہ ہر جرم جن کی اہمیت بظاہر نہ ہوتی چاہے کتنی اہم کیوں نہ ہو۔ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ فحاشی کی حقیقت یہ کہ کادی اور غریب کا کسی اور مظاہر و باطن کا اختلاف ہے ان ضائل میں سے ہر ایک فصلت میں۔ دونوں باتیں موجود ہیں

كَانَ سُنْأَفَاخَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ الرَّفَاقِ حَتَّى يَدَّعِمَهَا كَمَا

باتیں جمع ہوجائیں وہ تو پورا منافق ہے اور جس میں کوئی ایک خصلت پائی جائے تو سمجھ لو کہ اس میں نفاق کی ایک

انگلی شخص میں یہ ساری کی ساری خصلتیں ایک وقت جمع ہوجائیں تو اس میں کیا شبہ ہے کہ وہ پورا پورا منافق ہوگا۔

ہم پہلے تبیہ کر آئے ہیں کہ حدیث و قرآن میں بہت سے مقامات پر کفر لغت کے ہم معنی استعمال ہے اور ایسا ہی ہونا بھی چاہئے اسی طرح نفاق بھی صرفوں میں لغت کے مترادف استعمال ہے۔ نفاق پہلی ہوا نفاق علی حقیقت لغوی متعدد نون قسموں میں پہلی پہلی طرح ملحوظ ہے۔ پہلی منافقین کی قریب کاری کا یہ وہ خود قرآن کریم ہی نے چاک کر دیا ہے اور بہت سی آیتوں میں ان کے نفاق کی حقیقت بلفظ صریح (قریب) ہی ادا فرمائی ہے۔ وہ گئے وہ منافقین جنہوں نے خدا سے تعالیٰ کو خود ہو کا دینے کا قصد نہیں کیا مگر اس کی تخلیق کو قریب دیکھ کر ارادہ کیا ہے ان کو حدیث نے اے ایلمہ نفاق کی یہ خطرناک قسم ہمیشہ رہی اور ہمیشہ رہے گی اس کے بعد عہد نبوت کے منافقین کی کچھ علامات ملاحظہ فرمائیے۔ بعض وہ علامات جو سورہ ہرمت میں مذکور ہیں۔

(۱) وَتَجْلِسُونَ بِأَسْوَاقِهِمْ لَا تَسْمَعُونَ لِحُجَّتِهِمْ حَتَّى تَحْكُمَ لَهُمْ
يُحْكُمُونَ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَمَّا يُعْلَمُونَ لَهُمْ
لَكَادُ بُونَ اور اشرار تعالیٰ جا خلیہ کہ یہ قطعاً جھوٹے ہیں۔

(۲) إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِهِ وَالَّذِينَ
الْآخِرَةِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي شَكٍّ مِنْهُمْ بِيَوْمِ عَذَابِ
تجسس اجازت طلب کر لے تو یہی جو اشرار امتحان کرتے کن ہدایان

(۳) وَهُمْ جَوَارِحُ رَدَّكَ مَا رَدُّوكُمْ لَا أُخْيَالًا وَ
لَا أَوْضْعًا أُخْلَا لَكُمْ يَتَّبِعُونَكُمْ
اَلْمُؤَنَّةَ۔ اگر یہ تم ملازموں میں رکھ لیں گے تو تمہارے اندر سوائے غلامی کے

(۴) إِنَّ تُبَيِّدُكَ حَسَنَةً تَسْؤُهُمْ وَإِنْ تُبَيِّدُكَ
مُصِيبَةٌ يُتَبَيَّنُ لَكَ إِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّامِرِ كُلِّ
وَيَتَوَلَّوْا وَهُمْ فِي حُجُونٍ۔ کسی چیز کا اضافہ نہ کرتے اور خود تمہارے درمیان فتنہ انگیزی کے

(۵) وَتَسْتَعْتِمُ أَنْ تُقْبِلُ وَهُمْ مُتَخَفَتُونَ إِلَّا أَهْمُ
لَقَرْنَا أَيْسَرُ وَبَرَّسَدُ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ
إِلَّا كَذِبًا أَلَيَّ وَلَا يَخُفُّونَ إِلَّا دَعَمُ كَارِيُونَ۔ اگر نہیں کوئی بھی بات پیش آجائے تو ان منافقین کو بڑی گلاؤ

(۶) وَتَجِدُ زُتًى لَهَا أَوْ مُعْتَرَاتٍ أَوْ مُتَحَلِّاتٍ
لَوْ أَنَّ الْبَرِّيَّةَ رُفِعَتْ عَنْ حُجُونٍ۔ اگر کوئی مصیبت پیش آجائے تو کہنے لگیں اسی خیال سے ہم نے پہلے ہی

(۷) وَتَجِدُ مَنْ يُكْرِهَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أَغْنَوْا
فِيهَا رَضُوا وَلَكِنْ يَتَعَلَّوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ
يُخْطَبُونَ۔ استعمالی طریقہ کر لی نہیں اور پھر گردن موڑ کر خوش چل دیں۔

(۸) وَلَكِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَبْغُوَنَّ إِنَّمَا أَنْتَ مُخْرَجُ
اور ان میں کہہ لو کہ ایسے ہیں کہ مال نذرانہ بانٹنے میں تم پر عیب لگاتے

ہیں۔ یہ خود ان کی (دھن) ہی کی حالت یہ ہے کہ گناہیں اس میں سے

کہ دیر بجا نہ خوش ہوجائیں نہ بد بجا نہیں تو اس پر غصہ نہیں۔

اگر تم ان سے پوچھا اسی کفر کی ایما کھیل کر کہتے ہو تو یہ خود جواب

اَوْ مِنْ خَانَ وَلَا اَحَدٌ كَذَبَ وَلَا اَعَا هَدَعْدَ رَاوِلَا اَخَا صَمَّ قَجَرٍ۔ (متفق علیہ)

خصلت پیدا ہو گئی یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے، جب اس کے پاس کوئی چیز امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو توڑ ڈالے اور جب جھگڑا کرے تو بے قابو ہو جائے۔ (متفق علیہ)

وَنَقَّبَ قُلُوبًا سَوَادًا يَابِسَةً وَلَا يَمْلِكُ
كُنْهُمْ مُنْهَكَةً وَنَافِثَةً
لَمَّا تَوَقَّعُوا وَالْمَأْفَاقَاتُ بَعْضُهُمْ مِنْ
بَعْضٍ يَأْتِيهِمْ بِالْأَكْثَرِ وَيُخَوِّنُ عَنْ
الْمَعْرُوفِ وَيُخْشِئُونَ أَيْدِيَهُمْ
وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللَّهَ لَئِنْ آتَانَا
مُغْلِبًا لَنَنصُرَنَّكَ وَكَذَّبُوا مِنْ
الْمُؤْمِنِينَ فَلَمَّا آتَاهُمْ مِنْ فَضْلِهِ خَذَلُوا
يَهُودَ وَآدَمَ مَعْرُوفُونَ
لَكِنَّهُمْ يَكْمُرُونَ بِالْمُطْرِقِينَ مِنَ
الْمُؤْمِنِينَ فِي الصُّدُوقَاتِ وَالَّذِينَ
لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ يَفْخَرُونَ بِهِمْ
۱۰۹

میں کہیں ہم نے تفرق اور خزان کے طور پر بات کی تھی تمہارے بہو کی نام
اشد کسانہ اس کی آیتوں کے ساتھ اس کے سول کے ساتھ خلیفہ کرتے تھے۔
نافی مولود نافع عورتیں سب یا ہم ایک ہیں۔ برائی کرنے کا اور
اچھی باتوں سے روکنے کا حکم دیتے ہیں اسدوا خدا میں غریب کرنے
سے اپنے ہاتھ کھینچتے ہیں۔
اور ان میں کہہ لوگ ایسے ہی ہیں جنہوں نے خدا تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ
پنا فضل (مال و دولت) عطا فرمادے تو ہم ضرور غیث کریں گے
اور ضرور نیکوں میں شامل ہونے کی سعی کریں گے مگر جب خدا تعالیٰ نے انہیں
پنا فضل (مال و عطا فرمایا تو ان میں کوئی کوئی نہ لگا اور انہیں عہد سے ہٹ کر گئے۔
اسدوا نیکوں میں سے غیرت کرنے والے مومنوں پر شکستہ ہو گئے ہیں
اور ان مومنوں کو اپنی محنت و شقت کی کمائی کے سوا مادہ کچھ نہیں
ان پر منحصر کرتے ہیں۔

آیت باہر سے جو منہ چار شاخ پر آمروں سے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

- ۱ - چار کے موقع پر جمہوری قسمیں کھا کر جان بچالینا۔
- ۲ - اور اگر شریک ہوں تو ان میں فتنہ برپا کر دینی کی فکر رکھنا۔
- ۳ - مسلمانوں کی خوشی میں ناخوش ہونا اور ان کی ناخوشی میں خوش ہونا۔
- ۴ - نازدوں میں کامی سے شریک ہونا اور جب خیر کرنا تو بے دلی سے مجبور ہو کر۔
- ۵ - اپنی اس وعدہ کی پالیسی کی وجہ سے ہر وقت وعدے کے رہنا اور اگر تہد میں پڑے رہنا کہ فتح و نصرت کے جو
وعدے مسلمانوں سے کئے گئے ہیں کہیں وہ پورے ہی نہ ہو جائیں جیسا کہ آیت سے ظاہر ہے۔
- ۱۱۰ - مسلمانوں اور خدا کے رسول پر شکستہ ہونے کے لیے بندے کہ ان کی خوشی و ناخوشی کا اور صرف ملکہ دنیوی ہونا۔
- ۸ - خدا اور رسول کے ساتھ استہزاء اور جب تحقیق کی جائے تو خفاق و تفرق کا چہانہ بنا دینا۔
- ۹ - ان کا اصل رشتہ تعلق منافقوں کے ساتھ ہونا امرا بالمعروف کے بجائے بری باتوں کا حکم دینا اور اسی باتوں سے روکنا۔
- ۱۰ - خدا کے ساتھ عہد کر کے توڑ دینا۔

جب آپ ان خصال پر غور فرمائیں گے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ یہ شریک وہی خصال ہیں جو خدا مام احمد اور خلیفہ
حدیث میں پہلے آپ کی نظر سے گذر چکے ہیں۔ وہی وعدہ گوئی، وہی وعدہ خلافی، وہی خود غرضی، وہی مصلحتی اور وہی خیانت
کی باتیں جو آپ نے حدیثوں میں پڑھیں۔ ان آیات میں ان کی تفصیلات موجود ہیں۔ یہی خصلتیں اگر صرف انسانوں ہی کے
درمیان ہوں تو کیا کم ہیں۔ ہم جانتے کہ بندہ اور اس کے مدعی کے درمیان ہیں و جمہوری قسمیں کھانے اور خدا تعالیٰ سے

الکذب

(۸۵۴) عَنْ جَعْفَرِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَلِيلُ مَنْ يُحَدِّثُ فِيمَا كَذَبَ لِيُصْحِكَ بِهِ الْقَوْمُ دَلِيلٌ لَهُ دَلِيلٌ لَهُ (رحمہما احمد والترمذی و ابوداؤد والدارمی)

(۸۵۵) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَا عَدُوُّهُ الْمَلِكُ مُصْلَاهُ مِنْ نَفْسٍ مَا جَاءَ بِهِ (رحمہما الترمذی)

دروغ گوئی

(۸۵۴) بہن مکیم اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص پر افسوس صد افسوس جو صرف اتنی بات کے لئے جھوٹ بولتا ہے کہ لوگوں کو خوش کرے اور ان کو ذرا ہنس دے۔ (احمد ترمذی ابوداؤد بخاری)

(۸۵۵) ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی بندہ جھوٹ بولتا ہے تو خدا کا فرشتہ اس کلمہ کی بدولت ایک میل دور چلا جاتا ہے۔ (ترمذی)

ربیعہ از صفحہ گذشتہ وعدے کرے کہ اگر توجہ کو غنی کرے تو میں تیری راہ میں سخاوت سے خرچ کروں پھر اس وعدہ کو پورا نہ کرے اس وجہ سے خود غریب ہو جائے مگر شرف مال اس کی خوشی ناخوشی کا تجربہ نہ جئے عام مسلمانوں کی خوشی و ناخوشی سے کوئی واسطہ ہی نہ رہے اخلاق کی بدتری کی یہ نوبت آجائے کہ خدا کے مقدس رسول اور اس کی مخصوص جماعت پر تکبر نہ چینی اور ان پر تہذیب و مذاق کی عادت پڑ جائے عبادت بندہ و مالیت سے اتنی بے اتفاقی نہ کیا دیا ہو سکیں نہ وہ مکر و فریب کا یہ عالم کہ ہنر بانی کے توحید پر جان چھڑانے کیلئے بیان نہ لے لے اور اگر ہچکچاہے چھوٹے تو پھر مسلمانوں کو جا کر طرح طرح بھکانا۔ منافقین کے یہ ہم خضائل خدا اور رسول اور عامہ مومنین کی فاضلی زندگی میں اس طرح پھیلے رہے کہ پھر ان میں سے ایک ایک خصلت فحاشی کی ایک ایک علامت بن گئی۔ پہلے یہ تفصیلات کیا کی جاسکتی تھیں کہ کس کا تعلق براہ راست خدا تعالیٰ کے ساتھ اور کس کا مخلوق کے ساتھ تھے تو صرف نیت اور باطن کی بہت تھی اس لئے صرف خضائل کو فحاشی کی علامت قرار دیا گیا اور جس میں یہ سب خصلتیں جمع ہو جائیں اس کو تنبیہ کر دی گئی کہ اب اس کا نقشہ زندگی ٹیک ٹیک ٹیک کی براہ ہو گیا ہے اگر وہ مدعی ایمان ہے تو یہ نقشہ اس کیلئے مناسب نہیں۔

(۸۵۴) امراء اور نبیوں کو لوگوں کے مدد و مدد میں کچھ لوگ ظریف بھی ضرور آکر تھے جن کے بہرہ و صوفی خدمت ہوتی تھی کہ وہ جھوٹ یا کج دلیل کران کی محفل کو گرم کیا کریں۔ اسلام نے اس کو صرف ایک کذب ہی کا مرتبہ نہیں دیا بلکہ انسانیت اور اخلاق سے گری ہوئی بہت قریبی ہو کر ایک انسان صرف اپنے جیسے انسان کی خاطر ایسی خیف حرکات پر آمادہ ہو جائے۔

(۸۵۵) تنبیہ و تنبیہ کی طرح خوشبو اور بو بھی روحانیات کے عالم میں عموماً اس سے ہیں ان کو مجازاً اور استعارات پر عمل نہ کرنا چاہئے بلکہ بہت بندہ کر کے وہ قدم اٹھا نا چاہئے جہاں حاشہ شامہ کو وہ قوت برسر آجائے کہ صدق و کذب کی خوشبو اور بو بھی عام خوشبو اور بو کی طرح محسوس ہونے لگے۔

(۸۵۸) مَنْ جَانِبَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِحَدٍّ عِنْدَ مَنْبَرِي هَذَا عَلَى يَمِينِ أُمَّتِي وَعَلَى سِوَالِهِ اخْضَرَ لَا تَمُوتُ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ لَوْ جَبَّتْ لَهُ النَّارُ (رواه مالك ابو داود ابن ماجه)
 (۸۵۹) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ خُلُقُ ابْنِ عَبَّاسٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْكُذِبِ وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُكْذِبُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَذِبَ مَقَائِرَ الْإِنِّ فِي نَفْسِهِ عَلَيْهِمْ حَتَّى يَعْلَمَ أَنَّهُ قَدْ أَخَذَكَ بِهَا تَوْبَةً - (رواه احمد)

(۸۶۰) عَنْ صَفْوَانَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكُذِبُ إِمْرَأَتِي قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا خَيْرَ فِي الْكُذِبِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعِدْهَا وَأَقُولُ لَهَا نَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا جَانَحَ عَلَيْكَ - (رواه مالك)

(۸۵۸) جا بڑے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی میرے منبر کے پاس آکر جھوٹی قسم کھائے اگرچہ وہ ایک بزرگوار کے معاملہ میں ہو اس نے اپنا ٹھکانا دوزخ میں کر لیا یا اس کے لئے دوزخ کا عذاب واجب ہو گیا (ماوی کو شک ہے)۔ (مالک - ابو داود - ابن ماجہ)

(۸۵۹) حضرت عائشہ روایت فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک جھوٹ سے زیادہ اور کوئی عادت قابل نفرت نہ تھی کوئی شخص آپ کے سامنے جھوٹ بولتا جب تک وہ اس سے توبہ نہ کر لیتا آپ کے قلب مبارک میں اس کی طرف سے ناگواری کا اثر برابر محسوس ہوا کرتا۔ (احمد)

(۸۶۰) صفوان سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میں اپنی بی بی سے جھوٹ بول سکتا ہوں؟ فرمایا جھوٹ میں تو کوئی بھلائی نہیں، اس نے عرض کیا اچھا تو پھر اس سے وعدہ کر لوں۔ آپ نے فرمایا اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (احمد)

(۸۵۸) ہنوز یہ ہے کہ جھوٹ کی انواع جتنی سخت ہوتی جائیں گی اس کا عذاب بھی اتنی ہی سخت ہوتا چلا جائیگا جھوٹی شہادت اور جھوٹی قسم سے جان ایک گناہ بڑا ہے اور لازم آتا ہے اس کے ساتھ نظام عالم بھی برباد ہوتا ہے مگر ہر مصلحت انسان کی فاسد ہے اور نظام کی تباہی کا سبب انسانوں سے فطرت میں حقوق الہا کو حقوق اللہ پر اس لئے جا بجا اہمیت دی گئی ہے کہ حقوق اللہ - مناج انسانوں کے حق ہیں اور حقوق اللہ ایک سہ نیاز کا۔

(۸۶۰) زن و شوہر کے تعلقات کو شریعت میں بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ اگر بی بی کی رضامندی کے لئے شوہر کوئی تسلی آمیز کلمہ اپنی زبان سے نکال دے تو خاص اس موقع کے لئے اس کو وسعت دی گئی ہے صدق کی بحث میں آپ اس کی تفصیلات پڑھ چکے ہیں۔

(۸۶۱) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الْكُذْبَ وَهُوَ بَاطِلٌ بَنِي لَهُ فِي رُبْعِ الْجَنَّةِ وَمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَهُوَ عُجْنُ بَنِي كَنْزٍ فِي وَسْطِ الْجَنَّةِ وَمَنْ حَسَنَ خُلُقَهُ بَنِي لَهُ فِي أَعْلَاهَا. (رواه الترمذی)

(۸۶۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّا لَمَدَّ الظَّنَّ ذَوَاتَ الظَّنِّ أَكْذَابَ الْحَدِيثِ وَلَا تَحْتَسِبُوا وَلَا تَحْسَبُوا وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا تَخَاسَرُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَنَادَبُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا. (رواه البخاری)

(۸۶۱) انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جھوٹ بولنا چھوڑ دیا حالانکہ وہ بری اور میکا ربات ہے اس کا صحیح جنت میں مکان بنایا جائے گا اور جس نے جھگڑا کرنا چھوڑا حالانکہ وہ حق پر تھا اس کے لئے وسط جنت میں مکان بنے گا۔ اور جس نے اپنے اخلاق درست کر لئے اس کے لئے جنت کے اعلیٰ طبقہ میں مکان بنایا جائے گا۔ (ترمذی)

(۸۶۲) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو جو واردِ بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی ایک بدترین جھوٹ ہے اور لوگوں کے عیوب تلاش کرنے کی فکر میں نہ رہو دھوکا بازی مت کرو۔ باہم ایک دوسرے پر حسد نہ کرو، آپس میں بغض نہ رکھو، غصہ کے ساتھ ایک دوسرے سے منہ نہ پھرو اور سب اللہ کے بندے بھائی بھائی کی طرح بن جاؤ۔ (بخاری شریف)

(۸۶۱) جھوٹ بولنا اور جھگڑا کرنا دونوں نفاق کی خصلتیں ہیں جس میں جھگڑا کرنا جھوٹ سے زیادہ سخت ہے جھوٹ باطل ہو کر چھوڑنے کی چیز ہے اور جھگڑنا بچے معاملہ میں بھی پسندیدہ نہیں۔ عداوتی چاہ ہوئی جدا چیز ہے جس کو عرف میں جھگڑا کہتے ہیں وہ بچے معاملات میں بھی اعلیٰ اخلاق سے گری ہوئی بات ہے اسی لئے فرمایا کہ جس نے اپنے اخلاق سنبھال لئے اس نے فوجت کے اعلیٰ طبقہ کا سامان کر لیا۔

(۸۶۲) اس حدیث میں یہ نیکی لگئی ہے کہ ایک دوسرے کی صدق و صفات کی منزل صرف اسی کے نطق پر جا کر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ وہ اس سے گزر کر اس کے ظنون اور خیالات تک بھی پہنچتی ہے یعنی خلاف واقع بات نہ کہے نہ کانا کہہ دے کسی کے متعلق واقع کے خلاف بدگمانی کرنا دونوں جھوٹ ہیں اور دونوں میں بڑھ کر جھوٹ ہے دوسرا جھوٹ ہے کبھی سوامی کا سب سے برا عیب یہ ہوتا ہے کہ اس میں باہم ایک دوسرے کے عیوب کی چھان بین کی جائے اس عداوت بد سے باہم مافرت پہنچتی ہے اور نفسیاتی لحاظ سے جو محب پہلے نہ ہوں ان کے بھی جرائم پیدا ہونے لگتے ہیں اس کے برخلاف حسن ظن سے اس روحیت کی ضابطہ آہوتی ہے اور ایک دوسرے کے نفس میں شرافت و کرم کے آثار نمایاں ہوتے لگتے ہیں۔ پھر مسلمانوں کے اس عام حسن ظن کی بنا پر رحمتِ خداوندی بھی ان کے ساتھ ان کے ظن کے مطابق حاصل کرتی ہے۔ معاملات کو اتنا امکان ظاہر کے تابع رکھنا اور بلاوجہ درپے نہیں ہونا اجتماعی جہاد کا ایک اہم اصول ہے۔ حسنِ عورت میں آیتہ ولا تجسسوا ہی اسی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔

(۸۶۳) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ عَمِلَ بِحُلْمٍ لَمْ يَرَهُ كَلِيفَ أَنْ يَتَّخِذَ بَيْنَ شَعِيرَتَيْنِ وَلَنْ يَفْعَلَ وَمَنْ اسْتَقَمَّ إِلَى حَدِيثِ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ أَوْ يَفُورُونَ مِنْ مَشْصَبٍ فِي أَذُنِهِ الْأَنْتَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَنْ حُورٍ صَوْرَةٌ عَذَابٌ وَكَلِيفَ أَنْ يَنْقُصَ فِيهَا وَلَيْسَ بِتَانِجٍ. (رواه البخاری)

(۸۶۴) عَنْ ابْنِ عُثْمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ آخِرَ الْفِرَافِ أَنْ يَبْرَى عَيْنِيهِ قَالَهُ تَرِيَا. (رواه البخاری)

(۸۶۳) ابن عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ہے جو شخص جھوٹا خواب بنائے (قیامت میں) اس کو حکم دیا جائے گا کہ وہ دو جگہ دانوں میں گرہ لگائے (جیسا اس نے دنیا میں گرہ بندی کی تھی) اور ظاہر ہے کہ یہ ہرگز اس کی قدرت میں نہ ہوگا (اور جو شخص لوگوں کی باتیں کان لگا کر سنے گا اس حال میں کہ وہ اس کو ناپسند کرنے ہوں یا اس سے بھاگتے ہوں) (راوی کو شک ہے) تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ بگھلا کر ڈالا جائے گا اور جو شخص کسی جاندار کی صورت بنائے، اس سے کہا جائے گا کہ اس میں روح بھی ڈال اور ظاہر ہے کہ وہ روح ڈال نہیں سکے گا (بالآخر اس کو بھی عذاب ہوگا)۔ (بخاری شریف)

(۸۶۴) ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بدنامہتان یہ ہے کہ آدمی اپنی آنکھوں کے متعلق ایسی چیز کا دیکھنا بیان کرے جو انھوں نے نہیں دیکھی یعنی (جھوٹا خواب بنائے)۔ (بخاری شریف)

(۸۶۴) ان دونوں صدقوں کا حاصل یہ ہے کہ صدق و صفا کا احاطہ صرف حالت بیداری تک ختم نہیں ہوتا، بلکہ حالت نوم تک بھی پہنچتا ہے۔ اگر کوئی شخص حالت خواب کے متعلق بھی کوئی جھوٹا کلمہ کہے تو وہ بھی سخت مجرم ہو بلکہ اس کا جرم دوسرے مجرموں سے زیادہ ہے کیونکہ نومن کا خواب نبوت کا چالیسواں جزو ہوتا ہے اور یہ اسے بھی گندہ کرتا ہے۔

غرض اس باب میں کذب کی جتنی صورتیں گزر چکی ہیں ان سب سے احتراز کرنے کے بعد آپ منزل صدق کو حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ تمام صورتیں نفاق کا شعبہ ہیں۔ ان میں سے چھوٹا یا بڑا کوئی بھی شعبہ اگر کسی مومن کے اندر موجود ہے تو اس میں نفاق کا ایک شعبہ موجود ہے وہ مومن صادق نہیں پھر یہ تو کسی کسی کے نصیب ہیں کہ مومن صدیق کی فہرست میں داخل ہو جائے جس کے سرور صدیق اکبر ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین۔

الخلف فی الوعد

(۸۶۵) عَنْ زَيْنَبِ ابْنَةِ أَبِي بَرْزَاءٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا وَعَدَ الرَّجُلُ أَخَاهُ وَمِنْ بَيْنِهِ أَنْ تَفِي لَهُ فَلَمْ تَفِ وَلَمْ تَجِ لِيُبْعَاذْ فَلَا تُؤْمَرْ عَلَيْهِ (ابو داؤد وترمذی قال ابن سائہ بالمری وروی عنہ) (۸۶۶) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُؤْمَرُ أَخَاكَ وَلَا تُؤْمَرُ رَجُلًا وَلَا تُعَدُّهُ مَوْعِدًا فَخُلِفَ (سواء الترمذی وقال هذا حديث غريب)

(۸۶۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ الْحَمَّامِ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يُبْعَثَ وَبَعِثَ لَمْ يَبْعَثْ فَوَعَدْتُ أَنْ أَمِينَنِي مَكَانِهِ فَتَبَيَّنْتُ فَنَذَرْتُ بَعْدَ ثَلَاثٍ قَدْ أَهْوَيْ مَكَانِهِ فَقَالَ لَقَدْ شَقَقْتَ عَلَيَّ أَنَا هُنَا مُنْذُ ثَلَاثٍ أَنْتَ هُنَا (سواء ابو داؤد)

الخصومت والجدال

(۸۶۸) عَنْ ابْنِ عُثْمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ خَاصَمَ فِي بَاطِلٍ وَهُوَ

وعده خلافی

(۸۶۵) زینب بنت ابی براءہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب انسان وعدہ کرے اور اس کی نیت یہ ہو کہ اس کو پورا کرے گا مگر اتفاقاً پورا نہ کر سکے اور وقت مقرر رہے اس کے ثواب اس پر کوئی گناہ نہیں۔ (ابو داؤد - ترمذی)

(۸۶۶) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی سے جھگڑا بھی نہ کرو اور نہ اس سے زیادہ مذاق کرو اور نہ بے وجہ اس سے وعدہ کرو، کہیں پھر وعدہ خلافی کی نوبت آجائے (ترمذی) (۸۶۷) عبد اللہ بن ابی الحمار سے روایت ہے کہ میں نے بعثت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خرید و فروخت کا معاملہ کیا مجھے آپ کو کچھ دینا رہ گیا تھا اس لئے میں نے وعدہ کیا کہ میں آپ کو اسی مقام پر لا کر دیتا ہوں پھر مجھے یہ بات یاد رہی اور تین دن کے بعد یاد آئی کہ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ برابر اسی جگہ موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے بڑی تکلیف دی میں تین دن سے تمہارے انتظار میں بہاں موجود ہوں۔ (ابو داؤد)

لڑائی اور جھگڑا

(۸۶۸) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص جان بوجھ کر

يَعْلَمُهُ لَمْ يَزَلْ فِي سَخَطٍ اشْوَحَتْ يَنْزِعُ - (رماء ابو داؤد)

(۸۶۹) عَنْ عَائِشَةَ تَرْفَعُهُ قَالَ اُبْغَضَ الرَّجَالِ اِلَيَّ اَشْوَاكَ الْخَصْمِ - (رواه عثمان)

(۸۷۰) عَنْ زَيْدِ بْنِ حُدَيْرٍ قَالَ قَالَ لِي عُمَرُ مَا يَمْدُمُ الْاِسْلَامَ قَالَ قُلْتُ لَا

قَالَ يَحْدُثُ مِنْ لَدُنْ الْعَالِمِ وَجِدَالُ الْمَنَافِقِ بِالْكِتَابِ وَحُكْمُ الْاُيُمَّةِ الْمُضِلِّينَ - (رماء الدارمی)

اضاعة الصلوات

(۸۷۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُكَ وَمَا يَخْلُفُ عَنِ الصَّلَاةِ الْاَمَنَافِقُ قَدْ عَلِمَ

نِعَاقَهُ اَوْ مَرِيضٌ اِنْ كَانَ الْمَرِيضُ لَيْسَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ حَتَّى يَأْتِيَ الصَّلَاةَ وَقَالَ اِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

عَلَّمَ اَسْنَانَ الْهَدَى وَمَنْ سَنَّ الْهَدَى الصَّلَاةَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي يُؤَدُّنُ فِيهِ - (رماء مسلم)

جب بے مصلہ میں جھگڑا کرے وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے تحت رہتا ہے تا اگلاس کو ترک نہ کرے۔ (ابو داؤد)

(۸۶۹) حضرت عائشہ فرموا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک

انسانوں میں سب سے زیادہ بغض و دشمنی ہے جو بوجہ قسم کا جھگڑا کرے۔ (بخاری شریف)

(۸۷۰) زید بن حدریان کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمرؓ نے پوچھا جانتے ہو اسلام کوڑھ دینے والی چیزیں

کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا ایک تو عالم کی لغزش، دوم منافق کا کتب اللہ میں بے بات جھگڑے

نکالنا، سوم گمراہ حاکموں کے ظالمانہ اور جاہلانہ فیصلے۔ (دارمی)

نمازوں میں کاہلی اورستی

(۸۷۱) ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم دیکھتے تھے کہ جماعت سے بس دو ہی شخص پیچھے رہتے تھے یا

کھلا ہوا منافق یا مریض اور مریض بھی دو شخصوں کا سہارا لے کر مسجد میں آہی جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت کے راستے بتادیئے ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ اس مسجد میں

اگر نماز ادا کی جائے جہاں بخیر وقتہ اذان دی جاتی ہو۔ (مسلم)

(۸۷۰) منافق کی جتنی خصائل ہیں ان سب کا رشتہ کہیں نہ کہیں جاکر خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کے ساتھ لگتا ہے۔

یہاں بھی اس کے جہاں کا رُخ کتاب اللہ کی طرف ہے۔ خصائل نفاق علی جب راس ہو جاتے ہیں تو خدا اور رسول کے کمال

میں بھی ظاہر ہو یا شروع ہو جاتے ہیں اور آخر اس کا ثمرہ نفاق کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔

(۸۷۲) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ صَلَاةُ الْمَنَافِي عَجِبُ
يَرْقُبُ الْقَمْعَ حَتَّى إِذَا أَصْفَرَتْ وَكَانَتْ بَيْنَ قَرْنِي الشَّيْطَانِ قَامَ فَتَقَرَّ أَرْبَعًا
لَا يَذْكُرُ اللَّهَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا۔ (رواه مسلم)

(۸۷۳) عَنْ أَبِي بَرْزَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْمُنْبِغِ فَلَمَّا
سَلَّمَ قَالَ أَشَاهِدُ فَلَا تَقَالُوا إِلَّا قَالُوا إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ أَهْلُ الصَّلَاةِ عَلَى الْمَنَافِي وَ
لَوْ تَعْلَمُونَ مَا فِيهَا لَا تَقُولُهَا وَلَا تَجُوعُوا عَلَى التَّكْبِيرِ وَلَئِنْ الصَّفَّ الْأَوَّلَى عَلَى مِثْلِ صَفِّ الْمَلَائِكَةِ
وَلَوْ عَلِمْتُمْ مَا فِيصِلْتُمْ لَابْتَدَأْتُمْوهَا فَإِنَّ صَلَاةَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ أَزْكَى مِنْ صَلَاتِهِ وَحْدَهُ وَصَلَاتُهُ
مَعَ الرَّجُلَيْنِ أَزْكَى مِنْ صَلَاتِهِ مَعَ الرَّجُلِ وَمَا كُفِّرَ قَوْمٌ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ۔ (رواه ابو داود والنسائي)

(۸۷۲) انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نماز تو منافق کی نماز ہے کہ آقا کے
دکھتا ہے (لو اس میں اتنی تاثیر کرے) کہ جب وہ زرد ہونے لگے اور شیطان کی عبادت کا وقت آجائے تو اب
اُسے (عہدی جلدی) چار چوٹ مارے کہ ذکر اللہ (جو نماز کا اصل مقصد ہے) اس میں بس یونہی رہ جائے۔ (مسلم)

(۸۷۳) ابی بزنہ کعب سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی جب
سلام پھر چکے تو فرمایا کیا ظالم شخص جماعت میں آتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا نہیں فرمایا منافقین پر یہ دو نمازیں
سب نمازوں سے زیادہ بارگزدنی ہیں کاش جو اجر ان میں ہے اگر تم لوگ جانتے تو گھٹ گھٹ کر گھٹوں کے
بل بھی آیا کرتے خوب سن لو کہ تمہاری پہلی صف ایسی افضل ہوتی ہے جیسی فرشتوں میں پہلی صف، کاش تم
اس کی فضیلت جانتے تو لپک لپک کرتے اور یہ بھی سن لو کہ آدمی کی وہ نماز جو ایک شخص کے ساتھ ہو وہ
اس کی تنہا نماز سے افضل ہوتی ہے اور جو دو شخصوں کے ساتھ ہو وہ ایک شخص کی جماعت سے افضل ہے اس کے
بعد جماعت جتنی بڑھتی جائے گی اس کی فضیلت بھی اسی قدر بڑھتی جائے گی۔ (ابو داؤد۔ نسائی)

(۸۷۲) منافق کی نماز کا نقشہ ہے جس کا دل اول تو نماز پڑھنا چاہتا ہی نہیں اور اگر بہر حال رکھ پڑھتا ہے تو
اس وقت پڑھتا ہے جبکہ نماز کا وقت بالکل تنگ ہونے لگتا ہے پھر ایسی بے دلی سے پڑھتا ہے کہ اس کے بعد کی
سجست صرف پندہ سے کہ جو کچھ مارنے کے برابر رہ جاتی ہے اور چونکہ تعدیل امکان بھی نہیں کرتا اس لئے اس کے دو سجست
گو یا ایک چھکے مارنے کے برابر ہوتے ہیں۔ پھر وہ نماز جس کو ولد کسی اللہ اکبر فرمایا گیا ہے اس ہی طرح ادا کرتا ہے کہ اس میں
ذکر کی مدح بس اتنی ہی رہ جاتی ہے جتنی اس کے ظاہری رکوع و سجود میں نظر آتی ہے۔

(۸۷۳) پہلے آپ کا نام لیکر صیافت فرمانا پڑتا ہے کہ منافقین کا علم آپ کو کھلکھل کر ملتا ہے۔

(۸۷۴) عَنْ عُمَرَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَدْرَكَكَ الْإِذَاكَ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ خَرَجَ لَمْ يَخْرُجْ لِحَاجَةٍ وَهُوَ لَا يُرِيدُ الرَّجْعَةَ فَهُوَ مُنَافِقٌ - (سرواہ ابن ماجہ)
 (۸۷۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُصِلَتَانِ لَا يَهْتَمُّعَانِ فِي مُنَافِقٍ حُسْنٌ سَمِعْتُ وَلَا نَفَقَةٌ فِي الدِّينِ - (سرواہ الترمذی)
 (۸۷۶) عَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَنَعَ مَوْثِقًا مِنْ مُنَافِقٍ

(۸۷۴) حضرت عثمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسجد میں ہو اور اذان ہو جائے اس کے باوجود وہ بغیر ضرورت مسجد سے باہر چلا جائے اور اس کا الٹا وہ اپنی کانہ ہو تو یہ شخص منافق ہے۔ (ابن ماجہ)
 (۸۷۵) ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو باتیں کسی منافق میں یک جا جمع نہیں ہوتیں اچھا طریقہ اور دین کی سمجھ۔ (ترمذی شریف)

(۸۷۶) معاذ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی مسلمان کو کسی منافق کی غیبت سے بچا لیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر کرے گا جو اس کے گوشت کو دھو دھ

(۸۷۵) پہلی حدیث میں اربعہ فضائل کا ذکر کیا گیا جن کے موجود ہونے سے ایک مومن پر بھی فاضل منافق ہونے کا گمان ہو سکتا ہے اسپان ان فضائل کا ذکر کیا گیا ہے جن کے بعد اس پر منافق ہونے کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ پہلی حدیثوں کا مشاہدہ یہ تھا کہ کوئی مسلمان ایسا نہ ہونا چاہے کہ اس میں ان خصلتوں میں سے ایک خصلت بھی نظر آئے اور اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ کوئی مسلمان ایسا بالی نہ رہنا چاہے جس میں یہ فضائل یک وقت موجود نظر نہ آئیں خلاصہ یہ کہ ایک مومن کی شان یہ ہونی چاہئے کہ وہ جملہ فضائل الہیاتی سے مزین ہو اور نفاق کی ایک ایک خصلت سے منزہ ہو۔

دین کی فہم کے ساتھ اگر کوئی اپنے ظاہری افعال کو بھی حسین و خوبصورت بنالیتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کا ظاہر و باطن درست ہو چکا اب اس میں نفاق کی کوئی مجال نہیں رہی۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کے ظاہری حالات بہت اچھے نظر آئیں مگر اس کا باطن فہم دین کی رعائی سے خالی ہو۔ انسان ظاہر پرست انسان ہے یہ خود بھی دھوکے میں مبتلا ہے اور اپنے حسن ظاہر سے دوسروں کو بھی حسن باطن کا دھوکا دینا چاہتا ہے اسی طرح جو کچھ نہ کچھ دین کی فہم تو رکھتا ہے مگر اس کے متعلقہ کے مطابق اپنے ظاہر کو درست نہیں کرتا یہ بھی محروم قسمت ہے اور نفاق کی علی کی بیماری میں مبتلا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایمان صرف باطن کی اصلاح کا نام نہیں، اپنی ظاہری شکل و صورت اور کردار و سکنات کا خوبصورت بنانا بھی اس کا ایک جزو ہے اس کی توفیق کامل مسلمان ہی کو سر آ سکتی ہے۔ جو فقر و صوفی اصطلاح باطن کے دوسرے اور اصطلاح ظاہر سے غافل ہے وہ بھی اسلام کی اصل تعلیم سے ناواقف ہے اور جو صرف ظاہری بناؤ سنوار میں لگ رہا ہے اور دین کی اصل فہم کی فکر نہیں کرتا وہ بھی جہل مرکب کا شکار رہ رہا ہے۔

(۸۷۶) بیان غیبت کرنے والے شخص کو منافق کہا گیا ہے اس سے کچھ لینا چاہئے کہ حدیث کی اصطلاح میں منافق کا اطلاق کن معنوں میں آیا ہے۔ غیبت کرنے والے کا ظاہر و باطن بھی مختلف ہوتا ہے وہ بھی ذوالوجہین ہوتا ہے غیبت کی عادت بڑی اور بظاہر

بَكَتَ اللَّهُ مَلَكًا يَتَّبِعُ خَمْسِينَ أَلْفًا مِنَ الْغِيَاثَةِ مِنْ تَارِيحِهِمْ وَمَنْ رَأَى مِنْهُمْ ابْنِي يُرِيدُ بِهِ شَيْئًا
حَسَدًا اللَّهُ عَلَى جَبَرِ هَمَّتُمْ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْهَا قَالَ (رواه ابو داود)

اسباب النفاق

(۸۷۷) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِنَاءُ يُبَيِّتُ النِّفَاقَ
فِي الْقَلْبِ لَمَّا يُبَيِّتُ الْمَاءَ الرَّزْعَ - (رواه البيهقي في شعب الایمان)

(۸۷۸) عَنْ نَافِعٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِي طَرِيقٍ فَمِعَ مِنْهُمَا رَأْفُ ضَمٍّ أَصْبَعِيْنِي أَدْنِي
وَنَافِعَ الطَّرِيقِ إِلَى الْبَحَائِبِ الْأَخْرَجْتُ قَالَ لِي بَعْدَ أَنْ بَعْدَ يَأْتَانَا فَمَ هَلْ تَشْفَعُ مِنْمَا قُلْتُ لَا فَرَفَعَ
أَصْبَعِيْنِي أَدْنِي قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمِيمَ صَوْتِ يَرَاهُ كَصَمِّ مِثْلِ
مَا صَعْتُ قَالَ نَافِعٌ وَكُنْتُ إِذْ ذَاكَ صَغِيرًا - (رواه احمد و ابو داود)

کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔ اور جس نے کسی مسلمان کے سراپا بات لگائی جس کا مقصد اس کو عیب لگانا ہو
اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کے پل پر روکے رکھے گا یہاں تک کہ وہ اس کی سزا جگت کو فارغ نہ ہو سکے۔ (ابو داود)

نفاق کے چند اسباب

(۸۷۷) جابر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گنا قلب میں نفاق کو اس
طرح اگنا ہے جس طرح پانی گھینتی کو۔ (شعب الایمان)

(۸۷۸) نافع بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ ایک راستہ پر جا رہا تھا کہ انھوں نے
بانسری کی آواز سنی خزاوندوں کا توں میں اٹھکیاں دے لیں اور راستہ سے دوسری جانب ہٹ کر چلنے لگے
پھر جب دور نکل گئے تو مجھ سے کہا اے نافع کچھ آواز سنتا ہے میں نے کہا نہیں یہ سن کر اپنی اٹھکیاں کانوں سے بھل گیا
پھر فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا آپ نے بانسری کی آواز سنی تو یہی عمل کیا جو میں نے اب تیرے
سے کیا تھا۔ نافع کہتے ہیں کہ میں اس وقت کچھ تھا اس لئے میں کان کھولے رہا۔ (ابو داود)

کا فرقہ غیبت کے مقصد ہی پر ہی جوتفاق کے، اس لئے یہاں ایسے شخص کو منافق سے تیر کیا گیا ہے۔ یہ اصل غیبت کی عادت
نفرت طائفے کچھ سب سے زیادہ موثر تعبیر ہے اور حقیقت کی ترجمانی کے لئے سب سے قریب بھی۔
(۸۷۷) صرف خوش آوازی سے نہیں شراد مرد کے ساتھ گنا موز ہے۔

(۸۷۹) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ كُتِبَ مُنَافِقًا فِي كِتَابٍ لَا يُنْفَعُ وَلَا يَنْجِي. وَفِي بَعْضِ الرِّهَابِيَّاتِ ثَلَاثًا. (سواء الشافعی کافی مشکوٰۃ)

البراءة من المنافق

(۸۸۰) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى شِعْرَ ابْنِ عَبَّاسٍ يَوْمًا فِي حَاجَةٍ يَدْرِكُ الْمَشِيئَةَ الْأُولَى كُتِبَ لَهُ بِرَاءَتَانِ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِنَ الْإِثْمَانِ. (سواء الشافعی کافی مشکوٰۃ)

أكرام للمنافق

(۸۸۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُولَنَّ لِلْمُنافِقِ سَيِّدًا كَلَا إِنَّهُ لَنْ يَكُنْ فَقَدْ أَخْطَأْتُمْ وَتَكْبَرُوا. (سواء ابوداؤد)

(۸۷۹) ابن عباس فرماتے ہیں کہ جس شخص نے کسی عذر کے بغیر جمعہ ترک کیا اس کا نام ایسے دفتر میں منافق لکھ دیا جائے گا جس میں کوئی ترمیم و ترمیم نہیں کی جاتی۔ (مشکوٰۃ شریف)

نفاق سے علیحدہ ہونا

(۸۸۰) انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چالیس دن ہر جمعہ کے ساتھ اس طرح نماز پڑھتا رہے کہ اس کی تکبیر اولیٰ بھی فوت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے حق میں دوا توں سے برکت لکھی جاتی ہے۔ عذاب دوزخ سے اور مرض نفاق سے۔ (ترمذی شریف)

منافق کی تعظیم کرنا

(۸۸۱) عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کو ہرگز سید اور سردار کا لفظ نہ کہنا کیونکہ اگر درحقیقت وہ سردار ہو بھی پھر بھی تم نے اپنے بددردگار کو ناراض کرنے کا سامان کر لیا۔ (ابوداؤد)

(۸۸۰) چالیس کے عدد کی کوئی ایسی خاص برکت یہاں ہے کہ اس کا ترکہ آپ کی حوائج خلوتوں تک میں ملے ہر حضرت موسیٰ نے جس جہان کو پہنچا وہ بھی قرآن کریم میں چالیس مرتبہ بتائی گئی ہیں۔ حدیث میں احیاء و ذکر ایسے صوفیاء کو ملے اس کا نام ہی چتر رکھا ہے۔ اب آپ یوں سمجھیے کہ جو شخص ایک جگہ ہر جمعہ نماز پڑھے اس کو بددین نہیں نصیب ہو جاتی ہیں۔ اپنے دل کو تیرہ تیرہ کیلئے ہر روز کیلئے ہر روز کیلئے کہ جس کی نصیب میں یہ دوساں بھی ملے گی جہاں میں یہ گرتے تو فیہ سعادت و دریاں آگندہ مانہ ہو کہ یہاں دنیا آید و ملاں راہ شد۔ (۸۸۱) جسی اگر کوئی قسمت سے منافق سولہاں میں جلتے جب بھی اس کے حق میں تقسیم کیے کہ کہنا رب العزت کی ناراضی کا موجب ہے یا دیکھئے جس طرح اکرم مومنین اسلام کا ایک شہاۃت العزت کی رضا مندی کا باعث ہے اسی طرح اکرام منافق اکی ناراضی کا باعث ہے۔

التعوذ من النفاق

(۸۸۲) عَنْ أُمِّ مَعْبُدٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِي مِنَ النِّفَاقِ وَهَيِّئْ لِي الْإِيمَانَ وَالْإِسْلَامَ مِنَ الْكُذْبِ وَعَيِّئِي مِنَ الْخِيَانَةِ فَإِنَّكَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ (رواه البيهقي في الدعوات الكبير)

(۸۸۳) عَنْ عُمَرَ قَالَ عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلِ اللَّهُمَّ اجْعَلْ سِرِّي فِي خَيْرِ أَمْرٍ عَلَانِيٍّ وَاجْعَلْ عَلَانِيَّتِي صَلَاحَةً اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ صَلَاحِي مَا لَوْ فِي النَّاسِ مِنَ الْأَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ غَيْرِ الصَّالَةِ وَلَا الْمُحِلِّ (رواه النووي)

نفاق سے پناہ مانگنے کی چند دعائیں

(۸۸۲) ام مہد رعایت فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا فرماتے خود سنا ہے،
خدا یا! میرے قلب کو نفاق سے، میرے عمل کو ربا سے، میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھ کو خیانت سے
پاک و صاف کر دے۔ تو خوب جانتا ہے کہ خیانت کرنے والی آنکھ کون ہے اور ان باتوں کو بھی خوب جانتا ہے
جو دلوں میں پوشیدہ ہوتی ہیں۔

(۸۸۳) عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یہ دعا تعلیم فرمائی اور فرمایا
کہ یوں دعا کیا کرو خدا یا! میرے باطن کو میرے ظاہر سے بہتر بنا دے اور میرے ظاہر کو بھی بہتر بنا دے خدا یا
میں تجھ سے وہ تمام اچھی چیزیں مانگتا ہوں جو لوگوں کو عطا فرما لے، نیک بنی، حلال مال اور
نیک اولاد جو نہ خود گمراہ ہو نہ دوسروں کو گمراہ کرنے والی ہو۔ (ترمذی شریف)

(۸۸۲) قلب کا مرض نفاق ہے عمل کا نالیش، زبان کا مدغونی اور آنکھوں کا نظریں چاکر حرمت کو دیکھنا، سہارا نظر
حاکم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے رہائے کلمات کتنے جزیل ہیں کہ ان متحرک کلمات میں ان تمام خاص خاص امراض سے
نجات کی دعا رکھ ساری۔ جو ان قیمتی اعضاء کو فاسد نہ کھنٹے۔

(۸۸۳) نفاق وہ ہے کہ انسان کا باطن اس کے ظاہر سے بڑھ کر اس لئے آپ نے اس دعا کی تعلیم دی کہ انسان کا
باطن اس کے ظاہر سے بہتر ہو جائے پھر اس دعا کی تکمیل کے لئے ارشاد فرمایا کہ ظاہر بھی بہتر فرما دے گویا انسان کا کمال یہ ہے
کہ اس کا ظاہر و باطن دونوں ہی بہتر ہوں مگر باطن کا حسن ظاہر کے حسن پر مقدم ہے اگر کسی کا ظاہر اس کے باطن سے زیادہ حسین
ہے تو وہ بھی خسار میں ہے کیاب وہ ہے جس کے مدلل رخ حسین ہوں اور اس کا باطنی رخ ظاہر سے بھی حسین تر ہو۔ منافق
حسن باطن سے بے نصیب ہے۔ وہ نفاق حقیقی یا نفاق علی سے متعفن ہوتا ہے۔

(۸۸۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوءِ الْإِخْلَاقِ - (رواه ابو داؤد و للنسائی)

(۸۸۴) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا فرمایا کرتے تھے خدایا میں تیری پناہ لیتا ہوں شقاق، نفاق اور بُرے اخلاق سے۔

(۸۸۴) شقاق اور بطلانی، نفاق کے لازم میں سے ہیں اس حدیث میں گویا نفاق اور اس کے لوازم سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس قسم کے دعائیہ کلمات سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شرعی نظریں نفاق کی اہمیت کیا ہے اور طلب میں اس مرض کے پیدا ہونے کا کتنا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ گذشتہ احادیث میں آپ صحت کو اس کے خوف و خشیت کا حال پڑھ چکے ہیں۔ جو اعمال نفاق آپ نے گذشتہ اوراق میں پڑھے ہر شخص کی زندگی میں کبھی نہ کبھی پیش آ ہی جاتے ہیں کسی موقع پر انسانی لغزش سے جھوٹ بھی سرزد ہو جاتا ہے وعدہ خلافی بھی ہو جاتی ہے کبھی برتاؤ بشریتہ انسان جھگڑا بھی کر لیتا ہے پھر خیانت کی کوئی جزئی گنجائش آ ہی جاتی ہے۔ پھر ہر شخص کے معیار میں کے مطابق بعض مرتبہ ان اسامہ کا اطلاق لیے اعمال پر ہو جاتا ہے جو حقیقت اس کے مصداق نہیں ہوتے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی ذات گرامی کو ملاحظہ کیجئے انھوں نے کسی کسی ہی باتوں کو بھی اپنی شان رفیع کے مطابق کذب بجا اودان سے اتنا متاثر ہوئے کہ مشرعی نظر نہ اٹھائیں گے۔

مکتوباتِ امام ربّانی

مُجِدِّ الْفِثَانِی حضرت شیخ احمد سرسندی قدس اللہ سرہ الغزنی
کے اسرارِ شریعت اور معارفِ طریقت کے پُر نور انقدرِ مُجِدِّانہ مکاتیب کا

مُسْتَنْدِ اُردو ترجمہ



اِحَادَةُ اِسْلَامِيَّتِكِ الْاُمَمُ

اعجازِ عیسیٰؑ

تألیف

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی قدس سرہ

تحریف بائبل اور اس میں موجود تضادات پر نامور محقق کی نادر علمی تحریر
اردو کے سنی پیر میں — تردیدِ عیسائیت پر حوالہ کی مشہور کتاب

تسہیل و تحقیق و تشریح و حواشی

حضرت مولانا حبش محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

جناب مولانا محمد محترم فہیم عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

جناب مولانا حسین احمد نجیب



الذی ارہ الاسلام

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى : خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (القرآن)

نَيْلُ الْأَمْنِ

شرح اُردو

مَخْصَرُ الْمَعْنَى

یعنی

علم معانی، بیان و تبلیغ پر مشور عربی و سری کتاب مختصر المعانی کی مکمل اور بہترین اردو شرح

متن تلخیص المفتاح : قاضی القضاة علامہ خطیب قزوینی (۸۴۳۹ھ)

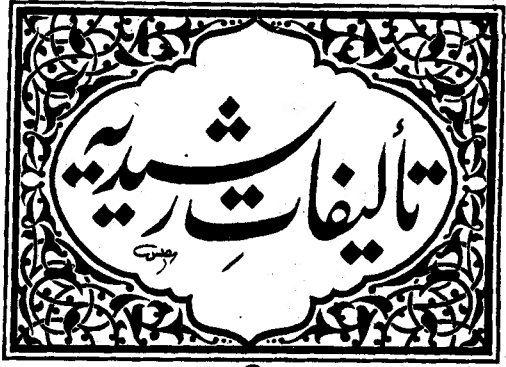
شرح مختصر المعانی : علامہ سعد الدین تفتازانی (۸۷۹۲ھ)



اردو ترجمہ و تشریح فرالہ

حضرت مولانا محمد ضیف گنگوہی فاضل دارالعلوم دیوبند

شکل احادیث اسلامیت ۱۹۰۰ء - اندر کل لاہور



مع
فتاویٰ رشیدیہ، مکمل سبب

فقہ العصر قطب الارشاد

امام ربانی حضرت مولانا رشید محمد گنگوہی مدظلہ العالی

کے فتاویٰ، رساں اور تصانیف کا مجموعہ

۷۰۰ سے زائد صفحات - بڑا سائز ۲۰ x ۳۰ - عمدہ کتابت و طباعت

اطلا کاغذ مضبوط ڈائیدار دو رنگ جلد جلد قیمت ۱۲۰/- روپے صرف

- فتاویٰ رشیدیہ، مکمل سبب
- سبیل الرشاد
- ہدایۃ الرشیدیہ
- زبدۃ المناہک
- فیصلۃ الاعلام فی دار الحرب دار الاسلام
- لطائف رشیدیہ
- ہدایۃ المقتدی فی قرآنہ المقتدی
- القنوط الدلانیۃ فی تحقیق البجاعتہ الثانیۃ
- الحق الصریح فی اثبات الشراویح
- فتویٰ مولد شریف
- ردُّ البغیان فی اوقاف القرآن
- تعداد رکعات تراویح
- اوثق العری فی تحقیق الجملۃ فی القرۃ
- فتویٰ احتیاط الظہر

تذکرۃ الرشیدیہ

سوانح قدوۃ العلماء زبدۃ ائمۃنا و آخر المحدثین قلب العالم
حضرت مولانا الحاج المحاضر رشید محمد گنگوہی مدظلہ العالی

تالیف

حضرت مولانا محمد عاشق الہی صاحب مدظلہ العالی نور اللہ

حضرت گنگوہی قدس سرہ کی یہ سوانح صرف تاریخ کا
ایک اہم ذخیرہ ہی نہیں بلکہ قرآن و حدیث، فقہ و تصوف
کے قیمتی مضامین کا گنجینہ بھی ہے۔ ہم نے یہ ایڈیشن حضرت
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ کے مضمون کے اضافہ
کے ساتھ شائع کیا ہے۔ کتابت و طباعت گزشتہ
سب ایڈیشنوں سے بہتر۔ اطلا کاغذ مضبوط دو رنگ
ڈائی دار جلد۔ جلد قیمت صرف ۵/- روپے

طلب فرمائیے: ادارۃ اسلامیات ۱۹۰-انارکلی لاہور